خطبات وقف جدید



فرمودہ خلفائے کرام

1957ء تا 2007ء

نظامت ارشاد وقف جدید انجمن احمدیہ پاکستان



مبارک سو مبارک

خطبات وقف جدید

بسلسلہ خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی

نظامت ارشاد وقف جدید انجمن احمدیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

وقف جدید کی تحریک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کی بابرکت تحریکات میں سے آخری اور ایک بہت ہی اہم اور مبارک تحریک ہے جو آپ نے القائے الٰہی کے تحت رشد و اصلاح کے لئے جاری فرمائی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے 9/جولائی 1957ء کو عید الاضحیہ کے مبارک اور تاریخی موقعہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی مثال بیان کرتے ہوئے اس مثال کو زندہ رکھنے کیلئے احمدی نوجوانوں کو خدمت دین کی اس اہم تحریک کی طرف متوجہ کیا اور اشاعت دین کے سلسلہ میں بزرگوں اور صوفیاء کی مثال پیش کرتے ہوئے فرمایا:۔

> ’’خدا تعالیٰ نے یہ ملک ہمارے لئے رکھے تھے تا کہ ہمارے نوجوان ان میں کام کر کے حضرت اسمٰعیلؑ سے مشابہت حاصل کریں۔ پس خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے نوجوان افریقہ کے جنگلات میں بھی کام کر رہے ہیں۔ مگر میرا خیال یہ ہے کہ اس ملک میں بھی اس طریق کو جاری کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ اگر کچھ نوجوان ایسے ہوں جن کے دلوں میں یہ خواہش پائی جاتی ہو کہ وہ حضرت خواجہ معین الدین صاحب چشتیؒ اور حضرت شہاب الدین صاحب سہروردیؒ کے نقشِ قدم پر چلیں تو جس طرح جماعت کے نوجوان اپنی زندگیاں تحریکِ جدید کے ماتحت وقف کرتے ہیں۔ وہ اپنی زندگیاں براہِ راست میرے سامنے وقف کریں تا کہ میں ان سے ایسے طریق پر کام لوں کہ وہ مسلمانوں کو تعلیم دینے کا کام کر سکیں۔ وہ مجھ سے ہدایتیں لیتے جائیں اور اس ملک میں کام کرتے جائیں۔ ہمارا ملک آبادی کے لحاظ سے ویران نہیں ہے لیکن روحانیت کے لحاظ سے بہت ویران ہو چکا ہے، اور آج بھی اس میں چشتیوں کی ضرورت ہے، سہروردیوں کی ضرورت ہے اور نقشبندیوں کی ضرورت ہے۔ اگر یہ لوگ آگے نہ آئے اور حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ، حضرت شہاب الدین

صاحب سہروردیؒ اور حضرت فریدالدین صاحب شکر گنجؒ جیسے لوگ پیدا نہ ہوئے تو یہ ملک روحانیت کے لحاظ سے اور بھی ویران ہو جائے گا......۔ پس میں چاہتا ہوں کہ جماعت کے نوجوان ہمت کریں اور اپنی زندگیاں اس مقصد کے لئے وقف کریں۔‘‘

پھر حضور انور نے کچھ عرصہ کے بعد اس وقف کی مزید تفصیلات اور کام کے طریقہء کار اور سکیم کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’میری اس وقف سے غرض یہ ہے کہ پشاور سے لیکر کراچی تک ہمارے معلمین کا جال پھیلا دیا جائے اور تمام جگہوں پر تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر۔ یعنی دس دس پندرہ پندرہ میل پر ہمارا معلم موجود ہو۔ اور اس نے مدرسہ جاری کیا ہوا ہو۔ یا دکان کھولی ہوئی ہو اور وہ سارا سال اس علاقہ کے لوگوں میں رہ کر کام کرتا رہے اور گو یہ سکیم بہت وسیع ہے مگر میں نے خرچ کو مدنظر رکھتے ہوئے شروع میں صرف دس واقفین لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ ممکن ہے بعض واقفین افریقہ سے لئے جائیں یا اور غیر ملکوں سے بھی لئے جائیں مگر بہر حال ابتداء دس واقفین سے کی جائے گی۔ اور پھر بڑھاتے بڑھاتے ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچانے کی کوشش کی جائے گی۔‘‘ (تقریر جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1957ء)

’’اس سکیم کی تفصیل یہ ہے کہ .... بعض واقفین کو اگر ممکن ہو سکا تو ہم کمپونڈری بھی سکھا دیں گے اور کچھ رقم دواؤں کیلئے بھی دے دیں گے اور ان سے جو آمد ہوگی وہ ہم انہی پر خرچ کریں گے۔ ان سے خود کچھ نہیں لیں گے۔ اسی طرح ہم بعض واقفین زندگی کو کہیں گے کہ وہاں سکول کھول دیں جو ابتداء میں چاہے پرائمری تک ہی ہوں......بعض واقفین کو اس علاقہ میں جن میں انکا تقرر کیا جائے روزمرہ کی ضرورت کی چیزوں کی دوکانیں کھلوا دیں......بہرحال دوست اس سکیم کو نوٹ کر لیں۔ اس کے لئے اپنے نام پیش کریں اور اس سلسلے میں اگر کوئی مفید بات ان کے ذہن میں آئے تو اس سے بھی اطلاع دیں۔‘‘

(تقریر جلسہ سالانہ 27/دسمبر 1957ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جماعت کی ترقی اور رشد و ہدایت کے سلسلہ میں وقف جدید کا ذکر کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:۔

’’ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیے کہ اگر وہ ترقی کرنا چاہتی ہے تو اس کو اس قسم کے

وقف جاری کرنے پڑیں گے اور چاروں طرف رشد و اصلاح کا جال پھیلانا پڑے گا......اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ ایک مربی ایک ضلع میں مقرر ہوگیا اور وہ دورہ کرتا ہوا ہر ایک جگہ گھنٹہ گھنٹہ دو دو گھنٹے ٹھہرتا ہوا سارے ضلع میں پھر گیا اب ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ ہمارے مربی کو ہر گھر اور ہر جھونپڑی تک پہنچنا پڑیگا اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب میری یہ نئی سکیم پر عمل کیا جائے اور تمام پنجاب میں بلکہ کراچی سے لے کر پشاور تک ہر جگہ ایسے آدمی مقرر کر دئے جائیں جو اس علاقے کے لوگوں کے اندر رہیں اور ایسے مفید کام کریں کہ لوگ ان سے متاثر ہوں وہ انہیں پڑھائیں بھی اور رشد و اصلاح کا کام بھی کریں اور یہ جال اتنا وسیع طور پر پھیلایا جائے کہ کوئی مچھلی باہر نہ رہے......پس جب تک ہم اس مہاجال کو نہ پھیلائیں گے اس وقت تک ہم کامیاب نہیں ہوسکتے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3/جنوری 1958ء)

اس تحریک کی اہمیت، ضرورت اور کامیابی کے لئے جو جوش حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے قلب مطہر میں موجزن تھا اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

''یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے اور ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ میرے دل میں چونکہ خدا تعالیٰ نے یہ تحریک ڈالی ہے اس لئے خواہ مجھے اپنے مکان بیچنے پڑیں، کپڑے بیچنے پڑیں میں اس فرض کو تب بھی پورا کروں گا۔ اگر جماعت کا ایک فرد بھی میرا ساتھ نہ دے تو خدا تعالیٰ ان لوگوں کو الگ کر دے گا جو میرا ساتھ نہیں دے رہے اور میری مدد کے لئے فرشتے آسمان سے اتارے گا۔ پس میں اتمام حجت کے لئے ایک بار پھر اعلان کرتا ہوں تا کہ مالی امداد کی طرف بھی لوگوں کو توجہ ہو اور وقف کی طرف بھی لوگوں کو توجہ ہو۔''

(پیغام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی الفضل 7/جنوری 1958ء)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے وقف جدید کے سلسلہ میں جماعت کو ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

''اس وقت حضرت مصلح موعود کو یہ نظر آرہا تھا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر جماعت میں کم از کم ایک معلم ضرور بیٹھا دیا جائے......جماعت خود بھی احساس رکھتی ہے کہ جب تک اسے کوئی معلم نہ دیا جائے وہ ان کی ذمہ داریوں کو کماحقہٗ ادا نہیں کرسکتی

جو تربیت کے لحاظ سے اس پر عائد ہوتی ہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7/ اکتوبر 1966ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس تحریک کے آغاز سے تا انتخاب خلافت براہِ راست اس سے وابستہ رہے۔ آپ اس تحریک کی اغراض کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''حضور نے جب اس تحریک کا آغاز فرمایا تو اولین ممبران وقف جدید میں خاکسار کو بھی مقرر فرمایا......ابتدائی نصیحتیں جو مجھے کیں ان میں ایک تو یہی دیہاتی تربیت کی طرف توجہ دینے کے متعلق ہدایت تھی اور دوسرے ہندوؤں میں خاص طور پر تبلیغ کی تاکید کی گئی تھی۔''

(خطبہ جمعہ 27/ دسمبر 1985ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے موجودہ زمانے میں بڑھتی ہوئی ضروریات اور تقاضوں کے پیش نظر تحریک وقف جدید کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''اب زمانہ ہے کہ ہر گاؤں میں، ہر قصبہ میں اور ہر شہر میں اور وہاں کی ہر مسجد میں ہمارا مربی اور معلم ہونا چاہئے۔ اب اس کے لئے بہر حال جماعت کو مالی قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ تبھی ہم مہیا کر سکتے ہیں۔ پھر جماعت کے افراد کو اپنی قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ اپنے بچوں کی قربانیاں کرنی پڑیں گی کہ ان کو اس کام کے لئے پیش کریں، وقف کریں۔ اور یہ سب ایسے ہونے چاہئیں کہ وہ تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر بھی قائم ہوں۔ ہم نے صرف آدمی نہیں بٹھانے بلکہ تقویٰ پر قائم آدمیوں کی ضرورت ہے۔ آئندہ سالوں میں انشاء اللہ واقفین نو بھی میدان عمل میں آ جائیں گے لیکن جوان کی تعداد ہے وہ بھی یہ ضرورت پوری نہیں کر سکتے۔ یہ کام وسیع طور پر ہمیں کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آدمیوں کی ضرورت بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ تقویٰ پر چلنے والے مربیان اور معلمین ہمیں مہیا فرماتا رہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ مؤرخہ 6/ جنوری 2006ء)

وقف جدید کے مقاصد کی تکمیل لئے جہاں واقف زندگی معلمین کی ضرورت ہے وہاں مالی قربانی کی بھی بے انتہا ضرورت ہے۔ اور اس کے لئے وقف جدید کے تحت چندہ وقف جدید بالغان، چندہ دفتر اطفال، قیام مراکز اور نگر پارکر جیسی مدات ہیں جن میں مخلصین بچے، بوڑھے، جوان، خواتین اپنی

استطاعت کے مطابق بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور یہ سلسلہ بڑھتا چلا جارہا ہے الحمدللہ۔

خلفاء کرام وقف جدید کے آغاز سے ہی اس تحریک کے متعلق مختلف خطبات، خطابات اور ہدایات ارشادفرماتے رہے ہیں۔اب خلافت احمدیہ صدسالہ جوبلی کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے زیرِ نظر کتاب میں وقف جدید کے آغاز سے لے کر 2007ء تک پچاس سالوں کے وہ تمام فرمودات جو خلفائے کرام نے وقف جدید کی تحریک کے حوالے سے مختلف مواقع پر ارشادفرمائے ہیں، جمع کر دیے گئے ہیں۔ یہ ایک کتاب نہیں بلکہ نہایت قیمتی خزانہ ہے جو افادۂ عام کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔اللہ کرے کہ یہ کتاب وقف جدید کے تمام مقاصد عالیہ کو پورا کرنے والی ہو اور احباب جماعت کو اپنے محبوب آئمہ کے ارشادات کی روشنی میں اپنی زندگی سنوارنے میں مددگار ثابت ہو۔آمین۔آخر پر خاکساران تمام احباب کا شکرگزار ہے جنہوں نے اس کتاب کے مختلف مراحل میں تعاون فرمایا۔اللہ تعالیٰ سب احباب کو اجرعظیم سے نوازے۔آمین

والسلام

خاکسار

مظفر احمد ظفر

(شیخ مظفر احمد ظفر)

صدر مجلس وقف جدید



خطبہ عیدالاضحیہ فرمودہ 9رجولائی 1957ء بمقام ربوہ

سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

یہ عید قربانیوں کی عید ہے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی یاد میں ہے۔ مَیں نے کئی دفعہ بتایا ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی یہ نہیں تھی جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ انھیں ذبح کرنے کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے زمین پر لٹا دیا تھا لیکن بعد میں خدا تعالیٰ سے الہام پا کر آپؑ نے ذبح کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور الٰہی اشارہ کی بنا پر ان کی جگہ ایک بکرا ذبح کر دیا۔ مَیں بارہا بتا چکا ہوں کہ درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے وادیٔ مکہ میں چھوڑ آنے کے متعلق یہ رؤیا دکھائی گئی تھی کیونکہ ایک بے آب و گیاہ وادی میں بیٹھ جانا بھی بہت بڑی قربانی ہے جیسے شروع شروع میں ربوہ میں چند آدمی خیمے لگا کر بیٹھ گئے تھے تا کہ اسے آباد کیا جائے۔ وہ آدمی درحقیقت اس وقت اس اسمٰعیلی سنت کو پورا کر رہے تھے، وہ صرف اس لئے یہاں بیٹھ گئے تھے کہ آئندہ یہاں ربوہ آباد کیا جائے۔ اگر وہ قربانی نہ کرتے اور ربوہ میں آ کر خیمے لگا کر نہ بیٹھ جاتے تو نہ یہ شہر بنتا اور نہ سڑکیں بنتیں، نہ بازار بنتے، نہ مکانات بنتے اور یہ جگہ پہلے کی طرح چٹیل میدان ہی رہتی۔

امریکہ میں جو فری تھنکنگ (Free Thinking) کی تحریک پیدا ہوئی ہے اس کا بانی ایک فرانسیسی شخص ہے اس نے اپنا قصہ یہی لکھا ہے کہ مَیں ایک دن اپنے باپ کے ساتھ ایک پادری کا وعظ سننے گیا تو وہاں اس نے یہ کہا کہ ابراہیم علیہ السلام بڑا نیک انسان تھا اس نے خدا کی خاطر اپنے اکلوتے بیٹے کے گلے پر چھری پھیر دی۔ وہ لکھتا ہے کہ اتفاق کی بات ہے مَیں بھی اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا ہی تھا۔ مَیں وہاں سے نکل کر بھاگا۔ میرے دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر میرے باپ کو یہ خطبہ پسند آ گیا تو وہ کہیں میری گردن پر بھی چُھری نہ پھیر دے۔ مَیں سمندر پر گیا وہاں ایک امریکہ جانے والا جہاز کھڑا تھا۔ مَیں اس میں گھس گیا اور کسی کونہ میں چھپ کر بیٹھ گیا اور اس طرح امریکہ پہنچ گیا۔ یہاں آ کر مَیں نے یہ دہریوں والی تحریک جاری کی۔

غرضیکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کو غلط شکل میں پیش کیا جاتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رؤیا کا یہ مطلب تھا کہ آپ اپنی مرضی سے اور یہ جانتے بوجھتے ہوئے

کہ وادیٔ مکہ ایک بے آب و گیاہ جنگل ہے اور وہاں کھانے پینے کو کچھ نہیں ملتا، اپنی بیوی اور بچے کو وہاں چھوڑ آئیں۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بڑے ہوئے تو آپؑ نے اپنی نیکی اور تقویٰ کے ساتھ اپنے گرد لوگوں کا ایک گروہ جمع کر لیا اور انھیں نماز اور صدقہ وخیرات کی تحریک کر کے اور اس طرح عمرہ اور حج کے طریق کو جاری کر کے آپ نے مکہ کو آباد کرنا شروع کیا۔ چنانچہ ان کی قربانیوں کے نتیجہ میں صدیوں سے مکہ آباد چلا آتا ہے قریباً تین ہزار سال سے برابر خانہ کعبہ آباد ہے اور اس کا طواف اور حج کیا جاتا ہے۔

پس عیدالاضحیہ کی قربانی بے شک اس قربانی کی یاد دلاتی ہے۔ مگر اس قربانی کی یاد نہیں دلاتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ظاہری شکل میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری پھیر دی درحقیقت قربانیوں کی عید ہمیں اس طرف توجہ دلاتی ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی خاطر اور اس کے بعد دین کے لئے جنگلوں میں جائیں اور وہاں جا کر خدا تعالیٰ کے نام کو بلند کریں اور لوگوں سے اس کے رسول کا کلمہ پڑھوائیں۔ جیسا کہ ہمارے صوفیاء کرام کرتے چلے آئے ہیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو یقیناً ہماری قربانی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کے مشابہ ہوگی ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ وہ قربانی بالکل حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کی طرح ہو جائے گی کیونکہ دلوں کی کیفیت مختلف ہوتی ہے حضرت اسمٰعیلؑ کے دل کی حالت اور تھی اور ہمارے زمانے کے لوگوں کے دلوں کی حالت اور ہے۔ مگر بہرحال وہ حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کے مشابہ ضرور ہو جائے گی۔ پس تم اپنے آپ کو اس قربانی کے لئے پیش کرو۔ میرے نزدیک اس زمانہ میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کے مشابہ قربانی وہ مبلغ کر رہے ہیں جو مشرقی اور مغربی افریقہ میں تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔ وہ غیر آباد ملک ہیں جن میں کوئی شخص خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کا نام نہیں جانتا تھا لیکن ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر انھیں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کا نام بتایا۔ مَیں پہلے بھی ایک خطبہ میں بتا چکا ہوں کہ مغربی افریقہ کے ایک ملک میں عیسائیوں نے اپنے پریس میں احمدی اخبار کا چھاپنا بند کر دیا تو ہمارے مبلغ انچارج جماعت کا علیحدہ پریس لگانے کے سلسلے میں چندہ اکٹھا کرنے کے لئے ایک جگہ گئے۔ وہاں انھیں ایک ایسا آدمی ملا جسے انھوں نے بڑی تبلیغ کی تھی مگر اس نے احمدیت قبول نہیں کی تھی۔ بعد میں اس کے پاس ایک مقامی مبلغ پہنچا تو اس نے کہا کہ تمہارے بڑے پاکستانی مبلغ نے مجھے تبلیغ کی ہے۔ لیکن اگر یہ دریا (وہ اس وقت ایک دریا کے کنارے جا رہے تھے) اپنا رُخ پھیر کر الٹی طرف چل پڑے تو یہ بات ممکن ہے لیکن میرا احمدیت کو قبول کرنا ناممکن ہے۔ لیکن کچھ دن اس مبلغ کی صحبت میں رہنے کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ وہ احمدی ہو گیا ہمارے مبلغ انچارج کہتے ہیں کہ جب مَیں وہاں چندہ لینے گیا تو اتفاقاً وہ شخص اس شہر

میں آیا ہوا تھا۔ وہ مجھے ملا اور کہنے لگا کہ آپ یہاں کیسے تشریف لائے ہیں؟ میں نے اسے اپنی آمد کا مقصد بتایا اور کہا کہ عیسائیوں نے اپنے پریس میں ہمارا اخبار شائع کرنے سے انکار کر دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر تمہارے خدا میں کوئی طاقت ہے تو اسے چاہیے کہ وہ کوئی معجزہ دکھائے اور تمہارا اپنا پریس جاری کر دے۔ پس مَیں اپنا علیحدہ پریس لگانے کے لئے چندہ اکٹھا کرنے آیا ہوں۔ اس پر وہ احمدی دوست کہنے لگا کہ مولوی صاحب یہ تو بڑی بے غیرتی ہے کہ اب ہمارا اخبار ان کے پریس میں چھپے۔ آپ یہاں کچھ دیر انتظار کریں مَیں ابھی آتا ہوں۔ اُس کا گاؤں قریب ہی تھا وہ وہاں گیا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر اس نے 500 پونڈ کی رقم مولوی صاحب کے ہاتھ میں دے دی اور کہا کہ پریس کے سلسلہ میں یہ میرا چندہ ہے اس کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے اس مد میں 2500 پونڈ کے قریب چندہ جمع ہو چکا ہے اور اب سنا ہے کہ پریس لگ رہا ہے یا کم از کم وہ انگلستان سے چل چکا ہے غرض ہمارے یہ مبلغ ایسے ممالک میں کام کر رہے ہیں جہاں جنگل ہی جنگل ہیں شروع شروع میں جب ہمارے مبلغ وہاں گئے تو بعض دفعہ انھیں وہاں درختوں کی جڑیں کھانی پڑتی تھیں اور وہ نہایت تنگی سے گذارہ کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کی صحت خراب ہو جاتی تھی۔ گو اب ہمارے آدمیوں کے میل ملاپ کی وجہ سے ان لوگوں میں کچھ نہ کچھ تہذیب آ گئی ہے۔ ان ممالک کو سفید آدمیوں کی قبر کہا جاتا ہے، کیونکہ وہاں کھانے پینے کی چیزیں نہیں ملتیں، جب سفید آدمی وہاں جاتے ہیں تو وہ مناسب خوراک نہ ملنے کی وجہ سے مر جاتے ہیں اور پیچش وغیرہ بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ غرض اس زمانے میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے زیادہ سے زیادہ مشابہت ہمارے مبلغوں کو حاصل ہے۔ جو اس وقت مشرقی اور مغربی افریقہ میں کام کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ ملک اس وقت بھی جنگل ہیں اور دنیا میں کوئی اور ملک جنگل نہیں، امریکہ بھی آباد ہے، یورپ بھی آباد ہے اور مڈل ایسٹ بھی اب آباد ہو چکا ہے لیکن افریقہ کے اکثر علاقے اب بھی غیر آباد ہیں۔ ان میں تبلیغ کرنے والوں کو بڑے بڑے لمبے سفر کرنے پڑتے ہیں اور بڑی جانکاہی کے بعد لوگوں تک اسلام پہنچانا پڑتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ ملک ہمارے لئے رکھے تھے تا کہ ہمارے نوجوان ان میں کام کر کے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے مشابہت حاصل کریں۔ پس خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے نوجوان افریقہ کے جنگلات میں بھی کام کر رہے ہیں۔ مگر میرا خیال یہ ہے کہ اس ملک میں بھی اس طریق کو جاری کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ مَیں چاہتا ہوں کہ اگر کچھ نوجوان ایسے ہوں جن کے دلوں میں یہ خواہش پائی جاتی ہو کہ وہ حضرت خواجہ معین الدین صاحب چشتیؒ اور حضرت شہاب الدین صاحب سہروردیؒ کے نقشِ قدم پر چلیں تو جس طرح جماعت کے نوجوان اپنی زندگیاں تحریکِ جدید کے ماتحت وقف کرتے ہیں۔ وہ اپنی زندگیاں براہِ راست میرے سامنے وقف کریں

تا کہ مَیں ان سے ایسے طریق پر کام لوں کہ وہ مسلمانوں کو تعلیم دینے کا کام کرسکیں۔ وہ مجھ سے ہدایتیں لیتے جائیں اور اس ملک میں کام کرتے جائیں۔ ہمارا ملک آبادی کے لحاظ سے ویران نہیں لیکن روحانیت کے لحاظ سے بہت ویران ہو چکا ہے، اور آج بھی اس میں چشتیوں کی ضرورت ہے، سہروردیوں کی ضرورت ہے اور نقشبندیوں کی ضرورت ہے۔ اگر یہ لوگ آگے نہ آئے اور حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ ، حضرت شہاب الدین صاحب سہروردیؒ اور حضرت فریدالدین صاحب شکر گنجؒ جیسے لوگ پیدا نہ ہوئے تو یہ ملک روحانیت کے لحاظ سے اور بھی ویران ہو جائے گا بلکہ یہ اس سے بھی زیادہ ویران ہو جائے گا جتنا مکہ مکرمہ کسی زمانہ میں آبادی کے لحاظ سے ویران تھا۔

پس مَیں چاہتا ہوں کہ جماعت کے نوجوان ہمت کریں اور اپنی زندگیاں اس مقصد کے لئے وقف کریں وہ صدر انجمن احمدیہ یا تحریکِ جدید کے ملازم نہ ہوں بلکہ اپنے گذارہ کے لئے وہ طریق اختیار کریں جو میں انھیں بتاؤں گا۔ اور اسی طرح آہستہ آہستہ دنیا میں نئی آبادیاں قائم کریں اور طریق آبادی کا یہ ہوگا کہ وہ حقیقی طور پر تو نہیں ہاں معنوی طور پر ربوہ اور قادیان کی محبت اپنے دلوں سے نکال دیں اور باہر جا کر نئے ربوے اور نئے قادیان بسائیں۔ ابھی اس ملک کے کئی علاقے ایسے ہیں جہاں میلوں میل تک کوئی بڑا قصبہ نہیں وہ جا کر کسی ایسی جگہ بیٹھ جائیں اور حسبِ ہدایت وہاں تبلیغ بھی کریں اور لوگوں کو تعلیم بھی دیں، لوگوں کو قرآنِ کریم اور حدیث پڑھائیں اور اپنے شاگرد تیار کریں جو آگے اور جگہوں پر پھیل جائیں اس طرح سارے ملک میں وہ زمانہ دوبارہ آ جائے گا جو پرانے صوفیاء کے زمانہ میں تھا۔

دیکھو ہمت والے لوگوں نے پچھلے زمانے میں بھی کوئی کمی نہیں کی۔ یہ دیو بند جو ہے یہ ایسے ہی لوگوں کا قائم کیا ہوا ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ کی ہدایت کے ماتحت یہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور آج سارا ہندوستان ان کے علم سے منور ہو رہا ہے۔ حالانکہ وہ زمانہ حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ کے زمانہ سے کئی سو سال بعد کا تھا لیکن پھر بھی روحانی لحاظ سے وہ اس سے کم نہیں تھا جبکہ ان کے زمانہ میں اسلام ہندوستان میں ایک مسافر کی شکل میں تھا اس زمانہ میں بھی وہ ہندوستان میں ایک مسافر کی شکل میں ہی تھا۔ حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ نے اپنے شاگردوں کو ملک کے مختلف حصوں میں بھجوایا جن میں سے ایک ندوہ کی طرف بھی آیا پھر ان کے ساتھ اور لوگ مل گئے اور ان سب نے اس ملک میں دین اور اسلام کی بنیادیں مضبوط کیں۔ اب چاہے ان کی اولاد خراب ہوگئی ہے (اللہ تعالیٰ ہماری اولادوں کو بچائے کہ وہ خراب نہ ہوں) لیکن ان کی اولادوں کی خرابی ان کے اختیار میں نہیں تھی انھوں نے تو جس حد تک ہوسکا دین کی خدمت کی بلکہ جہاں تک صُلبی اولاد کا تعلق

ہے مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی اولاد پھر بھی دوسروں سے بہت بہتر ہے۔ مَیں جب دیوبند دیکھنے گیا تو مولویوں نے ہماری بڑی مخالفت کی مگر مولوی محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے بیٹے یا پوتے جوان دنوں دیوبند کے منتظم تھے انھوں نے میرا بڑا ادب کیا اور مدرسہ والوں کو حکم دیا کہ جب یہ لوگ آئیں تو ان سے اعزاز کے ساتھ پیش آئیں بعد میں انھوں نے میری دعوت بھی کی لیکن مَیں پیچش کی وجہ سے اس دعوت میں شریک نہ ہوسکا۔ میرے ساتھ اس سفر میں مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ، حافظ روشن علی صاحبؓ اور قاضی سید امیر حسین صاحبؓ بھی تھے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ ان کے اندر ابھی مولوی محمد قاسم صاحب نانوتویؒ والی شرافت باقی تھی اگر ان میں وہ شرافت نہ ہوتی تو ہمارے جانے پر جیسے اور مولویوں نے مظاہرے کئے تھے وہ بھی مظاہرہ کرتے لیکن انھوں نے مظاہرہ نہیں کیا اور بڑے ادب سے پیش آئے اور بڑی محبت کے ساتھ انھوں نے ہماری دعوت کی اور استقبال کیا بعد میں انھوں نے مولوی عبید اللہ صاحب سندھی کو ہمارے پاس بھجوایا اور معذرت کی کہ مجھے پتہ لگا ہے کہ بعض مولویوں نے آپ سے گستاخانہ کلام کیا ہے مجھے اس کا بڑا افسوس ہے مَیں انھیں ہمیشہ کہتا رہتا ہوں کہ ایسا نہ کیا کریں لیکن وہ سمجھتے نہیں۔ اس وقت مولوی عبید اللہ صاحب سندھی جو بڑے متمدن اور مہذب آدمی تھے، ان کے مشیرِ کار تھے اور وہ مولوی صاحب کا بڑا لحاظ کرتے تھے اور انھیں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے اور ان کی باتیں مانتے تھے۔ لیکن اصل بات یہی ہے کہ ماننے والے کے اندر جب تک اطاعت کا مادہ نہ ہو تو چاہے اسے کوئی کتنا بڑا آدمی کیوں نہ مل جائے وہ مفید نہیں ہوسکتا۔ مولوی محمد قاسم صاحبؒ کے یہ بیٹے یا پوتے جن کا مَیں نے ذکر کیا ہے۔ ان کا نام غالباً محمد یا احمد تھا۔ مولوی عبید اللہ صاحب سندھی انھیں ہمیشہ صحیح مشورہ دیتے رہتے تھے اور ان سے ایسا کام لیتے تھے جس سے اسلامی اخلاق صحیح طور پر ظاہر ہوں چنانچہ اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ انھوں نے میرا بڑا ادب کیا اور دعوت کی اور بعد میں مولوی عبید اللہ صاحب سندھی کو میرے پاس بھیج کر معذرت کی کہ بعض مولویوں نے آپ کے ساتھ گستاخانہ کلام کیا ہے جس کا مجھے افسوس ہے۔ آپ اس کی پروا نہ کریں۔ تو ہماری جماعت کے لئے اس ملک میں بھی ابھی صوفیاء کے طریق پر کام کرنے کا موقعہ ہے جیسا کہ دیوبند کے قیام کے زمانہ میں ظاہری آبادی تو بہت تھی لیکن روحانی آبادی کم ہوگئی تھی روحانی آبادی کی کمی کی وجہ سے مولوی محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے دیکھ لیا تھا کہ یہاں اب روحانی نسل جاری کرنی چاہیئے تا کہ یہ علاقہ اسلام اور روحانیت کے نور سے منور ہو جائے۔ چنانچہ انھوں نے بڑا کام کیا جیسے انکے پیر حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ نے بڑا کام کیا تھا اور جیسے ان کے ساتھی حضرت اسمٰعیلؒ صاحب شہید کے بزرگِ اعلیٰ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے بڑا کام کیا تھا۔ یہ سارے کے سارے لوگ اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ ہیں۔ درحقیقت ہر زمانہ کا فرستادہ

اور خدا تعالیٰ کا مقرب بندہ اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ ہوتا ہے۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ تھے (باقی انبیاء اپنے اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ تھے) سید احمد صاحب سرہندیؒ اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ تھے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ تھے اور سید احمد صاحب بریلویؒ اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ تھے۔ پھر دیو بند کے جو بزرگ تھے وہ اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ تھے۔ انھوں نے اپنے پیچھے ایک نیک ذکر دنیا میں چھوڑا ہے ہمیں اس کی قدر کرنی چاہئے اسے یاد رکھنا چاہئے اور اس کی نقل کرنی چاہئے۔

سو آج بھی زمانہ ہے کہ ہمارے وہ نوجوان جن میں اس قربانی کا مادہ ہو کہ وہ اپنے گھر بار سے علیحدہ رہ سکیں، بے وطنی میں ایک نیا وطن بنائیں اور پھر آہستہ آہستہ اس کے ذریعہ سے تمام علاقہ میں نورِ اسلام اور نورِ ایمان پھیلائیں، اپنے آپ کو اس غرض کے لئے وقف کریں۔ میرے نزدیک یہ کام بالکل ناممکن نہیں، بلکہ ایک سکیم میرے ذہن میں آرہی ہے۔ اگر ایسے نوجوان تیار ہوں جو اپنی زندگیاں تحریکِ جدید کو نہیں بلکہ میرے سامنے وقف کریں اور میری ہدایت کے ماتحت کام کریں تو مَیں سمجھتا ہوں کہ خدمتِ اسلام کا ایک بہت بڑا موقع اس زمانہ میں ہے۔ جیسا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے زمانہ میں تھا یا جیسا کہ حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ اور دوسرے صوفیاء و اولیاء کے زمانہ میں تھا۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 6 فروری 1958ء)





تقریر جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1957ء بمقام ربوہ

حضور انور نے فرمایا:

اب مَیں ایک نئے قسم کے وقف کی تحریک کرتا ہوں۔مَیں نے اس سے پہلے ایک خطبہ جمعہ (9رجولائی 1957ء) میں بھی اس کا ذکر کیا تھا۔اور اس وقت بہت سے لوگوں نے بغیر تفصیلات سنے اپنے آپ کو پیش کر دیا تھا میں نے ان کو کہہ دیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی اور مَیں نے جلسہ سالانہ کے موقع پر تقریر میں اس نئے وقف کی تفصیلات بیان کر دیں تو ان تفصیلات کو سن کر اگر تم میں ہمت پیدا ہوئی تو پھر تم اپنے آپ کو پیش کر دینا۔

میری اس وقف سے غرض یہ ہے کہ پشاور سے لیکر کراچی تک ہمارے معلمین کا جال پھیلا دیا جائے اور تمام جگہوں پر تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر۔یعنی دس دس پندرہ پندرہ میل پر ہمارا معلم موجود ہو اور اس نے مدرسہ جاری کیا ہوا ہو۔یا دکان کھولی ہوئی ہو اور وہ سارا سال اس علاقہ کے لوگوں میں رہ کر کام کرتا رہے اور گو یہ سکیم بہت وسیع ہے مگر مَیں نے خرچ کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے شروع میں صرف دس واقفین لینے کا فیصلہ کیا ہے ممکن ہے بعض واقفین افریقہ سے لئے جائیں یا اور غیر ملکوں سے بھی لئے جائیں مگر بہر حال ابتدا دس واقفین سے کی جائے گی اور پھر بڑھاتے بڑھاتے ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچانے کی کوشش کی جائے گی۔

اس سکیم کی تفصیل یہ ہے کہ ہم اس سکیم کے واقفِ زندگی کو چالیس سے ساٹھ روپیہ تک ماہوار الاؤنس دیں گے جس کے معنے یہ ہیں کہ انتہائی الاؤنس کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے بھی اس سکیم کا خرچ دس معلمین پر صرف 7200 روپے سالانہ ہوا کریگا۔مگر کچھ امداد ہم زمینداروں سے بھی لیں گے۔اور وہ اس طرح کہ جہاں جماعتیں زیادہ ہوں گی وہاں ہم کوشش کریں گے کہ وہ 8،10 ایکڑ زمین اس سکیم کے لئے وقف کر دیں اس مقام پر ہم اپنے نئے واقفِ زندگی کو ٹھہرائیں گے جو اس زمین میں باغ لگائے گا اور اس باغ میں اپنا مکان بنائے گا اس مکان کے بنانے میں وہ اس علاقہ کے احمدیوں سے کوئی مدد نہیں لے گا۔ہاں مزدوری وغیرہ کی مدد لے گا۔یا پرانے درخت تحفہ کے طور پر قبول کرے گا جن سے چھتیں اور دروازے بن سکیں پھر بعض واقفین کو اگر ممکن ہو سکا تو ہم کمپاؤنڈری بھی سکھا دیں گے اور کچھ رقم دواؤں کے لئے بھی

دے دیں گے اوران سے جو آمد ہوگی وہ ہم انہی پر خرچ کریں گے۔ان سے خود کچھ نہیں لیں گے۔اسی طرح ہم بعض واقفین زندگی کوکہیں گے کہ وہاں سکول کھول دیں جوابتداء میں چاہے پرائمری تک ہی ہوں اوران میں مدرسہ احمدیہ کا نصاب جواردو میں ہوگا پڑھانا شروع کردیں تاکہ اس علاقہ میں دوتین سال کے اندراندر مزید معلمین پیدا ہوجائیں۔اگران سکولوں میں علاقہ کے مناسب حال کوئی فیس بھی لگادی جائے تو وہ ہم نہیں لیں گے۔بلکہ وہ فیس بڑے اورچھوٹے استادوں میں تقسیم کردی جائے گی ہاں ہمارا دیا ہوا عطیہ اس میں ملالیا جائے گا تاکہ تمام استادوں کومعقول رقم مل جائے۔ہمارا یہ بھی ارادہ ہے کہ بعض واقفین کواس علاقہ میں جن میں ان کا تقرر کیا جائے روزمرّہ کی ضرورت کی چیزوں کی دوکانیں کھلوادیں اور جہاں دس دس میل تک کوئی حکیم اورطبیب نہ ہو وہاں عطاری کی دوکان کھلوادیں۔جس میں عرق بادیاں،عرق گاؤ زبان،اورخشک دوائیں جیسے بنفشہ،لسوڑیاں اورکالی مرچ وغیرہ رکھوائی جائیں۔ان دوکانوں کو چلانے کے لئے روپیہ ہم اس سکیم سے دیں گے۔اس سکیم کو چلانے کے لئے ان دوستوں سے جوتعاون کے لئے تیار ہوں چھ روپیہ سالانہ چندہ لیا جائے گا جسے پھیلا کر یعنی آٹھ آنہ ماہوار کے حساب سے بھی دیا جاسکتا ہے اس طرح صرف دس ہزار آدمی مل کراس سکیم کو پانچ،چھ گنا تک وسیع کرسکتے ہیں اورپھر اس سکیم کواور بھی پھیلایا جا سکتا ہے،اگرخدا چاہے۔اورہمیں ایک لاکھ آدمی اس سکیم میں چندہ دینے والامل جائے تو مَیں سمجھتا ہوں کہ قریباً ایک ہزار معلم رکھا جاسکتا ہے۔اورجوابتدائی سکیم مَیں نے بتائی ہے اس سے سوگنا کام کیا جاسکتا ہے۔

پس مَیں جماعت کے دوستوں سے کہتا ہوں کہ وہ جتنی قربانی کرسکیں اس سلسلہ میں کریں اور اپنے نام اس سکیم کے لئے پیش کریں۔اگرہمیں ہزاروں معلم مل جائیں توپشاور سے کراچی تک کے علاقہ کو ہم دینی تعلیم کے لحاظ سے سنبھال سکتے ہیں۔اورہرسال دس دس بیس بیس ہزار اشخاص کی تعلیم وتربیت ہم کر سکیں گے۔بہرحال دوست اس سکیم کونوٹ کرلیں۔اس کے لئے اپنے نام پیش کریں اوراس سلسلے میں اگر کوئی مفید بات ان کے ذہن میں آئے تواس سے بھی اطلاع دیں۔مَیں نے مختصراً اس سکیم کو بیان کردیا ہے کہ ہم ایسے واقفین کو چالیس سے ساٹھ روپے ماہوارتک دیں گے اگرہوسکا توکمپاؤنڈری کی تعلیم دلائیں گے۔علاقہ کے زمینداروں کوتحریک کریں گے کہ وہ آٹھ دس ایکڑ زمین اس سکیم کے لئے وقف کردیں۔اس زمین میں ہم باغ لگوادیں گے بعض علاقوں میں بڑے بڑے زمیندار احمدی ہیں،ان کے لئے اس قدر زمین وقف کرنا کوئی مشکل امرنہیں۔پھر واقفِ زندگی اس زمین میں اس قدر پیداوار کرسکتا ہے جو اسے کفایت کرسکے۔اب تو ایسے طریق نکل آئے ہیں جن پرعمل کرکے تھوڑی زمین سے بھی زیادہ پیداوار حاصل کی جاسکتی ہے۔امریکہ میں ایک ایک ایکڑ سے اتنی پیداوار لی جاتی ہے کہ ہمارے ملک میں اتنی

پیداوار بیس ایکڑ زمین سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔مثلاً امریکہ سے مجھے مکئی کا ایک نمونہ آیا تھا اس مکئی کے متعلق فرم والوں نے لکھا تھا کہ اس سے فی ایکڑ سال میں ہم 50 سے 100 من تک پیداوار حاصل کرتے ہیں لیکن ہم ایک ایکڑ سے صرف بیس پچیس من پیدا کرتے ہیں۔اگر اتنی پیداوار ہمارے ملک میں بھی ہونے لگ جائے تو یہ آٹھ ایکڑ زمین 32 ایکڑ کے برابر ہو جائے گی۔پھر اگر ہم اس میں گندم بوئیں تو اور زیادہ آمد ہوگی، اگر گنّا بوئیں تو آمد اور بھی بڑھ جائے گی۔پشاور کی طرف گنّا عام بویا جاتا ہے۔اور اس کے نتیجہ میں تھوڑی تھوڑی زمین سے بھی بڑی آمد پیدا کی جاتی ہے۔اور معمولی معمولی زمیندار بھی بڑے دولت مند ہوتے ہیں وہاں زمین کی بڑی قدر ہے۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ اس علاقہ کی ایک لڑکی جو بڑی مخلص احمدی ہے میرے پاس آئی۔اس کے باپ نے جو بڑا زمیندار تھا اپنی زمین میں سے لڑکوں کے ساتھ اپنی اس لڑکی کو بھی حصہ دے دیا تھا۔اس نے مجھے بتایا کہ میرے باپ نے مجھے 275 جریب زمین دیدی ہے۔جس کے معنے یہ ہیں کہ اسے 137 ایکڑ زمین مل گئی تھی۔پس اگر زمینیں رکھنے والے دوست آٹھ آٹھ دس دس ایکڑ زمین اس سکیم کے لئے وقف کریں۔تو ہمارا واقفِ زندگی بڑی عمدگی سے گذارا کر سکتا ہے۔

چک منگلا اور چنڈ بھروانہ کی طرف جو احمدی ہوئے ہیں ان میں سے بالعموم جو احمدی یہاں آتا ہے وہ کہتا ہے میری زمین 8 مربعے ہے۔دوسرا کہتا ہے کہ میری زمین سولہ مربعے ہے تیسرا کہتا ہے میری زمین 40 مربعے ہے۔8 مربعوں سے کم تو مجھے کسی نے بھی زمین نہیں بتائی۔اور جس احمدی کے پاس 8 مربعے زمین ہو اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ دوسو ایکڑ کا مالک ہے اور جس کے پاس 40 مربعے زمین ہے اس کے پاس ایک ہزار ایکڑ زمین ہے۔اور اس قدر زمین میں سے 8 ایکڑ اس سکیم کیلئے وقف کر دینا کونسی مشکل بات ہے۔

یہ علاقہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ترقی کر رہا ہے اور یہی وہ بہادر لوگ ہیں۔جن کی ایک عورت کی مثال کل مَیں نے اپنی افتتاحی تقریر میں بیان کی تھی۔وہ بیعت کرنے یہاں آئی ہوئی تھی کہ شام کو اس کی بیٹی بھی یہاں آ گئی اس نے کہا اماں تو نے مجھے کہاں بیاہ دیا ہے وہ لوگ تو میری بات سنتے ہی نہیں تو نے مجھے جو کتابیں دی تھیں میں انھیں پڑھ کر سناتی ہوں تو وہ سنتے ہی نہیں۔مَیں احمدیت پیش کرتی ہوں تو وہ ہنسی اور مذاق کرتے ہیں اور مجھے پاگل قرار دیتے ہیں۔وہ عورت کہنے لگی بیٹی تو میری جگہ آ کر اپنے والد بھائیوں اور دوسرے عزیزوں کی روٹی پکا۔مَیں تیرے سسرال جاتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ کون میری بات نہیں سنتا مَیں ان سب کو احمدی بنا کر ہی دم لوں گی۔شاید یہی عورت جلسہ سالانہ سے چند ماہ قبل یہاں آئی اس کے پاس

ایک بچہ تھا۔اس نے مجھے بتایا کہ یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے، وہ ربوہ نہیں آتا تھا۔مَیں اس کا بچہ اٹھالائی ہوں کہ وہ اس بچہ کی وجہ سے تو ربوہ آئے گا۔ مجھے کسی نے بتایا تھا کہ اس کا وہ بھائی احمدیت کے قریب ہے،لیکن چوہدری فتح محمد صاحب نے جن کے سپرد یہ علاقہ ہے بتایا ہے کہ وہ احمدی ہوگیا ہے اوراس وقت جلسہ سالانہ پرآیا ہوا ہے(اس موقع پر چوہدری فتح محمد صاحب کے کہنے پر وہ دوست کھڑے ہو گئے اورسب حاضرین جلسہ نے انہیں دیکھا) تو دیکھو یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا فضل ہے کہ یا تو وہ بھائی ربوہ آتا نہیں تھااوراس کی بہن اس کا بچہ اٹھالائی کہ شاید وہ اس بچہ کی وجہ سے ربوہ آجائے اور یا اب وہ احمدی ہوگیا ہے اوراس وقت جلسہ سالانہ پرآیا ہوا ہے۔

(روزنامہ الفضل 16؍فروری 1958ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 3/ جنوری 1958ء بمقام ربوہ

سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

مَیں نے پہلے بھی ایک خطبہ میں بیان کیا تھا اور پھر جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اپنی ۲۷/ دسمبر کی تقریر میں بیان کیا تھا کہ جماعت کے وہ دوست جنھیں سلسلہ کی تبلیغ سے لگاؤ ہو یا تعلیم و تدریس کا شوق رکھتے ہوں وہ جماعت کی ترقی کے لئے اپنے آپ کو نئے وقف کے ماتحت پیش کریں سلسلہ ان کی مدد کرے گا اور خود بھی ان کو کمائی کرنے کی اجازت دے گا۔ اس طرح ان کا عمدگی سے گزارہ ہوتا رہے گا۔ چار پانچ سال تک امید ہے کہ مدرسہ احمدیہ جدید جو قائم ہوا ہے اس کی چار پانچ جماعتیں نکل آئیں گی اور چونکہ یہاں اردو میں پڑھائی ہے اس لئے وہ نوجوان پرائمری تک اردو میں تعلیم دے سکیں گے اور ساتھ ہی وہ واعظ اور مبلغ بھی ہونگے لیکن اس کے درمیان جو وقفہ ہے اس کو پُر کرنے کے لئے ہمیں واقفین کی ضرورت ہے مجھے افسوس ہے کہ جلسہ سالانہ سے پہلے تو بعض نوجوانوں کی درخواستیں آتی رہیں کہ ہم اپنے آپ کو اس سکیم کے ماتحت وقف کرتے ہیں لیکن جب مَیں نے وقف کی شرائط بیان کیں تو پھر ان میں سے کسی نے بھی نہیں کہا کہ ہم اپنے آپ کو وقف کرتے ہیں۔

پس مَیں جماعت کے دوستوں کو ایک بار پھر اس وقف کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہئے کہ اگر وہ ترقی کرنا چاہتی ہے تو اس کو اس قسم کے وقف جاری کرنے پڑیں گے اور چاروں طرف رشد و اصلاح کا جال پھیلانا پڑے گا یہاں تک کہ پنجاب کا کوئی گوشہ اور کوئی مقام ایسا نہ رہے جہاں رشد و اصلاح کی کوئی شاخ نہ ہو۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ ایک مربی ایک ضلع میں مقرر ہو گیا اور وہ دورہ کرتا ہوا ہر ایک جگہ گھنٹہ گھنٹہ دو دو گھنٹہ ٹھہرتا ہوا سارے ضلع میں پھر گیا اب ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ ہمارے مربی کو ہر گھر اور ہر جھونپڑی تک پہنچنا پڑے گا اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب میری اس نئی سکیم پر عمل کیا جائے اور تمام پنجاب میں بلکہ کراچی سے لے کر پشاور تک ہر جگہ ایسے آدمی مقرر کر دیئے جائیں جو اس علاقہ کے لوگوں کے اندر رہیں اور ایسے مفید کام کریں کہ لوگ ان سے متاثر ہوں وہ انھیں پڑھائیں بھی اور رشد و اصلاح کا کام بھی کریں اور یہ جال اتنا وسیع طور پر پھیلایا جائے کہ کوئی مچھلی باہر نہ رہے کنڈی ڈالنے سے صرف ایک ہی مچھلی آتی ہے لیکن اگر مہا جال ڈالا جائے تو دریا کی ساری مچھلیاں اس میں آ جاتی ہیں ہم

ابھی تک کنڈیاں ڈالتے رہے ہیں ان کی وجہ سے ایک مچھلی ہی ہمارے ہاتھ میں آتی رہی ہے لیکن اب مہا جال ڈالنے کی ضرورت ہے اور اس کے ذریعہ گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ کے لوگوں تک ہماری آواز پہنچ جائے۔ بلکہ ہر گاؤں کے ہر گھر تک ہماری پہنچ ہو۔ پہلے لڑکوں اور لڑکیوں تک ہماری پہنچ ہو پھر لڑکوں اور لڑکیوں کے ماں باپ تک ہماری پہنچ ہو اور اس کے بعد سارے گاؤں تک ہماری پہنچ ہو جائے، پھر گاؤں سے نکل کر چار چار پانچ پانچ میل تک کے دیہات میں ہماری پہنچ ہو جائے اور پھر یہ دائرہ دس دس پندرہ پندرہ میل تک وسیع ہو جائے اس کے بعد اور ترقی کرے اور یہ دائرہ تیس تیس میل تک چلا جائے پھر اور ترقی کرے اور یہ دائرہ 45 میل تک چلا جائے پھر اور ترقی کرے اور یہ دائرہ 60 میل تک چلا جائے پھر اور ترقی کرے اور یہ دائرہ 75 میل تک چلا جائے پھر اور ترقی کرے اور یہ دائرہ 90 میل تک چلا جائے پھر اور ترقی کرے اور یہ دائرہ 105 میل تک چلا جائے۔ پھر اور ترقی کرے اور یہ دائرہ 120 میل تک چلا جائے۔ گویا اگر ہم صرف بیس سکول کھول دیں اور 15، 15 میل کے دائرہ میں ایک سکول رکھیں تو 300 میل تک ہمارا دائرہ بڑھ جاتا ہے اور اگر 20 سکول ایک طرف ہوں اور 20 سکول دوسری طرف ہوں تو 300 میل اِدھر اور 300 میل اُدھر ہمارا دائرہ بڑھ جاتا ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ ہمارا دائرہ 90 ہزار مربع میل تک وسیع ہو جاتا ہے اور سارے پنجاب کا رقبہ 62 ہزار مربع میل ہے غرض اگر ہم اس تجویز پر عمل کریں تو رفتہ رفتہ سارا مغربی اور مشرقی پاکستان اس کے احاطہ میں آجاتا ہے پس جب تک ہم اس مہا جال کو نہ پھیلائیں گے اس وقت تک ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تین چار سال تک جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے مدرسہ احمدیہ سے فارغ ہونے پر ہمیں ایسے نوجوان مل جائیں گے جو دین کی خدمت کے لئے آگے آجائیں گے اور ان کے لئے بظاہر اور کوئی کام نہیں ہو گا کیونکہ ہم نے مولوی فاضل کی ڈگری کو اڑا دیا ہے پہلے لڑکے مولوی فاضل پاس کر کے گورنمنٹ سروس میں چلے جاتے تھے، اس لئے اب ہم نے مولوی فاضل کو اڑا دیا ہے ہم انھیں اپنے ہی امتحان پاس کرائیں گے تا کہ وہ فارغ ہو کر دین کی خدمت کریں آخر کوئی وجہ نہیں کہ ہم ہزاروں روپیہ خرچ کر کے فارغ التحصیل نوجوان گورنمنٹ کو دے دیں اور وہ انھیں اپنے سکولوں میں لگا لے۔ اب جو نوجوان تعلیم حاصل کریں گے۔ وہ مجبور ہونگے کہ دین کی خدمت کریں۔ بیشک سلسلہ بھی مجبور ہو گا کہ ان کے کھانے پینے کا مناسب انتظام کرے۔ لیکن وہ بھی مجبور ہونگے کہ اپنے کھانے پینے کا سامان سلسلہ سے آ کر لیں اور اپنی خدمات سلسلہ کے لئے وقف کریں باہر جا کر ان کو کچھ نہیں ملے گا اور ان کو نہ رکھ کر سلسلہ کو کچھ نہیں ملے گا گویا دونوں ایک دوسرے کے گلے میں رسی باندھے ہوئے ہونگے۔ مدرسہ احمدیہ کی تعلیم سے فارغ ہونے والے نوجوانوں نے صدر انجمن احمدیہ اور تحریکِ جدید کے گلے میں رسی باندھی

ہوئی ہوگی کہ اگر ہم سے کام نہیں لوگے تو تم کو مبلغ نہیں ملیں گے اور صدر انجمن احمدیہ اور تحریکِ جدید نے ان کے گلے میں رسی باندھی ہوئی ہوگی کہ اگر تم ہمارا کام نہیں کروگے تو تم کو بھی روٹی نہیں ملے گی ۔اس طرح دونوں فریق مجبور ہونگے کہ ایک دوسرے کا کام کریں اوران دونوں کے ملنے سے لاکھوں میل کے رقبے میں تبلیغ کو وسیع کیا جا سکے گا۔

جہاں تک چندے کا سوال ہے مَیں سمجھتا ہوں کہ چونکہ ہماری جماعت چندہ دینے کی عادی ہے اس لئے آہستہ آہستہ رقم آنی شروع ہو جائے گی ۔ جو رقم مَیں نے تجویز کی ہے وہ بہت معمولی ہے یعنی صرف چھ روپیہ سالانہ ہے۔تحریکِ جدید میں اس وقت بیس ، بائیس ہزار آدمی چندہ دے رہے ہیں ۔اگر زور دیا جائے تو کوئی بعید نہیں کہ اس سکیم میں ایک لاکھ آدمی چندہ دینے لگ جائیں ۔

تحریکِ جدید کی رقم بہت زیادہ ہوتی ہے اس میں بعض لوگ پچاس پچاس ، ساٹھ ساٹھ بلکہ سَو سَو روپیہ بھی دیتے ہیں ۔ یہ رقم چونکہ کم ہے اس لئے کوئی بعید نہیں کہ اس سکیم میں حصہ لینے والے ایک لاکھ ہو جائیں اور اگر ایک لاکھ احمدی چھ روپیہ سالانہ کے حساب سے چندہ دے تو چھ لاکھ روپیہ آ جاتا ہے اور زیادہ سے زیادہ خرچ جو ایک واقفِ زندگی پر اس سکیم کے ماتحت کیا جائے گا ، وہ 60 روپیہ ماہوار ہے گویا دس واقفینِ زندگی پر 7200 روپیہ سالانہ خرچ آئے گا بلکہ اگر کم سے کم رقم دی جائے یعنی چالیس روپیہ ماہوار تو دس واقفین پر 4800 روپیہ سالانہ خرچ آئے گا اور سو واقفین 48000 روپیہ میں رکھے جا سکتے ہیں ۔ بلکہ مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر پورے طور پر اس سکیم پر توجہ دی جائے تو اس میں حصہ لینے والوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تک بھی پہنچ سکتی ہے اور اگر ڈیڑھ لاکھ آدمی چھ روپیہ سالانہ کے حساب سے چندہ دے تو نَو لاکھ روپیہ سالانہ آمد ہوتی ہے۔جس کے معنے یہ ہیں کہ ماہوار پچھتر ہزار روپیہ آ جائے گا۔

مَیں نے جو سکیم پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ فی الحال صرف دس واقفین لئے جائیں اور انھیں چالیس سے 60 روپیہ تک ماہوار گزارہ دیا جائے اگر نو لاکھ روپیہ سالانہ آمد ہو جائے تو اس سے کئی گنا زیادہ واقفین رکھے جا سکتے ہیں کیونکہ ہر ایک واقفِ زندگی کو اگر ساٹھ روپیہ ماہوار دیں تو پچھتر ہزار میں 1250 مبلغ رکھے جا سکتے ہیں ۔اور جب صحیح رنگ میں کام شروع ہو جائے گا تو ڈیڑھ لاکھ تو کیا میرا خیال ہے پانچ چھ لاکھ احمدی اس سکیم میں چندہ دینے لگ جائیں گے اور پھر ممکن ہے کہ وہ چندہ بڑھا کر دینے لگ جائیں اگر ہر ایک آدمی میرے بتائے ہوئے چندہ سے دوگنا یعنی بارہ روپیہ سالانہ دے اور جماعت کے چھ لاکھ افراد چندہ دیں تو بہتّر لاکھ روپیہ سالانہ آمد ہو جاتی ہے یعنی چھ لاکھ روپیہ ماہوار اور اس میں ہم دس ہزار مبلغ رکھ سکتے ہیں اور دس ہزار مبلغ رکھنے سے ملک کی کوئی جہت ایسی نہیں رہتی جہاں ہماری رشد و اصلاح کی شاخ نہ ہو۔

پھر یہ بھی ممکن ہے کہ مشرقی بنگال والے اپنا بوجھ خود اٹھالیں اور وہ خود اس سکیم کے لئے رقم جمع کر لیں ایسٹ بنگال کا رقبہ صرف 54 ہزار مربع میل ہے اگر ایک لاکھ آدمی اس سکیم میں حصہ لے تو ان کا کام چل سکتا ہے۔ بلکہ پچاس ہزار آدمی بھی حصہ لے تو ایسٹ پاکستان اپنے کام کو سنبھال سکتا ہے۔

پس مَیں جماعت کو اس خطبہ کے ذریعہ پھر تحریک کرتا ہوں کہ نوجوان اس وقف میں اپنے نام لکھوائیں اور آگے آنے کی کوشش کریں تا کہ جلد سے جلد انھیں مختلف جگہوں پر بٹھا دیا جائے اور دکانیں اور مدرسے کھول دیئے جائیں اور احمدیت کا پھل نکلنا شروع ہو جائے۔ یہ یاد رکھو کہ مذہب کی تبلیغ پھل کی طرح ہوتی ہے اور پھل ایک دن میں نہیں نکلا کرتا۔ اگر تم کسی زمین میں گندم بودو تو تمہیں چھ ماہ میں پھل مل جائے گا۔ لیکن باغ کا پھل بعض اوقات 8 سال میں بھی نہیں مل سکتا۔ اگر تم باغ لگانا شروع کردو اور پھر ایک ایک باغ باری باری لگاؤ۔ تو ایک باغ کا پھل تمہیں آٹھ سال بعد ملے گا۔ دوسرے کا سولہ سال بعد ملے گا۔ تیسرے کا 24 سال بعد ملے گا۔ چوتھے کا 32 سال بعد ملے گا۔ پانچویں کا 40 سال بعد ملے گا۔ ساتویں کا 56 سال بعد ملے گا۔ آٹھویں کا 64 سال بعد ملے گا۔ نویں کا 72 سال بعد ملے گا۔ دسویں کا 80 سال بعد ملے گا اور گیارھویں کا 88 سال بعد ملے گا۔ بارھویں کا 96 سال بعد ملے گا اور تیرھویں کا 104 سال بعد ملے گا اور تم میں سے کون ہے جو کہہ سکے کہ وہ 104 سال زندہ رہے گا۔

پس مَیں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ جلد اس وقف کی طرف توجہ کرے اور اپنے آپ کو ثواب کا مستحق بنائے۔ یہ مفت کا ثواب ہے جو تمہیں مل رہا ہے اگر تم اسے نہیں لو گے تو یہ تمہاری بجائے دوسروں کو دے دیا جائے گا۔ دیکھو جب یہاں کے لوگوں نے احمدیت کی طرف توجہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ ایسٹ اور ویسٹ افریقہ کو آگے لے آیا۔ اسی طرح اور کئی ملک احمدیت کی طرف توجہ کرنے لگے۔ خدا تعالیٰ نے جو کام کرنا ہوتا ہے اس کے لئے وہ کوئی نہ کوئی ذریعہ نکال دیتا ہے۔ اب ایسے ایسے ملک ہیں جن میں دس دس، پندرہ پندرہ ہزار احمدی ہیں۔ اگر باہر کے سارے احمدیوں کو ملا لیا جائے تو وہ پاکستان کے احمدیوں کے برابر ہو جاتے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ جب یہاں کے لوگوں نے احمدیت کو قبول کرنے میں سستی کی تو خدا تعالیٰ نے دوسرے ملکوں کے لوگوں کو احمدیت میں داخل کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ اگر غانا، سیرالیون، نائجیریا اور ایسٹ افریقہ کے علاقوں کینیا، ٹانگانیکا، یوگنڈا اور امریکہ کے علاقوں ٹرینیڈاڈ، ڈچ گی آنا، برٹش گی آنا، فرنچ گی آنا، .U.S.A اور دوسرے تمام یورپین اور ایشیائی ممالک کو جہاں جہاں احمدی پائے جاتے ہیں ملا لیا جائے تو پتہ لگ جائے گا کہ ان کی مشترکہ احمدی آبادی مغربی پاکستان کی احمدی آبادی سے کم نہیں۔ خدا تعالیٰ کو اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ سارے احمدی ایک ہی ملک میں پائے جائیں بلکہ وہ جہاں چاہتا

ہے احمدیت کو پھیلا دیتا ہے۔ پہلے مغربی پاکستان نے احمدیت کی طرف توجہ دی تو خدا تعالیٰ نے مغربی پاکستان میں احمدیوں کی تعداد کو بڑھا دیا پھر ایسٹ پاکستان نے اس طرف توجہ کی تو خدا تعالیٰ نے وہاں ایک بہت بڑی تعداد احمدیوں کی پیدا کر دی۔ پھر اس نے احمدیت کو سیرالیون، غانا، نائیجیریا، ٹرینیڈاڈ، برٹش گی آنا، فرنچ گی آنا، ڈچ گی آنا، یو ایس اے، ویسٹ اور ایسٹ افریقہ اور دوسرے علاقوں میں پھیلانا شروع کر دیا۔

ان سارے علاقوں کی احمدی آبادی کو ملا لیا جائے تو غالباً وہ مغربی پاکستان کی احمدی آبادی سے کم نہیں ہوگی۔ پھر بیرونی ممالک میں تو بیس تیس سال سے تبلیغ ہو رہی ہے اور یہاں 70 سال سے تبلیغ ہو رہی ہے اور پھر جتنے مبلغ اس ملک کو ملے ہیں دوسرے ممالک کو نہیں ملے، مثلاً حافظ روشن علی صاحبؓ تھے، مولوی ابوالعطاء صاحب اور مولوی جلال الدین صاحب شمس ہیں اور پھر اور بہت سے مبلغ ہیں جن کے نام اسوقت ذہن میں نہیں آ رہے۔ یہ سب اسی ملک میں تبلیغ کرتے رہے۔ پرانے زمانہ میں قاضی امیر حسین صاحبؓ تھے مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ تھے، مولوی برہان الدین صاحبؓ تھے، اور شیخ غلام احمد صاحبؓ تھے یہ لوگ باہر جاتے تھے اور تبلیغِ احمدیت کرتے تھے۔ پھر پروفیسر عبدالقادر صاحب کے چچا مولوی حسن علی صاحبؓ بھاگلپوری تھے ان کی تعلیم صرف مڈل تک تھی مگر انگریزی زبان میں انھیں اتنی مہارت تھی کہ ایک دفعہ مدراس میں انکا لیکچر ہوا تو گورنر ان کا لیکچر سننے کے لئے آیا اور بعد میں اس گورنر نے کہا کہ ہم بھی اتنی اچھی انگریزی نہیں بول سکتے جتنی اچھی انگریزی مولوی صاحب نے بولی ہے۔ انھوں نے ایک کتاب ''تائیدِ حق'' بھی لکھی ہے جو نہائت اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے مَیں نے ایک دفعہ اس کتاب کو پڑھنا شروع کیا تو مَیں اس وقت تک سویا نہیں جب تک کہ مَیں نے اس ساری کتاب کو ختم نہ کر لیا۔ مولوی صاحب شروع شروع میں ایمان لائے پھر احمدیت کی تبلیغ کے لئے ملک کے مختلف علاقوں میں پھرتے رہے انکی تعلیم معمولی تھی مگر ذاتی مطالعہ سے انھوں نے اپنی لیاقت بڑھالی تھی۔ اسی طرح دوسرے لوگ بھی ذاتی مطالعہ سے اپنی قابلیت بڑھا سکتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ ہمت ہو، جب ہمت گر جاتی ہے تو انسان سمجھ لیتا ہے کہ مَیں کچھ نہیں کر سکتا لیکن اگر کوئی تھوڑا سا کام کرنے والا آدمی بھی ہو تو مَیں نے دیکھا ہے کہ وہ دوسروں سے بہت آگے نکل جاتا ہے مَیں نے دیکھا ہے کہ کئی بی اے۔ بی ٹی ہوتے ہیں مگر جب ان کے سپرد کوئی کام کیا جائے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم سے یہ نہیں ہو سکتا ہماری طبیعت کا اس کام سے کوئی لگاؤ نہیں لیکن مولوی حسن علی صاحبؓ صرف مڈل پاس تھے اور انھوں نے وہ کام کیا جو آج کل کے بی اے۔ بی ٹی بھی نہیں کر سکتے۔ ان کا یہ کہنا کہ فلاں کام ہم سے نہیں ہو سکتا یا ہماری طبیعت اس طرف راغب نہیں محض دھوکہ اور فریب ہوتا ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے باوجود ہم اپنی طبیعت کو اس طرف راغب کرنا نہیں چاہتے۔

یہ اصل فقرہ ہے جو انھیں کہنا چاہئے مگر وہ یہ فقرہ نہیں کہتے۔ مگر یہ کہتے ہیں کہ ہماری طبیعت کا اس طرف لگاؤ ہی نہیں حالانکہ خدا تعالیٰ تو کہتا ہے کہ ہم نے ہر انسان کو اعلیٰ قوتیں دے کر بھیجا ہے اور اسے احسنِ تقویم میں پیدا کیا ہے۔ اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ ہماری طبیعت کا اس طرف لگاؤ نہیں تو یہ محض بہانہ ہوتا ہے دراصل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے کہہ دیا کہ ہم فلاں کام نہیں کرتے تو دوسرے ناراض ہونگے۔ اس لئے وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہماری طبیعت کا اس سے لگاؤ نہیں۔

پس ضرورت اس بات کی ہے کہ تم اپنے اندر روحانیت پیدا کرو اور تقویٰ پیدا کرو بھلا یہ تو دیکھو کہ اب تو صدر انجمن احمدیہ یا تحریکِ جدید کچھ نہ کچھ دیتی ہے لیکن جب حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا تھا تو ان کے پاس کونسا روپیہ تھا۔ جب خدا تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ اٹھ اور دنیا کو کہہ دے کہ میں مسیحِ موعود ہوں تو آپ کے پاس کوئی پیسہ نہ تھا پھر بھی آپ کھڑے ہو گئے۔ اور لوگوں سے کہنا شروع کر دیا کہ میں مسیحِ موعود ہوں اور اس کی پہلی جزاء آپکو یہ ملی کہ آپکو دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے پتھر پڑنے شروع ہوئے لیکن آپ پھر بھی کام کرتے رہے۔ اور کبھی بھی خدا تعالیٰ سے یہ نہ کہا کہ اے اللہ تو نے مجھے کس مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ کھڑا تو تُو نے مجھے مسیحِ موعود بنا کر کیا تھا اور یہاں یہ صورتِ حال ہے کہ چاروں طرف سے پتھر پڑ رہے ہیں۔

آپ ایک دفعہ لاہور تشریف لے گئے وہاں ایک اور شخص بھی تھا جس نے مسیحِ موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہوا تھا اس کا بھائی بعد میں توبہ کر کے احمدی ہو گیا تھا بڑا سادہ آدمی تھا۔ داڑھی اس نے سکھوں والی رکھی ہوئی تھی۔ وہ قادیان میں بھی آیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ مَیں لاہور گیا تو وہ دو اندھے پکڑ کر لے آیا اور کہنے لگا کہ یہ میرا شکار ہیں وہ سارا دن ان کی خدمت کرتا تھا۔ کھانا کھلاتا تھا، ان کے کپڑے دھوتا تھا اور جوئیں نکالتا تھا یہ سلوک دیکھ کر انھوں نے احمدی تو ہونا ہی تھا سنا ہے کہ اب وہ فوت ہو گیا ہے اس کا بھائی سخت مخالف تھا ایک دفعہ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام انارکلی میں سے گذر رہے تھے اور آپ کے ساتھ شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم اور بعض اور دوست تھے کہ اس نے پیچھے سے آ کر آپ کی پیٹھ پر اچانک لات ماری جس سے حضرت مسیحِ موعودؑ گر گئے شیخ رحمت اللہ صاحب اسے مارنے پر آمادہ ہوئے تو حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے فرمایا شیخ صاحب اسے کچھ نہ کہیں اس نے مجھے یہ سمجھ کر مارا ہے کہ مَیں محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک کرتا ہوں۔ اگر اسے پتہ ہوتا کہ مَیں محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک نہیں کرتا تو یہ ایسی حرکت ہی کیوں کرتا۔

ہماری جماعت میں ایک پروفیسر عبداللہ صاحب ہوا کرتے تھے۔ وہ واقعہ میں پروفیسر نہیں تھے بلکہ ان کا نام پروفیسر اس لئے پڑ گیا تھا کہ وہ شعبدہ بازی اور مداریوں کے کرتب وغیرہ جانتے تھے۔ ایک

دفعہ خواجہ کمال الدین صاحب لاہور سے قادیان گئے تو انھوں نے حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام سے شکایت کی کہ پروفیسر صاحب بڑے تیز مزاج ہیں۔ اگر کوئی ان کے سامنے حضور کو بُرا بھلا کہے تو وہ اسے گالیاں دینے لگ جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خبردار اگر تو نے ان کو گالی نکالی تو مَیں تیرے منہ پر مکّا ماروں گا تُو کون ہوتا ہے جو حضرت صاحب کو گالیاں دے۔ کچھ دنوں کے بعد پروفیسر صاحب قادیان آئے تو حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے انھیں بلایا اور فرمایا پروفیسر صاحب مَیں نے سنا ہے کہ آپکے سامنے مجھے کوئی بُرا بھلا کہے تو آپ اس سے لڑنے لگ جاتے ہیں آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ اور صبر اور تحمل سے کام لینا چاہئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں نرمی کی تعلیم دی ہے سختی کی تعلیم نہیں دی۔ ان کی طبیعت بڑی تیز تھی یہ سنتے ہی ان کا چہرہ سرخ ہوگیا اور کہنے لگے مَیں یہ بات ماننے کے لئے بالکل تیار نہیں آپ کے پیر (یعنی محمد رسول اللہ ﷺ) کو اگر کوئی بُرا بھلا کہے تو آپ فوراً اس سے مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور مجھے کہتے ہیں صبر کرو خود تو کہتے ہیں کہ

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ بترس از تیغِ برّانِ محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام و نشان است بیا بنگر زغلمانِ محمدؐ

یعنی اے مخاطب تو اگر محمد رسول اللہ ﷺ سے دشمنی کرتا ہے تو جان لے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو خدا نے ایک تلوار بھی دی ہوئی ہے تو اس سے ڈر اور اگر تجھے یہ خیال ہے کہ اس زمانے میں محمد رسول اللہ ﷺ کی کوئی کرامت نہیں تو محمد رسول اللہ ﷺ کے غلاموں کے پاس آ اور ان سے کرامت دیکھ لے۔ ان دنوں حضرت مسیحِ موعودؑ نے لیکھرام کی بدزبانیوں کے مقابلے میں یہ شعر کہے تھے انہیں کی طرف پروفیسر عبداللہ صاحب نے اشارہ کیا اور کہا کہ آپکے پیر کو اگر کوئی بُرا بھلا کہتا ہے تو آپ فوراً جوش میں آ جاتے ہیں اور اسے مباہلہ کا چیلنج دے دیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی میرے پیر کو گالیاں دے تو آپ کہتے ہیں صبر کرو۔ مَیں ایسی بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔

صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کا بھی اسی قسم کا ایک واقعہ ہے ایک دفعہ میاں چٹو جو قریشی محمد حسینؓ صاحب موجد مفرح عنبری لاہور والوں کے دادا تھے اور اہلِ قرآن میں سے تھے انھوں نے ایک عرب کو جو ہندوستان میں آیا ہوا تھا لکھنؤ سے بلایا۔ ان کی غرض یہ تھی کہ اگر وہ شخص اہلِ قرآن ہوگیا تو عرب میں یہ مذہب پھیل جائے گا۔ میاں چٹو اس عرب کو قادیان لائے اور حضرت مسیحِ موعودؑ سے ملاقات کرائی۔ گفتگو کے دوران میں وفاتِ مسیح کا ذکر آ گیا۔ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام چونکہ پنجابی تھے اور آپ مولویوں کی طرح تلفظ ادا نہیں کرتے تھے اسلئے آپ نے سادہ طریق پر قرآن کہہ دیا اس پر وہ عرب کہنے لگا کہ مسیحِ

موعود علیہ السلام بنا پھرتا ہے اور قرآن کہنا بھی نہیں آتا۔ق کی بجائے ک کہتا ہے۔اس کی زبان سے یہ لفظ نکلے ہی تھے کہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ نے یکدم اپنا ہاتھ اٹھایا اور اسے مارنا چاہا حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے مولوی عبدالکریم صاحبؓ سے کہا ان کا ہاتھ پکڑ لیں اور جب تک یہ لوگ اس مجلس سے اٹھ کر چلے نہ جائیں انھیں چھوڑیں نہیں۔اور صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کا یہ حال تھا کہ وہ کانپتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے مجھے چھوڑ و میں اسے کچل کر رکھ دوں گا۔اس نے حضرت صاحب کی ہتک کی ہے۔

پروفیسر عبداللہ صاحب جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے یو۔پی کے رہنے والے تھے اور سارے ہندوستان میں تماشے دکھاتے پھرتے تھے۔پھر وہ قادیان آئے اور حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام سے تعلیم حاصل کی اس وقت ان کے پاس ایک پیسہ بھی نہیں تھا۔وہ پہلے بڑے بڑے سرکسوں کے مالک تھے قادیان آئے تو ان کی یہ حالت تھی کہ وہ مہمان خانے میں بیٹھ جاتے تھے اور اگر کوئی لڑکا آتا تو اسے سیر بین دکھا دیتے تھے اور وہ آنا یا دونی دے دیتا۔اور اس میں گذارہ کر لیتے۔کچھ عرصہ تک وہ پھیری کا کام بھی کرتے رہے۔جب وہ لوگ اس طرح گذارہ کر لیا کرتے تھے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے نوجوان اس طرح گذارہ نہ کر سکیں۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں لوگ اپنا وسیع کاروبار چھوڑ کر قادیان آ گئے تھے اور وہاں پر کسی نہ کسی طرح اپنی روٹی کما لیتے تھے اور گذارہ کر لیتے تھے۔جو مالدار لوگ اس زمانے میں آئے ان کا بھی یہ حال تھا کہ انھوں نے اپنے سب مال لٹا دئے مثلاً سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسیؓ تھے۔ان کی تجارت بڑی وسیع تھی مگر انھوں نے اپنا سارا روپیہ آہستہ آہستہ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کو دے دیا۔بعد میں جب وہ دیوالیہ ہو گئے تو ان کے ایک دوست سیٹھ لال جی، وال جی تھے اور وہ بھی بہت بڑے تاجر تھے سیٹھ صاحب نے انھیں تحریک کی کہ آپ بھی حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام سے دعا کرایا کریں۔اس میں بڑی برکت ہوتی ہے۔اور پھر کہا مَیں آپ کو ماہوار نذرانہ کے طور پر ایک بڑی رقم بھجوایا کرتا تھا آپ بھی انھیں نذرانہ بھجوایا کریں۔چنانچہ انھوں نے ساڑھے تین سو روپیہ ماہوار بھجوانا شروع کر دیا معلوم ہوتا ہے کہ ان میں روحانیت پائی جاتی تھی۔ورنہ وہ سیٹھ عبدالرحمٰن مدراسی کو کہہ دیتے کہ آپ نے دعا کرا کے کیا لیا۔آپ کا تو پہلا کاروبار بھی نہ رہا۔مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ خوب جانتے تھے کہ انھیں جو برکتیں ملی ہیں وہ روحانی ہیں۔اور ان کو بھی روحانی برکتیں ہی ملیں گی۔اس لئے انھوں نے سیٹھ عبدالرحمٰن مدراسی کی نصیحت پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

پھر ہمارے ایک دوست چوہدری رستم علی صاحب تھے پہلے وہ سپاہی تھے پھر کانسٹیبل ہو گئے پھر

سب انسپکٹر بنے ، پھر پراسیکیوٹنگ انسپکٹر بنے ۔اس وقت تنخواہیں بہت تھوڑی تھیں آجکل تو ایک سپاہی کو مہنگائی الاؤنس وغیرہ ملا کرقریباً ساٹھ روپیہ ماہوار مل جاتے ہیں لیکن ان دنوں سپاہی کو غالباً گیارہ روپےاور تھانیدار کو چالیس روپے اور انسپکٹر کو 75 یا سَو روپے ملتے تھے اور پراسیکیوٹنگ افسر کو سو سے کچھ زیادہ ملتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ وہ اپنی تنخواہ کا ایک بڑا حصہ حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھجوایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کو یکدم آرڈر آ گیا کہ ان کو عہدہ میں ترقی دی جاتی ہے اور تنخواہ اتنی بڑھائی جاتی ہے۔اس کے بعدان کی تنخواہ میں جو بڑھوتی ہوئی وہ ساری کی ساری وہ حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیج دیا کرتے تھے۔ایک دفعہ انھوں نے حضرت صاحب کو جو خط لکھا وہ حضرت مسیحِ موعودؑ نے مجھے پڑھنے کے لئے دیا۔ مَیں نے پڑھ کر بتایا کہ یہ خط چوہدری رستم علی صاحب کا ہےاور انھوں نے لکھا ہے کہ مَیں سو روپیہ تو پہلے ہی بھیجا کرتا تھا لیکن اب میری تنخواہ میں 80 روپے کی ترقی ہوئی ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ محض حضور کی دعاؤں کے طفیل ہوئی ہے اور آپ کے لئے ہوئی ہے اس لئے اب میں آپ کو 180 روپے ماہوار بھیجا کروں گا۔مَیں اس بڑھوتی کا مستحق نہیں ہوں بلکہ مَیں تو سمجھتا ہوں کہ میں تو پہلی تنخواہ کا بھی مستحق نہیں تھا وہ بھی اللہ تعالیٰ مجھے آپکی خاطر ہی دے رہا ہے۔اب دیکھو اللہ تعالیٰ نے سلسلہ کو جو مالدار دیئے تھے وہ بھی کیسی کیسی قربانیاں کرتے تھے۔اور پھر ان قربانیوں میں بڑھتے چلے جاتے تھے۔

خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کو دیکھ لو اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے بیشک آخر میں ان میں بگاڑ پیدا ہوا لیکن شروع شروع میں وہ پشاور میں نہایت کامیاب وکیل تھے حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک مقدمہ ہوا تو آپ نے خواجہ صاحب کو لکھا کہ اس اس طرح ایک مقدمہ ہے جس میں ایک احمدی وکیل کی نگرانی کی ضرورت ہے۔اس پر آپ اپنی کامیاب وکالت چھوڑ کر پشاور سے گورداسپور آ گئے گو ایک بات ضرور ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ آخر شاید گرے بھی اسی کی وجہ سے تھے اور وہ یہ کہ جب ان پر تنگی آتی تھی تو وہ حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روپیہ مانگ لیا کرتے تھے۔مَیں سمجھتا ہوں کہ شاید یہی کمزوری بعد میں ان کی خرابی کی وجہ ہوئی ورنہ انھوں نے بھی بہت قربانی کی تھی بلکہ مَیں سمجھتا ہوں کہ ان کی قربانی اپنے سب ساتھیوں سے زیادہ تھی ۔مولوی محمد علی صاحب کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے بڑی قربانی کی۔انھوں نے اسلامیہ کالج لاہور کی پروفیسری چھوڑی تھی ۔اوراس وقت پروفیسری کی تنخواہ 80، 90 روپے ماہوار ہوا کرتی تھی۔اور انھوں نے قادیان آکر انجمن سے 20 روپے ماہوار تنخواہ لی لیکن حقیقت میں ان کو بیس نہیں بلکہ 120 روپیہ ماہوار تنخواہ ملا کرتی تھی بیس روپے انجمن کی طرف سے ملتے تھے اور ایک سو روپے ماہوار ان کے لئے نواب صاحب انجمن کو دیا کرتے تھے۔غرض مولوی محمد علی صاحب نے تو قادیان

جا کر فائدہ اٹھا لیا لیکن خواجہ صاحب نے اپنی کامیاب وکالت چھوڑ دی۔ انھوں نے مولوی محمد علی صاحب جیسا فائدہ نہیں اٹھایا۔ ہاں اگر کبھی ضرورت ہوتی تو حضرت صاحب سے کچھ مانگ لیا کرتے تھے۔ مولوی محمد علی صاحب نے قادیان آ کر تنخواہ لی اور پھر اسے بڑھاتے چلے گئے۔ شیخ رحمت اللہ صاحب ان کی تائید کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ان کی تنخواہ بہت تھوڑی ہے اس لئے ان کی تنخواہ بڑھانی چاہیئے۔ ایک دفعہ مَیں نے کہا مولوی صدرالدین صاحب کی تنخواہ بھی بڑھانی چاہیئے تو مولوی محمد علی صاحب کا چہرہ سرخ ہو گیا اور کہنے لگے کہ آپ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مَیں نے کوئی قربانی نہیں کی۔ مَیں نے کہا یہ بات نہیں ہے بلکہ مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مولوی صدرالدین صاحب نے بھی تو قربانی کی ہے۔ ان کی تنخواہ بھی بڑھانی چاہیئے۔

تو یاد رکھو آنے والے آئیں گے اور انہیں رزق بھی خدا تعالیٰ دے گا۔ مگر پہلے آنے والوں کے لئے بہت برکت ہوگی جو پہلے آئیں گے ان کے لئے جنت کے دروازے پہلے کھولے جائیں گے اور جو بعد میں آئیں گے ان کے لئے جنت کے دروازے بھی بعد میں کھولے جائیں گے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 11 /جنوری 1958ء)





سیدنا حضرت مصلح موعود کا پیغام احباب جماعت کے نام

مَیں نے اس سال 27 /دسمبر کو ارشاد واصلاح کی ایک اہم تحریک پیش کی تھی۔ جس کے دو حصے تھے۔ ایک وقف اور ایک چندہ۔ چندہ مَیں نے کہا تھا گو لازمی نہیں لیکن ہر احمدی کوشش کرے کہ چھ روپے چندہ سالانہ یکمشت یا بارہ اقساط میں دیا کرے ہماری جماعت میں آسانی سے ایک لاکھ آدمی ایسا پیدا ہوسکتا ہے اور اگر وہ ایسا کریں تو رشد واصلاح کی تحریک کو ہم بڑی آسانی کے ساتھ ڈھاکہ سے کراچی تک اور کراچی سے ملتان اور لاہور ہوتے ہوئے راولپنڈی کے راستہ سے پشاور اور ہزارہ کی وادیوں میں پھیلا سکتے ہیں۔ وقف جدید کی تحریک گو دیر سے شروع ہوئی۔ مگر خدا کے فضل سے شروع ہوگئی ہے۔ میرے اس خطبہ کے بعد پانچ درخواستیں آچکی ہیں۔ جن میں سے دو مولوی فاضل اور میٹرک ہیں اور ایک معمولی تعلیم کا آدمی ہے۔ مَیں نے جلسہ میں بتایا تھا کہ ہم پانچویں جماعت کے آدمی کو بھی اس کام کے لئے لے سکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ ایسا نوجوان کسی زیادہ تعلیم یافتہ آدمی کے ساتھ لگا دیا جائے گا۔ مدرسہ احمدیہ میں جو اردو کا کورس شروع ہے اس کے مکمل ہونے میں ابھی پانچ سال لگیں گے۔ جس کے بعد انشاء اللہ پچاس طالب علم ہمیں مل جائیں گے پرائمری پاس ہماری جماعت میں اب بھی پچاس ساٹھ ہزار آدمی موجود ہے۔ لیکن وہ آگے نہیں بڑھ رہا اور سستی دکھا رہا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کو چیلنج کر رہا ہے کہ اس کو بدل کر اس کی جگہ اور آدمی پیدا کرے مگر چندہ کا معاملہ جو وقف سے بہت سستا تھا اس کے لئے ایک درخواست بھی نہیں آئی۔ حالانکہ ایک لاکھ آدمی کی درخواست کی ضرورت تھی۔ یہ کام خدا تعالےٰ کا ہے اور ضرور پورا ہوکر رہے گا۔ میرے دل میں چونکہ خدا تعالیٰ نے یہ تحریک ڈالی ہے اس لئے خواہ مجھے اپنے مکان بیچنے پڑیں کپڑے بیچنے پڑیں مَیں اس فرض کو تب بھی پورا کروں گا۔ اگر جماعت کا ایک فرد بھی میرا ساتھ نہ دے تو خدا تعالیٰ ان لوگوں کو الگ کر دے گا جو میرا ساتھ نہیں دے رہے اور میری مدد کے لئے فرشتے آسمان سے اتارے گا۔

پس مَیں اتمامِ حجت کے لئے ایک بار پھر اعلان کرتا ہوں تا کہ مالی امداد کی طرف بھی لوگوں کو توجہ ہو اور وقف کی طرف بھی لوگوں کو توجہ ہو مجھے اس کام کیلئے ایک ایسے چست آدمی کی بھی ضرورت ہے جو سارے پنجاب کا دورہ کر کے ان نئے اسکولوں کا معائنہ کر کے رپورٹ کرتا رہے۔ اور انسپکٹر تعلیم کے طور پر کام کرے اگر کوئی اس کام کا اہل ہو تو وہ بھی اپنے آپ کو پیش کرے۔ اس کام کیلئے ایسا آدمی کافی ہے جو

ایف۔اے پاس ہو یا مولوی فاضل اور انٹرنس پاس ہو اور ادھیڑ عمر کا ہو۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اگلے تین ہفتہ میں جماعت ان دونوں کاموں کو پورا کر دے گی۔ مَیں امید رکھتا ہوں کہ جماعتِ احمدیہ کے معزز زمیندار کراچی سے لے کر پشاور تک اپنے اپنے گاؤں کے اردگرد دس ایکڑ زمین اس سکیم کے لئے وقف کر دیں گے۔ اس میں یہ واقفین کھیتی باڑی کریں گے اور اس سے اس سکیم کو چلانے میں مدد دیں گے۔ اسکی پیداوار سب ان کی ہوگی۔

(5رجنوری1958ء)(روزنامہ الفضل ربوہ 7رجنوری1958ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 10رجنوری 1958ء بیت مبارک ربوہ

سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

ہماری جماعت کی حالت کا نقشہ سورۃ انفال کی آیت نمبر 16، 17 رکوع نمبر 2 میں کھینچا گیا ہے اور اس نقشہ کو شیخ سعدیؒ نے ایک حکایت کے رنگ میں اپنی کتاب ''گلستان'' میں بیان کیا ہے۔ ہم بچپن میں وہ شعر پڑھا کرتے تھے تو بہت مزہ آیا کرتا تھا۔ یوں تو جب ہم بڑے ہوئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ، نے ہمیں مثنوی مولانا رومؒ بھی پڑھائی تھی مگر وہ زمانہ جب ہمیں مثنوی مولانا رومؒ پڑھائی گئی 1911ء یا 1912ء کا زمانہ تھا اور گلستان اور بوستان اس سے پہلے زمانہ میں ہمیں شروع کرائی گئی تھی۔ شیخ سعدیؒ نے گلستان میں ایک کہانی لکھی ہے کہ ایک بادشاہ تھا جس کے کئی بیٹے تھے اس کے اور تو سب بیٹے نہایت خوبصورت تھے اور بادشاہ ان سے بہت محبت کیا کرتا تھا لیکن ایک لڑکا بہت چھوٹے قد کا تھا اور اس کی شکل بھی نہایت مکروہ تھی اس سے وہ سخت نفرت کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک بادشاہ جو اس سے دشمنی رکھتا تھا اور جس کی طاقت بہت زیادہ تھی اس پر حملہ آور ہوا۔ جب اس کی فوج نے اس بادشاہ کے دائیں اور بائیں بڑے زور سے حملہ کیا تو اس کی ساری فوج بھاگ گئی اور میدانِ جنگ میں صرف چند آدمی بادشاہ کے ساتھ رہ گئے۔ جب بادشاہ نے دیکھا کہ اب دشمن مجھے بھی حملہ کر کے قید کر لے گا تو یکدم صفوں کو چیرتا ہوا ایک سوار نکلا۔ جس نے اپنے ہاتھ میں نیزہ پکڑا ہوا تھا وہ پوری ہمت کے ساتھ اپنے دائیں اور بائیں نیزہ چلاتا ہوا آ رہا تھا جس کی وجہ سے دشمن کی فوج تتر بتر ہوگئی۔ پھر اس نے بادشاہ کی بچی کھچی فوج کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن فوج بھاگ گئی۔ وہ شخص حملہ کرتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا

آں نہ من باشم کہ روزِ جنگ بینی پُشتِ من
آں منم کاندرمیانِ خاک وخوں بینی سرے

یعنی مَیں وہ نہیں ہوں کہ جنگ کے دن تُو میری پیٹھ دیکھے بلکہ جنگ کے دن تو صرف میرا منہ دیکھے گا میری پیٹھ نہیں دیکھے گا اور اگر کوئی شخص مجھ سے میرا کچھ حال پوچھنا چاہے تو مَیں اسے یہ بتاتا ہوں کہ میں جب لڑائی میں آؤں گا تو وہ میرے سر کو خاک اور خون میں لتھڑا ہوا پائے گا یعنی مَیں قتل ہو جاؤں گا لیکن بھاگوں گا نہیں۔ جب فتح ہوئی تو بادشاہ نے پہچان لیا کہ وہ اس کا وہی بیٹا ہے جس سے وہ نفرت کیا کرتا

تھا۔ بادشاہ نے اسے بلایا اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا مَیں نے تم پر بڑا ظلم کیا ہے اور تمہاری بڑی بے قدری کی ہے۔جن کی مَیں قدر کیا کرتا تھا اور جن سے محبت کیا کرتا تھا وہ تو پیٹھ دکھا کر بھاگ گئے لیکن تم میدان میں رہے اور میری جان کی حفاظت کرنے کے لئے آگے آئے۔اس پر اس لڑکے نے کہا اے باپ!

ہر چہ بقامت کہتر بقیمت بہتر

جو شخص قد و قامت اور صورت کے لحاظ سے ذلیل نظر آتا تھا وہ قیمت کے لحاظ سے بہت بہتر تھا یعنی آپ تو مجھے چھوٹے قد کا آدمی سمجھ کر نفرت سے دیکھا کرتے تھے لیکن آپ کو معلوم ہو گیا کہ جو قد و قامت اور صورت میں ذلیل نظر آتا تھا قیمت کے لحاظ سے وہی بہتر تھا۔

یہ تو ایک آدمی کا قصّہ ہے لیکن ہماری جماعت بھی گو تعداد کے لحاظ سے بہت تھوڑی ہے اور بقامت کہتر کی مصداق ہے لیکن بقیمت بہتر ہے۔امریکہ یورپ اور باقی ساری دنیا میں اسلام کا جھنڈا وہی گاڑ رہی ہے اور باقی مسلمان جن کو علماء نے اپنے سروں پر اٹھا رکھا ہے انھوں نے بیرونی ممالک میں کسی مسجد کی ایک اینٹ بھی نہیں لگوائی۔ اس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے یورپ میں ہماری تین مسجدیں بن چکی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہمارا منشاء ہے کہ تھوڑے عرصہ میں ہی ایک اور مسجد بھی بنا دی جائے۔ایک مسجد امریکہ میں بنانے کا مَیں نے آرڈر دے دیا ہے۔ایک مسجد لنڈن میں بنی ہے، ایک مسجد ہیگ میں بنی ہے، ایک مسجد ہمبرگ (جرمنی) میں بنی ہے، ایک فرینکفرٹ (جرمنی) میں بن رہی ہے۔ جب یہ مسجد بن گئی تو انشاء اللہ ایک مسجد ہنوور (جرمنی) میں بنائی جائے گی پھر ایک زیورچ میں بنے گی، پھر ایک روم میں بنے گی، پھر ایک نیپلز میں بنے گی، پھر ایک جینیوا میں بنے گی، پھر ایک وینس میں بنے گی، اور اس طرح یہ سلسلہ ترقی کرتا چلا جائے گا بہرحال ہماری جماعت اس وقت بقامت کہتر اور بقیمت بہتر کی مصداق ہے جو ہر جگہ مسجدیں بنا رہی ہے۔مسلمان ہمارے متعلق کہتے ہیں کہ ہم ان کے مقابلے میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔مولوی ظفر علی خان صاحب اب تو فوت ہو گئے اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے جب وہ زندہ تھے تو بڑی حقارت سے لکھا کرتے تھے کہ یہ لوگ تو مسلمانوں میں سو میں سے ایک بھی نہیں پاکستان کی ساری آبادی جس میں ہندو اور عیسائی بھی شامل ہیں 8 کروڑ ہے۔اگر ہندوؤں اور عیسائیوں کو نکال دیا جائے تو غالباً مسلمانوں کی آبادی 5 کروڑ رہ جاتی ہے اور ہماری تعداد کا زیادہ سے زیادہ اندازہ دس لاکھ ہے۔ہندوستان کی آبادی 32 کروڑ ہے۔اس کے ساتھ پاکستان کی آبادی کو ملا لیا جائے تو یہ 40 کروڑ بن جاتی ہے اور دس لاکھ کی آبادی ان کے مقابلہ میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی لیکن اب اگر اللہ تعالیٰ ہمیں طاقت بخشے اور یہ نئی تحریک جو میں نے کی ہے پھیل جائے تو پھر امید ہے کہ ہماری جماعت اس ملک

میں ایک نمایاں مقام پیدا کر لے گی میں نے جلسہ سالانہ پر اس کے متعلق تحریک کی تھی اور پھر پچھلے جمعہ کے خطبہ میں بھی اس کا ذکر کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بیسیوں خطوط جماعت کے افراد کے آئے انھوں نے لکھا کہ ہم نے جلسہ سالانہ کے موقع پر آپ کی تقریر کا مفہوم نہیں سمجھا تھا مگر اب جو آپ کا پیغام چھپا ہے تو ہم نے اس کی حقیقت کو سمجھا ہے اس لئے اب ہم نے وقف اور روپیہ کے لئے اپنے نام لکھوانے شروع کر دیئے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد اب تک چالیس وقف آچکے ہیں اور بارہ ہزار کے قریب آمد کا اندازہ ہے۔ میں نے جو شکل وقف کی جماعت کے سامنے پیش کی ہے اور جس کے ماتحت میرا ارادہ ہے کہ پشاور سے کراچی تک اصلاح وارشاد کا جال بچھا دیا جائے اس کے لئے ابھی بہت سے روپیہ کی ضرورت ہے اس کام کے لئے کم سے کم 6 لاکھ روپے سالانہ کی ضرورت ہے۔ اگر 6 لاکھ روپیہ سالانہ آنے لگ جائے تو پھر پچاس ہزار روپیہ ماہوار بنتا ہے اور اگر ہم ایک واقفِ زندگی کا ماہوار خرچ پچاس روپیہ رکھیں تو ایک ہزار مراکز قائم کئے جا سکتے ہیں۔ اور اس طرح ہم پشاور سے کراچی تک رشد و اصلاح کا جال پھیلا سکتے ہیں بلکہ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ہم نے رشد واصلاح کے لحاظ سے مشرقی اور مغربی پاکستان کا گھیرا کرنا ہے تو اس کے لئے ہمیں ایک کروڑ روپیہ سالانہ سے بھی زیادہ کی ضرورت ہے۔ اگر ڈیڑھ کروڑ روپیہ سالانہ آمد ہو بارہ لاکھ پچاس ہزار روپیہ ماہوار بنتا ہے۔ اگر بارہ لاکھ روپیہ بھی ماہوار آئے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ ایک واقفِ زندگی کا پچاس روپیہ ماہوار خرچ مدِ نظر رکھتے ہوئے ہمارے 24 ہزار نئی طرز کے واقفِ زندگی بن جاتے ہیں اور 24 ہزار واقفِ زندگی دو لاکھ چالیس ہزار میل کے اندر پھیل جاتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے دس دس میل پر ایک آدمی رکھنا ہے اور گو ابھی تو اتنی رقم جمع نہیں ہو سکتی لیکن اگر اتنی رقم جمع ہو جائے تو خدا تعالیٰ کے فضل سے 24 ہزار آدمی رکھے جا سکتے ہیں، ہاں اگر یہ واقفِ زندگی ہمت کریں اور خوب کوشش کر کے جماعت بڑھانی شروع کر دیں تو ممکن ہے کہ اگلے سال ہی یہ صورت پیدا ہو جائے۔ اب تک جو آمد آئی ہے وہ ایسی نہیں کہ اس پر زیادہ تعداد میں نوجوان رکھے جا سکیں۔ لیکن جب روپیہ زیادہ آنا شروع ہو گیا اور نوجوان بھی زیادہ تعداد میں آ گئے اور انھوں نے ہمت کے ساتھ جماعت کو بڑھانے کی کوشش کی تو جماعت کو پتہ لگ جائے گا کہ یہ سکیم کیسی مبارک اور پھیلنے والی ہے۔

اس سکیم میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے جہاں اپنی طرف سے اور اپنے خاندان کی طرف سے چندہ لکھوایا ہے وہاں انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ کراچی کے پاس ٹھٹھہ میں میری زمین ہے اس میں سے مَیں اس سکیم کے ماتحت دس ایکڑ زمین وقف کرتا ہوں۔ دس ایکڑ میں خود انشاء اللہ ضلع تھر پارکر یا حیدر آباد کے ضلع میں وقف کروں گا۔ اور ابھی تو اور بہت سے احمدی زمیندار ہیں جو اس غرض کے لئے زمین

وقف کر سکتے ہیں پھر ایک ایک دو دو ایکڑ دے کر کئی آدمی مل کر بھی اس میں حصہ لے سکتے ہیں بہر حال چوہدری صاحب کی زمین اور میری وقف شدہ زمین میں دو مرکز بن جائیں گے۔ تیسرا مرکز ضلع مظفر گڑھ میں بنے گا وہاں کے ایک نوجوان نے لکھا ہے کہ میرا ایک مربع ہے جو مجھے فوجی خدمات کے صلہ میں ملا ہے وہ مربع میں آپکی اس سکیم میں دیتا ہوں مگر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کو اسطرح ساری زمین سے محروم کر دیں۔ مَیں نے یہ تجویز سوچی ہے کہ ہم ان سے کہیں کہ اس زمین میں سے دس ایکڑ ہمیں کرایہ پر دے دیں اور باقی پندرہ ایکڑ وہ خود استعمال کریں اور دس ایکڑ کوئی معمولی زمین نہیں۔ ہالینڈ میں مَیں نے دریافت کیا تھا وہاں تین ہزار روپیہ فی ایکڑ آمد ہوتی ہے اگر تین ہزار روپیہ فی ایکڑ آمد ہوتی ہو تو دس ایکڑ سے تیس ہزار آمد ہوسکتی ہے۔ اگر سو مربع ہمیں اس سکیم میں مل جائے تو 75 لاکھ سالانہ آمد ہو جاتی ہے اور اس سے ہم سارے مشنوں کا خرچ چلا سکتے ہیں۔ طریق ہم بتائیں گے کام کرنا ہمارے مبلغوں کا کام ہے اگر ان کو خدا تعالیٰ اسلام کی خدمت کا جوش دے اور وہ شیخ سعدیؒ کے بیان کردہ واقعہ کو یاد رکھیں تو یہ سکیم بہت اچھی طرح چلائی جاسکتی ہے کیونکہ جن لوگوں میں کام کرنے کی روح پائی جاتی ہو وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم حقیر اور ذلیل ہیں وہ صرف یہ بات جانتے ہیں کہ

آں نہ من باشم کہ روزِ جنگ بینی پُشتِ من
آں منم کاندرمیانِ خاک و خوں بینی سرے

مَیں وہ نہیں ہوں کہ جس کی پیٹھ تُو جنگ میں دیکھے بلکہ تُو میرے سر کو میدان میں خاک وخون میں لتھڑا ہوا پائے گا۔ ہماری جنگ تلوار کی جنگ نہیں بلکہ دلائل کی جنگ ہے اور دلائل کی جنگ میں جس شخص میں کام کرنے کی روح پائی جاتی ہو وہ یہی کہتا ہے کہ میں وہ نہیں جو دلائل کے میدان میں اپنی پیٹھ دکھاؤں بلکہ اگر مقابلے کی صورت پیدا ہوئی تو مَیں سب سے آگے ہونگا اور جب تک میری جان نہ چلی جائے مَیں قربانی کا عہد نہیں چھوڑوں گا۔ اگر اس طرز پر عمل کیا جائے تو مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ سکیم بہت شاندار طور پر کامیاب ہوگی۔ ابھی تو میری جلسہ سالانہ کی تقریر پر صرف 14 دن گذرے ہیں لیکن اب آکر لوگوں کو میری تحریک کا احساس ہوا ہے اور انھوں نے اپنے نام لکھوانے شروع کئے ہیں۔ اسی طریق پر ہر تحریک بڑھتی ہے۔ جب مَیں نے تحریکِ جدید کا اعلان کیا تو جماعت کے لوگوں نے مجھے لکھا تھا کہ ہم نے تو آپ کی تحریک کا یہ مطلب سمجھا تھا کہ 7000 روپیہ جمع کرنا ہے مگر اب وہ کام لاکھوں تک پہنچ گیا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دوست نے مجھے لکھا کہ مَیں نے آپ کی تحریک پر بہت سا چندہ لکھوا دیا تھا اور یہ سمجھا تھا کہ آپ نے صرف ایک ہی دفعہ چندہ مانگا ہے لیکن اب مَیں اپنا چندہ کم نہیں کروں گا بلکہ اپنے وعدہ کے مطابق دیتے

کی کوشش کروں گا۔اس کے علاوہ اور بھی کئی لوگ تھے جنھوں نے اس وقت سَو سَو، دو دو سَو روپیہ چندہ لکھوا دیا تھا مگر بعد میں انھوں نے اس چندہ کو کم نہ کیا اور بڑھتے بڑھتے وہ سولہ سو، دو ہزار یا اڑھائی ہزار چندہ دینے لگ گئے۔

یہ تحریک بھی آہستہ قدموں سے شروع ہوئی ہے لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھے امید ہے کہ جماعت میں اس قدر اخلاص اور جوش پیدا ہو جائے گا کہ وہ لاکھوں اور کروڑوں روپیہ دینے لگ جائے گی۔تم یہ نہ دیکھو کہ ابھی ہماری جماعت کی تعداد زیادہ نہیں اگر یہ سکیم کامیاب ہوگئی تو تم دیکھو گے کہ دو تین کروڑ لوگ تمہارے اندر داخل ہو جائیں گے اور جب دو کروڑ اور آدمی تمہارے ساتھ شامل ہو جائیں گے تو آمد کی کمی خود بخود دور ہو جائے گی۔دو کروڑ آدمی 6 روپے سالانہ دے تو بارہ کروڑ بن جاتا ہے۔اگر ایک کروڑ روپے ماہوار آمد ہو تو دو لاکھ مبلغ رکھا جا سکتا ہے جو بیس لاکھ میل کے رقبے میں پھیل جاتا ہے اور اتنا رقبہ تو سارے پاکستان کا بھی نہیں۔پس ہمت کر کے آگے بڑھو اور وہی نمونہ دکھلاؤ کہ

آں نہ من باشم کہ روزِ جنگ بینی پُشتِ من
آں منم کاندرمیانِ خاک و خوں بینی سرے

دشمن تمہارے مقابلہ میں کھڑا ہے اور یہ جنگ روحانی ہے جسمانی نہیں۔اس جنگ میں دلائل اور دعاؤں سے کام لینا اصل کام ہے۔صحابہؓ کو دیکھ لو وہ تلواروں سے لڑتے تھے اور میدانِ جنگ میں ان کی گردنیں کٹتی تھیں مگر وہ اس سے ذرا بھی نہیں گھبراتے تھے۔جنگِ اُحد کے موقع پر رسولِ کریم ﷺ نے ایک صحابی کے متعلق ہدایت فرمائی کہ اسے تلاش کرو وہ کہاں ہے۔صحابہؓ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی لاش دوسری لاشوں کے نیچے کہیں دبی پڑی ہے اس لئے وہ کہیں ملی نہیں آپ نے فرمایا جاؤ اور پھر تلاش کرو چنانچہ بہت تلاش کے بعد وہ صحابیؓ ملے وہ زخمی تھے اور پیٹ پھٹا ہوا تھا۔تلاش کرنیوالے صحابی نے کہا اپنے رشتہ داروں کو کوئی پیغام پہنچانا ہے تو دے دو ہم پہنچا دیں گے۔وہ کہنے لگے اور تو کوئی پیغام نہیں، میرے عزیزوں تک صرف اتنا پیغام پہنچا دینا کہ جب تک ہم زندہ رہے ہم نے اپنی جانیں قربان کر کے محمد رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی اب یہ فرض تم پر ہے اور میری آخری خواہش یہ ہے کہ میرے خاندان کے سارے افراد رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جانیں قربان کر دیں۔اگر تم ایسا کرو تو میری یہ موت خوشی کی موت ہوگی۔تو دیکھو صحابہؓ نے تو عملی طور پر قربانیاں کی تھیں اور تمہاری مثال ایسی ہی ہے جیسے کہتے ہیں تھوک میں بڑے پکائے۔دلیلیں دینا کونسی بڑی بات ہے دلیلیں دے کر گھر آ گئے لیکن وہاں یہ ہوتا تھا کہ صحابہ میدانِ جنگ میں جاتے تھے اور پھر بسا اوقات انھیں اپنے بیوی بچوں کی دوبارہ شکل دیکھنی بھی نصیب نہیں

ہوتی تھی۔ایک عورت کے متعلق تاریخ میں لکھا ہے کہ جب رسولِ کریم ﷺ جنگِ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو اس کے خاوند کو آپ نے کسی کام کے لئے باہر بھیجا ہوا تھا جب وہ صحابیؓ مدینہ واپس آئے تو رسولِ کریم ﷺ تبوک کی طرف تشریف لے جا چکے تھے اور اس صحابیؓ کو اس کا علم نہیں تھا وہ صحابیؓ سیدھے گھر آئے۔اپنی بیوی سے انھیں بہت محبت تھی۔وہ گھر میں گھسے اور بیوی انھیں نظر آئی تو انھوں نے آگے بڑھ کر اسے اپنے جسم سے چمٹا لیا۔لیکن اُس زمانہ کی عورتیں بھی اِس زمانہ کے مردوں سے زیادہ مخلص ہوتی تھیں اس عورت نے خاوند کو دھکا دیا اور کہنے لگی تجھے شرم نہیں آتی کہ خدا تعالیٰ کا رسول تو جان دینے کے لئے رومیوں کے مقابلہ کے لئے گیا ہوا ہے اور تجھے اپنی بیوی سے پیار کرنا سوجھتا ہے۔اس بات کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ اسی وقت اس نے اپنا گھوڑا پکڑا اور سوار ہو کر تبوک کی طرف چلا گیا اور کئی منزلوں پر جا کر وہ رسول اللہ ﷺ سے جا کر مل گیا۔تو اس قسم کی ہمت اگر تم بھی اپنے اندر پیدا کر لو تو دین کی اشاعت کوئی مشکل امر نہیں چند دنوں کی بات ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اترنے والی ہے۔اب یہ ناممکن بات ہے کہ زیادہ عرصہ تک آسمان اپنی مدد کو روکے رکھے۔کوئی 25، 26 سال تک حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دشمنوں کی گالیاں سنیں ان سے پتھر کھائے اینٹیں کھائیں ماریں کھائیں لیکن تبلیغ جاری رکھی۔اس کے بعد قریباً 50 سال تک یہ کام ہم نے کیا یہ سارا زمانہ مل کر 75 سال کا ہو جاتا ہے۔آخر اللہ تعالیٰ ایسا تو نہیں کہ 75 سال تک ایک قوم کو گالیاں دلوائے، ماریں کھلائے، پتھر مروائے اور پھر چپ کر کے بیٹھا رہے۔اب مَیں سمجھتا ہوں بلکہ مجھے یقین ہے کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آسمان سے اترے گی اور گو ساری دنیا میں احمدیت پھیل جانے میں ابھی دو سو سال باقی ہیں لیکن ساری دنیا میں پھیلنے کے تو یہ معنے ہیں کہ امریکہ میں بھی پھیل جائے، انڈونیشیا میں بھی پھیل جائے، کینیڈا میں بھی پھیل جائے، چین میں بھی پھیل جائے، اٹلی میں بھی پھیل جائے، جرمنی اور فرانس میں بھی پھیل جائے۔ایسا بھی ایک دن ضرور ہو گا لیکن ابھی ہمیں صرف اپنے ملک میں پھیلنے کی ضرورت ہے اور اتنی ترقی میں سمجھتا ہوں کہ 80 سال کے اندر اندر ہو جانی چاہئے اور اس میں اب صرف چند سال باقی ہیں۔

حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 1882ء میں دعویٰ کیا اور 1908ء میں آپ فوت ہوئے۔یہ 26 سال کا عرصہ ہو گیا۔26 سال کے بعد پھر 50 سال اب تک کے ملائے جائیں تو 76 سال بن جاتے ہیں اور اگر ہم یہ عرصہ حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے لیں تو 1835ء میں آپ پیدا ہوئے اور 1935ء میں آپ پر سو سال ہو گئے۔ہمارا فرض تھا کہ 1935ء میں ہم ایک بہت بڑی جوبلی مناتے لیکن ہماری جماعت نے 1939ء میں خلافت جوبلی تو منائی لیکن 1935ء

میں حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صد سالہ جوبلی جوبلی بھول گئی۔اب بھی وقت ہے کہ جماعت اس طرف توجہ کرے۔100 سال کی جوبلی بڑی جوبلی ہوتی ہے جب جماعت کو وہ دن دیکھنے کا موقع ملے تو اس کا فرض ہے کہ وہ یہ جوبلی منائے۔اب تک انھوں نے 76 سال کا عرصہ دیکھا ہےاور 24 سال کے بعد 100 سال کا زمانہ پورا ہو جائے گا۔اس وقت جماعت کا فرض ہوگا کہ ایک عظیم الشان جوبلی منائے۔اس سوسال کے عرصہ میں سارے پاکستان کو خواہ وہ مغربی ہو یا مشرقی۔ہم نے احمدی بنانا ہے۔اس کے بعد جو لوگ زندہ رہیں گے وہ انشاءاللہ وہ دن بھی دیکھ لیں گے جب ساری دنیا میں احمدی ہی احمدی ہونگے جیسا کہ حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو اس جماعت سے باہر ہیں وہ رفتہ رفتہ اس قدر کم ہو جائیں گے کہ ان کی حیثیت بالکل ادنیٰ اقوام کی سی ہو جائے گی۔

پس ہمت سے آگے بڑھو زیادہ سے زیادہ چندے لکھواؤ۔اور جو لوگ آنریری سیکریٹری کے طور پر کام کر سکتے ہوں وہ اپنے آپ کو آنریری سیکریٹری بنالیں اور شہر میں یا باہر جہاں کہیں جائیں وہاں احمدیوں سے مل کر یا غیر جو اثر قبول کریں ان سے مل کر زیادہ سے زیادہ چندہ لینے کی کوشش کریں تا کہ ہمارا چندہ جلدی جلدی 12 لاکھ تک پہنچ جائے۔اسی طرح نوجوانوں کو وقف زندگی کی تحریک کریں۔یہ ایسا چھوٹا وقف ہے کہ پرائمری تک کے آدمی کو بھی ہم لے لیتے ہیں۔ہم جو مرکز بنائیں گے اور پھر اسے قائم کریں گے وہاں ہم ایک زیادہ تعلیم یافتہ شخص رکھ لیں گے اور اس کے ساتھ پرائمری پاس شخص کو لگا دیں گے اور تعلیم اردو میں دیں گے۔اردو زبان میں حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کئی کتابیں ہیں۔مثلاً درثمین ہے، تحفہ گولڑویہ ہے، سرمہ چشم آریہ ہے، براہینِ احمدیہ حصہ پنجم ہے، ازالہ اوہام ہے، فتحِ اسلام ہے۔یہ کتابیں ان کو پڑھائیں گے۔مَیں نے دیکھا ہے کہ جو لوگ ان کتابوں کو پڑھ لیتے ہیں وہ بڑے سے بڑے مولویوں کے اعتراضات کے ایسے جواب دے سکتے ہیں کہ وہ بول نہیں سکتے۔اسی طرح ہم تفسیرِ صغیر پڑھائیں گے۔ پھر جب کچھ قابلیت بڑھ جائے تو وہ سیرِ روحانی پڑھیں، احمدیت، دعوت الامیر، تحفۃ الملوک اور تحفہ شہزادہ ویلز پڑھیں۔ان ساری کتابوں کو پڑھ لیا جائے تو عیسائیوں کا اور مسلمانوں میں سے غلط رستہ پر چلنے والے مولویوں کے اعتراضات کا بڑی عمدگی سے ازالہ کیا جا سکتا ہے۔اسی طرح دیباچہ تفسیر القرآن ہےاس کے متعلق تمام مبلغ لکھتے ہیں کہ اس کو ہم ہر وقت ساتھ رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ہم ہر علمی مجلس میں غالب آتے ہیں۔ان سب کتابوں کو غور سے پڑھ لیا جائے تو بڑی علمی قابلیت پیدا ہو سکتی ہے۔اب تو یہاں پادری زیادہ تعداد میں نہیں۔زیادہ تر اپنے ممالک کو واپس چلے گئے ہیں۔تھوڑے سے پادری موجود ہیں جن کے لئے ان کتابوں سے بہت حد تک علم سیکھا جا سکتا ہے یا ہندوستان جانے کا موقعہ ملے تو وہاں پنڈت موجود

ہیں ان کے لئے سرمہ چشم آریہ اور چشمہ معرفت وغیرہ کتابیں ہیں وہ پڑھ لی جائیں تو انسان ان کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ باقی لوگوں کے لئے ہندوستان اور پاکستان میں دوسری کتابیں زیادہ مفید ہیں۔ جیسے ازالہ اوہام ہے، توضیحِ مرام ہے، فتحِ اسلام ہے تحفہ گولڑویہ ہے، یہ اردو میں پڑھ لی جائیں تو تمام مولویوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے یا سرمہ چشم آریہ اور چشمہ معرفت کے ذریعہ ہندوستان میں جا کر پنڈتوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ مَیں نے بعض کتابوں کا گورمکھی میں ترجمہ کروایا ہے اور مَیں نے دیکھا ہے کہ ان کتابوں کے متعلق سکھوں اور ہندوؤں کے بڑی کثرت سے خطوط آتے ہیں کہ ہم نے ان کو پڑھا تو یوں معلوم ہوا کہ آسمانی نور ہمیں ملا ہے ہمیں اور کتابیں بھجوائی جائیں کیونکہ ان کے ذریعہ سے ہماری روحانی آنکھیں کھل گئی ہیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 16 جنوری 1958ء صفحہ 2 تا 4)





خطبہ جمعہ فرمودہ 17 رجنوری 1958ء بمقام ربوہ

سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیتِ قرآنیہ کی تلاوت فرمائی:

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ والتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِ ثْمِ وَالْعُدْوَانِ

(مائدہ: آیت 3)

قرآن کریم کی اس آیت میں مومنوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ نیکی کے بارے میں سارے کے سارے جمع ہوجایا کریں۔ ''بِرّ'' کے معنی اعلیٰ درجہ کی نیکی کے ہوتے ہیں پس اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اعلیٰ درجہ کی نیکیوں میں ایک دوسرے سے تعاون کیا کرو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ چھوٹی نیکیوں میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن ہمیشہ کرتے ہی اعلیٰ درجے کی نیکیاں ہیں اور جب بھی وہ کوئی کام کرتے ہیں مکمل طور پر کرتے ہیں ادھورا نہیں کرتے۔

جیسا کہ دوستوں کو معلوم ہے میں نے گذشتہ جلسہ سالانہ پر وقفِ جدید کی تحریک کی تھی یہ تحریک بھی ایسی ہی ہے کہ اس میں حصہ لینا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ والتَّقْوٰى کے مطابق ہے اور اس میں کسی طرح روک بننا وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِ ثْمِ وَالْعُدْوَانِ کے ماتحت آتا ہے۔ جلسہ سالانہ کے دنوں میں غالباً لاؤڈ سپیکر کی خرابی کی وجہ سے دوستوں کو آواز پوری طرح سنائی نہیں دی بعد میں اخبار الفضل میں میرا نوٹ چھپا تو اس پر لوگوں نے اس تحریک کی طرف توجہ کی۔ اس کے بعد پھر میرے دو خطبے شائع ہوئے تیسرا خطبہ آج ہو رہا ہے۔ جوں جوں یہ خطبات شائع ہو کر جماعت کو پہنچیں گے امید ہے کہ دوستوں میں بیداری پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ چنانچہ جب 3 رجنوری کو مَیں نے خطبہ پڑھا تو اس وقت تک ایک شخص کی طرف سے بھی اس تحریک میں وقف کا وعدہ نہیں آیا تھا اور ایک پیسہ کی بھی آمد نہیں ہوئی تھی مگر آج کی رپورٹ یہ ہے کہ 36 ہزار روپے کے وعدے آچکے ہیں اور 135 اشخاص کی طرف سے وقف کی درخواستیں آچکی ہیں۔ لیکن ان 36 ہزار کے وعدوں میں بھی کچھ غلطی ہے، اصل میں وعدوں کی تعداد 40 ہزار سے کچھ اوپر بنتی ہے۔ بعض رپورٹیں ناقص تھیں اور بعض وعدے ابھی اس رپورٹ میں شامل نہیں کئے گئے۔ ان سب وعدوں کو ملا کر میرا خیال ہے کہ شاید یہ وعدے 50 ہزار سے بھی اوپر ہو جائیں۔ پھر شروع میں یہ غلطی بھی ہوئی کہ جماعت نے یہ سمجھا کہ 6 روپیہ آخری حد ہے اس لئے جو شخص ایک ہزار روپیہ تک بھی اس تحریک میں دے

سکتا تھا اس نے 6 روپے کا وعدہ لکھوا دیا حالانکہ یہ ضروری نہیں تھا کہ اس تحریک میں صرف 6 روپے دے کر ہی حصہ لیا جائے بلکہ کم از کم 6 روپیہ کی رقم دے کر اس تحریک میں حصہ لیا جا سکتا تھا۔لیکن جماعت کے دوستوں نے اسے زیادہ سے زیادہ رقم قرار دے لیا اور اس کے مطابق وعدے لکھوانے شروع کر دیئے اب بعض وعدے ایسے آ رہے ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ جماعت کے افراد پر یہ بات واضح ہوگئی ہے اور وہ اسے سمجھ رہے ہیں چنانچہ اب 6 روپیہ سے زیادہ کے وعدے بھی آ رہے ہیں لیکن جب یہ بات پوری طرح واضح ہو جائے گی تو ایسے دوست بھی نکل آئیں گے جو مثلاً 500 یا 600 روپیہ سالانہ دے دیں اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو اور پھیلائے گا تو ایسے مالدار بھی نکلیں گے جو اکیلے ہی اپنی طرف سے اس تحریک میں ہزار، ڈیڑھ ہزار، دو ہزار، چار ہزار روپیہ بھی دے دیں۔اسی طرح امید ہے کہ اگر اس سال پوری کوشش کی جائے تو وعدوں کی تعداد 80 ہزار روپیہ تک پہنچ جائے گی اور اگلے سال تو امید ہے کہ یہ رقم بہت زیادہ بڑھ جائے گی لیکن اس وقت تک صرف 36 ہزار کی آمد ہوئی ہے اور 135 افراد کی طرف سے وقف کی درخواستیں آ چکی ہیں گویا وقف زیادہ ہے اور روپیہ تھوڑا ہے حالانکہ پیچھے ایک دور ایسا آیا ہے کہ خیال آتا تھا کہ وقف کی درخواستیں کم آئی ہیں اور روپیہ زیادہ آیا ہے مگر اب خدا تعالیٰ کے فضل سے وقف بڑھ گئے ہیں اور روپیہ کم ہو گیا ہے۔گویا ہماری مثال ایسی ہے جیسے ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب گوڑیانی جنھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے 12 حواریوں میں شامل کیا تھا سنایا کرتے تھے کہ ایک احمدی حافظ تھے انھیں تبلیغ کا بہت جوش تھا وہ ایک دفعہ اس جگہ سے گذرے جہاں میں ڈاکٹر کے طور پر کام کرتا تھا اور حافظ صاحب میرے مکان پر ہی ٹھہر گئے کھانا تیار تھا۔مَیں نے چاولوں کا ایک تھال حافظ صاحب کے آگے لا کر رکھ دیا۔جب وہ کھا چکے تو مَیں نے کہا حافظ صاحب اَور چاول لاؤں؟ وہ کہنے لگے کہ اگر چاول ہیں تو لے آویں۔پھر مَیں نے ایک اور تھال بھر کر ان کے سامنے رکھ دیا انھوں نے اسے بھی ختم کر دیا۔مَیں نے کہا حافظ صاحب اَور چاول لاؤں؟ کہنے لگے ہیں تو لے آئیں۔مَیں ایک اور تھال چاولوں کا لے آیا۔حافظ صاحب جب وہ بھی کھا چکے تو مَیں نے کہا حافظ صاحب اَور چاول لاؤں؟ وہ کہنے لگے نہیں تکلیف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔مَیں نے کہا۔حافظ صاحب آپ کا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ وہ کہنے لگے سنا ہے بھیرہ میں ایک مشہور طبیب حضرت مولوی نور الدین صاحب ہیں۔مَیں ان سے اپنے ہاضمہ کا علاج کروانے جا رہا ہوں۔مَیں نے ہنس کر کہا حافظ صاحب جب آپکے ہاضمہ کا علاج ہو جائے تو آپ مہربانی فرما کر واپسی کے وقت اس طرف سے نہ آئیں بلکہ کسی اور طرف سے جائیں مجھ غریب کے پاس اتنی گنجائش نہیں کہ ہاضمہ درست ہونے پر آپکی مہمان نوازی کرسکوں۔جب آپ خراب ہاضمہ میں چاولوں کے 4 تھال کھا گئے ہیں تو جب ہاضمہ

درست ہو جائے گا تو اس وقت کیا بنے گا۔

اسی قسم کا ایک لطیفہ پرانے زمانہ کا بھی مشہور ہے۔ کہتے ہیں کوئی شخص تھا جس کی بھوک بہت بڑھی ہوئی تھی کسی نے اس کی دعوت کی اور اس کے سامنے بہت سے نان رکھ دیئے اور خود سالن لینے کے لئے اندر گیا جب واپس آیا تو وہ شخص سارے نان کھا چکا تھا پھر وہ سالن رکھ کر نان لینے کے لئے گیا تو آ کر دیکھا کہ شوربہ ختم ہے۔ دو تین دفعہ اس کے ساتھ یہی حال ہوا۔ وہ نان لا کر رکھ جاتا اور شوربہ لینے جاتا تو نان ختم ہو چکے ہوتے اور شوربہ رکھ کر نان لینے جاتا تو شوربہ ختم ہو چکا ہوتا۔ وہی حال ہمارا ہے کہ ایک وقت روپیہ زیادہ تھا اور واقفین کم تھے اور اب روپیہ کم ہے اور واقفین زیادہ ہیں۔

مَیں نے اپنے پچھلے خطبہ میں بتایا تھا کہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے کہا ہے کہ ٹھٹھہ میں میری کچھ زمین ہے مَیں اس زمین میں سے دس ایکڑ تبلیغ کے لئے وقف کر دوں گا مگر یہ میری غلطی تھی۔ چوہدری صاحب نے بتایا ہے کہ ٹھٹھہ کی زمین ابھی پوری طرح ان کے قبضہ میں نہیں آئی دوسرے وہ زمین ایسی جگہ ہے جو ایک طرف ہے اور وہاں آبادی کم ہے اس لئے وہاں کسی مبلغ کا رہنا مشکل ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ میرا مطلب یہ تھا کہ لا بینی (ضلع حیدرآباد) میں جو میری زمین ہے اس میں سے مَیں دس ایکڑ اس غرض کے لئے وقف کر دوں گا۔ میرا بھی منشاء ہے کہ میں بھی اپنی زمین میں سے کسی جگہ دس ایکڑ اس غرض کے لئے وقف کروں۔ اس طرح یہ دو وقف ہو جاتے ہیں۔ ایک باندھی، (سندھ) کے رئیس حاجی عبدالرحمٰن صاحب ہیں انھوں نے لکھا ہے کہ میری زمین میرے غیر احمدی رشتہ داروں سے مشترک ہے اس کو تو مَیں تقسیم نہیں کر سکتا مگر مَیں یہ کر دوں گا کہ دس ایکڑ زمین خود خرید کر دیدوں۔ اس طرح تین وقف ہو گئے پھر ایک دوست نے لکھا ہے کہ میرے پاس دو مربع زمین ہے اس میں سے جتنی زمین کی ضرورت ہو مَیں دینے کے لئے تیار ہوں۔ ایک اور دوست نے لکھا ہے کہ مجھے فوجی خدمات کی وجہ سے ایک مربع زمین ملی ہے میں وہ زمین اس غرض کے لئے وقف کرتا ہوں۔ اس کو تو مَیں نے لکھا ہے کہ میں اس طرح ساری زمین لینے اور تمہیں روزی سے محروم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تم اس میں سے دس ایکڑ زمین ہمیں مقاطعہ پر دے دینا۔ اس میں ہم اپنا مبلغ رکھیں گے۔ غرض اب تک پانچ زمینیں بھی آ چکی ہیں۔ ملتان والے بھی کہہ گئے تھے کہ دو تین جگہیں ہمارے ضلع میں بھی مل جائیں گی کیونکہ بہت سے مربعوں والے ہمارے علاقہ میں ہیں اور بڑے بڑے زمیندار ہیں۔ اگر وہ ایک ایک ایکڑ بھی دیں تو کافی جگہیں ہو جائیں گی لیکن بڑی چیز جو ان علاقوں میں کام دے سکتی ہے وہ دیسی طب ہے۔ چوہدری صاحب نے بتایا ہے کہ ان کے رشتے کے بھائی (یعنی ماموں کے بیٹے) جو ان کی زمینوں پر لا بینی میں کام کرتے ہیں انھوں نے سنایا کہ

باوجودیکہ لائبیریا ایک جنگل سا ہے پھر بھی امریکن عیسائی وہاں آکر رہتے ہیں اور عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں اور وہ ایسے لوگوں میں رہتے ہیں کہ گو وہ ہمارے مزارع ہیں لیکن اگر وہ ہمیں بھی بلائیں تو ہم بھی ان کے گھروں میں نہ جائیں۔ لیکن وہ رات دن وہیں رہتے ہیں اور تبلیغ کرتے ہیں۔ یہی قربانی کی روح ہمیں بھی اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے۔ اگر اسی قسم کی قربانی کی روح ہم میں بھی پیدا ہو جائے تو 135 واقفین کیا ہماری جماعت میں سے ایک لاکھ 35 ہزار واقفین بھی آسانی سے نکل آئیں گے لیکن ضرورت یہ ہے کہ ہم امریکنوں اور انگریزوں جیسی قربانی کرنے لگ جائیں۔

میں نے پہلے بھی کئی دفعہ سنایا ہے کہ ایک دفعہ ایک انگریز عورت چین میں پادری کے طور پر کام کر رہی تھی۔ چینیوں میں پادریوں کے خلاف بڑا جوش پیدا ہوا۔ اور وہ جوش اب تک بھی ہے۔ ایک دن چینیوں نے اس عورت پر حملہ کیا اور اسے قتل کرنے اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے بعد کھا گئے۔ جب اس واقعہ کی اطلاع انگلستان میں پہنچی اور پادریوں کے اخبار نے یہ شائع کیا کہ ہماری ایک مبلّغہ جو چین میں کام کر رہی تھی اسے چینیوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا لیا ہے۔ ہمیں اس کے قائم مقام کی ضرورت ہے تو اسی دن شام تک دو ہزار عورتوں کی طرف سے تار آ گئے کہ ہم اس مبلّغہ کی جگہ جانے کے لئے تیار ہیں۔ تو جب عیسائیت جو ایک باطل مذہب ہے اس کی تائید کے لئے لوگوں کے اندر اس قدر جوش پیدا ہوسکتا ہے تو اسلام جو ایک سچا مذہب ہے اس کی تائید کے لئے لوگوں کے اندر کیوں جوش پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہ محض ہماری غفلت اور کوتاہی ہے کہ لوگوں کے اندر جوش پیدا نہیں کرتے ورنہ جب ان کے اندر جوش پیدا ہوگا تو وہ اس قدر پھیلے گا کہ زمین وآسمان ہل جائیں گے اور دنیا میں ہر جگہ اسلام ہی اسلام نظر آئے گا۔ یہ ہماری اپنی کوتاہی ہے کہ ہم لوگوں تک حقیقتِ حال پہنچا نہیں سکے۔ جب ہم ان تک حقیقتِ حال پہنچا دیں گے تو انشاء اللہ بڑوں اور چھوٹوں سب کے اندر یہ احساس پیدا ہو جائے گا کہ وہ دین کی خدمت کے لئے آگے بڑھیں اور پھر جب سارے کے سارے دین کی خدمت کے لئے آگے بڑھیں گے تو لازمی بات ہے کہ اگر دس لاکھ کی جماعت آگے بڑھے گی اور ان میں سے ہر فرد دس دس افراد کو بھی صداقت پہنچا دے گا تو اگلے سال ایک کروڑ احمدی ہوگا۔ اس سے اگلے سال دس کروڑ احمدی ہوگا اور اس سے اگلے سال ایک ارب احمدی ہو جائے گا۔ یعنی دنیا کے قریباً سارے ممالک میں احمدیت پھیل جائے گی۔ مگر یہ چیز جوش کا تقاضا کرتی ہے ورنہ ہماری موجودہ جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اتنی تعداد میں ہے کہ اگر وہ ساری کی ساری اپنا فرض ادا کرے اور دوسروں کے اندر جوش پیدا کر دے تو تھوڑے عرصہ میں ہی دنیا میں صرف احمدی ہی احمدی ہوں جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

یعنی اے مسلمان نو جوانو! کوشش کرو تا دینِ اسلام میں بھی قوت پیدا ہو جائے اور امتِ اسلامیہ کے باغ میں بھی بہار اور رونق نظر آنے لگے۔ اسی طرح ایک اور شعر میں فرماتے ہیں۔

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

یعنی مَیں دیکھ رہا ہوں کہ یزید کی فوجوں کی طرح ہر طرف کفر جوش مار رہا ہے اور اسلام امام زین العابدین کی طرح بیمار اور کمزور ہے۔ امام زین العابدین، حضرت امام حسین علیہ السلام کے بیٹے تھے جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت بیمار پڑے تھے۔ جب ان کی پھوپھی نے آواز دی کہ میرا بھائی خاک وخون میں تڑپ رہا ہے تو یہ اندر سے اٹھ کر باہر آ گئے اور کہنے لگے مَیں باہر جا کر دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں لیکن خاندان کے بعض افراد آگے آ گئے اور انھوں نے کہا کہ تم بیمار ہو تمہیں باہر نہیں جانا چاہئے تو حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اسلام تو آجکل اسی طرح بیمار ہے جسطرح امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت امام زین العابدین بیمار تھے اور کفر یزید کی فوجوں کی طرح جوش مار رہا ہے لیکن ذرا مسلمانوں میں بیداری پیدا ہو جائے تو دیکھنا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کفر میدان میں دم توڑ رہا ہوگا اور اسلام کی فوج میں اس قدر جوش ہوگا کہ اس کی مثال دنیا میں پہلی کسی قوم میں نظر نہیں آئے گی اور ہر جگہ اسلام کا جھنڈا اونچا ہوگا اور محمد رسول اللہ ﷺ کی حکومت قائم ہوگی۔

(الفضل 22رجنوری 1958ء صفحہ 2-3)





خطبہ جمعہ فرمودہ 21؍فروری 1958ء بمقام کراچی

سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اس دفعہ 1957ء کے آخر میں میری طبیعت خراب ہونی شروع ہوئی تھی مگر پھر جلسہ کے وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہوگئی۔ اس کے بعد پھر خراب ہونی شروع ہوگئی۔ مَیں تو اسے گاؤٹ کا اثر ہی سمجھتا رہا مگر ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ یہ تکلیف گاؤٹ کی وجہ سے نہیں بلکہ تبدیلی موسم کی وجہ سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کیونکہ جلدی جلدی موسم تبدیل ہوا ہے اور سردی زیادہ شدید پڑی ہے اس لئے آپ کو یہ تکلیف ہوئی ہے۔ اب یہاں کے ڈاکٹروں کا مشورہ لینے کے لئے ہم اس جگہ آئے ہیں۔ مجھے پچھلے دنوں یہ بھی وہم ہونا شروع ہوگیا کہ مجھ پر فالج کا حملہ بڑھ رہا ہے یا دوبارہ فالج ہوگیا ہے مگر ڈاکٹروں سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ ہماری طب میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ فالج کا حملہ زیادہ بھی ہوسکتا ہے اور دوبارہ حملہ کے لئے بے ہوشی ہونی ضروری ہوتی ہے جیسے پہلے یکدم کچھ بے ہوشی ہوئی اور پھر فالج کا حملہ ہوگیا۔ پس انھوں نے کہا کہ آپ کو فالج کا دوبارہ دورہ نہیں ہوسکتا کیونکہ آپ کو بے ہوشی نہیں ہوئی اور فالج کے حملہ میں زیادتی طبی اصول کے خلاف ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ کو ضعف ہوگیا ہو۔ یا اعصابی کمزوری کی وجہ سے کوئی شکایت پیدا ہوئی ہو۔ مگر یہ کہ فالج کا حملہ آپ ہی آپ بڑھتا چلا جائے یہ طبی اصول کے خلاف ہے اور دوبارہ حملہ کے لئے پہلے بے ہوشی ضروری ہوتی ہے بہرحال اگر ان کی یہ رائے درست ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ ایک غیر معمولی سال گذرا ہے جس میں بڑی سخت سردی آئی۔ پچھلے سال جب ہم جابہ سے چلے ہیں تو وہاں بہت سردی تھی ربوہ میں آئے تو وہاں بھی سردی تھی۔ جلسہ کے قریب کچھ سردی کم ہوئی تو بدن میں طاقت آنی شروع ہوگئی۔ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے، قادیان میں بھی 22، 23 دسمبر کو شاید لوگوں کے اژدہام کی وجہ سے گرمی سی آجاتی تھی۔ اور ربوہ تو یوں بھی گرم مقام ہے۔ بہرحال اس گرمی کا فائدہ ہوا اور مجھے تقریروں کی توفیق مل گئی۔ آج مَیں جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیا میں مختلف انبیاء گذرے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے اپنے اپنے وقت میں ہدایتیں بخشیں اور انھوں نے خدا تعالیٰ کا نام پھیلانے اور اس کے دین کی خدمت کرنے کے لئے بڑی جدوجہد کی اس کے بعد اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ ط

(سورۃ انعام:91)

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ہدایت دی پس اے محمد رسول اللہ ﷺ جس طرز پر یہ لوگ چلے ہیں اس طرز پر تجھے اور تیرے ساتھیوں کو بھی چلنا چاہئے۔ اب یہ صاف بات ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے جو نبی گذرے ہیں یا جن کا یہاں ذکر آتا ہے جن میں حضرت ابراہیمؑ کا نام بھی آیا ہے، حضرت اسحاقؑ کا نام بھی آیا ہے، حضرت یعقوبؑ کا نام بھی آیا ہے، حضرت داؤدؑ کا بھی نام آیا ہے، حضرت سلیمانؑ کا بھی نام آیا ہے، حضرت ایوبؑ کا بھی نام آیا ہے، حضرت یوسفؑ کا بھی نام آیا ہے، حضرت موسیٰؑ کا بھی نام آیا ہے، حضرت ہارونؑ کا نام بھی آیا ہے اسی طرح زکریاؑ، یحيٰؑ، عیسیٰؑ، الیاسؑ، اسمٰعیلؑ، یسعیاہؑ، یونسؑ اور لوطؑ کا بھی نام آیا ہے۔ ان تمام کی زندگیوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی ساری زندگی خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت میں لگا دی تھی۔ اور پھر محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی یہی حکم دیا گیا کہ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ تو بھی ان نبیوں کے طریق پر چل۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ شروع دعویٰ نبوت سے لے کر 23 سال تک محمد رسول اللہ ﷺ نے کوئی ذاتی کام نہیں کیا صرف دین کی خدمت کرتے رہے اور اسلام کے پھیلانے میں دن رات لگے رہے اور اسی حالت میں فوت ہو گئے رسول کریم ﷺ کے دل میں دین کی خدمت اور اس کی اشاعت کا اس قدر شوق تھا کہ مرض الموت میں آپؐ نے ایک دن فرمایا کہ میرے اور مسجد کے درمیان میں جو پردہ حائل ہے اسے ہٹا دو۔ مَیں دیکھنا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا کیا حال ہے۔ جب پردہ ہٹایا گیا اور صحابہؓ جو نماز کے لئے جمع تھے انھوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو وہ شوق کے مارے دیوانے ہو گئے اور انھوں نے بے تحاشہ اپنی خوشی کا اظہار کرنا شروع کر دیا مگر رسول کریم ﷺ کی طبیعت چونکہ زیادہ ناساز تھی اس لئے آپؐ نے فرمایا اب پردے گرا دو اور باہر کہلا بھیجا کہ میرا دل تو چاہتا تھا کہ آؤں مگر مَیں کمزوری کی وجہ سے نہیں آ سکتا۔ میری جگہ ابو بکر نماز پڑھا دیں۔

غرض یہ ایک قرآنی ہدایت ہے جس کو ہمیشہ مدنظر رکھنا ضروری ہے اور ہمارا بھی فرض ہے کہ دنیا میں جتنے انبیاء گذرے ہیں جن میں خصوصیت سے محمد رسول اللہ ﷺ شامل ہیں ان کے نمونہ کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے ہم اسلام کی خدمت بجا لائیں کیونکہ اس وقت سوائے اسلام کے اور کوئی سچا دین نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ایک دوسری جگہ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آلِ عمران:20) یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس وقت صرف اسلام ہی حقیقی دین ہے پس قرآن کے نزول کے بعد اب سوائے اسلام

کے اور کوئی دین نہیں رہا۔ اگر عیسیٰ کے پیرو عیسیٰؑ کے پیچھے چلتے ہیں اور موسیٰ کے پیرو موسیٰ کے پیچھے چلتے ہیں تو ہمارے لئے یہ حکم نہیں کہ ہم عیسائیت کی تبلیغ کریں یا یہودیت کو پھیلانے کی کوشش کریں بلکہ ہمارے لئے یہی حکم ہے کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلیں اور آپ کے لائے ہوئے دین کی اشاعت کے لئے اپنی جانیں تک لڑا دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت اسلام کی ویسی ہی نازک حالت ہے جیسے حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے اپنے ایک فارسی قصیدے میں فرمایا کہ:۔

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید

دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

جیسے کربلا کے وقت ہوا تھا کہ یزید کی فوجیں غالب آرہی تھیں اور امام حسینؓ کا لڑکا زین العابدین بیمار پڑا ہوا تھا اور دین کی مدد کے لئے کچھ نہیں کرسکتا تھا انھوں نے چاہا بھی کہ اپنی بیماری میں اٹھ کر کربلا کے میدان میں حضرت امام حسینؓ کی مدد کریں مگر امام حسینؓ نے کہا میرے بیٹے کو سنبھالو۔ اس کو اٹھنے نہ دو۔ چنانچہ ان کی پھوپھی زینبؓ آئیں اور انھوں نے کہا کہ صبر سے کام لے تیرے باپ کا یہی حکم ہے کہ تجھے لٹا یا جائے اٹھنے نہ دیا جائے۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید

دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

یعنی جس طرح کربلا کے میدان میں رسول کریم ﷺ کے خاندان کے صرف 70 آدمی تھے اور باقی سینکڑوں ہزاروں سپاہیوں کی رجمنٹیں ایک مشہور جرنیل کے ماتحت یزید کی طرف سے ان کو گھیرے ہوئے تھیں اسی طرح آجکل اسلام کی حالت ہے کہ چاروں طرف سے یزیدی فوجوں کی طرح لوگ اس پر چڑھے آرہے ہیں اور اسلام کی حالت ایسی ہی ہے جیسے زین العابدین بیماری میں تڑپ رہے تھے اور اپنے باپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے ہمارے روحانی باپ چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اس لئے اس کے معنی یہ ہیں کہ مسلمانوں کے دلوں میں اگر ایمان ہوتا ہے تو وہ تڑپتے ہیں کہ اپنے حقیقی روحانی باپ محمد رسول اللہ ﷺ کی مدد کریں لیکن وہ بیمار و بیکس ہیں یعنی ان میں طاقت نہیں کہ مقابلہ کرسکیں نہ پیسہ ان کے پاس ہے، نہ پریس ان کے پاس ہے نہ فوجیں ان کے پاس ہیں، نہ حکومتیں ان کے پاس ہیں۔ عیسائی، محمد رسول اللہ ﷺ پر گند اچھالتے ہیں مگر ان کے پاس اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ جواب دے سکیں۔ اب ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ اس کے افراد یورپ اور امریکہ اور افریقہ اور انڈونیشیا وغیرہ میں اسلام کی اشاعت کر رہے ہیں۔ مگر کام کی وسعت کے مقابلے میں ہماری جدوجہد ایسی ہی ہے جیسے کوئی چڑیا

سمندر میں سے چونچ بھر کر پانی پیئے۔عیسائیوں کی طاقت کے مقابلہ میں نہ ہمارے پاس کوئی طاقت ہے اور نہ ان کے مبلغوں کے مقابلہ میں ہمارے مبلغوں کی تعداد کوئی حقیقت رکھتی ہے۔رومن کیتھولک پادریوں کی تعداد ہی اٹھاون ہزار ہے اور ہمارے مبلغ تین سو بھی نہیں۔ایک دفعہ وکالتِ تبشیر نے مجھے رپورٹ پیش کی تھی کہ مقامی جماعتوں کے مبلغ ملا کر ہمارے کل مبلغ 270 ہیں۔اب کجا 270 مبلغ اور کجا 58000 مبلغ۔اورابھی یہ صرف رومن کیتھولک پادریوں کی تعداد ہے۔اگر پروٹسٹنٹ فرقہ کے پادریوں کوملالیاجائےتوایک لاکھ سے بھی زیادہ ان کے مبلغوں کی تعداد بن جاتی ہے۔قرآن کریم نے ایک جگہ بتایا ہے کہ اگر مسلمانوں میں سچا ایمان پایا جائے تو ایک مومن دس کفار کا مقابلہ کرسکتا ہے(سورہ انفال ع:9)اس کے معنی یہ ہیں اگران کے دو ہزار سات سو مبلغ ہوں تب تو انسانی طاقت کے لحاظ سے ہماری فتح کا امکان ہے لیکن ہمارے 270 مبلغوں کے مقابلہ میں ان کے ایک لاکھ سے بھی زیادہ مبلغ ہیں۔اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے ایک مبلغ کے مقابلے میں ان کے تین چار سو مبلغ کام کررہے ہیں پس بظاہر دنیوی نقطہ نگاہ سے ان کا مقابلہ نہیں ہوسکتا گوصحابہ میں ہمیں عملاً اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ انھوں نے کئی کئی گنا لشکروں کا مقابلہ کیا اور دشمن پر فتح حاصل کی۔جب رومیوں سے جنگ ہوئی تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے صرف ساٹھ آدمیوں کا ایک چھوٹا سا گروہ منتخب کیا اوران ساٹھ آدمیوں نے ساٹھ ہزار کے لشکر پر حملہ کردیا۔اسی طرح رسول کریم ﷺ جب رومیوں پر حملہ کرنے گئے تو آپ کے ساتھ صرف دس ہزار آدمی تھے اور رومی فوج کئی لاکھ تھی مگر خدا تعالیٰ نے ان پر ایسا رعب ڈالا کہ وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گئے اور انھوں نے رسول کریم ﷺ کا مقابلہ نہ کیا۔دراصل جرہم قبیلہ کی شہ پر رومی مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے یہ قبیلہ اصل میں عرب تھا مگر رومی اثر کے نیچے عیسائی ہو گیا تھا۔پہلے تو انھوں نے قیصر کوانگیخت کی اور اسے حملہ کے لئے اکسایا مگر جب رسول کریم ﷺ پہنچے تو وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گئے۔اور جب وہ پیچھے ہٹے تو رومی فوج بھی ڈر گئی اور اس نے حملہ نہ کیا غرض صحابہؓ کے زمانہ میں دو دو ہزار گنا لشکر کا بھی مسلمانوں نے مقابلہ کیا ہے مگر یہ مقابلہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے کیونکہ ہماری جماعت بہت قلیل ہے اور ساری دنیا میں ہم نے اسلام پھیلانا ہے۔پس یہ کمی اس طرح پوری ہوسکتی ہے کہ ہماری جماعت کا ہر فرد دعاؤں میں لگا رہے اور ہر شخص اس بات کا عہد کرے کہ وہ دین کے لئے کسی قسم کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرے گا اور اسلام کی اشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف کردیگا۔

میں نے اس غرض کے لئے جماعت میں وقفِ جدید کی تحریک کی ہے اور اس وقت تک جو اطلاع آئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین سو چوالیس دوست اپنے آپ کو وقف کر چکے ہیں جن میں سے تیرہ

معلم پہلے بھیجے جا چکے ہیں اور سترہ اور واقفین کو قابلِ انتخاب قرار دیا جا چکا ہے۔ جن کے متعلق مقامی جماعتوں سے رپورٹ لی جا رہی ہے اور دفتر والوں نے مجھے لکھا ہے کہ ان کی رپورٹیں آنے کے بعد ان سترہ واقفین کے نام منظوری کے لئے پیش کئے جائیں گے مَیں دیکھتا ہوں کہ باوجود اس کے کہ ابھی اس کام کو شروع کئے چند دن ہی ہوئے ہیں جو وفد بھجوائے گئے ہیں ان کے کام کے خوشکن نتائج نکلنے شروع ہو گئے ہیں۔ ابھی تک ان مراکز کو قائم ہوئے صرف چند دن ہوئے ہیں اور یہ اتنا تھوڑا عرصہ ہے جس میں کوئی نمایاں نتیجہ نہیں نکل سکتا اصل نتیجہ اس وقت معلوم ہو گا جب چھ سات مہینے گذر جائیں گے۔ پس وہ لوگ تو اپنا کام کر رہے ہیں۔ آپ لوگوں کو بھی سوچنا چاہئے کہ ہم ان کی مدد کے لئے کیا کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وقفِ جدید کے مالی مطالبہ میں جماعت احمدیہ کراچی کے اڑھائی ہزار آدمیوں نے حصہ لیا ہے اور پندرہ ہزار روپے سالانہ کا وعدہ کیا ہے لیکن اگلے سال امید ہے کہ یہ چندہ اور بھی ترقی کرے گا۔ اس سال کچھ تو فصلیں خراب ہوئی ہیں اور کچھ چندے بھی دوستوں کو زیادہ دینے پڑے ہیں۔ ممکن ہے اگلے سال کراچی کی جماعت اس سے بھی زیادہ توجہ کر سکے۔ اس سال بڑی مہنگائی رہی ہے اور فصلیں بھی خراب ہوئی ہیں جس کی وجہ سے گاؤں کی جماعتیں تو اقتصادی لحاظ سے بالکل کچلی گئی ہیں۔ پھر تفسیرِ صغیر کی وجہ سے بھی جماعت کے دوستوں کو بہت سی رقمیں دینی پڑیں اور کچھ چندوں کی کمی کی وجہ سے بجٹ کے متعلق جو خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ شاید وہ پورا نہ ہو سکے اس کو پورا کرنے کے لئے بھی جماعت کو کوشش کرنی پڑی۔ پس اس سال کی متواتر قربانیوں کی وجہ سے آپ لوگوں کا کام قابلِ تحسین ہے لیکن امید ہے کہ جب پچھلے بوجھ اُتر جائیں گے اور اس عرصہ میں جماعت بھی ترقی کرے گی تو دوست وقفِ جدید میں بھی اس سال سے زیادہ حصہ لیں گے اور تحریکِ جدید میں بھی زیادہ حصہ لیں گے تحریکِ جدید کے اس وقت تک بہت کم وعدے آئے ہیں۔ جب مَیں چلا تھا تو میرے پاس رپورٹ آئی تھی کہ تحریکِ جدید کے پانچ لاکھ کے وعدے آئے ہیں اور یہ بہت کم ہیں۔ ان کا خرچ بارہ تیرہ لاکھ کا ہے صدر انجمن احمدیہ کا بجٹ بھی پچھلے سال تیرہ لاکھ کا تھا۔ اگر ہماری جماعت کے زمینداروں کی آمد زیادہ ہو جائے اور صدر انجمن احمدیہ کا بجٹ تیرہ لاکھ سے بڑھ کر سولہ سترہ لاکھ پر آجائے اس طرح تحریکِ جدید کا بجٹ ترقی کر جائے تو پھر امید ہے کہ ہمارے کام آسانی سے چلنے لگیں گے۔

مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی نے ایک دفعہ اپنے اخبار میں لکھا تھا کہ پاکستان بننے کے بعد جماعت احمدیہ پہلے سے بھی بڑھ گئی ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جتنا بجٹ ان کا اب ہوتا ہے اتنا بجٹ ان کا پہلے کبھی نہیں ہوا اور یہ بالکل درست ہے۔ حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے وقت

جماعت کا سارا بجٹ تیس پینتیس ہزار کا تھا مگر اب صرف صدر انجمن احمدیہ کا ہی پچھلے سال تیرہ لاکھ کا بجٹ تھا اور اگر اس کے ساتھ تحریکِ جدید کو بھی شامل کر لیا جائے تو ہمارا بجٹ پچیس، چھبیس لاکھ تک پہنچ جاتا ہے اس کو دیکھ کر مخالف بھی متاثر ہوتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ جماعت پہلے سے ترقی کر رہی ہے۔ اور جب ''وقفِ جدید'' مضبوط ہو گیا جس کی وجہ سے لازماً چندے بھی بڑھیں گے اور آدمی بھی بڑھیں گے تو ممکن ہے اگلے سال تینوں انجمنوں کا بجٹ چالیس، پچاس لاکھ تک پہنچ جائے پس ان قربانیوں کی طرف جماعت کے ہر فرد کو توجہ کرنی چاہئے اور ہر آدمی کو یہ دعائیں کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد جلدی آئے۔ بیشک جہاں تک اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا سوال ہے ہمیں یقین ہے کہ اس کی نصرت ہمارے شاملِ حال ہوگی اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقصد میں کامیاب فرمائے گا لیکن اگر اس مدد کے آنے میں کچھ دیر ہو جائے تو مومن کا قلب اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب مومن کہہ اٹھتے ہیں کہ مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ یعنی انتظار کرتے کرتے ہماری آنکھیں تھک گئیں اب اللہ کی مدد کب آئے گی۔ فرماتا ہے اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ (البقرۃ: آیت 215) اللہ کی نصرت آنے ہی والی ہے۔ گھبراؤ نہیں تم گھبرا جاتے ہو اور سمجھتے ہو کہ نہ معلوم اس کی مدد کب آئے گی، حالانکہ وہ تمہارے بالکل قریب پہنچ چکی ہے چنانچہ ان آیتوں کے نزول کے ایک دو سال بعد ہی مکہ فتح ہو گیا اور سارے عرب پر اسلام غالب آ گیا۔ اب بھی ایسا ہی وقت ہے کہ ہر احمدی کے دل سے یہ آواز اٹھنی چاہئے کہ مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ اے خدا تیری مدد کب آئے گی۔ ہم نے تیرے دین کی ترقی کے خواب اس وقت دیکھنے شروع کئے تھے جب یہ صدی شروع ہوئی تھی اور اب تو یہ صدی بھی ختم ہونے والی ہے مگر ابھی تک ہماری امیدیں بر نہیں آئیں اور کفر دنیا میں قائم ہے۔ اے خدا تو اپنی مدد بھیج تا کہ ہم اپنی زندگیوں میں ہی وہ دن دیکھ لیں کہ اسلام دنیا پر غالب آ جائے اور عیسائی اور ہندو اور دوسرے تمام غیر مذاہب کے پیرو مغلوب ہو جائیں اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں مسجدیں بن جائیں اور اللہ اکبر اللہ اکبر کی آوازوں سے سارا یورپ اور امریکہ گونج اٹھے اگر آپ لوگوں کے دلوں سے اس طرح آواز اٹھے تو آپ کو یقین رکھنا چاہئے کہ آپ کے دل میں ایمان کی چنگاری پیدا ہو گئی ہے لیکن اگر یہ آواز نہ اٹھے تو آپ سمجھ لیں کہ آپ لوگوں نے اپنے متعلق بلا وجہ نیک ظنی کی۔ آپ سمجھتے رہے کہ ہم مومن ہیں حالانکہ مومن نہیں تھے۔ اسلام تو بہت بڑی چیز ہے رسولِ کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ مومن کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کے کسی بھائی کو کوئی تکلیف پہنچے تو وہ اسے بھی ایسا ہی محسوس کرتا ہے جیسے وہ تکلیف خود اسے پہنچی ہے۔ جب ایک مومن بھائی کی تکلیف کو بھی دوسرا شخص اپنی تکلیف سمجھتا ہے تو اگر اسلام اور محمد رسول اللہ ﷺ پر اعتراضات کئے جاتے ہیں، آپ پر غلاظت اچھالی

جاتی ہے اور تمہارے دل میں کوئی درد پیدا نہیں ہوتا تو یہ ایمان کی کمی کی علامت ہے۔ بیشک جس بات کی ہمیں طاقت حاصل نہیں اس کے متعلق خدا تعالیٰ ہم سے کوئی سوال نہیں کرے گا۔ لیکن ہمارے دلی جذبات کے متعلق تو وہ ہم سے سوال کرسکتا ہے۔ وہ کہے گا کہ اگر تمہارے دلوں میں سچا ایمان ہوتا تو تم ان مخالفتوں کو دیکھ کر کیوں نہ میری طرف جھکتے اور مجھ سے دعائیں کرتے اور چونکہ تم میری طرف نہیں جھکے اس لئے معلوم ہوا کہ جو تمہارا فرض تھا وہ تم نے ادا نہیں کیا۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 9 / مارچ 1958ء صفحہ 2 تا 4)





خطبہ جمعہ فرمودہ 28 ؍فروری 1958ء بمقام کراچی

تشہد اور تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

جیسا کہ احباب کو معلوم ہے کہ اس سال ایک وقفِ جدید کی تحریک کی گئی ہے۔ جس کے ذریعے تمام ملک میں رشد و اصلاح کے کام کو وسیع کرنے کے لئے واقفینِ زندگی بھجوائے جا رہے ہیں۔ اب تک یہ واقفین ربوہ سے پشاور ڈویژن، ملتان ڈویژن اور بہاولپور ڈویژن میں بھجوائے گئے ہیں نیز خیر پور ڈویژن میں بھی اور حیدر آباد ڈویژن میں بھی بعض واقفین بھیجے گئے ہیں۔ مَیں نے چوہدری عبداللہ خان صاحب سے جو یہاں کی جماعت کے امیر ہیں کہا ہے کہ وہ ایک ایسا انسپکٹر مقرر کریں جو اس طرز سے نواب شاہ تک کے علاقہ کا دورہ کرے اور معلمین کے کام کی نگرانی کیا کرے آخر جو معلم جاتے ہیں ان کے کام کی نگرانی کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ مگر بجائے اس کے کہ ربوہ سے انسپکٹر بھجوایا جائے مَیں جانتا ہوں کہ کراچی سے ایک انسپکٹر نواب شاہ تک کے علاقہ کو سنبھال لے اور تمام مقامات کا دورہ کرے۔ وہ کہتے تھے کہ اس غرض کے لئے ایک انسپکٹر وقفِ جدید مقرر کر دیا جائے گا۔ مَیں دوستوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو اس غرض کے لئے پیش کریں اگر ادھر سے نواب شاہ تک کے علاقہ کی نگرانی کراچی کرے تو ربوہ سے نواب شاہ تک کے علاقہ کی ہم خود نگرانی کر لیں گے۔ اس کے بعد ہم ایک انسپکٹر صوبہ سرحد سے مانگ لیں گے جو مردان، نوشہرہ، راولپنڈی اور ایبٹ آباد وغیرہ کا کام سنبھال لے گا۔ اس طرح نگرانی کا کام دو تین ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر خرچ بہت کم ہو جائے گا۔ پس دوستوں کو چاہئے کہ وہ چوہدری صاحب سے تعاون کریں۔ یہ اتنا تھوڑا علاقہ ہے کہ مَیں سمجھتا ہوں کہ مہینہ میں ایک دو دن کے اندر اندر تمام علاقہ کو دیکھا جا سکتا ہے اور اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ سلسلہ کا خرچ بہت سا بچ جائے گا۔ اگر ربوہ سے انسپکٹر چلے تو کراچی تک تھرڈ کلاس میں بھی 21 روپے خرچ ہو جاتے ہیں اور اب تو ریل کے کرایوں پر ٹیکس بھی لگا دیا گیا ہے جس سے کرایہ میں اور بھی زیادتی ہو گئی ہے۔

مَیں سمجھتا ہوں اگر ہم وہاں سے انسپکٹر بھجوائیں تو اس کے آنے جانے میں پچاس روپے لگ جائیں گے لیکن اگر یہاں سے کوئی آدمی چلا جائے اور وہ نواب شاہ تک کے علاقہ کی نگرانی کرے تو خرچ میں بہت سی تخفیف ہو جائے گی دوسرے کام جلدی جلدی ہونے لگے گا۔ وہاں سے انسپکٹر آئے تو ہمیں

انتظار رہے گا کہ نہ معلوم وہ کب تک سب مقامات کا دورہ کر کے واپس آتا ہے لیکن اگر ملک کے مختلف سیکشن مقرر ہوں تو نگرانی میں بڑی آسانی ہوسکتی ہے مثلاً پشاور والے نگرانی کا کام سنبھال لیں تو وہ مردان ایک ہی دن میں جا کر واپس آسکتے ہیں۔ نوشہرہ سے بھی اسی دن واپس آسکتے ہیں راولپنڈی بھی ایک دن میں آ جا سکتے ہیں۔ 1956ء میں جب ہم مری میں تھے تو ایک دفعہ ہم نے ایک پہاڑی مقام پر سیر کے لئے جانے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ وہاں دُنبہ پکا کر لے چلیں۔ کیپٹن محمد سعید صاحب جوان دنوں وہاں ہوتے تھے ان کو ہم نے بھیجا کہ وہ کہیں سے اچھا سا دُنبہ تلاش کر کے لے آئیں جب وہ دُنبہ لے کر واپس آئے تو انھوں نے بتایا کہ یہاں چونکہ اچھا دنبہ نہیں ملتا تھا اس لئے مَیں پشاور چلا گیا تھا اور وہاں سے دنبہ لے آیا۔ تو پشاور سے راولپنڈی تک آنا جانا بڑا آسان ہے۔ پس پشاور والے اگر ہمت کریں تو ان کا انسپکٹر مردان، نوشہرہ، راولپنڈی، ایبٹ آباد اور مری وغیرہ کی آسانی سے نگرانی کرسکتا ہے بلکہ اب تو ایبٹ آباد میں بھی اتنے احمدی ہیں کہ ممکن ہے کہ وہی اپنے اردگرد کے علاقہ کو سنبھال لیں۔ اسی طرح ملتان کی جماعت ایک بڑی ہوشیار جماعت ہے اگر وہ توجہ کرے تو ممکن ہے کہ وہ بھی کئی ضلعے سنبھال لے مثلاً منٹگمری ہے، اوکاڑہ ہے، میاں چنّوں ہے، چیچہ وطنی ہے۔

چیچہ وطنی کا نام آنے پر مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا ایک دفعہ میں کراچی آرہا تھا جب گاڑی چیچہ وطنی پہنچی اور وہاں کے دوست ملاقات کے لئے آئے تو ایک عورت نے جلدی جلدی میرے کوٹ کی جیب میں جلیبیاں ڈال دیں۔ میری بیوی نے اسے روکا تو وہ کہنے لگی حضرت صاحب نے کچھ کھایا نہیں ہوگا اور راستہ میں ان کو بھوک لگے گی اس لئے مَیں نے ان کی جیب میں جلیبیاں ڈال دی ہیں تا کہ وہ راستہ میں کھاتے جائیں۔ میں نے یہ واقعہ خطبہ میں بیان کر دیا اور کہا کہ میرے کوٹ کا تو ستیاناس ہوگیا اور اس کا ناشتہ ہوگیا چنانچہ اگلے سال جب وہاں کی جماعت آئی تو انھوں نے اس واقعہ پر معذرت کی اور اس عورت نے بھی معافی مانگی۔ پھر کبیر والا ہے شورکوٹ ہے، یہ تمام علاقہ ایسا ہے جس کو ملتان کی جماعت سنبھال سکتی ہے۔ اس کے بعد دو چار مرکز جو ربوہ کے اردگرد رہ جائیں گے انکی نگرانی خود دفتر اچھی طرح کر لے گا۔ بہرحال اس وقت بعض بڑی جماعتوں کی خدمات کی ہمیں نگرانی کا کام سرانجام دینے کے لئے ضرورت ہے تا کہ کم سے کم خرچ پر زیادہ سے زیادہ کام ہوسکے۔

اس وقت تک جو رپورٹیں آرہی ہیں وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت خوشکن ہیں جو وفد بہاولپور ڈویژن کی طرف گیا تھا اس کے کام کا یہ اثر ہوا ہے ایک گریجویٹ کے متعلق وہاں کے امیر کی چٹھی آئی ہے کہ اس نے بیعت کر لی ہے۔ یہ دوست سلسلہ کے لٹریچر کا دیر سے مطالعہ کر رہے تھے اور وقفِ جدید کے معلم

نے بھی مجھے لکھا تھا کہ ایک دوست احمدیت کے قریب ہیں اور سلسلہ کے لٹریچر کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ بیعت اس شخص کی ہوگی بہر حال اس تحریک کے نتائج خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھے نکلنے لگ گئے ہیں۔ سابق صوبہ سرحد کی طرف سے بھی اچھی رپورٹیں آ رہی ہیں وہاں ہم نے ایک کمپونڈر کو بھجوایا ہے پہلے اس کے بھائی نے وقف کیا تھا لیکن پھر اس نے ہمیں لکھا کہ میرے بھائی کو آپ چھوڑ دیں وہ دوسوتیس روپے لیتا ہے اور اس کی آمد پر تمام گھر پلتا ہے پھر وہ کچھ زیادہ پڑھا ہوا بھی نہیں۔ میں کمپونڈری پاس ہوں اور اپنی دوکان کرتا ہوں آپ مجھے لے لیں اور میرے بھائی کو چھوڑ دیں چنانچہ ہم نے اسکو رکھ لیا اور اسے پشاور کی طرف بھیج دیا۔ جیسے سندھ میں ڈاکٹروں کی کمی ہے اسی طرح سرحد میں بھی ڈاکٹروں کی کمی ہے اب اس کی طرف سے اطلاع آئی ہے کہ بڑی کثرت کے ساتھ پٹھان میری دوکان پر آتے ہیں اور دین کی باتیں سنتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے جہاں جہاں بھی وفد گئے ہیں وہاں سے خوشکن اطلاعات آنی شروع ہوگئی ہیں مگر کہتے ہیں کہ

کئے آمدی و کئے پیر شدی

جب مَیں ربوہ سے چلا تھا تو ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ ان مرکزوں کو قائم کئے ہوا تھا، حالانکہ اصل نتائج سال ڈیڑھ سال کے بعد نکلا کرتے ہیں پس صحیح نتائج تو اگلے جلسے کے بعد انشاء اللہ نکلنے شروع ہوں گے۔ لیکن اس کے خوشکن آثار ابھی سے ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں جیسے کہتے ہیں ’’ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات‘‘ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس تحریک کے آثار بتا رہے ہیں کہ اس کا مستقبل بہت شاندار ہوگا۔ اس وقت یہ تحریک ایک بچہ کی صورت میں ہے اور بچہ کے پیدا ہوتے ہی اس کے دانت نہیں دیکھے جاتے نہ اس کی داڑھی دیکھی جاتی ہے، دو تین سال میں اس کے دانت نکلتے ہیں، پھر وہ چلنا پھرنا سیکھتا ہے اور کہیں اٹھارہ، بیس سال کے بعد اس کی داڑھی نکلتی ہے اگر پہلے دن ہی اس کی داڑھی تلاش کی جائے تو یہ بیوقوفی ہوگی۔ اسی طرح وقفِ جدید کے نتائج اور اس کی خوبیوں کا ابھی سے اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اس وقت تک جو کیفیت ہے اس کے لحاظ سے واقفین زیادہ ہیں اور چندہ کم ہے۔ جب مَیں چلا ہوں تو وقفِ جدید میں 70,000 سالانہ کے وعدے آئے تھے، لیکن واقفین 345 تھے۔ اگر پچاس روپیہ ماہوار بھی ایک شخص کو دیئے جائیں اور پھر دورہ کرنے والوں کے اخراجات کو بھی مدّنظر رکھا جائے اور اوسط خرچ 70 روپیہ ماہوار سمجھا جائے تو 345 واقفین کے لئے 25000 روپیہ ماہوار یا تین لاکھ روپیہ سالانہ کی ضرورت ہوگی۔ اور اتنا روپیہ ہمارے پاس نہیں بلکہ ہماری اصل سکیم تو یہ ہے کہ کم سے کم ڈیڑھ ہزار سینٹر سارے ملک میں قائم کر دیئے جائیں، اگر ایک ہزار سینٹر بھی کھولے جائیں اور 70 روپیہ ماہوار ایک شخص کے خرچ کا اندازہ رکھا

جائے تو 70,000 روپیہ ماہوار یا ساڑھے آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ خرچ ہوگا۔ بظاہر یہ رقم بہت بڑی نظر آتی ہے لیکن ہمیں خدا تعالیٰ نے کبھی مایوس نہیں کیا۔ اس لئے ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ روپیہ ہمارے لئے مہیا فرمادے گا۔ بلکہ ہمیں تو امید ہے کہ ایک دن اس سے بھی زیادہ روپیہ آئے گا اگر ڈیڑھ ہزار سنٹر قائم ہو جائیں تو کراچی سے پشاور تک ہر پانچ میل پر ایک سنٹر قائم ہو جاتا ہے۔ بنگال سے بھی اب ایسی خبریں آ رہی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بھی لوگوں کو وقفِ جدید کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے چنانچہ ایک سکول کے مدرس نے لکھا ہے کہ مَیں اپنے آپ کو وقف کرنے کے لئے تیار ہوں مَیں نے اسے لکھا ہے کہ تم کام شروع کردو ہم وہیں تمہیں اپنا معلم مقرر کردیں گے۔ غرض یہ تحریک خدا تعالیٰ کے فضل سے ترقی کر رہی ہے دوست اس کے لئے دعائیں کرتے رہیں اور ایک دوسرے کو تحریک بھی کرتے رہیں۔ قرآن کریم نے مومن کا یہی کام بتایا ہے کہ وہ نیکیوں میں آگے بڑھتا ہے اور جب کوئی پیچھے رہ جائے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ شامل کر لیتا ہے پھر اور آگے بڑھتا ہے اور جو پیچھے رہ جائے اسے پھر اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح وہ قدم بقدم آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور ساتھ ہی اپنے پیچھے رہ جانے والے بھائیوں کا بھی خیال رکھتا ہے اور ان کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ دنیا میں نیکی ہی نیکی قائم ہو جاتی ہے یہی فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (البقرہ:149) کے معنے ہیں۔ پس اگر ڈیڑھ ہزار سینٹر قائم ہو جائے تو ہمارے ملک کا کوئی گوشہ اصلاح وارشاد کے دائرہ سے باہر نہیں رہ سکتا۔ ویسٹ پاکستان کا رقبہ تین لاکھ مربع میل سے زائد ہے اور ایسٹ پاکستان کا 54 ہزار مربع میل ہے۔ ہماری سکیم ایسی ہے جس کے ماتحت چار چار، پانچ پانچ مربع میل میں ایک ایک سنٹر قائم ہو جاتا ہے پھر اور ترقی ہو تو دو دو مربع میل میں بھی ایک ایک سنٹر مقرر کیا جاسکتا ہے بلکہ اور ترقی ہو تو ایک ایک میل کے حلقہ میں بھی سنٹر قائم ہوسکتا ہے اور اگر ایک ایک میل میں ہم سنٹر قائم کر دیں تو پھر ہمارے ملک میں کوئی جگہ ایسی باقی نہیں رہتی جہاں خدا اور رسول کی باتیں نہ ہوتی ہوں جہاں قرآن کی تعلیم نہ دی جاتی ہو اور جہاں اسلام کا پیغام نہ پہنچایا جاتا ہو۔

(روزنامہ الفضل 15/مارچ 1958ء صفحہ 3-4)





خطبہ جمعہ فرمودہ 7 / مارچ 1958ء بمقام ناصر آباد سندھ

سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

یہاں ہماری اسٹیٹس کو قائم ہوئے چوبیس پچیس سال گذر چکے ہیں، ناصر آباد اسٹیٹ تو 1935ء میں قائم ہوئی تھی لیکن احمد آباد 1933ء سے اور محمود آباد 1934ء سے قائم ہیں۔ اس کے بعد محمد آباد 1937ء میں اور بشیر آباد 1939ء میں قائم ہوئیں مگر باوجود اس کے کہ ان اسٹیٹوں کو قائم ہوئے ایک لمبا عرصہ گذر چکا ہے اب تک یہاں جماعت کے بڑھنے کی رفتار بہت کم ہے میرا خیال ہے کہ اگر ان ساری اسٹیٹوں کے احمدی ملا لئے جائیں تو باوجود اس کے کہ ان میں بہت سے مہاجر بھی ہیں، پھر بھی ہزار ڈیڑھ ہزار سے زیادہ احمدی نہیں ہوں گے حالانکہ جس رفتار سے احمدیوں کو بڑھنا چاہئے تھا اگر اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک ایک احمدی سالانہ ایک ایک آدمی بھی جماعت میں شامل کرنے کی کوشش کرتا تو اب تک یہاں پچاس ہزار سے زیادہ احمدی ہوتے لیکن مجھے افسوس ہے کہ اس طرف کوئی توجہ نہیں اور ہماری جماعت کے قیام کی جو اصل غرض ہے۔ اس کی پروا نہیں کی جاتی جس کی وجہ سے ان کی حالت ایک جیسی چلی جاتی ہے۔ انسان کو چاہئے کہ یا تو وہ اخلاص کے ساتھ ایک سچائی کو قبول کرے اور یا پھر اسے چھوڑ دے خدا تعالیٰ کو کسی بندے کی احتیاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص مرتد ہو جائے تو ہم اس کے بدلہ میں ایک نئی قوم لے آئیں گے جو خدا اور اس کے رسول سے محبت رکھنے والی اور اس کے دین کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کرنے والی ہوگی۔ پس آپ لوگ احمدی بن کر اس وقت جماعت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا رہے۔ اگر خدانخواستہ مرتد ہو کر الگ ہو جاتے تو اس کا یہ فائدہ پہنچتا کہ ایک ایک شخص کے بدلہ میں جیسا کہ قرآنِ کریم نے بتایا ہے ایک ایک قوم آ جاتی جو بعض دفعہ کئی کئی لاکھ کی بھی ہوتی ہے۔ سندھ میں ہی چانڈیہ، خاصخیلی، گرگیز، اور ببر وغیرہ کئی قومیں ہیں اور ہر قوم کے پانچ پانچ سات سات، آٹھ آٹھ لاکھ افراد ہیں بلکہ چانڈیوں کی تعداد تو اس سے بھی زیادہ ہے سو آپ لوگوں کو اپنی حالت میں تبدیلی پیدا کرنی چاہئے اور اپنے فرائض کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

مَیں نے ایسے ہی لوگوں کو دیکھ کر جو اپنے فرائض کی طرف پوری توجہ نہیں کر رہے وقفِ جدید کی تحریک جاری کی ہے جس کے لئے خود مَیں نے بھی دس ایکڑ زمین کا وعدہ کیا ہے اور ارادہ ہے کہ یہاں بھی

ایک مرکز قائم کر دیا جائے۔لائبیریا میں جو مرکز کھولا گیا ہے اس کے ذریعہ اب تک چار آدمی خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت قبول کر چکے ہیں اور ڈیڑھ سو آدمی احمدیت میں شامل ہونے کے لئے تیار ہے۔ یہ لوگ ادنیٰ اقوام میں سے ہیں جن کو امریکن لوگ عیسائی بنا رہے ہیں۔اگر پندرہ سولہ دن کے عرصہ میں ایک مرکز نے 154 آدمی تیار کر دیئے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ مہینے میں تین سو آدمی شامل ہو جائے گا۔مگر یہ تعداد ابھی کم ہے۔ ہماری سکیم یہ ہے کہ ہر مرکز سال میں پانچ ہزار آدمیوں کو اسلام پر پختہ کرے۔اور ان کی اصلاح اور تعلیم کے کام کو مکمل کرے۔اس وقت تک 370 کے قریب وقف کی درخواستیں آ چکی ہیں اگر 370 جگہ مراکز قائم کر دیئے جائیں اور ہر مرکز کے ذریعہ پانچ ہزار آدمی سالانہ اسلامی تعلیم پر پختگی حاصل کر کے سلسلہ میں شامل ہو تو ایک سال میں 18 لاکھ پچاس ہزار آدمی اسلام کی حقیقی تعلیم سے روشناس ہو سکتا ہے اور ان کے اندر ایک نئی زندگی اور بیداری پیدا ہو سکتی ہے اتنے عرصے میں امید ہے کہ یہ تحریک اور بھی ترقی کر جائے گی اور کئی نئے مقامات پر بھی مرکز کھل جائیں گے۔ یہ تحریک مَیں نے جلسہ سالانہ میں کی تھی مگر اس وقت لوگ اسے پوری طرح سمجھے نہیں۔اب آہستہ آہستہ لوگ اس کی اہمیت سے واقف ہو رہے ہیں۔اگر سال ڈیڑھ سال میں 370 کی بجائے آٹھ سو یا ہزار واقفین ہو جائیں اور ہر واقف کے ذریعہ پانچ ہزار آدمی سالانہ اسلامی تعلیم سے آگاہ ہو کر اس پر مضبوطی سے قائم ہونے لگے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے ذریعہ پچاس لاکھ آدمی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر سال اسلامی تعلیم پر پختہ ہوتا چلا جائے گا اور اسلام اور قرآن کی محبت ان کے دلوں میں قائم ہو جائے گی اور دو تین سال میں تو امید ہے کہ یہ تعداد انشاء اللہ کروڑوں تک پہنچ جائے گی۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 10 اپریل 1958ء صفحہ 2)





خطبہ عیدالفطر فرمودہ 21/اپریل 1958ء بمقام ربوہ

سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

کچھ دن ہوئے مَیں نے رؤیاء میں دیکھا کہ ایک مجلس ہے اور بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ مَیں ان میں بڑھتا چلا جاتا ہوں چلتے چلتے مَیں نے دیکھا کہ آگے قاضی ظہورالدین صاحب اکمل بیٹھے ہوئے ہیں اور میں ان کے پاس سے ہو کے گزر رہا ہوں۔ میں نے اس کی یہ تشریح کی کہ ''الدِّین'' سے مراد اسلام ہے جیسا کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:20) پس اس لحاظ سے ظہورالدین اکمل کے یہ معنے ہونگے کہ ظہورالاسلام اکمل یعنی خدا تعالیٰ نے ارادہ کرلیا ہے کہ وہ اسلام کو دنیا میں کامل طور پر غالب کرے۔ یہ ایک بہت بڑی خوشخبری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس عید کے دن جب کہ سب لوگ اپنے اپنے دوستوں کو تحفے دیتے ہیں اس غریب جماعت کو یہ تحفہ دے کہ اس کے ہاتھوں سے اسلام کو دنیا پر غالب کرے اور کامل طور پر غالب کرے یہاں تک کہ دنیا میں خدا تعالیٰ کو رسول کریم ﷺ کو اور اسلام کو بُرا کہنے والا کوئی باقی نہ رہے۔ تمام کے تمام ایمان لانے والے ہوں اور اپنے ایمان اور اخلاص کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی توحید اور خدا تعالیٰ کی شان کے بڑھانے اور اسے پھیلانے والے ہوں۔

پھر چند روز ہوئے۔ مَیں نے دیکھا کہ مَیں ایک مجلس میں بیٹھا تقریر کر رہا ہوں ذہن میں تو نہیں مگر وہ ایسا ہی مجمع ہے جیسے عید کا مجمع ہوتا ہے اور مَیں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ دیکھو گو اس وقت تلوار کا جہاد نہیں ہے مگر تبلیغ کا جہاد ہے جو تلوار کے جہاد سے زیادہ آسان ہے، تم رسولِ کریم ﷺ کے صحابہ کو دیکھو کہ انھوں نے ایمان لانے کے بعد ایسا اخلاص دکھایا کہ یا تو وہ اتنے بتوں کو پوجتے تھے کہ ہر دن میں ایک ایک بت آجاتا تھا اور یا پھر وہ توحید کا جھنڈا اٹھا کر دنیا میں نکل گئے اور اس کے کناروں تک پھیل گئے انھوں نے ایران فتح کیا، عرب فتح کیا، افغانستان فتح کیا اور پھر سندھ کے ذریعہ سے ہندوستان فتح کیا پھر مصر فتح کیا پھر تیونس اور مراکش فتح کیا پھر ہسپانیہ فتح کیا پھر تاریخوں سے ثابت ہے اور بعض آثارِ قدیمہ بھی ایسے ملے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ پھر مسلمانوں میں سے بعض جہازوں پر بیٹھ کر امریکہ چلے گئے جہاں اب تک بھی ایک پرانی مسجد باقی ہے اور کولمبس نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ مَیں نے جو امریکہ دریافت کیا ہے تو

اس کی اصل تحریک مجھے ایک مسلمان بزرگ کی تحریر سے ہوئی ہے اس کا اشارہ حضرت محی الدین صاحب ابنِ عربیؒ کی طرف تھا انھوں نے اپنی کتاب ''فتوحاتِ مکیہ'' میں لکھا ہے کہ میں نے مغرب کی طرف دیکھا تو مجھے نظر آیا کہ اس سمندر کے پرے ایک اور ملک بھی ہے۔ چنانچہ جب لوگوں نے کولمبس پر اعتراض کیا اور بادشاہ نے اسکو روپیہ دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ تجھے وہم ہو گیا ہے اور تو پاگل ہے تو اس نے کہا نہیں مَیں نے یہ بات ایسے لوگوں سے سنی ہے جو کبھی جھوٹ نہیں بولتے یعنی مسلمانوں سے اور پھر انھوں نے بھی یہ بات اپنے ایک بہت بڑے بزرگ کے حوالہ سے کہی ہے اس لئے مَیں ضرور کامیاب ہوں گا اگر ناکام واپس آیا تو آپ کا اختیار ہے کہ جو چاہیں مجھے سزا دیں۔ آخر ملکہ نے اپنے زیور بیچ کر اس کے لئے روپیہ مہیا کیا۔ پادری اس وقت اتنے احمق تھے کہ ایک پادری نے دربار میں تقریر کی کہ یہ تو پاگل ہو گیا ہے اور عیسائیت کے خلاف تقریریں کرتا ہے۔ اس وقت پادریوں کا خیال تھا کہ زمین چپٹی ہے گول نہیں۔ اس نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر زمین گول ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی علاقہ ایسا بھی ہے جہاں انسانوں کا سر نیچے ہوتا ہے اور ٹانگیں اوپر اور بارش بھی اوپر سے نیچے نہیں ہوتی بلکہ نیچے سے اوپر ہوتی ہے اولے بھی نیچے سے اوپر گرتے ہیں اور یہ ساری حماقت کی باتیں ہیں لیکن آخر وہی کامیاب ہوا۔

غرض مَیں نے لوگوں سے کہا کہ دیکھو رسولِ کریم ﷺ کے صحابہ یا تو اتنے کمزور اور ناطاقت تھے کہ سارے عرب میں دس ایرانیوں یا دس رومیوں کا مقابلہ کرنے کی بھی طاقت نہیں تھی اور یا وہ دن آیا کہ وہ اسلام کے سیاہ جھنڈے ہاتھوں میں لے کر نکلے اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے اور رسولِ کریم ﷺ کی وفات پر ابھی پندرہ سال کا عرصہ ہی گذرا تھا کہ مسلمان ہندوستان اور چین تک جا پہنچے۔ تم کو بھی چاہئے کہ چھوٹے چھوٹے سیاہ جھنڈے بنا لو اور ''وقفِ جدید'' کے جو مجاہد ہیں وہ دنیا میں پھیل جائیں اور اسلام کا جھنڈا ہر جگہ گاڑ دیں یہاں تک کہ ساری دنیا میں اسلام کی حکومت قائم ہو جائے اور گو یہ حکومت سیاسی نہیں ہو گی بلکہ دینی اور مذہبی ہو گی کیونکہ یہ لوگ دوسروں کو پڑھائیں گے اور علاج معالجہ کریں گے اور دین سکھائیں گے مگر پھر بھی ان کے ذریعہ اسلام کا ایک نشان قائم رہے گا۔ دیکھو بعض علاقے ایسے ہیں جو اب تک بھی رہائش کے قابل نہیں لیکن حکومتوں نے ابھی سے وہاں اپنے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں تا کہ جب کبھی بھی وہاں آبادی کی صورت پیدا ہو تو ان کا حق قائم رہے چنانچہ بحرِ منجمد جنوبی کے قریب ایک جہاز اتفاقاً روس کا پہنچ گیا پھر جاپان کا ایک جہاز پہنچ گیا پھر ڈچ کا پہنچ گیا پھر امریکہ کا پہنچ گیا۔ ان چاروں حکومتوں کے آدمی جب وہاں برف کے تودوں پر پہنچے تو انھوں نے وہاں اپنے اپنے ملک کا جھنڈا گاڑ دیا۔ اب چاروں حکومتیں اس علاقہ کی ملکیت کی مدعی ہیں امریکہ کہتا ہے بحرِ منجمد جنوبی ہمارا ہے اور اس کے اندر جو

زمین نکلے گی وہ ہماری ہے کیونکہ ہمارے آدمیوں نے وہاں اپنا جھنڈا گاڑا ہے۔ ہالینڈ والے کہتے ہیں کہ وہ علاقہ ہمارا ہے کیونکہ ہمارے آدمیوں نے وہاں اپنا جھنڈا گاڑا ہے، جاپان والے کہتے ہیں کہ وہ علاقہ ہمارا ہے کیونکہ وہاں ہمارے آدمیوں نے اپنا جھنڈا گاڑا ہے، روس والے کہتے ہیں کہ وہ علاقہ ہمارا ہے کیونکہ وہاں ہمارے آدمیوں نے اپنا جھنڈا گاڑا ہے۔ بہرحال وہ خیالی جگہ جہاں ابھی تک آبادی نہیں صرف قیاس ہے کہ وہاں کسی وقت آبادی ہو جائے گی ابھی سے حکومتیں اس پر اپنا حق جتا رہی ہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ان جھنڈوں میں سے ایک جھنڈا محمد رسول اللہ ﷺ کا بھی نہ ہو تا کہ ہم کہہ سکیں کہ یہ علاقہ نہ امریکہ کا ہے نہ جاپان کا ہے نہ ہالینڈ کا ہے نہ روس کا ہے بلکہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا علاقہ ہے کیونکہ آپ پر ایمان لانے والوں نے آپ کا جھنڈا وہاں گاڑا ہے اور چونکہ جو کچھ محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے وہ خدا تعالیٰ کا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (سورۃ انعام آیت:163) یعنی اے محمد رسول اللہ ﷺ تو لوگوں سے کہہ دے کہ میری ہر قسم کی عبادتیں، میری قربانیاں، میری زندگی اور میری موت سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اس لئے جو کچھ محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے وہ خدا تعالیٰ کا ہے۔ پس دنیا میں جو چیز محمد رسول اللہ ﷺ کی بنے گی وہ آپ ہی خدا تعالیٰ کی بن جائے گی کیونکہ آپ کے سوا اور کوئی وجود دنیا میں ایسا نہیں جس نے توحید کامل کو قائم کیا ہو اور خدا تعالیٰ کی حکومت توحید ہی کے ذریعے سے دنیا میں آتی ہے صرف منہ سے کہہ دینا کہ اے خدا تیری بادشاہت جس طرح آسمانوں پر ہے ویسی ہی زمین پر بھی ہو یہ کافی نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے تو صرف یہ دعا کی تھی اور محمد رسول اللہ ﷺ نے عملاً خدا تعالیٰ کی حکومت دنیا میں قائم کر کے دکھا دی اور وہ لوگ جو بت پرستی کرتے تھے اور طرح طرح کے عیوب میں مبتلاء تھے انھیں پاکیزہ کر کے کامل توحید پر قائم کر دیا یہاں تک کہ وہ لوگ جو رات دن شرک میں مبتلا تھے اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگ گئے۔

چنانچہ جن لوگوں نے فتح مکہ سے قبل مسلمانوں پر بڑے بڑے سخت ظلم کیے تھے اور ان پر گندے حملے کئے تھے جیسے ہندہ جس نے بعض مسلمان شہیدوں کے کلیجے نکلوا کر انھیں کچا چبا لیا تھا۔ ان کے متعلق فتح مکہ کے موقع پر رسولِ کریم ﷺ نے حکم دیا کہ وہ جہاں کہیں ملیں انھیں قتل کر دیا جائے۔ ہندہ بڑی ہوشیار عورت تھی جب رسولِ کریم ﷺ نے عورتوں کی بیعت لینی شروع کی تو ہندہ چادر اوڑھ کر ان میں شامل ہو گئی۔ جب آپ نے بیعت لینی شروع کی اور فرمایا کہ کہو ہم زنا نہیں کریں گی، چوری نہیں کریں گی، شرک نہیں کریں گی تو ہندہ بے اختیار بول اٹھی اور کہنے لگی یا رسول اللہ کیا اب بھی ہم شرک کریں گی؟ آپ اکیلے تھے اور ہم سارا عرب آپ کے مخالف تھے آپ نے توحید کی تعلیم دینی شروع کی اور ہم نے 360 دیوتاؤں

کی تائید کرنی شروع کی مگر باوجود اس کے کہ سارا عرب آپ کے مارنے پر تلا ہوا تھا۔آپ اکیلے خدا کے ساتھ جیت گئے اور ہم اپنے 360 دیوتاؤں کے ساتھ ہار گئے کیا اس کے بعد بھی ہم شرک کرسکتی ہیں وہ چونکہ آپ کی رشتہ دار تھی اس لئے آپ نے اس کی آواز کو پہچان لیا اور فرمایا ہندہ ہے؟ وہ عورت بڑی دلیر تھی اس نے کہا یا رسول اللہ اب آپ کا مجھ پر کوئی اختیار نہیں۔اب مَیں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو چکی ہوں اور خدا تعالیٰ کی پناہ میں آ چکی ہوں اور مسلمان ہونے کی وجہ سے میرے سارے پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں کیونکہ اسلام انسان کے پچھلے سارے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اب آپ مجھے میرے کسی پچھلے گناہ کی وجہ سے سزا نہیں دے سکتے۔رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا تم ٹھیک کہتی ہو۔تو دیکھو وہ عورت جو توحید کی اتنی مخالف تھی کہ مسلمان شہیدوں کے کلیجے دوسروں سے چِروا کر کچا چبانے کے لئے تیار ہو جاتی تھی وہ کہتی ہے کہ ہم ایسے بیوقوف تھوڑے ہیں کہ باوجود یہ نمونہ دیکھنے کے کہ آپ اکیلے خدا کے ساتھ غالب آ گئے اور ہمارے 360 دیوتا باوجود ساری طاقت اور قوت کے اور باوجود سارے عرب کی مجموعی تائید کے ہار گئے پھر بھی ہم شرک کریں گی؟ اب اس کے بعد توحید کا کون انکار کرسکتا ہے۔تو دیکھو رسول کریم ﷺ کی صداقت کا یہ کس قدر زبردست نشان تھا کہ آپ نے اپنی زندگی میں ہی دیکھ لیا کہ توحید اور اسلام کے شدید ترین دشمن کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو گئے اور پھر انھوں نے قربانیوں کے ایسے شاندار نمونے دکھائے کہ ان کی مثال دنیا کے پردہ پر نہیں ملتی۔

وہی ہندہ جو ایک وقت میں کفار کو اکسایا کرتی تھی کہ مسلمانوں پر حملہ کرو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اس کا خاوند ابوسفیان اور اس کا بڑا بیٹا یزید حضرت ابوعبیدہ کی امارت میں ایک لڑائی میں شامل ہوئے رومیوں کے ساتھ بڑی سخت لڑائی ہوئی اور ایک وقت ایسا آیا جب مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔مسلمانوں نے اپنی سواریوں کو روکنے کی بڑی کوشش کی مگر وہ نہ رکیں۔آخر وہ پیچھے کی طرف دوڑ پڑے۔جب سپاہی پیچھے کی طرف آ رہے تھے تو ہندہ نے مسلمان عورتوں سے کہا کہ آج مَردوں کے قدم اکھڑ گئے ہیں اب وقت ہے کہ عورتیں اپنی بہادری دکھائیں۔انھوں نے کہا ہم کس طرح مقابلہ کریں ہمارے پاس تو کوئی ہتھیار نہیں۔اس نے کہا خیموں کی طنابیں کاٹ دو اور ان کے بانس نکال لو اور بھاگتی ہوئی سواریوں کے مونہوں پر بانس مار کر انھیں پیچھے کی طرف موڑو۔چنانچہ اس نے خود ایک طناب کاٹ دی اور بانس لے کر عورتوں کے آگے آگے مسلمانوں کے لشکر کی طرف بڑھی۔ابوسفیان اور اس کا بیٹا یزید بھی بھاگے ہوئے آ رہے تھے اس نے ان کی سواریوں کے مونہوں پر بانس مار کر کہا۔تمہیں شرم نہیں آتی کہ ایک لمبے عرصہ تک تو تم لوگوں نے اسلام کے خلاف لڑائیاں کیں اب اسلام کی خاطر لڑائی کرنے کا موقع آیا ہے تو تم دشمن کے

مقابلہ کی تاب نہ لاکر پیچھے کی طرف بھاگ پڑے ہو۔ ابوسفیان نے یزید سے کہا۔ بیٹا واپس چلو دشمن کے تیروں سے زیادہ سخت ان عورتوں کے ڈنڈے ہیں چنانچہ اسلامی لشکر واپس ہوا اور اس نے دشمن کے لشکر پر فتح پائی۔ تو دیکھو اسلام لانے کے بعد ان لوگوں میں خدا تعالیٰ نے کیسا تغیر پیدا کر دیا کہ وہی ہندہ جو مسلمانوں کے خلاف مشرکین کو ابھارا کرتی تھی اور اسلام کی شدید دشمن تھی، اسلام کی خاطر لوگوں کو ابھارنے لگی اور اس نے اپنے خاوند اور اپنے بیٹے کی سواریوں کے مونہوں پر ڈنڈے مار کر انھیں واپس لوٹا دیا۔ تو مَیں رویاء میں اس مجمع کو جو مَیں وہاں دیکھتا ہوں کہتا ہوں کہ اپنے ہاتھوں میں اسلام کے سیاہ جھنڈے لے کر باہر نکل جاؤ اور جس طرح پہلے زمانہ میں مسلمانوں نے اسلام کے جھنڈے دنیا کے ہر کونہ میں لہرا دیئے تھے اسی طرح تم بھی اسلام کے جھنڈے دنیا کے تمام کونوں میں لہرا دو۔ گویا یہ رویاء میری پہلی رویاء کی ایک تشریح ہے۔ یہ کام ہے جو تمہارے سپرد کیا گیا ہے تم اس کام کو جلد سے جلد پورا کرو اور اسلام کو دنیا کے کونہ کونہ میں پھیلا دو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وقفِ جدید کی تحریک پر ابھی بہت کم وقت گذرا ہے مگر وہ نتائج جو اب تک وقفِ جدید کے نکلنے چاہئیں تھے ان کا ہزارواں حصہ بھی نہیں نکلا۔ ہم تو یہ خیال کر رہے تھے کہ یہ لوگ جو نہایت قربانی اور اخلاص سے آگے بڑھے ہیں ان کی باتوں میں اور ان کے کام میں اس قدر برکت ہوگی کہ وہ رشد و اصلاح اور تعلیم کے کام کو مہینوں میں لاکھوں اور کروڑوں افراد تک پہنچا دیں گے مگر اب تک اس تحریک کے شاندار نتائج نکلتے نظر نہیں آتے لیکن اللہ تعالیٰ کو تمام طاقتیں حاصل ہیں اگر اللہ چاہے تو وہ اس کو پورا کر سکتا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ ہماری حقیر کوششوں کو بارآور کرے اور ہماری پیدائش کی غرض اور سلسلہ احمدیہ کے قیام کی غرض کو ہمارے ہاتھوں سے جلد سے جلد پورا کرے اور ہم اسلام کے جھنڈے دنیا کے کناروں تک گاڑ دیں تا کہ قیامت کے دن ہم بھی سرخرو ہوں اور رسولِ کریم ﷺ بھی سارے نبیوں کے سامنے اپنا سینہ تان کر اپنی فضیلت اور برتری کا اظہار فرمائیں اور ان سے کہیں کہ دیکھو تمہاری قوموں نے تو شرک سے ساری دنیا کو بھر دیا تھا مگر میری قوم نے ہر جگہ توحید کا جھنڈا گاڑ دیا اور لوگوں کو خدائے واحد کے آستانہ پر لا ڈالا۔ اگر ایسا ہو جائے تو یہ ہماری انتہائی خوش قسمتی ہوگی اور اس کی وجہ سے ہم قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہو سکتے ہیں۔

(الفضل 29/اپریل 1958ء ص 3،2)





خطبہ جمعہ فرمودہ 25 /اپریل 1958ء بمقام ربوہ

سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میری بیماری کے پچھلے تین سالوں میں جو کسی قدر مجھے صحت ہوئی تھی وہ گو درمیان میں آکر رک گئی تھی اور بعض عوارض شروع ہو گئے تھے لیکن پھر بھی گذارا ہو جاتا تھا اور خیال تھا کہ اب کے پہاڑ پر جانے کی وجہ سے شاید اور زیادہ فائدہ ہو لیکن اس سال گرمی اس غضب کی پڑی ہے کہ پچھلے سال جب ہم مئی کے مہینہ میں پہاڑ پر گئے تھے تو وہاں لحاف اوڑھ کر سوتے تھے لیکن اس دفعہ پہاڑ پر بھی اتنی گرمی پہنچی ہے کہ وہاں بھی بغیر کپڑے کے سونا پڑا ہے اس لئے پہاڑ پر جا کر جو فائدہ ہونا چاہئے تھا وہ نہیں ہوا یہاں تو انتہائی گرمی ہے۔ کل یہاں درجہ حرارت 112Fo تھا۔

مجھے یاد ہے حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی میں اخبارات پڑھا کرتا تھا تو ایک دفعہ اخبار میں یہ خبر شائع ہوئی کہ جیکب آباد میں درجہ حرارت 111Fo تک جا پہنچا ہے اور اس پر شور مچ گیا تھا کہ دوزخ کا منہ کھل گیا ہے۔ ایک حدیث میں رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ دوزخ سال میں دو دفعہ سانس لیتا ہے ایک سانس تو وہ گرمی میں لیتا ہے اور ایک سانس سردی میں لیتا ہے اس دفعہ بھی گرمی اتنی شدید ہے کہ کمزور آدمی اس کی برداشت کی طاقت نہیں رکھتا۔ نوجوان آدمی تو اس کی پرواہ نہیں کرتا آخر اس گرمی میں دوست روزے بھی رکھتے رہے ہیں اور سارا مہینہ بعض لوگ درس بھی دیتے رہے ہیں۔ اب تو کمزوری کی وجہ سے مَیں زیادہ کام نہیں کر سکتا لیکن اپنی جوانی کے زمانے میں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ادھیڑ عمر میں یعنی 1922ء میں مَیں نے وہ درس دیا تھا جو تفسیرِ کبیر (سورۃ یونس تا کہف) کی صورت میں چھپا ہوا ہے اس وقت میری عمر 34 سال کی تھی اور قرآنِ کریم میں خدا تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے کہ وہ ''کہل میں باتیں کیا کرتے تھے'' اور تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو 33 سال میں نبوت ملی تھی اور باتیں کرنے سے یہی مراد ہے کہ آپ نبوت والی باتیں کیا کرتے تھے ورنہ اڑھائی تین سال کی عمر میں سارے بچے باتیں کرنے لگ جاتے ہیں اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی فضیلت نہیں رہتی۔ عام طور پر نبوت 40 سال کے بعد ملتی ہے لیکن اس زمانے میں لوگوں کو جلد پیغام پہنچانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو 33 سال کی عمر میں ہی نبوت کا مقام عطا کر دیا گیا تھا۔

1922ءمَیں میری عمر 34 سال کی تھی یعنی وہ کہولت کی عمر تھی گو درحقیقت یہی عمر جوانی کی انتہائی طاقت کی ہوتی ہے ورنہ جس عمر کو عرفِ عام میں جوانی کہا جاتا ہے وہ ایک رنگ میں بچپن کا زمانہ ہوتا ہے۔ بہرحال جب میری عمر 34 سال کی تھی تو میری یہ حالت تھی کہ مَیں رمضان کے مہینہ مَیں روزہ رکھ کر درس دیا کرتا تھا اور یہ درس میں نو بجے صبح سے شروع کیا کرتا تھا اور شام کو ساڑھے پانچ بجے کے قریب ختم کیا کرتا تھا۔ اور بعض دفعہ تو ایسا بھی ہوا کہ روزہ کھول کر مَیں نے درس بند کیا۔ مجھے یاد ہے کہ بعض دفعہ ایسا ہوا کہ درس ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ اذان ہوگئی ہم نے روزہ کھولا، نماز پڑھی اور پھر دوبارہ درس دینا شروع کر دیا لیکن اب یہ ہوا کہ رمضان آیا تو مَیں نے کہا کہ رمضان میں قرآنِ کریم کی زیادہ تلاوت کرنی چاہئے چنانچہ مَیں نے اس مہینہ میں تلاوت قرآنِ کریم شروع کر دی اور بارہ سیپارہ روزانہ کی تلاوت کی۔ بعض دفعہ مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے مَیں بیہوش ہو چلا ہوں لیکن پھر بھی ہمت کر کے پڑھتا چلا گیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دے دی کہ مَیں نے اپنا ارادہ پورا کر لیا اور آخری دم تک برابر بارہ پارے قرآنِ کریم کے پڑھتا رہا۔ یوں حافظ تو شاید اس سے بھی زیادہ پڑھ سکتے ہیں چونکہ انھوں نے قرآنِ کریم حفظ کیا ہوتا ہے اس لئے وہ جلدی جلدی پڑھ سکتے ہیں لیکن جب وہ تلاوت کر رہے ہوتے ہیں تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا تلاوت کر رہے ہیں۔ ہماری جماعت کے ایک مخلص دوست مولوی عبد القادر صاحب مرحوم تھے جو حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے صحابی اور حکیم محمد عمر صاحب کے والد تھے وہ بڑے نیک انسان تھے لیکن جب قرآنِ کریم پڑھا کرتے تو اتنی جلدی جلدی پڑھتے کہ پتہ نہیں لگتا تھا کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں، لیکن اگر قرآنِ کریم کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے تو بارہ سیپارے روزانہ پڑھ لینا بڑی ہمت کا کام ہوتا ہے سوائے اس کے کہ جو حصہ زیادہ کثرت سے پڑھا ہوتا ہے وہ نسبتاً جلدی نظر سے گذر جاتا ہے چنانچہ قرآنِ کریم کی آخری سورتیں مجھے اکثر یاد تھیں اگرچہ اب مَیں ان میں سے کچھ حصہ بھول گیا ہوں لیکن پھر بھی مَیں جب ان پر پہنچتا تھا تو میری رفتار بہت تیز ہو جاتی تھی شروع میں رفتار کمزور ہوتی تھی کیونکہ صحت کی کمزوری کی وجہ سے توجہ ہٹ جاتی تھی مگر آخری حصہ باوجود بیماری کے جلدی گذر جاتا تھا۔

پس یہ گرمی ایک استثنائی صورت میں پڑی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے مومن بندوں کی حفاظت کرے کیونکہ جیسا کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ہے یہ گرمی دوزخ کا ایک نمونہ ہے۔ مَیں نے بتایا ہے کہ پچھلے سال ہم مئی میں پہاڑ پر گئے اور وہاں ہم لحاف لے کر سوتے تھے لیکن اس دفعہ وہاں دروازے اور کھڑکیاں کھول کر سونا پڑتا تھا۔ اسی طرح پچھلے سال وہاں کا ٹمپریچر 50 درجہ سے بھی کم تھا لیکن اس دفعہ 94 تھا اور یہ بہت بڑا فرق ہے۔ بہرحال آج شوریٰ کا اجلاس بھی ہے اور دوستوں کو وہاں جانا پڑے گا اس

لئے مَیں دوستوں سے کہتا ہوں کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری شوریٰ میں برکت ڈالے اور ہمیں ایسا کام کرنے کی توفیق دے جس کے نتیجے میں اسلام دنیا کے چاروں کونوں میں پھیل جائے اور یہ کام اس چھوٹی سی جماعت سے نہیں ہوسکتا یہ صرف خدا تعالیٰ کی مدد سے ہی ہوسکتا ہے۔ اصل میں تو چھوٹے چھوٹے کام بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہی ہوسکتے ہیں رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر کام جس میں کچھ نہ کچھ اہمیت نظر آتی ہو اس سے پہلے استخارہ کرلیا کرو۔ اس کے معنی یہی ہیں کہ درحقیقت سب کام خدا تعالیٰ کی مدد سے ہوتے ہیں لیکن دنیا کو دلائل اور قرآنِ کریم کے ساتھ فتح کرنا تو بہت بڑا کام ہے۔ قرآنِ کریم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَاالْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا (فرقان: آیت 31) یعنی ہمارے رسول نے ہمارے پاس فریاد کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا ہے۔ اب بتاؤ کہ جس قرآن کو مسلمان بھی اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک رہے ہوں اس قرآن کو اپنے ہاتھ میں لے کر ان عیسائیوں میں نکل جانا جو 1900 سو سال سے برابر اسلام کو مٹانے کے لئے زور لگا رہے ہیں اور اسلام اور قرآنِ کریم کو دوبارہ قائم کرنا کیا کوئی معمولی بات ہے۔ اس کے لئے تو ہمیں ہمیشہ یہ دعائیں کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مبلغوں کو کامیاب کرے اور دوسرے نوجوانوں کو بھی جن میں طاقت اور ہمت ہے خدا تعالیٰ توفیق دے کہ وہ اپنی زندگیاں وقف کر کے دین کی خدمت کے لئے آگے نکل آئیں۔ مَیں نے اس غرض کے لئے وقفِ جدید کی تحریک جاری کی تھی اور امید تھی کہ واقفین بڑا اچھا کام کریں گے اور گو اس کو جاری ہوئے ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا ہے لیکن پھر بھی بعض لوگوں کو باہر گئے ہوئے دو دو ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے مگر جو نتائج ابھی تک ظاہر ہوئے ہیں وہ کوئی خوش کن نہیں ہیں چنانچہ پچھلے سال مارچ کے مہینے میں 200 آدمیوں نے بیعت کی تھی لیکن اس سال مارچ کے مہینے میں صرف 101 کی بیعت ہوئی ہے گویا وقفِ جدید کے اجراء کے بعد بیعت آدھی رہ گئی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے صحیح معنوں میں کوشش نہیں کی ورنہ بیعت کا نہ صرف پہلا معیار قائم رہنا چاہئے تھا بلکہ اس سے بھی ترقی کرنا چاہئے تھا اگر یہ لوگ ہماری توقع کے مطابق کام کریں اور جماعت کے دوست بھی اپنے فرائض کو سمجھیں اور خدا اور اس کے رسول کا پیغام لوگوں تک پہنچانے میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کریں تو یہ ممکن ہی نہیں کہ لوگوں پر اثر نہ ہو دیکھو اسلام پر ایک ایسا زمانہ بھی آیا تھا جب کہ منافق مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جاؤ اب تمہاری خیر نہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ منافق کھلے بندوں کہتے پھرتے تھے کہ اب تو مسلمان عورتوں کو باہر پاخانہ پھرنے کو بھی جگہ نہیں ملتی اور یہ لوگ مکہ فتح کرنے کے دعوے کرتے ہیں مگر دیکھو ابھی چند سال بھی نہیں گذرے تھے کہ رسولِ کریم

ﷺ دس ہزار صحابہ کے ساتھ مکہ میں داخل ہو گئے اس وقت مکہ والے ایسے گھبرائے ہوئے تھے کہ انھوں نے فتح مکہ سے چند دن پہلے ابوسفیان کو مدینہ بھیجا تا کہ صلح حدیبیہ والے معاہدہ کی ابتداء اس دن سے شمار کی جائے جب ابوسفیان اس کی توثیق کر دے اور وہ مسلمانوں کو مکہ پر حملہ کرنے سے باز رکھے۔ ان لوگوں کو یہ تشویش اس لئے پیدا ہوئی کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر یہ فیصلہ ہوا تھا کہ عرب قبائل میں سے جو چاہیں مکہ والوں سے مل جائیں اور جو چاہیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل جائیں اور یہ کہ دس سال تک دونوں فریق کو ایک دوسرے کے خلاف لڑنے کی اجازت نہیں ہوگی سوائے اس کے کہ ایک فریق دوسرے فریق پر حملہ کر کے معاہدہ کو توڑ دے۔ اس معاہدہ کے ماتحت عرب کا قبیلہ بنوبکر مکہ والوں کے ساتھ مل گیا تھا اور خزاعہ قبیلہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل گیا تھا۔ صلح حدیبیہ پر کچھ عرصہ گذرنے کے بعد بنوبکر نے قریش مکہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے معاہد قبیلہ خزاعہ پر حملہ کر دیا اور ان کے کئی آدمی مار ڈالے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر رسولِ کریم ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا اور آپ کو اس کا یقیناً علم ہوگا تو آپ معاہدہ کی حرمت کو قائم رکھنے کی خاطر مکہ والوں پر حملہ کر دیں گے۔ چنانچہ انھوں نے چاہا کہ پیشتر اس کے کہ مدینہ میں اس معاہدہ شکنی کی خبر پہنچے ابوسفیان وہاں جائے اور اس بارے میں کوشش کرے مگر پیشتر اس کے کہ قریشِ مکہ کی اس عہد شکنی کی مدینہ میں اطلاع پہنچتی حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ ایک رات تہجد کے وقت جب وضو کرنے کے لئے اٹھے تو میں نے سنا کہ آپ بلند آواز سے فرما رہے ہیں لبیک، لبیک، لبیک اور پھر آپ نے تین دفعہ فرمایا نُصِرْتَ۔ نُصِرْتَ۔ نُصِرْتَ۔ مَیں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے یہ کیا فقرات فرمائے ہیں یہ تو ایسے الفاظ ہیں جیسے آپ کسی شخص سے گفتگو فرما رہے تھے۔ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا مَیں نے ابھی دیکھا ہے کہ خزاعہ کا ایک وفد میرے پاس آیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ قریش نے بنوبکر کے ساتھ مل کر ان پر حملہ کر دیا ہے آپ معاہدہ کے مطابق ہماری مدد کریں اور مَیں نے کہا کہ مَیں تمہاری مدد کے لئے تیار ہوں چنانچہ تیسرے دن اس قبیلہ کے نمائندے مدینہ پہنچ گئے اور انھوں نے سارا واقعہ کہہ سنایا بعد میں ابوسفیان آیا اور اس نے کہنا شروع کر دیا کہ چونکہ صلح حدیبیہ کے وقت مَیں موجود نہیں تھا۔ اس لئے وہ کوئی معاہدہ نہیں تھا اب مَیں نئے سرے سے معاہدہ کرنا چاہتا ہوں مگر رسولِ کریم ﷺ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا آخر اس نے بے وقوفی سے خود ہی مسجد میں جا کر یہ اعلان کر دیا کہ چونکہ مَیں اس معاہدہ میں شامل نہیں تھا اور مَیں مکہ کا رئیس ہوں اس لئے وہ معاہدہ درست نہیں ہو سکتا۔ اب مَیں نئے سرے سے معاہدہ کرتا ہوں۔ یہ بات سن کر مسلمان اس کی بیوقوفی پر ہنس پڑے اور وہ سخت شرمندہ ہوا۔ بعد میں ابوسفیان نے کہا کہ مجھ سے حضرت علیؓ نے کہا تھا کہ تم مسجد میں جا کر اس قسم کا اعلان کر دو۔ خدا تعالیٰ بنو ہاشم کا بُرا کرے انھوں نے

مجھے ذلیل کیا ہے۔ چونکہ بنو ہاشم اور بنو امیہ دونوں خاندانوں میں دیر سے رقابت چلی آتی تھی اس لئے ابو سفیان نے خیال کیا کہ حضرت علیؓ نے اس مخالفت کی وجہ سے مجھے یہاں مسلمانوں کے سامنے ذلیل کیا ہے لیکن یہ بیان صرف ابوسفیان کا ہے جو اس وقت کافر تھا اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ اس پر یقین کیا جائے۔ اس کے بعد ابوسفیان رسولِ کریم ﷺ کے گھر کی طرف آیا اس کی ایک بیٹی حضرت امِ حبیبہؓ رسولِ کریم ﷺ سے بیاہی ہوئی تھیں، وہاں ایک گدّا بچھا ہوا تھا وہ اس پر بیٹھنے لگا تو حضرت امِ حبیبہؓ نے وہ گدّا اس کے نیچے سے کھینچ لیا۔ ابوسفیان نے کہا بیٹی میں اس گدّا کے قابل نہیں ہوں یا یہ گدّا میرے قابل نہیں ہے؟ اس نے یہ خیال کیا کہ چونکہ مَیں بڑا آدمی ہوں اس لئے شاید میری بیٹی نے میرے اعزاز کی وجہ سے یہ گدّا اٹھالیا ہے حضرت امِ حبیبہؓ نے کہا کہ اے میرے باپ معاف کرنا تم میرے باپ ہو اور ادب کی جگہ ہو مگر اس گدّا پر محمد رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا کرتے ہیں اور تم ایک مشرک اور ناپاک شخص ہو سو میں اس گدّا پر جس پر خدا تعالیٰ کا رسول نماز پڑھا کرتا ہے خدا تعالیٰ کے دشمن کو بیٹھنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ ابوسفیان جھٹ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا میری بیٹی تُو تو میرے بعد بہت بگڑ گئی ہے۔

(اصابہ جلد 2 صفحہ 85)

اسکے بعد ابوسفیان مکہ والوں کو اپنی ناکامی کی خبر دینے کے لئے واپس لوٹا اور ادھر اسلامی لشکر جو دس ہزار کی تعداد میں تھا مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ کے قریب خیمہ زن ہو گیا مکہ والے چونکہ بہت زیادہ خوفزدہ تھے انھوں نے ابوسفیان کو پھر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ دوبارہ مسلمانوں کے پاس جائے اور انھیں جنگ سے باز رکھے۔ مگر مکہ سے تھوڑی دور نکلنے پر ہی ابوسفیان نے رات کے وقت جنگل کو آگ سے روشن پایا۔ رسولِ کریم ﷺ نے حکم دے دیا تھا کہ ہر خیمہ کے آگے آگ روشن کی جائے۔ ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ انھوں نے کہا یہ فلاں قبیلہ کے لوگ ہیں۔ ابوسفیان کہنے لگا۔ اس قبیلہ کے لوگ تو بہت تھوڑے ہیں اور ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، یہ وہ نہیں ہو سکتے۔ ساتھیوں نے پھر کہا، یہ فلاں قبیلے کے لوگ ہوں گے۔ ابوسفیان نے کہا مَیں جانتا ہوں کہ اس قبیلہ کے لوگ بھی تھوڑے ہیں یہ ان سے بہت زیادہ ہیں ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اندھیرے میں سے آواز آئی ابوقنطلہ (یہ ابوسفیان کی کنیت تھی) ابوسفیان نے آواز پہچان کر کہا عباس تم یہاں کہاں؟ انھوں نے جواب دیا سامنے محمد رسول اللہ ﷺ کا لشکر پڑا ہے ابوسفیان گھبرایا اور اپنی سواری پر کھڑا ہو گیا اور اس نے خیال کیا کہ اب میری شامت آگئی ہے کیونکہ مَیں نے ساری عمر محمد رسول اللہ ﷺ کو دُکھ دیا ہے۔ حضرت عباسؓ جو ابوسفیان کے گہرے دوست تھے اور پہرہ پر مقرر تھے انھوں نے کہا کمبخت جلدی سے میرے پیچھے سواری پر بیٹھ جاورنہ عمرؓ میرے

پیچھے آ رہا ہے وہ تیری خبر لے گا۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ کر اپنے پیچھے بٹھا لیا اور گھوڑا دوڑاتے ہوئے رسولِ کریم ﷺ کے پاس جا پہنچے۔ وہاں پہنچتے پہنچتے ابوسفیان مبہوت سا ہو چکا تھا۔

رسولِ کریم ﷺ نے اس کی یہ حالت دیکھی تو حضرت عباسؓ سے فرمایا عباسؓ تم ابوسفیان کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور رات کو اپنے پاس رکھو۔ صبح میرے پاس لانا۔ چنانچہ ابوسفیان ساری رات حضرت عباسؓ کے پاس رہا جب صبح اسے رسولِ کریم ﷺ کے پاس لائے تو فجر کی نماز کا وقت تھا اور رسولِ کریم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے اور دس ہزار کا لشکر پیچھے صف باندھے کھڑا تھا رسولِ کریم ﷺ نے جب رکوع کے لئے اپنا سر جھکایا تو دس ہزار مسلمان آپ کی اتباع میں نیچے جھک گئے۔ رسولِ کریم ﷺ رکوع سے کھڑے ہوئے تو دس ہزار مسلمان کھڑے ہو گئے۔ پھر رسولِ کریم ﷺ سجدہ میں گرے تو دس ہزار افراد سجدہ میں گر گئے، پھر سجدہ سے اٹھے تو دس ہزار افراد سجدہ سے اٹھ بیٹھے، پھر دوبارہ سجدہ کے لئے جھکے تو دس ہزار افراد سجدہ میں جھک گئے پھر سجدہ سے اٹھ کر تشہد کے لئے بیٹھے تو دس ہزار افراد تشہد میں بیٹھ گئے۔ ابوسفیان نے سمجھا کہ شاید میرے لئے یہ کوئی نئی قسم کا عذاب تجویز ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے حضرت عباسؓ سے جو پہرہ پر مقرر ہونے کی وجہ سے نماز میں شریک نہیں ہوئے تھے دریافت کیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ انھوں نے کہا ابوسفیان گھبراؤ نہیں یہ تمہارے مارنے کی تیاری نہیں رسولِ کریم ﷺ نماز پڑھا رہے ہیں اور یہ مسلمان تو ایسے ہیں کہ اگر آپ فرمائیں کہ کھانا چھوڑ دو تو وہ کھانا بھی چھوڑ دیں۔

ابوسفیان پر اس بات کا بہت اثر ہوا اور اس نے کہا مَیں نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا ہے اور قیصر کا دربار بھی دیکھا ہے لیکن ان کی قوموں کو بھی مَیں نے ان کا ایسا فدائی نہیں دیکھا جیسے محمد رسول اللہ ﷺ کی جماعت اس کی فدائی ہے کہ آپ نیچے جھکے تو سب لوگ جھک گئے، سجدہ میں گرے تو سب لوگ سجدہ میں چلے گئے، تشہد کے لئے بیٹھے تو سب لوگ تشہد میں بیٹھ گئے۔ یہ بے نظیر اطاعت ہے جو مَیں نے کہیں اور نہیں دیکھی۔ جب نماز ختم ہو چکی تو حضرت عباسؓ ابوسفیان کو لے کر رسولِ کریم ﷺ کے پاس آئے۔ رسولِ کریم ﷺ نے کہا ابوسفیان! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم مجھے اللہ تعالیٰ کا رسول تسلیم کر لو؟ ابوسفیان نے کچھ تردد کا اظہار کیا لیکن پھر کچھ خوف کی وجہ سے اور کچھ حضرت عباسؓ کے زور دینے کی وجہ سے اس نے بیعت کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ پھر اس نے رسولِ کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تو بڑے مہربان ہیں مکہ والے آپ کے رشتے دار ہیں کوئی ان کے بچاؤ کی صورت ہو سکتی ہے یا نہیں؟

آپ نے فرمایا ہر شخص جو اپنے گھر کے دروازے بند کر لے گا اسے امن دیا جائے گا۔ حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ابوسفیان کی عزت کا بھی کچھ سامان کر دیا جائے۔ رسولِ کریم ﷺ نے

فرمایا بہت اچھا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے بھی امن دیا جائے گا۔ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ میرا گھر کتنا بڑا ہے؟ اس میں تو سب لوگ نہیں آ سکتے ، بے شک جو لوگ اندر آ گئے وہ تو امن میں آ جائیں گے مگر باقی لوگوں کا کیا ہوگا ؟ آپ نے فرمایا جو شخص خانہ کعبہ میں گھس جائے گا اسے بھی امن دیا جائے گا۔ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ خانہ کعبہ بھی سارے مکہ والوں کو اپنے اندر نہیں سما سکتا اور نہ ہی ہر شخص اعلان سن سکتا ہے کوئی ایسی صورت پیدا کی جائے جو ہر شخص کو نظر آ جائے۔آپ نے فرمایا اچھا۔ کچھ کپڑا لاؤ۔ چنانچہ کپڑا لایا گیا اور آپ نے اس کا ایک جھنڈا بنایا اور وہ جھنڈا ابورویحہؓ کے ہاتھ میں دیا جن کو آپ نے حضرت بلالؓ کا بھائی بنایا ہوا تھا اور فرمایا جو شخص اس جھنڈے کے نیچے کھڑا ہوگا اسے بھی پناہ دی جائے گی۔اس حکم میں کیا ہی لطیف حکمت تھی مکہ والے حضرت بلالؓ کے پیروں میں رسّہ ڈال کر انھیں تپتی ریت پر گھسیٹا کرتے تھے۔انھیں تپتی ریت پر لٹا کر ان کے سینے پر بڑے بڑے بھاری جوتوں سمیت کودا کرتے تھے چنانچہ ان کی پیٹھ کا رنگ گرگٹ کی پیٹھ کا سا ہو گیا تھا اور وہ بالعموم اپنی پیٹھ دوسرے لوگوں کو دکھایا کرتے تھے۔رسولِ کریم ﷺ نے خیال فرمایا کہ آج بلالؓ کا دل انتقام کی طرف بار بار مائل ہوتا ہوگا اس لئے اس کا انتقام لینا بھی ضروری ہے لیکن میرا انتقام شاندار ہونا چاہئے میری شانِ نبوت یہ ہے کہ مَیں سب کو معاف کر دوں لیکن بلالؓ خیال کرے گا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے بھائیوں کو تو معاف کر دیا اور میرا انتقام یوں ہی رہا۔اس حکمت کے پیشِ نظر آپ نے ایک جھنڈا بنا کر آپ کے ایک بھائی کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا جو شخص اس جھنڈے کے نیچے کھڑا ہوگا اسے بھی امن دیا جائے گا اور بلالؓ کو کہا کہ تم ساتھ ساتھ یہ اعلان کرتے جاؤ تا وہ سمجھ لیں کہ آج میری وجہ سے مکہ والوں کو معاف کیا گیا ہے۔یہ انتظام فرما کر آپ مکہ میں داخل ہوئے آپ نے حضرت خالدؓ کو ایک دوسری جانب سے شہر میں داخل ہونے کا ارشاد فرمایا تھا اور انھیں سختی سے حکم دیا تھا کہ جب تک کوئی شخص تم سے لڑائی نہ کرے،تم نے کسی سے لڑائی نہیں کرنی۔لیکن جس طرف سے حضرت خالدؓ مکہ میں داخل ہوئے غالبًا اس طرف امن کا پیغام نہیں پہنچا تھا اس لئے اس علاقہ کے لوگوں نے حضرت خالدؓ کا مقابلہ کیا جس میں ان کے 24 آدمی مارے گئے۔کسی نے دوڑ کر رسولِ کریم ﷺ تک یہ خبر پہنچا دی آپ نے حضرت خالدؓ کو بلایا اور سرزنش کی۔حضرت خالدؓ نے کہا یا رسول اللہ آپ کی ہدایت مجھے یاد ہے لیکن ان لوگوں نے ننگی تلواروں کے ساتھ ہمارا راستہ روکا اور ہم پر حملہ کیا اگر یہ لوگ ہم پر حملہ نہ کرتے تو مَیں بھی ان لوگوں کو قتل نہ کرتا۔بہر حال اس خفیف سے واقعہ کے سوا اور کوئی واقعہ نہ ہوا اور رسولِ کریم ﷺ مکہ میں داخل ہو گئے جب رسولِ کریم ﷺ خانہ کعبہ کے پاس آ کر کھڑے ہوئے تو مکہ کے سارے روساء جو آپ پر تھوکا کرتے تھے اور آپ کو مارا اور دکھ دیا کرتے تھے،آپ کے سامنے کھڑے ہو

گئے اور آپ نے فرمایا اے مکہ کے لوگو ! تمہیں یاد ہے کہ مَیں نے توحید کا نعرہ بلند کیا اور تم نے مجھے گالیاں دیں مَیں نے خدائے واحد کی پرستش کے لئے تمہیں کہا اور تم نے مجھ پر جھوٹے الزامات لگائے، مَیں نے تم کو نیکی اور تقویٰ کی تعلیم دی مگر تم نے کہا کہ یہ شخص روپیہ کمانا چاہتا ہے یا شاید کسی خوبصورت عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے لیکن خدا نے میری مدد کی مَیں اکیلا تھا اور تم ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ سارا عرب تمہارے ساتھ تھا۔ تم نے دیکھ لیا کہ خدا تعالیٰ کے نشانات کس طرح لفظ بلفظ پورے ہوئے۔ اب بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟ مشرکینِ مکہ کی خوش قسمتی تھی کہ انھوں نے حضرت یوسفؑ کا واقعہ کہیں سے سنا ہوا تھا انھوں نے کہا محمد ﷺ ہم کیا کہیں جو سلوک یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا وہی سلوک آپ ہم سے کریں چنانچہ آپ نے فرمایا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ آج تم پر کوئی گرفت نہیں کی جاتی۔ جاؤ مَیں نے تم سب کو معاف کر دیا ہے چنانچہ مکہ والے خوش خوش اپنے گھروں کو واپس چلے گئے اور مسلمانوں کی تلواریں اپنی میانوں کے اندر چلی گئیں۔ وہ تو چاہتے تھے کہ آج مشرکینِ مکہ کو تلواروں سے ریزہ ریزہ کر دیں آخر وہ واقعات جو ان کے سامنے گذرے تھے ان کی آنکھوں کے آگے پھر رہے تھے۔

ایک دفعہ آپؐ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ کسی نے آپؐ کی پیٹھ پر اونٹ کی اوجھڑی لا کر رکھ دی وہ کافی بوجھل تھی اس کے بوجھ کی وجہ سے آپؐ اپنا سر نہ اٹھا سکے جب تک کہ حضرت فاطمہؓ نے جو ابھی چھوٹی عمر کی تھیں دوڑ کر آپ سے اس اوجھڑی کو نہ ہٹایا۔ اس طرح ایک دفعہ آپؐ عبادت کر رہے تھے کہ لوگوں نے آپکے گلے میں پٹکا ڈال کر کھینچنا شروع کر دیا یہاں تک کہ آپؐ کی آنکھیں باہر نکل آئیں اتنے میں حضرت ابوبکرؓ وہاں آ گئے اور انھوں نے آپؐ کو چھڑایا اور کہا اے لوگو کیا تم ایک شخص کو صرف اس جرم میں قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ خدا میرا آقا ہے۔ آخر یہ تم سے کچھ مانگتا تو نہیں صرف یہ کہتا ہے کہ خدا ایک ہے اس کی عبادت کرو۔ مگر تم اسے مارنے لگ جاتے ہو۔ یہ ان لوگوں کی حالت تھی اور تم سمجھ سکتے ہو کہ جب ان دکھی مسلمانوں کو خدا تعالیٰ نے مشرکینِ مکہ پر غلبہ عطا کر دیا تو ان کے دلوں کی کیا حالت ہو گی مگر اس کے باوجود جب رسولِ کریم ﷺ نے مکہ والوں کو معاف کر دیا تو انھوں نے بھی انھیں معاف کر دیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبدالرحمٰنؓ جنگِ بدر کے بعد ایمان لائے تھے، جنگِ بدر کے بعد انھوں نے ایک دن حضرت ابوبکرؓ کو سنایا کہ آپ ایک دفعہ زور سے حملہ کرتے ہوئے ہمارے لشکر تک پہنچ گئے تھے اور مَیں ایک پتھر کے پیچھے چھپا ہوا تھا تلوار میرے ہاتھ میں تھی اور مَیں اگر چاہتا تو آپ پر حملہ کر سکتا تھا لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ آپ میرے باپ ہیں اس لئے مَیں نے اپنا ارادہ فسخ کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تیری قسمت اچھی تھی کہ تو مجھے نظر نہ آیا ورنہ خدا کی قسم اگر مَیں تجھے دیکھ لیتا تو مَیں تیری بوٹیاں اڑا دیتا اور اس

بات کی قطعاً پرواہ نہ کرتا کہ تُو میرا بیٹا ہے۔اب آپ لوگ دیکھ لیں کہ ایسے غیرت مند لوگوں کے لئے اہلِ مکہ کو معاف کرنا کس قدر مشکل تھا لیکن انھوں نے معاف کیا بلکہ ان لوگوں کو بھی جنھیں معاف کیا گیا تھا یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوئی اور وہ حیران ہوئے کہ انھیں کیسے معاف کیا گیا ہے۔ابو جہل کا بیٹا عکرمہ ان لوگوں میں شامل تھا جن کے متعلق رسولِ کریم ﷺ نے فیصلہ فرمایا تھا کہ ان کے بعض ظالمانہ قتلوں اور ظلموں کی وجہ سے انھیں قتل کر دیا جائے چنانچہ وہ ڈر کے مارے حبشہ کی طرف بھاگ گیا۔اس کی بیوی رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا یا رسول اللہؐ کیا آپ کو یہ اچھا لگتا ہے کہ آپ کے بھائی کا بیٹا عکرمہ آپ کے ماتحت رہے یا یہ اچھا لگتا ہے کہ وہ حبشہ جا کر عیسائیوں کے ماتحت رہے۔آپ نے فرمایا وہ بیشک یہاں رہے،ہم اسے کچھ نہیں کہیں گے۔ہم اسے معاف کرتے ہیں۔اس نے کہا وہ ساحلِ سمندر کی طرف بھاگ کر چلا گیا ہے اور اس انتظار میں ہے کہ اسے کوئی کشتی مل جائے تو وہ اس میں سوار ہو کر حبشہ چلا جائے۔کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ مَیں وہاں جا کر اسے واپس مکہ لے آؤں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں اجازت دیتا ہوں تم بڑی خوشی سے اسے واپس لے آؤ۔عکرمہ کی بیوی نے پھر کہا یا رسول اللہ وہ بڑا غیرت مند ہے،شاید آپ کے دل میں یہ خیال ہو کہ وہ یہاں آ کر مسلمان ہو جائے گا۔وہ مسلمان نہیں ہوگا۔کیا آپ اس امر کی بھی اجازت دیتے ہیں کہ وہ اپنے آباء واجداد کے مذہب پر قائم رہ کر یہاں رہے؟ آپ نے فرمایا وہ بیشک اپنے مذہب پر قائم رہے،ہم اسے مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کریں گے چنانچہ وہ عکرمہ کے پیچھے ساحلِ سمندر پر پہنچی عکرمہ ابھی کسی کشتی پر سوار نہیں ہوئے تھے اس نے کہا، اے میرے چچا کے بیٹے (عرب عورتیں اپنے خاوندوں کو چچا کا بیٹا کہا کرتیں تھیں) کیا تجھے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تو اپنے بھائی کے ماتحت رہے یا یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تو کسی غیر ملک میں جا کر کسی غیر بادشاہ کے ماتحت رہے۔عکرمہ نے کہا کہ کیا تجھے پتہ نہیں کہ اگر مَیں مکہ میں رہا تو مَیں مارا جاؤں گا۔بیوی نے کہا نہیں مَیں نے رسولِ کریم ﷺ سے بات کر لی ہے،اگر تو مکہ میں واپس چلا جائے گا تو تجھے مارا نہیں جائے گا۔تجھے پناہ دی جائے گی۔عکرمہ کہنے لگے تو مجھ سے دغا تو نہیں کر رہی؟ وہ کہنے لگی کیا مَیں اپنے خاوند سے دغا کروں گی؟ میں رسول اللہ ﷺ سے اس بارہ میں اجازت حاصل کر کے آئی ہوں چنانچہ عکرمہ مان گئے اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ مکہ واپس آ گئے مکہ آ کر انھوں نے اپنی بیوی سے کہا مجھے تیری باتوں پر تب یقین آئے گا جب وہ باتیں جو تو نے کہیں ہیں محمد ﷺ کے منہ سے بھی کہلوا دے۔مجھے یقین ہے کہ وہ راست باز انسان ہیں جھوٹ نہیں بولتے۔چنانچہ ان کی بیوی انھیں رسولِ کریم ﷺ کے پاس لے کر گئی۔عکرمہ نے رسولِ کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میری بیوی کہتی ہے کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے اب آپ مجھے کچھ نہیں کہیں گے۔رسولِ کریم

ﷺ نے فرمایا وہ ٹھیک کہتی ہے۔انھوں نے کہا میری بیوی نے مجھے یہ بات بھی بتلائی ہے کہ آپ مجھے مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کریں گے کیا یہ بات بھی سچ ہے؟ رسولِ کریمﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ حضرت عکرمہ حیران ہوئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ جو شخص اتنے شدید دشمنوں کو بھی معاف کرسکتا ہے وہ جھوٹا نہیں ہوسکتا چنانچہ انھوں نے یہ بات سنتے ہی فوراً کہا **اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ** ۔مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اے محمد (ﷺ) آپ اس کے بندے اور اسکے رسول ہیں۔رسولِ کریمﷺ نے فرمایا عکرمہ یہ کیا بات ہے؟ عکرمہؓ نے کہا یا رسول اللہ میں آج تک آپ کا مخالف تھا اور مجھے یقین نہیں تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں لیکن آج آپ نے جو سلوک مجھ سے کیا ہے وہ خدا تعالیٰ کے رسولوں کے سوا اور کوئی نہیں کرسکتا۔میرے باپ اور دوسرے رشتہ داروں نے آپ کو تنگ کیا آپ کو مارا اور کئی مسلمانوں کو قتل کیا اور پھر یہیں تک بس نہیں کی بلکہ ہماری بعض عورتوں نے مسلمان شہیدوں کے کلیجے نکلوا کر کچے چبائے۔آپ کی بیٹی کو مدینہ جاتے ہوئے اونٹ سے گرایا جس کی وجہ سے ان کا حمل ساقط ہوگیا اور وہ خود بھی اسی صدمہ کی وجہ سے فوت ہوگئیں۔ان سب باتوں کے باوجود جب آپ کو غلبہ ملا تو آپ نے ہم سب کو معاف کردیا یہ کام خدا تعالیٰ کے رسولوں کے سوا اور کوئی نہیں کرسکتا۔آپ کا یہ سلوک دیکھ کر مجھے یقین ہوگیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اسی لئے مَیں نے کلمہ پڑھا ہے۔

پھر دیکھ لو حضرت عکرمہؓ کا وہ کلمہ پڑھنا کیسا سچا تھا۔ایک موقع پر جب حضرت عمرؓ کے زمانے میں رومیوں سے مسلمانوں کی جنگ ہوئی تو حضرت خالدؓ نے کہا دشمن کی ہراول فوج ساٹھ ہزار کی ہے مَیں چاہتا ہوں کہ صرف ساٹھ مسلمان میرے ساتھ جائیں اور وہ مسلمان ایسے ہوں جو جان دینے کے لئے تیار ہوں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے انھیں سمجھایا کہ خالدؓ یہ بہت بڑی قربانی ہے۔سارے چیدہ چیدہ مسلمان مارے جائیں گے مگر حضرت خالدؓ نے کہا کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہمارا دشمن پر رعب نہیں پڑے گا چنانچہ حضرت ابوعبیدہؓ مان گئے اور جو ساٹھ آدمی منتخب کئے گئے ان میں حضرت عکرمہؓ بھی شامل تھے۔اس جنگ میں رومی لشکر کا کمانڈر انچیف ایک ایسا شخص تھا جس سے بادشاہ نے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں جنگ جیت گیا تو وہ اسے اپنی آدھی سلطنت دے دے گا اور اپنی لڑکی اس کے نکاح میں دے دے گا۔ چنانچہ ساٹھ آدمی حملہ کے لئے چلے گئے ان میں حضرت فضل بن عباسؓ بھی شامل تھے ان لوگوں نے رومی لشکر پر اس تیزی سے حملہ کیا کہ گو دشمن ساٹھ ہزار کی تعداد میں تھا اور یہ صرف ساٹھ افراد تھے مگر دشمن گھبرا گیا اور یہ نہ سمجھ سکا کہ یہ ساٹھ آدمی انسان ہیں یا جنّ ہیں۔ یہ لوگ لشکر کے عین وسط میں گھس گئے اور اس جگہ پر پہنچ گئے جہاں کمانڈر

انچیف تھا اور وہاں جا کر اسے ٹانگ سے پکڑ کر سواری سے نیچے گھسیٹ لیا اور اسے مار ڈالا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارا لشکر بھاگ گیا مگر کمانڈر انچیف پر حملہ کرنا آسان نہیں تھا۔ یہ سارے لوگ یا تو زخمی ہو گئے یا وہیں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ۔ چند زخمی صحابہؓ ایک جگہ پڑے ہوئے تھے کہ ایک شخص پانی لے کر وہاں پہنچا۔ حضرت عکرمہؓ کی اسلام لانے سے پہلے بھی بڑی شان تھی اور اسلام لانے کے بعد بھی بڑی شان تھی اس لئے وہ پہلے ان کے پاس گیا اور کہنے لگا عکرمہ آپ شدید پیاسے معلوم ہوتے ہیں تھوڑا سا پانی پی لیں ، حضرت عکرمہؓ نے اپنے دائیں طرف دیکھا تو حضرت فضل بن عباسؓ بھی زخمی پڑے ہوئے تھے انھوں نے اس شخص کو کہا مجھے نظر آرہا ہے کہ اس وقت میرا ایک اور ساتھی پانی کا سخت محتاج ہے وہ مجھ سے پہلے اسلام لایا ہے اس لئے مجھ سے زیادہ مستحق ہے تمہیں خدا کی قسم پہلے انھیں پانی پلاؤ پھر میرے پاس آنا چنانچہ وہ شخص ان کے پاس گیا اور ان سے پانی پینے کے لئے کہا لیکن انھوں نے بھی پاس والے زخمی صحابی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ پہلے انھیں پانی پلاؤ پھر میرے پاس آؤ۔ وہ سات صحابہ تھے۔ پانی پلانے والا شخص پانی لے کر ساتوں کے پاس باری باری گیا لیکن ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کی طرف اشارہ کیا جب آخری صحابیؓ کے پاس پہنچا تو وہ فوت ہو چکے تھے اور جب وہ واپس عکرمہؓ کے پاس آیا تو وہ بھی دم توڑ چکے تھے۔ تو دیکھو اتنے شدید دشمن کو بھی خدا تعالیٰ نے کس قدر مخلص بنا دیا تھا ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اپنے اندر ایسا تغیر پیدا کر لیں اور ایسے اعمال بجالائیں جن سے لوگوں کی دشمنی دور ہو جائے۔ اور ہماری محبت ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ دین کے معاملہ میں مداہنت سے کام لیا جائے یہ کام تو منافق بھی کر سکتا ہے۔

حقیقی ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں اپنوں اور بیگانوں سے حسنِ سلوک کیا جائے وہاں دین کے معاملہ میں ایسی غیرت رکھی جائے کہ اگر عزیز سے عزیز وجود کو بھی خدا تعالیٰ کے لئے ترک کرنا پڑے تو انسان اسے فوراً ترک کر دے۔ صحابہؓ کو دیکھ لو انھوں نے اپنے ایمان کا کیسا عظیم الشان مظاہرہ کیا۔ عبداللہ بن ابی بن سلول نے ایک موقع پر کہا تھا اور قرآنِ کریم میں بھی اس کا ذکر آتا ہے کہ مجھے مدینہ میں داخل ہو لینے دو۔ مدینہ کا سب سے زیادہ معزز شخص (یعنی وہ کمبخت خود) سب سے زیادہ ذلیل شخص یعنی نعوذ باللہ محمد ﷺ کو وہاں سے نکال دے گا (منافقون: آیت 9) یہ بات رسولِ کریم ﷺ کو بھی پہنچ گئی عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول کا بیٹا جس کا پہلا نام حبابؓ تھا مگر بعد میں رسولِ کریم ﷺ نے اس کا نام بھی عبداللہؓ رکھ دیا تھا بھاگتا ہوا رسولِ کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ میرے باپ نے ایسی بات کہی ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کی سزا سوائے قتل کے اور کوئی نہیں ہو سکتی مَیں صرف یہ درخواست کرنے کے

لئے آیا ہوں کہ اگر آپؐ نے اسے قتل کروانا ہو تو مجھ سے کروائیں تا ایسا نہ ہو کہ کوئی اور صحابی اسے قتل کرے تو بعد میں کسی وقت مجھے جوش آجائے اور مَیں اسے قتل کر بیٹھوں اس لئے کہ اس نے میرے باپ کو مارا ہے لیکن رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔ اب گو رسولِ کریم ﷺ نے اس کا یہ گناہ معاف کر دیا تھا مگر اس کے بیٹے نے اسے معاف نہ کیا۔ جب لشکر مدینہ کو واپس چلا تو اس کا بیٹا جلدی سے آگے نکل کر شہر کے دروازے پر کھڑا ہو گیا، تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ جب عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول مدینہ میں داخل ہونے لگا تو اس کے بیٹے نے کہا میں تمہیں اس وقت تک شہر میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک تو یہاں کھڑا ہو کر اس بات کا اقرار نہ کرے کہ تو مدینہ کا سب سے زیادہ ذلیل انسان ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ مدینہ کے سب سے زیادہ معزز شخص ہیں اگر تو نے اس بات کا اقرار نہ کیا تو خدا کی قسم مَیں اس تلوار سے تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا اور اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں کروں گا کہ تو میرا باپ ہے۔ بیٹے کے منہ سے یہ بات سن کر وہ بہت گھبرایا اور جھٹ گھوڑے سے اتر آیا اور مدینہ کے دروازے میں کھڑے ہو کر اس نے کہا اے لوگو سن لو اور گواہ رہو کہ مَیں مدینہ کا سب سے زیادہ ذلیل انسان ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ مدینہ کے سب سے زیادہ معزز انسان ہیں۔ اس کے بعد اس کے بیٹے نے کہا اب تم اندر جا سکتے ہو ورنہ خدا کی قسم اگر تم یہ اقرار نہ کرتے تو میں تمہیں شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیتا بلکہ یہیں تمہیں قتل کر دیتا تو دیکھو ان لوگوں نے کیسی شاندار قربانیاں کی تھیں۔ آجکل تو کوئی اپنے دوست کے خلاف بھی بات نہیں سن سکتا لیکن وہاں بیٹا اپنے باپ کا رستہ روک کر کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ تم یہ اقرار کرو کہ میں مدینہ کا سب سے زیادہ ذلیل شخص ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ مدینہ کے سب سے زیادہ معزز شخص ہیں۔ ورنہ مَیں تمہیں شہر میں داخل نہیں ہونے دوں گا بلکہ تلوار سے اسی جگہ ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔

ہماری جماعت کو بھی دینی معاملات میں اسی قسم کی غیرت دکھانی چاہئے اور پھر انتظار کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کس طرح مدد کرتا ہے۔ یقیناً اگر وہ ایسا کریں گے تو آسمان سے خدا تعالیٰ کے فرشتے پرے باندھ کر نیچے اتریں گے اور وہ لوگوں کے دل دھو دھو کر احمدیت کے لئے صاف کر دیں گے اور جو لوگ ان سے پہلے ایمان لاتے ہیں بعد میں آنے والے ان کے قدم چومیں گے اور ان کی قدر کریں گے کیونکہ جو شخص ایمان لے آتا ہے اس کے اندر ایمان کی قدر بھی ہوتی ہے اور وہ جانتا ہے کہ پہلے ایمان لانے والے کی غیرت اس سے بہرحال زیادہ ہے۔

رسولِ کریم ﷺ کی وفات کے بعد ایران سے عرب میں چکیاں آئیں جو نہایت باریک آٹا پیستی تھیں جب ان چکیوں پر پہلی دفعہ آٹا پسا تو وہ حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا آپ نے فرمایا یہ آٹا ہمیں

رسولِ کریم ﷺ کے طفیل ملا ہے اور رسولِ کریم ﷺ فوت ہو چکے ہیں اس لئے یہ آٹا سب سے پہلے حضرت ام المومنین عائشہؓ کے پاس لے جاؤ۔ چنانچہ آٹا حضرت عائشہؓ کے پاس لایا گیا آپ نے اس کی روٹی پکوائی۔ چونکہ آٹا میدہ کی قسم کا تھا اس لئے نہایت ملائم روٹی پکی۔ جب آپ نے ایک لقمہ منہ میں ڈالا تو آپ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگ گئے، وہ خادمہ جس نے روٹی پکائی تھی گھبرا کر کہنے لگی آٹا تو بہت ملائم ہے اور روٹی بھی اچھی پکی ہے پھر آپ روتی کیوں ہیں حضرت عائشہؓ نے فرمایا تو نہیں جانتی رسولِ کریم ﷺ کے دانت آخری عمر میں کمزور ہو گئے تھے اور ہم دانوں کو پتھروں سے کُوٹ کر روٹیاں پکایا کرتیں تھیں چنانچہ جو روٹیاں تیار ہوتیں تھیں وہ بڑی سخت ہوتیں تھیں اور وہی رسولِ کریم ﷺ کھایا کرتے تھے۔ آج ان کے طفیل ہمیں یہ ملائم آٹا ملا ہے مگر مجھے یہ خیال کر کے رونا آیا کہ جن کے طفیل ہمیں یہ نعمت ملی وہ تو اس دنیا میں نہ رہے اور ہمیں یہ چیز مل گئی۔ حقیقتاً ہماری حالت بھی حضرت عائشہؓ جیسی ہی ہے اسلام کو دنیا میں پھیلانے کے خواب حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے دیکھے تھے آپ کے اشتہارات اس بات سے بھرے پڑے ہیں کہ ہم نے یورپ اور امریکہ میں اسلام پھیلانا ہے لیکن آپ ساری عمر اپنے مخالفوں سے گالیاں کھاتے رہے بلکہ آپ کی وفات پر بھی لاہور والوں نے آپ کا مصنوعی جنازہ نکالا اور خوشیاں منائیں لیکن آپ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ دن نصیب کیا کہ ہم یورپ اور امریکہ میں تبلیغِ اسلام کر کے آپ کی خوابوں کو پورا کر رہے ہیں حالانکہ یہ سب کچھ انہی کے طفیل ہے اور ہمارا یہ کام آپ کی ہی دعاؤں اور تعلیم کا نتیجہ ہے آپ نے ہمیں قرآنِ کریم کی وہ تفسیر سکھائی جس کی وجہ سے آج سارے پادری کہتے ہیں کہ اسلام کی تعلیم کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ بالکل حضرت عائشہؓ والی مثال ہے کہ ملائم آٹا جن کے طفیل ملا وہ تو دنیا میں نہ رہے اور بعد میں آنے والوں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ ہم کو بھی اسلام کی اشاعت کی توفیق ملی مگر اس وقت جب ہمارے ہاتھ میں یہ ہتھیار دینے والا اور اسلام کے غلبہ کی خوابیں دیکھنے والا اس دنیا میں نہیں ہے اب بھی ہماری خواہش یہی ہے کہ ہمارے ذریعہ اسلام اس طرح پھیلے اور اس طرح اس کی اشاعت ہو کہ ہم اسلام کی فتح کا جھنڈا قیامت کے روز آپ کے قدموں میں ڈال دیں اور کہیں اے مسیحِ موعودؑ یہ تیرے خوابوں کی تفسیر ہے یہ تیری خواہشات کا ظہور ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام پہلے بھی موجود تھا قرآن پہلے بھی موجود تھا مگر کسی مسلمان کے دل میں کبھی یہ خیال پیدا نہ ہوا کہ اسلام دنیا پر غالب ہو۔ تیرے ہی دل میں یہ خیال پیدا ہوا اور تو نے ہی ہمیں وہ تفسیر سکھائی جس کی وجہ سے ہم ہر جگہ غالب ہو رہے ہیں۔ یہ جھنڈا تیرا ہی ہے اس لئے ہم اسے تیرے ہی قدموں میں ڈالتے ہیں اب تیرا ہی یہ منصب ہے کہ تو یہ جھنڈا محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں ڈال دے کیونکہ اسلام لانے والے محمد رسول اللہ ﷺ

ہیں اور تیرے متعلق محمد رسول اللہ ﷺ نے ہی خبر دی تھی کہ تو دنیا میں آئے گا اور اسلام کو دنیا میں غالب کرے گا، اس لئے تیری فتح محمد رسول اللہ ﷺ کی فتح ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی فتح خدائے واحد کی فتح ہے ہم تیرے آگے جھنڈا اڈالتے ہیں کیونکہ تو نے ہمیں ہدایت دی تو آگے اسے محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں ڈال دے اور وہ آگے اسے خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر دیں اور کہیں اے خدا تو نے مجھے توحید کی اشاعت کے لئے دنیا میں بھیجا تھا مَیں نے وہ توحید دنیا میں قائم کر دی اور پھر اس کے بعد مَیں نے تیری ہدایت اور تیرے دیئے ہوئے علم کے ماتحت ایک آنے والے موعود کی خبر دی جس نے اسلام کو ساری دنیا میں غالب کر دیا۔ اب مَیں یہ اسلام کا جھنڈا تیری خدمت میں پیش کرتا ہوں یہ توحید کا تحفہ ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ جو کام تو نے ہمارے سپرد کیا تھا اسے ہم نے پورا کر دیا ہے پس اس خوشی میں ہم یہ جھنڈا تیری خدمت میں پیش کرتے ہیں خدا کرے یہ مضمون ہمارے مبلغوں کے ذہن نشین ہو جائے اور وہ بس جلدی جلدی کام کریں ان میں سے بعض سست ہیں اور بعض چُست ہیں، جو سُست ہیں ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ انھوں نے ایک دن مرنا ہے قیامت کے دن ان کو کوئی عزت نہیں دی جائے گی لیکن جو چُست ہیں اور خدا تعالیٰ کی توحید کو دنیا میں پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن انھیں اپنے عرش کے دائیں طرف بٹھائے گا اور ان سے وہی سلوک کرے گا جیسے باپ اپنے بیٹے سے کرتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کو اپنی توحید سے ویسی ہی محبت ہے جیسے باپ کو اپنے بیٹے سے ہوتی ہے پس جب وہ خدا تعالیٰ کی توحید کو دنیا میں پھیلائیں گے تو خدا تعالیٰ بھی ان سے ویسی ہی محبت کرے گا جیسے باپ اپنے بیٹے سے محبت کرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا کہ اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ تَوْحِیْدِیْ وَ تَفْرِیْدِیْ ''یعنی تو مجھے ایسا ہی پیارا ہے جیسے مجھے اپنی توحید اور تفرید پیاری ہے''۔ آخر ساری دنیا سے عیسائیت اور شرک کا مٹانا کتنا بڑا کام ہے وہ مسیح جسے عیسائیوں نے عرش پر بٹھا رکھا ہے اسے زمین پر نیچے اتار دینا معمولی آدمی کا کام نہیں تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں کے مصنوعی خدا کو عرش سے نیچے پھینک دیا اور اس کی اپنی قوم سے اقرار کروا لیا کہ مسیح ناصری نیچے تھے اور محمد رسول اللہ ﷺ اونچے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ جب مجھ پر بیماری کا حملہ ہوا اور مَیں علاج کی غرض سے لنڈن گیا تو ایک بہت بڑا مصنف ڈسمنڈ شا میرے پاس آیا اور اس نے کہا شاید آپ مجھے پاگل قرار دیں گے کہ عیسائی ہو کر مَیں ایسی باتیں کرتا ہوں، یہ ٹھیک ہے کہ مَیں عیسائی ہوں لیکن مجھے یقین ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ مسیح ناصریؑ سے بڑے تھے۔ محمد رسول اللہ ﷺ جو اعلیٰ تعلیم دنیا میں لائے وہ مسیح ناصریؑ نہیں لائے تھے۔ آپ حیران ہوں

گے کہ میں عیسائی ہو کر ایسی بات کر رہا ہوں لیکن مَیں سچی بات کا انکار کیسے کر سکتا ہوں ۔مَیں جب اسے رخصت کر کے اپنے کمرہ کی طرف آیا تو مجھے محسوس ہوا کہ میرے پیچھے پیچھے کوئی آ رہا ہے مَیں نے مڑ کر دیکھا تو ڈسمنڈ شا آ رہا تھا وہ کہنے لگا میرے دل میں ایک سوال پیدا ہوا تھا، مَیں نے چاہا کہ آپ سے پوچھ لوں، مَیں نے کہا پوچھو کیا سوال ہے؟ وہ کہنے لگا کہ جب مَیں یہ تقریر کرتا ہوں کہ محمد رسول اللہ ﷺ سب سے بڑے نبی تھے تو مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ میری زبان سے خدا بول رہا ہے مگر یہ عیسائی لوگ پھر بھی نہیں مانتے ۔مَیں نے کہا ڈسمنڈ شا جب آپ محسوس کرتے ہیں کہ خدا آپ کے اندر بول رہا ہے تو آپ سمجھتے ہیں کہ شاید دوسرے لوگ بھی اس آواز کو سن رہے ہیں حالانکہ دوسرے لوگ صرف تمہاری آواز سنتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی آواز نہیں سنتے اس لئے وہ تمہاری بات نہیں مانتے ۔ وہ ایک کان سے سنتے ہیں اور دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں ۔ جب یہ لوگ بھی خدا تعالیٰ کی آواز سننے لگ جائیں گے اور خدا تعالیٰ ان کے دلوں میں بھی بولا تو ان پر بھی اثر ہو جائے گا ۔مَیں نے کہا ابھی ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ جب تم بولتے ہو تو یہ لوگ صرف تمہاری آواز سنتے ہیں ۔تم انتظار کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگو کہ جب تم بولا کرو تو خدا صرف تمہاری زبان سے نہ بولے بلکہ لوگوں کے دلوں میں بھی بولے اور جس دن وہ لوگوں کے دلوں میں بولنے لگے گا، لمبی چوڑی تقریروں کی ضرورت نہیں رہے گی ۔ سارا یورپ تمہاری بات ماننے لگ جائے گا ۔

(خطبہ جمعہ الفضل 20 رمئی 1958ء صفحہ 1-7)





تقریر جلسہ سالانہ 27/دسمبر 1958ء

اب میں تحریک جدید اور وقف جدید کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

تحریک جدید کو قائم ہوئے 25 سال ہو چکے ہیں۔ لیکن وقف جدید کو قائم ہوئے ابھی ایک سال ہوا ہے۔ وقف جدید میں شامل ہونے والوں کی درخواستیں برابر چلی آ رہی ہیں۔ مگر ابھی یہ تعداد بہت کم ہے۔ وقف جدید میں شامل ہونے والے لوگ کم سے کم ایک ہزار ہونے چاہیں۔ اگر دس بیس ہزار ہوں تو اور بھی اچھا ہے۔ اگر ہماری جماعت کے زمیندار اپنی آمدنیں بڑھائیں تو وقف جدید کے چندے بھی بڑھ جائیں گے اور وہ مزید آدمی رکھ سکیں گے۔ اس وقت 80 آدمی کام کر رہے ہیں۔ پچھلے سال 70 ہزار کے وعدے آئے تھے جس میں سے اکثر حصہ وصول ہو چکا ہے۔ اور یہ صیغہ اپنا کام عمدگی سے کر رہا ہے اور ترقی ہوئی تو اس کا کام اور بھی بڑھ جائے گا۔ اس تحریک کے ذریعہ اس سال 400 بیعتیں آئی ہیں جبکہ اصلاح و ارشاد کے ذریعہ صرف 54 بیعتیں آئی ہیں۔

پس یہ نہایت مبارک کام ہے۔ چونکہ وقف جدید میں پرائمری اور مڈل پاس لڑکے بھی لئے جا سکتے ہیں اس لئے ہماری جماعت جو باقی سب جماعتوں سے تعلیم میں بہت زیادہ ہے وہ آسانی کے ساتھ اس تعلیم والے دس پندرہ ہزار مبلغ پیش کر سکتی ہے امید ہے کہ جماعت کے افراد اس طرف خاص توجہ کریں گے اور ملک کی جہالت کو دور کرنے میں مدد کریں گے۔ مجھے بعض لوگوں کی درخواستیں آتی ہیں لیکن ان میں یہ لکھا ہوتا کہ میں اپنا لڑکا جسکی عمر اڑھائی سال کی ہے وقف جدید میں پیش کرتا ہوں حالانکہ جو بچہ اڑھائی سال کا ہے اور جو بولتا بھی نہیں اس نے تبلیغ کیا کرنی ہے یا تعلیم کیا دینی ہے۔ بے شک ہم نے تعلیم کا معیار کم رکھا ہے لیکن عمر کم نہیں کی۔ بڑا آدمی ہو تو چاہے وہ پرائمری پاس ہی ہو کام کر سکتا ہے لیکن جو شخص اپنا اڑھائی سال کا بچہ وقف کرتا ہے وہ دین پر بہت احسان کرتا ہے۔ امید ہے کہ جماعت کے افراد اس طرف خاص توجہ کریں گے اور ملک کی جہالت کو دور کرنے میں مدد کریں گے۔ اسی طرح ملک کی بیماریوں کے دور کرنے میں بھی مدد کریں گے کیونکہ وقف جدید کے واقفین اپنے علاقہ میں تعلیم بھی دیتے ہیں اور بیماروں کا دیسی اور ہومیو پیتھک علاج بھی کرتے ہیں۔

گو حکومت نے اعلان کیا ہے کہ ہمیں کافی ڈاکٹر مل گئے ہیں۔ لیکن ہمارے ملک کی آبادی کے لحاظ

سے ان کی تعداد ابھی کافی نہیں۔ چنانچہ میرے پاس کئی احمدی ڈاکٹروں کے خط آتے ہیں کہ ہماری عمر ریٹائر ہونے کے قریب پہنچ چکی ہے لیکن محکمہ ہمیں ریٹائر نہیں کرتا جس سے پتہ لگتا ہے کہ ابھی محکمہ کے پاس کافی ڈاکٹر نہیں۔ اگر کافی ڈاکٹر ہوں تو ریٹائر ہونے کی عمر تک پہنچنے پر انہیں ریٹائر کیوں نہ کرے۔ یورپ کے بعض ملکوں میں فی سو آدمی ایک معالج ہوتا ہے۔ ہمارے ملک کی آبادی آٹھ کروڑ ہے۔ اس لحاظ سے ہمارے پاس تو ایک لاکھ معالج ہونا چاہیے۔ انگلستان میں سب سے کم معالج ہیں۔ وہاں دو ہزار پر ایک معالج ہے۔ پس پاکستان کے لحاظ سے بھی ہمارے پاس چالیس ہزار معالج ہونا چاہیے۔ ہومیو پیتھک اور دیسی طب میں یہی فائدہ ہے کہ ایک تو علاج سستا ہو جاتا ہے، دوسرے کثرت سے معالج مہیا ہو سکتے ہیں امریکہ میں ہومیو پیتھک معالج کثرت سے ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ ڈاکٹری پاس لوگ ہی علاج کر سکیں۔ یہ درست نہیں مجھے ہومیو پیتھک کا شوق ہے اور مَیں محض خدمت خلق کے طور پر بیس سال سے مفت علاج کر رہا ہوں۔ اور میرے کتب خانہ میں اتنی کتابیں ہیں جو بڑے بڑے ڈاکٹروں کے کتب خانوں میں بھی نہیں۔

مَیں نے دیکھا ہے کہ مَری میں ایک صاحب جو پہلے معمولی کمپاؤنڈر تھے اور ہومیو پیتھی کی پریکٹس کرتے تھے انہوں نے میرا علاج کیا اور اس سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔ بڑے بڑے ڈاکٹروں نے میرا علاج کیا تھا۔ لیکن مَیں اکڑوں نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ لیکن ان صاحب نے میرا علاج کیا اور مَیں اکڑوں بیٹھنے لگ گیا۔ وہ معمولی کمپاؤنڈر تھے۔ لیکن کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد بڑے اچھے ڈاکٹر بن گئے ہیں۔ یہاں تک کہ لاہور کے بعض کالجوں کے پاس شدہ ڈاکٹر ہیں ان سے بھی زیادہ ان کی دوائی مؤثر ہوتی تھی۔ ہمارے ربوہ میں بھی ایک صاحب ہومیو پیتھک کی پریکٹس کرتے ہیں وہ معمولی کلرک تھے لیکن ہومیو پیتھک کی پریکٹس میں انہوں نے بڑی مشق کر لی ہے۔

بہر حال جماعت کو چاہیے کہ تحریک جدید اور وقف جدید کی طرف خاص توجہ کرے۔ اسی طرح واقفین کو چاہیے کہ وہ تفسیریں لے کر پڑھیں۔ تفسیر صغیر اور تفسیر کبیر بھی اور لوگوں میں پھیلائیں۔ تا کہ قرآن کریم سے لوگوں کا تعلق پیدا ہو قرآن کریم ہی ایک ایسی چیز ہے جو دلوں میں نور پیدا کرتی ہے۔ اگر آپ لوگ قرآن پھیلائیں گے تو احمدیت کی دشمنی لوگوں کے دلوں سے خود بخود کم ہو جائے گی۔ وہ جب پڑھیں گے کہ قرآن میں لکھا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ بھی سختی نہ کرو تو کیا انہیں خیال نہیں آئے گا کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ کیوں کرتے ہیں۔ ہماری جماعت شکایت کیا کرتی ہے کہ لوگ ہم پر سختی کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو قرآن سے واقف نہیں کیا۔ اگر وہ تفسیر صغیر وغیرہ اپنے

پاس رکھیں اور لوگوں کو پڑھنے کیلئے دیں تو آہستہ آہستہ لوگوں میں قرآن سیکھنے کا شوق پیدا ہو جائے گا۔

مجھے یاد ہے پچھلی جنگ میں ہمارے ایک دوست عراق گئے۔ انہوں نے ایک غیر احمدی کرنل کو تفسیر کبیر پڑھنے کیلئے دی۔ انہوں نے جب واپس لی تو وہ کہنے لگا مجھے یہ کتاب دے دو اور سو روپیہ لے لو۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں اس نے سو روپیہ مجھے دیدیا اور مَیں نے تفسیر کبیر کیلئے قادیان لکھ دیا لیکن مجھے معلوم ہوا کہ تفسیر کبیر کی وہ جلد ختم ہو چکی ہے۔ پس ہمارے دوست اگر تبلیغ کیلئے یہ طریق استعمال کریں تو بڑا مؤثر ثابت ہو سکتا ہے۔ مگر ایسا نہ کریں کہ وہ تفسیر کبیر کی ان دو جلدوں کا جو ان کے پاس ہیں سو سو روپیہ مجھ سے مانگنا شروع کر دیں۔ مَیں نے پچھلے سال جلسہ پر ذکر کیا تھا کہ پندرہ سال پہلے ایسا ہوا تھا لیکن ایک دوست نے جھٹ اپنی تفسیر مجھے بھیج دی اور کہا کہ ایک سو روپیہ مجھے دیدیں مَیں نے کہا یہ تو پندرہ سال پہلے کی بات ہے اب تو مجھے پتہ بھی نہیں کہ وہ صاحب کہاں ہیں۔ کہنے لگا کچھ کم روپے دیدیں مَیں نے کہا۔ مَیں نے تو تفسیر خریدنی نہیں میرے پاس تفسیر موجود ہے۔ میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ ایک غیر احمدی افسر پر اس کا اس قدر اثر ہوا تھا کہ اس نے سو روپیہ دے کر اس کتاب کو خریدنا چاہا۔ جاؤ اور عراق سے اس آدمی کو تلاش کرو شاید وہ آدمی مل جائے اور تفسیر لے لے مَیں کیوں لوں۔ بعد میں وہ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو لکھتے ہیں کہ کچھ روپیہ ہی مجھے دے دیں۔ ساٹھ ہی دیدیں چالیس ہی دے دیں۔ بہر حال جو شخص ان کتابوں کو پڑھتا ہے اس پر اثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ مَیں نے یہاں تک بھی کہا تھا کہ اگر کوئی غیر احمدی کتاب خرید کر پڑھنا چاہے تو اسے نصف قیمت میں دیدو۔ بہر حال بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے تفسیر کبیر پڑھی اور بعد میں اس کے متعلق بڑی اچھی رائے کا اظہار کیا۔ تفسیر کبیر کا تو ہر ایک کیلئے پڑھنا مشکل ہے لیکن تفسیر صغیر سے تھوڑی سی محنت کے بعد پورا قرآن پڑھا جا سکتا ہے۔ اس لئے اس کی طرف توجہ بہت مفید ہو سکتی ہے۔ یہ تبلیغ کیلئے بہترین ذریعہ ہے۔ زبانی تبلیغ کرنے بیٹھو تو بعض اوقات لڑائی ہو جاتی ہے اور فتنہ پیدا کرنا اسلام کے خلاف ہے لیکن اگر تم کسی کو کتاب پڑھنے کیلئے دے دو تو وہ گھر میں بیٹھ کر ہی اسے پڑھے گا۔ اور اگر وہ گھر میں بیٹھا ہوا وہ کتاب پڑھے گا تو وہ بیوی سے تو نہیں لڑے گا اور نہ تم سے لڑائی کر سکے گا۔ اس لئے یہ طریق بہت مفید ہے دوسرے قرآن میں یہ برکت ہے کہ وہ دوسرے پر اثر کئے بغیر نہیں رہتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ سنایا کرتے تھے۔ کہ قادیان میں ایک دفعہ ایک رئیس آیا جو شراب کا عادی تھا۔ مَیں نے اسے بہت سمجھایا کہ شراب چھوڑ دو۔ مگر وہ کہتا تھا کہ مجھ سے شراب چھوڑی نہیں جاتی۔ اس نے کہا مجھے حضرت صاحب سے ملا دو۔ چنانچہ مَیں نے اس کی ملاقات کا انتظام کروا دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسے مسجد مبارک کے ساتھ والے کمرہ دارالفکر میں لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب

وہ باہر نکلا تو اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔آپ فرماتے تھے۔مَیں نے کہا تمہیں کیا ہوا کہنے لگا آپ نے مجھے اتنی نصیحت کی تھی لیکن مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا۔لیکن مرزا صاحب نے صرف چند لفظ کہے تو میری چیخیں نکل گئیں اور آج سے مَیں نے عہد کرلیا ہے کہ آئندہ کبھی شراب نہیں پیوں گا۔حضرت خلیفہ اولؓ فرمانے لگے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں جو اثر ہوسکتا تھا وہ میرے کلام میں کہاں ہوسکتا تھا اور یہ سچی بات ہے کہ جو فرق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفہ اولؓ کے کلام میں تھا اس سے لاکھوں گنا فرق آپ لوگوں کے کلام اور قرآن کریم میں پایا جاتا ہے آپ لوگ اگر کسی کو وعظ و نصیحت کریں گے تو اتنا اثر نہیں ہو سکتا۔لیکن اگر قرآن اسے پڑھنے کیلئے دیں گے تو اس پر بہت زیادہ اثر ہوگا۔غرض لوگوں تک حق پہنچانے اوران کے دل نرم کرنے کا یہ سب سے بہتر ذریعہ ہے۔

قرآن کریم میں حُبِ وطن کا بھی ذکر آتا ہے۔تہذیب وتمدن کا بھی ذکر آتا ہے اپنے ہمسایوں پر رحم کرنے کا بھی ذکر آتا ہے غیر مذاہب کے لوگوں سے ہمدردی کرنے کا بھی ذکر آتا ہے۔پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص قرآن پڑھے اور پھر دوسرے پر سختی کرے۔ابھی ایک جگہ ایک احمدی کو سزا ملی ہے۔چھوٹا افسر جو سزا دینے والا تھا وہ مخالف تھا۔اس کی اپیل ایک اوراعلیٰ افسر کے پاس گئی تو اس نے کہا۔کیا مرزائی ہی سزا دینے کیلئے رہ گئے ہیں۔عیسائی بھی تبلیغ کرتے ہیں۔اگر انہوں نے تبلیغ کی تو کیا ہوا۔گویا یہ فطرت کی آواز تھی جو اس کے دل سے آئی ممکن ہے اس نے قرآن کریم پڑھا ہوا ہو۔اور اس پر یہ اثر ہو کہ اگر عیسائیوں اور یہودیوں سے بھی حُسنِ سلوک کرنے کا حکم ہے تو غریب مرزائی کو کیوں سزا دی جائے۔تو یہ تبلیغ کا ایک نہایت ہی کامیاب ذریعہ ہے اس کی طرف خاص توجہ کرنے چاہیے۔

مَیں نے کئی دفعہ سنایا ہے کہ ہمارے ایک دوست شیر محمد یکہ بان ہوتے تھے وہ کاٹھ گڑھ کے رہنے والے تھے۔انہوں نے ایک سو سے زیادہ احمدی کیا تھا۔ان کی تبلیغ کا یہ طریق تھا کہ وہ الحکم منگوایا کرتے تھے۔وہ اَن پڑھ تھے لیکن الحکم جیب میں ڈالے رکھتے تھے۔اور جو آدمی پڑھا لکھا یکہ میں بیٹھتا اسے کہتے بھائی جی مجھے یہ اخبار پڑھ کر سنائیں۔وہ شخص الحکم پڑھنا شروع کرتا اور اس پر اثر ہونا شروع ہو جاتا اور یا تو وہ سخت مخالف ہوتا تھا اور یا پھر گھر پہنچ کر لکھتا مجھے پتہ لکھوا دو مَیں نے بھی یہ اخبار منگوانا ہے۔اس میں بہت اچھی باتیں ہیں۔وہ پھر تھوڑے دنوں کے بعد آتا اور کہتا میری بیعت کا خط لکھ دو۔اس طرح انہوں نے سو سے زیادہ احمدی کئے اگر الحکم دلوں پر اثر کرسکتا ہے تو قرآن سے تو یقیناً بہت زیادہ فائدہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ ایسی برکت دے گا کہ لوگوں کے دل بالکل صاف ہو جائیں گے اور جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے آج جو تمہارے دشمن ہیں کل وہ تم پر جان قربان کرنے لگ جائیں گے۔اور اگر وہ تمہیں نقصان

پہنچانا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری خود حفاظت فرمائے گا............اسلام کو دنیا میں پھر سے غالب کرنے کا کام جماعت احمدیہ کے سپرد ہے۔اس لئے اسے اس سلسلہ میں ہمیشہ مالی اور جانی قربانیوں میں پورے جوش سے حصہ لینا چاہیے تا کہ ہم اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوکر خدا تعالیٰ کے حضور سرخرو ہوسکیں۔

اب مَیں اپنی تقریر کوختم کرتا ہوں کل انشاءاللہ دوسری تقریر ہوگی۔اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو اور آپ کو زیادہ سے زیادہ جلسہ سے مستفیض ہونے کی توفیق بخشے۔

(الفضل ربوہ 3/اپریل 1959ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 13 رفروری 1959ء بمقام ربوہ

سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

مَیں نے پچھلے جمعہ کے خطبہ میں کہا تھا کہ بارش زیادہ ہونے کی وجہ سے ہمارے ملک میں غلّہ کی حالت بہت خراب ہوگئی ہے اب اخباروں میں بھی چھپا ہے کہ گورنمنٹ کے محکمہ زراعت کا خیال تھا کہ چونکہ اس سال بارش وقت پر ہوگئی ہے، اس لئے اس سال غلہ باہر سے نہیں منگوانا پڑے گا۔ لیکن اب چونکہ بارش زیادہ ہوگئی ہے اس لئے اس کا اثر فصلوں پر بہت زیادہ پڑے گا اور خطرہ ہے کہ کہیں غلہ کی پیداوار اس سال بھی امید سے کم نہ ہو۔

مجھے ان بارشوں کی وجہ سے جو نقصان پہنچا ہے وہ یہ ہے کہ ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ فروری اور مارچ کے مہینہ میں میری بیماری میں افاقہ ہو جائے گا لیکن ٹھنڈک کی وجہ سے میری ٹانگ کے درد میں افاقہ ہونے کی بجائے زیادتی ہوگئی ہے۔ اس لئے اس ہفتہ جن صحابیوں اور موصی عورتوں اور مردوں کے جنازے آئے ان کی نمازِ جنازہ مَیں نہیں پڑھا سکا۔ اور آج بھی مجھے تکلیف زیادہ ہے اس لئے ان کی نمازِ جنازہ غائب نہیں پڑھا سکتا چونکہ مَیں نے اگلے ہفتہ سندھ جانا ہے اس لئے مَیں کوشش کروں گا کہ اگلے جمعہ ان سب کی نمازِ جنازہ غائب پڑھا دوں۔ دوست تمام مرحومین کے لئے چاہے وہ صحابی تھے یا غیر صحابی موصی تھے یا غیر موصی نماز جمعہ میں دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور ان کے درجات کو بلند کرے اور ان کے رشتہ داروں پر اپنا فضل نازل کرے اور انھیں اپنی پناہ میں رکھے۔

دوسری بات مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دفتر تحریکِ جدید والوں نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وعدوں کی آخری تاریخ اس دفعہ 28 رفروری مقرر ہے مگر اس وقت تک وعدے بہت کم آئے ہیں۔ دوستوں کو چاہئے کہ وہ جلد سے جلد تحریکِ جدید کے وعدے بھجوائیں اور 28 رفروری سے پہلے پہلے ان وعدوں کی مقدار کو پچھلے سالوں سے بڑھانے کی کوشش کریں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تحریکِ جدید کا کام زیادہ تر پاکستان سے باہر ہے اور چونکہ اس کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے ایکسچینج ملنے میں دقتیں ہیں اس لئے شاید دوستوں کا یہ خیال ہو کہ ابھی وعدے بھیجنے کی ضرورت نہیں مگر ان کا یہ خیال درست نہیں گورنمنٹ کے حالات بدلتے رہتے ہیں۔ اگر کل کو گورنمنٹ کے حالات سدھر جائیں اور وہ ایکسچینج دینے کے لئے تیار ہو جائے تو

اگر تحریکِ جدید کے پاس روپیہ ہی نہ ہوا تو وہ ایکسچینج حاصل کر کے روپیہ باہر کس طرح بھیجے گی۔اس لئے وعدے بہر حال آنے چاہئیں اور چندہ کی وصولی بھی با قاعدہ ہونی چاہئے تا کہ جب بھی گورنمنٹ ایکسچینج دے تحریکِ جدید روپیہ باہر بھیج سکے اگر گورنمنٹ نے ایکسچینج منظور کر لیا اور تحریکِ جدید روپیہ باہر نہ بھیج سکی تو گورنمنٹ کی نظروں میں بھی ہماری سبکی ہوگی اور مبلغ بھی روپیہ نہ ملنے کی وجہ سے تکلیف اٹھائیں گے۔یہی مبلغ ہیں جن کے کام پر ہماری جماعت فخر کرتی ہے۔کل کسی نے اخبار''صدقِ جدید'' کا ایک کٹنگ مجھے بھجوایا تھا کہ احمدی جماعت میں لاکھ برائیاں ہوں لیکن گذشتہ جلسہ پر انھوں نے اکاون (51) زبانوں میں جوتقریریں کروائی ہیں اور غیر ممالک میں اشاعت اسلام کے لئے جو جدوجہد کر رہے ہیں ان کا یہی کام اگر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور ان کی برائیوں کو جو لوگ بیان کرتے ہیں دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو ان کے اچھے کام والا پلڑا بوجھل ہوگا اور ان کی برائیوں کا پلڑا کمزور ثابت ہو کر اوپر اٹھ جائے گا۔ اب دیکھو یہ ہماری تبلیغ کا ہی اثر ہے۔ پاکستان کے وزراء اور سفراء باہر جاتے ہیں تو وہ بھی واپس آ کر ہمارے مبلغین کے کام کی تعریف کرتے ہیں۔پچھلے دنوں ایک ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس ربوہ آئے تو انھوں نے بتایا کہ وہ ایک دفعہ ٹرینی ڈاڈ گئے تھے۔انھوں نے دیکھا کہ احمدیت کے مبلغ کی وجہ سے وہاں پاکستان کی لوگوں میں زیادہ شہرت ہے۔ اسی طرح پرسوں ایک خط آیا کہ کسی عیسائی نے اسلام کے خلاف اعتراضات کئے۔تو ہمارے مبلغ شکر الٰہی صاحب نے اس کا جواب شائع کیا۔اسے پڑھ کر شاہِ فاروق کی والدہ ملکہ نازلی نے کہا کہ اشاعتِ اسلام کا کام صرف احمدی مبلغین ہی کر رہے ہیں۔ان کے سوا اور کوئی یہ کام نہیں کر رہا۔ان لوگوں نے ہی اس ملک میں اسلام کی عزت کو قائم رکھا ہوا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ہمارے مبلغین کے ذریعہ غیر ممالک میں اسلام کو عظمت حاصل ہوتی ہے غیر ملکوں مثلاً مشرقی افریقہ، مغربی افریقہ، جرمنی، سکینڈے نیویا، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ، امریکہ اور انگلینڈ میں ہمارے مبلغ اسلام کی اشاعت کرتے ہیں اور جب ان کے ذریعہ سے غیر ممالک میں اسلام کی عزت بڑھتی ہے تو ان کے کام پر جہاں احمدی فخر کر سکتے ہیں وہاں غیر احمدی بھی فخر کر سکتے ہیں۔پچھلے دنوں انڈونیشیا سے ایک چینی لڑکا آیا تھا (انڈونیشیا میں چینی لوگ بھی آباد ہیں) اس لڑکے نے بتایا کہ مجھے احمدی مبلغوں کے ذریعہ ہی تبلیغ ہوئی تھی اور اسی کے نتیجہ میں میں مسلمان ہوا۔وہ لڑکا بڑا مخلص تھا۔تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیرونی ممالک میں ہر جگہ اسلام احمدی مبلغین کے ذریعہ تقویت پا رہا ہے اور ان کے لئے چندہ کے وعدے بھجوانا چاہئے وہ فوری طور پر ادا کئے جائیں جو ایک بڑی دینی خدمت ہے اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی کا موجب ہے۔اگر گورنمنٹ کی مالی حالت اچھی ہوگئی اور اس کے پاس ایکسچینج جمع ہو گیا تو وہ اس نے بہر حال تقسیم کرنا ہے اگر انھوں نے کسی وقت

ایکسچینج دے دیا لیکن تحریکِ جدید روپیہ باہر نہ بھیج سکی تو گورنمنٹ کے نزدیک بھی محکمہ کی سبکی ہوگی اور مبلغ بھی الگ تکلیف اٹھائیں گے۔

وقفِ جدید کے چندہ میں بھی ابھی دس بارہ ہزار روپیہ کی کمی ہے دوستوں کو اس کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے۔ پچھلے سال انھوں نے نسبتاً بہت اچھا کام کیا تھا اگر اس سال بھی انھیں روپیہ مل جائے تو امید ہے اگلے سال وہ اور بھی اچھا کام کرسکیں گے۔ پس مَیں دونوں محکموں کے متعلق چندہ کی تحریک کرتا ہوں اور دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ان دونوں تحریکات میں چندہ دے کر خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔ مَیں نے تحریکِ جدید کے متعلق اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا ہے کہ چونکہ ایکسچینج نہیں ملتا اس لئے تحریکِ جدید کے وعدے کرنے اور پھر ان کی وصولی میں کچھ دیر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ میں نے بتایا ہے کہ اس میں بڑا سخت حرج ہے علاوہ اس کے کہ ہماری گورنمنٹ میں سُبکی ہوگی ہمارے مبلغ بھی بے بس ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہے کہ آج دھوپ نکل آئی ہے اگر یہ دھوپ کچھ دن اور بھی نکلی رہی تو امید ہے فصلیں اچھی ہو جائیں گی۔ دوست خدا تعالیٰ کے اس فضل کا شکریہ بھی ادا کریں اور دعائیں بھی کریں کہ خدا تعالیٰ اپنے اس فضل کو جاری رکھے اور اسلام کی اشاعت کے لئے مالی امداد کے وعدے کر کے اس فضل کو جذب کرنے کی کوشش کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس سال کو پچھلے سال سے ہزاروں گنا اچھا کر دے۔ امید ہے کہ دوست ان باتوں کا خیال رکھیں گے اور اپنے وعدوں کو بڑھا کر اسلام کی ترقی اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کی کوشش کریں گے۔

(الفضل 19رفروری 1959)





تقریر برموقع جلسہ سالانہ 24رجنوری 1960ء

......اسی طرح آئندہ خلفاء کو بھی وصیت کرتا ہوں کہ جب تک دنیا کے چپہ چپہ میں اسلام نہ پھیل جائے اور دنیا کے تمام لوگ اسلام قبول نہ کرلیں اس وقت تک اسلام کی تبلیغ میں وہ کبھی کوتاہی سے کام نہ لیں خصوصاً اپنی اولاد کو میری یہ وصیت ہے کہ وہ قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو بلند رکھیں اور اپنی اولاد در اولاد کونصیحت کرتے چلے جائیں کہ انہوں نے اسلام کی تبلیغ کو کبھی نہیں چھوڑنا اور مرتے دم تک اسلام کے جھنڈے کو بلند رکھنا ہے۔

اسی مقصد کو پورا کرنے اور اسلام کے نام کو پھیلانے کیلئے مَیں نے تحریک جدید جاری کی ہے جو پچیس سال سے جاری ہے اور جس کے ماتحت آج دنیا بھر کے تمام اہم ممالک میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے تبلیغی مشن قائم ہیں اور لاکھوں لوگوں تک خدا اور اس کے رسول کا نام پہنچایا جارہا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تبلیغی مراکز کو وسیع کرنے اور مبلغین کا جال پھیلانے میں ہمیں خدا تعالیٰ نے بڑی بھاری کامیابی عطا کی ہے۔مگر ابھی اس میں مزید ترقی کی بڑی گنجائش ہے اور ابھی ہمیں ہزاروں واقفین زندگی کی ضرورت ہے جو دنیا کے چپہ چپہ پر اسلام کی تبلیغ کریں۔ہماری جماعت اب خدا تعالیٰ کے فضل سے لاکھوں کی ہے اور لاکھوں کی جماعت میں ساٹھ ہزار واقفین زندگی کا میسر آنا کوئی مشکل امر نہیں اور اگر ایک آدمی سو احمدی بنائے تو ساٹھ ہزار واقفین زندگی کے ذریعہ ساٹھ لاکھ احمدی ہوسکتا ہے۔پھر ساٹھ لاکھ میں سے چار پانچ لاکھ مبلغ بن سکتا ہے اور چار پانچ لاکھ مبلغ چار پانچ کروڑ احمدی بناسکتا ہے اور چار پانچ کروڑ احمدی اگر زور لگائے تو وہ اپنی تعداد کو چار پانچ ارب تک پہنچا سکتا ہے جو ساری دنیا کی آبادی سے بھی زیادہ ہے لیکن دوستوں کو یہ امر بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے کرشن بھی قرار دیا ہے اور آپ کو الہام ہے کہ

''ہے کرشن رُودّر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔''(تذکرہ:312)

اس الہام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کرشن اور رُودّر گوپال قرار دیا گیا ہے۔ رُودّر کے معنے ہوتے ہیں درندوں اور سؤروں کو قتل کرنے والا۔اور گوپال کے معنے ہوتے ہیں گائیوں کو پالنے والا یعنی نیک طبع لوگوں کی خدمت کرنے والا اس میں بتایا گیا ہے کہ مسیح موعود ایک طرف تو دلائل اور

نشانات سے اپنے دشمنوں کو ہلاک کرے گا اور دوسری طرف اپنے انفاس قدسیہ سے نیک اور پاک لوگوں کی روحانی تقویت اوران کے ایمانوں کی زیادتی کا موجب ہوگا۔

احادیث میں بھی مسیح موعود کے متعلق آتا ہے کہ یَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَ یَکْسُرُ الصَّلِیْبَ یعنی مسیح موعودخنزیری طبع لوگوں کو جوسیدھا حملہ کرتے ہیں اپنے دلائل اور نشانات سے ہلاک کرے گا اور عیسائیت کے زور کو توڑ دے گا۔

دلّی میں ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔انہوں نے ایک دفعہ کشف میں دیکھا کہ حضرت کرشن آگ کے اندر جل رہے ہیں اور حضرت رام چندر جی اس کے کنارہ پر کھڑے ہیں۔وہ بزرگ یہ نظارہ دیکھ کر گھبرا گئے اور چونکہ وہ حضرت کرشن اور حضرت رام چندرؑ دونوں کو بزرگ اور خدارسیدہ انسان سمجھتے تھے اسلئے انہوں نے کسی اور بزرگ سے اس کی تعبیر پوچھی ۔انہوں نے کہا کہ حضرت کرشن کو آگ کے اندر دیکھنے کی تعبیر ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے عشق میں بہت بڑھے ہوئے تھے اور حضرت رام چندر کو کنارہ پر دیکھنے کی تعبیر ہے کہ ان کے دل میں اتنا عشق نہیں تھا جتنا حضرت کرشن کے دل میں تھا۔ بہرحال اس الہام سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں خدا تعالیٰ کی بے انتہا محبت تھی ۔کیونکہ آپ کو الہام میں کرشن قرار دیا گیا ہے اور اس بزرگ کے کشف اور تعبیر میں یہی بتایا گیا ہے کہ حضرت کرشن خدا تعالیٰ کی محبت میں بہت بڑھے ہوئے تھے اور اس الہام میں آپ کو گئوپال قرار دے کر یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ہندوؤں میں جو لوگ نیک طبع اور شریف ہونگے ان کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے لوگ مدد کریں گے۔گائے سؤر کی طرح حملہ نہیں کرتی اور وہ مردہ گوشت نہیں کھاتی بلکہ سبزی کھاتی ہے۔پس آپ کو گئوپال کہہ کر اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جو لوگ گائے کی سی طبیعت رکھنے والے ہوں گے یعنی نرم مزاج اور نیک اور شریف لوگ ہوں گے خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اوران کی جماعت ان کی مدد کرے گی اور ان سے ہمدردی رکھے گی۔ابھی تو دنیا میں عیسائیت کا غلبہ ہے اور ہماری اتنی بھی تعداد نہیں کہ ہم ہندوؤں پر غالب آجائیں مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کا کرشن نام رکھنا بتاتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہندوؤں پر بھی غالب آجائیں گے اور یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ بتاتا ہے کہ ہم ساری دنیا کے عیسائیوں سے بھی بڑھ جائیں گے۔

پس جو لوگ ہجرت کے بعد پاکستان آگئے ہیں وہ پاکستان میں احمدیت کو پھیلانے کی کوشش کریں اور جو لوگ ہندوستان میں رہتے ہیں وہ ہندوستان میں اسلام پھیلانے کی کوشش کریں۔اور بیرونی ممالک کے مبلغین یورپ اور امریکہ میں اسلام پھیلانے کی کوشش کریں یہاں تک کہ ساری دنیا احمدی ہو

جائے۔ کیونکہ ہم خدا تعالیٰ کے غلام ہیں کسی ملک یا قوم کے طرف دار نہیں۔لطیفہ مشہور ہے کہ کسی راجہ نے ایک دن بینگن کا بھرتہ کھایا جو اسے بڑا مزیدار معلوم ہوا اور اس نے دربار میں آکر تعریف کی کہ بینگن بڑا مزیدار ہوتا ہے۔اس پر ایک درباری کھڑا ہو گیا اور اس نے بینگن کے فوائد گنوانے شروع کر دیئے اور کہا کہ حضور طبّ کی کتابوں میں اس کا یہ فائدہ بھی لکھا ہے اور وہ فائدہ بھی لکھا ہے۔اور آخر میں کہنے لگا حضور اس کی شکل بھی تو دیکھیں کہ کیسی پاکیزہ ہے جب یہ بیل سے لٹکا ہوا ہو تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی صوفی منش بزرگ سبز جامہ پہن کر گوشۂ تنہائی میں خدا تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہے۔مگر پھر چند دن راجہ نے جو مسلسل بینگن کھائے تو اسے بواسیر کی شکایت ہو گئی۔اور اس نے دربار میں آکر کہا کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ بینگن بڑی اچھی چیز ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی اچھی چیز نہیں۔اس پر وہی درباری کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا حضور بینگن بھی کوئی کھانے کی چیز ہے طبی کتابوں میں اسکی یہ خرابی بھی لکھی ہے اور وہ خرابی بھی لکھی ہے اور پھر کہنے لگا حضور اس کی شکل بھی تو دیکھیں کیسی منحوس ہے۔یہ بیل سے لٹکا ہوا یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کسی چور کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اور اس کا منہ کالا کر کے اسے پھانسی پر لٹکایا ہوا ہو۔کسی نے اسے کہا کہ کمبخت پہلے تو تُو نے اس کی اتنی تعریف کی تھی اور آج اتنی مذمت کر رہا ہے۔وہ کہنے لگا مَیں راجہ کا نوکر ہوں بینگن کا نوکر نہیں۔ہم بھی خدا کے نوکر ہیں کسی بندے یا قوم کے نوکر نہیں۔جدھر ہمارا خدا ہو گا۔ادھر ہی ہم ہوں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی میاں نظام الدین صاحب ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے جب شروع شروع میں سنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتے ہیں حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں تو چونکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے دوستوں میں سے تھے وہ قادیان آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہنے لگے کہ قرآن کریم سے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت ہے آپ یہ کس طرح کہتے ہیں کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر قرآن کریم سے ثابت ہو جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔تو میں مان لونگا۔

میاں نظام الدین صاحب کہنے لگے اگر مَیں سو آیتیں ایسی لا دوں جن سے ثابت ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو کیا آپ مان لیں گے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میاں صاحب سو آیت کا کیا سوال ہے آپ ایک آیت بھی لے آئیں تو مَیں مان لوں گا۔اور اپنے عقیدہ سے توبہ کر لوں گا۔میاں نظام الدین صاحب کہنے لگے اچھا اگر سو نہیں تو مَیں دس آیتیں تو ضرور نکلواؤں گا۔چنانچہ وہ مولوی محمد حسین صاحب کے پاس بٹالہ گئے وہاں سے پتہ لگا کہ مولوی صاحب لاہور گئے ہوئے ہیں۔چنانچہ وہ لاہور گئے ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ قادیان آنے کیلئے لاہور آئے ہوئے

تھے اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اشتہار دینے شروع کئے تھے کہ میرے ساتھ وفات وحیاتِ مسیح پر مباحثہ کر لو اور شرائط مناظرہ طے ہو رہی تھیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے تھے کہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں صرف قرآن کریم پیش کیا جائے اور مولوی محمد حسین صاحب کہتے تھے کہ حدیثیں پیش کی جائیں۔ آخر حضرت خلیفہ اولؓ نے بحث کو چھوٹا کرنے کیلئے فرمایا چلو بخاری کی احادیث پیش کر دی جائیں اس پر مولوی محمد حسین بٹالوی بڑے خوش ہوئے اور انہوں نے سمجھا کہ میری فتح ہوئی ہے جب میاں نظام الدین صاحب لاہور پہنچے تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اہلِ حدیث کی مسجد میں اپنے دوستوں میں بیٹھے تھے اور کہہ رہے تھے کہ دیکھو ایک طرف سے مرزا صاحب کا پہلوان نورالدینؓ نکلا اور دوسری طرف سے اہلحدیث کے پہلوان کے طور پر مَیں کھڑا ہوا۔مَیں نے کہا حدیث اس نے کہا قرآن اور دونوں اسی پر اصرار کرتے رہے۔آخر مَیں نے اسے یوں پٹخا اور یوں رگیدا اور اس طرح گرایا کہ اسے ماننا پڑا اور کہنے لگا کہ بخاری بھی پیش کر سکتے ہو۔اتنے میں میاں نظام الدین صاحب جا پہنچے اور کہنے لگے جانے دیں اس بحث کو۔مَیں تو مرزا غلام احمد صاحب کو بھی جو مولوی نورالدین صاحب کے سردار ہیں منوا آیا ہوں۔مولوی محمد حسین صاحب نے کہا کیا منوا آئے ہو؟ میاں نظام الدین نے کہا مرزا صاحب تو کہتے تھے کہ ایک آیت ہی کافی ہے لیکن مَیں کہہ آیا ہوں کہ حیات مسیح کے ثبوت میں میں دس آیات لکھوا کر لا دیتا ہوں۔اس لئے آپ جلدی سے مجھے حیات مسیح کے ثبوت میں قرآن کریم کی دس آیتیں لکھ دیں۔مولوی محمد حسین صاحب تو فخر کر رہے تھے کہ مَیں نے مولوی نورالدین کو یوں پٹخا اور یوں پچھاڑا اور یوں دلیلیں دیں آخر وہ حدیث کی طرف آ گئے میاں نظام الدین صاحب کی بات سن کر انہیں غصہ آ گیا اور وہ کہنے لگے بے وقوف کہیں کا مَیں مہینہ بھر نورالدینؓ کے ساتھ بحث کرتا رہا اور آخر اسے اس طرف لایا کہ حدیث پیش کی جائے گی اور تُو پھر بحث کو قرآن کی طرف لے گیا ہے۔مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا یہ فقرہ میاں نظام الدین صاحب کو اس طرح چُبھا کہ وہ اسی وقت کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے اچھا مولوی صاحب پھر جدھر قرآن ادھر مَیں اگر قرآن مرزا صاحب کے ساتھ ہے۔تو مَیں بھی انہیں کے ساتھ ہوں اور یہ کہہ کر وہ واپس آ گئے اور قادیان آ کر بیعت کر لی۔

پس ہم بھی ادھر ہی ہوں گے جدھر قرآن ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ نے اسلام کو تمام دنیا کیلئے نازل کیا ہے اس لئے ساری دنیا میں ہی اسلام کی اشاعت کرنا ہمارا فرض ہے کسی خاص قوم یا ملک تک ہماری مساعی محدود نہیں رہنی چاہیے۔لیکن جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے اس وقت مقدم ہندوستان ہے جس میں ہمارا اصل مرکز ہے اور جس کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کرشن قرار دیا گیا ہے جس درخت کا تنا

مضبوط ہوتا ہے اس کی شاخیں بھی وسیع ہوتی ہیں۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ** (ابراہیم:27) یعنی کلمہ طیبہ کی مثال ایک ایسے درخت کی سی ہے جس کا تنا مضبوط ہو اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہوں۔پس آپ لوگ پہلے پاکستان اور ہندوستان کو احمدی بنائیں اور جب یہ لوگ احمدی ہو گئے تو خود بخود چندے بھی دیں گے اور غیر ملکوں میں بھی اسلام کی اشاعت کیلئے اپنے آدمی بھجوانا شروع کر دیں گے اور **فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ** کے مطابق آپ لوگ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کریں گے۔اور آپ کی دعائیں کثرت سے قبول ہونے لگیں گی۔

پس ہندوستان میں بھی تبلیغ اسلام کو وسیع کرنا ہمارے لئے ضروری ہے آپ ہندوستان میں جو کروڑوں مسلمان پائے جاتے ہیں یہ کہیں باہر سے نہیں آئے بلکہ خود ہندوؤں میں سے ہی نکل کر آئے ہیں ورنہ جو مسلمان باہر سے ہندوستان میں آئے تھے وہ بہت قلیل تھے۔

پس ہمارا فرض ہے کہ ہم ہندوستان میں بھی تبلیغ اسلام پر زور دیں۔اس ملک کی ترقی اور عظمت کے قیام کیلئے مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک کوشش کی ہے اور ہندوستان کے چپہ چپہ پر ان محبانِ وطن کی لاشیں مدفون ہیں جنہوں نے اس کی ترقی کیلئے اپنی عمریں خرچ کر دی تھیں۔پس ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اسلام کے خوبصورت اصول پیش کر کے ہندوؤں اور سکھوں کو بھی اپنا جزو بنانے کی کوشش کریں۔ جب تک ہم ہندوؤں میں تبلیغ نہیں کریں گے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کرشن ثابت نہیں ہو سکتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس طرح مسیح اور مہدی قرار دے کر اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ آپ کی جماعت کو مسیحیوں پر بھی غلبہ ملے گا اور مسلمانوں کو بھی آپ کے ذریعہ ہدایت حاصل ہوگی۔اسی طرح آپ کو کرشن قرار دے کر اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ہندوؤں میں بھی آپ کی تعلیم کی قبولیت پھیلے گی۔چنانچہ جو دوست قادیان میں رہتے ہیں انہوں نے بتایا ہے کہ ہندوؤں اور سکھوں میں اور اسی طرح مسلمانوں میں بھی احمدیت کی طرف بڑی رغبت پیدا ہو رہی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ایک دفعہ الہام ہوا کہ

''پھر ایک دفعہ ہندو مذہب کا اسلام کی طرف زور کے ساتھ رجوع ہوگا''(تذکرہ 247)

اور یہ ظاہر ہے کہ جب ان کا اسلام کی طرف رجوع ہوگا تو چونکہ احمدیت اسلام سے جدا نہیں اس لیے لازماً وہ لوگ احمدیت کو قبول کریں گے اور بجائے دشمن ہونے کے قادیان کو آباد کرنے کی کوشش کریں گے۔ہماری عمریں تو محدود ہیں ہماری اصل تمنا یہی ہے کہ اسلام اور احمدیت دنیا میں پھیلے اور ہمیں خدا تعالیٰ

کے وعدوں سے یہ امید ہے کہ ہماری عمروں میں ہی اسلام دنیا کے کناروں تک پھیل جائے گا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتایا گیا تھا کہ مصلح موعود کے زمانہ میں اسلام بہت ترقی کرے گا مگر اس کے لئے یہ ضروری شرط ہے کہ آپ لوگ اپنے ایمانوں کو مضبوط کرتے جائیں اور اپنی اولادوں کے اندر بھی اس کو راسخ کرتے جائیں تا کہ آپ کی ترقی آپ کی ترقی نہ ہو بلکہ اسلام کی ترقی ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی ترقی ہو۔

اسی طرح آپ نے فرمایا:

''دودفعہ ہم نے رؤیا میں دیکھا کہ بہت سے ہندو ہمارے آگے سجدہ کرنے کی طرح جھکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اوتار ہیں اور کرشن ہیں اور ہمارے آگے نذریں دیتے ہیں۔''

(تذکرہ ص343)

اس سے پتہ لگتا ہے کہ ہندوؤں میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت قائم ہو جائے گی اور سارا ہندوستان آپ کے کرشن ہونے کے لحاظ سے اور ساری دنیا محمد رسول اللہ ﷺ کا بروز ہونے کے لحاظ سے آپکے تابع ہو جائے گی۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم ایک طرف تو یورپ اور امریکہ والوں کو بتائیں کہ اسلام سچا مذہب ہے اور اس کے قبول کرنے میں ہی تمہاری نجات ہے اور دوسری طرف ہندوؤں میں تبلیغ اسلام پر زور دیں اور انہیں اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کریں اور اس وقت تک صبر نہ کریں جب تک ساری دنیا کو محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں لا کر نہ ڈال دیں۔

اسی غرض کے لئے مَیں نے جماعت میں تحریک جدید کے علاوہ وقف جدید کی تحریک بھی جاری کی ہوئی ہے تا کہ سارے پاکستان میں ایسے معلمین کا جال بچھ جائے جو لوگوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کریں اور انہیں اسلام اور احمدیت کی تعلیم سے روشناس کریں مگر یہ کام صحیح طور پر تبھی ہو سکتا ہے جب کم از کم ایک ہزار معلم ہوں اور ان کیلئے اخراجات کا اندازہ بارہ لاکھ روپیہ ہے۔ بارہ لاکھ روپیہ کی رقم مہیا کرنا جماعت کیلئے کوئی مشکل امر نہیں کیونکہ اگر دو لاکھ افراد جماعت چھ روپے سالانہ فی کس کے لحاظ سے چندہ دیں تو بارہ لاکھ روپیہ بن جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہماری جماعت تو اس سے کہیں زیادہ ہے۔ پچھلے سال جماعت کی طرف سے صرف ستر ہزار روپے کے وعدے ہوئے تھے اور اس سال بھی اتنے ہی وعدے ہوئے جس سے صرف 90 معلمین رکھے جا سکے۔ اس سال پچھلے سال سے زیادہ اچھا کام ہوا ہے۔ چنانچہ مشرقی پاکستان میں بھی کام شروع ہو گیا ہے۔ اور وہاں بھی ایک انسپکٹر اور چار معلم مقرر کئے جا چکے ہیں۔ پچھلے سال ان معلمین کی تعلیم و تربیت اور خدمت خلق کا جذبہ دیکھ کر پانچ سو نئے افراد نے بیعت کی تھی۔ اس سال چھ سو

اٹھائیس افراد نے بیعت کی ہے۔ پس میں احباب جماعت کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ اس تحریک کی اہمیت کو سمجھیں اوراس کی طرف پوری توجہ کریں اوراس کو کامیاب بنانے میں پورا زور لگائیں اور کوشش کریں کہ کوئی فرد جماعت ایسا نہ رہے جو صاحبِ استطاعت ہوتے ہوئے اس چندہ میں حصہ نہ لے۔

یہ امر یاد رکھو کہ قوم کی عمر انسان کی عمر سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ پس آپ لوگ ایسی کوشش کریں کہ آپ کے زمانہ میں تمام دنیا میں احمدیت پھیل جائے۔ ابھی تو ایک نسل بھی نہیں گذری کہ ہندوستان میں ہمارے سلسلہ کے شدید ترین مخالف بھی احمدیت کی خوبیوں کے قائل ہوتے جارہے ہیں اور میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ادنیٰ خادم ہوں میری تفسیر کی وہ بہت تعریف کرتے ہیں۔ یہ انقلاب جو پیدا ہو رہا ہے محض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کی وجہ سے ہوا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ

پھیر دے میری طرف اے سارباں جگ کی مہار

اور اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی طرف لوگوں کی توجہ پھیرنی شروع کر دی۔ اور ہمیں یقین ہے کہ اس دعا کے مطابق ایک دن ساری دنیا احمدیت میں داخل ہو جائے گی۔ دنیا کی آبادی اس وقت دو ارب سے زیادہ ہے اور اگلے بیس پچیس سال میں وہ تین ارب ہو جائے گی اور پھر تعجب نہیں کہ کئی سال میں وہ اس سے بھی زیادہ ہو جائے مگر دنیا کی آبادی خواہ کتنی بڑھ جائے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہی ہے کہ وہ احمدیت کو ترقی دے گا اور اسے بڑھائے گا یہاں تک کہ ساری دنیا میں احمدیت پھیل جائے گی۔ بشرطیکہ جماعت اپنی تبلیغی سرگرمیاں ہندوستان میں بھی اور یورپ میں بھی جاری رکھے اور وکالت تبشیر اور اصلاح وارشاد کے محکموں کے ساتھ پورا تعاون کرے۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت لاکھوں کی ہے اور لاکھوں کی جماعت میں سے بیس پچیس ہزار مبلغ یورپ کے لیے اور پچاس ساٹھ ہزار مبلغ ہندوستان اور پاکستان کیلئے آسانی کے ساتھ مل سکتا ہے۔ پس چاہیئے کہ اپنی نسل میں احمدیت کی تبلیغ کا جوش پیدا کرتے چلے جائیں۔ عیسائیت کو دیکھ لو حضرت مسیحؑ کے واقعہ صلیب پر 1959ء سال گذر چکے ہیں مگر عیسائی اب تک اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے چلے جاتے ہیں۔ اگر مسلمان بھی تلوار کے جہاد پر زور دینے کی بجائے تبلیغ پر زور دیتے تو وہ عیسائیوں سے بہت زیادہ پھیل جاتے۔ عیسائی اگر ایک ارب تھے تو وہ دس ارب ہوتے مگر وہ چالیس کروڑ صرف اس وجہ سے رہے کہ انہوں نے غلطی سے جہاد صرف تلوار کا جہاد سمجھ لیا اور تبلیغ کے جہاد کو فراموش کر دیا لیکن حضرت مسیح ناصری نے لوگوں سے یہ کہا کہ اگر کوئی شخص تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو تم اپنا دوسرا گال بھی اس کی طرف پھیر دو اور تمہیں کوئی ایک میل تک بیگار میں لے جانا چاہے تو تم دو میل تک اس کے

ساتھ چلے جاؤ۔ یہ ایسی تعلیم تھی جو دوسروں کے دلوں میں گھر کر لیتی۔اگر آپ لوگ بھی نرمی اور محبت اور حلم اور آشتی پر زور دیں تو دنیا میں آپ کی جماعت عیسائیوں سے بہت زیادہ پھیل جائے گی کیونکہ آپ کے ساتھ دلائل ہیں اور خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔پس اگر دلائل کے بغیر ان کو اتنی کامیابی ہوئی ہے تو دلائل کی وجہ سے آپ کو تو ان کے مقابلہ میں چار گنا ترقی ملنی چاہیے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام 1908ء میں فوت ہوئے تھے۔اور آپؑ کی وفات پر ابھی صرف ۵۲ سال گذرے ہیں۔اگر آپ تبلیغ اسلام کرتے چلے جائیں تو یقیناً ایک دن دنیا کے چپہ چپہ پر احمدیت پھیل جائے گی۔اور ساری دنیا کے لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔

اب مَیں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ میں شامل ہونے والوں پر اپنے بڑے بڑے فضل نازل فرمائے اور ان کے مقاصد کو پورا فرمائے ان کے ارادوں میں برکت دے انہیں دین کی ترقی اور اس کی اشاعت کیلئے اپنی اور اپنی اولادوں کی زندگیاں وقف کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور ایسا فضل کرے کہ وہ اس جلسہ سے پوری طرح فائدہ اٹھائیں تا کہ جب وہ اپنے گھروں کو واپس جائیں تو وہ روحانی لحاظ سے ایک تبدیل شدہ انسان نظر آئیں،ان میں پہلے سے زیادہ نیکی پائی جاتی ہو اور پہلے سے زیادہ ایثار پایا جاتا ہو اور پہلے سے زیادہ سلسلہ سے وابستگی اور اخلاص پایا جاتا ہو۔اور پھر اللہ تعالیٰ ایسا فضل فرمائے کہ وہ قیامت تک ہماری جماعت کو اس سے بڑے بڑے اجتماع کرنے کی طاقت بخشے تا کہ ہم سب کے سب احمدیت کی دن دگنی اور رات چوگنی ترقی دیکھیں اور خدا اور اس کے رسول کی آواز دنیا کے کونہ کونہ میں پہنچ جائے۔

(الفضل 17 رفروری 1960ء)





پیغام برموقع جلسہ سالانہ 28؍دسمبر 1960ء

وقف جدید کی تحریک پر تین سال گذر چکے ہیں۔اوراب نئے سال کے آغاز سے اس تحریک کا چوتھا سال شروع ہوتا ہے۔مَیں نے ابتداء میں ہی جماعت کے دوستوں کونصیحت کی تھی کہ انہیں وقفِ جدید کا سالانہ بجٹ بارہ لاکھ تک پہنچانا چاہیے۔تا کہ اس کے ذریعہ کم سے کم ایک ہزار ایسے معلم رکھے جاسکیں جو اسلام اوراحمدیت کی تعلیم لوگوں تک پہنچائیں اوران غلط فہمیوں کو دور کریں جو ہمارے متعلق ان کے دلوں میں پائی جاتی ہیں مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ابھی تک وقفِ جدید کا بجٹ اسّی ہزار کے اردگرد چکر لگا رہا ہے اور اس میں بھی کچھ وعدے ایسے ہوتے ہیں جن کی وصولی میں دفتر کو مشکلات پیش آجاتی ہیں۔مَیں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ انہیں اس غفلت کا ازالہ کرنا چاہیے اور نہ صرف اپنے وعدوں کو پورا کرنا چاہیے بلکہ جماعت کی طرف سے نئے سال کے وعدے گذشتہ سال سے اضافہ کے ساتھ پیش ہوں کیونکہ جب تک وقف جدید کی مالی حالت مضبوط نہیں ہوگی ہم معلمین کی تعداد بھی نہیں بڑھا سکتے اس وقت صرف 60 معلم کام کررہے ہیں لیکن صحیح طور پر کام چلانے کیلئے کم ازکم ایک ہزار معلمین کی ضرورت ہے اور ایسا تبھی ہوسکتا ہے۔جبکہ مالی لحاظ سے وقف جدید کو مضبوط بنایا جائے پس دوست ہمت سے کام لیں اور وقف جدید کو ترقی دیں خدا تعالیٰ کے فضل سے اس تحریک میں کام کرنے والوں کے ذریعہ جماعت کی تعداد میں ہر سال ترقی ہورہی ہے۔اوراگر کام بڑھ جائے اور وقف جدید کی مالی حالت بہتر ہوجائے تو اس میں اور بھی اضافہ ہوسکتا ہے۔پس دوست اس تحریک کو کامیاب بنائیں اور نئے سال کے آغاز سے پہلے سے بھی زیادہ ہمت اور جوش کیساتھ اس میں حصہ لیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور وہ آپ کو آپ کے فرائض کے سمجھنے اوران ذمہ داریوں کو صحیح طور پر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر عائد کی گئی ہیں۔

(27-12-1960)





وقف جدید کے پانچویں سال کے آغاز پر پیغام

چار سال ہوئے مَیں نے پاکستان کے دیہات اور قصبات میں ارشاد و اصلاح کا کام وسیع کرنے کیلئے وقف جدید کی تحریک جاری کی تھی جو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مضبوط بنیادوں پر قائم ہو رہی ہے چنانچہ دفتر کی رپورٹوں سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ 1961ء میں وقف جدید کا چوتھا سال تھا ہماری جماعت کے دوستوں نے گذشتہ تمام سالوں سے بڑھ کر قربانی کا مظاہر کیا اور چندہ کو تقریباً ایک لاکھ روپیہ تک پہنچا دیا۔ میرے لئے یہ امر بڑی خوشی کا موجب ہے کہ جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے بیداری سے کام لے رہی ہے۔ مگر کام کی اہمیت اور اسکی وسعت کو دیکھتے ہوئے ابھی آپ لوگوں کو اپنی قربانی کا معیار اور بھی بلند کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ دیہاتی جماعتوں کی تربیت اور عیسائیت کا مقابلہ لاکھوں روپیہ کے خرچ کا متقاضی ہے۔ پس مَیں جماعت کے افراد کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس بارہ میں دعاؤں سے بھی کام لیں اور زیادہ سے زیادہ مالی قربانیاں بھی پیش کریں تا کہ صحیح اسلامی تعلیم سے لوگوں کو روشناس کیا جائے اور عیسائیت کا زور توڑا جائے۔

مجھے بتایا گیا کہ وقف جدید کے ماتحت اب اچھوت اقوام تک بھی اسلام کا پیغام پہنچانے کا کام شروع کر دیا ہے اور اس کے امید افزا نتائج پیدا ہو رہے ہیں۔ پس جس طرح اس تحریک کے چوتھے سال جماعت نے قربانی کا ایک اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے اسی طرح اب وقف جدید کے پانچوں سال میں بھی وہ اپنے ایمان اور اخلاص کا شاندار نمونہ دکھائیں اور اپنے وعدے گذشتہ سالوں کے اضافہ کے ساتھ پیش کریں۔

مجھے امید ہے کہ یہ تحریک جس قدر مضبوط ہوگی اسی قدر خدا تعالیٰ کے فضل سے صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے چندوں میں اضافہ ہوگا کیونکہ جب کسی کے دل میں نور ایمان داخل ہو جائے تو اس کے اندر مسابقت کی روح پیدا ہو جاتی ہے اور وہ نیکی کے ہر کام میں حصہ لینے کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ مَیں نے جن دنوں یہ تحریک کی تھی اسی وقت سے جماعت کے دوستوں کو توجہ دلائی تھی کہ انہیں وقف جدید کا سالانہ چندہ چھ لاکھ تک پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیے مگر یہ ایک ابتدائی اندازہ تھا۔ چنانچہ اس کے دو سال بعد مَیں نے وقف جدید کا بجٹ بارہ لاکھ تک لے جانے کی تحریک کی مگر ابھی وقف جدید کا چندہ صرف ایک لاکھ تک پہنچا ہے۔ دوستوں کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اس کمی کو جلد سے جلد پورا کریں تا کہ زیادہ سے زیادہ قوت اور

وسعت کے ساتھ تبلیغ اسلام کے کام کو جاری رکھا جا سکے۔ان مختصر کلمات کے ساتھ مَیں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے اوراسی سے دعا کرتے ہوئے وقف جدید کے پانچویں سال کے آغاز کا اعلان کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کے دوستوں کو ہمیشہ اپنی قربانیوں کا معیار زیادہ سے زیادہ اونچا لے جانے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ دن ہمارے قریب تر آجائے جبکہ اسلام ساری دنیا پر پھیل جائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس روح آسمان پر دیکھ کر خوش ہو جائے کہ جماعت احمدیہ نے اس فرض کو ادا کر دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر عائد کیا گیا تھا۔

(3-01-1962)





وقف جدید کے چھٹے سال کے آغاز پر روح پرور پیغام

وقف جدید کو مضبوط کرو۔ ہمت کرو۔ خدا برکت دے گا۔ اسلام کو دنیا کے کناروں تک پھیلا دو۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے یہی بتایا تھا کہ میرے زمانہ میں احمدیت پھیلے گی۔ وقف جدید کا کام بہت پھیل رہا ہے۔ چندہ ضرورت سے کم آ رہا ہے۔ بغیر دفتر کے کوئی کام نہیں بنے گا اس لئے اس سال وقف جدید کا دفتر بھی بنے گا۔ دوستوں کو چاہیے کہ اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے اور کام میں برکت دے۔

(20-11-1962)





پیغام برائے ہفتہ وقف جدید منعقدہ 3/ستمبر تا 7/ستمبر 1963ء

دفتر وقف جدید کی طرف سے ہفتہ وقف جدید 3/ستمبر سے 7/ستمبر 1963ء تک منایا جا رہا ہے۔ یہ تحریک بہت مبارک ہے اس لئے سب دوستوں کو اس میں حصہ لینا چاہیے۔ جن دوستوں نے وعدے کئے ہیں وہ ادا کریں اور جنہوں نے تا حال حصہ نہیں لیا وہ حصہ لے کر خدا کی رحمت اور اس کے فضل کے وارث ہوں۔

26-08-1963





وقف جدید کے ساتویں سال کے آغاز پر پیغام

وقف جدید کا ساتواں سال شروع ہو رہا ہے۔ مَیں احباب جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ پہلے سے زیادہ قربانی کر کے وقفِ جدید کو مضبوط کریں۔

نوٹ: حضورؓ نے وقف جدید سال ہفتم کیلئے 1250 روپے کا وعدہ فرمایا۔





وقف جدید کے آٹھویں سال کے آغاز پر پیغام

وقف جدید کے نئے مالی سال کا آغاز ہو رہا ہے۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ احباب اس تحریک میں پہلے سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے اور اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو پہلے سے بھی تیز کر دیں گے اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے۔

28-12-1964





تقریر بر موقع جلسہ سالانہ 20 دسمبر 1965ء

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق مَیں آج بعض عمومی رنگ کی باتوں کے متعلق کچھ کہوں گا۔ سب سے پہلے تو بعض کتابیں اور رسالے ہیں جن کے متعلق یہ خواہش کی گئی ہے کہ مَیں ان کی خریداری کے لئے تحریک کروں۔ اس تعلق میں مَیں اصولی بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے لٹریچر میں بنیادی اہمیت کی حامل حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کی کتب ہیں اور ان کے بعد خلفاء کی کتب۔ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کو علم کا اتنا بڑا خزانہ عطا کیا گیا تھا کہ اس میں قیامت تک پیدا ہونے والے مسائل حل کرنے کے لئے ہر ضروری مواد موجود ہے۔ ہر امر کے بارہ میں راہنمائی ہمیں حضورؑ کی کتابوں میں ملتی ہے۔ ہر احمدی کو حضورؑ کی خواہش کے مطابق حضورؑ کی کتابوں کا کم از کم تین مرتبہ ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حضورؑ کی کتابوں کا تین سو مرتبہ بھی مطالعہ کرے تب بھی اس کی طبیعت سیر نہیں ہوگی کیونکہ حضورؑ کی کتب ایک علمی سمندر ہیں۔ جب بھی اس سمندر میں غوطہ لگائیں نئے سے نئے موتی ملتے چلے جاتے ہیں۔

مَیں نے خود حضورؑ کی کتابوں کو دس پندرہ مرتبہ پڑھا ہے ہر مرتبہ ہی ایسی نئی نئی باتیں نگاہ میں آتی ہیں جن کے متعلق یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے وہ نگاہ سے اوجھل ہوگئی تھیں۔ حضورؑ کی چھوٹی چھوٹی کتابوں میں بھی سینکڑوں ہی نہیں ہزاروں نئی باتیں پائی جاتیں ہیں۔ ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' ایک چھوٹی سی کتاب ہے اس میں اگر ہم غور کریں تو عیسائیت کے غلط عقائد کی تردید میں ہمیں سینکڑوں دلائل ملیں گے۔ پہلی دفعہ غور کرنے سے بیس پچیس دلائل ہماری نظر میں آئیں گے۔ پھر غور کریں تو اور دلائل ہماری نگاہوں کے سامنے آئیں گے اور علیٰ ھٰذا القیاس بار بار مطالعہ کرنے سے نئے سے نئے مطالب نگاہ میں آنے کا یہ سلسلہ چلتا چلا جائے گا۔ حضورؑ کی سب کتب کا یہی حال ہے۔ ہماری روحانی غذا ان میں پائی جاتی ہے اس کے بعد خلفاء کی کتب کا درجہ ہے وہ بھی اپنے رنگ میں علوم کا خزانہ ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے بعد علم کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ اللہ بڑا دیالو ہے۔ اس نے چاہا ہے کہ علم کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں۔ چنانچہ ہر سال ایسی کتب شائع ہوتی ہیں جو واقعی بڑی کارآمد اور مفید ہوتی ہیں

جن کو خدا نے توفیق دی ہے انھیں نئی کتب تصنیف کرنے میں پوری جدو جہد کرنی چاہیے۔ درجنوں کتب اعلیٰ علمی معیار کی ہر سال شائع ہونی چاہئیں جو حضورؑ کے پیش کردہ دلائل پر مشتمل ہوں۔ ان میں نیا مواد شائع نہ بھی ہو تو بھی وہ دنیا پر یہ ثابت کریں گی کہ جس طرح قرآنِ مجید ایک زندہ کتاب ہے اسی طرح حضورؑ کی کتب بھی ایک زندہ لٹریچر کی حیثیت رکھتی ہیں جن میں سے نئے نئے معارف نکلتے چلے آتے ہیں اور ان کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔

(سلسلہ کے لٹریچر سے متعلق اس اصولی وضاحت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے حال ہی میں شائع ہونے والی کتب میں سے سیدنا حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے ''ملفوظات کی جلد ہشتم''، حضرت مصلح موعود کی تفسیرِ صغیر کا جدید ایڈیشن محترم ابو العطاء صاحب فاضل کی تصنیف ''تفہیماتِ ربانیہ''، حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری کی کتاب ''تجلّیِ قدرت، مکرم رحمت اللہ شاکر صاحب کی کتاب ''مسلم نوجوانوں کے سنہری کارنامے''، مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کا شائع کردہ مجلّہ یادگار''فاروق'' خریدنے اور ان سب کتب سے استفادہ کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ نیز سلسلہ کے اخبارات ورسائل میں سے الفضل، الفرقان، ماہنامہ انصار اللہ، خالد، تشحیذ اور لاہور کی اشاعت کو بڑھانے اور ان اخبار اور رسائل کو خرید کر ان سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے کی تحریک فرمائی اور علی الخصوص الفضل کا معیار بلند کرنے کے سلسلہ میں ادارہ الفضل کو اس کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اسے بیش قیمت نصائح سے نوازا۔)

پھر حضور نے فرمایا کہ:

سلسلہ احمدیہ کا نظام

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے ذریعہ غلبۂ اسلام کی جو تحریک جاری فرمائی وہ جماعت احمدیہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس جماعت کے نظام کی بنیاد ''الوصیت'' پر ہے۔ جس میں حضورؑ نے واضح فرمایا ہے کہ یہ نظام کن اصولوں اور کن بنیادوں پر قائم ہے۔ مَیں جماعتی نظام اور اس کے مختلف شعبوں کے متعلق مختصراً کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ میرے نزدیک وہ نظام جو ''الوصیت'' کی بنیادوں پر قائم ہوا اس کی تشکیل درجہ بدرجہ اس طرح پر ہے۔ خلیفۂ وقت، بحیثیت مجموعی ساری جماعت، وہ تنظیمیں اور ان کے شعبے جنھیں خلیفۂ وقت قائم کرتا ہے۔ یہ ہمارا نظام ہے۔ خلیفہ کا کام مامور من اللہ کی نیابت ہے۔ اس نیابت کی رو سے ایک جماعتی نظام قائم ہوتا ہے۔ اس نظام کو قائم رکھنے اور چلانے کی پوری پوری ذمہ داری خلیفۂ

وقت پر ہے۔اسے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ایک مخلصانہ مشوروں کی اور دوسرے مخلصانہ دعاؤں کی مَیں بھی احبابِ جماعت سے ان دو باتوں کی توقع رکھتا ہوں۔ مجھے مخلصانہ مشوروں اور دعاؤں کی ضرورت ہے .اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ یہ دونوں چیزیں مجھے ملتی رہیں گی۔(احباب کی آوازیں حضور ہم آپ کے ساتھ ہیں)

سو ہمارا نظام مندرجہ ذیل باتوں پر مشتمل ہے:

(۱) خلیفہ وقت

(۲) جماعت

(۳) انتظامی ادارے اور شعبہ جات

حضور علیہ السلام نے اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء نے جماعت کے ہر حصہ کو اقتصادی طور پر اور روحانی طور پر قائم رکھا۔ پھر حضور نے جماعتی کاموں کو چلانے کے لئے ''الوصیت'' میں ایک مالی نظام بھی قائم کیا ہے۔اس کی رو سے وصیت کرنے والے احباب اپنی آمدن اور جائیداد کا 1/10 حصہ جماعتی خزانہ میں جمع کراتے ہیں۔انتظامی ادارے کے طور پر حضورؑ نے صدر انجمن احمدیہ کا نظام قائم فرمایا تھا لیکن جماعت کے ایک حصہ نے اس نظام کی حیثیت کو غلط سمجھا۔ایک گروہ وہ تھا جو اکابر پر مشتمل تھا اور ہر معاملہ میں صدر انجمن ہی کو کارِ مختار سمجھتا تھا اور دوسرا گروہ وہ جو کہتا تھا کہ خدا کا خلیفہ ہمارے ساتھ ہے اور ہم اس کے ساتھ ہیں موخر الذکر گروہ کامیاب ہوگیا۔

صدر انجمن احمدیہ اور اس کا دائرہ کار

غلبہ اسلام کے تعلق میں جو کام صدر انجمن احمدیہ کے سپرد کیا گیا ہے وہ بہت اہم ہے اور اس لحاظ سے صدر انجمن احمدیہ پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ میرا تأثر یہ ہے کہ جو کام صدر انجمن احمدیہ کے سپرد ہے انجمن والے اس کے متعلق سوچتے بھی نہیں۔آپ جانتے ہیں ایک ملک کو سنبھالنا کتنا مشکل ہے. ہمارے اپنے ملک میں موجودہ ہنگامی حالات کا ہر شعبہ زندگی پر اثر پڑا ہے اور نئے نئے مسائل سے عہدہ برآ ہونے کے لئے بہت کچھ کرنا پڑ رہا ہے۔اگر دیکھا جائے تو صدر انجمن کی ذمہ داری ایک ملک کو بھی سنبھالنے سے زیادہ ہے کجا ایک ملک کو سنبھالنا اور کجا یہ حالت کہ ایک ملک نہیں دو ملک نہیں ایک زبان بولنے والے ملک نہیں دو زبانیں بولنے والے ملک نہیں ایک قسم کی عادات والے ملک نہیں دو قسم کی عادات واطوار والے ملک نہیں بلکہ سینکڑوں ہزاروں زبانیں بولنے والے اور قسم ہا قسم کی عادات و اطوار رکھنے والے ملک ہیں جن

میں سے ہر ایک کی طبیعت، عقل اور زبان کے مطابق ہمیں ان کو اسلام کا پیغام سمجھانا اور اسلام سکھانا ہے۔ خدا کہتا ہے ساری دنیا کے سارے ملکوں میں جا کر ایک روحانی انقلابِ عظیم برپا کر دو۔ اس کے لئے تدابیر سوچنا منصوبے بنانا ان کو عملی جامہ پہنانے کے وسائل تلاش کرنا ہمارا کام ہے۔ اتنا بڑا کام اتنی چھوٹی سی جماعت پر ڈال دیا گیا ہے۔ یہ کام ہوگا اور ضرور ہوگا۔ یہ خدا کا وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدے کو پورا کرے گا اور ضرور کرے گا لیکن وہ ہم سے یہ چاہتا ہے کہ جس حد تک ہمارے بس میں ہے ہم یہ کام انجام دیں اور پھر اسی سے کہیں کہ اے خدا ! اپنی طاقت اور بساط کے مطابق ہم نے اپنا سب کچھ تیرے قدموں میں لا ڈالا ہے اب تُو ہماری مدد کر اور اس کام کو خود انجام دے کر ہمارے بار کو ہلکا کر دے۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو انجمن پر بہت بڑی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ جو کام خلیفۂ وقت کر سکتا ہے وہ انجمن نہیں کر سکتی اس کی کئی مثالیں موجود ہیں کہ جماعت نے انجمن کی آواز پر کما حقہٗ لبیک نہیں کہا لیکن جب خلیفہ نے جماعت کو قربانیوں کے لئے پکارا تو جماعت کے افراد نے اپنا سب کچھ لا حاضر کر دیا۔ اب اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صدر انجمن کچھ نہ کرے بہر حال جو کچھ انجمن کے بس میں ہے اس کا فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے اور پھر بقیہ کام کو جو اس کی طاقت سے باہر ہو خدا پر چھوڑ دے۔ وہ اس حال میں کہ انجمن نے اپنی طاقت کے مطابق کام کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اصل کام کو خود سر انجام دے دے گا۔ اسی طرح احباب کو بھی چاہئے کہ وہ اپنا فرض ادا کریں انجمن کے چندوں کا بقایا ۳۰ لاکھ روپے ہے۔ اگر احباب یہ کل بقایا ادا کر دیں تو انجمن کا کام کہیں سے کہیں جا پہنچتا ہے......

تحریکِ جدید اور اس کے قیام کی غرض

صدر انجمن کے علاوہ ہمارا دوسرا بڑا تنظیمی ادارہ ''تحریکِ جدید'' ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اسے 1934ء میں شروع کیا تھا۔ اس سے بڑی غرض یہ تھی کہ دنیا کے دور دراز ممالک میں اشاعتِ اسلام کا بندوبست کیا جائے۔ چنانچہ اس تحریک کے ذریعہ ایک بڑی حد تک یہ غرض پوری ہوئی۔ آج خدا کے فضل سے بعض ایسے ملک بھی ہیں جن کے چندہ دہندگان کی تعداد پاکستان کے چندہ دہندگان کے قریب قریب پہنچ رہی ہے۔ افریقہ میں خاص طور پر بڑی ترقی ہوئی ہے۔ بڑا ہی اخلاص رکھنے والے، دعائیں کرنے والے اور قربانیاں کرنے والے لوگ ہیں جو وہاں جماعت میں داخل ہیں اور داخل ہو رہے ہیں۔ یہ روحانی انقلاب ہے جو تحریکِ جدید کے ذریعہ رونما ہوا ہے۔ دلوں کو فتح کرنے کے لئے تحریکِ جدید کو قائم کیا گیا تھا یہ غرض ابھی ایک حد تک ہی پوری ہوئی ہے۔ دنیا صداقت کی پیاسی ہے۔ ان کی پیاس

بجھانے کا ابھی پورا پورا انتظام نہیں ہوا۔تحریکِ جدید کے سلسلہ میں ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ہمیں مبلغ بھی چاہئیں اور روپیہ بھی چاہیے۔الغرض ایک ضرورت ہمارے سامنے ہے اور وہ ضرورت ہمیں پکار رہی ہے۔ جماعت کے قیام کی اصل غرض کو ہمیں تحریکِ جدید کے ذریعے پورا کرنا ہے۔

وقفِ جدید اور اس کی اہمیت

امام کا کام تجویزیں جماعت کے سامنے رکھنا ہے اور ان تجویزوں کو عملی جامہ پہنانا جماعت کا کام ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا دماغ ہر وقت سوچتا رہتا تھا۔حضور نے کام کو خوش اسلوبی سے چلانے اور اسے آگے بڑھانے کے لئے نئے نئے خیالات جماعت کے سامنے رکھے اور جماعت کو انھیں عملی جامہ پہنانے کے لئے تیار کیا۔جب حضورؓ نے دیکھا کہ جماعت نے تعلیم وتربیت اور اشاعت کے ضمن میں اپنے فرض کو پورے طور پر انجام نہیں دیا ہے تو حضورؓ نے اس خیال کے پیشِ نظر کہ اگر مَیں پردہ پوشی کروں گا تو خدا بھی پردہ پوشی سے کام لے گا۔جماعت کو اس کی غفلت پر تنبیہ کرنے کی بجائے ’’وقفِ جدید‘‘ کے نام سے ایک نئی تحریک چلا دی۔اس کے بہت خوشکن نتائج ظاہر ہوئے۔چنانچہ وقفِ جدید کے کارکن بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔اشاعتِ اسلام کے کام کے لئے جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ ہے جذبہ۔وقفِ جدید والوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا ہے کہ اشاعتِ اسلام کے لئے اتنی علم کی ضرورت نہیں جتنا یہ امر ضروری ہے کہ انسان میں جذبہ موجود ہو۔حقیقت یہ ہے کہ وہ اس بارہ میں بعض مبلغوں سے بھی بڑھ گئے ہیں۔جذبہ کے بعد دوسری چیز دُعا ہے۔جذبہ سے خدمتِ اسلام کی توفیق ملتی ہے اور دُعا سے کشش پیدا ہوتی ہے جس سے کوشش بارآور ہوکر نتیجہ پیدا کر دکھاتی ہے اس میں شک نہیں کہ وقفِ جدید کی تحریک خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑا اچھا کام کر رہی ہے۔لیکن اس میں وسعت کی ابھی بہت گنجائش ہے۔سوال یہ ہے کہ کام کو پھیلانے اور اسے وسعت دینے کے لئے آدمی کہاں سے آئیں گے۔وہ آپ نے ہی مہیا کرنے ہیں۔مٹی کے بت بنا کر تو ہم ان سے کام نہیں لے سکتے اگر آپ تحریکِ جدید، وقفِ جدید اور صدر انجمن کے لئے حسبِ ضرورت مبلغین مہیا کرنے کی ذمہ داری اٹھا لیں تو خدا تعالیٰ تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دے گا (اللہ اکبر،اسلام زندہ باد،خلیفۃ المسیح الثالث زندہ باد کے نعرے)

جماعت کی ذیلی تنظیمیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے انصار اللہ، خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کی

تنظیمیں بھی قائم فرمائیں جو بفضلہٖ تعالیٰ اپنی اپنی جگہ مفید کام کر رہی ہیں ان تنظیموں کی حیثیت جماعت میں ذیلی تنظیموں کی ہے ان کے کام تین قسم کے ہیں۔

نمبر1: ایک وہ کام ہیں جو مرکزی نظام کے دائرہ کار سے تعلق رکھتے ہیں اور رضا کارانہ طور پر ان کے سپرد کئے گئے ہیں۔

نمبر 2: کچھ کام مقامی جماعتوں سے تعلق رکھتے ہیں اور رضا کارانہ حیثیت میں ان کے سپرد ہیں۔

نمبر3: کچھ نفلی کام ہیں اور وہ ان تنظیموں کے اپنے کام ہیں، مثال کے طور پر تربیت کا جو کام خدام الاحمدیہ کے سپرد ہے وہ فی الاصل جماعت کا کام ہے اور جماعت کے رضا کاروں کی حیثیت سے ان کے سپرد کیا گیا ہے۔

جہاں تک خدام الاحمدیہ کا تعلق ہے میں حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کا ایک الہام انھیں ماٹو کے طور پر دیتا ہوں، وہ الہام یہ ہے۔ ''تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں''

(تذکرہ صفحہ 595)

خدام الاحمدیہ کو عجز وانکسار تذلّل اور تواضع کا نمونہ ہونا چاہئے۔ یہ کوئی دنیوی جماعت نہیں یہ ایک دینی جماعت ہے اس کے ہر فرد کا عجز وانکسار، تذلّل اور تواضع کے اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے۔ جب خدا کے مسیح کو عاجزانہ راہیں اختیار کرنے کی ضرورت تھی تو ہم متبعین کو بدرجہ اولیٰ عاجزانہ راہوں کی ضرورت ہونی چاہئے اور ہے۔

مَیں انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ، ناصرات الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ ساری ذیلی تنظیموں کو ایک بنیادی کمزوری کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں یہ کمزوری اتنی نمایاں ہے کہ صاف نظر آ رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اکثر بڑی بڑی جماعتوں میں ذیلی تنظیمیں قائم ہیں لیکن ابھی ہماری آٹھ سو ایسی مقامی جماعتیں ہیں جن میں یہ ذیلی تنظیمیں فعال حیثیت میں موجود نہیں ہیں۔ ہمیں سارے خدام کو، ساری مستورات کو، سارے انصار کو کم سے کم معیار تک جلد سے جلد لانا ہے۔ آئندہ سال تمام تنظیموں کو توجہ دینی چاہیے کہ وہ اپنی اپنی مجالس کو منظّم کریں اور انھیں فعال بنائیں۔ آٹھ، دس، پندرہ، بیس یا چالیس پچاس تنظیموں کا فعال ہونا ہمارا مقصود نہیں۔ ہر جگہ یہ تنظیمیں فعال حیثیت میں موجود ہونی چاہئیں۔

(الفضل ربوہ 16رجنوری 1966ء ص4)





وقفِ جدید کے سالِ نہم کے آغاز پر پیغام فرمودہ 4/جنوری 1966ء

سیدنا حضرت مصلح موعود نے خدائی تحریک کے ماتحت 27/دسمبر 1957ء کو وقفِ جدید کے آغاز کا اعلان فرمایا اور پھر 3/جنوری کو خطبہ جمعہ میں وقفِ جدید کی ضرورت اور جماعت کی تربیت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''اگر وہ (یعنی جماعت) ترقی کرنا چاہتی ہے تو اس کو اس قسم کے وقف جاری کرنے پڑیں گے اور چاروں طرف رشد واصلاح کا جال پھیلانا پڑے گا۔ یہاں تک کہ پنجاب کا کوئی گوشہ اور کوئی مقام ایسا نہ رہے جہاں رشد واصلاح کی کوئی شاخ نہ ہو۔

(الفضل 11/ جنوری 1958ء)

وقفِ جدید ابھی آٹھ سالہ بچہ ہی ہے مگر اس قلیل عرصہ میں بھی بہت بابرکت تحریک ثابت ہوئی ہے۔ وقفِ جدید کے ماتحت جہاں جہاں بھی کام شروع کیا گیا ہے بہت مفید نتائج نکلے ہیں لیکن بہت سی جماعتیں ایسی ہیں جہاں کام کرنا ابھی باقی ہے جس کے لئے مخلصانہ اور دعاؤں سے بھرپور جدوجہد کی ضرورت ہے۔

پس اس اعلان کے ذریعہ مخلصین جماعت سے درخواست ہے کہ وہ سیدنا حضرت مصلح موعود کی جاری کردہ اس مبارک تحریک پر اس نئے سال میں جو یکم جنوری سے شروع ہو چکا ہے ایک نئے جوش اور مخلصانہ عزم کے ساتھ لبیک کہیں۔

وقفِ جدید کے کام کو مغربی اور مشرقی پاکستان دونوں حصوں میں وسعت دینے کی ضرورت ہے جس کے لئے پہلے سے زیادہ آمد چاہیے اور زیادہ تعداد میں مخلص واقفین چاہئیں۔ وقفِ جدید کے چندہ کے متعلق دوست یاد رکھیں کہ چھ روپے سالانہ اس چندہ کی انتہائی حد نہیں ہے۔ اس لئے دوست حسبِ توفیق وقفِ جدید کی امداد کریں۔ جس دوست کو 12 روپے سالانہ دینے کی توفیق ہو وہ 12 روپے سالانہ دے اور جس دوست کو خدا نے 12 صد روپے دینے کی توفیق دی ہو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہوئے 12 صد روپیہ دے۔ خاکسار نے اپنے حالات کے مطابق چھ صد روپے کا اپنی طرف سے اور چار صد روپے کا حضرت مصلح موعود کی طرف سے وعدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔

مَیں اپنے خدا سے یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ احبابِ جماعت کو اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا کرے گا اور جماعتی ضرورتوں کے مطابق ہم وقفِ جدید کے کام میں وسعت پیدا کر سکیں گے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ وَ مَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

(روزنامہ الفضل ربوہ 6رجنوری 1966ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 7 ؍جنوری 1966ء بیت المبارک ربوہ

......وقف جدید انجمن احمدیہ کا کام بھی نہایت اہمیت رکھتا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ علاقہ کے لحاظ سے ان کی معلومات ابھی ناقص ہیں اس لئے انہیں اور زیادہ مطالعہ کی ضرورت ہے۔اس وقت مَیں جیسا کہ مَیں بتا چکا ہوں صرف کچھ اشارے کر رہا ہوں تفاصیل میں اداروں کو خود جانا چاہیے۔مثلاً وقف جدید انجمن احمدیہ نے مختلف جگہوں پر تربیت کی غرض سے اپنے معلم بٹھائے ہوئے ہیں اور وہ کام بھی کر رہے ہیں لیکن بعض رپورٹوں سے جو مجھے ملی ہیں معلوم ہوا ہے کہ ان کے اندر بھی لکیر کے فقیر ہونے کی عادت پیدا ہو رہی ہے۔اس لئے کہ کام چلانے کیلئے بعض قواعد وضع کرنے پڑتے ہیں اور ان کی وجہ سے کام میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔لیکن بعد میں ان قواعد کو اصل کام سمجھ لیا جاتا ہے۔حالانکہ قواعد ہمارے ماتحت ہیں ہم قواعد کے ماتحت نہیں۔اگر قواعد کے اندر لچک نہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں فائدہ پہنچانے کی بجائے بعض جگہ نقصان بھی پہنچا دیں۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں عقل عطا کی ہے تا ہم اپنے وضع کردہ قواعد سے نقصان نہ اُٹھائیں ہمیں فراست سے کام لینا چاہیے اور ضرورت کے مطابق اپنا منصوبہ بنانا چاہیے۔پھر منصوبہ صرف آئیڈیل (Ideal) نہیں ہونا چاہیے۔یعنی اگر اب ہم ایک ارب کا منصوبہ بنا لیں تو اس منصوبہ اور ہماری آمد کے درمیان اتنا تفاوت ہوگا کہ کوئی عقل اسے صحیح تسلیم نہیں کرے گی اور یہ ایک ہنسی کی بات بن جائے گی لیکن اگر ہماری آمد پچاس لاکھ روپیہ ہے اور ہم ساٹھ لاکھ روپیہ کا منصوبہ بنا لیتے ہیں تو یہ کوئی اتنا بڑا فرق نہیں جسے عقل تسلیم نہ کرے ہاں اس کیلئے ہمیں جدوجہد کرنا پڑے گی اور منصوبہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ موجودہ وقت میں جو طاقت اور وسائل ہمیں حاصل ہیں اس سے زیادہ ہم چاہتے ہیں اور اس ''زیادہ'' کو مدنظر رکھ کر ہم اپنی عقل سمجھ اور حالات کے مطابق ایک سکیم بناتے ہیں اور اس کے پورا کرنے کیلئے کوشش کرتے ہیں لیکن اگر ہم اگلے سال کے لئے بھی پچاس لاکھ روپیہ کا منصوبہ بناتے ہیں تو گویا ہم رُک گئے اور رُک جانا قوم کیلئے نہایت مہلک ہے۔

بہرحال وقف جدید انجمن احمدیہ کو سینکڑوں معلم اور چاہئیں اس لئے ہمیں سینکڑوں نوجوان جو وقف جدید کے معلم ہونے کی اہلیت رکھتے ہیں ملنے چاہئیں اور جلد تر ملنے چاہئیں یہ صحیح ہے کہ بعض جگہ وقف جدید کے معلمین کا کام تسلی بخش نہیں لیکن بعض جگہوں پر انہوں نے بہت اچھا کام کیا ہے اس لئے یہ تو کام

دیکھ کر ہی بتایا جا سکتا ہے کہ کون سا معلم اہل ہے اور کون سا نااہل۔ جو اہل ہو اسے رکھ لیا جائے اور جو نااہل ثابت ہو اسے فارغ کر دیا جائے اور اس کی جگہ اور رکھ لیا جائے اور ہمیں اس وقت تک ایسا کرنا پڑے گا جب تک ہماری ضرورت پوری نہ ہو جائے۔

پھر جماعت کی ذیلی تنظیموں انصاراللہ، خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کو بھی اپنے منصوبے اور پلان (Plan) ریوائز (Revise) کرنے چاہئیں انہیں مزید غور کے بعد ان میں کچھ تبدیلیاں کر لینی چاہئیں اور اس اصول کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ وہ ایسے کاموں کی طرف توجہ نہ دیں جو ان کے سپرد نہیں کئے گئے اور ان کاموں کو نظرانداز نہ کریں جو ان کے سپرد کئے گئے ہیں کیونکہ فرائض کو چھوڑ کر نوافل کی طرف متوجہ ہونا کوئی نیکی نہیں اور نہ ہی اس کے اچھے نتائج نکلتے ہیں۔

پس جماعت کی ان ذیلی تنظیموں کو اپنے مفوضہ فرائض احسن طور پر بجا لانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں میں برکت دے کہ وہ جماعت کی مضبوطی کے لئے قائم کی گئی ہیں اور اگر یہ تنظیمیں اپنے فرائض کو پوری طرح ادا کریں تو یہ جماعت کے لئے بہت برکت کا موجب بن سکتی ہیں اور خدا تعالیٰ کی رحمتوں کو جذب کر سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آخر میں مَیں پھر آپ سب دوستوں کو جو احمدیت کی طرف منسوب ہوتے ہیں انہیں بھی جو یہاں میرے سامنے بیٹھے ہیں اور انہیں بھی جو دنیا کے مختلف ممالک میں رہتے ہیں اپنے دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اس معنی میں بھی کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ پر اپنا فضل نازل کرتا رہے۔ اور اس سال جو اب شروع ہوا ہے خدا تعالیٰ کے فضل، اس کی رحمتیں اور برکتیں پچھلے سالوں سے زیادہ آپ پر نازل ہوں اور اس معنی میں بھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو روحانی میدان جنگ میں ثبات قدم عطا فرمائے اور آپ طاغوتی طاقتوں کو دنیا کے کناروں تک دھکیلتے ہوئے جہنم میں جلد تر پھینکنے والے بن جائیں اور پھر مَیں آپ کو اس معنی میں بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی برکتیں زیادہ سے زیادہ نازل کرے اور آپ کو اور مجھے اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ جو وسائل اور اسباب اس نے ہمیں دیئے ہیں ہم ان کا استعمال بہترین طور پر اور کسی منصوبہ بندی کے ماتحت اور منظّم طریقہ سے کریں۔ آمین۔

وَمَا تَوْفِيْقُنَا اِلَّا بِاللّٰهِ

(الفضل مورخہ 15 رجنوری 1966ء)





پیغام فرمودہ 23/اپریل 1966ء

''میں اس اعلان کے ذریعہ احباب جماعت کو تحریک کرتا ہوں کہ وہ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خواہش کے احترام میں اس سال وقف جدید کے وعدے کم از کم چھ لاکھ تک پہنچا دیں۔ جماعت کے اخلاص اور دین کی خاطر قربانی کے جذبہ کو دیکھتے ہوئے یہ امر مشکل نہیں ہے۔پس ہر دوست جو وقف جدید کی تحریک میں حصہ لے رہا ہے۔اپنا چندہ وقف جدید اس سال حتی الوسع دو گنا کر دے اور جو دوست اس تحریک میں شامل نہیں ہیں وہ اس سال اس تحریک میں شمولیت کی سعادت ضرور حاصل کریں تا وقف جدید کا بجٹ اس سال چھ لاکھ تک پہنچ جائے۔اللہ تعالیٰ جملہ احباب کے اخلاص اور اموال اور جذبہ قربانی میں برکت دے اور انہیں اس تحریک میں بیش از بیش حصہ لینے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین''





خطبہ جمعہ فرمودہ 7/اکتوبر 1966ء بیت المبارک ربوہ

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

آج مَیں وقفِ جدید کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں جولائی 1957ء میں حضرت مصلح موعود نے اس مبارک الٰہی تحریک کے متعلق بعض ابتدائی باتیں جماعت کے سامنے رکھی تھیں۔ پھر 1957ء ہی میں جلسہ سالانہ کی ایک تقریر میں حضورؓ نے اس کی بعض تفاصیل بیان فرمائیں۔حضورؓ نے یہ تحریک بیان کرنے کے بعد جماعت کے سامنے ابتداءً یہ بات رکھی تھی کہ مَیں فی الحال دس واقفین لینا چاہتا ہوں اوراسی کے مطابق اندازہ خرچ بھی کم وبیش آٹھ دس ہزار روپے کا تھا لیکن آپ کی یہ خواہش تھی کہ یہ الٰہی تحریک درجہ بدرجہ ترقی کرتی چلی جائے اورجلد ہی ایک وقت ایسا آجائے جب دس کی بجائے ہزاروں واقفین اس تحریک میں کام کررہے ہوں۔ پھر یہ واقفین صرف پاکستان سے ہی نہ ہوں بلکہ دوسرے ممالک سے بھی، افریقہ کے ممالک سے بھی، امریکہ کے ممالک سے بھی اوران کے علاوہ دوسرے ممالک سے بھی اور پھر جوں جوں واقفین کی تعداد بڑھتی چلی جائے اورخرچ میں اضافہ ہوتا چلا جائے اسی کے مطابق جماعت اپنی مالی قربانیاں بھی تیز سے تیز تر کرتی چلی جائے تا کہ ہم وہ مقصد جواس الٰہی تحریک کا ہے وقتِ قریب میں حاصل کرلیں۔

جیسا کہ مَیں نے ابھی مختصراً بتایا ہے وقفِ جدید کی تحریک کی ابتداء دس واقفین سے ہوئی تھی اور اس وقت جب کہ اس تحریک پر قریباً 9 سال کا عرصہ گذر چکا ہے یہ تعداد صرف اکاسی واقفین تک پہنچی ہے جن میں سے سترہ کے قریب زیرِ تعلیم ہیں اورصرف چونسٹھ مختلف جماعتوں میں کام کررہے ہیں۔حالانکہ حضورؓ کا منشاء یہ تھا کہ دنیا بھر کی جماعتیں ہزاروں کی تعداد میں واقفین ہمیں دیں اورہم اوّل تو ہر جماعت میں اوراگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم دس۔ دس، پندرہ۔ پندرہ میل کے حلقہ میں ایک ایک ایسے واقف (وقفِ جدید) کو مقرر کریں جس نے قربانی کے جذبہ سے خلوص کے ساتھ اورخدمتِ اسلام کی نیت سے اپنی زندگی وقف کی ہواس واقف کو معمولی گذارہ دیا جائے مثلاً پچاس یا ساٹھ روپے ماہوار اوراس کے باقی اخراجات کے لئے آمد کے بعض اور ذرائع مہیا کئے جائیں مثلاً ایسا انتظام کیا جائے کہ جس جماعت میں اسے مقرر کیا جائے وہ جماعت یا تو دس ایکڑ زمین اس تحریک کے لئے وقف کرے اوراس زمین کی آمد اس

واقف کو دی جائے اور یا پھر اس واقف کے ذریعہ پرائمری تک ایک سکول کھول دیا جائے جہاں وہ احمدی بچوں کو (اور دوسرے بچوں کو بھی جو وہاں تعلیم حاصل کرنا چاہیں) قرآنِ کریم پڑھائے اور دوسری مروجہ تعلیم بھی دے اور یا پھر اسے کمپاؤنڈری یا حکمت کی ابتدائی تعلیم دلائی جائے تا وہ ایسی جگہوں پر جہاں ابتدائی طبی امداد بھی مہیا ہونا مشکل ہے وہاں کے رہنے والوں کو ابتدائی طبی امداد مہیا کرے اور اس طرح پر جو آمد ہو وہ بھی مرکز وصول نہ کرے بلکہ اس ذریعہ سے جو آمد بھی ہو وہ اس واقف کو دے دی جائے۔ سکول کی صورت میں اگر اساتذہ ایک سے زائد ہوں تو فیس کے ذریعہ جو آمد ہو وہ سب اساتذہ میں تقسیم کر دی جائے۔

بہرحال اس وقت حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہٗ کو یہ نظر آ رہا تھا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر جماعت میں کم از کم ایک معلم ضرور بٹھا دیا جائے لیکن چونکہ حضور ایک لمبا عرصہ علیل رہے اور اس عرصہ میں جماعت حضور کے خطبات سے محروم رہی اور چونکہ جب تک بار بار جگایا نہ جاتا رہے انسان عادتاً کمزوری کی طرف مائل ہو جاتا ہے اس لئے وقفِ جدید کی اہمیت اور افادیت آہستہ آہستہ جماعت کے افراد کی نظروں سے اوجھل ہوتی چلی گئی اور اس تحریک کا وہ نتیجہ نہ نکلا جو میرے نزدیک نو سالوں میں نکلنا چاہئے تھا اور اس کی ذمہ داری ساری جماعت پر بحیثیت جماعت عائد ہوتی ہے۔ وقفِ عارضی کے جو وفود مختلف علاقوں میں گئے ہیں ان میں سے کم از کم 60، 70 فیصدی وفود ایسے ہونگے جنھوں نے اپنا وقفِ عارضی کا زمانہ ختم کرنے کے بعد جو آخری رپورٹ ہمیں بھجوائی اس میں بڑی شدت سے یہ مطالبہ کیا کہ اس جماعت کو کوئی مربی یا معلم ضرور دیا جائے اور یہ بھی لکھا کہ جماعت خود بھی یہ احساس رکھتی ہے کہ جب تک اسے کوئی معلم نہ دیا جائے وہ ان ذمہ داریوں کو کماحقہٗ ادا نہیں کر سکتی جو تربیت کے لحاظ سے اس پر عائد ہوتی ہیں۔ لیکن اگر میرے پاس واقفین ہی نہ ہوں تو مَیں انھیں کہاں سے معلم مہیا کروں۔ پھر اگر جماعت اپنی ہمت اور جماعتی ضرورت کے مطابق مالی قربانیاں پیش نہ کرے تو ان معلمین کو گذارہ کہاں سے دیا جائے۔

پس پہلی بات تو یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ واقفین اس تحریک میں شمولیت کے لئے اپنے نام پیش کریں۔ مَیں نے بتایا ہے کہ اس وقت زیرِ تعلیم واقفین کو شامل کر کے قریباً 81 واقف ہمارے پاس ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس تحریک کو ابتداءً دس کی تعداد سے شروع کیا اگر ہم ہر سال اس میں دس دس کا اضافہ کرتے تب بھی اس وقت ہمارے پاس 90 واقفین ہونے چاہیے تھے لیکن اگر ہم اس تعداد میں ہر سال صرف دس دس کی زیادتی ہی کریں تو چونکہ ہم نے ہزاروں تک پہنچنا ہے اس لئے جب ہم پہلے ہزار تک پہنچیں گے تو ایک صدی گذر چکی ہوگی اور ہم اتنا لمبا عرصہ انتظار نہیں کر سکتے۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر جماعت اس طرف توجہ دے تو ہر سال پہلے سال کی نسبت دگنی تعداد میں

واقف آسکتے ہیں اگر ایسا ہوتا رہتا تو اس وقت واقفین کی تعداد پانچ ہزار کے قریب پہنچ چکی ہوتی۔یعنی اگر پہلے سال دس واقفین تھے تو دوسرے سال بیس واقفین رکھے جاتے۔تیسرے سال چالیس رکھے جاتے اور چوتھے سال اسّی تک ان کی تعداد پہنچ جاتی اوراس طرح نو سال میں ان کی تعداد 5110 تک جا پہنچتی۔اگر ہم پہلے سال کی نسبت واقفین کی تعداد میں ڈیڑھ گنا اضافہ بھی کرتے رہتے تب بھی ہماری ضرورت ایک حد تک پوری ہو جاتی بشرطیکہ ہم اسی تناسب سے اپنے چندوں میں بھی اضافہ کرتے چلے جاتے لیکن اس نسبت یعنی ڈیوڑھی نسبت کے ساتھ بھی واقفین نہیں آئے بلکہ سوائی نسبت کے ساتھ یا ہر سال 1/5 یا 1/6 کی زیادتی کے ساتھ بھی واقفین اس تحریک میں شامل نہیں ہوئے ورنہ وہ فوری ضرورتیں پوری ہو جاتیں جو اس وقت ہمارے سامنے آرہی ہیں اور جنہیں پورا ہوتے نہ دیکھ کر ہمیں دکھ اور اذیت اور تکلیف اٹھانی پڑ رہی ہے۔اگر ہماری فوری ضرورتیں پوری ہو جاتیں تو ہم اس دکھ تکلیف اور اذیت سے بچے رہتے ، جماعتیں پکار رہی ہیں کہ اگر چاہتے ہو کہ ہم میں احمدیت قائم رہے تو ہمیں مستقل واقف دو۔وقفِ عارضی والے آپ سے بار بار مطالبہ کر رہے ہیں کہ جماعتوں میں واقفین بھیجے جائیں اور جماعت کو کہہ رہے ہیں کہ ان واقفین کو سنبھالنے کے لئے جس قدر رقم کی ضرورت ہے وہ مہیا کرے لیکن آپ نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی اور یہ بڑا ظلم ہوا ہے اس لئے مَیں ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ سب کو جگاؤں اور بیدار کروں اور اس تحریک کی اہمیت آپ کے ذہن نشین کرانے کے بعد آپ سے یہ مطالبہ کروں کہ آئندہ سال مجھے کم از کم ایک سَو نئے واقفین چاہئیں مجھے بتایا گیا ہے کہ وقفِ جدید کی تربیتی کلاس جنوری سے شروع ہوتی ہے اور دسمبر تک رہتی ہے۔

پس میرا مطالبہ یہ ہے کہ جنوری 1967ء میں جو نئی تربیتی کلاس شروع ہوگی اس میں کم از کم سو واقفین شامل ہونے چاہئیں۔اگر جماعت نے میرا یہ مطالبہ پورا کر دیا تب بھی ہمیں ایک سال تک انتظار کرنا پڑے گا کیوں کہ کلاس کا نصاب ایک سال کا ہے اور نئے واقفین جو آئیں گے وہ ایک سال تک تربیت حاصل کریں گے اور اگر وہ سارے کامیاب بھی ہو جائیں تب بھی ایک سال کے بعد ہی ہم ان سو نئے واقفین سے جماعت کی تربیت کا کام لے سکیں گے۔بہر حال اگر یکصد نئے واقفین آجائیں تو ہمیں یہ تسلی اور اطمینان تو ہوگا کہ ایک سال کے بعد کم از کم سو نئی جماعتوں میں واقفینِ وقفِ جدید پہنچ جائیں گے اور وہ وہاں مستقل طور پر رہیں گے۔ہم ایک سال اور انتظار کر لیں گے اس عرصہ میں ہم وقفِ عارضی کے انتظام کے ماتحت خوابیدہ جماعتوں کو بیدار کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے اور جب واقفین مستقل طور پر جماعتوں میں پہنچ جائیں گے تو وہ قرآنِ کریم پڑھانے اور جماعت کی تربیت اور دیگر ذمہ داریوں کو ادا کرتے رہیں گے اور اس طرح جماعت سنبھل جائے گی اور بیدار ہو جائے گی اور اس میں زندگی کی ایک نئی

روح پیدا ہو جائے گی۔لیکن اگر آپ حسبِ سابق ہر سال اس تعداد میں صرف دس کا ہی اضافہ کریں تو یہ ہمارے لئے کافی نہیں ۔ پس مَیں چاہتا ہوں کہ اگلے سال واقفینِ وقفِ جدید کی کلاس میں جو جنوری 1967ء سے شروع ہوگی کم از کم ایک سَو واقفین ہو جائیں اور جماعت کو چاہئے کہ وہ اس طرف متوجہ ہو۔ اساتذہ کی ایک تعداد ہر سال ریٹائر ہوتی ہے اگر وہ خاص طور پر اس طرف توجہ دیں تو وہ بہت مفید ہو سکتے ہیں۔اگر پنشن یافتہ اساتذہ اپنی بقیہ عمر وقفِ جدید میں وقف کریں تو ہمیں زیادہ اچھے اور تجربہ کار واقفین مل سکتے ہیں بشرطیکہ وہ خلوصِ نیت رکھنے والے ہوں اپنے اندر قربانی کا مادہ رکھنے والے ہوں۔دنیا کی محبت ان کے دلوں میں سرد ہو چکی ہو۔ وہ خدا تعالیٰ کی طرف منہ کر کے اپنی بقیہ زندگی گزارنے کے متمنی اور خواہاں ہوں اور دنیا، شیطان اور دنیوی آرام اور آسائشوں کی طرف پیٹھ کر کے اپنی بقیہ زندگی کے دن گزارنے کے لئے تیار ہوں۔ وہ باپ کی طرح تربیت کرنے والے ہوں یعنی محبت، پیار، اخلاص، ہمدردی اور غم خواری کے ساتھ تربیت کرنے والے ہوں۔ایسے اساتذہ اگر ہمیں مل جائیں تو ممکن ہے ہم انھیں یہاں ایک سال کی بجائے چند ماہ تعلیم دے کر جماعتوں میں کام کرنے کے لئے بھجوا سکیں۔

اگر ہمیں واقفین زیادہ تعداد میں مل جائیں اور مَیں اپنے رب سے امید رکھتا ہوں کہ وہ جماعت کو یہ توفیق عطا کرے گا کہ جس تعداد میں واقفین کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اس تعداد میں واقفین مہیا کر دے تو پھر ان کے خرچ کا سوال پیدا ہو جاتا ہے گذشتہ سال مجلسِ شوریٰ کے موقع پر وقفِ جدید کا بجٹ ایک لاکھ ستّر ہزار روپے کا منظور ہوا تھا۔لیکن اس وقت تک دفتر وقفِ جدید میں جو وعدے وصول ہوئے ہیں وہ صرف ایک لاکھ چالیس ہزار روپے کے قریب کے ہیں یعنی وقفِ جدید کے منظور شدہ بجٹ کے مطابق بھی ابھی وعدے موصول نہیں ہوئے۔ پھر بعض جائز اور ناجائز وجوہ کی بناء پر سارے وعدے عملاً پورے بھی نہیں ہوا کرتے یعنی اتنی رقم وصول نہیں ہوتی جتنی رقم کے وعدے ہوتے ہیں۔سال کے شروع میں ایک شخص خوب کما رہا ہوتا ہے اور اپنی آمد کے مطابق وہ اپنا وعدہ لکھوا تا ہے لیکن بعد میں وہ حوادثِ زمانہ کی لپیٹ میں آ جاتا ہے۔اس کی آمد کم ہو جاتی ہے اور وہ مجبور ہو جاتا ہے کہ اپنے وعدہ کو ملتوی کر دے کیونکہ مومن اپنے وعدہ کو منسوخ نہیں کرتا ہاں جب اُسے حالات مجبور کر دیتے ہیں تو وہ اپنے وعدہ کو ملتوی کر دیتا ہے۔اس نیت کے ساتھ کہ جب اللہ تعالیٰ اسے توفیق دے گا تو وہ اپنے وعدہ کو ضرور پورا کر دے گا۔ایسے ہی لوگوں کو بعد میں اللہ تعالیٰ توفیق بھی عطا کر دیتا ہے کہ وہ اپنے وعدے پورے کر دیں۔لیکن یہاں حال یہ ہے کہ ایک لاکھ ستّر ہزار روپے کا بجٹ تھا اور وعدے ابھی تک ایک لاکھ چالیس ہزار روپے کے وصول ہوئے ہیں اور اس کے مقابلہ میں اس وقت تک صرف پچانوے ہزار روپے کی وصولی ہوئی ہے حالانکہ سالِ رواں میں وقفِ جدید

کے لئے ہمیں دولاکھ یا اس سے زیادہ روپے کی ضرورت ہے۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ ایک لاکھ ستتر ہزار روپے میں ہمارا کام نہیں چلے گا۔ ہمیں کم از کم دولاکھ سوا دولاکھ روپے کی ضرورت ہوگی اور اس قدر رقم ہمیں ملنی چاہئے تا وہ عظیم اور نہایت ہی ضروری اور مفید کام جو وقفِ جدید کے سپرد کیا گیا ہے کماحقہٗ پورا کیا جاسکے۔

پس بجٹ جو مجلسِ شوریٰ نے پاس کیا تھا اگرچہ وہ ایک لاکھ ستتر ہزار روپے کا ہے لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ ہمیں کم از کم دولاکھ روپیہ وصول ہونا چاہئے لیکن اس وقت جو وعدے وصول ہوئے ہیں وہ ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ کے ہیں۔ اس لئے ایک تو یہ ہونا چاہئے کہ جو دوست اس تحریک میں حصہ لے رہے ہیں وہ اپنے وعدوں پر دوبارہ غور کریں اور جماعت کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے ان میں اضافہ کریں اور پھر دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ انھیں ان وعدوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرے وہ دوست جنھوں نے ابھی تک وقفِ جدید کی مالی تحریک میں حصہ نہیں لیا انھیں اس تحریک کی اہمیت ذہن نشین کرنی چاہئے اور انھیں اس میں شامل ہونا چاہئے۔

تیسرے مَیں آج احمدی بچوں (لڑکوں اور لڑکیوں) سے اپیل کرتا ہوں کہ اے خدا اور اس کے رسولؐ کے بچو! اُٹھو اور آگے بڑھو اور تمہارے بڑوں کی غفلت کے نتیجہ میں وقفِ جدید کے کام میں جو رخنہ پڑ گیا ہے اسے پُر کردو اور اس کمزوری کو دور کردو جو اس تحریک کے کام میں واقع ہوگئی ہے۔

کل سے مَیں اس مسئلہ پر سوچ رہا تھا۔ میرا دل چاہا کہ جس طرح ہماری بہنیں بعض مساجد کی تعمیر کے لئے چندہ جمع کرتی ہیں اور سارا ثواب مردوں سے چھین کر اپنی جھولیوں میں بھر لیتی ہیں۔ وہ اپنے باپوں، اپنے بھائیوں، اپنے خاوندوں، اپنے دوسرے رشتہ داروں یا دوسرے احمدی بھائیوں کو اس بات سے محروم کردیتی ہیں کہ اس مسجد کی تعمیر میں مالی قربانی کر کے ثواب حاصل کرسکیں۔ اسی طرح اگر خدا تعالیٰ احمدی بچوں کو توفیق دے تو جماعتِ احمدیہ کے بچے وقفِ جدید کا سارا بوجھ اٹھالیں لیکن چونکہ سال کا بڑا حصہ گزر چکا ہے اور مجھے ابھی اطفال الاحمدیہ کے صحیح اعداد وشمار بھی معلوم نہیں اس لئے مَیں نے سوچا کہ آج مَیں اطفال الاحمدیہ سے صرف یہ اپیل کروں کہ اس تحریک میں جتنے روپے کی ضرورت تھی اس میں تمہارے بڑوں کی غفلت کے نتیجہ میں جو کمی رہ گئی ہے اس کا بار تم اٹھالو اور پچاس ہزار روپیہ اس تحریک کے لئے جمع کرو۔ یہ صحیح ہے کہ بہت سے خاندان ایسے بھی ہیں۔ جنکے بچوں کو مہینہ میں ایک[1] دو آنے سے زیادہ رقم نہیں ملتی لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ ہماری جماعت میں ہزاروں خاندان ایسے بھی ہیں جن کے بچے کم وبیش آٹھ آنے ماہوار یا شاید اس سے بھی زیادہ رقم ضائع کردیتے ہیں۔ چھوٹا بچہ شوق سے پیسے لے لیتا ہے لیکن اسے معلوم نہیں ہوتا کہ ان کی قیمت کیا ہے۔ وہ پیسے مانگتا ہے اور اس کی ماں یا اس کا باپ اس کے ہاتھ میں پیسہ، آنہ،

دونی یا چونی دے دیتا ہے اور پھر وہ بچہ اسے کہیں پھینک کر ضائع کر دیتا ہے۔ اگر مائیں ایسے چھوٹے بچوں کو وقتی خوشی کے سامان پہنچانے کے لئے پیسہ، آنہ، دونی یا چونی دے دیں اور پھر انہیں ثواب پہنچانے کی خاطر تھوڑی دیر کے بعد ان سے وہی پیسہ، آنہ، دونی یا چونی وصول کر کے وقفِ جدید میں دیں اور اس طرح ان کے لئے ابدی خوشیوں کے حصول کے سامان پیدا کر دیں تو وہ بڑی ہی اچھی مائیں ہونگی اپنی اولاد کے حق میں لیکن یہ تو چھوٹے بچے ہیں جو اپنی عمر کے لحاظ سے ابھی اطفال الاحمدیہ میں شامل نہیں ہوئے وہ بچے جو اپنی عمر کے لحاظ سے اطفال الاحمدیہ یا ناصرات الاحمدیہ میں شامل ہو چکے ہیں یعنی ان کی عمریں سات سے پندرہ سال تک کی ہیں اگر وہ مہینہ میں ایک اٹھنی وقفِ جدید میں دیں تو جماعت کے سینکڑوں ہزاروں خاندان ایسے ہیں جن پر ان بچوں کی قربانی کے نتیجہ میں کوئی ایسا بار نہیں پڑے گا کہ وہ بھوکے رہنے لگ جائیں۔ رہے وہ غریب خاندان جن کے دلوں میں نیکی کرنے اور ثواب کمانے کی خواہش پیدا ہو لیکن ان کی مالی حالت ایسی نہ ہو کہ ان کا ہر بچہ اس تحریک میں ایک اٹھنی ماہوار دے سکے تو ان لوگوں کی خواہش کے مدّ نظر مَیں ان کے لئے یہ سہولت پیش کر دیتا ہوں کہ ایسے خاندان کے سارے بچے مل کر ایک اٹھنی ماہوار اس تحریک میں دیں۔ اس طرح اس خاندان کے سارے بھائی اور بہنیں ثواب میں شریک ہو جائیں گی لیکن یہ رعایت صرف ان خاندانوں کے لئے ہے جو مالی لحاظ سے کمزور ہیں لیکن باطنی اور ایمانی لحاظ سے ان کے دل روشن اور مضبوط ہیں اور ان کے بچوں کے دلوں میں یہ خواہش ہے کہ کاش ہماری مالی حالت ایسی ہوتی کہ ہم میں سے ہر ایک اٹھنی ماہوار اس تحریک میں دے سکتا اور ہم ثواب سے محروم نہ رہتے۔ ان کی ایسی خواہش کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے مَیں نے یہ سہولت دی ہے کہ وہ سب بچے مل کر ایک اٹھنی ماہوار اس تحریک میں دیں۔

اب سال کا بہت تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہے اگر احمدی بچے اس موقع پر پچاس ہزار روپیہ پیش کر دیں تو وہ دنیا میں ایک بہترین نمونہ قائم کرنے والے ہونگے۔ اور اس طرح ہماری وہ ضرورت پوری ہو جائے گی جو اس وقت اعلاءِ کلمۃ اللہ اور جماعت کی مضبوطی اس کی تربیت اور تعلیم کے نظام کو مستحکم کرنے کے لئے ہمارے سامنے ہے اور جس طرح آنحضرت ﷺ نے بچوں کو نماز کی عادت ڈالنے کے لئے ان کی نماز کی بلوغت سے پہلے نماز پڑھانے کی ہمیں تلقین کی ہے اسی طرح ان مالی قربانیوں کے لئے جو فرض کے طور پر ایک احمدی پر عائد ہوتی ہیں، اس فرض کے عائد ہونے سے پہلے ہمارے بچوں کی تربیت ہو جائے گی اور جب وہ فرض ان پر عائد ہوگا تو وہ خوشی اور بشاشت سے مالی جہاد میں شامل ہوں گے اور اس فرض کے ادا کرنے میں وہ کوئی کمزوری نہ دکھائیں گے کیونکہ ان کی طبیعتوں میں بچپن سے ہی یہ بات راسخ ہو چکی ہوگی

کہ جہاں ہم نے خدا اور رسول کے لئے دوسری قربانیاں کرنی ہیں وہاں ہم نے خدا اور اس کے رسول کے لئے مالی قربانیاں بھی دینی ہیں۔غرض ایک بچہ جب اٹھنی دے رہا ہوگا یا جب بعض خاندانوں کے سب بچے باہم مل کر ایک اٹھنی ماہوار وقفِ جدید میں دے رہے ہوں گے تو یہ ایک لحاظ سے ان کی تربیت ہوگی اس طرح ہم ان کے ذہن میں یہ بات بھی راسخ کر رہے ہونگے کہ جب خدا تعالیٰ کسی کو مال دیتا ہے تو وہ مال جو اس کی عطا ہے بشاشت سے اسی کی طرف لوٹا دینا اور اس کے بدلہ میں ثواب اور اس کی رضا حاصل کرنا اس سے زیادہ اچھا سودا دنیا میں اور کوئی نہیں۔

پس اے احمدیت کے عزیز بچو! اٹھو اور اپنے ماں باپ کے پیچھے پڑ جاؤ اور ان سے کہو کہ ہمیں مفت میں ثواب مل رہا ہے آپ ہمیں اس سے کیوں محروم کر رہے ہیں۔آپ ایک اٹھنی ماہوار ہمیں دیں کہ ہم اس فوج میں شامل ہو جائیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ دلائل و براہین اور قربانی اور ایثار اور فدائیت اور صدق وصفا کے ذریعہ اسلام کو باقی تمام ادیان پر غالب کرے گی۔تم اپنی زندگی میں ثواب لوٹتے رہے ہو اور ہم بچے اس سے محروم رہے ہیں۔آج ثواب حاصل کرنے کا ایک دروازہ ہمارے لئے کھولا گیا ہے ہمیں چند پیسے دو کہ ہم اس دروازہ میں سے داخل ہو کر ثواب کو حاصل کریں اور خدا تعالیٰ کی فوج کے ننّھے مُنّے سپاہی بن جائیں اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا کرے (آمین)۔

(روزنامہ الفضل 12/اکتوبر 1966ء ص 3-5)



ا؎ ایک روپیہ کے سولہ آنے، ایک آنے کے چار پیسے ہوتے تھے، دو آنے کی دونی، چار آنے کی چونی، آٹھ آنے کی اٹھنی۔



خطاب اجتماع لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ فرمودہ 22/اکتوبر 1966ء

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

مجھے چند دنوں سے بخار کی تکلیف ہے لیکن اس خیال سے کہ ایک طرف خدام واطفال اور دوسری طرف لجنہ اماء اللہ کی بہنیں سفر کی صعوبت اور تکلیف اٹھا کر خدا کے نام پر یہاں جمع ہوئی ہیں مجھے بھی بخار کے باوجود یہاں حاضر ہو کر بعض باتیں اپنی بہنوں کو کہنی چاہئیں اور خدام واطفال کے جلسہ میں چھوٹے بھائیوں اور بچوں کو کچھ کہنا چاہئے۔ اطفال کے جلسہ میں تو مَیں ابھی تک نہیں جا سکا لیکن خدام الاحمدیہ کی افتتاحی تقریب کے وقت مَیں چلا گیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ عورت اگر چاہے تو اس طرح بھی اپنی زندگی کے دن گذار سکتی ہے کہ اس کے قدم ہر لحظہ اور ہر گھڑی جنت کی زمین پر رہیں اور اگر وہ یہ نہ چاہے تو ایسی بدقسمت عورت اپنی زندگی کے دن اس طرح بھی گزار سکتی ہے کہ اس کے قدم جہنم کی زمین کے اوپر ساری عمر رہیں۔ یہ بھی ایک معنی ہیں اس حدیث کے جس میں فرمایا گیا ہے کہ ماؤں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔ اسی سے یہ استدلال بھی ہوتا ہے کہ ماؤں کے پاؤں کے نیچے جہنم بھی ہے۔ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے جہاں ایک طرف تربیت اولاد کی طرف بڑے حسین پیرایہ میں ہمیں متوجہ کیا ہے وہاں دوسری طرف ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ اگر تم امن اور سکون کی زندگی حاصل کرنا چاہتی ہو۔ اگر تمہاری یہ خواہش ہے کہ تمہاری اولاد تمہارے لئے خوشی کا موجب بنے وہ تمہاری آنکھ کی ٹھنڈک ہو، وہ تمہارے دل کی راحت اور سکون ہو اور دوسری طرف وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ذریّتِ طیّبہ بھی ہو تو اس کے لئے ضروری ہے تم ان احکام کی روشنی میں جو اسلام نے قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں ہمارے سامنے پیش کئے ہیں، عمل کرو۔

لجنہ اماء اللہ کا قیام اس غرض سے ہے کہ تا احمدی مستورات اور احمدی بہنیں اپنی زندگی منظّم ہو کر اس طرح گذاریں کہ ان کے قدم ہمیشہ جنت کی زمین کو چھونے والے ہوں اور جہنم کی زمین اور جہنم کی آگ اور اس کی تپش اور اس کی تکالیف کا جھونکا تک بھی ان تک نہ پہنچنے پائے۔ مَیں آج بوجہ اپنی بیماری اور ضعف کے زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا تاہم مَیں سمجھتا ہوں کہ مجھے بعض ضروری باتیں یہاں بیان کرنی چاہئیں۔ جہاں تک مالی قربانیوں کا تعلق ہے احمدی بہنیں اس میں بہت تربیت یافتہ ہیں اور اس میدان میں اللہ تعالیٰ

نے انھیں بہت بلند اور ارفع مقام عطا کیا ہے۔ خدا کرے کہ وہ نا صرف ہمیشہ اس بلند مقام پر قائم رہیں بلکہ اس مقام کی رفعتوں میں ہمیشہ اضافہ ہوتا چلا جائے کیونکہ مالی قربانیوں کے لحاظ سے ایک ذمہ داری ہم پر یہ بھی عائد ہوتی ہے کہ ہم اسلام کی ضرورتوں کی خاطر اور خدا کے نام کو بلند کرنے کے لئے مالی جہاد میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں اور اس سلسلہ میں مستورات کا ایک بڑا نمایاں حصہ مساجد کے لئے چندہ ہے اور مساجد وہ جگہ ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کیا جاتا ہے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی صدا بلند ہوتی ہے لیکن اس کے علاوہ جو تربیتی ذمہ داری احمدی بہنوں پر عائد ہوتی ہے اس کی طرف ابھی تک پوری توجہ نہیں دی گئی۔ شاید اس کا موقع ہی ان کو بہم نہ پہنچایا گیا ہو یا شاید انھوں نے اس طرف توجہ دینا ضروری خیال نہ کیا ہو۔ لیکن ہمیں یہ غور کرنا چاہئے کہ نبی کریم ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ بچے پر دس سال کی عمر میں نماز فرض ہو جاتی ہے لیکن اس فرض کو نماز کی عادت ڈالنے کے لئے اگر اس سے بھی پہلے نہیں تو کم از کم سات سال کی عمر کو جب وہ پہنچے تو اس کو نماز کی طرف متوجہ کرتے رہنا چاہئے۔ تا جب نماز فرض ہو تو وہ نماز کا عادی ہو چکا ہو اور نماز سے پیار کرنے لگ چکا ہو اور نماز کی محبت اس کے دل میں گڑ چکی ہو اور وہ ذہنی طور پر اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہو کہ جب تک ہم اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز نہیں ہوتے اس سے دعائیں نہیں مانگتے ہمیں اس دنیا میں بھی فلاح حاصل نہیں ہو سکتی اور اخروی زندگی میں بھی ہم اس کی رضا کو حاصل نہیں کر سکتے۔

اسلام میں صرف نماز کو ہی مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض نہیں کیا گیا بلکہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے فرائض ہیں جن میں سے ایک حصہ مالی قربانیوں اور مالی جہاد کا ہے۔ اس لئے جس طرح نماز فرض ہونے سے پہلے بچے کو وہ نماز پڑھائی جاتی ہے کہ جو ابھی اس پر فرض نہیں ہوئی، سات سال کے بچے پر ظہر کی نماز عصر کی نماز مغرب، عشا اور فجر کی نمازیں فرض نہیں۔ جب ہم ان کو یہ نمازیں پڑھاتے ہیں تو وہ فرض تو نہیں پڑھ رہے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان نمازوں کو ابھی فرض ہی نہیں کیا۔ اسی طرح مالی میدان میں بھی بچوں کو اس کی عادت ڈالنی چاہئے تا وہ ان قربانیوں میں جو خدا کی توحید کے قیام اور اشاعتِ اسلام اور نبی کریم ﷺ کی محبت دلوں میں ڈالنے کے لئے دی جا رہی ہیں۔ ان میں بچپن ہی میں طوعی اور نفلی طور پر حصہ لینے لگ جائیں۔ ہماری جماعت میں جماعتی نظام کے لحاظ سے مالی قربانی بطور فرض اس وقت عائد ہوتی ہے جب کوئی شخص کمانے لگ جاتا ہے یا بلوغت کے بعد جیب خرچ کی شکل میں اس کے پاس کوئی رقم ہوتی ہے۔ بعض خاندانوں میں یہ رواج ہے کہ وہ پڑھنے والے بچوں کو جیب خرچ کے طور پر کچھ رقم دیتے ہیں، اگر وہ بچے ہوش سنبھال چکے ہوتے ہیں یا ذہنی بلوغت کو پہنچ چکے ہوتے ہیں تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مالی قربانی ایک فرض ہے اور اس فرض میں ہمیں بھی حصہ لینا چاہئے۔ ہمارے ملک میں اور اسلامی

معاشرہ میں عورت زیادہ تر کمانے والے میدان میں داخل نہیں ہوتی الا ماشاء اللہ۔اب بعض ضرورتوں کے مطابق اور بعض غلط قسم کی نقلوں کی وجہ سے ہماری عورتیں بھی نوکری کی طرف ضرورت سے زیادہ متوجہ اور مائل ہو رہی ہیں۔مَیں اس بات کے متعلق اس وقت کچھ نہیں کہنا چاہتا۔

مَیں اس وقت صرف یہ بتا رہا ہوں کہ مرد یا عورت جب کمانے لگ جاتی ہے تو اس پر اپنی آمد کا سولہواں حصہ (اگر اس نے وصیت نہیں کی) یا کم از کم دسواں حصہ (اگر اس نے وصیت کی ہے) بطور چندہ دینا لازمی ہے۔جس طرح نماز اور دوسرے فرائض ہیں اسی طرح ایک احمدی پر مالی قربانی بھی بطور فرض کے عائد ہے اس پر فرض ہے کہ وہ اگر موصی یا موصیہ نہیں تو اپنی آمد کا سولہواں حصہ اور اگر موصی یا موصیہ ہے تو اپنی آمد کا کم از کم دسواں اور زیادہ سے زیادہ تیسرا حصہ اشاعتِ اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جماعت کے بیت المال میں جمع کرائے۔پھر نظام کے مطابق ایک مجلسِ شوریٰ کے موقع پر جماعت کے نمائندے خرچ کرنے کے متعلق کچھ سفارشات کرتے ہیں اور ان نمائندوں کے فیصلوں کے مطابق وہ رقم خرچ کی جاتی ہے۔چونکہ اسلام کا یہ بنیادی حکم ہے کہ فرائض سے کچھ زیادہ خرچ کرو تا تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو زیادہ سے زیادہ حاصل کر سکو۔اس لئے ہماری جماعت میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علاوہ فرض چندوں کے بہت سے نفلی چندوں کی بھی تحریک کی ہوئی ہے ان میں سے ایک چندہ یعنی چندہ تحریکِ جدید گو نفلی ہے لیکن ضرورت کے مطابق شاید وہ فرض کے قریب قریب پہنچا ہوا ہے۔اس کی مثال سنتوں کی سی ہے جو ہیں تو نوافل لیکن وہ نفل کی نسبت فرض کے زیادہ قریب ہمیں نظر آتی ہیں کیونکہ انھیں ادا کرنے کی نبی کریم ﷺ نے بڑی تاکید فرمائی ہوئی ہے۔پھر چندہ تحریکِ جدید کے علاوہ چندہ وقفِ جدید ہے۔ان کے علاوہ آپ بہنوں کو ان چندوں میں بھی حصہ لینا پڑتا ہے جو خاص طور پر لجنہ اماء اللہ کی تحریک پر جمع کئے جاتے ہیں جیسا کہ مختلف مساجد کے بنانے میں آپ بہنوں نے قابلِ رشک حصہ لیا ہے۔قابلِ رشک اس معنی میں کہ ہم جو مرد ہیں ہمارے دلوں میں بھی یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اس ثواب سے کیوں محروم رہے کہ فلاں جگہ پر ایک مسجد بن رہی تھی کہ جس کے میناروں سے خدائے واحد و یگانہ کا نام بلند ہونا تھا اور نبی کریم ﷺ کی افضل ترین اور ارفع نبوت کا اعلان ہونا تھا، ہم نے اس کے بنانے میں حصہ نہ لیا ہم ثواب سے محروم رہے اور سارا ثواب آپ نے اپنی جھولیوں میں سمیٹ لیا۔بہر حال اس قسم کے قابلِ رشک چندے بھی آپ بہنیں ادا کر رہی ہیں۔

لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ ایک جہت ایسی ہے جس کی طرف آپ نے ابھی تک کوئی توجہ نہیں دی اور وہ یہ ہے کہ جس طرح سات سال کی عمر میں بچوں کو (جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا ہے) نفلی نماز اس لئے

پڑھائی جاتی ہے یا پڑھائی جانی چاہئے تا کہ جب نماز بطور فرض ان پر عائد ہو تو وہ بشاشت کے ساتھ اور دلجمعی کے ساتھ اور دلی لگاؤ کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ اس نماز کو ادا کریں۔اسی طرح بچوں کو مالی تحریکوں کی طرف بھی متوجہ کرنا چاہئے۔اس میں شک نہیں کہ بعض خاندان اپنے بچوں کی طرف سے بھی چندہ وقفِ جدید یا چندہ تحریکِ جدید لکھواتے ہیں اور بعض خاندان ایسے بھی ہیں کہ جو اپنے بچوں کو تحریک کرتے رہتے ہیں کہ ہماری طرف سے جو جیب خرچ تمہیں ملتا ہے اس میں سے تم خدا تعالیٰ کی راہ میں بھی کچھ دیا کرو۔لیکن عام طور پر اس طرف ابھی توجہ نہیں کی جاتی۔مَیں نے اس سلسلہ میں حال ہی میں اپنے بچوں سے اپیل کی ہے کہ وہ وقفِ جدید کا بوجھ اٹھائیں اور ہر بچہ کم از کم اٹھنّی ماہوار وقفِ جدید میں دے۔ چونکہ اس وقت وقفِ جدید کے سال کا اختتام ہے اس لئے مَیں نے سالِ رواں میں پچاس ہزار روپیہ لڑکوں اور لڑکیوں پر مقرر کیا ہے۔مَیں نے ان سے کہا ہے کہ وہ پچاس ہزار روپیہ کی رقم جمع کریں تا ہم وقفِ جدید کے کام کو پھیلا سکیں اور اسے وسعت دے سکیں۔اگر تمام احمدی بچے جو آپ کی گودوں میں پلتے ہیں، تمام احمدی بچے جن کی تربیت کی ذمہ داری آپ پر ہے، اس طرف متوجہ ہوں۔اگر آپ ان کی ذہنی تربیت اس رنگ میں کر دیں کہ وہ کم از کم اٹھنّی ماہوار خدا تعالیٰ کی راہ میں وقفِ جدید کے کاموں کے لئے خود جماعت کو پیش کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ وقفِ جدید کا سارا بجٹ ان بچوں کے چندوں سے پورا ہو سکتا ہے۔لیکن اس طرف پوری توجہ کی ضرورت ہے اور بچوں کے ذہنوں میں اس کام کی اہمیت بٹھانے کی ضرورت ہے اور بچوں کے ذہنوں میں آپ وقفِ جدید کی اہمیت بٹھا نہیں سکتیں جب تک خود آپ کے ذہن میں وقفِ جدید کی اہمیت نہ بیٹھی ہو۔

حضرت مصلح موعود نے اپنی بیماری سے کچھ ہی عرصہ قبل وقفِ جدید کی تحریک کو شروع کیا تھا۔اور پھر بوجہ بیماری حضور اپنی زندگی میں اس طرف زیادہ ذاتی توجہ نہیں دے سکے۔جیسے حضورؓ نے تحریکِ جدید کی طرف توجہ فرمائی۔

تحریکِ جدید کو حضور نے بڑی توجہ اور محنت اور وقت دے کر اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا تو پھر اسے نظام کے سپرد کیا اور نظام کو کہا کہ اسے سنبھالو اور اس کام کو چلاؤ اور چونکہ یہ بنی بنائی چیز تھی اور انتظامی لحاظ سے اپنی بلوغت کو پہنچ چکی تھی اور اپنی مضبوطی کو حاصل کر چکی تھی۔اس لئے اس کے چلانے میں نظام کو کوئی دقت پیش نہیں آئی۔پھر آپ نے وقفِ جدید کے کام کو شروع کیا اور اس کی تحریک جماعت میں کی۔ جماعت سے آپ نے واقفین بھی مانگے اور پھر واقفین اور دیگر اخراجات کے لئے روپیہ بھی مانگا۔اور آپ کا خیال تھا کہ آپ اس سکیم اور اس منصوبہ میں آہستہ آہستہ وسعت دیتے چلے جائیں گے اور اس طرح اس

کام کو پورا کر دیں گے جو اس وقت حضور کو نظر آ رہا تھا اور حضور چاہتے تھے کہ اسے پورا کر دیں۔ بہر حال آپ نے شروع میں دس ہزار روپیہ کی جماعت سے اپیل کی لیکن بعد میں جلد ہی حضور بیمار ہو گئے اور اس وجہ سے حضور اس سکیم کی ذاتی طور سے نگرانی نہ فرما سکے لیکن یہ کام خود بخود جاری رہا اور اب اس کا سالِ رواں کا بجٹ ایک لاکھ ستر ہزار روپے کے قریب ہے اور اگر حضور بیمار نہ ہوتے اور اس سکیم کی طرف حضور ذاتی توجہ دیتے رہتے تو مجھے یقین ہے کہ سات آٹھ سال کے اندر ہی یہ تحریک اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جاتی اور جس طرح حضور نے تحریکِ جدید کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے بعد اسے تحریکِ جدید انجمن احمدیہ کے سپرد کیا اسی طرح اس تحریک کو بھی حضور اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے بعد وقفِ جدید انجمن احمدیہ کے سپرد کرتے اور جیسا کہ تحریکِ جدید کے سلسلہ میں ہوا آپ بطور خلیفہ عام نگرانی اس کی کرتے رہتے (عام نگرانی خلیفہ کے فرائض میں سے ہے اور حضور تفاصیل میں گئے بغیر اس کی نگرانی فرماتے رہے لیکن جیسا کہ تحریکِ جدید کے شروع میں یہ دستور تھا کہ حضور اس کے متعلق چھوٹے چھوٹے فیصلے بھی خود ہی فرمایا کرتے تھے۔ وقفِ جدید کے سلسلہ میں اپنی بیماری کی وجہ سے حضور ایسا نہ کر سکے) لیکن چونکہ وقفِ جدید شروع میں ہی حضور کی ذاتی نگرانی اور توجہ سے محروم ہو گئی اس لئے اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ جو عظیم کام اس تحریک نے کرنا تھا وہ پورا نہیں ہو سکا۔ اور اب اللہ تعالیٰ کی منشاء اور اس کے اشارہ سے مَیں نے وقفِ عارضی کی تحریک کو جاری کیا اور سینکڑوں مقامات پر واقفینِ عارضی کے وفود پہنچے اور انھوں نے مرکز میں رپورٹیں بھجوائیں تو پتہ چلا کہ وقفِ جدید کی تحریک کس غرض سے جاری کی گئی تھی اور یہ کہ نگرانی میں غفلت کے نتیجہ میں جماعت کو کس قدر نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ کیونکہ سینکڑوں جماعتیں اس وقت ایسی ہیں کہ جہاں تربیت کے لحاظ سے بہت کمزوری اور کمی اور نقص پایا جاتا ہے اور ان کی طرف فوری توجہ دینا ضروری ہے اور تربیت زیادہ تر (علاوہ بڑوں کے) بچوں کو ہی دی جاتی ہے۔ بڑے جو ہیں وہ تو مختلف جلسوں میں اور ذیلی تنظیموں کے کاموں میں شامل ہو کر ایک حد تک تربیت حاصل کرتے رہتے ہیں اور ان خطوط پر تربیت حاصل کرتے رہتے ہیں جن خطوط پر جماعت احمدیہ اپنی نسلوں کی تربیت کرنا چاہتی ہے لیکن وقفِ عارضی کے وفود کی رپورٹوں کے نتیجہ میں بعض ایسی جماعتیں بھی میرے علم میں آئیں جہاں ایک شخص بھی ایسا موجود نہیں جو آگے کھڑا ہو کر نماز باجماعت پڑھا سکے۔ ایک جماعت کے متعلق وفد نے بتایا کہ پہلے وہاں پڑھے لکھے لوگ بھی موجود تھے (بعض مقامات پر صحابہ حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سے بعض بزرگ موجود تھے) جو تربیت کی طرف کافی توجہ دیتے رہے لیکن بعد میں یوں ہوا کہ جو صحابہ تھے وہ تو وفات پا گئے اور جو پڑھے لکھے لوگ تھے وہ اپنی نوکریوں کے سلسلہ میں گاؤں سے باہر چلے گئے اور اب اس جماعت میں ایک بھی ایسا آدمی موجود نہیں جو

نماز با جماعت پڑھا سکے اور امام بن سکے۔ کیونکہ اس جماعت کے کسی آدمی کو قرآن کریم کی چھوٹی چھوٹی سورتیں بھی یاد نہیں، نہ انھیں سورۃ فاتحہ آتی ہے نہ دوسری دعائیں آتی ہیں نماز سے وہ بالکل بے بہرہ ہیں، قرآن کریم کا وہ علم نہیں رکھتے اوراس طرح وہ جماعت جو ایک وقت میں کافی متحد، کافی قربانی دینے والی ،خدا تعالیٰ کے لئے غیرت رکھنے والی اور محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت اور پیار رکھنے والی تھی آج اس حالت میں ہے کہ اگر اس کو فوراً سنبھالا نہ گیا تو حقیقتاً وہ ہلاکت اور موت کا منہ دیکھے گی۔ پس علاوہ اور بہت سے مقاصد کے اس مقصد کے لئے بھی وقفِ جدید کو جاری کیا گیا تھا لیکن یہ جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے کہ حضور بیمار ہو گئے اور اس طرف زیادہ ذاتی توجہ نہ دے سکے نتیجہ یہ ہوا کہ وقفِ جدید ابھی تک اپنے پاؤں پر کھڑی نہیں ہوئی۔ اس کے لئے ہمارے پاس کم از کم ایک ہزار واقف ہونے چاہئیں کیونکہ ہماری رجسٹرڈ جماعتوں کی تعداد اس وقت ایک ہزار ہے۔ ویسے تو مَیں نے ابھی پورا جائزہ نہیں لیا لیکن صرف منٹگمری کے ضلع میں چالیس کے قریب ایسی جگہیں ہیں، قصبے بھی اور دیہات بھی جہاں احمدی موجود ہیں لیکن وہاں جماعتی تنظیم موجود نہیں۔ مَیں ان چیزوں کا ابھی آہستہ آہستہ پتہ لگا رہا ہوں۔ لیکن اگر ہم فی الحال ان کو نظر انداز بھی کر دیں تب بھی ایک ہزار واقف ہونے چاہئیں لیکن اس وقت کم و بیش اسّی (80) واقف ہیں جو ہمارے پاس ہیں۔ نو سو بیس واقف ہمیں اور چاہئیں۔

یہ واقفین اللہ تعالیٰ آسمان سے تو نہیں اتارے گا بلکہ یہ واقف وہ ہونگے جو آپ کی گودوں میں پلتے رہے ہیں یا اب پل رہے ہیں اگر آپ نے اس طرف توجہ نہ کی اور اپنے بچوں کو وقفِ جدید کے میدان میں زندگیاں وقف کرنے کی تحریک نہ کی تو یہ اہم اور ضروری تحریک ناکامی کا منہ دیکھے گی، خدا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے آج تک ہمیں ناکامیوں سے بچایا ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ اس موقع پر بھی ہمیں ناکامیوں سے بچائے گا لیکن پھر وہ کوئی اور مائیں ہونگی جن کی گودوں کے پالے آئیں گے اور وقفِ جدید کو سنبھالیں گے۔ اور آپ بہنیں اس سے محروم ہو جائیں گی پس اس طرف لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کو بھی اور ہر احمدی بہن کو بھی ذاتی طور پر توجہ کرنی چاہئے اور اپنے اپنے مقامات پر تحریک کرنی چاہئے کہ وقفِ جدید کے لئے نوجوان یا بڑی عمر کے یا ریٹائرڈ آدمی اپنے نام پیش کریں۔ مَیں نے ایک تحریک یہ بھی کی تھی کہ ریٹائرڈ آدمی جن کی صحتیں اچھی ہیں اور پانچ یا دس سال تک اپنی صحت کے لحاظ سے وہ مزید کام کرنے کے قابل ہوں وہ بھی وقفِ جدید میں کام کریں تا ہم ایسے لوگوں سے وقتی ضرورت کو پورا کر لیں اور بعد میں آہستہ آہستہ ہمیں مستقل زندگی وقف کرنے والے وقفِ جدید میں ملتے رہیں اور ہمارے اس کام میں کوئی رخنہ پیدا نہ ہو۔ اس تحریک کے نتیجہ میں کچھ خطوط تو مجھے ملے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگوں نے بھی ابھی اس

طرف پوری توجہ نہیں کی ۔آپ گھر کی مالکہ ہیں خدا تعالیٰ کی نگاہ میں بھی کہ گھر کے نظام کی ذمہ داری خدا تعالیٰ نے آپ پر ڈالی ہے اور دنیا کی نگاہ بھی آپ کو گھر کی مالکہ سمجھتی ہے ۔پھر آپ اپنے گھر کی فضا کو اس طرح کیوں نہیں بناتیں کہ اس وقت سلسلہ حقہ کو جس قدر واقفین کی ضرورت ہے وہ وقفِ جدید کے لئے مل جائیں ۔اگر واپس جا کر آپ اس کا چرچہ کریں اپنے گھر میں بھی اپنے ہمسائے کے گھر میں بھی ، اپنی جماعت کے گھروں میں بھی تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمیں جلد سے جلد زیادہ سے زیادہ تعداد میں واقفینِ وقفِ جدید نہ مل جائیں ۔

دوسری ضرورت پیسہ کی ہے جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ میری دلی خواہش یہ ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ آپ کے دل میں بھی یہ تڑپ پیدا ہوگی کہ دنیا کس شان سے یہ نظارہ دیکھے گی اور کس رشک کے ساتھ یہ نظارہ دیکھے گی کہ احمدی مستورات نے عیسائیت کے گڑھ میں وہاں جہاں توحید کے خلاف اس قسم کے نظریے پائے جاتے ہیں کہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں یہ فرمایا ہے کہ قریب ہے کہ اس کے نتیجہ میں آسمان اپنی جگہ کو چھوڑ دے اور زمین پر آ پڑے اور اس طرح زمین و آسمان تباہ ہو جائیں ۔کیونکہ ان قوموں کے نظریات اس غرض کے بالکل مخالف اور اس کی ضد ہیں جو ان کی پیدائش کی تھی ان کا ایک حصہ تو خدا تعالیٰ کا منکر ہو چکا ہے اور دہریت ان کا مذہب ہے اور ایک حصہ وہ ہے جو ابھی دہریہ تو نہیں ہوا لیکن انھوں نے ایک ماں جائے کو اپنا خدا بنا لیا ہے اور وہ اس کے آگے اپنی ناک رگڑتے اور دعائیں کرتے اور حاجت براری کی اس سے امید رکھتے ہیں ۔ان جگہوں پر آپ نے قربانی دے کر جو مساجد بنائی ہیں ان مساجد کو آباد کرنے کے لئے ہمیں تحریکِ جدید کے واقف چاہئیں ۔پھر یہاں ملک میں کام کرنے کے لئے وقفِ جدید کے واقف چاہئیں ۔

پس آپ کوشش کریں کہ آپ کی گود میں پلنے والے اسلام کے ہر میدان میں مجاہد بنیں ۔اگر مَیں جہاد کہوں تو کئی بیوقوف اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں ۔کہ پتہ نہیں جہاد سے ان کا کیا مطلب ہے ایک طرف وہ ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم تلوار کے جہاد کے منکر ہیں اور کافر ہیں اور دوسری طرف جب ہم قرآنِ کریم کے جہاد کا نام لیتے ہیں تو اعتراض کرتے ہیں ، دیکھو یہ کوئی سیاسی جماعت ہے جو سازش کر رہی ہے ، پتہ نہیں کہ یہ حکومت کا تختہ کب الٹ دے ۔ہمیں دنیوی حکومتوں سے کیا غرض اور واسطہ ۔ہمیں تو خدا تعالیٰ کی حکومت کا قیام مدنظر ہے تا زمین کے چپہ چپہ پر زمین کے بسنے والوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے رسول محمد ﷺ کی محبت قائم ہو جائے ، دنیا والوں اور دنیا داروں کو مبارک ہو ۔ہمارے دل میں تو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی محبت ٹھنڈی کر دی ہے ۔ہمیں دنیا سے کوئی غرض نہیں ۔ہمیں دنیا کا کوئی لالچ نہیں ہمیں

دنیا کی وجاہتوں اس کے اقتدار اور عزتوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہمیں تو اللہ تعالیٰ کی محبت کے قیام میں دلچسپی ہے۔ ہمیں تو قرآن کریم کی اشاعت میں دلچسپی ہے، ہمیں تو محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو، اس پیارے وجود کی محبت کو دنیا کے دلوں میں قائم کرنے سے محبت ہے۔ دنیا کے ساتھ ہماری کوئی دلچسپی نہیں۔ تو مَیں ’’ہر میدان میں مجاہد بنیں‘‘ کے الفاظ بول رہا ہوں جہاد کا لفظ نہیں بول رہا تا کوئی بیوقوف یا کوئی شرارتی اس فقرہ پر اعتراض نہ کرے۔ جیسا کہ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ لجنہ اماءاللہ کے جلسہ میں صدر لجنہ اماءاللہ مرکزیہ نے جو تقریر کی تھی اس میں انھوں نے اس قسم کے مضمون کو بیان کرکے جہاد کا لفظ استعمال کیا تو اب بعض لوگ یہ تحقیق کر رہے ہیں کہ لجنہ اماءاللہ کی تحریک کا وہ کون سا حصہ ہے جو اس وقت ایٹم بم بنا رہا ہے۔ لجنہ اماءاللہ اس دنیا کو تباہ کر رہی ہے حالانکہ ہم اس دنیا کو تباہ کرنے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوئے۔ ہم تو دنیا کو زندہ کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ ہم تو مردہ روحوں کو جِلا دینے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ ہم تو ان لوگوں کو جنھوں نے ابھی اپنی زندگی کا مقصد نہیں پایا ان راستوں کی نشان دہی کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں کہ جو راستے انھیں خدا تعالیٰ کی رضا کی طرف لے جانے والے ہیں۔

بہرحال جماعتِ احمدیہ کے لئے اشاعتِ اسلام کیلئے مجاہدہ اور قرآن کریم کی اشاعت کے لئے مجاہدہ کے بہت سے میدان ہیں اور ہر میدان کے لئے ہم ہر احمدی مرد اور عورت سے وقف کی قربانی مانگتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں ہر میدانِ مجاہدہ میں کچھ ایسے فدائی اور جان نثار مہیا کریں جن کی اس وقت ہمیں ضرورت ہے اور جو خدا تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول ﷺ کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کرنے والے ہوں۔ یہ وقف کرنے والے آپ کی گودوں کے پالے ہیں۔ آپ ان کو ایسے رنگ میں پالیں اور تربیت دیں کہ وہ میدانِ مجاہدہ میں بشاشت کے ساتھ، میدانِ مجاہدہ میں بےنفسی کے ساتھ، میدان مجاہدہ میں فدائیت اور ایثار کے ساتھ، خدا تعالیٰ کی محبت کے جنون کے ساتھ کود یں اور اسلام کے نام کو اکنافِ عالم تک پہنچانے کی جو مہم اللہ تعالیٰ نے شروع کی ہے اس کی کامیابی اور فتح کے دن اپنی کوششوں اور دعاؤں کے نتیجہ میں قریب سے قریب تر لاتے چلے جائیں۔

غرض اپنے بچوں کو وقفِ جدید میں اٹھنّی ماہوار دینے کی طرف بھی توجہ دلائیں۔ بہتر یہی ہے کہ جو خرچ آپ انھیں دیں انھیں اس طرف متوجہ کریں اور مائل کریں اور اس کے لئے تیار کریں کہ وہ اپنے اس جیب خرچ میں سے اٹھنّی ماہوار وقفِ جدید کے چندہ میں دیا کریں۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے اپنے کسی خطبہ میں یا اپنی کسی تقریر میں کہا تھا کہ اگر بعض گھرانے مالی یا اقتصادی لحاظ سے کمزور ہوں مثلاً آٹھ دس بچے ہوں اور ہر بچہ اٹھنّی ماہوار نہ دے سکتا ہو تو صرف ایسے خاندانوں کو ثواب میں شامل کرنے کے لئے یہ اجازت دی

گئی ہے کہ اس قسم کے خاندان کے سارے بہن بھائی مل کر اٹھنّی ماہوار وقفِ جدید کے لئے دیا کریں جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا ہے کہ میرے دل میں شدید تڑپ پائی جاتی ہے اس بات کی کہ ہمارے احمدی بچے (لڑکے اور لڑکیاں) مل کر وقفِ جدید کے مالی بوجھ کو اپنے کندھوں پر اٹھالیں اور دنیا کو بتائیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں چھوٹے مسلمان بچوں نے باوجود چھوٹی عمر ہونے کے میدانِ جہاد میں حصہ لیا۔ جب کافروں نے تلوار سے مسلمانوں کو اور اسلام کو مٹانا چاہا تو وہ بچے تلوار لے کر میدان میں کود ے اور انھوں نے اپنی جانیں خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر دیں تو اب جبکہ تلوار کے جہاد کا زمانہ نہیں بلکہ قلم اور تقریر کے جہاد کا زمانہ ہے اور مخالف اپنے وعظوں میں اور اپنی تقاریر میں اور اپنی تحریروں میں اسلام پر ہر ناجائز اور ہر کمینہ حملہ کر رہا ہے ہم (احمدی بچے) بھی پیچھے نہیں رہے بلکہ اس جہاد میں اپنے بڑوں کے ساتھ حصہ لے رہے ہیں۔ اس وقت ہم ہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کھڑا کیا ہے اور کہا ہے کہ تم اٹھو اور دنیا کا مقابلہ کرو اور اسلام کو دنیا میں دوبارہ غالب کرو۔

غرض ہمارے بچوں کو یہ ثابت کرنا چاہئے کہ جس طرح ہمارے پہلوں نے اپنا سب کچھ خدا اور اس کے رسول کے قدموں میں نچھاور کر دیا اسی طرح ہم بچے بھی اپنا سب کچھ خدا اور اس کے رسول کے قدموں میں نچھاور کرنے کیلئے تیار ہیں۔ ہم رسولِ کریم ﷺ کے زمانہ کے بچوں سے پیچھے نہیں رہے ہم اپنا سب کچھ (جب بھی مطالبہ کیا جائے) خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر آپ اپنے بچوں کو اس قسم کی تربیت دے دیں گی تو ایک طرف جماعت کی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی مزید رحمتوں اور فضلوں اور برکتوں کی آپ وارث ہوں گی۔ پھر ان بچوں کی دینی لحاظ سے بھی اچھی تربیت ہو جائے گی۔ یہ بچے اس دنیا میں آپ کے لئے ایک ایسی زمین اور ایسا آسمان پیدا کریں گے کہ جن میں جب آپ زندگی گذاریں گی تو آپ کہہ سکیں گی کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے سچ کہا ہے کہ اگر تم چاہو تو ایسی زندگی گذار سکتی ہو کہ تمہارے قدم ہمیشہ جنت میں رہیں وہ جہنم کی طرف بڑھنے والے نہ ہوں۔

ایک اور بات جو مَیں اس وقت اپنی بہنوں سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مَیں نے قرآنِ کریم سیکھنے، قرآنِ کریم سکھانے، قرآنِ کریم سمجھنے اور لوگوں کو اس قابل بنانے کہ قرآنِ کریم سمجھنے لگیں اور قرآنِ کریم کے معارف اور اس کے دلائل اور اس کے براہین پر عبور حاصل کرنے کے لئے ایک مہم تعلیم القرآن کے نام سے جاری کی تھی حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہ جن کی طرف ہم میں ہر ایک بڑے فخر کے ساتھ منسوب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے فرمایا کہ ہر قسم کی برکت قرآن میں ہے اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ

فِی الْقُرْآنِ ہر قسم کی بھلائی اور برکت اور نیکی اور رحمت اور فضل جس کو تم حاصل کرنا چاہو اگر تم قرآن کے علاوہ کسی اور جگہ ڈھونڈو تو تم ہرگز حاصل نہیں کر سکتیں۔ آج جو بھلائی بھی تم لینا چاہو، خدا تعالیٰ کی جس رحمت کے بھی تم وارث بننا چاہو اس کی تلاش تمہیں قرآنِ کریم میں کرنی چاہئے کہ قرآنِ کریم کے باہر کوئی ایسی خیر نہیں جو قرآنِ کریم میں نہ مل سکتی ہو اور قرآن کریم میں جو خیر ملتی ہے وہ قرآنِ کریم سے باہر کہیں سے بھی نہیں مل سکتی۔ غرض تعلیم القرآن کی جو مہم ہے اس میں مجھے یہ دیکھ کر تعجب بھی ہوا اور خوشی بھی ہوئی کہ بہت سی ہماری جماعتیں ایسی تھیں جہاں ہماری بہنیں اور ہماری بچیاں قرآنِ کریم ناظرہ یا باترجمہ فیصدی کے لحاظ سے مردوں کے مقابلہ میں زیادہ جاننے والی تھیں۔ یعنی بعض جگہیں ایسی بھی ہیں کہ جہاں ہماری ناصرات (ہماری بچیاں) اور لجنہ اماء اللہ کی ممبر یعنی ہماری بہنیں سو فیصدی قرآنِ کریم ناظرہ پڑھنا جانتی ہیں بعض جگہ اسیّ فیصدی اور بعض جگہ ستّر فیصدی قرآنِ کریم ناظرہ پڑھنا جانتی ہیں۔ ان مقامات پر مرد اس نسبت سے قرآنِ کریم ناظرہ یا باترجمہ پڑھے ہوئے نہیں۔

پس ایک لحاظ سے تو یہ ہمارے لئے بڑی ہی خوشی کی بات ہے کیونکہ اگر ہماری بہنوں میں قرآنِ کریم پڑھنے اور قرآنِ کریم سیکھنے کا اسی طرح رواج ہو جائے تو ہمیں ایک قسم کی تسلی اور تسکین ہوتی ہے کہ ان کی گودوں میں احمدی بچے پلیں گے ان کے دلوں میں بھی قرآنِ کریم کی محبت پیدا ہو چکی ہو گی لیکن اس کے باوجود میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں کی لجنہ اماء اللہ نے اس تعلیم القرآن کی مہم کی طرف پوری توجہ نہیں دی۔ جب تک پورے کا پورا جسم مضبوط نہ ہو کسی فرد کو صحت مند نہیں کہا جا سکتا۔ مثلاً اگر کوئی شخص ہر لحاظ سے مضبوط اور صحت والے جسم کا ہو لیکن اس کا دایاں ہاتھ جو شاید اس کے جسم کا پچاسواں حصہ ہو، مفلوج ہو تو ہم اس کو صحت مند نہیں کہہ سکتے یہی حال جماعتوں کا اور الٰہی سلسلوں کا ہے الٰہی سلسلہ کو سو فیصدی صحت مند ہونا چاہئے صرف ایک بیماری ہے جو الٰہی سلسلوں کے ساتھ ہمیشہ لگی رہتی ہے اور جس سے وہ چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے اور یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے اور اس میں بہت سی حکمتیں ہیں اور وہ نفاق کی بیماری ہے غرض نفاق ایک ایسی بیماری ہے جس میں الٰہی سلسلوں کے بعض افراد ہمیشہ مبتلا رہے ہیں اور اس بیماری کی وجہ سے انھوں نے اپنے لئے جہنم کی راہیں اختیار کیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لیا۔ رسولِ کریم ﷺ سے بڑھ کر روحانی جذب اور روحانی تاثیر رکھنے والی کوئی ہستی دنیا میں پیدا نہیں ہوئی لیکن اس عظیم روحانی تاثیر کے باوجود ہمیں نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں بھی منافقوں کا وجود نظر آتا ہے اور اس میں علاوہ اور حکمتوں کے جو ہم جانتے ہیں یا جو ہم نہیں جانتے اور وہ ہمارا رب جانتا ہے ایک حکمت یہ ہے کہ جب الٰہی سلسلوں پر بیرونی حملے بھی ہو رہے ہوں اور اندرونی حملے بھی ہو رہے ہوں تو ان الٰہی سلسلوں پر نیند

کا غلبہ نہیں ہوتا وہ ہمیشہ چوکس اور بیدار رہتے ہیں اس بیداری کے لئے جہاں اللہ تعالیٰ ان پر بیرونی حملے کرواتا ہے وہاں ان میں اندرونی طور پر کچھ منافق بھی پیدا کر دیتا ہے جو اسے اندر سے جھنجھوڑتے رہتے ہیں اور اسے بیدار رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی ایسی بیماری (روحانی اور اخلاقی) ایسی نہیں جس سے ہم نجات حاصل کر کے ایک صحت مند معاشرہ اور ایک صحت مند حزب اللہ کی بنیاد نہ رکھ سکیں۔ قرآنِ کریم سے محرومی کوئی ایسی محرومی نہیں جس کا کوئی علاج نہ ہو۔ یہ محرومی نفاق کی طرح کوئی ایسی بیماری نہیں جس کا وجود الٰہی سلسلہ میں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہو موجود رہے۔

پس اگر کوئی ایک آدمی بھی (سوائے منافقوں کے) قرآن کریم سے غفلت کرتا ہے تو وہ ہمارے لئے تشویش پیدا کرنے والی چیز ہے اور ہمیں فوراً اس کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ لیکن اس وقت ایک یا دو افراد کا سوال نہیں بہت سی جماعتیں ایسی ہیں جہاں جماعت کے افراد نے پورے طور پر قرآنِ کریم سیکھنے کی طرف توجہ نہیں کی جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے بہت سے مقامات ایسے ہیں (مَیں ان کی تفصیل میں نہیں جاتا اور مَیں یہ نہیں کہتا کہ وہاں ایک شخص یا دو اشخاص قرآن کریم نہیں جانتے، ایک شخص بھی ایسا کیوں ہو جو قرآنِ کریم نہ جانتا ہو) جہاں بیس فیصدی یا تیس فیصدی یا چالیس فیصدی افرادِ جماعت مرد اور عورتیں خدام اور انصار ناصرات اور اطفال ایسے ہیں جو قرآنِ کریم ناظرہ پڑھنا نہیں جانتے اور نہ وہ ابھی قرآنِ کریم پڑھنے کی طرف متوجہ ہوئے ہیں یا وہ شروع شروع میں متوجہ ہوئے تھے تو اب ان میں سستی پیدا ہو گئی ہے کیونکہ بعض ایسی جگہیں ہیں جہاں سو فیصدی بچوں اور بڑوں، عورتوں اور مردوں نے قرآنِ کریم پڑھنا شروع کر دیا تھا لیکن مہینہ یا دو مہینہ کے بعد ہمیں یہ اطلاع ملی کہ ان پڑھنے والوں میں سے بعض عدم توجہ سے کام لے رہے ہیں اور وہ شوق سے کلاسوں میں نہیں آتے۔

مَیں نے اپنے رب سے یہ عہد کیا ہوا ہے اور اسی سے میری دعا ہے کہ وہ مجھے اس کی توفیق عطا کرے کہ تین سال کے اندر اندر ہر احمدی کو جو اس قابل ہے (مَیں یہ فقرہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ بعض اسّی نوّے سال کے بوڑھے ایسے ہیں کہ وہ اس قابل ہی نہیں کہ ان کو اس عمر میں قرآنِ کریم پڑھایا جا سکے گو ان میں سے بعض شوق سے قرآنِ کریم پڑھ رہے ہیں لیکن ان کی یہ حالت ہے کہ وہ ہر وقت ایک ہی سبق دہراتے ہیں اور بعض معذور بھی ہوتے ہیں) وہ مرد ہو یا عورت قرآنِ کریم ضرور پڑھا دوں گا۔ کیونکہ اس کے بغیر ہمیں وہ چیز نہیں مل سکتی جس کے حصول کے لئے جماعت احمدیہ کا قیام کیا گیا ہے لیکن مَیں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ میں اکیلا یہ کام نہیں کر سکتا۔ اگر آپ قرآنِ کریم پڑھنے اور پڑھانے میں میرے مدد و معاون ہوں تو یہ کام ہو جائے گا لیکن اگر آپ اس طرف توجہ نہیں دیں گی تو مَیں اپنے رب سے امید کرتا ہوں کہ وہ ان

لوگوں کو جماعت احمدیہ میں داخل کرے گا جو گو بعد میں آئیں گے لیکن آپ سے ان باتوں میں آگے نکل جائیں گے اور آپ کے لئے ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب آپ چاہیں گی کہ قرآنِ کریم پڑھیں اور پڑھائیں لیکن وقت ہاتھ سے گذر چکا ہوگا۔ اس لئے آپ اپنی تمام ضرورتوں کو پیچھے چھوڑ کر قرآنِ کریم کی طرف متوجہ ہوں اور اپنے گھروں میں قرآنِ کریم کا چرچا کریں اور ہر اس بچہ کو جو پڑھنے لکھنے کی عمر کا ہو چکا ہو قرآنِ کریم پڑھانا شروع کر دیں قرآنِ کریم ناظرہ پڑھنے میں بھی بڑی برکت ہے گو یہ کوئی تعویذ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے کچھ اس قسم کی تاثیر اس کے اندر پیدا کر دی ہے کہ جو کوئی خلوصِ نیت سے اسے پڑھتا ہے اسے ترجمہ نہ بھی آتا ہو تب بھی وہ ایک حد تک اس برکت کو حاصل کرتا ہے اور اس برکت کا ظہور اس صورت میں بھی ہوتا ہے کہ اسے ترجمہ پڑھنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے، پھر وہ مزید برکت حاصل کرتا ہے تو اس کا ظہور اس رنگ میں بھی ہوتا ہے کہ وہ قرآنِ کریم کی تفسیر پڑھنے کا شوق اپنے دل میں پاتا ہے اور وہ اس شوق کو پورا کرنے کے لئے قرآنِ کریم کی تفسیر کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ میں حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کی صورت میں اور تفسیرِ کبیر کی صورت میں اس قدر اعلیٰ اور اس قدر اچھی اور دلوں کو موہ لینے والی تفسیر دی ہے کہ آج سے پہلے دنیائے اسلام کو قرآنِ کریم کی ایسی تفسیر عطا نہیں کی گئی تھی آپ میں سے جو بہنیں عربی جانتی ہیں اگر کبھی ان کو موقع ملے تو وہ کسی پرانی مستند بڑی مضبوط اور بڑے پایہ کی تفسیر کو لے لیں اور اس کو پڑھیں اور ساتھ ساتھ اس کا اس تفسیر کے ساتھ موازنہ کرتی چلی جائیں جو ان آیات کی حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے یا جو تفسیر ان آیات کی تفسیرِ کبیر میں پائی جاتی ہے تو وہ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گی کہ بغیر آپ کی کسی خوبی کے اور بغیر کسی قربانی کے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس نعمت سے نوازا ہے کہ اس وقت تک دنیا کی بہترین تفسیر جو ممکن ہو سکتی تھی اس کے دروازے آپ کے لئے کھولے اور وہ دروازے کھلے ہیں اور بڑی بد بخت ہے وہ بہن اور بڑا بد بخت ہے وہ بھائی جو ان کھلے دروازوں کے اندر داخل ہونے کی خواہش نہیں رکھتا اور عملاً ان دروازوں کے اندر داخل نہیں ہو جاتا کیونکہ اس کے بغیر اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْآن ہر قسم کی بھلائی اور نیکی جو قرآنِ کریم سے حاصل کی جاسکتی ہے ہم حاصل نہیں کر سکتے۔ بس قرآنِ کریم کی تعلیم کی جو مہم مَیں نے جاری کی ہے اس کے سلسلہ میں مَیں آپ بہنوں کو ملک کے دور دراز علاقوں سے یہاں تشریف لائی ہیں اور سفر کی صعوبت اٹھا کر محض خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے (دنیا کی خواہش، دنیا کا کوئی رتبہ یا وجاہت آپ کا مقصود نہیں) یہاں آئی ہیں قرآنِ کریم کا واسطہ دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ آپ جب گھروں کو واپس جائیں تو قرآنِ کریم کی طرف پہلے سے زیادہ توجہ دیں اور اپنے گھروں میں قرآنِ کریم

کے پڑھنے اور پڑھانے کو رائج کریں اسی طرح اپنی لجنہ میں بھی اور اپنے محلّہ میں بھی یہ کوشش کریں۔ آپ کی ذمہ داری ان بچوں کی ہے جو آپ کے گھروں میں ہیں خواہ وہ اطفال ہوں یا ناصرات ہوں کیونکہ جو بچے بڑے ہو جاتے ہیں انکو خدام الاحمدیہ اور انصاراللہ یا جماعتی نظام سنبھال لیتا ہے اگر وہ سستی کریں تو آپ پر کوئی الزام عائد نہیں ہوگا لیکن اگر آپ سستی کریں تو پھر یقیناً میرے دل میں بھی یہ شکایت پیدا ہوگی کہ ہماری بہنوں نے اپنی اس ذمہ داری کو جو قرآنِ کریم کے علوم کی اشاعت اور رواج کے سلسلہ میں ان پر عائد ہوتی تھی نہیں نبھایا۔ سو فیصدی نہیں نبھایا یا صحیح معنوں میں نہیں نبھایا اور اللہ تعالیٰ بھی آپ سے پوچھے گا کہ دیکھو مَیں نے تمہارے ہاتھ میں قرآنِ کریم دیا تھا مَیں نے تم پر اپنے فضل سے اور اپنی رحمت سے اس کی تفسیر کے دروازے کھولے تھے تم کیوں اس گھر میں داخل نہ ہوئیں۔ تم نے کیوں اس گھر میں قدم نہ رکھا۔ تم کیوں اس شہر میں داخل نہ ہوئیں۔ جس شہر سے بہتر، جس شہر سے خوبصورت اور جس شہر سے حسین اور کوئی شہر نہ تھا۔ اس شہر میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی جو راہیں تھیں وہ راہیں کسی اور شہر میں نہ تھیں۔ تم نے ان راہوں پر چل کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل نہ کیا۔ اور ان راستوں پر گامزن نہیں ہوئیں جو اس جگہ تک پہنچا دیتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ بڑے پیار سے اپنے بندہ کو کہتا ہے کہ تیرے اعمال میں بڑے رخنے رہ گئے ہیں لیکن مَیں اپنی رحمت سے تجھے نوازتا ہوں اور تجھے اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ لیتا ہوں اور تجھے اپنی رضا کے عطر سے ممسوح کرتا ہوں۔ آ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

پس آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑا ہی عجیب موقع بہم پہنچایا ہے آپ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں اور اپنی نسلوں میں قرآنِ کریم کا عشق اس طرح بھر دیں کہ دنیا کی کوئی لذت اور کوئی سرور انہیں اپنی طرف متوجہ نہ کرے۔ وہ ساری توجہ کے ساتھ قرآنِ کریم کے عاشق ہو جائیں اور وہ ہر چیز اس سے حاصل کرنے والے ہوں اور وہ دنیا کے لئے ایک نمونہ بنیں تا قیامت تک آپ کے نام زندہ رہیں اور آنے والی نسلیں حیران ہو کر آپ کی تاریخ کو پڑھیں اور کہیں کہ کیسی عورتیں تھیں اس زمانہ کی کہ جنھوں نے دنیا کے تمام لالچوں کے باوجود دنیا کے تمام بداثرات کے باوجود دنیا کو ٹھکرا دیا اور دنیا کی طرف اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نور کو اپنے گرد اس طرح لپیٹا کہ وہ جہاں بھی رہیں اور جہاں بھی گئیں وہ اور ان کا ماحول اس نور سے منور رہا اور جگمگاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور ہم کو بھی ہمیشہ اس کی توفیق عطا کرتا رہے۔

گو وقت بہت زیادہ ہو گیا ہے اور مَیں کچھ ضعف بھی محسوس کر رہا ہوں لیکن میں ایک اور بات بھی اس وقت کہنی چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت میں اور خصوصاً جماعت کی مستورات میں ایک مہم جاری کی تھی اور اس نے بڑی کامیابی حاصل کی تھی اور وہ مہم یہ تھی کہ

جماعت بدرسوم اور بُری عادتوں کو چھوڑ دے اور بے تکلف زندگی اور اسلامی زندگی گذارنے کی عادی ہو جائے۔ایک وقت جماعت پر ایسا آیا کہ حضور اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئے اور جماعت بدرسموں سے اور بدرسموں کے بدنتائج سے محفوظ ہوگئی لیکن اب پھر جماعت کا ایک حصہ اس طرف سے غفلت برت رہا ہے۔خصوصاً وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیوی مال یا دنیوی وجاہتیں عطا کی ہیں وہ بجائے اس کے اپنے رب کے شکر گذار بندے بن کر اپنی زندگیوں کے دن گذارتے لوگوں کی خوشنودی کے حصول کی خاطر اور اس عزت کے لئے جو حقیقت میں ذلت سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔اس دنیا کی عزت اور بدرسوم کی طرف ایک حد تک مائل ہورہے ہیں۔ یہ بدرسوم شادی بیاہ کے موقع پر بھی کی جاتی ہیں اور موت فوت کے موقع پر بھی ہوتی ہیں۔ہمیں کلیۃً ان کو چھوڑنا پڑے گا ورنہ رسوم کے وہ طوق جو پہلے ہمارے گلوں میں پڑے ہوئے تھے، بدرسوم اور بدعادتوں کی وہ بیڑیاں جو پہلے ہمارے پاؤں اور ہاتھوں میں تھیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا یَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَ الۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡهِمۡ (اعراف:158) وہ ہم اپنے ہاتھوں سے پھر واپس لا کر اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو ان میں باندھ دیں گے اور ان طوقوں کو اپنے گلوں میں دوبارہ ڈال دیں گے۔ پھر ہم ان راہوں پر کیسے دوڑیں گے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کی ہم پر کھولی ہیں۔مختصراً مَیں بڑی تاکید کے ساتھ آپ میں سے ہر ایک کو کہتا ہوں کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے تعلیمی لحاظ سے قرآنِ کریم کے اس اعلان کے ذریعہ ان رسوم کو یک قلم ہٹا دیا ہے آپ اپنے گھروں سے اور اپنی زندگیوں سے ان رسوم کو اور بدعات کو یکسر اور یک قلم فوری طور پر ہٹا دیں اور دنیا اور دنیا داروں کی پرواہ نہ کریں اور اپنے رب کی رضا کی پرواہ کریں۔آپ یا تو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرسکتے ہیں یا دنیا داروں کی خوشنودی حاصل کرسکتے ہیں۔اب آپ کی مرضی ہے کہ دنیا کی رسوم کی طرف جھکیں اور دنیا کی عارضی خوشی اور دنیا والوں کی عارضی عزت حاصل کرلیں یا یہ کہ آپ دنیا اور دنیا والوں کی پرواہ نہ کریں اور جو آپ کا رب آپ سے چاہتا ہے وہ آپ کریں۔ مجھے تو ساری رسوم کے نام بھی نہیں آتے۔بعض رسوم یہ ہیں کہ لوگ قل پڑھتے ہیں، چالیسواں منایا جاتا ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ ۔ہم آنحضرت ﷺ اور آپکے صحابہ پر درود بھیجتے ہیں۔ہم میں سے جو شخص آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہؓ پر زیادہ درود بھیجنے والا ہے وہی اللہ تعالیٰ سے زیادہ برکتیں اور صلوٰۃ حاصل کرتا ہے۔ہم خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں کر کے یہ چاہتے ہیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کو ہماری طرف سے پہنچیں۔جب اللہ تعالیٰ ہماری ان دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے وہ صلوٰۃ جو ہم صلِّ میں مانگتے ہیں آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کو پہنچاتا ہے تو وہ ہمیں بھی نظر انداز نہیں کرتا وہ ہمیں کہتا ہے کہ تم نے مجھ سے میرے اس محبوب کے حق میں دعا کی ہے اور ان لوگوں کے

حق میں دعا کی جنھوں نے اپنی زندگیوں کو میری خاطر اور میری راہ میں قربان کر دیا تھا، مَیں تمہاری اس دعا کو قبول کرتے ہوئے اپنے اس محبوب کو پہلے سے بھی زیادہ صلوٰۃ پہنچاتا ہوں (مَیں جانتے ہوئے صلوٰۃ کا لفظ بول رہا ہوں میں اس وقت اس لفظ کے معنوں اور اس کی تفصیل میں نہیں جا سکتا دیر ہو گئی ہے) اور تمہیں بھی ان میں سے حصہ دیتا ہوں۔ یہ قل اور فاتحہ بڑے عجیب طریق سے پڑھے جاتے ہیں۔

مَیں ایک دفعہ اپنے ایک غیر احمدی رشتہ دار کے فوت ہونے پر افسوس کے لئے ان کے بچوں کے پاس گیا تو میرے سامنے ایک دوست آئے اور انھوں نے آتے ہی کہا فاتحہ پڑھ لیں۔ انھوں نے ہاتھوں کو اٹھایا اور یوں حرکت دی (حضور نے اس موقع پر ہاتھ اٹھا کر بتایا کہ اس طرح حرکت دی) اور اتنے عرصہ میں فاتحہ پڑھی گئی شاید اتنی دیر میں لفظ فاتحہ بھی نہ بولا جا سکے۔ اس سے اس مُردے کو کیا ثواب پہنچ سکتا ہے یہ صرف گندی عادتیں ہیں جن میں ہماری قوم ملوث ہو چکی ہے اور یہ وہ گندی عادتیں ہیں جن میں ہم نے ملوث نہیں ہونا اور ان سے بچتے رہنا ہے جن چیزوں کی نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کو ضرورت نہیں تھی ہمیں بھی ان کی ضرورت نہیں اور جنھوں نے ان بدرسوم کو اختیار کرنا ہے وہ اپنے گھروں میں بیٹھیں اور ان رسوم کو اختیار کریں ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ہم نے ان گھروں کو چھوڑ کر احمدیت کے قلعہ میں اس لئے داخل ہونا قبول کیا ہے کہ ہمیں یہ چیزیں نہیں بھاتیں۔

ہمیں خدا تعالیٰ کی صلوٰۃ، خدا تعالیٰ کی برکتیں، خدا تعالیٰ کی رحمتیں اور خدا تعالیٰ کے فضل کافی ہیں۔ ان کے علاوہ ہمیں کچھ نہیں چاہئے ہم ان بدرسوم کو کیوں اختیار کریں۔ اس سال بعض واقعات (گو وہ تھوڑے ہیں) جماعت میں ہوئے ہیں جن کی وجہ سے میرے لئے ضروری ہے کہ مَیں آپ میں سے ہر ایک کو تنبیہ کر دوں۔ شادی بیٹے کی تھی یا بیٹی کی بعض افراد نے خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف نمائش اور رسوم کو اختیار کیا اور اتنا قرض اٹھا لیا کہ بعد میں انھیں یہ کہنا پڑا کہ ہمارے چندوں میں تخفیف کی جائے۔ اگر یہ صورت تھی تو تم نے ان بدرسوم اور نمائش کو اختیار ہی کیوں کیا تھا کہ اس کی وجہ سے آج تم ثواب سے محروم ہو رہے ہو۔ اس کے اور بھی بہت سے نقصانات ہیں صرف وقتی طور پر ہی ان کی وجہ سے نقصان نہیں ہوتا بلکہ اس سے نقصانات کا ایک سلسلہ چل پڑتا ہے جس میں سے انسان کو گذرنا پڑتا ہے تمہاری زندگی میں کوئی اسراف نہیں ہونا چاہئے، تمہاری زندگی میں کوئی رسم نہیں ہونی چاہئے، خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے علاوہ ہماری عزت کے لئے اور کوئی راہ نہیں۔ خدا تعالیٰ کے اس مقامِ عزت کے علاوہ کہ جس میں وہ ہمیں کھڑا کرنا چاہتا ہے ہمارے لئے اور کوئی مقامِ عزت نہیں۔ دنیا نے جن مقامات کو عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے ان سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں اور نہ کوئی سروکار ہے۔ یہ ذہنیت اپنے اندر پیدا کرو تا خدا تعالیٰ کے

فضلوں کی زیادہ سے زیادہ وارث ہوتی چلی جاؤ تا تمہارا انجام بخیر ہو، تاہم جب اس دنیا کو چھوڑ کر اپنے پیدا کرنے والے کے پاس پہنچیں (جہاں ساری دنیا مل کر بھی ہمیں کوئی مدد یا فائدہ نہیں پہنچا سکتی) تو وہ اپنی رضا کی جنتوں میں ہمیں رکھے وہ ہم سے ناراض ہو کر ہمیں اپنے قہر اور اپنی لعنت کی جہنم میں نہ پھینک دے۔ خدا کرے کہ اس کی رضا ہمارے استقبال کو آئے اور جہنم کے فرشتے ہماری راہ نہ دیکھ رہے ہوں مگر یہ مقام آپ اس وقت حاصل کر سکتیں ہیں جب آپ اس قسم کی بدرسوم اور بدعادتوں کو کلیۃً اور پورے طور پر اور انتہائی نفرت کے ساتھ چھوڑ دیں۔ ان رسوم اور بدعادات سے جماعت کو نفرت کرنی چاہئے۔ جو لوگ ان بدرسوم اور بدعادات میں مبتلا ہیں ان پر رحم کرنا چاہئے اور ان میں تبلیغ کرنی چاہئے کہ خدا کے لئے وہ رسوم چھوڑ دو جو خدا نے نہیں بنائیں اور ان باتوں اور ان راہوں کو اختیار کرو جو خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر کی ہیں اور اس سلسلہ میں ہم پر یہ بھی فرض ہے کہ ہم قرآنِ کریم کی ساری کی ساری تعلیم اور ہدایت کی طرف ان لوگوں کو متوجہ کریں جو قرآنِ کریم کی طرف منسوب تو ہوتے ہیں لیکن قرآن کریم ان کے گھروں کی حقیقی زینت نہیں، قرآنِ کریم ان کے ذہنوں کی جلا نہیں، قرآن کریم ان کی پیشانی کا نور نہیں، قرآنِ کریم ان کی زبان اور ان کے کانوں اور ان کے دوسرے حواس کا نور نہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان لوگوں کو بتائیں کہ دنیا کی کوئی زینت قرآن کی بخشی ہوئی زینت سے بڑھ کر نہیں، دنیا کی کوئی روشنی قرآنِ کریم کے نور سے زیادہ منور نہیں، دنیا کی کوئی عزت ان عزتوں سے بڑھ کر نہیں جو قرآن ہمیں دیتا ہے، بزرگی کا کوئی سامان، اس بزرگی کے سامان سے بڑھ کر نہیں جو قرآنِ کریم نے بیان فرمایا ہے۔ پس ان دنیوی عزتوں کو چھوڑو، ان تمام بُرائیوں سے قطع تعلق کرو اور قرآنِ کریم کی طرف آؤ۔ پس اپنے شہروں میں واپس جا کر قرآنِ کریم کی تبلیغ شروع کر دو۔

ہماری یہی تبلیغ ہے ہمیں دوسرے لوگ فروعی اختلافی مسائل میں الجھا لیتے ہیں لیکن ہم میں اور ہمارے غیروں میں جو احمدی نہیں چاہے وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھنے والے ہوں بنیادی اصلی اور حقیقی امتیاز اور فرق یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر نے قرآنِ کریم کا جُوا اپنی گردنوں پر رکھا ہے اور اس کی ہدایت کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اس کوشش میں اپنی حسبِ استعداد اور اس قوت کے مطابق جو اللہ تعالیٰ ہمیں عطا کرتا ہے لگے رہتے ہیں لیکن ان میں سے بہت قرآنِ کریم کا نام تو لیتے ہیں لیکن قرآنِ کریم پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں۔ قرآنِ کریم ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ موٹی مثال ہے قرآنِ کریم کا نزول اس لئے ہوا تھا کہ دنیا میں خالص توحید کو قائم کیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ کو خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اس کا اتنا خیال تھا کہ آپ ہر وقت اپنی اُمّت کو یاد دلاتے رہتے تھے کہ اس میں شک نہیں کہ

مَیں خاتم النبیین ہوں اور مَیں سب انبیا سے اعلیٰ ارفع اور افضل ہوں اور میرے مقام تک نہ آج تک کوئی انسان پہنچا ہے اور نہ قیامت تک پہنچ سکتا ہے اور قرآنِ کریم کی شریعت جو مجھے عطا کی گئی ہے وہ بھی ہمیشہ رہنے والی ہے اور ہر نسل کی ضرورتوں کو پورا کرنے والی اور ہر نسل کے گند کو دھونے والی اور ہر نسل کو اس کی قوت اور استعداد اور ماحول کے مطابق نور عطا کرنے والی ہے لیکن ہوں مَیں خدا کا بندہ، عبودیت کے اس مقام کو جس پر مجھے خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے کبھی نہ بھولنا اور ہمیشہ مجھے خدا کا ایک بندہ ہی سمجھتے رہنا۔اس لئے کلمہ میں اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ کے الفاظ رکھ کر ہمیں یہ مقام ہر وقت یاد دلایا اور بلند و پست سے اس آواز کو اونچا کیا تا کہ خالص توحید میں کوئی رخنہ نہ پڑ جائے لیکن ہمارے ان بھائیوں میں سے بعض قرآنِ کریم کو بھی مانتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ جس مقامِ توحید پر ہمیں قرآنِ کریم کھڑا کرنا چاہتا ہے ہم اس پر کھڑے ہیں لیکن ان کی جبینیں قبروں پر بھی جا کر جھکتی ہیں ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو بغیر کسی احساسِ ندامت کے اپنی مجلسوں میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ جب ہم اپنے کسی وفات یافتہ پیر سے دعا کرتے ہیں تو ہم یقین رکھتے ہیں کہ وہی پیر صاحب اس وقت ہمارے سامنے آ جاتے ہیں اور وہ ہماری دعاؤں کو سنتے ہیں اور ان میں سے بعض وہ بھی ہیں جو دنیوی اسباب کی طرف جھکتے اور ان مادی اسباب پر اس قدر بھروسہ اور توکل رکھتے ہیں جتنا صرف خدائے قادر و توانا پر رکھنا چاہئے۔

غرض مَیں نے بتایا ہے کہ ہم نے قرآنِ کریم کا جُوا اپنی گردنوں پر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل نے ہمیں یہ معرفت عطا کی ہے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے کے بعد کسی قبر کی پرستش جائز نہیں، کسی دنیوی طاقت اور وجاہت کی پرستش جائز نہیں، کسی شخصی اقتدار کی پرستش جائز نہیں، رشوت، جھوٹ اور حرام خوری پر وہ توکل جائز نہیں جو توکل کہ محض خدا پر کرنا چاہئے اور دنیا کی کسی طاقت کو ہم ایسا نہیں سمجھتے کہ وہ خدا کے اذن اور اس کے منشاء کے بغیر ہمیں کوئی بھی عزت یا فائدہ پہنچا سکے پس ہمارے نزدیک لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے یہ معنی ہیں جو مَیں نے ابھی بیان کئے ہیں لیکن بعض کے نزدیک لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے اعلان کے باوجود قبر کی پرستش بھی جائز ہے، ان لوگوں کے نزدیک لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے اعلان کے باوجود پیروں کی پرستش بھی جائز ہے، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا نعرہ بلند کرنے کے باوجود جھوٹ کی اور رشوت کی اور اپنے مال و اسباب کی پرستش بھی جائز ہے۔ایسے لوگ خدا تعالیٰ کی سچی اور خالص توحید کو بھلا چکے ہیں۔اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت دے اور حقیقی توحید اور معرفت اور عرفان کا حصول ان کے لئے آسان کرے اور محض اپنے فضل سے ہمیں بھی جو احمدیت کی طرف منسوب ہوتے ہیں حقیقی طور پر ایک پکا اور سچا احمدی بنا دے کہ محض احمدیت کی

طرف منسوب ہونا کافی نہیں اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہم ایسے بن جائیں کہ وہ اپنے فضل سے ہم پر خوش ہو جائے اور اس زندگی میں وہ ہمیشہ ہم سے وہ کام کروائے جن کاموں سے وہ ہم سے راضی ہو۔ ہم سے کبھی وہ افعال سرزد نہ ہوں، وہ اعمال سرزد نہ ہوں جن کے نتیجہ میں وہ ہم سے ناراض ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ تمام دنیا کے مسلمانوں کو بھی قرآنِ کریم کے سمجھنے اور اس کے علوم اور اس کی معرفت کی باتیں اور اس کی ہدایتوں کی معرفت اور عرفان حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو بھی حقیقی معنی میں اور سچے طور پر مسلمان بنا دے۔ وہ صرف خدا کی طرف منسوب ہونے والے ہوں، صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں ساری عزتوں کو دیکھنے والے ہوں بلکہ نہ صرف ان کو بلکہ دنیا میں جو عیسائی اور دہریہ، یہودی اور دوسرے مذاہب کے پیرو یا لامذہب یا بدمذہب اقوام ہیں خدا کرے کہ ان کے سینے اور دل بھی قرآن اور اس کی تعلیم اور اس کے نور کے لئے کھل جائیں، خدا کرے کہ ہم ہمیشہ اس بات کی توفیق اس کے فضل سے پاتے رہیں کہ خدا کی توحید کے قیام اور اسلام کی اشاعت کے لئے ہم ہر اس قربانی کو بشاشت کے ساتھ کرنے کے لئے تیار ہوں جو قربانی خدا اور اس کا سلسلہ ہم سے چاہے اور اس کا مطالبہ کرے۔ **اَللّٰھُمَّ آمین۔**

ہمیں اپنے لئے بھی اور اپنوں کے لئے دعا کرنی چاہئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر چھوٹی سے چھوٹی چیز کی بھی ضرورت ہو تو تم یہ نہ سمجھنا کہ تم اسے خود حاصل کر سکتے ہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو۔ اگر کسی نے گھڑے میں سے پانی نکال کر پینا ہو تو آپ میں سے کسی کے ذہن میں یہ بات نہیں آنی چاہئے کہ گھڑا ہے، گھڑے میں پانی بھی موجود ہے، مَیں ہوں، صحت بھی ہے۔ مَیں اٹھ کر اپنے طور پر خدا تعالیٰ کی توفیق کے بغیر اس گھڑے میں سے پانی نکال کر پی سکتی ہوں۔ ایسی بات دماغ میں نہیں آسکتی اگر حقیقی عرفان دل میں ہو کیونکہ سینکڑوں ہزاروں لوگ اس دنیا سے اس وقت گذر گئے کہ جب انھوں نے گھڑے سے پانی پینے کے لئے قدم اٹھایا اور ابھی گھڑے تک پہنچے بھی نہیں تھے کہ موت کے فرشتے نے انھیں آدبوچا اور ان کا یہ خیال اور یہ وہم کہ ہم اپنے زور اور اپنی طاقت اور قوت سے اُٹھ کر اس گھڑے سے پانی پی سکتے ہیں غلط ثابت ہوا۔

نبی اکرم ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر تمہاری جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی خدا تعالیٰ سے مانگو۔ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ تسمہ پیسہ یا دو پیسہ کی چیز ہے۔ تمہارے گھر پیسہ بھی ہے پھر گھر میں تمہارا خاوند یا تمہارا بھائی یا تمہارا بیٹا بھی ہے جو بازار جا سکتا ہے اور بازار میں تسمہ موجود ہے اور وہ خرید کر لا سکتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ تمہاری جان نکال لے جیسا کہ وہ اس سے پہلے بہتوں کی جان نکال چکا ہے۔ پس اپنے لئے بھی اور اپنے ہر کام کے لئے بھی چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہر وقت دعا کرتے رہنا

چاہئے۔مومن پر اللہ تعالیٰ نے یہ بڑا فضل کیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنی زندگی کا ہر لحہ خدا تعالیٰ کی عبادت میں گذار سکتا ہے کیونکہ جب وہ سونے لگتا ہے تو اس وقت بھی آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق وہ بعض دعائیں مانگ لیتا ہے جس کے نتیجہ میں اس کی نیند کے لمحات بھی ایک طرح عبادت ہی میں گذرتے ہیں۔ پھر بیدار زندگی میں ہر لحہ وہ کچھ نہ کچھ کر رہا ہوتا ہے اور اگر اس کچھ نہ کچھ کرنے کے وقت وہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا رہے تو اس کی بیدار زندگی کا ہر لحہ بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گذرے گا۔اس کے بعد ہم اپنے رب پر یہ توقع اور امید اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے اعمال اور ہماری دعاؤں کے ان ہزاروں رخنوں کو اپنے فضل سے دور کر دے گا جو ہماری کوشش اور دعا کے باوجود رہ جاتے ہیں۔شیطان کے ہزاروں وساوس ہیں جو ہمارے دل میں پیدا ہوتے ہیں بعض کو ہم پہچان لیتے ہیں اور دعاؤں کے ذریعہ انھیں اپنے دل سے نکال لیتے ہیں اور بعض ہمارے علم میں ہی نہیں آتے۔شیطان خفیہ طور پر ہمارے دل میں وسوسہ پیدا کرتا رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تم اس حالت میں میرے پاس آئے ہو کہ نہ تو تمہاری دعائیں کامل اور مکمل اور رخنہ کے بغیر ہیں اور نہ تمہارے اعمال کمزوریوں اور فساد کے بغیر ہیں لیکن چونکہ تم مجھ پر یقین رکھتے رہے ہو اس لئے مَیں اس یقین کے صدقے اور اپنی قوتوں کے طفیل اور اپنی اس رحمت کی وجہ سے جس کے عام ہونے کا مَیں نے قرآنِ کریم میں اعلان کیا ہوا ہے،تمہاری دعاؤں کو سنتا ہوں مَیں اس زندگی میں بھی تمہیں اپنی رحمتوں سے نوازتا رہوں گا اور تمہارا انجام بخیر کروں گا اور اُخروی زندگی میں بھی تمہیں اپنی رحمتوں سے نوازوں گا اور تم ابدالآباد تک میری رحمتوں اور رضا کو حاصل کرتے رہو گے۔غرض اپنے لئے بھی دعا کرنی ضروری ہے۔کام چھوٹا ہو یا بڑا ہمیں اٹھتے بیٹھتے،سوتے جاگتے دعا میں اپنا وقت گذارنا چاہئے۔اس پر نہ کوئی پیسہ خرچ آتا ہے اور نہ کوئی تکلیف تمہیں اٹھانی پڑتی ہے نہ کوئی صعوبت برداشت کرنی پڑتی ہے مفت کا سودا ہے۔آسان راہ ہے جو خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے کھولی ہے۔اگر ہم اس آسان راہ سے بھی فائدہ نہ اٹھائیں تو ہمارے جیسا بد بخت کوئی نہیں ہوگا۔پھر اپنوں کے متعلق مثلاً اپنے بچے ہیں،اپنے خاوند ہیں،اپنے باپ دادا اور دوسرے بزرگ رشتہ دار ہیں،اپنے ہمسائے ہیں،اپنے محلّہ والے ہیں،اپنے قصبہ اور شہر والے ہیں یا گاؤں والے ہیں،اپنے ملک میں بسنے والے ہیں،اپنی دنیا میں رہائش پذیر ہونے والے ہیں،اپنی دنیا سے تعلق قائم کر کے اس دنیا سے جدا ہو جانے والے یا اپنی دنیا سے آئندہ تعلق قائم کرنے والے ہیں۔آدم سے لے کر اب تک جو بنی آدم پیدا ہوئے اور جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے سب کو اپنی دعا کی سخاوت میں شامل کرو تا جب اللہ تعالیٰ سخاوت پر آوے تو وہ سب حدود کو توڑتا ہوا ہم سے رحمت کا سلوک کرنے والا ہو۔پس دعاؤں میں خود کو بھی اپنوں کو بھی اور جو ابھی پیدا نہیں ہوئے انھیں بھی یاد

رکھو۔خدا تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھو۔اس سے کبھی نا اُمید مت ہو ہر دکھ میں اسے یاد کرو اور سکھ میں اسے بھولو نہیں اور خدا تعالیٰ کے شکر گذار بندے اور بندیاں بن کر اپنی زندگی کے دن گذارو۔اگر یہ کرو گے تو دنیا وہی معجزانہ نظارے آج پھر دیکھے گی جو معجزانہ نظارے اس نے آج سے چودہ سو سال پہلے دیکھے اور آج تک وہ حیران ہے کہ یہ کیا ہوا تھا۔اللہ تعالیٰ ہمیں انہی صحابہؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے اور انہی صحابیاتؓ کے نورانی لباسوں میں اپنی زندگی کے یہ دن گذارنے کی توفیق عطا کرے۔آمین

(الفضل 11 رفروری 1968ء ص 2)





خطبہ جمعہ فرمودہ 4 نومبر 1966ء بیت المبارک، ربوہ

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اس میں شک نہیں کہ دینی معاملات میں سب سے پہلا حق انسان پر اس کے اپنے نفس کا ہی ہے اور ہر نفسِ انسانی کو ہمیشہ اس طرف متوجہ رہنا چاہئے کہ وہ ایسے اعمال بجالاتا رہے کہ ان کی وجہ سے اس کا رب راضی ہو جائے اور وہ اپنے اللہ کی خوشنودی حاصل کر لے۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ (المائدہ:106) کہ اگر تم خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ہدایت یافتہ سمجھے جاؤ تو تمہیں دوسروں کا گمراہ ہو جانا کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا یعنی اگر باوجود اپنی دلی تڑپ اور اپنی انتہائی کوشش اور جدوجہد کے وہ لوگ جنھیں تم ہدایت کی طرف بلاؤ اور اس بات کی تلقین کرو کہ اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے قرآن کریم کے جوئے کے نیچے اپنی گردنیں رکھ دیں پھر بھی وہ ایسا نہ کریں اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لیں تو ان کا ایسا کرنا تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ اس کے بعد سب سے بڑی ذمہ داری جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر عائد کی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے اہل وعیال کو نیکی اور تقویٰ پر قائم رکھنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہیں اور ہمیشہ اس طرف متوجہ ہوں کہ جس طرح ہماری یہ خواہش ہے کہ ہم پر اللہ تعالی کے فضل ہوتے رہیں اور وہ ہم سے خوش ہو جائے اسی طرح وہ لوگ بھی جو ہمارے اہل میں شمار ہوتے ہیں ان کے متعلق بھی ہماری یہ خواہش ہونی چاہئے کہ ان پر بھی اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحم نازل ہو اور اس زندگی میں (جس کے متعلق ہمیں بہت کم علم دیا گیا ہے اور جہاں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لحظہ کی ناراضگی ایسی ہے کہ اس دنیا کی ہزاروں زندگیوں کی خوشیاں اس ناراضگی سے بچنے کے لئے قربان کی جاسکتی ہیں) وہ لوگ (بیوی بچے اور دوسرے رشتہ دار) جو یہاں ہمارے اہل کہلاتے ہیں وہاں بھی ہمارے ساتھ ہی رہیں اور خاندان روحانی طور پر بکھر نہ جائے اور منتشر نہ ہونے پائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے يَآ اَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم:7) کہ اے وہ لوگو جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہو جنھوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی آواز پر لبیک کہا ہے یاد رکھو کہ صرف اپنے نفس کو روحانی رنگ میں رنگین کرنے کی کوشش کرنے کی ہی ذمہ داری تم پر عائد نہیں ہوتی بلکہ تم پر یہ بھی فرض کیا گیا ہے کہ جہاں تم اپنے نفسوں کو خدا تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے قہر اور اس کے غضب کی آگ سے بچاؤ

وہاں اپنے اہل کو اور ان لوگوں کو بھی جو تمہارے رشتہ دار ہیں (بیوی بچے ہیں) خدا تعالیٰ کے قہر کی آگ سے بچاؤ۔ دوسری جگہ فرمایا قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (الزمر:16) حقیقی طور پر گھاٹا پانے والے وہی لوگ ہیں جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ اور ان کے اہل گھاٹا پانے والے قرار دئے جائیں۔ دیکھو مائیں اور بعض دفعہ باپ اور دوسرے رشتہ دار بھی چند دنوں یا چند مہینوں یا چند سالوں کی جدائی اپنے بچوں سے برداشت نہیں کر سکتے، بہت سے بچے غیر ملکوں کی اعلیٰ تعلیم سے اس لئے محروم ہو جاتے ہیں کہ ان کی مائیں یا دوسرے عزیز اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ چند سال کے لئے وہ اپنے اس عزیز سے جدا ہوں۔ بہت سے بچے اس لئے تعلیم سے محروم ہو جاتے ہیں کہ جہاں وہ پیدا ہوئے اور جہاں وہ پلے اور بڑھے اور جہاں انھوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی وہاں کوئی کالج نہیں تھا اور ماں باپ نے پسند نہ کیا کہ وہ اپنے بچے کو اپنے سے جدا کر کے کسی ایسے بڑے شہر میں بھجوائیں جہاں کالج موجود ہے۔ تو اس دنیا میں بعض دفعہ تو ہم غیر معقول رویہ اختیار کر کے بھی اپنے بچوں کو اپنے پاس رکھتے ہیں اور ان کی جدائی ہم پر بہت شاق گذرتی ہے تو وہ دنیا جس کے عذاب کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اتنا لمبا ہے کہ اس پر ''ہمیشہ رہنے والے عذاب'' کا فقرہ چسپاں ہوسکتا ہے۔ اس میں ہم کس طرح برداشت کر سکتے ہیں کہ ہمارے بچے ہمارے اہل اور ہمارے دوسرے رشتہ دار ہم سے جدا ہوں۔

اگرچہ پورے طور پر تو یہ درست نہیں بلکہ قرآن کریم کی دوسری آیات کے خلاف ہے کہ جہنم کا عذاب ہمیشہ ہمیش تک چلتا چلا جائے گا لیکن اس کے زمانہ کی لمبائی اور وسعت کو بیان کرنے کے لئے قرآن کریم خٰلِدِيْن کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ تو ہم کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ ایک معنی کے لحاظ سے ہمارے بچے اُس دنیا میں ابدالآباد تک ہم سے جدا رہیں جبکہ ہم یہاں چند گھڑیوں یا چند دنوں یا چند مہینوں یا چند سالوں کی جدائی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اصل گھاٹا پانے والے تو وہ ہیں جو اس بات کا خیال نہیں رکھتے کہ اپنے خاندان کو جس طرح جسمانی طور پر یہاں اکٹھا کئے ہوئے ہیں اور نہیں چاہتے کہ ان میں انتشار اور تفرقہ پیدا ہو اور وہ بگڑ جائیں اسی طرح ان کا خاندان دوسری دنیا (اخروی زندگی) میں بھی منتشر نہ ہو جائے۔ چونکہ وہ ایسی کوشش نہیں کرتے اس لئے حقیقی معنے میں یہی لوگ ہیں جن کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ گھاٹا پانے والے ہیں۔ اسی لئے اسلام نے مختلف پہلوؤں سے اس بات کی تلقین کی ہے کہ اپنے بچوں کی پہلے دن سے ہی تربیت شروع کر دی جائے۔ دراصل پیدائش سے پہلے بھی جب بچہ ابھی اپنی ماں کے پیٹ میں ہی ہوتا ہے بعض لحاظ سے اور بعض طریقوں سے اس کی تربیت کی جاتی ہے۔ بچے کی پیدائش پر نیک کلمات اس کے دائیں کان میں بھی اور اس کے بائیں کان میں بھی کہے جاتے

ہیں اوراس طرح ہمیں اس راستے پر لگا یا جا تا ہے کہ بچوں کے سامنے ہمیشہ نیکی کی اور ہمیشہ عدل کی اور ہمیشہ احسان کی اور ہمیشہ جذبہ اِیتَـآءِ ذِی الْقُرْبیٰ کے پیدا کرنے والی باتیں کیا کرواور انھیں تلقین کیا کرو کہ علمی لحاظ سے بھی اور ذہنی لحاظ سے بھی وہ ایک سچے مسلمان کی سی زندگی گذارنے لگیں۔

اعمال میں جہاں تک نماز کا تعلق ہے (جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی ایک خطبہ میں کہا تھا) نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ دس سال کی عمر میں بچے پر نماز و نہ کیا کہ وہ اپنے بچے کو اپنے سے جدا کر کے کسی ایسے بڑے شہر میں بھجوائیں جہاں کالج موجود ہے۔تو اس دنیا میں بعض دفعہ تو ہم غیر معقول رو یہ اختیار کر ک ے بھی اپنے بچوں کو اپنے پاس رکھتے ہیں اوران کی جدائی ہم پر بہت شاق گذرتی ہے تو وہ دنیا جس کے عذاب کے وتو اسے نماز کی طرف مائل کرواور متوجہ کرواور اگر وہ لڑکا ہے تو اسے اپنے ساتھ مسجد میں لے جانا شروع کر دواور مسجد کے آداب بھی سکھاؤ۔اس طرح عبادت کے عملی کام جو ہیں ان میں حصہ لینے کی طرف اسے متوجہ کرواوراس رنگ میں ان کی تربیت کرو کہ عملی روحانی کاموں کے فرض ہوتے وقت اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے وہ پورے طور پر تیار ہوں۔

نماز کے بعد دوسرا بڑا کام جو ایک مسلمان پر بطور فرض کے عائد ہوتا ہے وہ مال کی قربانی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے اتنی شاندار قربانیاں دیں کہ اگر وہ ثقہ راویوں سے بیان نہ ہوتیں تو شاید ہماری عقلیں ان کی صحت کو قبول کرنے کے لئے بھی تیار نہ ہوتیں۔حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ جب وہ مسلمان ہوئے تو ان کے پاس چالیس ہزار اشرفیاں جمع تھیں آجکل تو اشرفی ملتی ہی نہیں میرے خیال میں جو دوست یہاں بیٹھے ہیں ان میں سے ایک فیصدی نے بھی سونے کی اشرفی نہ دیکھی ہوگی اس وقت قوتِ خرید کو دیکھا جائے تو اس کے مطابق ایک اشرفی کی قیمت سوسوا سو ہے۔کیونکہ سوسوا سو میں ایک اشرفی ملتی ہے تو چالیس ہزار اشرفی تقریباً پچاس لاکھ روپیہ بنتا ہے۔جب وہ مسلمان ہوئے تو انھوں نے اپنے دل میں یہ عہد کیا کہ یہ ساری رقم مَیں اسلام کے لئے خرچ کروں گا چنانچہ جو کچھ انھوں نے جوڑا ہوا تھا اور ریز رو کے طور پر رکھا ہوا تھا (تجارت میں جوان کا مال لگا ہوا تھا وہ اس کے علاوہ تھا) وہ اسلام پر خرچ کرتے رہے اور جب ہجرت کا وقت آیا تو چالیس ہزار اشرفیوں میں سے صرف پانچ سو اشرفی ان کے پاس باقی تھی۔انتالیس ہزار پانچ سو اشرفی وہ خرچ کر چکے تھے۔یہ پانچ سو اشرفیاں بھی انھوں نے اپنے گھر والوں کے لئے نہیں چھوڑیں بلکہ ہجرت کے وقت وہ بھی ساتھ اٹھالیں تا کہ دین کی راہ میں ہی خرچ ہوں۔تو انھوں نے بڑی مالی قربانیاں دی ہیں۔

دوست یہ نہ سمجھیں کہ ہم وصیت میں 1/10 دے کر یا بعض دوسرے چندوں کو ملا لیا جائے تو

1/8یا1/7دے کر ایسی قربانی دے رہے ہیں کہ گویا ہم صحابہ رضی اللہ عنہم سے آگے نکل گئے یا ان کے برابر کھڑے ہوگئے ہیں ۔ کیونکہ صحابہؓ میں کثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے تھے جو بہر حال 1/5 سے زیادہ قربانی دے رہے تھے مثلاً انصار کو ہی دیکھیں ۔انھوں نے آدھے آدھے مال مہاجرین کو پیش کر دئے تھے یہ علیحدہ بات ہے کہ مہاجرین میں سے بہتوں نے نہیں لئے ۔ جنھوں نے لئے بھی قرض کے طور پر لئے لیکن انصار کی طرف سے پیشکش ہوگئی تھی کہ تم سب کچھ چھوڑ کر آئے ہو آؤ یہ مال بانٹ لیں اور آدھا آدھا کر لیں ۔اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین کو عقل دی تھی وہ تجارت کے میدان میں بڑا کچھ کماتے تھے ۔پھر اس نے انھیں ایمان بھی دیا تھا اس لئے وہ دین کی راہ میں خرچ بھی بڑا کرتے تھے ۔اس حد تک کہ مَیں نے بتایا ہے کہ اگر ان روایات کے راوی ثقہ نہ ہوں تو ہم شاید ان کو محض قصہ سمجھیں لیکن تاریخ اس کثرت سے ان باتوں کی تائید کر رہی ہے کہ ہماری عقل انھیں جھٹلا نہیں سکتی ۔تو جہاں تک اموال کی قربانی کا تعلق ہے صحابہ نبی اکرم ﷺ نے بے مثال قربانیاں دیں ہیں اور جہاں تک مالی قربانیوں کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو بھی توفیق دی ہے کہ اس لا مذہبیت اور دہریت کے زمانہ میں اپنے اموال کو بے دریغ خرچ کرے ۔ اور ایک حصہ جماعت کا اور بڑا حصہ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے اپنے وقت میں ایسی روحانی تربیت حاصل کر چکا تھا کہ ان کی جانی اور مالی قربانیاں صحابہ نبی اکرم ﷺ سے اتنی مشابہ ہوگئیں تھیں کہ ان کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنھم کے علاوہ کسی اور گروہ سے تعلق رکھنے والے ہیں ۔ بعد کی جو نسلیں ہیں ان میں بھی بڑی حد تک خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ روح قائم ہے لیکن ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ نئی نسلوں کو بھی قربانیوں کی ان راہوں پر چلنے کی عادت ڈالیں ۔اسی لئے مَیں نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وقفِ جدید کا مالی بوجھ اگر ہمارے بچے اور بچیاں جن کی عمر پندرہ سال سے کم ہے اٹھا لیں تو جماعت کے ارفع مقام کا مظاہرہ بھی ہوگا کہ جماعت کے بچے بھی اس قسم کی قربانیاں دیتے ہیں کہ اس پوری تحریک (وقفِ جدید) کا مالی بوجھ انھوں نے اٹھالیا ہے اور خود ان کے لئے بھی بڑے ثواب کا موجب ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے جو کام انھوں نے آئندہ کرنے ہیں ۔اس کے لئے تربیت کا موقع بھی مل جائے گا ۔اس کی طرف جماعت نے اتنی توجہ نہیں دی جتنی دینی چاہئے تھی ۔مَیں سمجھتا ہوں کہ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہمارے بچے جن کی عمر ایک دن سے پندرہ سال کے درمیان ہے وہ تین مختلف تنظیموں سے تعلق رکھتے ہیں ۔سات سال سے پندرہ سال کی عمر کے بچوں کا تعلق اطفال الاحمدیہ خدام الاحمدیہ سے ہے اور سات سے پندرہ سال کی بچیوں کا تعلق ناصرات الاحمدیہ لجنہ اماء اللہ سے ہے اور سات سال سے کم عمر کے بچوں اور بچیوں کا تعلق نظامِ جماعت سے ہے ۔تو بچوں کی یہ ننھی منی فوج تین حصوں میں

بٹ گئی تھی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض جماعتوں میں تو ہر تنظیم نے سمجھا کہ شاید دوسرا کام کر رہا ہو اور بعض جگہ ایک دوسرے کے کام میں دخل دینا شروع کر دیا۔ یعنی خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ والے جو تھے انھوں نے کم عمر والے بچوں کی فہرستیں بنانا شروع کر دیں جماعتی نظام والے جو تھے انھوں نے سات سال سے کم عمر والے بچوں کی ہی فہرستیں نہیں بنائیں بلکہ اطفال کی فہرستیں بھی بنانے لگ گئے۔ اس طرح انھوں نے ایک دوسرے کے کام میں دخل دینا شروع کر دیا۔

بہر حال جو سستی ہو چکی ہے اسے اللہ تعالیٰ معاف فرمائے لیکن آئندہ کے لئے مَیں چاہتا ہوں کہ اس خطبہ کے شائع ہونے کے بعد پندرہ دن کے اندر اندر ہر جماعت مجھے بچوں کی ان تین مختلف قسم کے لحاظ سے یعنی اطفال الاحمدیہ سے تعلق رکھنے والے بچے، ناصرات الاحمدیہ سے تعلق رکھنے والی بچیاں اور سات سال سے کم عمر کے بچوں اور بچیوں کی فہرست علیحدہ علیحدہ (نام کے لحاظ سے نہیں بلکہ صرف تعداد کے لحاظ سے) مجھے پہنچ جانی چاہئے۔ مثلاً لاہور لکھے کہ ہمارے ہاں اطفال ڈیڑھ ہزار ہیں، ناصرات ڈیڑھ ہزار ہیں اور کم عمر کے بچے تین ہزار ہیں۔ جو صورت بھی ہو مجھے صرف تعداد چاہئے اور دوسرے یہ لکھا جائے کہ ان میں سے وقفِ جدید کا اس رنگ میں کس کس نے وعدہ کیا ہے۔

وعدوں کے متعلق اعلان کرتے ہوئے مَیں نے بتایا تھا کہ ہمارے ہزاروں بچے ایسے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ایسے خاندانوں میں پیدا کیا ہے کہ جنھیں اتنا رزق دیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک بچہ ایک اٹھنّی ماہوار یا اس سے بھی زائد دے کر وقفِ جدید کا مستقل مجاہد بن سکتا ہے۔ لیکن بعض ایسے مخلص اور قربانی کا جذبہ رکھنے والے احمدی خاندان بھی ہیں جو مالی استطاعت نہیں رکھتے مثلاً اگر ان میں سے کسی خاندان کے چھ بچے ہوں تو اٹھنّی ماہوار کے حساب سے تین روپے ماہوار یا چھتیس روپے سالانہ انھیں ادا کرنے چاہئیں۔ حالانکہ غربت کی وجہ سے اس خاندان کے بڑوں کے چندے بھی کم وبیش اتنے ہی ہوتے ہیں۔ پس اگر ایسے خاندان کا ہر ایک بچہ اٹھنّی ماہوار ادا نہ کر سکے تو سارے خاندان کے بچے مل کر ایک یونٹ بنا لیں اور ملکر اٹھنّی ماہوار دے دیا کریں۔ بہر حال اس صورت میں وقفِ جدید کے چندے کا جو وعدہ کیا گیا ہو الگ الگ ہر بچہ نے جو وعدہ کیا ہو اس کی اطلاع پندرہ دن کے اندر آ جانی چاہئے۔

واللہ اعلم بچوں کی صحیح تعداد کتنی ہے؟ رپورٹیں آئیں گی تو پتہ چلے گا لیکن یہ مجھے یقین ہے کہ ہمارے وہ بچے جن کی عمر پندرہ سال سے کم ہے ان کی تعداد کم از کم پچاس ہزار ہوگی۔ اگر پچاس ہزار بچے الگ الگ پوری شرح سے چندہ ادا کریں تو ان کا چندہ چھ روپے سالانہ کے حساب سے تین لاکھ روپے بن جاتا ہے جو وقفِ جدید کے سالِ رواں کے وعدوں سے ڈیڑھ گنا ہے۔ (لیکن بعض دوستوں نے تو اپنے

پیدا ہونے والے بچے کی طرف سے بھی چندہ بھجوا دیا ہے) لیکن چونکہ وقفِ جدید کے کام کو پوری طرح چلانے کے لئے یہ نا کافی ہے۔اس لئے امید ہے کہ (جیسا کہ دوست پہلے بھی کیا کرتے ہیں) اس میں بچوں کے علاوہ دوسرے دوست بھی شامل ہوں گے اور پھر چھ روپے سے زیادہ چندہ دینے والے بھی ہونگے۔

حضرت مصلح موعود وقف جدید کا چندہ چھ روپے نہیں بلکہ سات سَو یا ہزار دیا کرتے تھے(اس وقت مجھے اچھی طرح یاد نہیں)۔اسی طرح دوسرے بھی بہت سے لوگ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ زیادہ دینے کی توفیق عطا کرتا ہے وہ چھ روپے تک نہیں رُکتے۔ یہ زائد دینے والے جو ہیں ان کی رقمیں تین لاکھ کے علاوہ ہونگی۔ اس طرح وقفِ جدید کے لئے تین لاکھ سے زیادہ رقم ہمیں مل جائے گی۔ جب ہمیں تین لاکھ سے زیادہ رقمیں وصول ہو جائیں گی تب ہم صحیح طور پر کام کرسکیں گے ورنہ ہمارے سالِ رواں کا کام بھی ٹھیک طرح نہ ہو سکے گا۔

سواللہ تعالیٰ آپ میں سے ہر ماں اور آپ میں سے ہر باپ کو یہ کہہ رہا ہے کہ صرف اپنی فکر ہی نہ کرنا۔ قُوْآ اَنْفُسَكُمْ ہی نہیں بلکہ قُوْآ اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ تم پر یہ بھی فرض ہے کہ اپنے بچوں کی تربیت اس رنگ میں کرو کہ اخروی زندگی میں وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی آگ میں نہ پھینکے جائیں۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کھول کر آپ کے سامنے بیان کر رہا ہے کہ حقیقی معنے میں گھاٹا پانے والے وہ لوگ ہیں کہ جو قیامت کے روز خود بھی گھاٹا پائیں گے اور اپنے اہل کو بھی گھاٹا پانے والا بنا دیا ہوگا۔ان کی تربیت صحیح رنگ میں نہ کی ہوگی اور بہت سی آیات بھی ہیں جو اس طرف متوجہ کر رہی ہیں۔تو قرآنی تعلیم کے مطابق ہم میں سے ہر ایک کو اپنی نسل کی تربیت اس رنگ میں کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو نارِ جہنم سے بچائے اور ان پر اس رنگ میں اپنا فضل کرے کہ اس کی نگاہ میں وہ خاسرین کے گروہ میں شامل نہ ہوں۔

پس اپنے نفس کے بعد دوسرے نمبر پر سب سے بڑی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ عائد کی ہے کہ اپنے خاندان کو سمجھائیں اس کو اسلام کا شیدائی بنائیں اور اس کے ہر فرد کے دل میں محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت پیدا کریں حتیٰ کہ ان کے دل اس جذبہ سے معمور ہو جائیں کہ اسلام کی راہ میں ہر وقت ہم ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار رہیں اور دنیا سے نہ کسی شکریہ کی امید رکھیں گے اور نہ واہ واہ کی توقع رکھیں گے اور محض عاجزانہ طور پر اپنے رب کی راہ میں زندگی گذارنے والے ہونگے۔سو تمام احمدی اپنے اس فرض کو پہچانیں۔والدین ہوں یا ولی، وہ بچوں کو اس طرف متوجہ کریں کہ وہ خدا کے دین کے سپاہی ہیں۔

آج اسلام کے مقابلہ کے لئے دشمنوں کی طرف سے تلواریں میان سے نہیں نکالی جارہی ہیں اس

لئے ہمارے یہ سپاہی بھی تلوار کے سپاہی نہیں ۔ یہ وہ سپاہی ہیں جو اپنے دلوں کو قرآنِ کریم کے نور سے منور کرنے کے بعد قرآنی نور سے دنیا کو منور کرنے میں پورا پورا مجاہدہ کرتے ہیں ۔ ہر احمدی بچے کو اسلام کا سپاہی اور احمدی سپاہی بنانا والدین اور ولی کا فرض ہے۔

پس آپ کو چاہئے کہ اس ضروری اور اہم فرض کی طرف متوجہ ہوں اور وقفِ جدید کے مالی جہاد میں ہر بچے کو شامل کریں تا اللہ تعالیٰ کی رحمتیں آپ پر نازل ہوں اور تا وہ مقصد حاصل ہو جس کے لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے مجلس وقفِ جدید کو قائم کیا تھا۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ 9رنومبر 1966ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 30؍دسمبر 1966ء بیت المبارک ربوہ

تشہد،تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے آیات

نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ o وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ

(الحجر:51،50) پڑھیں، پھر فرمایا:

ان دو مختصر آیاتِ قرآنی سے قبل اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون بیان فرمایا ہے کہ میری طرف آنے کا یہی ایک سیدھا راستہ یہی ایک صراطِ مستقیم ہے یعنی وہ راستہ جسے اسلامی شریعت دنیا کے سامنے پیش کرتی ہے، جسے قرآنِ کریم کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے اور جو شریعت تا قیامت دنیا میں رکھی جائے گی اور اس کی حفاظت کی جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ فرمایا کہ جو لوگ حقیقتاً میرے بندے ہیں ان پر شیطان کا کسی قسم کا کوئی تسلط نہیں ہوگا کیونکہ وہ میری پناہ میں ہیں مَیں انھیں شیطان سے دور رکھتا ہوں اور نیکیوں کی انھیں توفیق عطا کرتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی انسان کو آزادئ ضمیر بھی عطا کی گئی ہے اس لئے وہ جو میری بندگی سے باہر نکلنا چاہیں وہ ایسا کر سکتے ہیں اور ایسے گمراہ لوگوں پر ہی شیطان اپنا تسلط جماتا ہے۔ فرمایا کہ وہ لوگ جو اپنی مرضی سے صداقت اور ہدایت کی راہوں کو چھوڑ کر گمراہی اور ضلالت کی راہوں کو جو جہنم کی طرف لے جانے والی ہیں اختیار کریں گے تو وہ جہنم میں ہی گریں گے۔ وہ جہنم جسے خدا کے غضب اور قہر نے بھڑکایا ہے اسی جہنم سے قرآن کریم کے ذریعہ لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے اور انھیں بتایا جاتا ہے کہ اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ (البروج:13) جب خدا کسی پر اس کی غفلت، کوتاہی یا گناہ یا ظلم کی وجہ سے گرفت کرتا ہے تو خدا کی وہ گرفت بڑی ہی سخت ہوا کرتی ہے اس لئے انھیں خدا سے ڈرتے ڈرتے اپنی زندگی کے دن گذارنے چاہئیں اور انھیں چاہئے کہ تقویٰ کی سب راہوں کو اختیار کریں تا جہنم کا کوئی دروازہ بھی ان کے لئے کھلا نہ رہے جہنم کے سب دروازے ان کے لئے بند ہو جائیں اس لئے کہ تقویٰ کی سب راہوں کو انھوں نے اختیار کیا تھا۔

پھر فرمایا کہ جو لوگ تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرتے ہیں انھیں جان لینا چاہئے کہ تقویٰ کی یہ راہیں انھیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے باغوں اور اس کی رحمت کے چشموں تک لے جاتی ہیں جہاں وہ بے خوف وخطر سلامتی کی فضا میں سانس لیں گے ان کے سینوں میں سے سب کینے نکال باہر پھینکے جائیں گے اور ان کے

مقامات رفعت اور مقامات قرب، اخوت کا باعث بنیں گے باہمی جھگڑے اور فساد کا باعث نہیں بنیں گے ان مقامات رفعت اور ان مقاماتِ قرب میں مزید رفعتوں کے حصول کے لئے ان کی جو بھی جدوجہد ہوگی وہ ایک عظیم جدوجہد ہوگی انھیں تھکائے گی نہیں بلکہ مزید روحانی سرور کے حصول کا ذریعہ ان کے لئے بنے گی۔

اس مضمون کے بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **نَبِّیءۡ عِبَادِیۡۤ اَنِّیۡۤ اَنَا الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ** میرے بندوں کو کھول کر یہ بات بتا دو کہ میری صفات میں سے دو صفات یہ بھی ہیں کہ مَیں غفور بھی ہوں اور مَیں رحیم بھی ہوں اگر وہ میری طرف رجوع کریں گے، اگر وہ میری طرف آئیں گے، اگر وہ میری طرف جھکیں گے، اگر وہ توبہ کی راہوں کو اختیار کرینگے، اگر وہ استغفار کو اپنا شعار بنائیں گے، اگر وہ مجھ سے معاملہ چاہیں گے تو اپنی تمام کوتاہیوں کے نتیجہ میں اور غفلتوں کے نتیجہ میں اور گناہوں کے نتیجہ میں وہ جس سزا کے مستحق اور سزاوار بنے تھے مَیں اس سزا سے انھیں محفوظ کرلوں گا اور بچا لوں گا اور انھیں اپنی حفاظت میں لے لوں گا کیونکہ مَیں خدائے غفور ہوں نیز میری رضا کے حصول کے لئے اگر وہ جدوجہد کریں گے میرے بتائے ہوئے راستوں پر اگر وہ اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ چلیں گے اگر ان کے دلوں میں اور ان کی روحوں میں مجھ سے ملنے اور میرا قرب حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوگی اور اگر اس کے لئے وہ اعمالِ صالحہ بجالائیں گے، اس کے لئے وہ قربانیاں دیں گے، اس کے لئے وہ اخلاص کا نمونہ میرے اور دنیا کے سامنے پیش کریں گے تو انھیں تم یہ بھی بتا دو کہ مَیں خدائے رحیم ہوں، مَیں بار بار رحم کرنے والا خدا ہوں اور نیک اعمال کی بہتر اور احسن جزا دینے والا خدا ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ میرے بندوں کو تم یہ بھی بتا دو۔ **اَنَّ عَذَابِیۡ ہُوَ الۡعَذَابُ الۡاَلِیۡمُ** اگر کوئی عذاب عذاب کہلانے کا مستحق ہے، اگر کوئی عذاب اس بات کا مستحق ہے کہ کہا جائے کہ یہ بڑا دکھ دینے والا، بڑا تکلیف دینے والا، زندگی سے بیزار کر دینے والا، موت کی خواہش دلوں میں پیدا کر دینے والا یہ عذاب ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے قہر کا ہی عذاب ہے۔ یہ ایسا عذاب ہے کہ جن پر وارد ہوتا ہے وہ نہ زندوں میں شمار کئے جاسکتے ہیں کیونکہ حقیقی زندگی کی کوئی رمق ان کے اندر باقی نہیں چھوڑتا اور نہ وہ مردوں کے اندر شمار کئے جاسکتے ہیں کیونکہ اس عذاب کے چکھنے کے لئے خدا کی طرف سے انھیں زندہ رکھا جاتا ہے۔ ورنہ ان کے دل تو یہی چاہتے ہیں کہ اس عذاب سے نجات اور چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ان پر موت وارد ہو جائے مگر خدا کہتا ہے کہ نہیں مرو نہیں بلکہ میرے عذاب کو چکھو۔ تو فرمایا کہ میرے بندوں کو یہ بھی بتا دو اور کھول کر بتا دو کہ میرا عذاب بھی بڑا سخت عذاب، بڑا دُکھ دینے والا عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رمضان کے اس مہینہ میں اپنی مغفرت اور اپنی رحمت کے دروازے کھولے ہیں

جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی احادیث میں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ مضمون پایا جاتا ہے کہ رمضان کے مہینہ میں آسمانی رحمتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور آسمانی غضب اور آسمانی ناراضگیوں اور آسمانی لعنتوں کے دروازے بھیڑ دیئے جاتے ہیں۔ اگر خدا کے بندے خدا کی خاطر خدا کے بتائے ہوئے طریق کو اختیار کریں تو وہ ہنسی خوشی بشاشت کے ساتھ چھلانگیں لگاتے ہوئے خدا کی جنت میں داخل ہو سکتے ہیں لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں اور خود اپنے ہاتھوں سے جہنم کے ان دروازوں کو کھولیں جن کو خدا تعالیٰ نے بھیڑ دیا تھا تو پھر ان کی بدقسمتی ہے کہ وہ مغفرت اور رحمت کی بجائے خدا کی لعنت کو اختیار کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ صرف بھوکا رہنے سے خدا خوش نہیں ہوتا، نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ صرف راتوں کو جاگنے سے صرف قیامِ لیل یا اِحیاءِ لیل سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔ بہت سے وہ بھی ہیں جو بھوکے رہتے ہیں مگر روزے کا ثواب حاصل نہیں کر سکتے، بہت سے ایسے بھی ہیں جو راتوں کو جاگتے ہیں مگر ان پر ملائکہ کا نزول نہیں ہوتا جو نزول ان بندوں پر ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کے لئے اخلاص کے ساتھ، فروتنی اور عاجزی کے ساتھ راتوں کو جاگ کر اس کے حضور جھک کر اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں اور سب کچھ کرنے کے بعد بھی اسے وہ یہی کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم تہی دست ہیں کیونکہ جو کچھ ہم تیرے سامنے پیش کر رہے ہیں اس کے متعلق ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کے اندر کوئی ایسا کیڑا تو نہیں جو تیری ناراضگی کا موجب ہو، پس بجائے اس کے کہ ہم یہ کہیں کہ ہم تیرے حضور اپنے اس عمل کا تحفہ پیش کرتے ہیں ہم آج تجھے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم جو کچھ پیش کر رہے ہیں اسے نظرانداز کر دے۔ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں، ہمیں اپنی مغفرت اور اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لے، ہمیں نہ کسی عمل کا دعویٰ، نہ ہم اس کا انعام تجھ سے حاصل کرنا چاہتے ہیں، ہم یہ دعویٰ ضرور کرتے ہیں کہ تو نے اپنی ذات کو غفور بھی کہا ہے اور رحیم بھی کہا ہے پس تجھے تیرے غفور ہونے کا واسطہ، تجھے تیرے رحیم ہونے کا واسطہ، ہمیں اپنی مغفرت کی چادر کے نیچے چھپا لے اور ہمیں اپنی رحمتوں سے نواز کہ اگر تو ہمیں محض اپنے فضل سے اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے اگر تو اپنی صفتِ رحیم کو جوش میں لا کر ہم پر اپنی رحمت کا سایہ کر دے تو یہ ناقص عمل ہم نے کیا کرنے ہیں اور ان کا ہمیں کیا فائدہ؟ عمل تو ہم نے اس لئے کئے تھے کہ ہم تیری خوشنودی، تیری رضا کو حاصل کر لیں جب تیری مغفرت کے ذریعہ جب تیری رحمت کے ذریعہ وہ ہمیں مل گئی تو ہم یہ کیوں کہیں کہ اے خدا ہم نے کچھ نیک کام کئے تھے ان کی جزاء ہمیں دے۔ اس کے ساتھ ہی حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص خدا کی راہ میں اعمالِ صالحہ بجالانے سے گریز کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ مَیں بغیر کسی عمل کے اس کی خوشنودی کو حاصل کر لوں گا وہ بھی غلطی پر ہے، وہ بھی خدا کو ناراض کرنے والا ہے تو درمیانہ راستہ جو نبی کریم ﷺ نے ہمارے

سامنے پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ اعمال میں کوتاہی نہ کرو اور نیک اعمال بجالانے میں غفلت نہ برتو، جس حد تک ممکن ہو سکے دن اور رات اعمالِ صالحہ بجالاتے ہوئے اپنی زندگی کی گھڑیوں کو گذارو لیکن اس کے ساتھ ہی یہ نہ سمجھو کہ تم اپنے عمل کے نتیجہ میں کچھ بن گئے یا تمہارے عمل کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ تم سے خوش ہو جائے گا اور راضی ہو جائے گا کیونکہ تم نہیں کہہ سکتے کہ تمہارے اعمال میں ریاء کے، تمہارے اعمال میں تکبر کے، تمہارے اعمال میں خودنمائی اور خود پسندی کے، تمہارے اعمال میں دوسروں کے لئے حقارت کے ایسے جراثیم نہیں پائے جاتے جو خدا کو ناراض کر دیتے ہیں، پس عمل کرو، عمل کرو اور عمل کرو۔ لیکن سب کچھ کرنے کے بعد یہ سمجھو کہ تم خالی ہاتھ اور تہی دست ہو جب تک خدا کی مغفرت، جب تک خدا کی رحمت تمہیں حاصل نہ ہو تم خدا کے قہر اور اس کے غضب اور اس کی لعنت سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ تو مَیں آج اپنے دوستوں سے کہوں گا کہ

اے میرے پیارے بھائیو ! یہ مہینہ رحمتوں کے لٹانے کا ہے۔ خدا آسمان سے زمین پر اس لئے آیا ہے کہ اس کے بندے اس کے سامنے جھولیاں پھیلائیں اور اس کی رحمت کو، اس کی مغفرت کو، اس کے فضلوں کو، اس کی برکتوں کو اور اس کی رضا کو پائیں، اس کی خوشنودی حاصل کریں، اس کے نور سے اپنے سینہ و دل کو منور کریں پس اس مہینہ سے جتنا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہو اٹھاؤ۔ اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی جتنی رضا تم پا سکتے ہو اس کے پانے کی کوشش کرو اپنے دنوں کو بھی اپنی راتوں کو بھی ایسے دن اور ایسی راتیں بناؤ کہ جو دن اور جو راتیں تمہارے خدا کو محبوب بن جائیں پھر عاجزی کے ساتھ دعائیں کرتے رہو کہ اے خدا ان کاموں کی ہمیں توفیق دے جن کے نتیجہ میں تُو خوش ہو جائے اور ان کاموں سے ہمیں بچا جن کاموں کے نتیجہ میں تُو ہم سے ناراض ہوتا ہے۔ شیطان تیرے در کا کتا ہے تُو خود اس کو زنجیر ڈال کہ وہ ہم پر حملہ آور نہ ہو اور ہمیں نقصان نہ پہنچائے کہ اپنی طاقت اور اپنے زور کے ساتھ ہم اس کے حملوں سے اپنے کو محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت کے بہت سے دروازوں میں سے رحمت کا ایک دروازہ جو ہم پر کھولا گیا ہے وہ وقفِ جدید کا دروازہ ہے اس نظام کے ذریعہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ہمارے لئے نیکیاں کرنے اور رحمتیں کمانے کا سامان پیدا کر دیا ہے۔

وقفِ جدید کا سال یکم جنوری سے شروع ہوتا ہے آج تیس دسمبر ہے کل کا ایک دن بیچ میں رہ گیا ہے اس طرح نیا سال پرسوں شروع ہوگا ہر نیا سال جو چڑھتا ہے وہ کچھ نئی ذمہ داریاں لے کر آتا ہے اور کچھ نئی قربانیوں کا مطالبہ کرتا ہے یا قربانیوں میں کچھ زیادتی کا مطالبہ کرتا ہے اور اس کے مقابلہ میں خدا کی نئی رحمتوں کے دروازے بھی وہ کھولتا ہے۔ ہر تحریک جو اعلائے کلمۃ اللہ اور غلبۂ اسلام کے لئے جماعت احمدیہ

میں جاری کی گئی ہے وہ اس آیت کے ماتحت جاری کی گئی ہے کہ نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ کہ کسی طرح افرادِ جماعت اور ہماری آئندہ نسلیں بھی اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رحمت کو حاصل کرنے والی بنیں پس ہمیں چاہئے کہ اپنی طرف سے زیادہ سے زیادہ جدو جہد یا اجتہاد یا مجاہدہ ہم کریں تا کہ خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر سکیں اور پھر جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے کہ ایک مومن بندہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو تہی دست پاتا اور تہی دست سمجھتا اور یقین رکھتا ہے۔

وقفِ جدید کی تنظیم جماعت کی تربیت کے لئے بڑی اہم تنظیم ہے۔اس کی اہمیت کو پوری طرح ابھی تک جماعت نے نہیں سمجھا کیونکہ اگر وہ سمجھتے تو اس سے وہ بے اعتنائی نہ برتتے جو آج برت رہے ہیں وقفِ جدید کو جاری ہوئے آٹھ نو سال گذر چکے ہیں اور ابھی تک اس کا چندہ ڈیڑھ لاکھ تک بھی نہیں پہنچا۔ حالانکہ تربیت کے جو کام اس تنظیم کے سپرد کئے گئے ہیں وہ اتنے زیادہ ہیں کہ ان کاموں کے کرنے کے لئے ڈیڑھ لاکھ تو کوئی چیز ہی نہیں ہے۔پھر اس کے لئے جس تعداد میں واقفین آئے ہیں وہ تعداد بھی (جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی اپنے ایک خطبہ میں بتایا تھا) ناکافی ہے۔مَیں نے کہا تھا کہ آئندہ سال جماعت کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ وہ کم از کم ایک سو واقف وقفِ جدید کے انتظام میں پیش کرے۔ مجھے بتایا گیا ہے اور اخبار الفضل میں بھی بعض نوٹ چھپے ہیں کہ ابھی تک بہت کم نوجوانوں نے یا جوان دل ادھیڑ عمر کے احمدیوں نے اس کلاس کے لئے وقفِ جدید میں نام پیش کئے ہیں جو یکم جنوری سے یا جنوری کے پہلے ہفتہ میں شروع ہو رہی ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت نے اس کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔مَیں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس طرف متوجہ کرنے کے لئے کہ وقفِ جدید کی تنظیم بڑی اہم ہے اور اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے اور جماعت کو بھی متوجہ کرنا چاہئے میرے دل میں یہ القا کیا کہ مَیں وقفِ عارضی کی تحریک جاری کروں کیونکہ وقفِ عارضی کے جو اچھے اور خوشکن نتائج نکل رہے ہیں اور جو فوائد ہم اس سے حاصل کر رہے ہیں ان میں سے ایک فائدہ جو ہمیں وقفِ عارضی سے حاصل ہوا ، وہ یہ ہے کہ جو رپورٹیں سینکڑوں جماعتوں میں وقفِ عارضی کے واقفین نے کام کرنے کے بعد ہمیں دیں ان میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جماعتوں میں وقفِ جدید کے معلمین کی اشد ضرورت ہے۔

تو جو چیز چھپی ہوئی تھی اور وقفِ جدید کی جو اہمیت ہماری نظروں سے اوجھل تھی وہ وقفِ عارضی کے واقفین کی رپورٹوں سے ہماری آنکھوں کے سامنے آ گئی اور ہم میں یہ احساس پیدا ہوا کہ ہم سے ایک بڑا گناہ سرزد ہوا ہے کہ ہم نے اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے وقفِ جدید کے مطالبات پورا کرنے میں اتنی کوشش اور محنت نہیں کی جتنی ہمیں کرنی چاہئے تھی اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو مقصد وقفِ جدید کے قیام کا

تھا وہ پوری طرح حاصل نہیں کیا جا سکا۔ پس ایک تو آج مَیں وقفِ جدید کے سالِ نو کا اعلان کرتا ہوں اور دوسرے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس اعلان کا یہ مطلب نہیں کہ بس مَیں نے ایک آواز اٹھائی اور وہ آواز اخبار میں چھپ گئی لوگ خاموش ہو گئے اور سو گئے بلکہ سالِ نو کے اعلان کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے دل میں یہ احساس پیدا ہو کہ نیا سال آ رہا ہے مختلف زاویوں پہلوؤں سے نئی ذمہ داریوں اور نئی قربانیوں کو ہم اپنی آنکھوں کے سامنے لا سکتے ہیں۔

ان میں سے ایک ذمہ داری وقفِ جدید کی ہے اس ذمہ داری کو اپنے سامنے رکھیں جتنے روپے کی ہمیں ضرورت ہے وہ مہیا کریں اور بطور معلمین جتنے آدمیوں کی ہمیں ضرورت ہے ہمیں دیں اور مخلص واقف دیں۔ خدا تعالیٰ کی محبت رکھنے والے اور اس کی خاطر تکالیف برداشت کرنے والے، اس کے عشق میں سرشار ہو کر اس کے نام کو بلند کرنے والے، مسیحِ موعود علیہ السلام پر حقیقی ایمان لانے کے بعد اور آپ کے مقام کو پوری طرح سمجھنے کے بعد جو ایک احمدی کے دل میں ایک تڑپ پیدا ہونی چاہئے کہ تمام احمدی اس روحانی مقام تک پہنچیں جس مقام تک حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام انھیں لے جانا چاہتے تھے۔ اس تڑپ والے واقفین ہمیں وقفِ جدید میں چاہئیں۔ تو ایک تو وقفِ جدید کے چندوں کی طرف متوجہ ہوں دوسرے وقفِ جدید کے لئے جتنے اور جس قسم کے احمدیوں کی ضرورت ہے بطور معلم کے وہ آدمی اتنی تعداد میں مہیا کرنے کی کوشش کریں۔ ہماری جماعت میں سے سو آدمی کا مہیا ہو جانا کوئی مشکل نہیں ہے بشرطیکہ ہم اس طرف توجہ کریں بعض جماعتوں کے عہدیداروں نے جیسا کہ رپورٹوں سے پتہ لگتا ہے، جماعتوں کو بتایا نہیں کہ مرکز سے کیا آواز اٹھ رہی ہے، کیا مطالبہ ہو رہا ہے اور کیا ذمہ داریاں ان پر عائد ہوتی ہیں۔ اور اس کے مقابلہ پر اللہ تعالیٰ کی کس قدر اور کس شان کے ساتھ رحمتیں نازل ہو رہی ہیں۔ ایسی جماعت کے دوست نیم بے ہوشی کی سی حالت میں یہ سمجھتے ہیں (ایمان تو ہے، ایمان کی چنگاری تو سُلگ رہی ہے) کہ ہم اس طرف چل رہے ہیں جس طرف ہمیں حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام چلانا چاہتے تھے مگر وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ہم اس رفتار سے نہیں چل رہے جس رفتار سے حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام ہمیں چلانا چاہتے تھے۔ نہ اس بشاشت کے ساتھ ان راہوں پر چل رہے ہیں نہ اتنے اخلاص کے ساتھ ان راہوں پر چل رہے ہیں۔ نہ اتنی قربانیوں کے ساتھ ان راہوں پر چل رہے ہیں جس بشاشت، جس اخلاص اور جن قربانیوں کا ہمارا بیعت کا عہد ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔

پس چست ہونے کی ضرورت ہے، اخلاص میں برتر ہونے کی ضرورت ہے، قربانیوں میں تیز تر ہونے کی ضرورت ہے جس مقصد کے لئے ہمیں قائم کیا گیا اور زندہ کیا گیا اور منظّم کیا گیا ہے اس مقصد کے

قریب تر ہونے کی ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی توفیق عطا کرے۔

نَبِّئْ عِبَادِیْ اَنِّی اَنَاالْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ میں جس بشارت کی طرف ہمیں متوجہ کیا گیا ہے۔**وَاَنَّ عَذَابِیْ ھُوَالْعَذَابُ الْاَلِیْمُ** میں جس شدید عذاب سے بچنے کے لئے ہمیں تلقین کی گئی ہے اس کے پیشِ نظر میری توجہ اس طرف بھی پھری کہ یہ سال وہ ہے کہ جو رمضان کے مہینہ میں ختم ہو رہا ہے اور رمضان کے مہینہ سے ہی نیا سال شروع ہو رہا ہے تو اس میں شاید اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس طرف متوجہ کیا ہے کہ تمہاری قربانیوں کا زمانہ خدا کے لئے ،خدا کی خاطر بھوکے رہنے کا زمانہ،خدا کی رضا کی خاطر راتوں کے آرام کو قربان کرنے کا زمانہ مسلسل چلنے والا ہے کہ ایک سال انہی قربانیوں پر ختم ہو رہا ہے اور دوسرا سال انہی قربانیوں سے شروع ہو رہا ہے لیکن اس میں خوشی کی بات یہ ہے کہ جن قربانیوں سے ہمارا سال شروع ہو رہا ہے یہ وہ قربانیاں ہیں جن میں رمضان کا آخری عشرہ بھی ہے جس میں لیلۃ القدر پائی جاتی ہے ۔تو خدا کرے کہ نیا سال جو ہم پر چڑھ رہا ہے وہ ہمارے لئے لیلۃ القدر لانے کا موجب بھی بنے۔وہ وعدے جو حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے ہمیں دئے گئے ۔(غلبہ اسلام کے وعدے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت تمام بنی نوع انسان کے دلوں میں پیدا ہو جانے کے وعدے اور توحید خالص کے قیام کے وعدے)ان وعدوں کے پورا ہونے کا ان وعدوں کے متعلق قضاوقدر کے نزول کا زمانہ خدا کرے اس نئے سال سے شروع ہو جائے اور خدا کرے کہ اتنی عظیم بشارتوں کے نتیجہ میں جو اہم ذمہ داریاں خدا کے نیک بندوں پر عائد ہوتی ہیں وہ ہمیں محض اپنے فضل اور رحم سے توفیق دے کہ ہم ان ذمہ داریوں کو نبھانے والے ہوں اور فرشتے تمام عالمین میں یک زبان ہو کر اس صدا کو بلند کریں کہ یہ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کی برگزیدہ جماعت ہے جن پر خدا کی ابدی شریعت کی یہ آیت پوری ہوتی ہے **نَبِّئْ عِبَادِیْ اَنِّی اَنَاالْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ** اور خدا کی مغفرت اور خدا کی رحمت کے یہ لوگ وارث ہوئے ہیں۔خدا کرے کہ خدا کے فضل سے ایسا ہو ورنہ ہم انفرادی طور پر اور جماعتی لحاظ سے بھی بڑے کمزور ہیں ہم جب اپنے رب کے حضور جھکتے ہیں تو شرمندگی کے آنسوؤں سے ہمارے دامن تر ہوتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی راہ میں جو ہمیں کرنا چاہیئے تھا وہ ہم نے نہیں کیا اور تہی دست ہی خدا کے سامنے پیش ہو رہے ہیں دعائیں کرتے ہوئے کہ اے خدا ! ہم کمزور ہی سہی مگر تیری صفات تو کمزور نہیں،تُو تمام قدرتوں والا،تُو تمام طاقتوں والا،تُو ہر قسم کی رحمتوں والا ہے،تمام رحمتوں اور برکات کا سرچشمہ اور منبع تُو ہے۔ہم بنجر زمین ہی سہی مگر جس بنجر زمین پر تیری رحمتوں کے چشمے بہیں گے وہ یقیناً یقیناً جنت کے باغات بن جائیں گے۔

پس اے خدا !اپنی رحمت کے چشموں سے ہماری بنجر زمین کو سیراب کر،اے خدا! ہمارے ذریعہ سے ان وعدوں کو پورا کر جو تو نے حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کو دئے تھے اے خدا ہمیں یہ توفیق عطا کر کہ ہم ان قربانیوں کو تیرے حضور پیش کریں جو تو اپنی اس جماعت سے چاہتا ہے اور اے خدا! ہماری زندگیوں میں وہ دن لا جب ہم یہ دیکھیں کہ تیری توحید دنیا میں قائم ہو چکی ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے اسلام نے تمام ادیانِ باطلہ کو شکست دے دی ہے۔ اے خدا! تیرے نور سے یہ دنیا بھر جائے اور تیری نورانی تجلّی سے ہمارے سینے منور ہو جائیں۔آمین

(الفضل ربوہ مؤرخہ 4؍جنوری 1967ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 30 /جون 1967ء بیت المبارک ربوہ

تشہد،تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

وہ سکیم جس کی طرف مَیں جماعت کو متوجہ کرنا چاہتا تھا اور جو جماعت میں جاری کرنا چاہتا ہوں وہ قریباً ساٹھ ستّر حصوں پر منقسم ہے۔ اگر مَیں اس مضمون کو آج کے خطبہ میں شروع کروں تو پہلے حصے اور بعد کے حصوں میں کئی ہفتوں کا فرق پڑ جائے گا اس لئے مَیں نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یورپ کے سفر سے واپسی پر جماعت کے سامنے مَیں اپنی سکیم کو رکھوں گا۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق ۔ اس وقت مَیں بعض دیگر نہایت ضروری امور کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہیں۔

مَیں نے جماعت کی توجہ اس طرف پھیری تھی اور تلقین کی تھی کہ وہ قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے کی طرف بہت توجہ کریں جماعت کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ احمدیت کی ترقی اور اسلام کا غلبہ اس بات پر منحصر ہے کہ ہم خود کو بھی اور اپنے ماحول کو بھی قرآن کریم کے انوار سے منور کریں اور منور رکھیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو ایک طرف ہم اپنے نفسوں پر اور اپنی نسلوں پر ظلم کر رہے ہونگے اور دوسری طرف ہم عملاً اس بات میں شیطان کے مدد بن رہے ہوں گے کہ اسلام کے غلبہ میں التوا پڑ جائے۔ پس یہ ایک نہایت ہی اہم فریضہ ہے جسے ہم میں سے ہر ایک نے ادا کرنا ہے۔

باہر سے جو اطلاعات آ رہی ہیں ان سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ بعض جماعتیں اور بہت سی جماعتوں کے بعض افراد قرآن کریم کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور قرآن کریم کی عملاً وہ قدر کر رہے ہیں جو قرآن کریم کا حق ہے لیکن اس کے ساتھ ہی بعض جماعتوں کے متعلق یہ رپورٹ ہے کہ وہ اس اہم فریضہ کی طرف متوجہ نہیں ہو رہے اور قریباً ہر جماعت کے بعض افراد کے متعلق یہ اطلاع ہے کہ وہ اس فریضہ کی اہمیت کو ابھی تک سمجھ نہیں رہے۔ اس لئے مَیں آج مختصر الفاظ میں پھر اپنے بھائیوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں اس بات کی طرف کہ یہ کوئی معمولی چیز نہیں، یہ کوئی معمولی کام نہیں، یہ کوئی معمولی فریضہ نہیں جو مَیں نے آپ کے سامنے رکھا ہے اور جس کی طرف آپ کو مَیں نے توجہ دلائی ہے بلکہ فرائض میں سے ایک بنیادی فریضہ ہے اگر ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی شریعت آخری شریعت ہے، ایک کامل اور مکمل شریعت ہے جس کے بعد کسی دوسری شریعت کی ضرورت ہمارے لئے باقی نہیں رہتی تو پھر ہم کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں۔ جو

ہمیں اپنے رب کی طرف سے ملنا تھا وہ مل چکا۔ اگر ہم خدا کے اس عطیہ کی قدر نہ کریں تو ہم بڑے ہی ظالم ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو اپنے اوپر وارد کرنے والے ہوں گے۔

پس اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے خود بھی قرآن پڑھیں اور اپنے بچوں کو بھی قرآن پڑھائیں۔ خود بھی قرآن کریم کے معنی سیکھیں اور آئندہ نسل کو بھی قرآن کریم کے معنی سکھائیں۔ خود بھی قرآن کریم کی تفسیر سیکھنے کی کوشش کریں اور بہترین تفسیر اس وقت ہمارے ہاتھ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء کی تفسیر ہے تو خود بھی قرآن شریف کی تفسیر سیکھنے کی کوشش کریں اور اپنے بچوں کے دل میں بھی یہ محبت پیدا کریں کہ وہ قرآن کے علوم اور اس کے معارف اور اس کے دلائل اور اس کی برکات سے آگاہ ہوں اور فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

اس سلسلہ میں مَیں سمجھتا ہوں کہ احمدی مستورات پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ چھوٹے بچوں کی نگرانی کا کام ان کے ذمہ ہے۔ پھر وہ ماں جو قرآن کریم پڑھنا جانتی ہے مگر اپنے بچے کو پڑھاتی نہیں وہ ایک ظالم ماں ہے اور ہر وہ ماں جو قرآن کریم کے معنی جانتی ہے مگر اپنے بچوں کو وہ معانی نہیں سکھاتی وہ قرآن کریم کی قدر نہیں کر رہی۔ قرآن کی قدر کو پہچانتی نہیں اور ان روحانی نعمتوں اور برکات سے خود کو بھی محروم کر رہی ہے اور اپنی نسل کو بھی آگے محروم کر رہی ہے اور ہر وہ ماں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے قرآن کریم کے اسرار روحانی سمجھنے کی توفیق عطاء کی ہے۔ اگر وہ ان اسرارِ روحانی کو اپنی نسل میں آگے نہیں چلاتی اس سے بڑھ کر ظلم کرنے والی کوئی ماں نہیں ہے۔

دوسری اور تیسری چیز جس کی طرف آج مَیں دوستوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ تحریک جدید کا دفتر سوم اور وقفِ جدید میں جو بچوں میں تحریک کی گئی تھی یہ دو باتیں ہیں۔

دفتر سوم کی طرف بھی جماعت نے ابھی پوری توجہ نہیں دی۔ ہزاروں احمدی ایسے ہیں جو تحریک جدید میں حصہ نہیں لے رہے اور ان میں سے بڑی بھاری اکثریت ہماری احمدی مستورات کی ہے۔ جیسا کہ دفتر کی طرف سے مجھے بتایا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ جماعت میں ہزاروں احمدی بہنیں ایسی ہیں اور ہزاروں احمدی بچے اور نوجوان ایسے ہیں اور ہزاروں احمدی بالغ مرد ایسے ہیں جنہوں نے ابھی تک تحریک جدید کی اہمیت کو سمجھا ہی نہیں اور اس کی برکات سے وہ واقف ہی نہیں، اسلام کی ضرورتوں سے وہ آگاہ ہی نہیں۔ ان ضرورتوں کے پیش نظر ان پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ اس سے غافل ہیں۔

پس تحریک جدید کے دفتر سوم کی طرف خصوصاً احمدی مستورات اور عموماً وہ تمام احمدی مرد اور بچے اور نوجوان جنہوں نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی وہ اس طرف متوجہ ہوں اور اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے

کی کوشش کریں۔

مَیں نے یہ کہا تھا کہ وقفِ جدید میں اگر ہمارے بچے دلچسپی لینے لگیں اور صحیح معنی میں دلچسپی لینے لگیں تو مَیں سمجھتا ہوں کہ وقفِ جدید کا سارا مالی بار ہمارے بچے بڑی آسانی سے اپنے کندھوں پر اُٹھا سکتے ہیں لیکن بچے اپنی ناسمجھی کی وجہ سے کیونکہ ان میں سے بہتوں کی عمر ہی ایسی ہے جو اس ذمہ داری کو سمجھ ہی نہیں سکتے لیکن بہت سی مائیں اپنی جہالت کی وجہ سے بچوں کو اس طرف متوجہ نہیں کر رہیں۔ لجنہ کی یہ رپورٹ ہے کہ بہت سی مائیں ربوہ میں بھی ایسی پائی جاتی ہیں جن کو احساس ہی نہیں ہے کہ ان کے بچوں کو وقفِ جدید کے مالی بار کے اٹھانے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ جو بچہ روپیہ یا ڈیڑھ روپیہ یا اٹھنّی یا چونّی گندی چیزوں کے کھانے پر صرف کرتا اور صحت کو خطرہ میں ڈالتا ہے اگر اس کو اس طرف متوجہ کیا جائے کہ یہ چند آنے تم وقفِ جدید میں دو اور اس طرح اپنی روحانی صحت کے بنانے کی کوشش کرو اور وقفِ جدید کی اہمیت ان پر واضح کی جائے اور احمدی بچے کی جو شان ہے اور اللہ تعالیٰ اسے جس مقام پر دیکھنا چاہتا ہے وہ شان اور وہ مقام اسے اچھی طرح سمجھایا جائے اس زبان میں جس زبان میں کہ بچہ سمجھ سکتا ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا بچہ بھی اگر اس کی زبان میں بات کی جائے تو بڑی گہری باتوں کو بھی سمجھنے کے قابل ہوتا ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ اس کی زبان میں بات کی جائے سادہ طریقہ سے اس کو سمجھایا جائے تو وہ سمجھ سکتا ہے بلکہ بعض بوڑھوں سے بعض دفعہ بعض بچے زیادہ جلدی سمجھ جاتے ہیں اور زیادہ شوق سے اپنی ذمہ داری کو نباہنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن نہ مائیں اس طرف متوجہ ہیں اور نہ باپوں کو کچھ خیال ہے کہ ہم اپنی ذمہ داری کو نباہیں۔

اس وقت تک مَیں سمجھتا ہوں کہ جو ذمہ داری مَیں نے وقفِ جدید کے سلسلہ میں احمدی بچوں پر ڈالی تھی جماعت کے احمدی بچوں میں سے ابھی بیس (20) فیصدی بمشکل ایسے ہیں جنہوں نے اپنی ذمہ داری کو سمجھا ہے اور اس کی ادائیگی کی کوشش کر رہے ہیں باقی اسّی (80) فیصدی بچے جماعت کے ایسے ہیں کہ جو اپنی ذمہ داری کو نہیں سمجھ رہے ہیں اور اس کے نتیجہ میں اس کی ادائیگی کی طرف بھی متوجہ نہیں ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جماعت کے اسّی (80) فیصدی باپ اور جماعت کی اسّی (80) فیصدی مائیں ایسی ہیں جنہیں یہ احساس ہی نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے بچوں کے لئے خدا کی رضا کی جنت کو کس طرح پیدا کرنا ہے۔ کیا آپ اس بات کو پسند کریں گی اے احمدی بہنو! اور کیا آپ اس بات کو پسند کریں گے اے احمدی بھائیو!! کہ آپ کو تو خدا کی رضا کی جنت نصیب ہو جائے لیکن آپ کے بچے اس جنت کے دروازے سے دھتکارے جائیں اور دوزخ کی طرف ان کو بھیج دیا جائے یقیناً آپ میں سے کوئی بھی اس بات کو پسند نہیں

کرے گا۔ جب آپ ان چیزوں کو پسند نہیں کرتے تو پھر آپ ان ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کیوں نہیں ہوتے۔ پس اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور بچوں کے دلوں میں دین کی راہ میں قربانیاں دینے کا شوق پیدا کریں۔

ہماری جماعت میں امیر بھی ہیں اور غریب بھی ہیں۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ ہر بچہ اٹھنّی دے مگر مَیں یہ ضرور کہتا ہوں کہ ہر بچہ جتنا دے سکتا ہے ضرور دے اگر وہ دھیلا دے سکتا ہے، اگر وہ ایک پیسہ دے سکتا ہے اگر وہ ایک آنہ دے سکتا ہے دونّی دے سکتا ہے، چونّی دے سکتا ہے تو اتنا اس کو ضرور دینا چاہیے ورنہ آج اس کے دل میں اسلام کی محبت کا وہ بیج نہیں بویا جائے گا جو بڑے ہو کر درخت بنتا اور شیریں پھل لاتا ہے۔

پس اپنی نسلوں پر رحم کرو اور اپنے بچوں سے اس محبت کا اظہار کرو جو ایک مسلمان ماں اپنے بچے سے کرتی ہے اور اس پیار کا اس سے سلوک کرو جو ایک مسلمان باپ اپنے بچے سے کرتا ہے اور ان بچوں کے دل میں سلسلہ کے لئے قربانیوں کا شوق پیدا کرو اور ان کے دل میں یہ احساس پیدا کرو کہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے انسان کو بہر حال جدو جہد اور کوشش کرنی پڑتی ہے اس کے بغیر خدا تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں ہوتی۔ اگر انسان خدا کی راہ میں قربانیاں نہ دے تو اس کے نتیجہ میں شیطان تو خوش ہو سکتا ہے مگر خدا خوش نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کے سمجھنے اور ان کے نباہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(الفضل 9 / جولائی 1967ء صفحہ 3،2)



نوٹ: ایک روپیہ کے 16 آنے ہوتے تھے اور ایک آنے کے 4 پیسے، ایک پیسہ کے دو دھیلے، دو آنے کی دونّی، 4 آنے کی چونّی اور 8 آنے کی اٹھنّی۔



خطبہ جمعہ فرمودہ 29 ستمبر 1967ء بیت المبارک ربوہ

تشہد،تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

جماعت میں یہ احساس زندہ اور بیدار رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرما کے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے قیام سے توحید خالص کے قیام اور غلبہ اسلام کی ایک عظیم مہم جاری کی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ اس زمانہ میں اسلام کو تمام ادیانِ باطلہ پر غالب کرے گا اور محمد رسول اللہ ﷺ کے جوئے تلے دنیا کی ہر قوم کی گردن کو لے آئے گا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ بھی ہے کہ مخالف کی تدبیریں اگر اس حد تک بھی پہنچ جائیں کہ ان کے نتیجہ میں پہاڑ اپنی جگہوں سے ہلا دیئے جائیں تب بھی وہ کامیاب نہیں ہوں گے بلکہ ناکام ہی رہیں گے۔کامیابی اللہ تعالیٰ کی اس خادمِ اسلام جماعت کو ہی نصیب ہوگی۔

اس مہم کے اجراسے جماعت پر بڑی اہم ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور اس احساس کو زندہ اور بیدار رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی اور ایثار کا نمونہ ہمیں دکھانا پڑتا ہے اور آئندہ نسلوں میں بھی اس احساس کو بیدار رکھنا ضروری ہے کیونکہ جو کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے وہ ایک نسل کا کام نہیں۔اس وقت بھی ہماری اکثریت تابعین کی ہے یعنی انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا نہیں۔دیکھنے والے تو بہت تھوڑے رہ گئے ہیں لیکن صحابہ حضرت مسیح موعود کو دیکھنے والے کثرت کے ساتھ اس وقت جماعت احمدیہ میں ہیں۔تو احمدیت کے لحاظ سے آئندہ نسل احمدیت کی تیسری نسل ہے اور ابھی ہم کامیابی کی راہوں پر چل رہے ہیں۔اپنی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچے اور نہیں کہا جا سکتا کہ کب ہم اپنی منزلِ مقصود تک پہنچیں گے۔

مَیں نے بڑا غور کیا ہے اور مَیں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہم پر جو دوسری نسل احمدیت کی اس وقت ہے اور ہماری اگلی نسل پر جو اس وقت بچے ہیں ان دونسلوں پر قربانیاں دینے کی انتہائی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ ہم ایک ایسے زمانہ میں داخل ہو چکے ہیں جس میں ترقی اسلام کے لئے جو مہم جاری کی گئی ہے وہ اپنے انتہائی نازک دور میں داخل ہو چکی ہے اور ہمیں اور آنے والی نسل کو انتہائی قربانیاں دینی پڑیں گی تب ہمیں اللہ تعالیٰ وہ عظیم فتوحات عطا کرے گا جس کا اس نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔پس ضروری کہ ہم اپنے بچوں کے دلوں میں بھی اس احساس کو زندہ کریں اور زندہ رکھیں کہ عظیم فتوحات کے دروازے اللہ تعالیٰ نے

ان کیلئے کھول رکھے ہیں اوران دروازوں میں داخل ہونے کیلئے عظیم قربانیاں انہیں دینی پڑیں گی اوران سے ہم ایسے کام کرواتے رہیں کہ ان کو ہر آن اور ہر وقت یہ احساس رہے کہ غلبہً اسلام کی جو مہم اللہ تعالیٰ نے جاری کی ہے اس میں ہمارا بھی حصہ ہے ہم نے بھی کچھ کنٹری بیوٹ (Contribute) کیا ہے ہم نے بھی اس کے لئے کچھ قربانیاں دی ہیں۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ویسے ہی امیدوار ہیں جیسا کہ ہمارے بڑے ہیں اس کے لئے مَیں نے علاوہ اور تدابیر کے جو ذہن میں آتی رہیں یا جو پہلے سے ہماری جماعت میں جاری ہیں یہ تحریک کی تھی کہ ہمارے بچے وقف جدید کا مالی بوجھ اٹھائیں اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر جماعت کے سارے بچے اور وہ ماں باپ جن کا ان بچوں سے تعلق ہے اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور اس بات کو اچھی طرح جاننے لگیں کہ جب تک بچے کو عملی تربیت نہیں دی جائے گی اللہ تعالیٰ کی فوج کا وہ سپاہی نہیں بن سکے گا اگر وہ دین کیلئے ابھی سے ان سے قربانیاں لیں تو یہ نسل اللہ تعالیٰ کے فضل سے پوری طرح تربیت یافتہ ہوگی اور جب ان کے کندھوں پر جماعت کے کاموں کا بوجھ پڑے گا تو وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں گے اوران کو نباہنے کیلئے کوشاں رہیں گے۔

میرے دل میں یہ احساس ہے کہ جماعت نے بحیثیت مجموعی اس کی طرف وہ توجہ نہیں دی جو اس کو دینی چاہیئے۔ بڑے نیک نمونے بھی ہیں ہماری جماعت میں۔ ایسے بچے جن کو تحریک نہیں کی گئی اور پھر بھی ان کے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ ہمارے بڑوں پہ ہی نہیں ہم پر بھی قربانیوں کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور وہ قربانیاں دیتے ہیں۔

افریقہ کے ایک بچے کی مثال مَیں اس وقت دوستوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ افریقہ میں ہمارے ایک احمدی بھائی ہیں لئیق احمد ان کا نام ہے بڑے مخلص دعا گو ہیں اور ہر وقت ان کو یہ احساس رہتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ہم پر فضل کر رہا ہے ہمیں اپنی راہ میں قربانیاں دینے کی توفیق عطا کرتا ہے۔ ہمارے بچے بھی اس کے فضلوں کے وارث بنیں اور اس کی راہ میں قربانیاں دیں۔ چند دن ہوئے انہوں نے مجھے خط لکھا جو کل ہی مجھے ملا ہے۔ انہوں نے اپنے بچوں سے کہا (ایک بچہ بہت چھوٹا ہے) بڑے بچے جو ہیں ان کو انہوں نے کہا کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قصیدہ تم حفظ کرلو جو نعتیہ قصیدہ ہے

یَا عَیْنَ فَیْضِ اللّٰہِ وَ الْعِرْفَانِ
یَسْعٰی اِلَیْکَ الْخَلْقُ کَالظَّمْاٰنِ

تو میں تمہیں پچاس شلنگ انعام دوں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص اس قصیدہ کو زبانی یاد کرے اور دہراتا رہے اللہ تعالیٰ اس کا حافظہ تیز کر دیتا ہے تو بچوں کو یہ قصیدہ حفظ کروانے

میں ان کا دنیوی فائدہ بھی ہے کیونکہ بچپن کی عمر حافظہ سے فائدہ اٹھانے کی عمر ہے۔ جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو پھر ذہن سے فائدہ اٹھانے کی عمر میں وہ داخل ہو جاتے ہیں بہر حال انہوں نے اپنے بچوں کو 50 شلنگ انعام کا وعدہ دے کر انہیں اس طرف متوجہ کیا اور شوق ان میں پیدا کیا اور انہوں نے یاد کرنا شروع کر دیا۔ بڑے بچے نے سارا قصیدہ حفظ کر لیا تو انہوں نے اسے 50 شلنگ انعام دیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ میری اور میری بیوی کی یہ خواہش تھی کہ ہم اسے ترغیب دیں کہ جب اسے یہ انعام ملے تو اس کا ایک حصہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے اور ایک حصہ وہ اپنے بھائیوں کو دے تا کہ وہ اس کی خوشی میں شریک ہوں اور ایک حصہ وہ اپنے پر خرچ کرے۔ چنانچہ ان کے والد صاحب اپنے خط میں لکھتے ہیں:۔

”یہ قصیدہ حفظ کرنے کے دوران میں ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے عزیز کو خوابوں میں سیدالانبیاء حضرت رسول کریم ﷺ، حضرت مصلح موعود اور حضور پر نور ایدکم اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زیارت کا شرف بخشا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ پھر وہ لکھتے ہیں:

”عزیز فرید احمد کی امی کا اور میرا خیال تھا کہ انعام دینے سے قبل بچے کو تربیت کے طور پر کسی رنگ میں کبھی ترغیب دلائیں گے کہ اس رقم میں سے کچھ چندہ دے دے اور کچھ حصہ اپنے بھائیوں اور بہن کو دے اور بقیہ رقم اپنے استعمال میں لے آئے لیکن قصیدہ حفظ کرنے سے پہلے ہی ایک دفعہ عزیز نے ہماری تحریک کے بغیر خود اپنا عندیہ یہ ظاہر کر دیا کہ وہ انعام کی ساری رقم حضور انور کی خدمت اقدس میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاری کردہ تحریک وقف جدید کے چندہ کے طور پر پیش کر دے گا کیونکہ حضور اقدس ایدکم اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس عظیم الشان تحریک کی مالی مضبوطی کا کام اپنے بچوں کے سپرد کیا ہے۔ پس عزیز کے منشاء کے مطابق مَیں پچاس شلنگ کا چیک حضور پُر نور کو بھجوا رہا ہوں۔“

اور عزیز فرید احمد اپنے خط میں لکھتا ہے:

"Waleed, Amatul Naseer and I were Promised by our father gift of sh. 50/- each for memorising the Qasida ,and I am first to have received this gift, Al-Hamdulillah!!! On my part, I have undertaken to present the whole of this amount to your holiness for the purpose of Waqf-e-Jadid. This is because you have kindly made the children of Ahmadiyyat responsible for the finance of the Waqf-e-Jadid and I fully realize that your needs for the spreading of

Islam must have priority over my personal needs. Please, therefore,accept the enclosed cheque for sh.50/- and grant me the opportunity of earning swab. I may assure your holiness that your children, though young, are as willing to serve Islam as the grown-ups".

یہ اس بچے کا خط ہے تو اس قسم کی نہایت حسین مثالیں بھی ہیں جو ہمارے بچوں میں پائی جاتی ہیں لیکن بچے کا ذہن اس قسم کے خیالات کا اظہار صرف اس وقت کر سکتا ہے جب وہ یہ دیکھے کہ اس کے ماحول میں ایسی باتیں ہو رہی ہیں اگر اس کے ماں باپ کو اسلام کی ضرورت کا خیال ہی نہ ہوا گر اس کے ماں باپ اسلام کی ضرورتوں کے متعلق اپنے گھر میں باتیں ہی نہ کرتے ہوں اگر اس کے ماں باپ اس کا تذکرہ گھر میں نہ کرتے ہوں کہ ہمیں اپنی ضرورتیں چھوڑ دینی چاہئیں اور آج اسلام کی ضرورت کو مقدم رکھنا چاہیئے اگر یہ نہ ہو گھر کا ماحول تو گھر کے بچوں کی تربیت ایسی ہو ہی نہیں سکتی جیسا کہ آپ نے ابھی سنا کہ کس قسم کی تربیت اس بچے کی ہے۔ چھوٹا بچہ ہے اور وہ اس قسم کا خط نہیں لکھ سکتا دلی جذبات سے، جب تک ایک پاک ماحول میں اس کی تربیت نہ ہوئی ہو۔ یہ احساس کہ میری ضرورتیں اسلام کی ضرورتوں پر قربان ہو جانی چاہئیں اگر ہر بچہ کے دل میں پیدا ہو جائے تو ہمیں کل کی فکر نہ رہے۔ ہم اس یقین سے پُر ہو جائیں کہ جب آئندہ کسی وقت ہمارے بچوں کے کندھوں پر جماعت احمدیہ کا بوجھ پڑے گا وہ اسے خوشی اور بشاشت کے ساتھ اور اس بوجھ کا حق ادا کرتے ہوئے اس کو ادا کریں گے۔

اس خطبہ کے ذریعہ مَیں اپنے تمام بچوں کو جو احمدی گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے والدین اور گارڈینز (سرپرستوں) کو اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اگر آپ یہ پسند کرتے ہوں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمتیں آپ پر نازل ہو رہی ہیں اسی طرح آپ کی اولاد اور نسل پر بھی نازل ہوں تو آپ اپنے بچوں کی تربیت کچھ اس رنگ میں کریں کہ ہر ایک کے دل میں یہ احساس زندہ ہو جائے اور ہمیشہ بیدار رہے کہ ایک عظیم مہم اللہ تعالیٰ نے توحید کے قیام اور غلبہ اسلام کے لئے جاری کی ہے احمدیت کی شکل میں اور اب ہمیں اپنا سب کچھ قربان کر کے اس مہم میں حصہ لینا اور اسے کامیاب کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ان انتہائی فضلوں اور رحمتوں کا وارث بننا ہے جن کا وعدہ اس نے ہم سے کیا ہے۔......

(روزنامہ الفضل ربوہ 17/نومبر 1967ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 3 رنومبر 1967ء

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت اسلام کسمپرسی کی حالت میں تھا اور دنیائے اسلام، اسلام کی ضرورت، اسلام کے نام پر اور غلبۂ اسلام کے لئے اپنے اموال قربان کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہی تھی۔ پھر حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے نشأۃِ ثانیہ کے سامان پیدا کئے اور آپ کو مخلصین کی ایک جماعت دی گئی جو اپنے نفوس اور اپنے مال کی قربانی خدا کی راہ میں دینے والی تھی۔

اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں سے قربانیاں لیتا ہے تو اس دنیا میں بھی اپنے فضلوں کا انہیں وارث بناتا ہے چنانچہ جب اس زمانہ میں نشأۃِ ثانیہ کی ابتداء میں مخلصین کی ایک جماعت پیدا ہوئی اور انھوں نے اپنے وقتوں اور اپنی زندگیوں اور اپنے اموال کو خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ایک وعدہ کیا اور وہ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا (جماعت کے متعلق) کہ میں ان کے نفوس اور ان کے اموال میں برکت ڈالوں گا۔ آؤ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کس رنگ اور کس شان کے ساتھ پورا ہوا۔ مَیں اس وقت جماعت احمدیہ کی تاریخ کے پچھتر سالوں پر طائرانہ نگاہ ڈالوں گا۔ یہ 1967ء ہے۔ اس میں سے پچھتر ہم نکال دیں تو 1892ء کا سال بنتا ہے جب ہم 1892ء اور 1967ء کے درمیانہ پچھتر سالہ عرصہ پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں اور مجموعی ترقی نفوس میں اور اموال میں مشاہدہ کرتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو قدرتِ کاملہ کا مالک ہے اپنے بندوں پر کس طرح فضل کرتا ہے 1892ء میں نفوس کے لحاظ سے (1892ء کے صحیح اعداد و شمار تو غالباً ہمارے ریکارڈ میں نہیں ہیں کیونکہ ہماری سینسز (مردم شماری) کبھی نہیں ہوئی لیکن ایک عام اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ جلسہ سالانہ (1892ء میں حاضری جلسہ 337 تھی) کی حاضری دیکھ کر وغیرہ وغیرہ کے لحاظ سے جماعت احمدیہ کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ یا اگر بہت ہی کھلا اندازہ کیا جائے تو ایک سے تین ہزار کے درمیان تھی عام اندازے کے مطابق 1967ء کی یہ تعداد اس چھوٹی سی تعداد سے بڑھ کر کم وبیش تیس لاکھ کے لگ بھگ ہو گئی ہے۔ میرے اندازے کے مطابق تیس لاکھ سے کچھ اوپر ہے۔ اس زیادتی میں دو چیزیں اثر انداز ہوئیں، ایک پیدائش دوسرا تبلیغ، ہر دو راہوں سے اللہ تعالیٰ نے

جماعت احمدیہ کے نفوس میں برکت ڈالی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا تو یہ فرمائی تھی کہ اک سے ہزار ہوویں لیکن جب اس تعداد کا جو 1967ء کی ہے 1892ء کی تعداد سے ہم مقابلہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کے نتیجہ میں عملاً یہ کیا کہ تم اک سے ہزار مانگتے ہو مَیں اک سے تین ہزار کرتا ہوں چنانچہ جب ہم ان دو اعداد وشمار کا آپس میں مقابلہ کرتے ہیں گو (اگر اس وقت ایک ہزار احمدی سمجھے جائیں) ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو تین ہزار کر دیا ہے۔ ایک کو ہزار نہیں، ایک کو تین ہزار بنا دیا۔ کیونکہ تین ہزار کو ہزار کے ساتھ ضرب دیں تب یہ موجودہ شکل ہمارے سامنے آتی ہے اور اگر 1892ء کی تعداد تین ہزار سمجھی جائے۔ جو میرے نزدیک بہت زیادہ اندازہ ہے تو پھر بھی اس سے اک سے ہزار ہوویں والی دعا اللہ تعالیٰ نے پوری کر دی اور 75 سال کے عرصہ میں اس نے جماعت کے نفوس کو ایک ہزار گنا زیادہ کر دیا۔

یہ معمولی زیادتی نہیں، حیرت انگیز زیادتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا جہاں اظہار ہوتا ہے وہاں عقل کی رسائی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی غیر محدود قدرت اپنے بندوں پر جلوہ گر ہوتی ہے تمام اندازوں کو غلط کر کے رکھ دیتی ہے۔ اگر یہ امید رکھیں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ مستقبل میں بھی اس جماعت کو اسی رنگ میں اور اسی حد تک قربانیاں دینے کی توفیق دے گا۔ جس طرح گذشتہ 75 سال وہ دیتا رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں تم پر اللہ تعالیٰ کے فضل بھی اسی رنگ میں ہوتے رہیں گے یہ تعداد اگر اسی نسبت سے بڑھتی رہے تو آج سے 75 سال کے بعد تین ارب اور نو ارب کے درمیان ہو جائے گی۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ہم اپنی دعاؤں سے اور اپنی تدبیر سے اور اپنی قربانیوں سے اور اپنی فدائیت اور جانثاری سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو اسی طرح جذب کرتے رہے۔ جس طرح گذشتہ 75 سال میں ہم نے جذب کیا تھا تو اگلے 75 سال میں اسلام دنیا پر غالب آجائے گا اور نشاۃ ثانیہ کی جو مہم ہے وہ پوری کامیابی کے ساتھ دنیا میں ظاہر ہو جائے گی۔ خدا کرے کہ جماعت کو اسی طرح قربانیاں دینے کی توفیق ملتی رہے۔

یہ بھی کہا گیا تھا کہ مَیں ان کے اموال میں برکت ڈالوں گا۔ اب اموال کو ہم دیکھتے ہیں۔ 1892ء کے جلسہ سالانہ میں 1893ء کے لئے چندوں کے وعدے دیئے گئے (وہ انتظام اس وقت قائم نہیں تھا جو آج قائم ہے) اور وہ وعدے ساری جماعت کے سمجھے جانے چاہئیں کیونکہ تمام مخلصین جلسہ سالانہ پر جمع ہو جاتے تھے۔ تو 1893ء کے لئے 1892ء کے جلسہ سالانہ پر جماعت نے جو وعدے دئے ان کی رقم سات سو کچھ روپے تھی اور آج پچھتر سال گذرنے کے بعد عملاً جماعت جو مالی قربانیاں خدا کی راہ میں پیش کر رہی ہے اس کی رقم ایک کروڑ سے اوپر نکل گئی ہے ہم سات سو کی بجائے اگر ایک ہزار لیں

(کیونکہ ان وعدوں کے علاوہ وہ دوست جو بعض مجبوریوں کی وجہ سے رہ جاتے ہیں انھوں نے بعد میں وعدے کئے ہونگے اور رقمیں بھجوائی ہونگی) تو اگر 1892ء کی آمد ایک ہزار روپیہ سمجھیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں 1967ء کی آمد ایک کروڑ سے اوپر نکل گئی ۔ تحریکِ جدید کے چندے، صدر انجمن کے چندے، وقفِ جدید کے چندے، وقفِ عارضی کا جو خرچ ہوتا ہے اگر چہ وہ ہمارے رجسٹروں میں درج نہیں ہوتا لیکن وہ بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ ہوتا ہے جو ایک احمدی کر رہا ہے، اپنے خرچ پر باہر جاتا ہے، کرایہ خرچ کرتا ہے، وہاں اپنے گھر سے زائد خرچ کرنا پڑتا ہے ۔ ان سب کو اگر اکٹھا کیا جائے تو یہ رقم ایک کروڑ سے کہیں اوپر نکل جاتی ہے ۔ مَیں ایک کروڑ کی رقم اس وقت لے لیتا ہوں تو ایک ہزار سے بڑھ کر ایک کروڑ تک ہماری مالی قربانیاں پہنچ گئیں ۔ یہ بھی دس ہزار گنا رقم بن جاتی ہے ۔ گویا ایک روپے کے مقابلہ میں دس ہزار روپے کے چندے بنتے ہیں ۔ یعنی 1892ء میں اگر جماعت نے ایک روپیہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق اپنے رب سے حاصل کی تو اسی برگزیدہ جماعت نے 1967ء میں دس ہزار روپیہ اس ایک روپیہ کے مقابلہ میں خرچ کرنے کی اپنے رب سے توفیق پائی ۔ یہ تو چندوں کی نسبت ہے ۔ مگر وعدہ کیا گیا ہے کہ اموال میں برکت دی جائے گی اب جس نسبت سے جماعت کے اموال بڑھے ہیں وہ دس ہزار گنا سے زیادہ ہے ۔ کیونکہ 1892ء میں قریباً سو فیصدی مخلص تھے اور پوری قربانی دے رہے تھے خدا کی راہ میں لیکن 1967ء میں تعداد چونکہ بڑھ گئی ہے بہت سے ہم میں سے ایسے ہیں جو تربیت کے محتاج ہیں ۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ آج سے ایک سال یا دو سال یا چار سال یا پانچ سال کے بعد اس ارفع مقام پر پہنچ جائیں گے ۔ جس پر اللہ تعالیٰ انھیں دیکھنا چاہتا ہے اور ان کے چندوں کی شرح اس شرح کے مطابق ہو جائے گی جو 1892ء میں مخلصین دیا کرتے تھے اگر اس لحاظ سے دیکھا جائے تو جو اموال منقولہ اور غیر منقولہ 1892ء کے احمدیوں کے پاس تھے آج اس کے مقابلہ میں جماعت کے مجموعی اموال منقولہ یا غیر منقولہ کی قیمت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ دس ہزار گنا سے زیادہ برکت ڈال دی ہے ۔

پس اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضل ہم پر نازل ہو رہے ہیں ۔ جس نقطہ نگاہ سے بھی ہم دیکھتے ہیں عقلیں حیران رہ جاتی ہیں اب 75 سالہ عرصہ قوموں اور جماعتوں کی زندگی میں کوئی لمبا عرصہ نہیں ہے اس چھوٹے سے عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے جماعت پر اپنے ایسے فضل کئے کہ ان کی تعداد ''اک سے ہزار ہوویں'' والی دعا سے بھی بڑھ گئی اور ان کے اموال میں جو برکت اللہ تعالیٰ نے ڈالی وہ اک سے دس ہزار کی نسبت سے بڑھ گئی ۔ اس سے ہم اس صداقت تک پہنچتے ہیں کہ جماعتِ احمدیہ خدا کی راہ میں جو مالی قربانیاں دیتی ہے وہ ضائع نہیں جاتیں ۔ اس دنیا میں بھی خدا کی راہ میں دی گئی رقم تمہیں واپس مل جاتی ہے اور صرف اتنی

ہی نہیں ملتی ، دگنی ہی نہیں ملتی ، دس گنے یا سو گنے ہی زیادہ نہیں ملتی جیسا کہ مَیں نے ابھی اعداد وشمار سے بتایا ہے بلکہ دس ہزار گنے سے زیادہ ملتی ہے۔ ایسے خاندان بھی ہیں جماعت کے کہ ان کے والد نے حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جتنی قربانی دی ان کے بچوں میں سے ایک ایک کی ماہوار آمدنی ان کی ساری زندگی کی مالی قربانی سے زیادہ تھی تو اللہ تعالیٰ بڑے فضلوں کا مالک ہے اور بڑے فضل کر رہا ہے اور کرنا چاہتا ہے اور اس لحاظ سے اگر ہم اندازہ لگائیں کہ اگلے پچھتر سال میں ہمارے مالوں میں کس قدر برکت پیدا ہو جائے گی (مجموعی طور پر جماعت کے مالوں میں) تو بے شمار رقم بن جاتی ہے۔ اس لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو دنیا میں ہی ایک فوقیت عطا کرے گا اور یہ ڈیڑھ سو سال کا عرصہ کوئی لمبا عرصہ نہیں ہے ایک آواز جو اکیلی اور تنہا آواز اور ایک غریب انسان کی آواز ایک ایسے انسان کی آواز تھی جو دنیوی لحاظ سے کوئی وجاہت یا اقتدار نہیں رکھتا تھا لیکن اپنے رب سے انتہائی پیار کرنے والا اور محمد رسول اللہ ﷺ کے عشق میں اس طرح وہ محو تھا کہ امتِ مسلمہ میں ویسی محبت اور عشق کسی امتی نے اپنے امام، اپنے محمد ﷺ سے کبھی نہیں کی اس کو اللہ تعالیٰ نے کھڑا کیا اور کہا کہ مَیں دنیا میں تیرے ذریعہ سے اسلام کو پھر غالب کرنا چاہتا ہوں اور ایک ایسی جماعت تمہیں دوں گا يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ (تذکرہ: صفحہ 39) کہ آسمان سے فرشتے نازل ہونگے اور انھیں وحی کریں گے کہ وہ اٹھیں اور تیری خدمت میں لگ جائیں پھر یہ ایک چھوٹی سی جماعت تھی 1892ء میں مگر وہ بڑھتی چلی گئی اپنی تعداد میں جیسا کہ ابھی مَیں نے بتایا ہے ایک ہزار گنا زیادہ نہیں تین ہزار گنا زیادہ وہ ہوگئی۔ اور کہا گیا تھا کہ ان کے اموال میں برکت دی جائے گی چونکہ انھوں نے خدا کی راہ میں ایسے وقت میں قربانیاں دیں جب مسلمان کہلانے والے اسلام کی خاطر مالی قربانیاں دینے میں بڑی ہچکچاہٹ محسوس کرتے تھے اور عملاً کوئی قربانی نہیں دے رہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اتنا فضل کیا کہ ان کی حقیر قربانیوں کے نتیجہ میں جو ایک روپیہ انھوں نے دیا اس کے بدلہ میں ان کو اور ان کے خاندانوں کو دس ہزار روپیہ سے بھی زائد خدا نے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے دس ہزار گنا سے بھی زیادہ ان کے اموال کر دیئے۔

پس جو کچھ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اموال ضائع ہو گئے۔ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اتنا ہی ہمیں مل جاتا ہے، پھر تمہیں ڈر کس بات کا ہے جتنا تم نے دیا تھا وہ تمہیں واپس مل گیا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل بڑی وضاحت سے یہ شہادت دے رہا ہے کہ تم ایک روپیہ میری راہ میں خرچ کرو مَیں دس ہزار روپیہ تمہیں لوٹا دوں گا۔ اس دنیا میں اور جو بدلہ اس کی محبت کا اور اس کی رضا کا اور اس کی جنت کا اُخروی زندگی میں ملنا ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔ پس بڑا سستا سودا ہے اور اس پسِ منظر میں مَیں آج آپ

دوستوں کو یہ تحریک کرنا چاہتا ہوں کہ وقفِ جدید کی طرف آپ توجہ کریں۔مَیں نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا اور یہ امید ظاہر کی تھی کہ اگر ہمارے اطفال اور ناصرات اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور ان کے والدین اپنے بچوں کی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور ان کی برکت کا سامان پیدا کرنا چاہیں تو جو چھوٹے بچے ابھی ناسمجھ ہیں ان کی طرف سے بھی وقفِ جدید کے چھ روپے دیں تو اللہ تعالیٰ بڑی برکت ڈالے گا اور جن کو تھوڑا بہت شعور حاصل ہو گیا ہے ان کے سامنے والدین یہ بات رکھیں کہ خدا تعالیٰ ایک فقیر اور بھکاری کے رنگ میں تمہارے سامنے نہیں آتا (نعوذ باللہ) بلکہ ایک دیالو، ایک محسن، فضل کرنے والی ہستی کے طور پر تمہارے سامنے آتا ہے اور تمہیں کہتا ہے کہ میری راہ میں اموال خرچ کرو اگر تم اس دنیا میں بھی دس بیس ہزار گنا زیادہ اموال کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو اگر سارے کے سارے اطفال و ناصرات اس طرف توجہ کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ سارا بوجھ قریباً ہمارے اطفال اور ناصرات اٹھا سکتی ہیں یا مجھے یوں کہنا چاہئے کہ جماعت کے وہ بچے جن کی عمر ابھی پندرہ سال کی نہیں ہوئی ایک منٹ کی عمر سے لے کے پندرہ سال کی عمر تک جتنے بچے اللہ تعالیٰ نے جماعت کو دئے ہیں اگر ان کی طرف سے یا وہ خود اگر وہ کچھ شعور رکھتے ہیں، وقفِ جدید کے لئے کم از کم چھ روپے سالانہ دیں جو کوئی ایسی بڑی رقم نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے بچپن سے ہی برکات کے سامان پیدا کرنے شروع کر دے گا۔

بعض خاندان بچوں کی طرف سے بنک میں رقم جمع کرنی شروع کر دیتے ہیں پہلے مہینہ سے ہی بعض دوسرے تیسرے سال سے کہ جب یہ بڑے ہونگے تو ان کے یہ کام آئے گی تو بنکوں کی رقموں نے کیا بڑھنا ہے ضائع ہونے کا تو اندیشہ ہے لیکن اس قدر بڑھوتی کا وہاں کوئی سامان نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے خزانہ میں تو ضائع ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں اور بڑھوتی کے اتنے سامان ہیں کہ ایک روپیہ آپ کی طرف سے خدا تعالیٰ کے بنک میں جمع کرائیں گے ریزرو کے طور پر تو جس وقت وہ بڑے ہونگے اللہ تعالیٰ ان کو ایک کی بجائے دس ہزار یا شاید اس سے بھی زیادہ دے گا۔بچوں کی طرف سے چونتیس ہزار آٹھ سو کے وعدے سالِ رواں کے ہوئے تھے۔جس کا یہ مطلب ہے کہ تمام احمدی بچوں کو اس طرف توجہ نہیں دلائی گئی اور تمام احمدی ماں باپ نے اپنے بچوں کی بہبود کی طرف توجہ نہیں دی۔لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں اطفال و ناصرات اور چھوٹے بچے ایسے تھے جنھوں نے اس مدّ میں حصہ لیا لیکن اس وقت تک کہ دس مہینے سال کے گزر چکے ہیں وعدوں کے مقابل آمد بڑی کم ہے اور یہ بڑی فکر کی بات ہے۔آپ نے بچپن میں بچے کو یہ عادت نہیں ڈالنی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ تو کرے مگر پورا نہ کرے۔آپ نے تو اس کو یہ عادت ڈالنی ہے کہ جب وہ خدا سے وعدہ کرے تو زمین و آسمان ٹل جائیں اس کا وعدہ پورا ہو۔اور آپ

نے اس کے دل میں یہ احساس بیدار رکھنا ہے کہ جو خدا کی راہ میں جو مال دیا جاتا ہے وہ ضائع نہیں جاتا جیسا کہ ہماری تاریخ اس پر شاہد ہے۔ایک سے دس ہزار گنا زیادہ ہو کر وہ واپس ملتا ہے (اس دنیا میں) اب سال کے دو مہینے باقی رہ گئے ہیں مَیں یہ درخواست کرتا ہوں اور مَیں یہ یقین رکھتا ہوں کہ جماعت اس کی طرف فوری توجہ دے گی اور پندرہ دسمبر سے پہلے پہلے تمام وعدے پورے ہو جائیں گے،اطفال کے بھی اور جو بڑوں کے وعدے ہیں وہ بھی۔اس میں بھی کافی کمی ہے۔ہمارا بجٹ تو دو لاکھ سترہ ہزار کے قریب، ہمارے وعدے تھے ایک لاکھ پچانوے ہزار نو سو کے قریب۔ہماری آمد دس مہینے کی ہے ایک لاکھ سینتیس ہزار۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ کم از کم ساٹھ ہزار کے قریب ان دو مہینوں میں آمد ہونی چاہئے اور بچوں کی طرف سے کم از کم بائیس ہزار آٹھ سو روپیہ آمد ہونی چاہئے۔یہ بائیس ہزار اس ساٹھ ہزار میں شامل ہیں۔ لیکن اس سے بھی وقفِ جدید کی ضرورت پوری نہیں ہوتی کیونکہ مشاورت کے موقع پر دوستوں نے اس چیز کو محسوس کیا کہ ہمارے پاس زیادہ سے زیادہ مربی ہونے چاہئیں اور جو دوست وقفِ عارضی کے سلسلہ میں باہر جماعتوں میں جاتے ہیں ان میں سے بیسیوں نے مجھے خطوط لکھے کہ اس جماعت کو ضرورت ہے آپ کسی معلم کو یہاں بھجوائیں اور ہر خط کے اوپر مَیں فکرمند ہو جاتا ہوں کہ ضرورت ہے مگر معلم نہیں مَیں آدمی کہاں سے لاؤں؟ اور مَیں نے پہلے بھی متعدد بار تحریک کی ہے اور اب بھی تحریک کرتا ہوں کہ وقفِ جدید کو معلم بھی دیں ایسے معلم جو واقع میں اپنی زندگی خدا کی راہ میں وقف کرنا چاہیں ایسے معلم نہیں جو یہ سمجھیں کہ دنیا میں کسی اور جگہ ان کا ٹھکانہ نہیں، چلو وقفِ جدید میں جا کے معلم بن جائیں۔سمجھدار، دعا کرنے والے، خدا اور اس کے رسول سے محبت کرنے والے، حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے جو تفسیر قرآن بیان کی ہے اس سے دلی لگاؤ رکھنے والے، اسے پڑھنے والے، یاد رکھنے والے اور خدمت کا بے انتہا جذبہ رکھنے والے۔ جس کے دل میں خدمتِ خلق کا جذبہ نہیں وہ معلم نہیں بن سکتا کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ دنیوی لحاظ سے یا دینی لحاظ سے ہم اپنے بھائی کو جو کچھ بھی دیتے ہیں وہ خدمت کے جذبہ کے نتیجہ میں دیتے ہیں اس کے بغیر ہم دے ہی نہیں سکتے۔اپنا وقت اس کو دیں، اپنا مال اس کو دیں، اپنی زندگی اس کو دیں دنیا کی کسی بہبود کے لئے یا آخرت کی کسی بہبود کے لئے۔جب ہم قرآنِ کریم اس کو سکھا رہے ہوتے ہیں، جب ہم نبی کریم ﷺ کے ارشاد اس کے سامنے رکھ رہے ہوتے ہیں یا ہم اس کی خاطر اس کا کوئی دنیوی کام کرانے کے لئے اس کے ساتھ باہر نکلتے ہیں ہر دو صورتیں جو ہیں وہ اس لئے پیدا ہوتی ہیں کہ ہمارے دل میں خدمتِ خلق کا جذبہ ہے۔اگر خدمتِ خلق کا جذبہ نہ ہو نہ دینی لحاظ سے نہ دنیوی لحاظ سے تو ہم اس کی خدمت کے لئے باہر نہیں نکل سکتے۔پس ہمیں ایسے بےنفس خدمت گذار معلم چاہئیں۔

منصوبہ یہ ہے کہ آئندہ جنوری میں پہلے سال کی نسبت زیادہ تعداد میں آدمی لئے جائیں جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے سالوں کی نسبت ان پر زیادہ خرچ کیا جائے اور جو منصوبہ تھا اس کے مطابق ان کو دو لاکھ سترہ ہزار روپیہ چاہئے۔ وعدے اس سے تقریباً بائیس ہزار کے کم آئے ہیں۔

پس مَیں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ آگے بڑھیں اور اپنے وعدوں کی حدود کو پھلانگتے ہوئے اس مقام تک پہنچ جائیں جو جماعت کی ضرورت کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور مجھے بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 10 نومبر 1967ء ص 2 تا 4)





اقتباس از خطاب جلسہ سالانہ فرمودہ 27 دسمبر 1968ء

وقف جدید کا سالِ نو یکم جنوری سے شروع ہوتا ہے اور اس سال نو کے افتتاح کی ایک رسم بنی ہوئی ہے بہر حال مَیں اس کا اعلان کرتا ہوں۔ یکم جنوری سے جو سال نو شروع ہو گا اس کیلئے احباب نئی ہمت اور نئے ولولہ کے ساتھ اپنی قربانیاں پیش کریں۔ پہلے بھی مَیں کئی بار کہہ چکا ہوں اور مَیں اس چیز کو دُہراتے ہوئے تھکوں گا نہیں کہ ہمارے اطفال اور ناصرات اور بچے (یعنی وہ بچے جو ابھی اس عمر کے نہیں جو اطفال اور ناصرات کی تنظیم میں شامل ہوتے ہیں) اس بوجھ کو اٹھائیں اور دوسری بات یہ کہ بچے اطفال اور ناصرات ایسی عمر کے بھی ہیں جو خود اتنی سمجھ نہیں رکھتے۔ آپ جو ان کے ماں باپ یا مربی ہیں ان کی تربیت اس رنگ میں کریں کہ وہ اس بوجھ کو اٹھائیں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ آج جماعت احمدیہ کی حالت مالی لحاظ سے اتنی مضبوط یقیناً ہے کہ اگر ہم اس طرف پوری توجہ دیں تو ہمارے بچے وقف جدید کا سارا بوجھ اٹھا سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں کے وارث بن سکتے ہیں جن فضلوں کے وارث اس حصہ جماعت میں ہیں جو وقف جدید کے میدان میں قربانیاں پیش کرتے ہیں۔

آپ وقف جدید سے تعلق رکھنے والے سارے فضل اپنے بچوں کیلئے روحانی زینت کا ہار بنا کر ان کے سروں پر ڈال دیں اور پھر اپنے رب کے حضور واپس آئیں اور کہیں کہ ایک نعمت جو تُو نے ہمیں دی تھی وہ ہم نے تیرے بچوں (یہ بچے جو ہمارے کہلاتے ہیں یہ ہمارے کہاں ہیں یہ سب اللہ کے بچے ہیں) کے سپرد کر دی ہے اب تو ہمارے لئے اور فضلوں اور رحمتوں کے دروازے کھول تا جتنا ہم نے تیرے فضل سے ان بچوں کو دیا ہے اور خود اس میں حصہ دار نہیں بنے اس میں سے بھی ہمیں حصہ دے (کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے) اور دوسری قربانیوں کے رستے بھی ہمارے لئے کھول تا ہم تیرے فضلوں کے پہلے سے زیادہ وارث بنیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے پچھلے سال کی نسبت مالی میدان میں زیادہ رقم جمع ہوئی ہے اور یہ ایک بالکل ذیلی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پچھلے سال کی نسبت وقف جدید کا ہر جہت سے زیادہ کام ہوا ہے (اس کی تفصیل میں مَیں اس وقت نہیں جاؤں گا) اور جو واقفین وقف جدید ہیں ان کی تعداد بھی پچھلے سال کی نسبت زیادہ ہے۔

لیکن جیسا کہ مَیں پہلے کہہ چکا ہوں ابھی اتنی تعداد نہیں ہوئی جتنی کی ہمیں ضرورت ہے یا جتنی تعداد کی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے خواہش کی تھی یعنی یہ کہ ہر گاؤں میں ایک واقف وقف جدید بٹھا دیا جائے۔ جو عام تربیت کرے۔ گو علمی لحاظ سے ان کا معیار بلند نہیں لیکن اتنا ضرور ہے کہ ایک حد تک وہ روزمرہ کی ضرورتوں کو پورا کر رہے ہیں یعنی ان کی روحانی دوکان سے نمک تیل اور آٹا مل جاتا ہے پلاؤ اور زردہ پکانا ہو تو اور جگہ سے سودا لے لو۔ دوسرے مربی بھی تو ہیں۔ بہرحال واقفین وقف جدید روحانی لحاظ سے جماعت کی روزمرہ کی ضرورتوں کو پورا کر دیتے ہیں اور وہ ہر جگہ ہونے چاہئیں ورنہ جہاں وہ نہیں وہاں روزمرہ کی ضرورتیں پوری نہیں ہو رہیں الا ماشاء اللہ۔ بعض جگہ گاؤں کے رہنے والوں میں سے ایک سے زائد واقف وقف جدید سے بھی زیادہ علم اور تجربہ رکھنے والے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے لیکن بہت سے ایسے دیہات ہیں جہاں اس وقت اس قسم کے احمدی موجود نہیں اور نہ ہمارا واقف وقف جدید موجود ہے اور اس وجہ سے جماعت ان فضلوں سے محروم رہ رہی ہے جو فضل ان کے بھائیوں پر دوسرے مقامات میں نازل ہو رہے ہیں۔

(غیر مطبوعہ)





خطبہ جمعہ فرمودہ 2 ؍اگست 1969ء بیت المبارک ربوہ

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیتِ قرآنیہ کی تلاوت فرمائی:

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَ هُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ط بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ (المومنون:72)

اس کے بعد فرمایا:

اس وقت میں دوستوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ تحریکِ جدید اور وقفِ جدید کے چندے اس وقت تک پچھلے سال سے بھی کم وصول ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء کی ایک آیت میں فرمایا ہے کہ جو لوگ ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اعمالِ صالحہ بجالائیں گے یعنی ایک تو جن کے اعمال میں کوئی فساد نہیں ہوگا دوسرے حالات کے تقاضوں کو وہ پورا کرنے والے ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو رد نہیں کرے گا فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ (الانبیاء:95) اس میں ہمیں ایک تو یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے اور اس کی رضا کے حصول کے لئے اعمالِ صالحہ بجالانے سے اللہ تعالیٰ کے پچھلے انعامات کا بھی پوری طرح شکر ادا نہیں ہوسکتا۔ اس پر اجر کا حق نہیں بنتا دوسرے فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ (الانبیاء:95) ہمیں بتاتا ہے کہ گو حق تو انسان کا نہیں بنتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم سے یہ وعدہ کیا ہے کہ اگر تم ایمان کے تقاضوں کو پورا کروگے اور وقت کے تقاضوں کو پورا کروگے اور فساد سے بچوگے اور ہر جہت سے تمہارے اعمال اعمالِ صالحہ ہونگے تو پھر تمہاری یہ کوشش اور تمہاری یہ جدوجہد رد نہیں کی جائے گی بلکہ اس پر تمہیں مزید انعامات ملیں گے۔

مومن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جو سلوک ہے اس کے نتیجہ میں اس کا ہر قدم پہلے سے آگے پڑتا ہے وہ ترقی کی راہ اور رفعتوں کے حصول میں ہر دم آگے سے آگے اور بلند سے بلند تر ہوتا چلا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی قربانیاں ہر آن پہلی قربانیوں سے آگے بڑھ رہی ہوتی ہیں۔ اس کی فدائیت اور اس کا ایثار اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی جستجو میں اس کی کوشش اور مجاہدہ پہلے سے بڑا ہوتا ہے۔ مومن ایک جگہ ٹکتا نہیں اس سے اس کے دل، اس کے دماغ، اس کے سینہ اور اس کی روح کو تسلی نہیں ہوتی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ باوجود اس کے کہ یہ جماعت مخلصین کی جماعت ہے (الا ماشاء اللہ ہر الٰہی جماعت میں منافق بھی ہوتے

ہیں) اور ایک ایسی فدائی اور ایثار پیشہ جماعت ہے کہ جس کا قدم ہر وقت ترقی کی طرف ہی ہے۔ پھر یہ غفلت کیوں؟ اس سستی کی وجہ یہ نظر آتی ہے کہ جماعت نے رضا کارانہ طور پر ایک مزید بوجھ قربانی کا اپنے کندھوں پر اٹھایا تھا اور وہ بوجھ فضل عمر فاؤنڈیشن کے چندوں کا تھا اور پچھلے چند مہینے ان وعدوں کو پورا کرنے کی طرف جماعت کے بہت سے احباب کی توجہ تھی اس لئے شاید کچھ کمی واقع ہوگئی ہو۔ اب اس کا زمانہ تو گذر گیا، استثنائی طور پر بعض احباب کو اجازت دی جا رہی ہے۔ اس لئے جماعت کو چاہئے کہ عارضی طور پر جو داغ ان کے کردار پر لگ گیا ہے یعنی وہ پچھلے سال سے بھی ان چندوں کی ادائیگی میں کچھ پیچھے رہ گئے ہیں اس کو جلد سے جلد دھو ڈالیں اور دو مہینوں کے اندر اندر ان کی قربانیاں پچھلے سالوں کی نسبت زیادہ نظر آنی شروع ہو جائیں۔ امید ہے (اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے) کہ جماعت اس بات کی توفیق پائے گی۔

دوسری بات میں اختصار کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ مومنون کی اس آیت میں جو ابھی میں نے پڑھی ہے یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی دینی اور دنیوی ترقی کے لئے اور حسنات کے حصول کے سامان پیدا کرنے کے لئے ”حق“ کو اتارا ہے یعنی ایک قائم رہنے والی اور دائمی شریعت اور صداقت اور حق اور حکمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے اور اسی نزولِ حق کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حدود مقرر کر دیئے ہیں۔ ہر انسان ایک انفرادیت اپنے اندر رکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ ہی کی عطا ہے اسی کے مدِ نظر اللہ تعالیٰ نے ایک حد تک ڈھیل بھی دی ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہونگے سات دروازے ایثار اور قربانی کی مختلف راہوں کو اختیار کرنے والوں کے لئے کھلیں گے۔ کوئی ایک طرف سے خدا کی رضا کی جنت میں آ رہا ہے اور کوئی دوسری طرف سے لیکن کچھ وہ بھی ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ فضل کرے گا اور فضل کا خاص دروازہ ان کے لئے کھولا جائے گا۔ خواہش تو ہر ایک کی ہے اور ہونی چاہئے کہ وہ خاص دروازہ جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے کھولا جائے گا وہی اس کے لئے کھلے کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ شخص اپنی عاجزی کی انتہاء کو پہنچ گیا اور اس نے اپنا کچھ نہ سمجھا اور ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر رکھا۔ دیکھو نبی اکرم ﷺ کی افضل اور بلند تر ہستی ہے کہ جس نے خدا کی راہ میں وہ قربانیاں دیں کہ کسی ماں جائے کو یہ توفیق نہ ملی اور نہ ملے گی کہ اس قسم کی قربانیاں اپنے رب کے حضور پیش کرے لیکن اس کے باوجود آپؐ نے اپنا یہی مقام سمجھا اور آپؐ اسی مقام پر قائم رہے کہ میں کچھ نہیں۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہو سکتی ہے، میرا اللہ کے اس ارفع قرب کو پالینا بھی محض اسی کے فضل کا نتیجہ ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حق نازل ہوا ہے اب حق تمہاری خواہشات کی اتباع نہیں کرے گا۔ اس حق نے کچھ حدود مقرر کی ہیں اور تمہاری خواہشات اور ہوائے نفس ان حدود سے باہر نکلنا چاہتے ہیں۔ اس

کی تمہیں اجازت نہیں دی جاسکتی کیونکہ اگر ایسا کیا جاتا تو لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَ مَنْ فِيهِنَّ ط زمین وآسمان کو جس غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور انسان کو جس مقصد کے لئے اس زمین میں بسایا گیا ہے، وہ مقصد حاصل نہ ہوتا اور اس طرح صالح معاشرہ کی بجائے فاسد معاشرہ کی بنا رکھی جاتی اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے جس غرض کے لئے انسان کو پیدا کیا ہے اسی غرض کے لئے اس نے حق کو اتارا ہے۔ اس لئے ہر وہ چیز جو اس غرض کے منافی ہے اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی اس لئے حق تمہاری خواہشات کی اتباع نہیں کرے گا۔ یہ بڑا گہرا اور اہم مضمون ہے میں نے سوچا ہے کہ تمام بدعات کا سرچشمہ ہوائے نفس اور یہ اعلان ہے کہ آزادئ ضمیر ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں غلط قسم کی آزادئ ضمیر سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ آزادئ ضمیر تمہیں نہیں مل سکتی اور یہ فاسد آزادئ ضمیر وہ ہے جب آزادئ ضمیر کا نعرہ لگا کر انسان خدا کی مقرر کردہ حدود کو پھلانگتا اور ان سے باہر چلا جاتا ہے ہاں ان حدود کے اندر آزادئ ضمیر ہے۔ کسی کی طبیعت کسی نیکی کی طرف زیادہ مائل ہے۔ ہر ایک اپنی فطرت کے مطابق خدا کی مقررہ حدود کے اندر رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں لگا رہتا ہے اور اسی کے فضل سے وہ اس کی رضا کو حاصل بھی کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو حدود ہم نے قائم کی ہیں انہی میں تمہاری بزرگی اور عزت ہے۔ تم آزادی کا، اظہارِ رائے کی آزادی کا، اور آزادئ ضمیر کا نعرہ لگا کر اگر ہماری قائم کردہ حدود کو پھلانگ کر پرے چلے جاؤ گے تو اس کے نتیجہ میں تمہاری سربلندی کے سامان پیدا نہیں ہونگے تمہیں عزت نہیں ملے گی، تمہارا رتبہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بھی اور بندوں کی نگاہ میں بھی بڑھے گا نہیں بلکہ گھٹ جائے گا کیونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کی انگلی کو چھوڑ کر اپنے نفس پر بھروسہ رکھا فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ مگر انسان جب بہکتا ہے تو اسکی عجیب حالت ہو جاتی ہے۔ خدا اپنا ہاتھ آگے کرتا ہے اور کہتا ہے اس ہاتھ کو پکڑ اور میری گود میں آ بیٹھ اور وہ کہتا ہے نہیں میں تو اپنی مرضی چلاؤں گا اگر میری مرضی ہوگی تو تیری حدود کو توڑوں گا اور اس طرح وہ اس مقامِ عزت اور اس مقامِ احترام سے گر جاتا ہے جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا ہے۔ اس آیت میں ہمیں اس بات کی طرف بھی متوجہ کیا گیا ہے کہ ہم حدود کی نگرانی کے لئے محافظ کھڑے کریں تا کہ خدا کی مخلوق کو خدا کی ناراضگی اور خدا کے قہر کے جہنم سے بچانے کی کوشش کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کی حدود پر کھڑے ہونے والے مجاہدوں میں وقفِ عارضی کے مجاہدین بھی ہیں۔ سالِ رواں میں اس وقت تک (تین مہینوں میں) ایک ہزار سے زائد وفود باہر جا چکے ہیں گو بعض وفود اپنی جائز مجبوریوں کی وجہ سے اپنی مقررہ جگہوں پر پہنچتے نہیں لیکن بہر حال اتنے وفود یہاں سے منظّم کئے گئے اور ان کو باہر بھجوایا گیا ہے۔ حسابی لحاظ سے میرا سات ہزار کا مطالبہ پورا ہو جاتا ہے بشرطیکہ ہر سہ ماہی میں اتنے ہی وفود منظّم کئے جائیں لیکن سہ ماہی سہ ماہی میں بڑا فرق

ہے مثلاً ایک فرق تو یہی ہے کہ بعض سہ ماہیوں میں کالج اور سکول کے طلبا وقفِ عارضی میں باہر جا سکتے ہیں کیونکہ انھیں چھٹیاں ہوتی ہیں لیکن بعض سہ ماہیاں ایسی آتی ہیں جن میں کالج اور سکول کے طلباء باہر نہیں جا سکتے۔ پھر بعض سہ ماہیوں میں زمیندار لوگ خدا تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کی حفاظت کے لئے باہر نکل سکتے ہیں اور بعض ایسے زمانے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے دنیوی کاموں میں لگے رہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر احمدی دنیاوی کام بھی خدا تعالیٰ ہی کے لئے کرتا ہے وہ دنیوی کاموں میں خدا کی راہ میں چندہ دینے کی نیت سے یا اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے خیال سے محنت کر رہے ہوتے ہیں وہ انھیں چھوڑ نہیں سکتے۔ یہ طبقہ اس زمانہ میں وقفِ عارضی کے لئے نہیں آ سکتا۔ یہ سہ ماہی جو گزر چکی ہے ایسی تھی جس میں طالبِ علم وقفِ عارضی کے غرض سے باہر جا سکتے تھے اور میرے خیال میں بہت سے طالب علم گئے ہونگے۔ آئندہ سہ ماہیوں میں ایسے نوجوان جو کالج و سکول میں پڑھنے والے ہیں کم ملیں گے لیکن کم از کم اس تعداد کو جو گزشتہ سہ ماہی میں وقفِ عارضی میں جا چکی ہے پورا کرنا ہمارے لئے ضروری ہے گو یہ تعداد بھی ہماری ضرورت کے لحاظ سے کم ہے لیکن ابھی ابتدا ہے اللہ تعالیٰ جماعت کو توفیق دے گا اور وہ اور ترقی کرے گی انشاء اللہ۔ غرض جماعت کے عام عہدہ دار اور مربی صاحبان وقفِ عارضی کی طرف زیادہ توجہ دیں۔ میں جب مربیوں کی رپورٹیں دیکھتا ہوں ان کے کام کا جائزہ لیتا ہوں، وہ مجھے ملتے ہیں یا ان کے حق میں بعض تعریفی کلمات آتے ہیں یا ان کے خلاف شکایات مجھے پہنچتی ہیں تو میرے ذہن میں ایک مجموعی تاثر قائم ہوتا ہے اور بہت سے مربیوں کے متعلق میرے ذہن میں یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ ان خوش بختوں نے اپنے مقام کو پہچانا نہیں اور جو خوش بختی ان کے مقدر میں لکھی جا سکتی تھی اس پر وہ اپنے ہاتھ سے چھریاں ڈال رہے ہیں۔ مربی کو ایک نمونہ بن کر دنیا کے سامنے آنا چاہیئے اور وہ نمونہ آنحضرت ﷺ کا نمونہ ہے مگر وہ اسکی طرف توجہ نہیں کرتے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ حقیقتاً جتنے مربی ہمارے پاس ہیں وہ تعداد کے لحاظ سے بہت کم ہیں لیکن ان کی تعداد کے لحاظ سے بھی ایک چوتھائی کام ہو رہا ہے اور تین چوتھائی کام ان کی غفلتوں کے نتیجہ میں نہیں ہوتا وہ گھر بیٹھے رہتے ہیں اور اپنے کام کی طرف توجہ نہیں کرتے ان کے اندر قربانی کی روح جوش اور جنوں کی کیفیت نہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑا رنج ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنی رحمتوں کے اس قدر وسیع دروازے کھولے تھے مگر وہ ان کی طرف پشت کر کے کھڑے ہو گئے ہیں اور اس طرف قدم بڑھانے کا نام نہیں لیتے ان کو دعا کرنی چاہیئے اور میں تو دعا کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی کمزوریوں کو دور کرے اور ان کی بصیرت اور بصارت کو تیز کرے اور انکے دل میں اس محبت کے شعلہ میں اور بھی شدت پیدا کرے جو ایک مربی کے دل میں اپنے ربِ کریم و رحیم کے لئے ہونی چاہیئے۔ پس مربیوں کو بھی چاہیئے اور عام عہدیداروں کو بھی

چاہئے بلکہ ہر احمدی کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس کو بھی اور اپنے بھائی کو بھی یہ تلقین کرے کہ وہ وقفِ عارضی میں شامل ہو۔ اس میں شک نہیں کہ یہ ایک قربانی کی راہ ہے اور یہ راہ تنگ ہے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ قربانی کی راہوں پر چلے بغیر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور ان کو نبھانے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

(الفضل 27 اگست 1969 صفحہ 3 تا 5)





اقتباس از خطاب جلسہ سالانہ فرمودہ 27 دسمبر 1969ء

......اس کے بعد مَیں وقف جدید کو لیتا ہوں صدر انجمن احمدیہ کو آخر میں بیان کروں گا۔ وقف جدید کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اصلاح وارشاد کا بڑا ہی اچھا کام ہو رہا ہے۔تربیت بھی ہے، پیغام کا صحیح طور پر پہنچانا بھی ہے۔پس یہ تو ہے کہ کام ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ برکت دیتا ہے۔

لیکن میرے لئے اور آپ کیلئے بہت ہی خوشی کا باعث یہ ہے کہ سال رواں میں نگر پار کر کے علاقہ میں 236 ہندو اسلام قبول کر کے احمدیت میں داخل ہوئے ہیں۔الحمدللہ۔یہ گزشتہ سال کی نسبت تعداد کے لحاظ سے 35 فیصد اضافہ ہے یعنی اس کے پہلے سال میں جو ہندو احمدی ہوئے تھے وہاں اس سال 35 فیصد زائد احمدی ہوئے ہیں۔اور اس علاقہ میں کل 570 ہندو مسلمان ہو چکے ہیں وہاں مختلف نوعیت کے کام ہیں، وہ ہو رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ جماعت کو توفیق دے ہم ان کو سنبھال سکیں اور ان کی تربیت کر سکیں اور یہ جو میں نے تعداد بتائی ہے یہ بالغوں کی ہے بچے جو ساتھ ہی مسلمان ہوئے ہیں وہ اس میں شامل نہیں کیونکہ اس علاقے میں 9 معلم وقف جدید ایک ہزار کو قرآن کریم اور اسلامی تعلیم سکھا رہے ہیں۔

وقف جدید کے چندے کی وصولی سال رواں میں پہلے سال کی نسبت تو زیادہ ہے۔لیکن اتنی زیادہ نہیں کہ اس پر ہم خوش ہوں۔دوسرے یہ کہ چندہ بالغاں میں اضافہ نہیں بلکہ کمی ہے۔اگر آپ کے بچے آپ کی عزت کی حفاظت کے لئے آگے نہ بڑھتے تو جو 67 روپے کی کمی آپ بالغوں کے چندے میں رہ گئی تھی وہ آپ کی زائد قربانی (پچھلے سال کے مقابلہ میں زائد قربانی) جو 4577 روپے ہے اس قربانی کے پردہ میں یہ 67 روپے کی غفلت چھپ نہ سکتی لیکن آپ کے بچوں نے آپ کی عزت رکھ لی۔آپ اپنے بچوں کی غیرت کے جو تقاضے ہیں ان کو ایسا پورا کریں۔......

(غیر مطبوعہ)





اقتباس از اختتامی خطاب جلسہ سالانہ فرمودہ 28؍دسمبر 1969ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اختتامی خطاب سے قبل وقف جدید کے سال نو کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

اصل مضمون شروع کرنے سے قبل مَیں دو باتیں دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں ایک تو یہ کہ اگلے ماہ کی یکم تاریخ سے وقف جدید کا سالِ نو شروع ہو رہا ہے۔ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ اس نئے سال میں آپ کو اور ہمیں پہلے سب سالوں کی نسبت قربانیوں اور ایثار کی زیادہ توفیق عطا کرے اور انہیں قبول کرتے ہوئے ہمیں بہتر اور احسن ثمرات عطا کرے اور وہ ہمارے نصیب میں کرے۔

دوسرے یہ کہ وقف جدید کے لئے بہت سے نئے معلمین کی ضرورت ہے جو کلاس اگلے ماہ شروع ہو رہی ہے ابھی تک اس کے لئے بہت کم نام دفتر میں پہنچے ہیں دوست اس طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دیں اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اس کلاس میں پچاس اور سو کے درمیان واقفین ہونے چاہئیں ورنہ ہم اپنی ضرورتوں کو پورا نہیں کرسکیں گے۔ ہم اپنی ذمہ داریوں کو نباہ نہیں سکیں گے۔ دوست اس طرف متوجہ ہوں اور اہل اور قابل معلم وقف جدید کے نظام کے لئے جلد سے جلد مہیا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو جزا دے۔......

(غیر مطبوعہ)





خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جنوری 1971ء بیت المبارک ربوہ

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

’’آج سال کا پہلا دن ہے ۔ نیا سال آپ سب کو مبارک ہو۔ نیا سال محمد رسول اللہ ﷺ کے سارے غلاموں کو مبارک ہو۔ نیا سال انسانیت کو مبارک ہو۔

جو سال گذر چکا ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے لئے اندرونِ پاکستان بھی اور بیرونِ پاکستان بھی بڑی ہی برکتوں کا موجب تھا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور پیار کے بڑے حسین نظارے ہم نے گذشتہ سال دیکھے ہمارے دل اس کی حمد سے معمور ہیں۔

سالِ نو ایک عید سے شروع ہو رہا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ بھی تمہارے لئے ایک عید ہے۔ جمعہ کا ایک پہلو اجتماعی زندگی کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتا ہے اور اجتماعی برکات اور رحمتوں کا موجب بن جاتا ہے۔

حسن و احسان کے جو جلوے ہم اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے دیکھتے ہیں اس کے نتیجہ میں حسد و عناد کا پیدا ہونا ضروری ہے اور حسد و عناد کا بڑا ہتھیار دروغ گوئی اور کذب بیانی ہے۔ اس کا دفاع جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھایا ہے وہ عاجزانہ راہوں کو اختیار کرنا اور ماسوا اللہ کسی چیز پر بھروسہ نہ رکھنا اور سب کچھ اور سب خیر و برکت اپنے رب کریم سے حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہے۔

اسلام کے عظیم دور کے ساتھ ہی حسد کا دور، عناد کا دور، مخالفت کا دور اور ظلم کا دور شروع ہوا تھا۔ قرآن کریم نے ابتدا ہی سے ہمیں تعلیم دی تھی کہ حاسد کے حسد کے شر سے بچنے کیلئے تم اپنے رب کی طرف رجوع کرنا اور اپنی حفاظت اسی سے چاہنا۔

انعام جب بے شمار ہوں، انعام جب معمول سے زیادہ ہوں، پیار جب ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بن جائے تو حسد اور مخالفت اور عناد میں بھی شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن مظلوم ہونے کے باوجود اور حسد کا نشانہ بننے اور ظلم کا ہدف ہونے کے باوجود ہم پر یہ فرض عائد کیا گیا ہے اور ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی کو دُکھ نہیں پہنچانا، کسی کی جان پر حملہ نہیں کرنا، کسی کا مال غصب نہیں کرنا، کسی کو بے عزت نہیں کرنا اور کسی پر حقارت کی نگاہ نہیں ڈالنا بلکہ جب انسان اللہ کی گود میں اس کے فضل سے آئے تو اس کے دستِ قدرت نے جو پیدا

کیا، اس سے وہ محبت کرتا ہے، اس سے پیار کرنے لگتا ہے، اس کا بہی خواہ بن جاتا ہے اس سے ہمدردی و غمخواری کرتا ہے۔

دنیا اپنی نا سمجھی کی وجہ سے ہمارے ساتھ جو بھی سلوک کرے، ہمیں غصہ نہیں آنا چاہیے۔ ہمیں بدلہ لینے کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے اور ایسوں کیلئے بھی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں تاکیدی حکم فرمایا ہے کہ ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ ہر اس شخص کیلئے دعائیں کرتا رہے جو اس احمدی کیلئے دشمنی کے جذبات رکھتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو حقیقی مسلمان کی ایک صفت سے محروم ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ایک دروازہ اپنے پر کھول لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے اور محبت و اخوت اور ہمدردی و غمخواری کے جس مقام پر اللہ تعالیٰ نے جماعت کو بٹھایا ہے، اس مقام پر ہی وہ ہمیں قائم رکھے اور اسی پر استقامت بخشے تا کہ اس کے فضلوں کے ہم زیادہ سے زیادہ وارث بنتے چلے جائیں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔“

(روزنامہ الفضل ربوہ 6؍جنوری 1971ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 7 رجنوری 1972ء بیت المبارک ربوہ

تشہد وتعوذ اور سورۃ الفاتحہ کے بعد حضور نے یہ آیت کریمہ بھی تلاوت فرمائی:

وَمَالَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰنَا سُبُلَنَا ط وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۔(ابراہیم:13)

اور پھر فرمایا: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تین اصولی باتیں بیان فرمائی ہیں پہلی بات یہ ہے کہ عقلاً صرف ایسی ہستی پر توکل کیا جا سکتا ہے جس کے بغیر کوئی سہارا نہیں اور اس کی مدد سے کامیابی اور فلاح حاصل ہوگی۔اور عمل کے نتائج اچھے نکلیں گے جو ہمیں عمل کی راہیں بھی بتائے یعنی وہ شروع سے ہماری انگلی پکڑے فرمایا وَمَالَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰنَا سُبُلَنَا ط اللہ تعالیٰ جس نے ہماری انگلی پکڑی اور ہمیں ہدایت کی راہ یعنی صراط مستقیم پر چلایا اس پر ہم کیسے توکل نہ کریں۔

دوسری بات اس آیت میں یہ بتائی کہ مخالف اور دشمن کی ایذارسانی پر صبر اسی صورت میں کیا جا سکتا ہے کہ جب انسان نے کسی قادر ہستی کی انگلی پکڑی ہوئی ہو اگر کوئی ایسا قابل اعتماد بھروسہ ہی نہ ہو تو انسان بے صبرا ہو جائے گا کیونکہ انتہائی دکھوں میں ڈالے جانے کے بعد انتہائی توکل وہی انسان کر سکتا ہے اور پھر توکل ہی کے نتیجہ میں صبر پیدا ہوتا ہے جسے یہ معلوم ہو اور جس کا یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ ہستی ہے جس نے شروع ہی سے ہماری رہنمائی اور کامیابی کے سامان پیدا کر رکھے ہیں ہماری استطاعت کے مطابق اور ہمارے ماحول کے لحاظ سے اور جو وقت کا تقاضا تھا اسے سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ہدایت کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔اگر ہم اس کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلیں گے، اس کی ہدایتوں پر عمل کریں گے، تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم ناکام ہوں۔

غرض جب انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اپنی کمزوری اور اپنے گناہ اور اپنی بے مائیگی کا احساس انتہا تک پہنچتے ہوئے بھی ایک انتہائی قادر مطلق خدا پر اس کا ایمان ہوتا ہے۔اس کی صفات کی معرفت اسے حاصل ہوتی ہے۔پھر جب وہ خدا کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتا ہے تو غیر کی قائم کردہ روکیں اسے ڈراتی نہیں۔ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ط میں مومنوں کی یہی صفات بتائی گئی ہیں۔

اس آیت میں تیسری بات وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ہے اس میں یہ بات بتائی گئی

ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ عقلاً، نہ فطرتاً، نہ شرعاً اور نہ مشاہدہ کے لحاظ سے کسی اور پر توکل ہوسکتا ہے ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ایک یہی صداقت ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ توکل اسی پر کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ وہی حقیقی سہارا ہے۔

پس وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ کی رُو سے جس آدمی نے توکل کرنا ہو خواہ وہ ایک فرد ہو یا قوم، جس کو بھی یہ احساس ہو کہ مَیں اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہوسکتا۔ مجھے کسی سہارے کی ضرورت ہے تو اس کی عقل بھی اسے یہ مشورہ دے گی، اس کی فطرت کا بھی یہی تقاضا ہوگا اور بنی نوع انسان کی تاریخ کا بھی یہی نتیجہ نکلے گا کہ ایک ہی ہستی ہے جس پر توکل کیا جاسکتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

ہم زندہ خدا کی زندہ تجلیات کو دیکھنے والے اور اس یقین پر قائم ہیں کہ ہمیں بحیثیت جماعت اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ جس طرح بحیثیت فرد اس نے ہمیں پیدا کیا ہے اسی طرح بحیثیت جماعت اس نے ہمیں قائم کیا ہے اور جن اغراض کے لئے اس نے ہمیں قائم کیا ہے اور جن راہوں پر وہ ہمیں چلانا چاہتا تھا وہ قَدْ هَدٰنَا سُبُلَنَا کی رو سے واضح ہیں۔ اس نے ہمیں اپنے راستے دکھائے ہیں۔

انسانی فطرت کے نئے تقاضے ہوتے ہیں۔ البتہ فطرت کے نئے تقاضا کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ انسانی فطرت ہی بدل گئی بلکہ مطلب یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں جو کچھ رکھا گیا تھا اس کا استعمال بدل گیا کیونکہ انسان کی فطرت میں تھا دوسرے آدمی سے ہمدردی کرنا اور اس کے دُکھوں کا مداوا کرنا۔ اگر دنیا کے دُکھ بدل جائیں تو گویا فطرت کے تقاضے نہیں بدل گئے۔ پھر ایک نئے طریقے پر نئے دُکھوں کا نیا علاج سوچنا پڑے گا۔

پھر وقت کا تقاضا ہے۔ بدلے ہوئے حالات میں ہماری قربانیاں اور ہمارے خدمت کے طریق بدل جاتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو اور اپنی محبوب جماعتوں کو نئی راہیں بتاتا ہے اور انہیں نئے طریقے سکھاتا ہے۔ نئے نئے طریقوں سے انہیں ترقی پر ترقی دیتا چلا جاتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی ایک طریقہ یا ایک سبیل یا ایک راہ یا ایک صراط مستقیم ’’وقف جدید‘‘ کی شکل میں ہمارے سامنے رکھی ہے اور وقف جدید کی روح یہ ہے کہ وقف کی روح کے ساتھ بنی نوع انسان کی خدمت میں وسعت پیدا کی جائے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود کا دراصل یہی منشا تھا کیونکہ اس سے پہلے جماعتی نظام تو موجود تھا۔ تحریک جدید بھی قائم تھی اور وہ اپنے کاموں میں لگی ہوئی تھی جماعت کی ہر ایک تنظیم کا اپنا انتظام تھا اور وہ اپنے کام میں لگی ہوئی تھی لیکن مَیں نے جہاں تک غور کیا اور مَیں سمجھتا ہوں یہ میرا اپنا تجزیہ اور استدلال ہے کہ حضرت مصلح موعود کے سامنے ایک طرف تو یہ بات تھی کہ تحریک جدید کا اپنا ایک

طریق متعین ہو گیا ہے اور تحریک جدید کے کام کا تقاضا یہ ہے کہ بہت بڑے عالم ہوں (خدا کرے ہمیں ایسے عالم ملیں اور ہمیشہ ملتے رہیں) کیونکہ انہیں باہر بھی جانا پڑتا ہے جہاں انہیں بڑے بڑے پادریوں سے جو اپنے آپ کو دنیا کا معلم سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ معلم ہوں یا نہ ہوں۔ بہر حال وہ اپنے آپ کو دنیا کا معلم سمجھتے ہیں ان کے ساتھ باتیں کرنی پڑتی ہیں۔ اس غرض کے لئے جامعہ احمدیہ قائم ہے۔ جامعہ احمدیہ کو بھی اپنی ترقی کیلئے سوچنا چاہیے اور بہتری کیلئے سامان کرنا چاہیے۔ جامعہ احمدیہ سے شاہد کرنے کے بعد پھر ہم ان کو ریفریشر کورسز کرواتے ہیں۔ پھر بعض کو زبانیں سکھاتے ہیں۔ اس کے اوپر بڑا خرچ آتا ہے۔ ہمیں اس وقت جتنی ضرورت ہے اس کے مطابق ہمارے پاس وسائل نہیں۔ ہمارے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں حالانکہ کام بڑھ گیا ہے۔

مبلغین کے علاوہ ہمارے پاس پاکستان میں جو شاہد اور معلم ہیں جو پرانے اصلاح کرنے والے ہیں وہ بھی اسی طرح بڑے پایہ کے ہونے چاہیں۔ یہ سارے اس پایہ کے نہیں جس پایہ کے ان کو ہونا چاہیے۔ اس لئے انہیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اعلیٰ پایہ کے مربیان و معلمین بن جائیں اور وہ بن سکتے ہیں۔ اگر چہ جامعہ احمدیہ کی پڑھائی کے نتیجہ میں تو نہیں بنتے۔ لیکن وہ اپنی دعاؤں کے نتیجہ میں پایہ کے مبلغ ضرور بن سکتے ہیں۔ کیونکہ دعاؤں کے نتیجہ میں اگر چیز حسبِ منشاء بن سکتی ہے تو اس لحاظ سے ہر شخص پایہ کا مبلغ بھی بن سکتا ہے۔ جو شخص خدا تعالیٰ سے پیار کا تعلق پیدا کرے گا اور دعائیں کرے گا تو خدا تعالیٰ خود اسے سکھائے گا اور اس کا معلم بنے گا۔

پس جہاں انتظامیہ کو اس طرف توجہ دینی چاہیے وہاں ہر شاہد کو بھی اپنی ذات کی اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ ورنہ اگر دوسرے عربیک ٹیچرز کی طرح زندگی گزارنی ہے (مَیں شاہدین سے کہہ رہا ہوں) تو پھر آپ نے کیا زندگی گذاری۔ اگر آپ نے سکولوں کے عام عربی معلم اور مدرس کی طرح زندگی گذاری تو پھر آپ نے یہ تو بڑا ظلم کیا۔ اس معلم کو تو علم ہی نہیں کہ وہ خدا کو پیار کس طرح کر سکتا ہے اور کتنا حاصل کر سکتا ہے۔

پس شاہدین کو یہ علم ہوتے ہوئے اور دوسروں کو دیکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کتنا پیار کرنے والا ہے اور یہ کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کر سکتے ہیں پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کے پیار سے محروم رہیں تو میرے نزدیک اس سے زیادہ بدقسمتی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

بہر حال جامعہ احمدیہ پر بھی بڑے پیسے خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ میٹرک پاس طلبا لیتے ہیں اور پھر ان کو آگے پڑھاتے ہیں۔ پھر جس طرح ہر زندہ اور ہرے بھرے درخت کی ٹہنیاں سوکھ جاتی ہیں۔ اسی

طرح شاہدین میں سے بھی کچھ کاٹنے پڑتے ہیں ہر سال کچھ چھانٹی کرنی پڑتی ہے۔ نتیجہ بہت تھوڑا نکلتا ہے خرچ بڑا ہوتا ہے۔ ہمارے وسائل محدود تھے اور جو مبلغین ہم تیار کر رہے تھے ان پر فی کس خرچ بہت زیادہ تھا لیکن یہ کام اپنی ضرورت کے لحاظ سے بڑا اہم ہے اس لئے اسے جاری رکھنا ضروری تھا۔

پس ایک طرف یہ چیز تھی اور دوسری طرف وسعت پیدا کرنی تھی۔ اب مَیں سوچتا ہوں کہ جس طرح میرے دماغ میں آیا ہے حضرت مصلح موعودؓ کے دماغ میں بھی یہی بات آئی تھی کہ وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے کام میں وسعت پیدا کریں اور وسعت پیدا کریں ان لوگوں کے ذریعہ جو تھوڑا گزارہ لیں اور وقف کی روح کے ساتھ آئیں۔ چنانچہ آپ نے ایک خطبہ میں ہزاروں کی سکیم بنادی۔ آپ نے اپنی خواہش کا اظہار کر دیا اب وہ بیس سال کے بعد پوری ہوتی ہے یا پچاس سال کے بعد پوری ہوتی ہے یہ ایک علیحدہ بات ہے۔ لیکن آپ نے اپنی ایک خواہش کا اظہار کر دیا 72 لاکھ روپے آمد ہو سکتی ہے اور اس کے مطابق ساٹھ روپے ماہوار پر کئی ہزار آدمی رکھے جا سکتے ہیں۔ ویسے اب تو حالات بدل گئے ہیں میرے خیال میں اب ساٹھ روپے کی بجائے نوے روپے دیئے جا رہے ہیں۔ بایں ہمہ آدمی کم آ رہے ہیں۔

انسان سوچتا ہے، فکر و تدبر کرنے والا انسان بالعموم ایک منصوبہ بناتا ہے کہ اگر وہ اسطرح کام کرے تو اپنے وسائل سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ مگر وقف جدید کے کام کے لحاظ سے جماعت کو اس طرف توجہ نہیں۔ کچھ تو توجہ ہے مَیں یہ نہیں کہتا کہ بالکل توجہ نہیں ہے لیکن مَیں یہ ضرور کہوں گا کہ جتنی اس حصے کی طرف توجہ کرنی چاہیے تھی اس کا دسواں حصہ توجہ ہے نوے فی صد توجہ نہیں ہے۔

معلمین اصلاح وارشاد جماعتی تنظیم کے ماتحت کام کر رہے ہیں۔ ان سے زیادہ پڑھے لکھے شاہدین بھی کام کر رہے ہیں۔ مگر پچاس ساٹھ شاہدین کے علاوہ صرف ساٹھ ستر نیم پڑھے معلمین وقف جدید رکھنے سے کیا فائدہ ہے کیونکہ جو اصل غرض تھی وہ تو ان کے ذریعہ پوری نہیں ہوئی۔ اصل تخیل تو یہ تھا کہ کام میں یک دم وسعت پیدا کرو۔ اب جو معلم بنتے ہیں وہ آٹھویں جماعت تک پڑھے ہوتے ہیں۔ انہیں ایک سال کا یہاں کورس کراتے ہیں ان کی حالت تو پتلی سی شاخ کے مانند ہے جس طرح آم کی ٹہنی جب نکلتی ہے تو بڑی کمزور ہوتی ہے تاہم یہ بیج لگانا ہمارا مقصد ہے تنا تو بعد میں بنے گا پھل تو بعد میں آئیں گے لیکن آپ نے تو وہ بیج بھی نہیں لگایا 70-80 کے اوپر آ کر ٹھہر گئے۔ ستر اسی معلمین وقف جدید کی تعداد اس وسیع منصوبے کے لحاظ سے جو حضرت مصلح موعودؓ نے بتایا تھا ایک ضلع کیلئے بھی کافی نہیں ہے ایک تحصیل کیلئے شاید کافی ہو۔ وہ بھی شاید ہی ایسا ہو۔ تاہم سمجھتے ہیں کہ ایک تحصیل کیلئے کافی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو موجودہ کوشش اور جدوجہد اور منصوبہ ہے اس میں اگر ہم مغربی پاکستان ہی کو لے لیں کیونکہ اس وقت مشرقی

پاکستان میں ہم نہیں جا سکتے۔ہم نے مسلم بنگال کو نہ ذہنی لحاظ سے چھوڑا ہے اور نہ عملی لحاظ سے لیکن موجودہ حالات ایسے رونما ہوئے ہیں کہ ہم وہاں جا نہیں سکتے اس لئے اگر ہم وقتی طور پر مغربی پاکستان ہی کو لے لیں تب بھی اس سے 152 گنا زیادہ ہماری کوشش ہونی چاہیئے تھی۔کیونکہ پاکستان کے اس مغربی حصے کی کم وبیش 152 تحصیلیں ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اپنے کام کا ایک فی صد بھی نہیں کیا۔بلکہ ہم نے اپنا کام 6 فی صد کیا ہے یہ تو کوئی کام نہ ہوا۔

جماعت کو اس وقت مَیں دو باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اس اعلان کے بعد کہ یکم جنوری سے وقف جدید کا نیا سال شروع ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق دے اور ہمارے عمل میں برکت ڈالے۔

جیسا کہ مَیں نے ابھی کہا ہے اس اعلان کے بعد مَیں جماعت کو دو باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ایک یہ کہ وقف جدید کیلئے جماعت زیادہ آدمی دے اور اسے جماعت محض وعظ تصور نہ کرے۔بلکہ وہ ایک سکیم بنائے کہ ہر سال موجودہ معلمین کا دس یا بیس فیصد دے گی۔مثلاً اگر فرض کرو اس وقت اسی معلمین وقف جدید ہوں تو جماعت ہر سال آٹھ مزید دیگی۔یہ مَیں نہیں کہہ رہا کہ جماعت دس فی صد دے۔یہ تو جو منصوبہ بندی کمیٹی ہے وہ سوچے گی لیکن مَیں مثال دے رہا ہوں۔شاید اس سے کوئی غلط فہمی پیدا ہو جائے۔چلیں بیس فی صد کر دیتے ہیں۔چنانچہ اس لحاظ سے موجودہ اسی معلمین کی تعداد پر بیس فیصد کے حساب سے سولہ مزید دینے پڑیں گے پھر اگلے سال 96 کا بیس فیصد ہوگا۔اور پھر اس سے اگلے سال 110 کا بیس فیصد ہوگا اور پھر اسی طرح تعداد بڑھتی چلی جائیگی۔تب آپ کام کر سکتے ہیں۔لیکن اگر آپ کھڑے رہیں تو پھر کام نہیں کر سکتے۔اس نسبت سے آپ آگے بڑھیں تب بھی کم ہے لیکن اگر آپ بیس کی بجائے تیس یا چالیس فی صد کر دیں تو پھر ٹھیک ہے۔اگر آپ دگنا کرتے جائیں تو پھر یہ تو بہت ہی اچھا ہے۔اس طرح تو پھر ہم دس سال میں اپنا مقصد حاصل کر لیں گے یعنی 80 سے 160 اور اس سے اگلے سال 320 اور پھر اگلے سال 640 اور پھر اس سے اگلے سال 1280 علیٰ ہذا القیاس اس طرح ہم بڑی جلدی آگے نکل جائیں گے۔یہ تو (یعنی وہ پہلی بات) ہے جو مَیں جماعت سے کہنا چاہتا ہوں۔

(ب) یہ ہے کہ آپ جو آدمی دیں ان میں کچھ تو صلاحیت ہونی چاہیے۔اس وقت معلمین کا ایک حصہ ایسا ہے، سب کے متعلق مَیں تو یہ نہیں کہہ سکتا لیکن ایک حصہ ضرور ایسا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ ہماری کہیں اور جگہ کھپت نہیں ہو سکتی اسلئے یہاں آجاؤ۔

اگر اس طرح کے آدمی آجائیں تو ہمارا کام کیسے ہوگا ہم نے ان سے کام تو یہ لینا ہے کہ جب کسی کو

کہیں سے بھی کامیابی نصیب نہ ہوتو وہ ان سے حاصل کرے لیکن وہ آدمی جواس ذہنیت سے آیا ہے اس کی کہیں کھپت نہیں ہوسکتی اسلئے وہ یہاں آجائے اس نے کام کیا کرنا ہے۔وہ آدمی جوساری دنیا کی ناکامیاں دیکھ کرآتا ہے وہ دنیا کی ہدایت کا سامان کیسے پیدا کرسکتا ہے۔یہ ایک سرے پر ہے اور جس کی اس نے ہدایت کرنی ہے وہ دوسرے سرے پر ہے یا مجھے یوں کہنا چاہیے یہ بائیں سرے پر ہے اور دوسرے آدمی کی ضرورت دائیں سرے پر ہے یعنی دو چیزوں میں جو زیادہ سے زیادہ بُعد ہوسکتا ہے وہ ان میں پایا جاتا ہے۔

پس جماعت سے مَیں یہ کہتا ہوں کہ جو آدمی وقف جدید کیلئے دیں وہ قابل اور اہل ہونا چاہیے اور پھر جب آدمی دیں تو ان کو خرچ بھی دیں جتنے زیادہ آدمی دیں گے ان پر اتنا زیادہ خرچ بھی آئے گا اس کے مطابق آپ کو چندہ دینا چاہیے۔

اب پچھلے سال وقف جدید کا دولاکھ چالیس ہزار روپے کا بجٹ تھا اور دسمبر کے آخر تک ایک لاکھ بہتر ہزار روپے آمد ہوئی ہے اور اب نیا سال شروع ہوگیا ہے گذشتہ جو کام آپ نے اپنے تجویز کئے تھے آپ ان کو پورا نہیں کرسکتے۔وقف جدید کے متعلق منصوبہ بنانے والے دماغ میں جو کام تھا وہ تو یہ نہیں تھا وہ تو اس سے کہیں زیادہ کام تھا۔

پس وہ پیارا وجود جس کے ساتھ آپ کو پیار اور عشق کا دعویٰ ہے اس نے آپ کو جو کام دیا تھا اس سے کہیں تھوڑے کام کا آپ نے منصوبہ بنایا اور وہ بھی پورا نہیں کیا یہ تو بڑے شرم کی بات ہے اس لئے جماعت کو اس طرف توجہ دینی چاہیے۔

دوسری طرف مَیں یہ بھی کہتا ہوں جو ہمارا وقف جدید کا دفتر ہے اس کو اپنا حساب درست رکھنا چاہیے۔گذشتہ دو چار دن میں ہی میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ جو رقمیں وصول ہوچکی ہیں ان کا بھی ٹھیک طرح سے حساب نہیں رکھا گیا (پیسوں کا ضیاع تو نہیں ہوا) لیکن اگر ایک شخص تین مہینے کے بعد اپنا چندہ دے دیتا ہے اور اپنا وعدہ پورا کردیتا ہے اور آپ چھ مہینے کے بعد اسے کہیں کہ تم نے کوئی چندہ نہیں دیا تو آپ نے اس کا وقت ضائع کیا۔آپ کو یہ کس نے حق دیا ہے۔پس میں دفتر سے کہتا ہوں کہ آپ مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام کی طرف منسوب ہونے والوں کا وقت ضائع نہ کریں۔یہ سننے کے بعد اور اس بات کو تقریروں میں دہرانے کے بعد کہ آپ کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے۔

اَنْتَ الشَّیْخُ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ لَایُضَاعُ وَقْتُہٗ۔ (تذکرہ ص318)

کہ تیرا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔آپ خود اس مسیح کیطرف منسوب ہونے والوں کا وقت ضائع کررہے ہیں اور ان کو پریشانی میں ڈال رہے ہیں اس لئے اپنے گھر کو درست کریں اور اس کی صفائی

کریں اور اہلیت کو بڑھائیں۔ مرکزی دفتر کو کسی ایک آدمی کیلئے پریشانی کا موجب نہیں ہونا چاہیے۔

وقف جدید والوں نے رسالے اور کچھ کتب اور پمفلٹ وغیرہ شائع کروانے کی بھی ایک سکیم بنائی ہوئی ہے اور غالباً وہ اس سلسلہ میں کچھ کام بھی کرتے ہیں وہ تسلی بخش نہیں ہے۔ دراصل کسی کا کام بھی تسلی بخش نہیں ہے۔ اس وقت مجھے سب سے زیادہ پریشانی اس سلسلہ میں یہ ہے کہ ہم کتب وغیرہ شائع تو کر دیتے ہیں مگر اس کی تقسیم کا کوئی معقول اور مناسب اور حسب ضرورت انتظام نہیں ہے۔

تاہم اس کام کیلئے تو مَیں شاید ایک کمیٹی بناؤں ہماری اس وقت جو مختلف انجمنیں ہیں وہ کمیٹی ان کے متعلق غور کرے گی لیکن اس کی طرف فوری توجہ کرنے کی ضرورت ہے اور فوری سے میری مراد یہ ہے کہ ایک مہینہ کے اندر اندر ہماری آبادی کے ایک فیصد کے ساتھ ہمارا تعلق قائم ہو جائے گا۔ شاید آپ حیران ہوں کہ اتنی معمولی سی سکیم کیوں بنادی۔

دراصل مَیں یہ چاہتا ہوں کہ چھ لاکھ ایسے بھائیوں کے ساتھ ہمارا تعلق پیدا ہو جائے کہ جب اور جو چیز ہم ان تک پہنچانا چاہیں وہ ایک ہفتہ کے اندر اندر ان تک پہنچ جائے۔ آپ یہ سنکر حیران ہونگے کہ ہم اس وقت چھ لاکھ تو کجا چھ ہزار تک بھی اپنی بات ایک ہفتہ کے اندر اندر نہیں پہنچا سکتے اور یہ بڑی خامی ہے اس طرف پہلے کسی نے توجہ نہیں کی۔

ہمارے جو مبلغ ہیں ان کا یہ حال ہے کہ دیر کی بات ہے خلافت سے پہلے میں ایک دفعہ مری گیا۔ حضرت صاحبؓ کے نام خیبر لاج الاٹ ہوئی ہوئی ہے اس کا جھگڑا چل رہا ہے ابھی اس کا فیصلہ نہیں ہوا۔ جو فیصلہ ہوگا ٹھیک ہوگا۔ وہ ہمیں ملے یا نہ ملے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بہر حال وہ اس وقت بھی ہمارے پاس تھی اور وہاں ہمارے مربی صاحب رہ رہے تھے کیونکہ وہ خالی پڑی ہوئی تھی۔ ہم یعنی حضرت صاحب کے بچوں میں سے بہت سارے وہاں جانا چاہتے تھے یا شاید حضرت صاحب خود تشریف لے جانے والے تھے یہ تفصیل مجھے یاد نہیں رہی۔ چنانچہ اس کو خالی کروانے کے لئے جب مَیں وہاں گیا تو مَیں نے دیکھا کہ ایک کمرہ قریباً چھت تک بھرا ہوا تھا ان کتب اور رسائل سے جو پہلے چار پانچ سال سے اصلاح وارشاد والے اس مبلغ کو تقسیم کرنے کیلئے بھجواتے رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میرے ہوش گم ہو گئے کہ اتنا ظلم! ہماری ایک غریب جماعت ہے پھر اس پر ظلم یہ کہ ہم سے سستیاں، غفلتیں اور گناہ ہو جاتے ہیں۔ جتنا ہم شائع کرنا چاہتے تھے وہ بھی نہیں شائع ہوا اور جو شائع ہوا ہے اس کا یہ حشر کہ کئی سالوں کا اکٹھا کیا ہوا لٹریچر جس کو اٹھانا مشکل ہو گیا۔ پس ہمیں اس طرف فوری توجہ کرنی چاہیے۔

اب مثلاً ہم ایک رسالہ شائع کرنا چاہتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت اور عشق حضرت

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۔ چنانچہ قاضی محمد نذیر صاحب یا عبدالمالک خان صاحب میرے پاس بڑے فخر سے یہ رپورٹ کر دیں گے کہ انہوں نے پانچ ہزار کی تعداد میں شائع کر دیا ہے۔ اول تو یہ ہے کہ 12 کروڑ آبادی کے ملک میں پانچ ہزار کی تعداد میں شائع کر دینا تو ویسے ہی بڑے شرم کی بات ہے اور دوم اس سے بھی بڑے شرم کی بات یہ ہے کہ پانچ ہزار جو شائع کیا اس میں سے پانچ صد تقسیم ہوا اور باقی چار ہزار پانچ صد اصلاح وارشاد کے گودام میں یا مبلغین کے چولہوں کے پاس پڑا ہوا ہے۔ ہمارا اس طرح تو کام نہیں چلے گا۔ یہ تو کوئی کام نہیں کہ 12 کروڑ کی آبادی کے ملک میں پانچ ہزار کی تعداد میں شائع ہونے والی کتاب صرف پانچ صد کی تعداد میں تقسیم ہو۔ کیا ہم اپنی عزت کے لئے زندہ ہیں؟ کیا ہم اسلئے زندہ ہیں کہ ساری دنیا کی دولتیں ہمارے قدموں میں آکر جمع ہو جائیں۔ اگر یہ نہیں اور یقیناً نہیں کیونکہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہماری پائی پائی دنیا کے قدموں میں جا کر پڑ جائے اور لوگوں کے فائدے کا موجب بنے تو پھر دنیا کی بھلائی کیلئے تم سے جو کچھ ہوسکتا ہے وہ تم کرو ورنہ تم اپنے رب کو کیا منہ دکھاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کے نباہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل 6 رفروری 1972ء)





خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 29 / دسمبر 1972ء بیت اقصیٰ ربوہ

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے سورہ فاتحہ کی حسب ذیل آیات دوبارہ پڑھیں:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ،اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

پھر فرمایا:

اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کی تعریف اور حمد کا مستحق ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنی اس جماعت کو یہ توفیق عطا کی کہ وہ اپنی بساط کے مطابق اس کی خدمت میں سال کے دن رات گذار کے جلسہ سالانہ میں شمولیت بالواسطہ یا بلا واسطہ کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی تفسیر میں یہ مضمون بیان کیا ہے اور بڑا حسین نکتہ نکالا ہے کہ خدا کے کسی بندے کو اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہنے کا حق تبھی حاصل ہوتا ہے جب اِیَّاکَ نَعْبُدُ کہنے کی اہلیت وہ اپنے اندر پیدا کرلے۔اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے معنی ہیں کہ اے ہمارے رب تُو نے ہمیں اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا اور تُو نے ہمیں روحانی قوتیں عطا کرنے کے بعد ایسی تمام مادی اشیاء بھی عطا کیں جن کی ضرورت ان قوتوں کی نشوونما کیلئے تھی اور ہم نے تیری توفیق سے تیری عطا کردہ قوتوں کو انتہائی طور پر استعمال کر کے تیرے حضور اپنی پیشکش کی۔ جب تک ان قوتوں سے انسان فائدہ نہ اٹھائے جو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں، اس وقت تک وہ حقیقی معنی میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ نہیں کہہ سکتا۔ جب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ سب قوتوں سے انتہائی فائدہ حاصل کرلے تب وہ کہہ سکتا ہے کہ تُو نے اپنا بندہ اور عبد بننے کیلئے جو طاقتیں ہمیں دی تھیں ہم نے ان کا صحیح اور انتہائی استعمال کرلیا اور چونکہ تُو نے ہمارے اندر آگے ہی آگے بڑھنے کا جذبہ اور جوش پیدا کیا ہے۔اسلئے اس مقام پر ہمارے دل تسلی نہیں پکڑتے اور ہم نہیں چاہتے کہ ہم یہیں کھڑے رہیں۔اسلئے جو قوتیں تُو نے ہمیں عطا کیں انکے مطابق ہم نے اپنی طرف سے اپنی بساط کے مطابق کوشش کی ،اب آگے بڑھنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ہماری قوت میں اضافہ ہو،اس واسطے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۔ہم تیری مدد مانگتے ہیں تجھ سے استعانت چاہتے ہیں کہ تُو ہمیں مزید طاقت دے تا کہ تیری راہ میں ہم آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں۔

کئی فقیر آپ کو نظر آئیں گے یا بعض ہنگامی حالات میں ان کی یہ حالت آپ کے سامنے آئیگی کہ

دس دس ہزار بیس بیس ہزار پچاس پچاس ہزار روپیہ ان کے پاس جمع بھی ہے اور گلیوں اور بازاروں میں اپنے دوسرے بھائیوں کے سامنے مانگنے والا ہاتھ انہوں نے آگے بھی کیا ہوا ہے۔اس طرح کئی لوگ ایسے ہیں کہ جو انکے پاس ہے اسے خرچ نہیں کرتے اور خدا کو کہتے ہیں کہ اَور دے۔فقیر جس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے اسے تو معلوم نہیں کہ اسکے گھر میں رات کی روٹی ہے یا نہیں۔نہ اسے یہ علم ہے کہ اسی تجوری یا تھیلی میں پانچ دس بیس پچاس لاکھ روپیہ ہے۔جب نوٹ کینسل ہوئے اور کہا گیا کہ پرانے نوٹ لاؤ تو بعض ایسے فقیروں کا ذکر بھی اخباروں میں آیا (واللہ اعلم کہاں تک یہ درست ہے) جن کے پاس لاکھوں روپیہ تھا اور پھر بھی وہ بھیک مانگ رہے تھے اور دینے والا انکو دے رہا تھا اور اسکے بھائی کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوتا تھا کہ بے چارا! اسکے پاس کھانے کو کچھ نہیں۔پیسہ اس کے پاس نہیں کہیں رات کو بھوکا نہ سو جائے اس کو دے دو۔لیکن جو ہاتھ خدا تعالیٰ کے سامنے پھیلایا جاتا ہے وہ ایک ایسی ہستی کے سامنے پھیلایا جاتا ہے جس سے کوئی چیز غائب نہیں۔خدا تعالیٰ کہتا ہے مَیں نے تجھے دیا اور تُو نے میری راہ میں خرچ نہیں کیا۔اب میرے سامنے ہاتھ کیوں پھیلا رہا ہے۔آگے اِیَّاکَ نَعْبُدُ کا مقام جو آج کے دن کا مقام ہے اسے حاصل کر۔جو کچھ مَیں نے تجھے دیا قوت اور طاقت اور استعداد کے لحاظ سے، جو کچھ مَیں نے تجھے دیا عقل اور فراست کے لحاظ سے، جو کچھ مَیں نے تجھے دیا قرآن عظیم جیسی ہدایت اور نبی اکرم ﷺ کے اُسوہ کے لحاظ سے۔یہ جو تجھے چیزیں ملیں پہلے ان سے انتہائی فائدہ اٹھا۔پھر میرے پاس آ۔میرے خزانے خالی نہیں ہیں لیکن تیری ساری قوتیں میری راہ میں خرچ ہونے کے بعد میرے سامنے تیرا دستِ سوال پھیلنا چاہیے۔پھر انسان خرچ کرنے کے بعد یعنی ''جو کچھ ہے'' پُورے کا پُورا خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر دینے کے بعد خدا سے کہتا ہے کہ جہاں تُو نے مجھے اتنا کچھ دیا اور مجھے یہ توفیق بھی دی کہ مَیں تیری راہ میں سارا کچھ خرچ کر دوں وہاں تُو نے مجھے یہ جذبہ اور جوش بھی دیا ہے کہ مَیں کسی مقام سے تسلی نہ پکڑوں کیونکہ تیرے قرب کے مقامات کی کوئی انتہا نہیں آگے بڑھنے کیلئے میرے رب مجھے اور دے۔

پھر جب اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے بعد مخلصانہ دعا اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی ہوتی ہے تب خدا تعالیٰ اسے اور قوت دیتا ہے اور تب خدا تعالیٰ اسے جو قوت دیتا ہے اسے لیکر وہ اور آگے بڑھتا ہے پھر ایک اعلیٰ مقام پر کھڑا ہوتا ہے پھر کہتا ہے۔اے خدا تُو نے مجھے جو طاقتیں دیں وہ تیری راہ میں خرچ ہو گئیں اب مجھے اور دے کیونکہ جو طاقتیں ملیں ان کے خرچ کرنے پر تو ایک جیسا ثواب ملتا رہے گا۔اگر مجھے مزید ثواب ملتا ہے اور ترقی کی مزید راہیں کھلتی ہیں تو ضروری ہے کہ تُو مجھے اور طاقتیں دے پھر اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہتا ہے کہ اے خدا میری مدد کو آ۔میں یہاں کھڑا ہو گیا ہوں جو کچھ تُو نے دیا تھا وہ اب استعمال کر چکا۔یہ سلسلہ چند گھنٹوں کا

بھی ہے چند گھنٹے انسان خدا کی راہ میں کام کرتا ہے۔ پھر ہر نماز میں کہتا ہے۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ یعنی جو کچھ تو نے مجھے دیا ہے میں نے وہ تیری راہ میں خرچ کر دیا۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس دو گھنٹے کے وقفہ میں مثلاً جو آج کل ظہر اور عصر کے درمیان ہوتا ہے اس میں خدا نے کچھ نہیں دیا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے بندے تو ہر وقت خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے اور اس سے مزید حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔ عصر کے وقت حقیقتاً (مبالغہ کے طور پر نہیں) بندے کا اِیَّاکَ نَعْبُدُ کا مقام ظہر کے مقابلہ میں آگے ہوتا ہے اور پھر کہتا ہے اے خدا مغرب کے وقت تک مجھے اور آگے لے جا۔ یہ حرکتِ روحانی جو لازمی قرار دی گئی ہے (یعنی نمازوں کی ادائیگی حرکت روحانی ہے) اس میں دو گھنٹے کا وقفہ ہے اور ہر نماز میں سورۃ فاتحہ کو پڑھنا ضروری قرار دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نماز میں ہمیں کہا گیا ہے کہ خدا سے یہ دعا کرو کہ جو تُو نے ہمیں اس عرصے میں بھی دیا اسے بھی ہم نے تیری راہ میں خرچ کر دیا تیرا ہی عطا کردہ ابدی ترقیات کا جو جذبہ ہے اس کی وجہ سے ہم ایک جگہ کھڑے نہیں رہ سکتے۔ پھر مغرب کی نماز میں پھر عشا کی نماز میں (نوافل مَیں چھوڑ رہا ہوں) پھر صبح کی نماز میں نوافل کی توفیق ملتی ہے۔ نوافل کی توفیق مغرب اور صبح کے درمیان اس لئے ملتی ہے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ عشا کے وقت کہنے کے بعد اس نے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی بھی دعا کی تھی۔ تو یہ چھوٹے سے چھوٹا جو وقفہ ہمارے سامنے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے تسلسل کو قائم رکھنے اور جاری رکھنے کا...... آتا ہے۔ نمازوں کے درمیان ہے۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا یہ چھوٹے سے چھوٹا وقفہ ہے پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ خدا نے تمہارے لیے عید بنا دیا ہے، ایک دوسری اکائی ہے یعنی جمعہ سے جمعہ تک ہر روز لازمی طور پر پانچ دفعہ توفیق دیتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہر ہفتہ 35 دفعہ لازمی طور پر اس نے اِیَّاکَ نَعْبُدُ بھی کہا اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ بھی کہا۔ پھر جمعہ آتا ہے اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر اِیَّاکَ نَعْبُدُ کہتے ہیں اور خدا سے کہتے ہیں۔ اے خدا پچھلے جمعہ ہم نے کہا اِیَّاکَ نَعْبُدُ اور ہم نے کہا اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ تُو نے ہماری دعا کو قبول فرمایا (جمعہ کی نماز ایسی ہے کہ جس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے جو قبولیت دعا کی گھڑی ہے) مَیں اس گھڑی کو لیتا ہوں۔ مَیں جماعت کی اجتماعی زندگی کے متعلق بات کر رہا ہوں۔ کوئی ہم میں سے کمزور ہے، کوئی بزرگ ہے اجتماعی زندگی کے لحاظ سے میں یہ لے رہا ہوں کہ جمعہ کو وہ دعا کی گھڑی آئی تو بعض احمدیوں نے اس سے فائدہ اٹھایا (جو نہیں اٹھا سکے انہیں اللہ تعالیٰ فائدہ اٹھانے کی توفیق دے) اور اس گھڑی میں خدا تعالیٰ کے مومن بندے نے کہا اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ یعنی جو قوتیں اور طاقتیں تُو نے دیں ان کے مطابق مَیں نے تیری عبادت کی اور پرستش کی اور مَیں نے آگے بڑھنا ہے اس

واسطے مجھے اور قوتیں عطا کر میری قوتوں میں اَور مضبوطی اور استحکام پیدا کر۔ اور خدا نے اس گھڑی میں وہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی دعا قبول کی اور اس کا ایک قدم اگلے جمعہ کو اور آگے بڑھ گیا۔ پھر اگلا جمعہ آیا پھر اگلا جمعہ، پھر اگلا جمعہ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے انسان کا انجام بخیر ہو جائے۔ یہ ایک دوسری اکائی ہے جمعہ سے جمعہ آٹھ دن اور معنی میں ثواب کی اکائی ہے۔ ہمارے لئے سارے معانی برکت کے معانی ہیں۔ پھر اس کے بعد سال آ جاتا ہے کیونکہ جو اگلی عید ہے وہ ایک سال کے بعد آتی ہے بعض عبادتوں کے لحاظ سے ایک وقت میں عید آ جاتی ہے اور بعض دوسری عبادتوں کے لحاظ سے دوسرے وقت میں اور ہمارے لئے جلسہ سالانہ ہے۔ جو سال کے بعد آتا ہے آج کے جلسہ پر ہم نے کہا اِیَّاکَ نَعْبُدُ لیکن ساتھ ہی ہم نے کہا اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ آئندہ جلسہ پر اے خدا ہم تیری رحمتوں کے زیادہ وارث بننے والے ہوں بوجہ اس دعا کے جو تو نے ہمیں سکھلائی اور جو تُو نے ہمارے منہ سے بار بار کہلوائی۔ ہم تجھ سے زیادہ طاقتیں حاصل کرنے کے بعد تیرے حضور زیادہ حسین قربانیاں پیش کرنے والے ہوں۔ جلسہ آیا اور جیسا کہ آپ میں سے ہر ایک کی آنکھ نے دیکھا اور دل نے محسوس کیا بڑی برکتوں سے معمور ہو کر آیا وہ گذر گیا۔ لیکن یہ تو ہماری ایک منزل ہے یہ ہمارے سفر کی انتہا تو نہیں ہے۔ پھر اگلا جلسہ آئے گا لیکن مَیں اس وقت اگلے جلسے کی بات کرتا ہوں۔ آج ہم اجتماعی طور پر جماعت کی طرف سے یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب اِیَّاکَ نَعْبُدُ ہم نے اپنی استعداد کے مطابق اپنی قوتوں اور طاقتوں کو تیرے حضور پیش کیا اور تجھ سے وہ رحمتیں اور برکتیں حاصل کیں جن کا شمار کوئی نہیں اور جن کے متعلق جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے ہر مومن کا دل اور ہر مومن کی آنکھ گواہی دے رہی ہے مگر اے خدا یہاں بس نہیں کیونکہ ہم تیرے زیادہ قریب ہونا چاہتے ہیں۔ ہم تیری زیادہ برکتوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہماری آج یہ دعا ہے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ اُور پھر اگلے جلسہ تک کیلئے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ہماری دعا ہے ہمیں اور دے تا کہ ہم اور زیادہ تیرے حضور پیش کر سکیں اور تیری نگاہ میں پہلے سے زیادہ برکتوں کے حصول کے حقدار بھی قرار دیئے جائیں اور انہیں حاصل بھی کریں۔

جلسے کے ساتھ ہی ہمارا وقف جدید کا سال بھی ختم ہو گیا ہے اور نیا سال یکم جنوری سے شروع ہوتا ہے۔ یہ بھی ہم یاد رکھتے ہیں۔ ہمیں بھولنا نہیں چاہیے کہ ہر سال ہمارا قدم آگے ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے اور ہر سال ہمارا قدم آگے اسلئے ہے کہ ہم اِیَّاکَ نَعْبُدُ بھی کہتے ہیں اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ بھی کہتے ہیں یعنی اپنی توفیق کے مطابق کچھ پیش بھی کرتے ہیں اور خدا کے فضل سے نئی قوتیں بھی حاصل کرتے ہیں۔ اب جلسہ کی آخری تعداد جو یہاں جلسہ گاہ کے اندر گنی گئی وہ قریباً 72 ہزار ہے یعنی 72 ہزار احمدی خدا کے فضل سے جلسہ گاہ کے اندر بیٹھے تھے اور اندازہ یہ ہے کہ جلسہ گاہ جب بھر چکی تھی تو پانچ چھ ہزار جلسہ گاہ کے باہر اردگرد پھر

رہے تھے۔ کچھ ہمارے کارکن جو اپنی اپنی جگہوں پر کام کر رہے تھے وہاں لاؤڈ سپیکر کی آواز چونکہ چلی گئی اسلئے وہ بھی جلسہ میں شامل ہوئے ویسے بھی وہ شامل ہیں کیونکہ وہ خدمت کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور جو ہماری مستورات اور بہنیں اس جلسہ میں شامل ہوئیں انکا تو شمار نہیں ہوسکا اور نہ ہوسکتا تھا کیونکہ اتنی تھیں کہ گنتی کیلئے جو ماحول پیدا ہونا چاہیے وہ نہیں ہوسکا۔ ہمارا اندازہ ہے کہ چالیس ہزار کے قریب ہوں گی کیونکہ ہر عارضی حد جو جلسہ گاہ بناتی ہے اس کو پھلانگ کر سینکڑوں گز دور تک پہنچی ہوئی تھیں اور پہاڑیوں کے اوپر چڑھی ہوئی تھیں اور اردگرد کے کھیتوں کے اندر پھر رہی تھیں اور ''اُلامہ'' آ گیا کہ اپنی مستورات کو سنبھال لو ہماری کھیتیوں میں پھر رہی ہیں اور ہماری کھیتیاں خراب کر رہی ہیں لیکن ہمارے ہمسایہ شریف کسانوں سے شریفانہ تعلقات ہیں۔ انہوں نے ان سے تو کچھ نہیں کہا لیکن ہمارے تک یہ پیغام پہنچا دیا تو اندازہ ہے کہ چالیس ہزار خواتین اور اسّی ہزار مرد یقینی طور پر جلسہ میں شامل ہوئے۔ اس سے زائد ہونگے کم نہیں۔ یعنی ایک لاکھ بیس ہزار کا مجمع جلسہ گاہ میں تھا۔ یہ پہلے جلسہ کی نسبت بہت زیادہ ہے اور ہمارے دل خدا تعالیٰ کی حمد سے معمور ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا کہ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ کے مقابل اِیَّاکَ نَعْبُدُ کو رکھا گیا ہے۔ اسی واسطے مَیں نے اس طرح اس حصہ سورۃ کو پڑھا کہ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ۔ جو کچھ ہمیں اس کے عبد بننے میں ملا۔ اس پر ہمارے دل اس کی حمد سے معمور ہیں اور ہم اس کے ممنون ہیں اور ہماری زبانیں اس کی حمد کرتے ہوئے تھکتی نہیں ہمارے گلے خشک ہوجاتے ہیں لیکن ہمارے دل کی دھڑکنوں اور روح کی امواج خدا تعالیٰ کی حمد کر رہی ہوتی ہیں اس اتنے بڑے اجتماع کی برکتیں ہمارے دوسرے کاموں پر بھی اثر انداز ہونگی اور ان کا ایک عکس پڑے گا، روشنی پڑے گی۔

پس مَیں امید رکھتا ہوں کہ ہماری جماعت وقف جدید کے کام میں بھی جس کی ابتدا یکم جنوری اور جس کی انتہا 31 ؍دسمبر کو ہوتی ہے سال رواں کے مقابلہ میں آئندہ سال بہت زیادہ حصہ لے گی۔ اپنی بساط کے مطابق بہت زیادہ کہنے کے بعد مَیں رُک گیا تھا کہ جماعت تو پہلے ہی ہر کام میں بہت زیادہ حصہ لے رہی ہے اس واسطے میرا دماغ کھڑا ہوگیا کہ کہیں ضرورت سے زیادہ تو مطالبہ نہیں کر رہا بہرحال خدا تعالیٰ نے زیادہ دیا ہے۔ آپ کو پتہ بھی نہیں لگے گا اور نتیجہ زیادہ نکل آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور نتیجہ اس لئے زیادہ نکلے گا کہ خدا تعالیٰ نے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی ہماری آج کی دعا کو قبول کیا اس جلسہ میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ جس نئے نئے رنگ میں کہنے کے ہم قابل ہوئے ہیں ہم اپنی طرف سے اپنے زور سے تو اس قابل نہیں ہوئے پچھلے جلسہ کے مقابلہ میں جو زیادتی ہے وہ ہماری کسی خوبی کا نتیجہ نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا نتیجہ ہے۔

ہم نے پچھلے جلسہ پر (دو سال قبل) کہا تھا۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اے خدا اس مقام پر ہمیں کھڑے نہ رہنے دینا ہم تیرے عاجز بندے ہیں۔ اپنی طرف سے کچھ اور دے تا کہ ہمارا قدم اگلے جلسہ کے موقع پر آگے ہی آگے بڑھا ہوا ہر ایک کو نظر آئے یعنی آپ کو بھی نظر آئے اور جو آپ کے کام کے لحاظ سے دوست اور ساتھی ہیں جو جلسہ پر آئے ہوئے تھے اور جو ابھی جماعت میں شامل نہیں ہوئے ان کو بھی نظر آئے کہ جماعت کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

جیسا کہ مَیں نے جلسہ میں بھی بتایا تھا کہ تحریک جدید اس سال نامساعد حالات کے باوجود آگے نکلی۔ اگلے سال انشاء اللہ پھر آگے نکلے گی۔ پس یہی وقف جدید کا حال ہے۔ یہ ایک طریق ہے کہ نئے سال کا اعلان باضابطہ بھی کر دیا جاتا ہے۔ پس مَیں نے اعلان کر دیا میں آپ کو یہ نہیں کہتا کہ آپ بیس ہزار اس سال کی نسبت زیادہ دیں۔ مَیں نے یہ اعلان کیا ہے کہ آپ کی دعا اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ والی پہلے موقعوں پر جو قبول ہوئی آج بھی آپ کی دعا اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ خدا تعالیٰ کے فضل سے قبول ہوگی اور اللہ تعالیٰ آپ کی طاقتوں اور استعدادوں اور قوتوں میں اضافہ کرے گا اور اس اضافے کا لازمی نتیجہ ہے کہ وہ آپ کی ساری زندگی سے بڑھ کر ہوگی۔ اب نصرت جہاں ریزروفنڈ میں جو ہم نے کام کئے ہر وقت جائزہ تو نہیں لیتے۔ کام کر رہے تھے۔ دعائیں کر رہے تھے۔ جب نوٹ لئے تو پتہ چلا کہ خدا تعالیٰ کے فضل نے اتنی برکتیں نازل کر دیں۔ پس گننا ہمارا کام نہیں یہ بھی یاد رکھیں (اپنی اپنی طبیعت ہے مَیں اس سے منع نہیں کرتا نہ روکتا ہوں) لیکن میری اپنی طبیعت یہ ہے کہ تسبیح کے دانوں سے گھبراہٹ ہوتی ہے اور خیال آتا ہے کہ کیا مَیں گن کے دوں گا اور خدا سے یہ کہوں گا کہ تو مجھے محدود اور گن کے دے؟

پس ہماری کوشش محدود ہے لیکن ہم اپنی یاد میں اسکو غیر محدود بنا دیتے ہیں۔ اگر تسبیح کے دانوں کو گنیں گے تو وہ محدود ہوں گے اور آپ کے حافظہ میں بھی وہ محدود تعداد ہوگی۔ آپ نے کہا سو دفعہ ہم نے پڑھا لیکن ایک شخص کہتا ہے مَیں گن کر نہیں دوں گا مَیں تو اپنے عاجزانہ مقام سے بغیر گنے کے تجھے دوں گا اور میرا حافظہ کہے گا کہ وہ غیر محدود اور غیر معین ہے۔ مثلاً مَیں ستر دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم کہوں یا سات سو دفعہ کہوں یا سات ہزار دفعہ گن کر کہوں مجھے پتہ نہیں ہونا چاہیے۔ یعنی اپنی طبیعت بتا رہا ہوں کیونکہ میری خواہش یہ ہے کہ مَیں خدا سے گنتی کر کے کوئی سودا نہ کروں بلکہ حافظے کے لحاظ سے انسان کی ہر کوشش محدود ہے لیکن اس کا حافظہ بھی محدود ہے مَیں غیر محدود اس کے حضور پیش کر دوں اور اس سے کہوں کہ تو اپنے فضل کے لحاظ سے اور اپنے مقام کی الوہیت کے لحاظ اور ''اَللّٰہ'' کے مقام کے لحاظ سے مجھے غیر محدود دے۔ پس ہم گِنا نہیں کرتے مَیں تو بالکل نہیں گنتا اور بغیر گننے کے جماعت آگے بڑھ

رہی ہے جیسے کہ نوٹ تیار ہوتے ہیں مختلف موقع پر کچھ کہنا ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی کچھ نعمتیں شمار ہو جاتی ہیں اور ایک حد تک ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم اس کے فضلوں کو شمار نہیں کر سکتے بے حد و بے حساب اس کی نعمتیں ہم پر نازل ہو رہی ہیں۔ایک مخلوق ہونے کے لحاظ سے بھی جس میں پتھر بھی شامل ہیں ایک جاندار ہونے کے لحاظ سے جس میں بکرا اور اونٹ بھی شامل ہیں اور ایک انسان ہونے کی حیثیت میں بھی جس پر پہلے رحیمیت کے جلوے اور پھر مالکیت کے جلوے ظاہر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کیا کہ میری نعمتوں کو تم گن نہیں سکتے اور یہ بڑے بڑے حساب دان اور سائنس دان اور سائنس میں بہت آگے نکلے ہوئے اور کمپیوٹر بنانے والے ان کو ہم چیلنج کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو سارے انسانوں پر نہیں کسی ایک انسان پر جو ہوئی ہے ان کو گن کے دکھاؤ گن ہی نہیں سکتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مسئلہ کو اس طرح نہیں پیش کیا آپ نے کہا ساری دنیا قیامت تک رائی کے ایک دانہ کی صفات معلوم کرتی رہے اس کی صفات ختم نہیں ہونگی یعنی رائی کے ایک دانے کی ،سونف کے ایک دانے ،گندم کے ایک دانے ، چاول کے ایک دانے کے اندر خدا تعالیٰ کے جلووں نے جو صفات پیش کی ہیں وہ شمار میں نہیں آسکتیں۔ایک وقت میں سائنس دان کہتا ہے جو کچھ تھا ہم نے پا لیا۔اگلی نسل میں ایک اور سائنس دان پیدا ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے اس نے غلط کہا تھا اس مخلوق کی اور بہت سی صفات ہم نے دریافت کی ہیں۔یہ دونوں طرح ہے ایک تو زمانہ ماضی کے جلووں کی تاثیریں دوسرے یہ کہ تازہ بہ تازہ نو بہ نو جلوے اللہ تعالیٰ کی صفات کے ہر چیز پر ظاہر ہو رہے ہیں اور ان کی صفات بڑھ رہی ہیں۔بہر حال خدا کا بڑا فضل ہے اور ان کی وجہ سے اِیَّاکَ نَعْبُدُ (یعنی یہ حصہ) کہ تُو نے ہمیں دیا ہے جو ہم نے تیرے حضور پیش کر دیا اپنی بساط کے مطابق اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔’’گھر سے تو کچھ نہ لائے‘‘ جو ہم نے دیا وہ بھی ہمارا نہیں ہے وہ بھی تیرا ہے اور وہ ہے بے شمار۔ہم محدود ہونے کے لحاظ سے اور کمزور ہونے کے لحاظ سے اسے کچھ دیتے ہیں لیکن یہ ہمیں احساس ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔حمد کے ہم مستحق نہیں ،حمد کا اے ہمارے رب تُو ہی مستحق ہے اور صرف تو ہی مستحق ہے۔

پس دعائیں کرو اور جو کچھ خدا نے دیا اس پر بس نہ کرو اور تسلی نہ پکڑو بلکہ اپنے رب کریم سے کہو کہ اے ہمارے رب ہمیں اور دے تا کہ تیری نعمتوں کو ہم پہلے سے زیادہ حاصل کر سکیں ہمیں اور دے ہر قدم پر۔نمازوں کے درمیان ہمیں اَور دے۔ہر جمعہ جمعہ کے درمیان ہمیں اَور دے۔سال سال کے بعد ہمیں اور دے یہاں تک کہ ہم اس امتحان کی دنیا سے نکل کر اس دنیا میں داخل ہو جائیں جہاں تیری حمد کے جلوے تو ہمارے دلوں میں موجود ہونگے لیکن وہ دارالامتحان نہیں ہوگا۔امتحان کا تصور یہ ہے کہ پاس ہونے کا

امکان ہے اور فیل ہونے کا بھی امکان ہے لیکن دوسری زندگی میں ترقیات کے امکانات تو ہیں مگر ناکامی کا کوئی امکان نہیں اس لئے ہم اسے دارالابتلاء یا امتحان کی دنیا نہیں کہہ سکتے وہاں بھی ترقیات ہوں گی۔

بہرحال ایک سال گزرا خدا کے فضل سے اور اسکی رحمتوں سے نزول بارش کی طرح اسکی نعمتوں کے نزول کے ہم نے نظارے دیکھے۔ ہمارے دل اس کی حمد سے لبریز ہیں اور ہم نہایت عاجزی کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھکتے اور کہتے ہیں۔اِیَّاکَ نَعۡبُدُ لیکن ہم ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ تو نے ہمارے دل میں جو آگے ہی آگے بڑھنے کی خواہش پیدا کی ہے اس کیلئے تُو نے ہمیں یہ دعا سکھائی اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ہم تجھ سے عاجزانہ دعا کرتے ہیں۔اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ اے ہمارے خدا تُو ہماری دعا کو قبول کر اور کسی منزل کو ہماری اس دنیوی زندگی میں ہماری آخری منزل نہ بنا دے۔ ہماری آخری منزل تو موت کا دن ہے جب اس دنیا سے ہم دوسری دنیا میں داخل ہو جائیں گے۔ جب پردہ نہیں رہے گا کیونکہ تیرے جلوے ظاہر ہو کر، منور ہو کر، روشن ہو کر اور حجابات سے مبّرا ہو کر ہمارے سامنے آئیں گے۔اس وقت تک تُو ہماری طاقتوں میں اضافہ کرتا چلا جا اور اپنے فضلوں میں جو ہم پر تیری طرف سے نازل ہوں اضافہ کرتا چلا جا۔ ہر دن جو ہم پر چڑھے پہلے دن سے زیادہ مبارک ہو۔ ہر جمعہ جو ہماری زندگیوں میں آئے اس میں ہمیں پہلے جمعہ سے زیادہ رحمتوں کے سمیٹنے کی توفیق ملے اور ہر جلسہ جو پہلے جلسہ کے بعد آئے اس میں ہم تیرے فضلوں اور تیری رحمتوں کو زیادہ سے زیادہ دیکھنے والے ہوں۔

اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کی ایک بنیاد بھی قائم ہو رہی ہو کہ مزید طاقتیں ملیں گی۔مزید قربانیوں کی توفیق ملے گی۔اللہ تعالیٰ کے پہلے سے بھی بڑھ کر فضل نازل ہوں گے اور رحمتیں نازل ہوں گی سب کچھ اس کی منشا اور اسی کے حکم سے ہوسکتا ہے۔ہم عاجز بندے عاجزانہ اُسی کے حضور جھکتے اور ہمارے دل کی گہرائیوں سے نکلتا ہے۔اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ، اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ، اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ، خدا تعالیٰ ہماری دعاؤں کو قبول کرے۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا: ایک اعلان بھی کرنا چاہتا ہوں جمعہ کے روز بہت سے دوستوں کی سہولت کے مدّنظر مَیں خطبہ اور نماز کے علاوہ کسی اور کام کیلئے اپنے بھائیوں کو مسجد میں روکے نہیں رکھتا۔سوائے اس کے کہ کوئی بہت ضروری بات ہو اس لئے جمعہ کے دن مَیں نماز کے بعد نکاحوں کا اعلان نہیں کیا کرتا چونکہ آج ایسا جمعہ ہے کہ ضرورت حقّہ کی وجہ سے ہم نے نمازیں جمع کرنی ہیں اسلئے مَیں نے فیصلہ کیا ہے کہ جو نکاحوں کے اعلانات ہونے ہیں (بہت سے فارم نکاح کے اعلان کیلئے دفتر میں آئے ہوئے ہیں) ان نکاحوں کا اعلان مَیں گھڑی کے وقت کے مطابق چار بجے مسجد مبارک میں کروں گا جن

دوستوں کی یہ خواہش تھی کہ اس موقع پر اِن کے بچوں اور عزیزوں کے نکاح کا اعلان کر دیا جائے وہ چار بجے مسجد مبارک میں جمع ہو جائیں انشاء اللہ تعالیٰ اس کی توفیق سے ہم بہت سی شادی کی خوشیاں بھی دیکھ لیں گے۔اب مَیں نمازیں جمع کروں گا اور پھر جو دوسرے کام ہیں ان کیطرف توجہ دینی ہے۔چار بجے انشاء اللہ مسجد مبارک میں نکاحوں کا اعلان ہوگا۔چالیس سے زائد نکاح ہیں۔اسلئے بہت سے دوست اکٹھے ہو جائیں گے۔(ماشاء اللہ) اور بڑی دعائیں بھی ان رشتوں کے لئے مل جائیں گی۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 16 جنوری 1973ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 18؍جنوری 1974ء بیت اقصیٰ ربوہ

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

ہمارے وجود کا ذرّہ ذرّہ اللہ تعالیٰ کی حمد سے معمور ہے۔اس نے اپنے فضل اور اپنی رحمت سے ہمارے جلسہ کو بہت ہی بابرکت بنایا اوراس کی برکتوں سے نہ صرف اہل پاکستان کے لیے بلکہ دنیا میں بسنے والوں کے لئے رحمت کے سامان پیدا کئے۔ جو دوست یہاں بیرونی وفود کی صورت میں یا جو دوست بیرونی ممالک میں بسنے والے احمدیوں کی نمائندگی میں یہاں پہنچے اور جلسہ میں شامل ہوئے تھے ان میں سے تقریباً سب واپس پہنچ چکے ہیں اور خدا تعالیٰ کے حُسن اوراس کے احسان کے جو جلوے اُنہوں جلسہ کے ایام میں یہاں دیکھے تھے اپنے اپنے علاقوں اور مُلکوں میں ان کے متعلق وہاں بسنے والے احمدیوں اوران کے دوستوں کو حالات بتانے شروع کر دیئے ہیں۔ یہاں جو تأثر اُنہوں نے ظاہر کیا وہ تو یہ تھا کہ ہمارے خواب وخیال میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ خدا تعالیٰ کی قائم کردہ اِس تحریک کا یہ سالانہ جلسہ اِس قدر شان اور عظمت کا حامل اور اِس قدر برکتوں کے حصول کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ بہرحال ہر ایک نے اپنی فطرت اور طبیعت کے مطابق اثرات قبول کیے اور اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق ان تأثرات کو اپنے اپنے ملکوں میں پھیلائیں گے۔مَیں نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جماعت کو یہ بتایا تھا کہ یہ عظیم منصوبہ جس کا مَیں اعلان کررہا ہوں اس کا ماٹو(MOTTO) دو بنیادی حقیقتیں ہیں جن کو ہم حمد اور عزم کے دولفظوں سے پکار سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم عاجز بندوں پر مہدیٔ معہود علیہ السلام کی بعثت کے ساتھ بڑی ہی رحمتیں نازل کرنا شروع کی ہیں اور ہم حمد کے ترانے گاتے ہوئے پختہ عزم کے ساتھ اس راہ پر گامزن ہیں جس کی تعیین غلبہ اسلام کے لئے آسمانوں سے ہوئی اور ہمارا ہر قدم اس شاہراہِ غلبۂ اسلام پر آگے ہی آگے بڑھ رہا ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ کی رحمت اوراس کے فضل سے وہ دن آنے والا ہے جب اسلام ساری دنیا میں غالب آئے گا اور تمام ملتیں مٹ جائیں گی سوائے اسلام کے۔جس کا گھر ہر انسان کا سینہ ہوگا اور جس خدا کو اس نے پیش کیا اس کی محبت میں ہر دل مستانہ وار اپنی زندگی گزار رہا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ جب وہ انسان کے لئے برکات اور رحمتوں کے سامان پیدا کرتا ہے اور انسان کی عاجز قربانیوں کو قبول کرتا ہے تو وہ لوگ جو زمین کی پستیوں کی طرف جھکنے والے اور

آسمانی رفعتوں سے بے خبر ہیں وہ حسد کی آگ بھڑکاتے ہیں اور حسد کی یہ آگ ایک عقلمند مومن مسلم کے لئے یہ دلیل مہیا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قربانیوں کو قبول کیا۔

بنیادی صداقت تو توحیدِ باری ہی ہے باقی سب فروعات ہیں۔ بہر حال بنیادی صداقت اور اس بنیادی صداقت کی فروعات کو (جو صداقتوں کی شکل میں ہمارے سامنے آتی ہیں) جھوٹ کے سہارے کی کبھی ضرورت نہیں پڑی۔ نہ بنیادی صداقت کو تضاد یا اختلاف کا سہارا لینا پڑا۔ جب کسی دعویٰ کے خلاف جب کسی حقیقت کو ناکام بنانے کے لئے جھوٹ اور افترا کا سہارا لیا جائے اور ایک ایک بیان میں انسان کو دس دس تضاد نظر آئیں تو محض یہ فعل ہی کہ جھوٹ کا سہارا لیا گیا اور متضاد باتیں بیان کر کے صداقت کو چھپانے کی کوشش کی گئی اس بات کی بیّن دلیل ہوتی ہے کہ جس چیز کے خلاف یہ مہم جاری کی گئی، جس کے خلاف جھوٹ باندھا گیا اور افترا سے کام لیا گیا، متضاد باتیں بیان کر کے سننے والے کے دماغ میں خبط اور الجھاؤ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی وہ یقیناً صداقت ہے اور صداقت کو کسی جھوٹ کے سہارے کی ضرورت نہیں۔ صداقت یا صراطِ مستقیم کے ساتھ تضاد کا تخیل اکٹھا ہو ہی نہیں سکتا۔ صداقت تو ایک سیدھی راہ ہے اور تضاد ایک ٹیڑھا راستہ ہے کبھی دائیں طرف نکلتا ہے اور کبھی بائیں طرف نکلتا ہے۔ اور جو سیدھی راہ اور درمیانی راہ اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والی راہ جو اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے والی راہ ہے اُس سے بھٹکتا ہے۔ کبھی دائیں طرف بھٹکتا ہے اور کبھی بائیں طرف بھٹکتا ہے۔

بہر حال صداقت کو، صراطِ مستقیم کو، نہ تضاد کی ضرورت کبھی پیدا ہوئی نہ جھوٹ کا سہارا لینے کی خواہش کبھی پیدا ہوئی۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے حقیقی اسلام کی ابدی صداقت پر قائم کیا۔ اُس نے محض اپنے ہی فضل اور رحمت سے اپنی صفات کی معرفت ہمیں عطا کی ہے۔ ہم اس کی عظمتوں کو پہچانتے ہیں۔ وہ خدا جو جھوٹ کا دشمن ہے اس کی عظمتوں کے پہچاننے کے بعد ہم کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ اس عظیم ہستی کی محبت اور عظمت کو قائم کرنے کے لیے کبھی ہمیں جھوٹ بولنے کی بھی ضرورت پڑے گی۔ صداقت اور سچائی سے اس حقیقی صداقت اور سچائی کی طرف، حسین اعمال سے حسن کے سرچشمہ کی طرف، نوعِ انسانی پر ہمیشہ احسان کرتے ہوئے محسنِ حقیقی کی طرف بلانا ہمارا کام ہے۔ اور وہ جھوٹ کی طرف جُھکتے ہیں تا کہ اس صداقت کو مٹا دیں۔ وہ جو ایک ہی سانس میں متضاد باتیں بیان کرتے ہیں ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے بھی ہدایت اور رحمت کے سامان پیدا کرے اور اس حقیقت کو وہ سمجھنے لگیں کہ جو سچ ہے وہ جھوٹ کی طرف مائل نہیں ہو سکتا اور جو سیدھی راہ ہے اُس میں تضاد نہیں پائے جاتے، ٹیڑھا پن نہیں پایا جاتا۔ جو ابھی مَیں نے اصولی باتیں بیان کیں ان کے پسِ منظر میں کچھ واقعات ہیں جن کا ذکر کرنا مَیں مناسب نہیں

سمجھتا۔ چونکہ ہمیں یہ نظر آیا کہ جس صداقت پر ہمیں اللہ تعالیٰ نے قائم کیا اور جس صداقت کو کبھی نہ تضاد نہ کذب وافترا کی ضرورت پیش آئی اس کے خلاف کِذب وافترا اور متضاد بیانات کا جاری ہو جانا ہمیں خدا تعالیٰ کی حمد سے معمور کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس نے ہمیں بتایا تھا کہ جب وہ کسی کوشش کو قبول کرتا ہے، کسی قربانی کو قبول کرتا ہے تو دنیا میں حاسدوں کا ایک گروہ پیدا کر دیتا ہے جو حسد کی آگ کو بھڑکاتے اور سمجھتے ہیں کہ یہ آگ اس صداقت کو بھسم کر دے گی، جلا کر راکھ کر دے گی۔ حالانکہ حسد کی آگ مومنوں کے وجود میں زندگی کی حرارت پیدا کرنے والی ہوتی ہے جس سے دعائیں گریہ وزاری کے ساتھ نکلتی ہیں۔ غلبہ اسلام کے لیے بھی اور ان لوگوں کی ہدایت کے لیے بھی۔ اس لیے ہمارے دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے معمور ہیں اور اسی کے فضل سے انشاء اللہ تعالیٰ معمور رہیں گے۔ جب تک کہ اس دنیا کا خاتمہ نہ ہو جائے اور اسلام ساری دنیا پر غالب آ کر نوعِ انسانی میں سے ہر فرد کو اپنے احاطہ میں لے کر اُس کی زندگی کو حقیقی انسان کی زندگی بنا کر کامیاب نہیں ہو جاتا اور پھر نسلاً بعد نسلٍ انسانی تربیت کو کمال تک نہیں پہنچا دیتا۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ اس کی بشارتیں ہیں یہ اس کے وعدے ہیں اور وہ اپنے وعدوں کا سچا ہے۔ یہ تو حمد کا حصّہ ہے۔ عزم کا جو حصّہ ہے اس کا زیادہ تر تعلق ہمارے نفوس کے ساتھ، ہماری جماعت کی کوششوں کے ساتھ، ہماری والہانہ حرکت کے ساتھ، ہمارے مستانہ وار نعروں کے ساتھ ہے۔ اس یقین کی بنا پر کہ دنیا کی کوئی طاقت خدا تعالیٰ کے اس منشا اور تحریک کو ناکام نہیں کر سکتی۔ عزم کے محل استوار کرنا ہماری صفت ہے اور اس سے ہی عظیم جدو جہد اور کوشش کے حسین اور صاحبِ احسان دھارے پُھوٹ نکلتے ہیں جو راہ کے ہر خس وخاشاک کو بہالے جاتے ہیں اور مردِ مومن، مسلم، مجاہد اپنے مقصود کو پالیتا ہے۔ اور جس وقت یہ حقیقت انسان کے سامنے آتی ہے تو کمزور انسان بھی ایک پختہ اور مضبوط مقام پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اسی کو ہم عزم کہتے ہیں۔ اس کے لیے ہم نے ایک اَور منصوبہ بنایا ہے جو دعاؤں کے نتیجہ میں اور ہماری قربانیوں کے نتیجہ میں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کے نتیجہ میں اور سچ تو یہ ہے کہ اُسی کی رحمتوں کو جذب کرنے کے نتیجہ میں انشاء اللہ کامیاب ہوگا۔ پس یہ حمد اور عزم اگلے سولہ سال کے بنیادی ماٹو (motto) ہیں۔ یہ دو چیزیں ہیں جن کی برکت سے ہم نے اسلام کو غالب کرنا اور نوعِ انسانی کے دل خدائے واحد و یگانہ کے لیے جیتنا ہے۔

دوسری بات جو اس وقت مَیں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ وقف جدید کا نیا سال یکم جنوری سے شروع ہو چکا ہے۔ وقف جدید حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک خاص تحریک ہے۔ اس کے کام میں اتنی وسعت نہیں لیکن اس کے نتائج بڑے خوشکن نکل رہے ہیں۔ پاکستان میں لاکھوں ہندو بھی بستے ہیں اور ان کا یہ حق ہے کہ وہ لوگ جو اسلام کو سچا سمجھتے اور اس میں حقیقی صداقت پاتے ہیں اور اپنی زندگیوں

میں اس کی برکات کو محسوس کرتے ہیں وہ ان لوگوں کو بھی حلقۂ اسلام میں لانے کی کوشش کریں جو اس دائرہ سے باہر اور ان برکات سے محروم ہیں۔لیکن کم ہیں جو اس طرف توجہ کرتے ہیں۔بہر حال جماعت احمدیہ پر یہ بھی فرض ہے اور یہی بہت بڑا فرض ہے کہ وہ لوگ جو خدائے واحد و یگانہ اور ہمارے رب کریم سے بُعد کی وجہ سے اس کی رحمتوں سے محروم ہیں،ان کو خدائے واحد و یگانہ کی معرفت کے حصول میں مدد دی جائے اور وہ اپنے پیدا کرنے والے رب کو پہچاننے لگیں۔اور ایک خوشحال اور مسرور زندگی دینی و دنیاوی ہر دو لحاظ سے گزارنے لگیں۔بہر حال یہ ہمارا فرض ہے اور حتی الوسع ہم اس کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کے لیے کوشش کرتے ہیں۔

اس وقت وقف جدید کے نظام کے ماتحت بعض ایسے علاقوں میں بھی اسلام کو پھیلانے کی کوشش کی جارہی ہے جہاں ہندو بستے ہیں۔یہ تو ایک حقیری سی کوشش ہے لیکن اس کے مقابلہ میں جو حقیری سی کوشش کی قبولیت کی علامات ہیں وہ یہ ہیں کہ اُس علاقہ کے ہندوؤں کی توجہ بڑی شدت کے ساتھ اسلام کی طرف ہو رہی ہے اور وہاں کے سینکڑوں ہندو خاندان کلمۂ طیبہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو چکے ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے اور خدائے واحد و یگانہ سے محبت کا تعلق رکھتے ہیں۔چنانچہ دو سال ہوئے وہاں ایک مقام پر ان میں سے بعض کو بعض شر پسند ہندوؤں کی طرف سے انکے سامان پر بٹھا کر سامان کو آگ لگا کر جلانے کی کوشش کی گئی اس وعدے کے ساتھ کہ اگر وہ اسلام کو چھوڑ دیں گے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا بند کر دیں گے تو یہ آگ بجھا دی جائے گی اور ان کو آگ میں جلایا نہیں جائے گا لیکن وہ نومسلم اسلام کی لذت سے اس طرح بھرے ہوئے تھے کہ انہوں نے دشمنانِ اسلام کی اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس جرأت کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے ان کو جلایا نہیں کیونکہ ایک کو جب جلانے لگے تو بہت سے اور آگے آ گئے کہ ہم بھی ہندوؤں سے مسلمان ہوئے ہیں اور اگر جلانا ہے تو ہم سب تیار ہیں ہم سب کو جلاؤ۔

پس اللہ تعالیٰ اس رنگ میں اس علاقہ کے ہندوؤں پر بڑا فضل کر رہا ہے اور اسلام کی طرف وہ مائل ہو رہے ہیں اور یہ انتظام اِس وقت وقف جدید کے ماتحت ہے اور معلمین وقفِ جدید وہاں کام کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے اچھے نتائج پیدا ہو رہے ہیں۔اس کے علاوہ جو مختلف مقامات پر وقف جدید کے معلمین ہیں انکے ذریعہ سے انکی اپنی لیاقت کے مطابق کام لیا جا رہا ہے۔وہ تربیت کا کام کر رہے ہیں وہ بچوں کو قاعدہ (یسّرنا القرآن) پڑھا رہے ہیں۔نو عمر نو جوانوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھا رہے ہیں۔جن کو ترجمہ نہیں آتا انہیں ترجمہ پڑھا رہے ہیں۔ہزاروں احمدی تربیت کے لحاظ سے ان سے مختلف

مقامات پر استفادہ کر رہے ہیں۔

اِس وقت مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم تھوڑا سا زور اُس ہندو علاقہ میں اور لگائیں تو بظاہر ایسے حالات نظر آرہے ہیں کہ شاید عنقریب ہزاروں کی تعداد میں وہ ہندو مسلمان ہو جائیں۔ اِس وقت اُن پر اسلام میں داخل ہونے کے خلاف دو طرف سے زور پڑ رہا ہے۔ ایک تو اندرونی مخالفت ہے اور دوسرے بڑے بڑے امیر اور تاجر پیشہ ہندو جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری اُونچی ذات ہے وہ اُن پر دباؤ ڈال رہے ہیں اور ان کے دباؤ کے نیچے ویسے تو ہمیشہ سے غلاموں کی طرح تھے۔ وہ ان کو قرض دیتے تھے اور سُود وصول کرتے تھے۔ بظاہر اُن پر احسان کرتے تھے اور اندر سے اُن کا خُون چُوستے تھے اور اُن کا دباؤ بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے حالات ایسے پیدا ہو رہے ہیں کہ یہ لوگ اس دباؤ کو قبول نہیں کر رہے۔ پس اُس جگہ کام میں اضافہ ہونا چاہیے جس کے لیے پیسے کی بھی ضرورت ہے اور جس کے لیے مخلصین معلمین واقفینِ زندگی کی بھی ضرورت ہے جو وقف جدید میں کام کرنے والے ہوں۔ کام میں وسعت پیدا ہو رہی ہے اور نتائج میں برکت پیدا ہو رہی ہے۔ اس لیے ہمارے نوجوان اور وہ لوگ جو ہمت اور عزم کے لحاظ سے جوان ہیں انہیں آگے آنا چاہیے اور خدا تعالیٰ کے کاموں کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر اٹھانا چاہیے۔

گذشتہ سال وقف جدید کے چندہ میں پچاس ہزار کچھ سو روپے کا اضافہ تھا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر جماعت ہمت کرے اور اس سال یعنی سالِ رواں میں جو یکم جنوری سے شروع ہوا ہے جس کا اس وقت مَیں اعلان کر رہا ہوں ایک لاکھ روپیہ مزید دیدے اور وقفِ جدید کو مَیں کہوں گا کہ جو آپ کی زائد آمدنی ہوا ُسے اس علاقہ میں خرچ کریں جہاں ہندو مسلمان ہو رہے ہیں تو آپ کے لیے بڑی برکت کا باعث ہے اور اسلام کے لیے بڑی خوشی کا باعث ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے۔ وہ جو اس سے دور چلے گئے تھے، وہ جو اسے چھوڑ کر مُورتیوں کی پرستش کرنے لگ گئے تھے وہ اسکی طرف آئیں گے تو اس کا پیار ان لوگوں کے لیے جلوہ گر ہوگا۔ اگر چہ یہ الفاظ اس عظیم ہستی جو ہمارا رب اور خالق و مالک ہے کے لیے اس معنیٰ میں استعمال نہیں ہو سکتے جس معنیٰ میں ہمارے اپنے لیے استعمال ہوتے ہیں لیکن ہم تمثیلی زبان میں یہ الفاظ اللہ تعالیٰ لیے بھی استعمال کر دیتے ہیں کہ ہمارا ربّ بھی بڑا خوش ہوگا کہ اس کے بھٹکے ہوئے بندے اس کی طرف واپس آگئے۔

پس اس اعلان کے ساتھ مَیں وقف جدید کے نئے سال کی ابتدا کا اعلان کرتا ہوں اور اس امید پر کہ جماعت ایک لاکھ روپیہ زائد چندہ اس وقف جدید کے انتظام کو دے گی اور اس ہدایت کے ساتھ کہ وقف جدید والے اس کا بڑا حصہ اس علاقے میں خرچ کریں گے جہاں ہندو بستے ہیں اور اس وقت ان کی

توجہ اسلام کی طرف ہے اور اس توکل اور اُمید کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول کرے گا اور ان اچھوتوں پر رحم کرے گا جن کو ان کے اپنے مذہب والوں نے دھتکار دیا اور جن کو اپنی آغوش میں لینے کے لیے اسلام اپنے بازو پھیلائے ان کی طرف بڑھ رہا ہے اور خدا تعالیٰ کی رحمت کے سائے کے نیچے انہیں یہ جماعت لانا چاہتی ہے۔ خدا کرے کہ ہمیں اس کی راہ میں اس مدّ میں خرچ کرنے کی توفیق ملے اور خدا کرے کہ ہماری یہ حقیر کوشش اس کے حضور قبول ہو اور خدا کرے کہ اس کے نتائج بہت ہی شاندار نکل آئیں، اس سے زیادہ شاندار جتنی ہماری قربانیاں ہیں جیسا کہ ہمارے ساتھ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا یہی سلوک رہا ہے۔

(الفضل ربوہ 27 رجنوری 1974ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 3/جنوری 1975ء بیت اقصیٰ ربوہ

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

پہلی بات تو مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور رحمت سے ہمارے جلسہ سالانہ کو بہت بابرکت بنایا اور اسے جماعت احمدیہ کی بشاشت میں زیادتی کا موجب بنایا اور ہمارے فکروں کو دور کرنے کا ذریعہ بنایا اور آسمان سے بارش کے قطروں سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ رحمت کے آثار پیدا کیے اور اپنی بے شمار نعمتوں سے ہمیں نوازا۔ اس پر خدا تعالیٰ کا جس قدر شکر ادا کریں کم ہے۔

شکر ادا کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر بندہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کرے ہر اُس رنگ میں جس میں شُکر ادا کرنے کی ذمہ داری بندہ پر ڈالی گئی ہے تو پہلی نعمتوں سے زیادہ نعمتوں کے سامان پیدا نہیں ہوتے بلکہ پہلی نعمتوں کے بھی ضیاع کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ضیاع سے محفوظ رکھے اور مزید نعمتوں کے سامان پیدا کرے اور ان کے شکر کی ہمیں توفیق عطاء کرے۔

ایک سال آیا اور گزر گیا۔ ایک نئے سال میں ہم داخل ہو رہے ہیں۔ مومن کا قدم ہمیشہ آگے بڑھتا ہے وہ نہ پیچھے کی طرف دیکھتا ہے اور نہ ایک جگہ پر ٹھہرتا ہے۔ پچھلا سال کچھ تلخیاں لے کر آیا مگر بہت سے فضلوں، رحمتوں اور اللہ تعالیٰ کے پیار کے سامان بھی لے کر آیا۔ خدا تعالیٰ کی جو رحمتیں عالمگیر اور بین الاقوامی حیثیت کی تھیں اور بہت سے احمدیوں کی نظر سے بھی اوجھل تھیں، پچھلا سال انہیں نمایاں کر کے ہمارے سامنے لے کر آیا۔ پچھلا سال صد سالہ جوبلی تحریک کا پہلا سال تھا۔ جماعت احمدیہ نے پہلی بار اشاعتِ اسلام کے بین الاقوامی منصوبوں کی ابتدا کی تھی۔ بعض ملکوں کو اکٹھا کر کے اُن میں تبلیغ اسلام اور اشاعتِ قرآن کریم کے منصوبے بنائے گئے اور خدا تعالیٰ کی رحمتوں نے انہیں کامیاب بھی کیا۔ گویا اشاعت اسلام کی عالمگیر اور بین الاقوامی منصوبے کی ابتدا گذشتہ سال یعنی 1973ء کے جلسہ سالانہ پر ہوئی تھی۔ جس کے نتیجہ میں ایک عالمگیر بین الاقوامی مخالفت کی بھی ابتدا ہوئی اور ہونی بھی چاہیے تھی کیونکہ حاسدوں کا حسد ہمیں اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں پیار دیکھنے کے مواقع میسر کرتا ہے۔

غرض صد سالہ جوبلی منصوبہ کی ابتدا ہو چکی ہے۔ یہ اس منصوبہ کا دوسرا سال ہے۔ بالفاظ دیگر ایک اَور سال ہے ہماری اور جماعت احمدیہ کی زندگی کا جس میں ہم داخل ہو رہے ہیں۔ انفرادی حیثیت سے ہم

میں سے ہر شخص بچہ، جوان اور بوڑھا، مرد اور عورت اپنے بڑھاپے کی طرف حرکت کر رہا ہے مگر جماعتی حیثیت سے ہم ہر سال اپنی جوانی کی طرف اور اپنی کامیابیوں کی طرف حرکت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو ایک خاص مقصد کے لیے قائم کیا ہے اس درخت کو ایک خاص قسم کے پھلوں کے لیے اور خاص قسم کی برکتوں کو بنی نوع انسان تک پہنچانے کے لیے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے کہ نوعِ انسانی سوائے استثنائی طور پر چند محروموں کے، اسلام کے اس درخت کے سایہ سے اور اس کے پھلوں سے فائدہ حاصل کرے گی لیکن آج کا زمانہ اس درخت کی نشوونما کا زمانہ ہے۔ کچھ خوش نصیب لوگ ہیں جو اس کی شاخوں پر بسیرا کرتے ہیں اور کچھ وہ ہیں کہ مستقبل ان کو خدا کے پیار کے نتیجہ میں اس طرف لے آئے گا اور وہ اس کی شاخوں پر بسیرا کریں گے۔ ایک دن نوعِ انسانی ساری کی ساری اس درخت کی شاخوں پر بسیرا کر رہی ہوگی اور وہ منصوبہ جو آسمانوں پر بنایا گیا ہے اور جس کی بشارت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمتِ محمدؐیہ کو دی تھی، وہی منصوبہ کامیاب ہوگا اور دنیا اپنے پیدا کرنے والے رب کی معرفت حاصل کر چکی ہوگی اور اس کی رحمتوں سے حصہ لینے والی ہوگی۔ یہ ذمہ داری جماعت احمدیہ کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ ہم خدا تعالیٰ کے شکر گزار بھی ہیں اور اس کے شکر کے ترانے بھی پڑھنے والے ہیں اور اس کے حضور عاجزانہ طور پر یہ دعا بھی کرنے والے ہیں کہ: **اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ** کہ اے خدا! جو قوتیں اور استعدادیں انفرادی اور اجتماعی طور پر تو نے ہمیں دی ہیں ہم حتّی المقدور کوشش کرتے ہیں کہ اُن سے فائدہ اٹھائیں لیکن ہم یہ احساس رکھتے ہیں کہ جب تک مزید قوتیں اور طاقتیں اجتماعی طور پر ہمیں نہیں ملیں گی، اشاعتِ اسلام کا وہ عالمگیر منصوبہ جو ہمارے سپرد ہوا ہے اس کو ہم کامیاب نہیں کر سکتے اس لیے خدا تعالیٰ سے استعانت کرتے اور اس کی مدد و نصرت کے ہم ہر آن طالب ہیں اور عاجزانہ دعاؤں میں اس نصرت کے حصول کے لئے لگے ہوئے ہیں اور یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ زندگی کے ہر مرحلہ میں اور اس اجتماعی جدوجہد کے ہر موڑ پر اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی کرنے والا ہو اور ہمیں راہِ ہدایت اور صراطِ مستقیم دکھانے والا ہو اور جماعت کو اجتماعی طور پر بھی صراطِ مستقیم پر قائم رکھے۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے خود ہمارا ہاتھ پکڑے اور ہمیں شاہراہِ غلبہ اسلام پر آگے ہی آگے لے جاتا چلا جائے۔

پس ہمارا ہر سال اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا سال، برکتوں کا سال اور رحمتوں کا سال ہوتا ہے بلکہ ہمارا ہر سال پہلے سے زیادہ برکتوں، پہلے سے زیادہ رحمتوں اور پہلے سے زیادہ فضلوں کا سال ہوتا ہے اس لیے اس نئے سال کو بھی ہم ان عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ شروع کرتے ہیں کہ کہیں ہماری کوئی کمزوری ان برکتوں کے حصول کے راستے میں حائل نہ ہو جائے بلکہ جیسے پہلے ہوتا چلا آیا ہے اسی طرح اب بھی یہ نیا سال

پہلے سے زیادہ رحمتوں، برکتوں اور فضلوں کو لانے والا ہو۔

اور تیسری بات یہ ہے کہ دسمبر کے آخر یا جنوری کے شروع میں مَیں وقف جدید کے نئے سال کا اعلان کیا کرتا ہوں۔ایک عرب شاعر نے کہا ہے۔۔

عَیْنُ الرَّضَا عَنْ کُلِّ عَیْبٍ کَلِیْلَۃٌ
کَمَا اَنَّ عَیْنَ السَّخْطِ تُبْدِی الْمَسَاوِیَا

یہ شاعرانہ بیان ہے ایک حقیقت کا۔شاعر کہتا ہے کہ انسان کو دنیوی لحاظ سے دو قسم کی آنکھیں دی گئی ہیں ایک وہ آنکھ ہے جو دنیوی محبت اور پیار کی آنکھ ہے اور یہ آنکھ کوئی عیب نہیں دیکھتی یعنی جس آدمی سے پیار ہو اس میں کوئی عیب اور نقص نہیں دیکھتی۔ یہ اپنے محبوب کا محاسبہ نہیں کرتی۔ ''کَلِیْلَۃٌ'' کا لفظ ''کَلَّ'' سے نکلا ہے جس کے معنے ہیں کہ چیز موجود تو ہے مگر آنکھ نے اسے دیکھا نہیں۔انسان کے ساتھ کمزوریاں لگی ہوئی ہیں لیکن پیار کی آنکھ ان کمزوریوں کو دیکھتی نہیں اور دوسری آنکھ ہے دشمنی اور غصے کی آنکھ اور یہ آنکھ عیب ہی عیب دیکھتی ہے کوئی خوبی نہیں دیکھتی۔ گویا ایک وہ آنکھ ہے جو خوبی ہی خوبی دیکھتی ہے اور کوئی عیب دیکھتی ہی نہیں اور دوسری وہ آنکھ ہے جو عیب ہی عیب دیکھتی ہے اور کوئی خوبی اسے نظر نہیں آتی۔ یہ ہر دو آنکھیں حقیقت کی نگاہ نہیں، حقیقت کو دیکھنے والی نہیں۔ یہ دنیا داروں کی نگاہیں ہیں یعنی ایک وہ نگاہ ہے جو عیب نہیں دیکھتی اور ''محاسبہ'' نہیں کر سکتی (اور ترقیات کے دروازے بند کر دیتی ہے) اور ایک وہ جو خوبی نہیں دیکھتی اور مایوس ہو جاتی ہے یا مایوس کر دیتی ہے۔

انسان کی ترقی کے لیے محاسبہ بڑا ضروری ہے اس کے بغیر خدا تعالیٰ کے بندوں کا ہر قدم پہلے سے آگے بڑھ ہی نہیں سکتا۔ نیز زندگی کے مقاصد کے حصول کے لیے مایوسی سے بچنا بڑا ضروری ہے۔ جو شخص عیب ہی عیب دیکھتا ہے اور خوبی نہیں دیکھتا وہ ہلاک ہو گیا۔اور یہ نگاہ دو قسم کی ہوتی ہے،ایک اجتماعی زندگی پر نظر رکھنے والی اور دوسری اپنے نفس پر، ہر دو کے متعلق مَیں بات کر رہا ہوں۔ یہ ہر دو عیون، یہ ہر دو آنکھیں یا نگاہیں،ایک مومن کی نگاہ نہیں ہیں۔مومن کی جو نگاہ ہے وہ حق اور صداقت کو دیکھنے والی نگاہ ہے۔ یہ نگاہ جہاں انفرادی یا اجتماعی وجود میں بے شمار خوبیاں دیکھتی ہے وہاں اسی وجود میں جو غفلت یا خامی یا نقص ہوتا ہے اس پر بھی نگاہ ڈالتی ہے۔اسی طرح یہ آنکھ جہاں ہزار ہا عیوب پاتی ہے وہاں خوبیوں کو نظر انداز نہیں کرتی اور ایسے لوگوں کی کوششوں اور دعاؤں کے نتیجہ میں مایوسی کے سامان پیدا نہیں ہوتے۔

پس یہ جو حقیقت کو اور صداقت کو دیکھنے والی آنکھ ہوتی ہے جس کو ہم نورِ ایمان کہتے ہیں یا جسے مومن کی فراست کہا جاتا ہے، یہ آنکھ جہاں ہزار ہا خوبیوں کو دیکھتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے قبول کیا اور جن پر

رحمتوں کا نزول ہوا وہاں یہ آنکھ کمزوریوں کو بھی دیکھتی ہے اُن کا جائزہ لیتی اور ان کا محاسبہ بھی کرتی ہے اور مستقبل میں ان کو دور کرنے کی طرف متوجہ ہوتی اور ہر آنے والی گھڑی کو پہلے سے بہتر بنانے کے سامان پیدا کرتی ہے۔اسی طرح جب یہ آنکھ اپنے نفس میں یا اجتماعی زندگی میں عیب دیکھتی ہے تو مایوسی پیدا نہیں کرتی بلکہ یہ اعلان کرتی ہے۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۔اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونے کی ضرورت نہیں۔تم دیکھتے نہیں کہ جہاں اتنے عیب اکٹھے ہوگئے ہیں وہاں یہ خوبیاں بھی تو پائی جاتی ہیں اس لیے نگاہِ مومنانہ یا مومنانہ فراست سے یہ کہا گیا ہے کہ وہ اُن کے لیے بھی دعائیں کرے اور خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے سامان مانگے جو اللہ تعالیٰ سے دُور چلے گئے ہیں یہ مومنانہ فراست کی نگاہ نہ ترقیات کے دروازے بند دیکھتی ہے اور نہ مایوسی کے حالات پیدا کرتی ہے بلکہ یہ وہ نگاہ ہے جو خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے حصول میں وسعت پیدا کرتی ہے لیکن وہ جو خوبیوں کے ساتھ عیبوں کو دیکھنے والی اور عیبوں کو دور کرنے کے لیے کوشش کرنے والی ہے وہ آسمانوں سے نازل ہونے والے فضلوں میں رفعتیں بھی پیدا کرتی ہے کیونکہ وہ ایک جگہ کھڑی نہیں ہوجاتی اور یہ نہیں کہتی کہ جو کچھ حاصل ہونا تھا وہ سب کچھ حاصل ہوگیا۔نیکی ہی نیکی ہے اور کوئی کمزوری نہیں اگر کوئی کمزوری نہیں تو اس کا مطلب ہے اس سے زیادہ آگے ترقی نہیں ہوسکتی اگر کمزوری نظر آتی ہے اور اسے دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے تبھی مزید ترقیات کا امکان ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل ہر آن پہلے سے زیادہ نازل ہونے کا امکان ہے۔پس یہ آنکھ محاسبہ کرتی ہے یہ آنکھ محروم کی محرومیوں کو دور کرنے کی کوشش ہے۔

انہی کوششوں میں ایک چھوٹا سا حصّہ وقف جدید کا ہے۔گذشتہ سال وقف جدید کے کام میں تقریباً 25 فیصد اضافہ ہوا ہے اور وہ بھی ایسے تلخی کے زمانہ میں جبکہ توجہ مرکز کی بھی اور جماعتوں کی بھی ایک حد تک بعض ایسے عارضی کاموں اور ضروریات کی طرف تھی جو بظاہر بڑی پریشان کرنے والی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل دیکھو کہ ان تمام باتوں کے باوجود ہماری اس چھوٹی سی کوشش میں بھی جس کا مَیں اس وقت ذکر کررہا ہوں کم وبیش 25 فیصد اضافہ ہوا۔

مَیں اس وقت جماعت احمدیہ کے مالی جہاد کی بات کررہا ہوں یعنی جماعت احمدیہ کی طرف سے جو مالی قربانی اور ایثار پیش کیا جارہا ہے اس کے پیشِ نظر وقف جدید کی مالی قربانیوں کی بات کررہا ہوں۔ پچھلے سال کے مقابلہ میں اس سال وقف جدید کے خرچ میں 25 فیصد اضافہ ہوا ہے لیکن ہم نے یہاں رُک تو نہیں جانا۔25 فیصد اضافہ کی نسبت پچھلے سال کے مقابلہ میں ہے۔یہ نسبت ہماری اصل ضرورت کا تو شاید ہزارواں حصہ بھی نہیں ہے بلکہ شاید لاکھواں حصہ بھی نہیں ہے۔پس جہاں ہم خوش ہیں کہ جماعت

احمدیہ نے اس قسم کے حالات میں بھی اپنے کام کے ایک حصہ کو 25 فیصد آگے بڑھانے کی توفیق پائی وہاں ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ اس سے ہم راضی نہیں۔ ہماری نگاہ مومنانہ راضی نہیں، ہماری فراست راضی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے سمندر موجزن ہیں۔ ہم ان میں سے اپنی کوششوں اور دعاؤں کے نتیجہ میں اپنا حصہ پاتے ہیں مگر اس میں بہت زیادہ حصہ ہمارے لیے قابل حصول ہے جس کے لیے ہمیں اپنی کوششوں کو بڑھانا ہے۔

اس لیے جہاں آج مَیں وقف جدید انجمن احمدیہ کے نئے سال کا اعلان کرتا ہوں وہاں مَیں جماعت احمدیہ کو اس طرف بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ اپنی تدبیر کو اَور تیز کرو اور اپنی دعاؤں کو اَور زیادہ بڑھاؤ۔ تضرع اور عاجزی پیدا کرو۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی رحمتوں کو پہلے سے زیادہ حاصل کرو تا کہ ہمیں وہ مقصد حاصل ہو جائے جس کے لیے ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔ ہماری دائیں طرف سے بھی ہمارے کانوں میں (غیراللہ کی) آواز پڑتی ہے اور بائیں طرف سے بھی ہمارے کانوں میں (غیراللہ کی) آواز پڑتی ہے لیکن ہمیں حکم یہ ہے کہ نہ تم دائیں طرف سے آنے والی آوازوں کی طرف متوجہ ہو کر اپنے اوقات اور کوششوں کو ضائع کرو اور نہ اپنی بائیں طرف سے آنے والی آوازوں کی طرف متوجہ ہو کر اپنی کوششوں اور تدبیروں کو ضائع کرو بلکہ خدا تعالیٰ نے تمہیں ایک سیدھی راہ بتائی ہے شاہراہِ غلبہ اسلام کی تمہیں معرفت عطا کی ہے اور تمہیں اس پر کھڑا کیا ہے اور تمہیں اپنے فضل سے اُس پر چلایا ہے تم سیدھے اس شاہراہِ اسلام پر چلتے چلے جاؤ نہ دائیں طرف جُھکو اور نہ بائیں طرف بھٹکو بلکہ سیدھے چلتے چلے جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو حاصل کرتے چلے جاؤ۔

اس نئے سال میں ہماری یہ انتہائی کوشش ہونی چاہیے کہ ہم شاہراہ غلبہ اسلام پر آگے سے آگے ہی بڑھتے چلے جائیں۔ حالات خواہ کچھ بھی ہوں وہ ہمارے راستے میں روک نہیں بنتے نہ وہ ہماری رفتار کو سست کرتے ہیں بلکہ جیسا کہ پہلے ہوتا چلا آیا ہے وہ ہماری رفتار کو اور تیز کرتے ہیں۔ خدا کرے یہ آنے والا سال نہ صرف وقف جدید کی اس کوشش میں بلکہ جماعت احمدیہ کی ہر کوشش میں پہلے سے زیادہ برکت بخشے اور ہمارا ہر قدم پہلے سے زیادہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو جذب کرنے والا ہو اور پہلے سے زیادہ اسلام کی ترقی کے سامان پیدا کرنے والا ہو۔ آمین۔ کھانسی پھر شروع ہو گئی ہے دوست دعا کریں اللہ تعالیٰ ہر بیماری سے محفوظ رکھے۔

(الفضل ربوہ 17 /جنوری 1975ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 2 رجنوری 1976ء بیت اقصیٰ ربوہ

سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے درج ذیل آیت قرآنی کی تلاوت فرمائی:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ۔

(البقرہ:208)

اس کے بعد فرمایا:

جب کسی جماعت پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کی بارش کرتا ہے تو ان کی دلی اور روحانی کیفیت ایسی ہو جاتی ہے کہ گویا وہ اپنے نفسوں کو خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے اور اس کے پیار کے حصول کے لئے بیچ ہی ڈالتے ہیں ۔ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کا پیار جلوہ گر ہوتا ہے اور دوسری طرف اس کے بندوں کے وجود میں اور ان کے نفوس میں اور ان کی روح میں عشق اور پیار کی کچھ اس قسم کی کیفیت ہوتی ہے کہ جسے الفاظ بیان نہیں کر سکتے ۔قرآن کریم کی اس آیت میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ہمارے پاس وہ الفاظ نہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور اس کے فضلوں کا شکر ادا کر سکیں اور اس کی حمد بجا لا سکیں ۔اس نے اپنی رحمت سے ہمارے گذشتہ جلسہ کو کامیاب کیا اور وہ لوگ جو یہ سمجھتے تھے کہ موجودہ حالات میں شاید جماعت کا ایک حصہ کمزوری دکھائے گا اور اللہ کیلئے ان کے پیار میں کمی پیدا ہو جائے گی اور وہ مہدی معہود علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مرکزِ سلسلہ کی طرف نہیں آئینگے ان کے اس خیال کے برعکس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیار اور اپنی رحمت سے اس قسم کے سامان پیدا کئے کہ اس جلسہ پر پچھلے تمام جلسوں سے زیادہ احباب آئے اور ہر قسم کی صعوبتیں اٹھا کر اور روکوں کو پھلانگتے ہوئے آئے اور یہاں پر بھی بڑے سکون کے ساتھ اور بڑی توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو سنا کیونکہ یہاں ہمارے جلسہ میں خدائے واحد و یگانہ کا ذکر ہی ہوتا ہے اور انہوں نے بظاہر خدا تعالیٰ کے فضلوں کو زیادہ حاصل کرنے کے سامان پیدا کئے اور ہم سب کی ،ساری جماعت کی یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور اپنے پیار کے جلوے ہمیشہ پہلے سے زیادہ دکھاتا چلا جائے۔

دو چیزیں نمایاں ہو کر سامنے آئی ہیں ۔ایک یہ کہ وہ انتظامیہ جس کے سپرد یہ کام ہے کہ وہ قومی ترقی کیلئے منصوبے بنائے اور جس نے ملک کے تعلیمی اداروں کو قومیایا اور نیشنلائز کیا جماعت کا سب سے

پہلے یہ فرض تھا کہ وہ اس سے تعاون کرتی ۔اور مَیں سمجھتا ہوں کہ سارے پاکستان میں سب سے زیادہ بشاشت کے ساتھ اور تعاون کرتے ہوئے اور دل میں بھی کوئی بات نہ رکھتے ہوئے جماعت نے موجودہ نرخ کے لحاظ سے قریباً پانچ کروڑ روپے کی جائیداد حکومت کے حوالے کر دی کیونکہ آخر یہ ملک ہمارا ہی ہے اور آئندہ پڑھ کر اور علم حاصل کر کے عمل کے میدان میں جانے والی نسلیں ہماری ہی ہیں ۔پس ہم نے بڑی خوشی سے اس جائیداد کو قوم کے سپرد کر دیا لیکن جب جلسہ قریب آیا تو اسی انتظامیہ کے بعض افراد نے یہاں تک کہہ دیا کہ وہ عمارتیں جنہیں جماعت نے بنایا اور انہیں بشاشت کے ساتھ قوم کے سپرد کر دیا ہم قوم کے نمائندے تو ہیں لیکن ہم بشاشت کے ساتھ آپ لوگوں کو وہ عمارتیں نہیں دیں گے کہ آپ وہاں اپنے بھائیوں کو ٹھہرائیں ۔پھر انہیں کچھ غیرت دلائی گئی اور سمجھایا گیا ۔اللہ نے فضل کیا اور ان کو سمجھ آ گئی ۔لیکن ہمارے لئے آئندہ کیلئے ایک انتباہ کا سامان بھی پیدا ہو گیا ہے۔

لیکن اس کے علاوہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی ہمیں ایک توجہ دلائی گئی ہے ۔وہ اس طرح پر کہ اس دفعہ بڑی کثرت سے مہمان آئے ہیں ۔مَیں افسر جلسہ سالانہ بھی رہا ہوں وہ بھی ایک خدمت ہے لیکن جلسے کی ہر خدمت ہی بڑی پیاری خدمت ہے اور جب سے مَیں نے ہوش سنبھالا ہے مَیں جلسے کے دنوں میں جلسے کی خدمت سے فائدہ اٹھاتا رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا رہا ہوں کہ اس نے مجھے اس کی توفیق دی ۔ ہم نے وَسِّعْ مَكَانَكَ کا یہ نظارہ تو دیکھا ہے کہ ہمارے مکان کبھی بھی ہمارے مہمانوں کیلئے پورے نہیں ہوئے بلکہ ان کو تنگی سے گذارہ کرنا پڑتا رہا ہے لیکن یہ نہیں ہوا کہ بالکل ہی کم ہو جائیں اور پہلے برآمدوں کو قناتیں لگا کر رہائش کیلئے استعمال کیا جائے اور پھر چھولداریاں اور شامیانے لگا کر رہنے کیلئے گنجائش پیدا کی جائے ۔مَیں سمجھتا ہوں کہ جماعت کو جلسہ کے مہمانوں کیلئے آئندہ جلسہ سے پہلے کئی ہزار مربع فٹ جگہ شاید 40-50 ہزار مربع فٹ جگہ تعمیر کرنی پڑے گی خواہ وہ عارضی بیرکوں کی شکل میں ہی کیوں نہ ہو ۔اس سلسلہ میں ابھی سے سوچ کر اور جو سکیم بھی بنے اسکے مطابق جلسے سے قبل اس کو تیار کر دینا چاہیے کیونکہ اس سال مہمان جو کہ اہلِ ربوہ کیلئے برکتوں اور رحمتوں کی یاد دلانے والے ہیں وہ اپنے کناروں سے اس طرح چھلکے ہیں کہ سال میں عام طور پر جس شرح سے مکان بنتے ہیں اور جتنے مکان بنتے ہیں وہ ان کو نہیں سنبھال سکے ۔ مرکز کے مکانوں میں ہمیشہ ہی وسعت پیدا ہوتی ہے لیکن اس سال اتنی کثرت کے ساتھ مہمان آئے کہ سال بھر میں جو وسعتیں پیدا ہوئی تھیں ان کو تو ہم بھول ہی گئے اور ہمیں مہمانوں کو ٹھہرانے کی فکر رہی جن کی قربانی کو ہم کبھی بھول نہیں سکتے ۔

آنے والے بھی خدا تعالیٰ کی مرضات کے حصول کیلئے آتے ہیں اور تکلیفیں برداشت کرتے ہیں

لیکن سردی کے اِن ایام میں جب کہ کبھی بارش بھی ہو جاتی ہے ان کو آسمان کے نیچے تو بہر حال نہیں رکھا جا سکتا۔ چونکہ اِس سِلسلہ میں بھی یہاں بعض روکیں اور دقتیں ہیں اس لئے دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری راہ سے ان روکوں کو دور کر دے اور ہمارے ملک میں پیار کی فضا پیدا کرے اور جماعت کو یہ توفیق دے کہ وہ آنے والوں کیلئے مکانیت کی جو کم سے کم ضرورت ہے اس حد تک تو تعمیر کریں خواہ وہ ہٹس (Huts) ہوں یا بیرکس ہوں یا جو مرضی ان کا نام رکھ لیں۔ بڑی بڑی عمارتیں اور لنٹر کی چھتیں نہ ہوں شروع میں یہاں ساری قیام گاہیں ہی گھاس پھونس کی چھتوں ہی کی بنائی جاتی تھیں اور بعض دفعہ بارش بھی ہو جاتی تھی لیکن اگر بامر مجبوری ان کو کوئی تکلیف اُٹھانی پڑتی تھی (یعنی ہماری منتظمین کی مجبوری کی وجہ سے) تو وہ جو خدا تعالیٰ کی آواز پر اور محمد ﷺ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے خدا کی اور محمد ﷺ کی باتیں سننے کیلئے مرکز میں آتے تھے وہ تکلیف کو تکلیف نہیں سمجھتے تھے کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جماعت جتنا کر سکتی ہے اتنا کر دیا ہے اور باقی جو ہے وہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا امتحان لیا ہے اور ہمیں ناکام نہیں ہونا چاہیے بلکہ خوشی اور بشاشت کے ساتھ اس امتحان کو قبول کر لینا چاہیے۔ بہر حال جماعت کو مکانیت کی طرف توجہ دینی چاہیے (صدر انجمن اِس طرف فوری توجہ دے)۔

اس طرح روٹی پکانے کی مشینوں کا بھی از سرِ نو جائزہ لینا چاہیے اور اگر ضرورت محسوس ہو کہ آئندہ جلسہ کے لئے نئی مشینیں بھی چاہئے ہوں گی تو ابھی سے اس کا انتظام شروع کر دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے کاموں میں برکت ڈالے اور اہل ربوہ پر بھی رحمتیں برستی رہیں اور اللہ کی باتیں اور محمد ﷺ کی باتیں سننے کے لئے یہاں آنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں سے نوازتا رہے۔

دوسری بات جو اس وقت مَیں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ وقف جدید کا نیا سال یکم جنوری سے شروع ہوتا ہے میں نئے سال کا اعلان کرتا ہوں۔ گذشتہ سال اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور وقفِ جدید کیلئے جماعت کو جتنی رقم کی ضرورت تھی اور جو اس کا بجٹ تھا جماعت نے اپنے وعدے پورے کر کے اس کے لگ بھگ رقمیں ادا کر دی ہیں۔ چندہ بالغان کا 2,62,000 روپے کا وعدہ تھا اور 2,53,000 روپے اس رپورٹ تک وصول ہو چکے ہیں اور اس کے سامنے یہ نوٹ ہے کہ گذشتہ سال 15 ر جنوری تک رقوم آتی رہی تھیں اس لئے اس سال بھی رقمیں آئیں گی کیونکہ بعض رقمیں چلی ہوتی ہیں لیکن وقت پر نہیں پہنچ سکتیں اور بعض دوست جلسے کے بعد یہاں سے جا کر بھجواتے ہیں اسلئے اُمید ہے کہ یہ بجٹ پورا ہو جائے گا۔ وقفِ جدید کا ایک دفتر اطفال ہے اس میں ان کے اندازے کے مطابق رقم جمع نہیں ہوئی۔ وقف جدید کی انتظامیہ نے ان کا 50 ہزار کا بجٹ تجویز کیا تھا لیکن 50 ہزار کے مقابلہ میں وصولی 23,240 روپے ہوئی ہے۔ گو

1974ء کے مقابلہ میں 1975ء میں چندر قوم کی زیادتی تو ہے کیونکہ اس سے پہلے سال 23,135 روپے وصولی ہوئی تھی اور 1975ء میں 23,240 روپے وصولی ہوئی ہے جو کہ گذشتہ سال سے زیادہ ہے لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے اطفال ہزاروں کی تعداد میں ہر سال بڑھ جاتے ہیں ان کو اسی نسبت سے اس طرف توجہ کرنی چاہیے۔ وہ کچھ طفلانہ شعور بھی پیدا کر لیتے ہیں اس لئے ان کو توجہ دلا کر تیار کرنا چاہیے کہ وہ اپنے بڑوں سے پیچھے رہنے والے نہ ہوں بلکہ ان سے آگے بڑھنے والے ہوں۔

یہ تو چندوں کی شکل ہے اور اللہ تعالیٰ پر جو مجھے توکل ہے اور اللہ تعالیٰ کا جو مجھ سے سلوک ہے اسے دیکھتے ہوئے مجھے رقم کے متعلق گھبراہٹ نہیں ہوتی لیکن جو ہماری ذمہ داری ہے جب تک ہم اس کو پوری طرح ادا نہ کریں ہم اللہ تعالیٰ کے پورے فضلوں کے وارث نہیں بن سکتے اس کی مجھے بھی اور آپ کو بھی فکر ہونی چاہیے۔

جیسا کہ آپ نے جلسہ سالانہ کی تقاریر سے اندازہ لگایا ہوگا ہمیں تربیت کی طرف خاص زور دینے کی ضرورت ہے اور مختلف شکلوں میں نبی کریم ﷺ کی فرمودہ تفسیرِ قرآنی اور وہ تعلیم جو آنحضرت ﷺ نے قرآن کریم کی تفسیر کے رنگ میں بیان فرمائی اور آداب اور اخلاق اور روحانیت کے حصول کی طرف توجہ کرنا۔ یہ باتیں اب آپ کے سامنے پہلے کی نسبت زیادہ آئیں گی اور آپ کو اپنے بچوں کے دلوں میں ان باتوں کی اہمیت پیدا کرنی ہوگی اور ان کو آہستہ آہستہ عادت ڈال کر ویسا بنانے کی کوشش کرنی ہوگی جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی تربیت کے نیچے آ کر پہلے زمانہ میں ایک جماعت پیدا ہو چکی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی تربیت جیسی تربیت آج کوئی نہیں کر سکتا لیکن نبی کریم ﷺ تو روحانی طور پر آج بھی اسی طرح زندہ ہیں جس طرح کہ آج سے چودہ سو سال پہلے زندہ تھے اور آپ کی دعائیں قیامت تک مخلصین اُمتِ محمدؐیہ کیلئے جاری ہیں۔ آپ نے ہر زمانہ کے لوگوں کیلئے اور ساری امت کے لئے بڑی کثرت سے دعائیں کی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی بشارتیں دی ہیں۔ اور وہ نظام جو آپ کی اتباع کر کے اور آپ کے اسوہ پر چل کر اور قرآنی تعلیم کی اطاعت کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کا نظام ہے جسے ہم آپؐ کی قوتِ قدسیہ کہتے ہیں۔ وہ نظام تو مردہ نہیں ہوا وہ آج بھی زندہ ہے کیونکہ **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ** ۔ (آل عمران:32) کی آواز جس طرح اس وقت کے لوگوں نے سنی تھی اور اسکے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال کر اور یہ حکم بجالا کر خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کیا تھا۔ یہ آیت قرآنی منسوخ تو نہیں ہو گئی بلکہ آج بھی یہ آواز اسی طرح آ رہی ہے آج بھی یہ ہمارے لئے ایک عمل کا پیغام دے رہی ہے اور آج بھی ہمارے لئے ایک بشارت دے رہی ہے۔

خدا تعالیٰ کے پیار کے حصول کے دروازے آج بھی اس طرح کھلے ہیں جس طرح پہلے کھلے تھے۔مگر اس کے لئے اُن قربانیوں کی ضرورت ہے جو پہلوں نے دیں اور پہلوں نے جو قربانیاں دیں جب ہم سوچتے ہیں تو ایک طرف تو اُن پر رشک پیدا ہوتا ہے اور دوسری طرف دل سے ان کے لئے بے حد دعائیں نکلتی ہیں وہی لوگ تھے جن کے متعلق ہم سمجھتے ہیں کہ یہ آیت پوری ہو چکی ہے اور اپنے متعلق تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ انسان کو ہمیشہ خائف اور ترساں رہنا چاہیے۔لیکن انہوں نے واقع میں خدا تعالیٰ کی مرضات کے حصول کے لئے خدا کے حضور اپنی جانیں بیچ دی تھیں۔اللہ تعالیٰ سے ایک سودا کیا تھا اپنا سب کچھ اس کے حضور پیش کر دیا تھا اور وہ خدا تعالیٰ کی ساری ہی رحمتوں کے وارث بن گئے تھے جن کا انسان اس دنیا میں وارث بن سکتا ہے۔

جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑھ رہی ہے اور نئی جماعتیں قائم ہو رہی ہیں۔ابھی ہم پرانی جماعتوں کو بھی ان کی تعداد کے لحاظ سے پورے معلم نہیں دے سکے۔اس وقت جتنے معلم ہیں اور ان پر جو خرچ ہو رہا ہے اگر ہمارے معلموں کی تعداد بڑھ جائے اور اسی نسبت سے ان پر خرچ ہو یعنی ضرورت کے مطابق اگر ہم ہر جماعت میں ایک معلم رکھیں تو اس کام پر ہمیں 25،30 لاکھ روپیہ خرچ کرنا پڑے گا۔ موجودہ حالات میں وقف جدید اس بار کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

اسلئے آج مَیں وقف جدید کا ایک نیا دفتر ایک نیا باب کھولتا ہوں اور اس کا اعلان کرتا ہوں۔ ہر جماعت کا ایک یا ایک سے زائد فرد جو کہ کچھ لکھا پڑھا ہوا اپنے آپ کو پیش کرے اور جو گذارہ ہم معلمین کو دیتے ہیں وہ گذارہ بھی وہ نہ لیں۔مَیں تنخواہ کہنے لگا تھا۔تنخواہ تو ہم دیتے نہیں جو لوگ وقف جدید کیلئے وقف کرتے ہیں ان کو ہم گذارہ دیتے ہیں۔ بہر حال وہ گذارہ بھی نہ لیں بلکہ اپنا کام کریں اور اپنے گاؤں میں رہ کر اپنی جماعت کو علمی معلومات بہم پہنچائیں۔ وہ شاید اکٹھا ایک سال مرکز میں رہ کر تعلیم حاصل نہ کر سکیں لیکن وہ ایسے واقفین رضا کار تین مہینے کیلئے یہاں آئیں اور تین مہینے کا ایک کورس کر کے واپس چلے جائیں پھر دوبارہ تین مہینے کیلئے آئیں اور ایک اَور کورس کر لیں۔اور اس طرح ہم ان کو کم از کم اس معیار پر لے آئیں جس معیار پر آج وقف جدید کا معلم پہنچا ہوا ہے اور میرے نزدیک وقف جدید کا معلم بھی اس معیار پر نہیں ہے جس معیار پر جماعت احمدیہ کے معلم کو ہونا چاہیے۔ بہر حال ہر گاؤں سے اور ہر جماعت سے اس قسم کے آدمی نکلیں اور اگر بعض جماعتیں چھوٹی ہیں تو ان کے گرد جو بڑی جماعتیں ہیں وہ ایک سے زائد آدمی دیں اور اُن کے ذمہ یہ لگایا جائے تم ہفتے میں کم از کم ایک دن ساتھ والی جماعت میں جاؤ وہ کوئی دن مقرر کر لیں بہر حال ساتواں دن وہ ساتھ والی جماعت میں دیں اور اگر ان کو اس قسم کی تربیت ہو تو اپنے گاؤں

میں تو وہ ہر وقت ہی پیار کے ساتھ اور محبت کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے حسن و احسان کی باتیں بڑوں اور بچوں اور مردوں اور عورتوں کے سامنے کریں اور ان کے دل میں نبی اکرم ﷺ کا پیار پیدا کر کے انکو یہ کنونس (CONVINCE) کرا دیں انہیں یہ باور کرا دیں اور انکو پختہ طور پر یہ بات سمجھا دیں کہ نبی اکرم ﷺ کی پیروی کرنا اور آپ کے اسوہ پر چلنا اور آپ کی اتباع کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کر لینا کوئی مہنگا سودا نہیں ہے بلکہ بہت ہی سستا سودا ہے اور اللہ تعالیٰ نے شریعت اسلامیہ کو جس کی کہ ہم پیروی کرنے والے ہیں اس قسم کا مذہب نہیں بنایا جس میں یہ دعا کی گئی ہو کہ اے خدا ہمیں صرف اُخروی نعماء سے نواز بلکہ ہمیں تو یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ (البقرہ:202) اور دنیا کی تمام حسنات کے حقیقی وارث دراصل محمد ﷺ کے طفیل آپ کے متبعین ہی ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ دنیا کی حسنات کا استعمال اس طرح پر ہونا چاہیے کہ وہ خدا تعالیٰ کو ناراض کرنے والا نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے والا ہو۔

وقف جدید کے اس نئے دفتر کیلئے جماعت میں تحریک بھی ہونی چاہیے۔ صرف میرا یہ خطبہ کافی نہیں ہے ہمارے مبلغ اور مبشر اور معلم جماعتوں میں اس کی تحریک کریں کہ اس کیلئے دوست آگے آئیں اس دفتر کی تفصیل مَیں اس وقت معین نہیں کر سکتا بعد میں حالات کو دیکھ کر معین کی جائے گی۔ بعض ایسے دوست بھی ہو سکتے ہیں جو یہ کہیں کہ ہم پہلے صرف ایک مہینے کیلئے آ سکتے ہیں تو ان کیلئے ایسے دینی نصاب ہونے چاہئیں کہ ہم ان کو کم از کم اتنا نصاب سکھا دیں کہ جب وہ دوسری دفعہ ایک مہینے کے لئے آئیں تو اس عرصہ تک وہ گذارہ کر لیں۔ کیونکہ آداب اسلامی اور اخلاق اسلامی سکھانے کی جس مہم کا اور جس عظیم علمی جہاد کا مَیں نے جلسہ سالانہ پر اعلان کیا ہے اس کو ہم ایک دو دن میں تو پورا نہیں کر سکتے۔ اس کی تو تیاری کیلئے بھی وقت لگے گا۔ اور پھر چوکس رہ کر اس کے لئے محنت کرنی پڑے گی۔ بعض اچھی باتیں شروع کی جاتی ہیں۔ پھر انکی طرف توجہ نہیں رہتی۔ جب ہم بچے تھے تو قادیان احمدیہ چوک میں جو سیمنٹ کا ایک بورڈ تھا حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اس کے اوپر آداب اور اخلاق کی باتیں نبی اکرم ﷺ کی احادیث لکھتے رہتے تھے اور ہر مرد و زن کے علم میں آ جاتا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے اور آپ اپنی امت سے چاہتے ہیں کہ اسی طرح کھانا کھایا جائے، اسی طرح لباس پہنا جائے، اسی طرح بات کی جائے۔ کئی دوست یا بچے بعض دفعہ ایسی بات کہتے ہیں کہ بڑی کوفت ہوتی ہے چنانچہ مجھے جلسہ پر کہنا پڑا کہ دوبارہ ”اوئے“ کی آواز نہ آئے مَیں نے لفظ سنا تو مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ مجھے اس طرح بیچ میں بولنے کی عادت نہیں ہے لیکن مَیں رہ نہیں سکا۔ ہمارا جلسہ ہو رہا ہو اور جلسے میں کوئی احمدی کسی اور کو ”اوئے“ کر کے آواز

دے اور اونچی آواز سے پکارے یہ تو بڑی بدتہذیبی ہے لیکن یہ اس کا قصور نہیں ہے مَیں نے تو استغفار کیا مَیں سمجھا کہ یہ میرا قصور ہے کہ کیوں مَیں ساری جماعت کی صحیح تربیت نہیں کر سکا پھر یہ ساری جماعت کا قصور ہے کہ اس طرف توجہ نہیں دی اگر ان کو بتایا جائے تو وہ ایسا نہیں کریں گے۔ چنانچہ اس کے بعد آواز نہیں آئی البتہ ایک دفعہ باہر سے آواز آئی تو مَیں نے باہر آدمی بھیجا۔ کیونکہ یہاں جلسے کے دنوں میں جو دکاندار ہوتے ہیں ان کی اکثریت اِدھر اُدھر کے علاقوں کے غیر احمدیوں کی ہوتی ہے جو یہاں آکر دوکانیں کھولتے ہیں ۔وہ اپنی عادتیں لیکر آجاتے ہیں۔ وہ بیچارے تو قابلِ رحم ہیں، ان کو تو بتانے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ شاید اُن کی نقل کسی نے یہاں اتاری تھی یا وہ باہر سے ہی ایسی عادت لے کر آیا تھا۔

مسجد میں شور مچانے کی اجازت نہیں ہے جب خطبہ ہو رہا ہو تو اس میں بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ اسلام نے اُٹھنے بیٹھنے اور مجالس میں آنے کے آداب سکھائے ہیں یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں مگر ان چھوٹی چھوٹی چیزوں نے ہی اسلامی معاشرہ کو ایک فرقان بنا دیا ہے اسلامی معاشرہ اور غیر اسلامی معاشرہ میں ایک ایسی تمیز پیدا کر دی ہے کہ یہ بظاہر چھوٹی چیزیں نتائج کے لحاظ سے چھوٹی نہیں رہتیں بلکہ زبردست چیزیں بن جاتی ہیں جس پر ایک مسلمان کو ایک احمدی کو فخر کرنا چاہیے کہ کس طرح نبی اکرم ﷺ نے اپنی دعاؤں سے اور اپنی قوتِ قدسیہ سے اور خدا تعالیٰ سے اس عظیم تعلیم کو حاصل کر کے ہمیں وحشی سے انسان بنا دیا۔ پھر انسانوں سے بہتوں کو با اخلاق بنایا اور بنا رہے ہیں اور پھر با اخلاق انسانوں میں سے بہتوں کو خدا رسیدہ انسان بنایا اور اس تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ انسان ایک دن میں تو خدا تعالیٰ کا محبوب نہیں بن جاتا۔ اس کے لئے بڑی قربانیاں کرنی پڑتی ہیں بڑی دعائیں کرنی پڑتی ہیں۔ بڑے مجاہدے کرنے پڑتے ہیں، بڑا محاسبۂ نفس کرنا پڑتا ہے اور اپنی حرکت وسکون کو بیدار ضمیر اور عزمِ صمیم کے ساتھ ایک خاص نہج پر ڈھالنا پڑتا ہے تب انسان وہ انسان بنتا ہے جس کے متعلق محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ اِس رنگ میں میری پیروی کر کے خدا تعالیٰ بھی تم سے پیار کرنے لگ جاتا ہے یہ کتنی بڑی نعمت ہے جو ہمیں ملتی ہے باقی تو مَیں نے بتایا ہے کہ یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں لیکن ان کا مجموعہ معاشروں میں ایک فرقان کی اور امتیاز کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ دے اور توفیق عطا کرے کہ ہم اپنی ضرورتوں کے مطابق آگے بڑھیں اور اپنے آپ کو پیش کر کے پہلے اپنے گھر کو ٹھیک کریں تا کہ ہم ساری دنیا کے لئے نمونہ بنیں اور وہ خواہش جو ہم میں سے اکثر کے دل میں ہوگی، ایک ایسی تڑپ جس کو بعض دفعہ دبانا مشکل ہو جاتا ہے خدا کرے کہ وہ جلد پوری ہو یعنی یہ وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے ہم سے کیا ہے کہ مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں اسلام ساری دنیا میں تمام

دیگر ادیان پر غالب آئے گا اور گو آج محمد ﷺ کو بُرا بھلا کہنے والی دنیا کی اکثریت ہے لیکن ان میں سے اکثریت نہیں بلکہ یہ سارے ہی یعنی تمام نوعِ انسانی (سوائے چند استثناء کے) محمد ﷺ کے پیار کو حاصل کرے گی اور آپ کے پیار میں مست ہوگی۔ ہماری یہ خواہش ہے کہ ہم یہ دن دیکھیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں یہ توفیق دے کہ اس خواہش کو پورا ہوتے دیکھنے کیلئے جو ہماری ذمہ داریاں ہیں ہم ان کو پورا کرنے والے ہوں۔

وقف جدید کے لئے جو میں نے اب ایک نیا باب کھولا ہے وقف جدید اس کیلئے کوشش کرے اور جماعت کیلئے مَیں دعا کرتا ہوں اور آپ بھی دعا کریں کہ آپ کو یہ توفیق ملے کہ ہر جماعت اس قسم کے آدمی بھیجے یہ سنت نبویؐ بھی ہے کہ اس قسم کے وفود کو آپؐ تربیت دیا کرتے تھے۔ یہ ہمارا تاریخی ورثہ ہے۔ مَیں کوئی نئی چیز آپ کے سامنے نہیں رکھ رہا۔ نبی کریم ﷺ کے وقت میں ہر علاقے اور ہر قبیلے کے لوگ آکر دین سیکھتے، قرآن کریم کا علم حاصل کرتے اور واپس جا کر دوسروں کو سکھاتے تھے ہم اسے کیوں بھول گئے؟ بڑے افسوس کی بات ہے۔ بہرحال دنیا کی ضرورت نے مجبور کیا اور یہ چیز نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آگئی ہے اور دعاؤں کے بغیر ہمیں اس کی توفیق نہیں مل سکتی۔

پس بہت دعائیں کریں کہ اس مہم کو سَر کرنے کی اور پیار اور محبت کے ساتھ دنیا کو آداب اور اخلاق سکھانے کی اور روحانی میدانوں میں آگے بڑھا کر خدا تعالیٰ کے پیار اور اس کی مرضات کو حاصل کرنے کی اللہ تعالیٰ جماعت کو جلد توفیق عطا کرے۔

(الفضل ربوہ 28رفروری 1976ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 7رجنوری 1977ء بیت اقصیٰ ربوہ

تشہد وتعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

وقفِ جدید کے انیس سال 1976ء کے آخر میں ختم ہو گئے اور یکم جنوری 1977ء سے وقفِ جدید کا بیسواں سال شروع ہوتا ہے۔اس سے قبل مَیں اسکے آغاز کا دعا کے ساتھ اعلان نہیں کر سکا۔دراصل ہماری زندگی کا ہر مرحلہ دعا سے شروع ہوتا ہے اور حمد و دعا پر ختم ہوتا ہے اور وہ مرحلہ اپنے دَور میں دعاؤں کے ساتھ ہی کامیابی کی راہیں دیکھتا ہے۔غرض آج مَیں وقف جدید کے بیسویں سال کا آغاز کرتا ہوں۔

جیسا کہ مَیں نے جلسہ سالانہ کی تقریر میں بھی دوستوں کو اختصار سے بتایا تھا وقف جدید کا قیام مَیں سمجھتا ہوں اس لئے کیا گیا تھا کہ ایک مسلمان کا جو کم سے کم دینی معیار ہے اس کو قائم رکھا جا سکے۔اگرچہ معلمین جو وقف جدید میں کام کرتے ہیں ان کا علمی معیار جامعہ احمدیہ سے پاس ہونے والے شاہدین سے بہت کم ہوتا ہے لیکن الٰہی سلسلوں میں صرف علمی معیار ہی کوئی چیز نہیں ہوتا اس سے زیادہ اہم روحانی معیار ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔دعاؤں کی عادت، خدائے واحد و یگانہ پر کامل توکل، اسلام کا فدائی ہونا، نوعِ انسانی کی خدمت کی تڑپ دل میں پیدا ہونا اور اسی طرح کسی انسان کی جسمانی یا اخلاقی یا روحانی تکلیف کا نا قابل برداشت ہو جانا اصل چیز ہے۔اس قسم کا احساس دل میں پیدا ہو جانا زیادہ اہم ہے علمی معیار سے۔اس معیار کو ہم تقویٰ کا معیار کہہ سکتے ہیں۔اس معیار کے پیدا کرنے کے لئے اور اس کے حصول کے لئے اور اسکے قیام کیلئے اور اس میں آگے بڑھنے کیلئے کسی ''جامعہ'' کی ضرورت نہیں ہے۔ہر مسلمان کو ہی اس میدان میں ہمیشہ کوشاں رہنا چاہیے کہ وہ آگے سے آگے بڑھتا چلا جائے لیکن جن لوگوں پر دینی اور روحانی ذمہ داریاں زائد آ پڑتی ہیں ان کو اس طرف زیادہ توجہ دینی ضروری ہو جاتی ہے اس لئے ہمیں عملاً یہ نظر آتا ہے کہ جامعہ احمدیہ کے فارغ التحصیل بعض شاہد ایسے ہیں کہ حصولِ علم کے بعد یعنی دینی علمی معیار کافی بلند ہو جانے کے بعد بھی وہ دوسرے کاموں میں لگ جاتے ہیں۔یہاں بھی اور انڈونیشیا کے بھی بعض نوجوان ایسے ہیں جنہوں نے اس معیار کو قائم کیا اور پھر وہ دوسرے کاموں میں لگ گئے۔جو شاہد دین کی خدمت پر ہی لگے رہے ان کا جب ہم موازنہ کرتے ہیں تو جامعہ احمدیہ کے فارغ التحصیل وہ بھی ہیں کہ ان کی زندگی ہمہ وقت اسلام کی خدمت میں مصروف رہنے والی زندگی ہے اور قوم کو ان پر فخر کرنا چاہیے کہ وہ بہتوں کی بھلائی

کا سبب اور ذریعہ بنتے ہیں اور خدا کی نگاہ میں ان کی کوشش مقبول ہوتی ہے، سعی مشکور ہوتی ہے کیونکہ ان کی کوشش کا نتیجہ ان کی کوشش سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو بھی اور دنیا کو بھی ملتا ہے۔ یہ ہماری نگاہ دیکھتی ہے اور کئی ایسے ہیں جو کوشش تو بظاہر دین کی راہ میں کر رہے ہیں لیکن بے ثمر کوشش جس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا اور ہیں وہ جامعہ احمدیہ کے فارغ التحصیل۔ اس کے مقابلے میں جس نے شاید ایک سال میں دینی تعلیم لی وقف جدید کے ماتحت اور جسے ہماری اصطلاح میں معلم کہا جاتا ہے ان میں ایسے ہیں جو ان شاہدین سے بہتر کام کر رہے ہیں جنہوں نے جامعہ احمدیہ سے تعلیم حاصل کی اور انہوں نے 7,6 سال لگائے اور ان پر بڑی محنت کی گئی۔ خود انہوں نے بھی محنت کی لیکن ان کی کوشش بے نتیجہ ہوتی ہے جس کا مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ان کی سعی، مشکور سعی نہیں ہوتی۔ ہماری جماعت میں صرف ان دو گروہوں کے درمیان ہی موازنہ اور روزمرہ کا ایسا مشاہدہ نہیں جو کیا جا سکتا ہے بلکہ وہ لوگ جنہوں نے نہ جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کی نہ انہوں نے وقف جدید میں کم وبیش ایک سال تک تعلیم حاصل کی بلکہ اپنے طور پر ایک طرف انہوں نے تقویٰ میں آگے بڑھنے کی کوشش کی اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا کثرت سے مطالعہ کیا اور تدریس بھی کی اور انہوں نے لوگوں کو بھی کتب کے معانی بتانے کی کوشش کی وہ بعض دفعہ جامعہ کے فارغ التحصیل اچھے اچھے طلباء سے بھی آگے نکل جاتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں قبولیت کے حصول کے متعلق کہیں بھی ہمیں یہ شرط نظر نہیں آتی کہ جو جامعہ احمدیہ سے نکلے گا خدا تعالیٰ صرف اسے ہی قبول کرے گا اور نیکی کی دیگر کوششیں خدا کے حضور قبول نہیں کی جائیں گی۔ یہ کہیں نہیں لکھا ہوا اور نہ عقل اسے باور کرتی ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ اسلام کے مطابق زندگی گزاری جائے اور خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کا عرفان حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور جس وقت ہم خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کے عرفان کا ذکر کرتے ہیں تو سمجھنے والے سمجھ جاتے ہیں کہ روحانی ترقیات کا گویا ایک نہ ختم ہونے والا میدان ان کے سامنے کھل گیا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی ذات کو اور نہ صفات کو ہم محدود ہستیاں اپنے احاطہ میں لا سکتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی صفات کے غیر محدود جلوے انسان کی محدود کوشش بہر حال اپنے احاطہ میں نہیں لا سکی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو ہمیشہ آگے بڑھتے رہنے کا موقع دیا ہے اور جیسا کہ قرآن کریم نے ہمیں بتایا ہے اور حدیث میں بڑی وضاحت سے آیا ہے کہ جتنا جتنا کوئی خدا تعالیٰ کے قرب کی راہوں کو زیادہ پا لیتا ہے اور ان کو ڈھونڈ لیتا ہے اور پہلے کی نسبت اسکے اور زیادہ قریب ہو جاتا ہے اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ ایک بہت ہی بہتر اور پہلے سے اچھے پیار کا جلوہ اس کے اوپر ظاہر کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی کیفیت ہے جسے الفاظ بیان نہیں کر سکتے۔ لیکن جو لوگ مشاہدہ کرتے ہیں اور اس کو محسوس کرتے ہیں اور جن

کے تجربے میں یہ باتیں آتی ہیں وہ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اس کے پیار اور رضا کے حصول کیلئے انسان جو کوشش کرتا ہے وہ کسی ایک مقام پر کھڑی نہیں ہو جاتی بلکہ ایک خاص مقام پر پہنچنے کے بعد ایک ارفع مقام اسے نظر آتا ہے۔صرف اس دنیا میں نہیں بلکہ مرنے کے بعد جنت یعنی اخروی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے بھی نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر دن اور (چونکہ وہاں کے دنوں کا تو ہم تصور نہیں کر سکتے کہ کیسے ہیں اس لئے کہنا چاہیے) ہر گھڑی ایک نیا دروازہ کھلتا ہے ترقیات کا جنتیوں کیلئے اور وہ خدا تعالیٰ کے حسن کو اور زیادہ حسین شکل میں دیکھتے ہیں۔آنے والے دن پچھلے دن کے مقابلہ میں زیادہ حسین ہوتے ہیں اور ہم اپنے محاورہ میں کہہ سکتے ہیں کہ جنت میں ان کا مقام کچھ اور بلند ہو جاتا ہے۔وہ خدا تعالیٰ کی رضا کو کچھ اور زیادہ حاصل کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے حسن کے جلوے کچھ اور ہی شان کے ساتھ انکے اوپر جلوہ گر ہوتے ہیں۔پس یہ جو تقویٰ والا حصہ ہے یعنی روحانی ترقیات کا یہ ظاہری دینی معیار کے مقابلہ میں بہت زیادہ اہم ہے لیکن جو دینی معیار ہے اس کو بھی ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔اس کے لئے بھی قوم کو ہمیشہ چوکس اور بیدار رہ کر کوشش کرنی پڑتی ہے کہ وہ صراط مستقیم پالینے کے بعد بے راہ رَو نہ ہو جائیں۔

اسلام کی گزشتہ چودہ سو سال کی تاریخ میں یہ نظر آتا ہے کہ جگہ جگہ اور ملک ملک مسلمانوں میں بدعات پیدا ہو گئیں اور پھر ان کو دور کرنے کیلئے خدا نے اپنے نیک بندوں کو کھڑا کیا اور وہ کامیاب ہوئے۔پھر کچھ عرصہ گزرا تو کسی اور طرف سے شیطان نے حملہ کیا اور نئی قسم کی بدعات پیدا ہو گئیں۔تاریخ کا یہ حصہ ہمیں بتاتا ہے کہ امت محمدیہ کا زندہ رہنے والا حصہ (ایک حصہ ہمیشہ زندہ رہا ہے) اور وہ، وہ حصہ ہے جو ہمیشہ چوکس اور بیدار رہا ہے یعنی چودہ سو سال میں جہاں بدعات پیدا ہوئیں وہاں لاکھوں کروڑوں بزرگ بندے خدا سے پیار کرنے والے اور اس کے پیار کو حاصل کرنے والے بھی تو پیدا ہوئے۔پس دریا کا ایک وہ دھارا ہے جو اپنے راستے سے ہٹا نہیں اور اپنے بہاؤ پر جارہا ہے اور وہ جس کی نہ گہرائی کا پتہ ہے اور نہ اس کی وسعتوں کا ہمیں علم حاصل ہو سکتا ہے یعنی خدا تعالیٰ کی ذات وصفات جسے تمثیلی زبان میں سمندر کہہ سکتے ہیں وہ اسکے قریب ہو رہے ہیں اور صراطِ مستقیم پر بحیثیت امت مسلمہ آگے ہی آگے بڑھتے چلے جارہے ہیں۔

غرض انہوں نے صراطِ مستقیم کو نہیں چھوڑا لیکن جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے بدعات بھی پیدا ہوئیں اور عجیب وغریب بدعات پیدا ہوئیں۔جس جگہ اسلام پھیلا وہاں کے پرانے مکینوں کی کچھ بدعات بھی آہستہ آہستہ واپس ان کے اندر لوٹ آئیں اس لئے مثلاً افریقہ کی تاریخ ہے جسے دنیا نے تو یہ کہا کہ یہ ظلمات میں گھرا ہوا خطۂ ارض ہے مگر وہاں مسلمانوں کے اندر کچھ اس قسم کے نور نظر آتے ہیں کہ اسلامی تاریخ بتاتی

ہے کہ وہاں بھی مجدد ین اور اولیاء اللہ پیدا ہوئے مثلاً حضرت عثمان فودیؒ جن کا مَیں نے پہلے بھی کئی دفعہ ذکر کیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے سے قریباً سو سال پہلے ان کا زمانہ ہے۔ انہوں نے اعلان ہی یہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اپنے علاقے سے ان بدعات کو دور کر دیں جنہوں نے اسلام کے چہرے کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ ان کو تکالیف بھی برداشت کرنی پڑیں، انکو لڑائیاں بھی لڑنی پڑیں، ان کو ہلاک کرنے کے منصوبے بھی بنائے گئے لیکن جس غرض کیلئے اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک خاص علاقے کا مجدد بنایا تھا اس میں وہ کامیاب ہوئے اور بدعات کو دور کر دیا لیکن ایک عرصہ گزرنے کے بعد پھر ان کے ماننے والوں میں بھی دوسری قسم کی بدعات پیدا ہوگئیں۔ ایک وقت آئے گا انشاء اللہ جب لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں علم رکھنے والے بھی اور صراطِ مستقیم پر مضبوطی سے قائم رہنے والے بھی جماعت احمدیہ میں پیدا ہوں گے اور جوں جوں جماعت میں وسعت پیدا ہوتی جائیگی وہ کام کو سنبھالتے چلے جائیں گے لیکن اس وقت ہمارے شاہدین بھی ضرورت سے کم ہیں اور وقف جدید کے معلمین بھی تعداد سے کم ہیں اس لئے گزشتہ سال مَیں نے رضا کار معلمین کی ایک تحریک کی تھی۔ مَیں اس کام کیلئے ''اعزازی معلمین'' کی اصطلاح پسند نہیں کرتا (ممکن ہے میری زبان سے غلطی سے نکل گیا ہو بہر حال مجھے یاد نہیں رہا) میری مراد رضا کار معلم ہیں۔ یعنی وہ وقف جدید کے معلم جنہیں تھوڑا بہت معاوضہ بھی ملتا ہے اور وہ وقف جدید کے انتظام کے ماتحت کام کر رہے ہیں ان کے علاوہ رضا کار معلمین کی ضرورت ہے وقف جدید کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ان کی تحریک کی گئی تھی لیکن جماعت کو اس کام کی اہمیت بتانے کی بھی ضرورت ہے کیونکہ وہ منصوبہ یہ ہے کہ ہر گاؤں اور قصبہ اور آبادی کے کچھ لوگ یہاں مرکز میں آ کر ٹھہریں اور چند ماہ میں ان کو کچھ بنیادی باتیں بتائی جائیں اور چونکہ سارا دن انہوں نے یہی کام کرنا ہے اس لئے کچھ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا سہولت کے ساتھ مطالعہ کریں اور پھر وہ اپنے اپنے گاؤں یا قصبہ یا آبادی میں جا کر دوستوں کے کم سے کم دینی معیار کو قائم کرنے کی کوشش کریں۔

جیسا کہ مَیں نے کہا ہے معلم بھی اور شاہد بھی۔ ان میں بہت اچھے بھی ہیں، اچھے بھی ہیں اور بالکل نچلے درجے کے بھی ہیں۔ بعض کو فارغ بھی کرنا پڑتا ہے لیکن ان کی بڑی مانگ ہے جس کا مطلب ہے کہ جماعت میں ضرورت کا احساس ہے کہ انہیں معلم چاہیے۔ جماعت میں ضرورت کا احساس موجود ہے کہ انہیں شاہد مبلغ چاہیے لیکن ضرورت کے اس احساس کے مطابق جتنا احساسِ ذمہ داری ہونا چاہیے وہ جماعت میں نہیں ہے۔ نہ شاہد کیلئے جامعہ احمدیہ میں اُتنے میٹرک پاس نوجوان آتے ہیں کہ وہ ہماری ضرورت پوری کر دیں اور نہ وقف جدید کو اُتنے معلم ملتے ہیں کہ وقف جدید جو کام کر رہی ہے یعنی یہ کہ جو کم

سے کم معیار ہے قوم کواس سے نیچے نہ گرنے دیا جائے۔اس ضرورت کو پورا کردیں اور جواُنہی کا کام ایک اور رنگ میں کرنے والے رضا کار معلم ہیں ان کے بارہ میں بھی ذمہ داری کا احساس نہیں۔مَیں تو سمجھتا ہوں کہ اگر جماعت اس طرف توجہ کرے تو ایک وقت میں سینکڑوں رضا کار معلم یہاں آ جائیں۔اس طرف جماعت کو توجہ کرنی چاہیے۔ہر گاؤں اور ہر آبادی سے آنے چاہئیں۔شہروں کو نسبتاً زیادہ ضرورت ہوتی ہے لیکن ہمارے عام دیہات جو ہیں ان میں سے ایک یا دو آدمی آ جائیں۔ایک وقت میں ایک آ جائے پھر دو ہو جائیں پھر تین ہو جائیں۔پانچ دس ایسے ہوں جن کو دین اسلام کے بنیادی اعتقادات اور ابتدائی اصول از بر یاد ہوں کچھ احادیث ان کو یاد ہوں۔قرآن کریم کے کچھ حصے ان کو یاد ہوں۔جو اخلاقی مسائل ہیں وہ ان کو یاد ہوں اور ایک دو سال کے بعد پھر وہ دو تین مہینے کیلئے آ جائیں تا کہ ان کا علمی معیار اور بلند ہو جائے۔جماعت کو جہاں ضرورت کا احساس ہے وہاں جماعت کو مَیں بتانا چاہتا ہوں کہ وہ اس کے مطابق اپنے اندر ذمہ داری کا احساس بھی پیدا کریں تا کہ ان کی ضرورت پوری ہو جائے۔اگر ان میں ذمہ داری کا احساس پیدا نہ ہو تو ضرورت کیسے پوری ہو جائے گی۔مرکز کی طرف سے آٹے کے مجسمے بنا کر تو ان کے پاس نہیں بھجوائے جا سکتے اور نہ پتھر کے بُت اس کام کیلئے تراشے جا سکتے ہیں۔بتوں کو اور غیر اللہ کے جو دوسرے مظاہر ہیں کسی رنگ میں لکڑی کے یا بتوں کے یا توہمات کے، ان کو توڑنے کیلئے اور ان کو جلانے کیلئے اسلام آیا اور اب اس زمانے میں اسلام کے اندر احمدیت قائم ہوئی ہے۔اسلام کی تعلیم کو پھیلانے کیلئے انسان نے جو کام کرنا ہے وہ تو انسان ہی نے کرنا ہے۔جو کام ایک جذبہ رکھنے والے اور ایثار پیشہ اور خدا اور رسولؐ سے محبت رکھنے والے دل نے کرنا ہے وہ تو ایسے دل نے ہی کام کرنا ہے۔

جس کام کے لئے تعلیم کی ضرورت ہے واقفیت کی ضرورت ہے وہ کام تعلیم اور واقفیت کے علاوہ ہو ہی نہیں سکتا، اس کے لئے تو علم پھیلانا پڑے گا، اعتقادات بتانے پڑیں گے۔بعض ایسی باتیں ہیں جن کا حافظہ کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے اور ان میں سے ایک نماز جنازہ ہے۔زندگی اور موت انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے اسلئے ہر جگہ ایسے آدمی ہونے چاہئیں جو نماز جنازہ پڑھا سکیں۔ہماری جماعت میں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اس قسم کی تعلیم کافی ہے لیکن جماعت سے باہر دنیا میں مسلمان پھیلے ہوئے ہیں۔بعض دفعہ یہ اطلاع بھی آ جاتی ہے کہ ایک آبادی کا جو معلم یا مُلّا ہے اسے نماز جنازہ کے الفاظ کا بھی پتہ نہیں۔یا نکاح کیلئے آیات ہیں۔کیونکہ ایک دوست نے بتایا کہ ایک جگہ ایک مولوی صاحب تھے ان کو نماز جنازہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ آتی تھی تو انہوں نے وہی دعا جو جنازہ میں پڑھی جاتی ہے پڑھ کر اعلان نکاح کر دیا۔غرض جو نکاح کے وقت پڑھنا چاہیے اس کا بھی پتہ نہیں تھا۔اسلئے اگر ہم نے جگ ہنسائی نہیں کروانی، جس

طرح اس وقت بہتوں کے چہرے پر ہنسی آ گئی ہے کیونکہ بات ہی ایسی ہے تو ہمیں یہ بات سوچنی پڑے گی اور اس قسم کی بنیادی باتیں یاد کرنی پڑیں گی۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ سو دو سو سال کے بعد ہمارے متعلق بھی اس قسم کی باتیں مشہور ہونے لگ جائیں۔ بعض چیزیں ہر وقت ہمارے ساتھ لگی ہوئی ہیں ان سے متعلقہ مسائل یاد ہونے چاہئیں۔ مثلاً نکاح ہے، ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے صحت اور عمر دے تو اس کو یہ تجربہ بھی کرنا پڑتا ہے اور ایسے لوگ چاہئیں جو نکاح کے اعلان کے وقت اور اس جوڑ کے وقت جو بڑا اہم بھی ہے اور بڑا نازک بھی ہے دعاؤں کے ساتھ یہ اعلان کریں کہ یہ جوڑ قائم ہو گیا ہے لیکن اگر اعلان کرنے والے اس کی اہمیت ہی نہ سمجھیں اور اس مسئلہ ہی کو نہ جانیں تو پھر بہت سی برکات اور دعاؤں سے ایسے لوگ محروم ہو جائیں گے۔ یہ تو ہم پسند نہیں کرتے۔

وقف جدید کا سارا کام چلانے کیلئے پیسے کی بھی ضرورت ہے تاہم پیسے کی اہمیت سب سے آخر میں ہے اصل تو وہ دل ہے جس کے اندر خدا تعالیٰ کا پیار اور محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت شعلہ زن ہے۔ کئی دفعہ غیر پوچھتے ہیں کہ آپ کو اتنے پیسے کہاں سے آ جاتے ہیں؟ مَیں ان کو جواب دیا کرتا ہوں کہ ہماری دولت سکہ اور روپیہ وغیرہ نہیں ہے ہماری دولت تو وہ دل ہیں، وہ مخلص دل جو منور سینوں کے اندر دھڑک رہے ہیں۔ پھر کسی اور جگہ ہمیں جانے کی ضرورت نہیں خدا کے در پر جانے کی ضرورت ہے۔ ہمارے لئے ایک ہی در ہے۔ خدا کرے کہ یہ منور سینے ہمیشہ جماعت کے اندر رہیں اور ان میں دھڑکنے والے دل ہمیشہ ہی مخلص اور ایثار پیشہ دل بنے رہیں۔

غرض وقف جدید کے بجٹ میں بڑی تھوڑی رقم ہوتی ہے۔ جماعت یہ کوشش کرے کہ ان کی ضرورت پوری ہو تا کہ جو جماعت کی ضرورت ہے وہ پوری ہو اور ضرورت کے احساس اور ذمہ داریوں کے فقدان کے نتیجہ میں جو خرابی پیدا ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ اس سلسلہ میں صرف وقف جدید نہیں بلکہ ساری جماعت کا یہ کام ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے رسائل شائع کرے۔ اول تو یہ ضروری ہے کہ ہمارے ہر بچے کو پڑھنا آتا ہو۔ اردو کی عبارت پڑھنی آتی ہو۔ ویسے ہمارے بہت سے ایسے احمدی دوست ہیں جو اپنے دستخط بھی نہیں کر سکتے لیکن ہیں وہ عالم۔ اس لئے دوسری چیز ''پڑھنا آتا ہو'' کے ساتھ مَیں یہ کہوں گا کہ ''سننا بھی آتا ہو'' یعنی دین کی باتیں سننے کا شوق پیدا ہو اور سنانے والے بھی موجود ہوں۔ مثلاً جو دوست ہماری مساجد میں خطبہ جمعہ سنتے رہتے ہیں ان کا علم دوسروں کی نسبت بہت بڑھ جاتا ہے کیونکہ مختلف مسائل کے متعلق باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ پس بنیادی باتوں کے متعلق جو رسائل ہیں وہ بچوں کے ہاتھوں میں دیئے جائیں۔ ایسے رسائل کا کثرت سے شائع ہونا بھی بڑا ضروری ہے۔ ایک تو

بنیادی علمی باتیں ہیں یا آئندہ کی خبریں ہیں یا روحانیت کے بلند مقام تک پہنچانے کیلئے جو کوشش ہے وہ تو اپنی جگہ بہت ضروری ہے مگر وہ تو انتہا ہے اور انتہا بہر حال بلند بھی ہے اور اہم بھی ہے ابتدا سے۔ لیکن اگر ابتدا ہی نہیں تو انتہا کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ ابتدا سے دینی تعلیم کا خیال رکھنا چاہیے یعنی جب بچہ سننے کے قابل ہوتا ہے اس وقت سے دینی تعلیم سکھانا شروع کرنا چاہیے۔ مَیں نے اکثر دیکھا ہے اور بڑا نمایاں فرق محسوس کیا ہے مثلاً ایک خاندان ہے اس کا بچہ جب سننے کے قابل ہوتا ہے یعنی بات سن کر سمجھ لیتا ہے تو والدین اس کے کان میں نیکی کی باتیں ڈالتے ہیں۔ چنانچہ جن بچوں کے کانوں میں بچپن میں دین کی باتوں کی آواز پڑتی ہے وہ بڑے ہو کر ان بچوں کے مقابلہ میں ہزار گنا، لاکھ گنا بلکہ کروڑ گنا اچھے ہوتے ہیں جن کے ماں باپ کہتے ہیں بچہ آپ ہی پڑھ جائیگا آپ ہی سیکھ جائیگا اسلئے وہ ان کے کانوں میں کوئی نیکی کی بات نہیں ڈالتے۔

پس دوست اپنے بچوں میں سننے کی خواہش پیدا کریں اور ان کو سنانے اور پڑھانے کی خود اپنے اندر بھی عادت پیدا کریں کیونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کو جو بیان سکھایا تھا وہ بنیادی علم ہے جس میں سارے علوم آجاتے ہیں وہ اس زمانے میں ہر پہلو سے عروج کو پہنچ گیا ہے اسلئے اس زمانہ میں ترقی اس آدمی کے مقدر میں ہے جو علم کی طرف توجہ کرتا ہے۔ مَیں اس وقت عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کی تفسیر میں تو نہیں جاؤں گا۔ یہ اپنی ذات میں ایک بڑا لمبا مضمون ہے۔ اس وقت مَیں بتا یہ رہا ہوں کہ وقف جدید نے جن چھوٹے چھوٹے دیہات میں معلم بھیجے ہیں وہاں جو دوسری ضروریات ہیں وہ بھی پوری ہونی چاہئیں۔ ان کے پاس لٹریچر ہونا چاہیے۔ لوگوں کے اندر سننے کی اور خود ان کو سنانے کی عادت ڈالنی چاہیے تا کہ وہ اسلام کی ابتدائی تعلیم کو بھولیں نہیں۔ جو رضا کار معلم ہیں وہ بھی ہمیں ملنے چاہئیں۔ تین مہینے کا یہاں کورس ہے وہ یہاں تین مہینے رہیں۔ دینی کتب پڑھیں اور مسائل سیکھیں، ان کو یاد رکھیں۔ بعض باتیں ان کو یاد کروائی جائیں۔ ہماری کم سے کم جو ضرورت ہے وہ تو ہر جگہ بہر حال پوری ہو جانی چاہیے۔ اس میں تو کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے اور جو کچھ مَیں نے کہا ہے وہ دراصل وقف جدید کے بیسیویں سال کے آغاز کا اعلان ہے۔ خدا کرے ہر نیا سال پہلے سال سے زیادہ برکتوں والا ہو ہمارے لئے بھی اور دنیا کے لئے بھی۔

آج صبح ہمارے ایک مخلص بزرگ اور بھائی محترم ملک غلام فرید صاحب کی وفات ہوگئی اِنَّـا لِلّٰـهِ وَاِنَّـآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ ملک صاحب کی ساری زندگی ہی حقیقی جذبہ کے ساتھ گذری (جس کا مَیں نے ابھی ذکر کیا تھا) آپ نے غیر ممالک میں ہمارا جو تبلیغی پروگرام ہے اس میں بھی حصہ لیا۔ جرمنی میں بھی مبلغ رہے انگلستان میں بھی رہے جو تعلیم کی کوششیں ہیں جماعت کی اس میں بھی حصہ لیا۔ مجلس تعلیم میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کام کیا۔ ریویو آف ریلیجنز میں بھی بڑے لمبے عرصہ تک کام کرتے

رہے اور پھر آخر میں بہت ہی اچھا سب سے اچھا کام کرنے کی توفیق ملی ویسے پہلے کام بھی اسی سلسلہ میں تھے لیکن نمایاں ہو کر قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اور قرآن کریم کے تفسیری نوٹ انگریزی میں تیار کرنے کا کام ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے شروع میں اس غرض کے لئے ایک کمیٹی بنادی تھی جس کے ممبر محترم ملک صاحب بھی رہے ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے تین آدمیوں پر مشتمل کمیٹی بنی تھی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ، حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت ملک غلام فرید صاحب رضی اللہ عنہ تینوں کی ایک کمیٹی تھی جس نے انگریزی ترجمہ کا کام کیا اور جو مختصر تفسیری نوٹوں والا کام تھا اور کچھ ترجمہ کو REVISE کرنے کا کام تھا اسے ملک صاحب مرحوم نے اپنی آخری عمر میں بڑی محنت کے ساتھ ایک ایک لفظ کی تحقیق کر کے مکمل کیا جو انگریزوں کے لئے بھی حیرانی کا باعث بنا یعنی اگر وہ غیر مسلم تھے اور انہوں نے قرآن کریم سیکھنے کی کوشش کی تو ان کے لئے بھی حیرانی کا باعث تھا اور باعث برکت تھا ان احمدیوں کیلئے بھی جو قریباً ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان کا ایک بڑا حصہ انگریزی دان بھی ہے۔ تفسیری نوٹ فٹ نوٹ کی شکل میں ہیں۔ جس طرح حضرت مصلح موعود کے تفسیر صغیر کے نوٹ اردو میں ہیں انہیں کے اوپر بنیاد رکھ کر ملک صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ نے تفسیری نوٹ تیار کئے ہیں۔ الٰہی تقدیر تو اپنا کام کرتی ہے۔ جو شخص اس دنیا میں آتا ہے اسے ایک دن جانا بھی ہوتا ہے اسی لئے ہمیں کہا گیا ہے کہ جب ایک دن جانا ہی ہے اور ہمیشہ کی زندگی ہے جس کے اندر تمہیں داخل ہونا ہے تو اسکے لئے زیادہ فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت ملک غلام فرید صاحب رضی اللہ عنہ نے بڑی پیاری زندگی گذاری ہے۔ ان میں دینی غیرت بھی بڑی تھی اور اطاعت بھی بڑی تھی یعنی خلافت کی اطاعت اور نظامِ جماعت کی اطاعت۔ ایک چھوٹا سا واقعہ مجھے یاد آ گیا۔ ہم قادیان میں خدام الاحمدیہ کے زیر اہتمام وقارِ عمل منایا کرتے تھے۔ یہاں اس شکل میں اب وقارِ عمل نہیں ہوتے وہاں تقریباً سارے خدام اور انصار شامل ہوا کرتے تھے۔ اور ان کے گرد رضا کار پہرہ دے رہے ہوتے تھے۔ اور روایت یہ بن گئی تھی کہ ہر شخص وہاں آئے اور کوئی شخص اجازت کے بغیر اس علاقے سے باہر نہ نکلے۔ ایک دن کوئی ایک تہائی وقت گذرا تھا ایک رضا کار نے آ کر مجھے کہا۔ (مَیں ان دنوں صدر مجلس خدام الاحمدیہ تھا) کہ ملک غلام فرید صاحب آئے اور تھوڑی دیر بعد ہی چلے گئے۔ میں نے ان کو روکا اور انہوں نے بازو سے پکڑ کر پرے دھکیل دیا اور چلے گئے۔ اس نے اپنی طرف سے شکایت کی۔ مَیں چونکہ ملک صاحب کو جانتا تھا اس لئے مَیں نے ان کی بات سن لی۔ میرا خیال تھا کہ مَیں خود ہی بات کرلوں گا ان سے کہ کیا قصہ ہے مَیں جانتا تھا کہ وہ بغیر اجازت کے اس طرح جانے والے نہیں۔ دوسری طرف ملک صاحب کو کسی نے کہا، یا کہ شاید مَیں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے

پاس ان کی شکایت کر دی ہے اس لئے خلافت سے ان کو جو پیار اور محبت تھی اس کی وجہ سے وہ سخت گھبرائے کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ چنانچہ ان کا میرے پاس خط آ گیا کہ آپ نے کیوں میری شکایت کر دی۔ مجھ سے تو بات کر لینی تھی مَیں آپکو اصل وجہ بتا دیتا۔ خیر مَیں نے ان کو بتایا کہ میں نے کوئی شکایت نہیں کی وہ کہنے لگے کہ بات یہ تھی کہ ''ریویو آف ریلیجنز'' کی اشاعت کے سلسلہ میں مَیں نے گاڑی پکڑنی تھی۔ اسی دن جس دن وقارِ عمل تھا لیکن مجھ سے یہ رہا نہیں گیا اور مَیں نے کہا وقار عمل میں شامل ہونا ثواب کا موقع ہے تو مَیں تھوڑی دیر کیلئے آ کر شامل ہو جاتا ہوں کیونکہ گاڑی کا جو وقت تھا اس سے پہلے مجھے تھوڑا سا وقت مل جاتا تھا کہ مَیں وقار عمل میں بھی شامل ہو جاؤں اور گاڑی بھی پکڑ لوں (غالبًا وہ لاہور جا رہے تھے) تو اس عرصہ کے لئے مَیں وقارِ عمل میں شامل ہوا اور مجھے جتنا وقت میسر تھا مَیں نے وقار عمل میں حصہ لیا اور اسکے بعد میرے پاس اتنا وقت ہی نہیں تھا کہ مَیں اجازت لیتا۔ مَیں نے کہا کہ مَیں بعد میں بات کر لونگا سو مَیں چلا گیا۔ مَیں نے ان سے کہا آپ نے بڑا اچھا کیا۔ گو یہ ہے تو ایک چھوٹا سا واقعہ لیکن اس میں ان کو جو پیار اور تعلق تھا خلافت سے وہ بھی ظاہر ہوتا ہے اور جو ان کا تعلق تھا نظام جماعت سے وہ بھی ظاہر ہوتا ہے اور جو ان کا احساس تھا اپنی ذمہ داری کو نباہنے کا، وقت پر ریویو شائع ہو جائے وہ بھی ظاہر ہوتا ہے اور جو تھوڑا سا وقت ایک نیکی کے کرنے کا ان کو ملا اور جسے وہ پورا ثواب سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ ثواب دے ہی دیتا ہے ایسے نیت والے آدمیوں کو تو انہوں نے کہا کہ اگر وہ تین گھنٹے وقار عمل میں شامل نہیں ہو سکتے تو چلو ایک گھنٹہ ہی شامل ہو جائیں۔ پس ایک ایسا وجود ہم سے جدا ہوا ہے ایک تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی جو اولاد ہے اور دوسرے عزیز و اقارب جو وہ پیچھے چھوڑ گئے ہیں ان پر بھی رحمت نازل کرتا رہے اور ان کا بھی خاتمہ بالخیر کرے۔ ہم سب کا خاتمہ بالخیر کرے۔ اور ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے وجود کثرت سے جماعت میں پیدا ہوتے رہیں اخلاص کے لحاظ سے بھی، علم کے لحاظ سے بھی اور ہر وقت فدائیت کے ساتھ خدمتِ اسلام کا جو جذبہ ہے اس لحاظ سے بھی اور ہماری علمی میدان کی جو ضرورتیں ہیں اللہ کرے کہ ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں جو ان ضرورتوں کو پورا کرنے والے ہوں۔

ملک صاحب مرحوم کی نماز جنازہ عصر کی نماز کے بعد چار بجے بہشتی مقبرہ کے میدان میں پڑھی جائیگی۔ دوستوں کو چاہیے کہ احمدیت کے ایسے بزرگ اور فدائی کی نماز جنازہ میں زیادہ سے زیادہ شامل ہوں۔ جہاں ہمیں اپنے لئے بھی دعا کا خاص موقع ملتا ہے اور جانے والے بھائی کیلئے بھی دعا کا خاص موقع ملتا ہے۔

(روزنامہ الفضل 5؍مارچ 1977ء)





اقتباس از خطاب جلسہ سالانہ فرمودہ 27؍دسمبر 1977ء

وقفِ جدید کے کام میں سب سے بڑی روک خود جماعتوں کی طرف سے واقع ہوتی ہے وہ معلمین کا مطالبہ تو کرتی ہیں لیکن معلمین تیار کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتیں اور نہ ہی احباب حسبِ ضرورت بطور معلم کام کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں اب اگر دوسو معلمین کی ضرورت ہو اور آپ صرف سو معلم دیں تو باقی کہاں سے آئیں گے؟ پس جماعتوں کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ تعداد میں ایسے لوگ پیش کرنے چاہئیں جو بطور معلم خدمات بجالاسکیں اس کے بغیر وقفِ جدید کے کام میں وسعت پیدا نہیں ہوسکتی۔ پھر وقفِ جدید کے لئے ایک خاص قسم کا لٹریچر چاہئے، گہرے اور ادقّ مسائل کی معلمین کو ضرورت نہیں۔ ان کے لئے تو ایسی کتابیں تیار ہونی چاہئیں جن میں موٹے موٹے مسائل کو عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہو۔ پھر معلمین کے لئے ایک عام فہم انداز میں لکھی ہوئی تبلیغی پاکٹ بک بھی ہونی چاہئے جو ضروری حوالہ جات پر مشتمل ہو۔ مَیں نے 2؍جنوری 1976ء کو خطبہ جمعہ میں رضا کار معلمین سے متعلق ایک تحریک پیش کی تھی اس کی طرف جماعت پوری توجہ نہیں کر رہی۔ جماعت نے ابھی اس تحریک کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔ مَیں نے تحریک یہ پیش کی تھی کہ جماعتیں مرکز میں رضا کار معلم بھجوائیں۔ مرکز ان کے لئے دو ماہ کی کلاس جاری کر کے تعلیم و تربیت کا انتظام کرے گا اور انھیں اس قابل بنائے گا کہ وہ رضا کارانہ طور پر بطور معلم خدمت بجالاسکیں۔ انھیں مختلف مسائل کے چیدہ چیدہ دلائل سکھا دیئے جائیں گے اور ان میں اتنی استعداد پیدا کر دی جائے گی کہ وہ بآسانی کام کرسکیں گے۔ رضا کار معلمین کے منصوبہ کا ذکر قرآنِ مجید میں بھی آتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبہ:122) یعنی مومنوں کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ سب کے سب (اکٹھے ہو کر تعلیم دین کے لئے) نکل پڑیں پس کیوں نہ ہوا کہ ان کی جماعت میں سے ایک گروہ نکل پڑتا تا کہ وہ دین سیکھتے اور اپنی قوم کو واپس لوٹ کر (بے دینی سے) ہوشیار کرتے تا کہ وہ گمراہی سے ڈرنے لگیں۔ اس آیت میں اس امر کا ہی ذکر ہے کہ بعض لوگوں کو رضا کارانہ طور پر آگے آنا چاہئے اور مرکز میں رہ کر دین سیکھنا چاہئے اور پھر اپنے اپنے علاقوں میں واپس جا کر لوگوں کو ہدایت کی طرف بلانا چاہئے۔ اب

تک معلمین وقفِ جدید کی مساعی کے نتیجہ میں چارسو پندرہ غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا ہے۔اگر رضا کار معلمین میسر آتے رہیں تو وقفِ جدید کے کام میں بہت وسعت پیدا ہو سکتی ہے۔ جماعت کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔

(الفضل 18 / جنوری 1978ء)





خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 31؍جنوری 1978ء بمقام ربوہ

حضور نے فرمایا انسان اسی ذات پر صحیح معنوں میں اور پورے اطمینان کے ساتھ توکل کر سکتا ہے جو عزیز بھی ہو اور رحیم بھی۔ یعنی ہر شئے پر قادر بھی ہو اور پھر اپنی عظیم قدرت سے اپنے بندوں پر بار بار رحم کرنے والا بھی ہو۔ انسان اپنی کمزوریوں کی وجہ سے اس امر کا محتاج ہے کہ وہ بار بار توبہ اور استغفار کے ذریعہ اپنے رب کی طرف جھکے اور اس کا یہ جھکنا محض زبان سے نہ ہو بلکہ عمل سے بھی ہو۔ یعنی قرآن کریم نے جو احکام دیئے ہیں ہمارے اعمال ان کے مطابق ہوں مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرۃ:4) اس میں اموال کو اور پھر اپنے اوقات کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا بھی مراد ہے اور اس بارہ میں رسول اکرم ﷺ کے صحابہؓ کا عظیم نمونہ ہمارے پیشِ نظر رہنا چاہیے۔

حضور نے فرمایا ہماری جماعت میں جتنی تحریکیں بھی کی جاتی ہیں ان سب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حصول اور رسول کریم ﷺ کی عظمت کو دنیا میں قائم کرنا ہے انہی تحریکوں میں سے ایک تحریک وقفِ جدید بھی ہے جس کے نئے سال کے آغاز کا مَیں آج اعلان کرتا ہوں۔ اس تحریک کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہماری جماعتوں میں ہر جگہ ایسے معلم موجود ہوں جو روزمرہ کی باتوں میں قرآن کریم کے احکام بتائیں اور لوگوں کی تربیت کریں۔

حضور نے فرمایا وقف جدید کے معلم ہمیں مناسب تعداد میں نہیں مل رہے ہمیں ایسے بہت سے مخلص احمدی معلم ملنے چاہئیں جن کے دل میں قرآنی احکام پر عمل کرنے اور کرانے کی تڑپ ہو اور پھر ان معلمین کے اخراجات پورا کرنے کیلئے ہمیں چندہ بھی دینا چاہیے۔ اس چندہ کا ایک حصہ مَیں نے احمدی بچوں اور بچیوں کی تربیت کی غرض سے ان کے ذمہ لگایا تھا۔ مَیں چاہتا ہوں کہ کوئی احمدی بچہ اور بچی ایسی نہ رہے جو اپنی خوشی سے رضا کارانہ طور پر اپنے جیب خرچ میں سے تھوڑی بہت رقم بچا کر اس تحریک میں پیش نہ کرے۔ ان کے علاوہ بڑوں کو بھی اپنی اپنی استطاعت کے مطابق چندہ وقفِ جدید میں ضرور حصہ لینا چاہیے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اموال میں بڑی برکت ڈالے آپ کی قربانی کو قبول کرے اور اس کے فضلوں کے آپ وارث بنیں۔ آمین (روزنامہ الفضل ربوہ 14؍جنوری 1978ء)





اقتباس از خطاب جلسہ سالانہ فرمودہ 27 دسمبر 1978ء

حضور انور اپنے خطاب میں وقف جدید کی کامیابیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقف جدید، اللہ کا فضل ہے، بڑا اچھا کام کر رہی ہے۔ایک کام جو بڑا پیارا وہ کر رہے ہیں وہ ہندوؤں میں اور بت پرستوں میں تبلیغ کا ہے اور آہستہ آہستہ یہ بت پرست اور خدائے واحد و یگانہ کو نہ ماننے والے جو قبیلے ہیں یہ خدائے واحد و یگانہ کی طرف توجہ کر رہے ہیں۔اور سینکڑوں کی تعداد میں اسلام لا چکے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں صداقتِ اسلام کے متعلق تحقیق میں مشغول ہیں۔دوست دعا کریں اللہ کرے انکو بھی اسلام کا نور حاصل ہو۔وقف جدید کی ایک فری ڈسپنسری ہے وہ بھی بڑا اچھا کام کر رہی ہے۔

(غیر مطبوعہ)





خطبہ جمعہ فرمودہ 5/جنوری 1979ء بیت اقصیٰ ربوہ

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

آج میرا ارادہ بعض ضروری اور اہم اور بنیادی باتیں کرنے کا تھا لیکن دو ایک روز سے مجھے انفلوئینزا کی ہلکی سی شکایت شروع ہوگئی تھی جس میں آج شدت پیدا ہوگئی ہے اور آج صبح مَیں نے محسوس کیا کہ مجھے بخار کی سی کیفیت بھی ہے۔ تھرمامیٹر لگایا تو بخار تو نہیں تھا لیکن حرارت 99.4 تھی اور وہ کیفیت اب زیادہ ہو رہی ہے اس لئے وہ باتیں جن پر کافی وقت لگتا تھا وہ مَیں اس وقت بیان نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے انشاء اللہ آئندہ جمعہ پر بیان کروں گا لیکن توفیق دینے والا اللہ ہی ہے۔ دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ صحت دے اور کام کرنے کی توفیق دے۔ ویسے یہ جلسہ کے بعد کا انفلوئینزا تو ایک چھوٹا سا تحفہ ہی ہے کیونکہ وہ دوست جن کو جلسے کے ایام میں انفلوئینزا ہوتا ہے وہ بڑے پیار سے بہت قریب آ کر باتیں کرتے ہیں اور اسکے وائرس ایک دوسرے کو لگنے والے ہیں وہ مجھے بھی لگ جاتے ہیں اور یہ تحفہ ہم خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ہمیں دعاؤں کی توفیق ملتی ہے اپنی صحت کیلئے بھی اور ان لوگوں کی صحت کے لئے بھی جن لوگوں کی طرف سے یہ تحفہ ملتا ہے۔

اس وقت ایک تو مَیں اسلئے آیا ہوں کہ یہ ہجری شمسی سال کا پہلا جمعہ ہے اور وقت کی ہر تبدیلی دعاؤں کا مطالبہ کرتی ہے۔ ہماری زندگی کی صبح مطالبہ کرتی ہے کہ ہم دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ دن ہمارے لئے مبارک کرے اور آسمانی برکتوں کا نزول اس میں پہلے دنوں سے زیادہ ہو۔ آنحضرت ﷺ نے صبح اٹھنے کی دعائیں بھی سکھائی ہیں اور ہر رات ہم سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ ہم دعائیں کریں کہ اے خدا وہ لوگ جو اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں ان کے لئے بھی روشنی کا سامان پیدا کر۔ خدا تعالیٰ نے زمانے کو اس طرح تقسیم کر کے ہماری زندگی سے یکسانیت کو دور کر دیا ہے اور دنوں کو ہفتوں میں باندھ کر اور ہفتوں کو مہینوں میں باندھ کر اور مہینوں کو سالوں میں باندھ کر اور پھر سالوں کو صدیوں میں باندھ کر اور اس طرح زمانے کے ٹکڑے کئے ہیں ورنہ ہمیں یاد بھی نہیں رہتا کہ کب ہماری زندگی کی ابتداء ہوئی اور بسا اوقات ہم یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ ہماری زندگی کی کوئی انتہا بھی ہے اور آخر ہم نے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے۔ ہمیشہ خاتمہ بالخیر کی دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔ نیا سال میری طرف سے آپ سب احمدیوں کو بھی اور نوعِ انسان

کو بھی مبارک ہو۔ خدا کرے کہ یہ سال انسانیت کے لئے خیر و برکت کا سال ہو۔ دنیوی لحاظ سے بھی اور بین الاقوامی رشتوں کے لحاظ سے بھی اور امن عامہ کے لحاظ سے بھی اور غلبۂ اسلام کے لحاظ سے بھی۔

دوسری بات جو مَیں اس وقت مختصراً کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان مَیں عام طور پر سال کے پہلے جمعہ کے خطبہ میں کیا کرتا ہوں چنانچہ آج مَیں وقف جدید کے بائیسویں اور دفتر اطفال وقفِ جدید کے چودھویں سال کے آغاز کا اعلان کرتا ہوں۔

وقفِ جدید ہماری جماعت کا ایک چھوٹا سا شعبہ ہے جسے حضرت مصلح موعود نے جماعت کی تربیت کے لئے قائم کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور جماعت کو اس میدان میں کام شروع کرنے اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے کی توفیق دی لیکن جیسا کہ آپ اکثر میری زبان سے سن چکے ہیں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے کا زمانہ آہستہ آہستہ پیچھے رہ گیا اور تیزی سے آگے بڑھنے کا زمانہ شروع ہو گیا۔ اس میں شک نہیں کہ وقف جدید کا کام بہت محدود ہے لیکن ہر کام کیلئے کام کرنے والوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہر کام کے لئے رقم کی ضرورت ہوتی ہے جس نے سفر کرنا ہے اس نے چوری کر کے اور ٹکٹ خریدے بغیر تو سفر نہیں کرنا یہ تو جماعتِ احمدیہ کی رِیت ہی نہیں ہے۔ معلمین کے سفروں پر خرچ آتا ہے جو کہ دیہات میں جاتے ہیں اور پھرتے ہیں اور قرآن کریم ناظرہ پڑھاتے ہیں اور بعض کو ترجمہ سے پڑھاتے ہیں اور عام مسائل بتاتے ہیں۔ یہ چھوٹی سطح پر بچوں کی ابتدائی تربیت ہے جنہوں نے کہ پہلے اپنی بدقسمتی سے اسلامی تعلیم حاصل نہیں کی ان کو وہ ابتدائی مسائل سکھاتے ہیں۔ یہ تدبیر کی دنیا ہے اور تدبیر کی دنیا لازمی طور پر تدریجی ارتقا کی دنیا ہوتی ہے اور تدریجی ارتقا لازماً ابتدائی باتوں کو بھی اتنی ہی اہمیت دیتا ہے جتنی کہ بہت آگے نکلنے کے بعد ضروری باتوں کو دی جاتی ہے اس لئے معلمین وقف جدید اگرچہ ابتدائی مسائل کی تعلیم دیتے ہیں لیکن ابتدائی مسائل کی تعلیم دینا بھی بہت ضروری ہے۔ مثلاً یہ دیکھ کر بڑا دُکھ ہوتا ہے کہ بازار کے جو آداب محمد ﷺ نے سکھائے ہیں ربوہ میں بھی بہت کم لوگ ان سے واقفیت رکھتے ہیں۔ ربوہ کے نظام کو اس طرف بھی توجہ دینی چاہیے اور معلمین وقف جدید کو تو بہت سی کتابیں چھپوا کر یا نوٹ لکھوا کر یہ مسائل بتانے چاہئیں تا کہ ہر ایک کے دماغ میں یہ ڈالا جائے کہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اسلام وحشی کو مہذب انسان بنانے کے لئے اور مہذب انسان کو با اخلاق انسان بنانے کے لئے اور با اخلاق انسان کو باخدا انسان بنانے کے لئے آیا ہے۔ اس کا پہلا مرحلہ تادیب ہے یعنی ادب سکھانا اور انسان کے لئے ہر مرحلے میں سے گزرنا، اس کے مسائل کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اسلام کی تعلیم میں کوئی بھی ایسی چھوٹی بات نہیں اور اسلام کے احکام میں سے کوئی بھی ایسا چھوٹا حکم نہیں جسے چھوٹا سمجھ کر نظر انداز کیا جا سکے

اوراس کے نتیجہ میں انسان اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے والا ہو۔

پس وقفِ جدید اچھا کام کر رہی ہے لیکن اس کے کام میں بھی زیادہ حسن پیدا ہونا چاہیے اور جماعت کو کام کرنے والوں کی تعداد بڑھانی چاہیے اور کام کرنے کے لئے جس سرمائے کی ضرورت ہے وہ مہیا ہونا چاہیے۔ یہ ترقی کر رہے ہیں لیکن میرے پاس بعض دفعہ بعض دیہاتی جماعتوں کی طرف سے بڑے غصے کے خطوط آجاتے ہیں کہ ہم نے کئی بار وقفِ جدید کو لکھا ہے مگر وہ ہمارے پاس معلم نہیں بھیجتے۔ جب آپ نے ان کو اتنے معلم دئے ہی نہیں کہ وہ ساری ضرورتوں کو پورا کرسکیں تو وہ کیسے ساری ضرورتوں کو پورا کریں۔ پس اس طرف آپ توجہ دیں اور دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ نے جو اہم اور عظیم ذمہ داریاں اس زمانہ میں اس کمزور جماعت کے کندھوں پر ڈالی ہے۔ ان کو وہ اپنے فضل سے پورا کرنے کی توفیق عطا کرے اور اپنے علم سے انہیں علم سکھائے اور اپنی طاقت سے انہیں طاقت بخشے اور دنیا تک اسلام کے نور کو پہنچانے کی اور اسلام کے حسن کو چمکتے ہوئے اور بغیر گردوغبار کے صحیح اور منور حسن کو ان کی آنکھوں کے سامنے رکھنے کی توفیق عطا کرے اور ہر میدان اور ہر شعبہ میں اللہ تعالیٰ ہمیں کامیاب کرے اور آپ کو بھی اور مجھے بھی صحت دے اور صحت سے رکھے۔

اس کے بعد فرمایا:

جیسا کہ مَیں نے کہا جو بہت اہم باتیں مَیں آج کہنا چاہتا تھا اگر صحت رہی تو انشاء اللہ وہ اگلے جمعہ کے خطبہ میں آپ سے گفتگو میں بیان کروں گا۔

(روزنامہ الفضل ربوہ مؤرخہ 4رفروری 1979ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 4رجنوری 1980ء بیت اقصیٰ ربوہ

تشہد وتعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

ہر سال پہلے مہینہ میں مَیں وقف جدید کے سال نو کے آغاز کا اعلان کیا کرتا ہوں سومَیں آج کر رہا ہوں۔ وقف جدید بنیادی طور پر خالصۃً تربیتی ادارہ ہے اور اس کے سپرد یہ کام ہے کہ انسانیت کے آداب جماعتوں میں جو معلم ہیں وہ سکھائیں اور جو اسلام نے بلند اخلاق ہمیں سکھائے جن پر ہمیں عمل کرنا چاہیے اس تعلیم کے مطابق اسلامی اخلاق کے بلند معیار پر جماعت کو لیجانے کی کوشش کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اسلام وحشی کو انسان بناتا ہے، انسان کو با اخلاق بناتا ہے، با اخلاق کو روحانی رفعتیں عطا کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے پیار تک لے کے جاتا ہے۔ اگر انسانیت نہ ہوتو روحانیت کے پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انسان دوسرے جانوروں سے مختلف ہے بنیادی طور پر۔ دوسرے جانوروں میں بھی ایک حد تک سیکھنے کی قوت اور استعداد ہے۔ انسان میں سیکھنے کی بہت حد تک قوت واستعداد ہے۔ اسلام وحشی کو، کرختگی کو، کرختگی والے انسان کو، وحشت دور کر کے نرمی اور رفق پیدا کر کے اور پالش کر کے اور حسن پیدا کر کے ابتدائی طور پر اسے صحیح معنیٰ میں انسان بناتا ہے۔

چھوٹی سی چیز ہے کھانا کھاتے وقت دوسرے کے احساس کا خیال رکھو۔ اس کا بلاواسطہ روحانی بلندیوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں لیکن بالواسطہ ہے کیونکہ جب تک انسان انسان نہ بنے روحانی ترقیات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بیچ میں مدارج ہیں اوران کا مَیں جان کے ذکر نہیں کر رہا۔ ضرورت نہیں۔ کھانا کھاتے وقت دوسروں کا خیال رکھو۔ یہ وحشت جو انسان کی ہے اس کو دور کرتا ہے۔ جانور کھاتے وقت دوسرے کا خیال نہیں رکھتا۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ گھوڑی اپنے بچے کا بھی خیال نہیں رکھتی۔ مَیں بعض دفعہ باہر نکلتا ہوں تو اپنے ہاتھ سے برسیم ان کو دیتا ہوں۔ تو اگر ساتھ گھوڑی کا بچہ ہوتو حالانکہ گھوڑی کے منہ میں لقمہ ہوتا ہے۔ میرے ہاتھ سے جو اس نے لیا، جب بچے کی طرف کرتا ہوں تو وہ منہ مار کے اور اسکو بھی چھیننے کی کوشش کرتی ہے۔ انسان کو جہاں یہ کہا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ وہاں یہ کہا کہ اگر اکٹھے کھا رہے ہو یا ویسے بھی تو مِـمَّا يَلِيكَ جو تیرے سامنے ہے، اسے کھا۔ یہ نہیں کہ ادھر ادھر ہاتھ مار کے اور پسند کی بوٹیاں، اگر پلاؤ کا تھال ہے تو چن کے ایک شخص کھانا شروع کر دے اور دوسرا شخص جو ہے وہ ہاتھ ہی کھینچ لے۔

ایک ہماری عربی کتابوں میں واقعہ آتا ہے وہ اس وقت مجھے یاد آیا۔ ایک شخص نے لکھا ہے۔ بدو سردار تھا اس نے لکھا کہ میری بیوی سامنے میرے کھانا رکھتی تھی تو میری بیٹی ساتھ میرے کھایا کرتی تھی۔ وہ کہتا ہے اتنی ذہانت اس میں اور اتنی شرافت اس میں اور ادب انسانی سے واقف اور باپ کا خیال رکھنے والی کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جس لقمہ کی طرف میری نگاہ اٹھی ہو اس کا ہاتھ اس طرف اٹھ گیا ہو۔ پھر وہ بڑی ہوئی بیاہی گئی اپنے سسرال چلی گئی اور اس کی بجائے اس کا چھوٹا بھائی میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا تو اس کا یہ حال تھا وہ کہتا ہے کہ جس لقمے کی طرف میری نظر اٹھتی تھی اس لقمے کی طرف اسکا ہاتھ اٹھتا تھا۔

یہ مثال بتاتی ہے کہ جب پالش ہو جائے ایک حسن، آداب کہتے ہیں اسکو، آداب آجائیں، صحیح، تو فرق پڑ جاتا ہے انسان انسان میں۔ ایک حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ تیار ہو جاتا ہے اخلاقی میدانوں میں آگے بڑھنے کے لئے۔ جس نے آداب نہیں سیکھے وہ اخلاق نہیں سیکھ سکتا، جس نے اسلامی اخلاق نہیں سیکھے وہ اسلام کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق روحانی میدانوں میں آگے نہیں بڑھ سکتا، آسمانی رفعتوں کو حاصل نہیں کر سکتا۔

عام طور پر ہمارا جو شاہد مبلغ ہے وہ گہرے فلسفوں میں تو جاتا ہے، اسلام پر اگر اعتراض کوئی کرے غیر مسلم، تو بڑے اچھے جواب دیتا ہے۔ کچھ اس نے سیکھے ہوئے ہوتے ہیں، کچھ اس میدان میں اللہ تعالیٰ سے وہ سیکھتا ہے عین اس وقت جب وہ اعتراض کو سنتا ہے۔ لیکن بہت کم ہیں جو اس طرف توجہ کرتے ہیں کہ ان کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ جماعت کو اسلام کے بتائے ہوئے جو آداب ہیں وہ سکھائیں۔ مثلاً مسجد ہے اس کے آداب ہیں۔ ان کا اخلاق کے ساتھ تعلق نہیں۔ آداب ہیں مسجد کے۔ وہ آنے چاہئیں۔ آداب ہیں مجلس کے وہ آنے چاہئیں۔ آداب ہیں اس مجلس کے جس میں امام وقت بیٹھا ہوا ہو وہ آنے چاہئیں۔ آداب ہیں کھانے پینے کے وہ آنے چاہئیں۔ آداب ہیں کپڑا پہننے کے وہ آنے چاہئیں۔ اب یہ کہ پہلے دایاں پاؤں جوتے میں ڈالو اور بعد میں بایاں ان کا اخلاق کے ساتھ تعلق نہیں، آداب کے ساتھ تعلق ہے۔ حقیقت بڑی پیاری ہے اس کے پیچھے لیکن تعلق اس کا آداب کے ساتھ ہے۔ کپڑا پہننے کپڑا اتارنے کے آداب ہیں۔ ہزار قسم کے آداب اسلام نے سکھائے۔ ایک تو وقف جدید والوں کو چاہیے کہ وہ آداب کے اوپر بھی کتابیں لکھنی شروع کریں اور مَیں بتا یہ رہا ہوں کہ زیادہ ذمہ داری معلمین کی آداب سکھانے پر ہے۔ کیونکہ علمی لحاظ سے ان کو ہم نے اس طرح تعلیم نہیں دی۔ اسلام کی قرآن کریم کی تفسیر کی جس طرح مبلغین کو ہم دیتے ہیں یا جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کو بار بار پڑھنے والے ہیں خواہ وہ شاہد نہیں ان کو جو علم ہے وہ وقف جدید کے معلم کو نہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وقف جدید کے معلم کی

افادیت نہیں۔ وہ عام موٹے موٹے مسائل بھی بتاتا ہے لیکن بنیادی طور پر اس نے پالش کر کے ان کو انسان بنانا ہے۔ وہ انسان جو مسلمان کی حیثیت سے جب دوسروں کے سامنے آتا ہے تو دیکھنے والی نگاہ اس میں اور غیر مسلم میں ایک فرق پاتی اور محسوس کرتی ہے، لیکن وضو کا طریق، نماز میں کھڑے ہونے کا طریق۔ ایک نماز پڑھنے کی جو سنتِ نبویؐ ہے ایک بڑی لمبی حدیث ہے غالباً بخاری میں ہے جہاں تک مجھے یاد ہے بچپن میں مَیں نے پڑھی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے جو تقسیم اوقات کیا ہے قیام میں، رکوع، سجدہ، قعدہ بین السجدتین جو ہیں اس میں، اس میں بڑا تفصیل سے ذکر ہے کہ وقفوں کی نسبتیں کیا تھیں۔ وقت کے لحاظ سے جہاں ضرورت ہے اس کی وہ ہمیں بتادی۔ ایک تو جو تلاوت کی جاتی ہے یا جس کی اجازت دی گئی ہے جتنی لمبی تلاوت کی اس نے وقت بتایا۔ جو دعائیں ہیں انہوں نے وقت بتایا۔ اس کا ایک حصہ تصوف کا رنگ، عشق کا رنگ، مستی کا رنگ بھی اختیار کرتا ہے۔ ایک ہے دین العجائز۔ موٹی موٹی باتیں ہیں۔ موٹی موٹی سمجھ والے آدمی جو ایک عام مسلمان کا معیار ہے لیکن جب مَیں ایک عام مسلمان کا معیار کہتا ہوں تو میں کوئی گری ہوئی چیز کا ذکر نہیں کر رہا۔ وہ عام مسلمان کا معیار بھی آسمانوں کی رفعتوں پر ہمیں نظر آتا ہے۔ کوئی غیر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تو یہ مسائل بھی وہ بتاتے ہیں آداب بھی انہیں بتانے چاہئیں۔ اور ان کا مَیں نے بتایا کہ اصل کام تو آداب سکھانا موٹے موٹے پھر مسائل بتانا ہے اور ضرورت اور اہمیت بڑی ہے۔

میرے پاس خط آتے ہیں، جی! ہمارے پاس ایک سال معلم رہا اب کہیں اور بھیج دیا گیا ہے ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ یہ تو درست ہے کہ ایک سال آپ کے پاس رہنے کے بعد بھی آپ کو ضرورت ہے، ہر وقت وہاں رہنا چاہیے لیکن اس میں بھی کوئی شک اور شبہ نہیں کہ آپ کے پاس ایک سال رہنے کے بعد جو آپ کی ضرورت ہے اس سے زیادہ اس دیہاتی جماعت کی ضرورت ہے جہاں ایک سال بھی نہیں رہا، وہ رہا ہی نہیں ایک دن بھی۔ اس واسطے وہ بدل کے بھیجنے پڑتے ہیں۔ اگر جتنی جماعتیں پاکستان میں ہیں اتنے معلمین ہوں یا اس سے دگنے ہوں کیونکہ ایک بھی بعض دفعہ نہیں سنبھال سکتا گاؤں کو۔ کام کی زیادتی کی وجہ سے، تو پھر تو ٹھیک ہے۔ پھر آپ کہیں کہ جی! ہم سے لے لیا گیا۔ ہمیں دیں۔ لیکن اگر وقف جدید کے معلم اپنی تعداد میں تھوڑے اور یہ خدا کے فضل سے بڑھتی ہوئی جماعت اپنی تعداد میں اس کے مقابلے میں بہت بڑی اور ہر آن بڑھنے والی ہو تو معلمین کی تعداد بھی ہر آن بڑھنے والی چاہیے۔ اگر ان کی تعداد نہ بڑھے۔ ان کی تعداد تو اس نسبت سے زیادہ بڑھنی چاہیے کیونکہ وقفہ بڑا ہے یعنی اگر نو سو جماعتیں فرض کریں ہیں یا ایک ہزار جماعت ہو اور دو سو معلم ہو تو ان کی تعداد تو اس نسبت سے بڑھنی چاہیے کہ ایک ہزار بن جائے، اس سے قبل کہ جماعتوں کی تعداد ہزار کی بجائے گیارہ سو بن جائے۔ تو ویسے تو جب وہ گیارہ سو

ہو جائے تو پھر گیارہ سو ہونے چاہئیں ۔ جب دو ہزار بن جائے تو دو ہزار بننے چاہئیں جب ایک لاکھ بن جائے تو ایک لاکھ معلم ہونا چاہیے آپ کے پاس۔

اس وقت کے پیش نظر مَیں نے ایک آنریری معلم عام کی اصطلاح وضع کر کے کام شروع کروایا تھا، لیکن اس کے اندر بعض قباحتیں بھی پیدا ہو گئیں اور ضرورت بھی پوری نہیں ہوئی۔اس واسطے آج میں یہ اعلان بھی کرنا چاہتا ہوں کہ جن کو ہم اعزازی معلم کہتے رہے ہیں ان کو آئندہ سے اعزازی معلم نہیں کہیں گے ۔ بلکہ معلم درجہ دوئم ان کو ہم کہیں گے ۔معلم درجہ اول اور معلم درجہ دوم ان کا ہوگا۔لیکن اس کی طرف جماعت نے توجہ نہیں کی۔مَیں نے یہ کہا تھا کہ معلمین کا کافی تعداد میں فوری طور پر حاصل ہونا قریباً ناممکن ہے اس واسطے جو پرانا طریقہ تھا شروع اسلام میں رائج ہوا کہ ہر علاقے سے علاقے کو سنبھالنے کیلئے اور ہر شہر اور قصبہ سے اس کو سنبھالنے کے لئے آدمی ملیں اسی سے یہ نتیجہ عقل نکالتی ہے اس شہر اور قصبہ کو سنبھالنے کیلئے آدمی آنے چاہئیں تا کہ تفقہ فی الدین حاصل کریں اور جو کام معلم کا ہے وہ جا کے کریں۔ یہاں ان کا تین مہینے کا غالباً نصاب تھا لیکن کتابی نصاب کی طرف توجہ دی گئی اور خود انکی اپنی تربیت اور ان کے اپنے مزاج کو بدل دینے کیلئے کوشش نہیں کی گئی ۔ جو آتا ہے جس کو درجہ دوم کا اب ہم معلم کہیں گے وہ اس کی ذہنیت ایک معلم کی ہونی چاہیے ۔وہ باتنخواہ نہیں ہے وہ جا کے اپنے کام کرے گا لیکن خالی وقت میں جب مسجد میں آئے گا اس کو ابتدائی آداب اسلام موٹے موٹے مسائل جو ہیں وضو کس طرح کرنا ہے اور نماز کس طرح ادا کرنی ہے وغیرہ وغیرہ موٹے موٹے مسائل سے اس کو آگاہی ہوگی لیکن اس کے اندر یہ جذبہ اگر ہم پیدا نہیں کرتے کہ اس نے جا کے سکھانا ہے اور جہاں علم کی کمی کے نتیجہ میں عمل صالح پر دھبہ لگ رہا ہے اس کو دور کرنا ہے ۔علم نہ ہو تو دھبہ لگ جاتا ہے نا۔ وہ مثال تو صادق پوری نہیں آتی لیکن جب 1967ء میں مَیں نے اعلان کیا کہ مسجد تو خدا کا گھر ہے اس کے دروازے ہر موحد کے لئے خدائے واحد و یگانہ کی پرستش کرنے والے کیلئے کھلے ہیں تو افتتاح کے معاً بعد جمعہ تھا تو بتانے والوں نے بتایا کہ ویسے مسجد میں بھی کافی تھے شاید کئی سو آدمی ہوں ہمارے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔لیکن ان کو علم نہیں تھا کہ نماز پڑھتے کس طرح ہیں۔اس واسطے جب ہم رکوع میں گئے تو انہوں نے اِدھر اُدھر بھی دیکھا اور معلوم کر لیا کہ یہ کس طرح رکوع کر رہے ہیں اس طرح اِدھر اُدھر دیکھتے رہے وہ۔لیکن ہم تو نماز میں جب داخل ہو جائیں یعنی نماز شروع ہو جائے تو اس وقت اِدھر اُدھر نہیں دیکھتے۔وہ جو ان کی غلطی تھی وہ عدم علم کی وجہ سے تھی ۔ بہت ساری ایسی چھوٹی یا بڑی غلطیاں ہو جاتی ہیں اس لئے نہیں کہ نیت میں فتور ہے، اس لئے کہ علم میں نقص پایا جاتا ہے۔ غلطی ہو جاتی ہے۔انکو اگر یہ جذبہ ہی نہیں کہ ہم نے جائزہ لیتے رہنا ہے کہ لاعلمی میں جہالت کے نتیجہ میں

کوئی ایسی بات کوئی احمدی مسلمان تونہیں کر رہا جو اسے نہیں کرنی چاہیے تب تو فائدہ ہے انکا جو مَیں نے کہا کہ خرابی پیدا ہوگئی وہ میری طبیعت پہ یہ اثر ہے سارے نہیں شاید سو میں سے ایک ہوگا اعزازی معلمین میں سے جن کو پہلے اعزازی کہتے تھے جنہوں نے اپنے نام کے ساتھ آنریری معلم تو لکھنا شروع کر دیا لیکن اپنے کام کے ساتھ آنریری معلم کے کام کا سو میں سے ایک حصہ بھی نہیں لگایا۔تو وہ یہ کوئی آنریری ڈگری اعزازی ڈگری نہیں تھی جو ان کو دی گئی تھی بلکہ یہ اعزاز ان کو جماعت کی طرف سے ملا تھا کہ وہ معلمین کی طرح اپنی جماعت میں اپنے گاؤں میں کام کریں اور دین کی واقفیت لوگوں میں پیدا کریں اور خدمت کا جذبہ ان کے اندر ہو اور جو اسلام کے اصول ہیں ان پر اپنی جماعت کو چلائیں۔

یہ آداب جو ہیں انسانیت کے اور اخلاق جو ہیں اسلامی، اس سے پہلے صفائی ضروری ہے۔عقیدہ کی صفائی یعنی بدعقائد کو دور کر کے عقائد صحیحہ سے واقفیت حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنے کی یا ان کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرنا اور عزم کرنا بدعات کے خلاف جہاد بڑا ضروری ہے اس کے بغیر تو شاید کچھ معجون مرکب بن جائے بدعات کا اور اسلامی اخلاق کا لیکن اسلامی اخلاق صحیح معنیٰ میں قائم نہیں ہو سکتے۔ بدعات کے خلاف جہاد جو ہے اس کی بھی بڑی ذمہ داری، اصل ذمہ داری تو ہماری جماعت پر ہے لیکن کافی حد تک یہ ذمہ دار ہیں معلم وقف جدید کے۔انکو ایسی باتوں سے بھی آگاہ ہونا چاہیے۔ بڑے بڑے آدمی بھی غلطی کر جاتے ہیں۔ایک غیر ملک میں ہمارے ہیں نمائندہ انہوں نے تعویذ گنڈا وہاں شروع کر دیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔لیکن جب جماعت کو علم ہوا تو ان کو سمجھانے کے لئے انتظام کیا گیا ہے۔تو بدعات کو دور کر کے اخلاق شنیعہ کو دور کر کے اخلاق فاضلہ قائم کرنا اور بلند اسلامی اخلاق جماعت میں پیدا کرنا یہ ساری جماعت کا فرض ہے وقف جدید کا بھی فرض ہے۔

جو بدیاں ہیں اور جن کی طرف اس لئے توجہ نہیں دی جاتی کہ شاید چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں کوئی حرج نہیں۔اول تو کوئی بدی بھی چھوٹی نہیں۔اگر ایک چھوٹا سا عمل مقبول ہو جائے وہ انسان کو جنت میں لے جا سکتا ہے تو ایک چھوٹا سا گناہ جو خدا تعالیٰ کے قہر کو بھڑکا دے وہ جہنم میں بھی لے جا سکتا ہے۔ہمیں اپنی عقل سے کام لینا چاہیے۔ چونکہ وقف جدید کے کام کے متعلق مَیں اس وقت بات کر رہا ہوں بعض باتیں جو میرے علم میں آئیں ان میں سے ایک کو مَیں اس وقت لیتا ہوں اور وہ ہے بعض لوگوں میں گالی دینے، سبّ وشتم کرنے اور لعنت بھیجنے کی بدعت۔اور سمجھتے ہیں کہ نعوذ باللہ۔نعوذ باللہ۔نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو اور تو کوئی کام نہیں ہے صرف اس انتظار میں بیٹھتا ہے کہ ہم کسی کے خلاف بددعا کریں اور وہ فوراً اس کے مطابق دنیا میں اپنی تقدیر کو حرکت میں لائے اور اس کے اوپر اس کا غضب نازل ہو جائے۔اس کے متعلق مَیں مختصراً

کہنا چاہتا ہوں کہ ساری جماعت یہ عہد کرے کہ کسی پر لعنت کوئی شخص نہیں بھیجے گا۔ نہ غیر انسان پر نہ انسان پر۔ زمیندار جو ہیں وہ اپنے بیلوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ مر جائیں۔ توں ایہہ ہو جائیں۔ تیرے اوپر خدا دا غضب۔ خواہ مخواہ غصہ ایک بے زبان حیوان کے اوپر۔ اس کو تو نقصان نہیں پہنچے گا لیکن تمہیں گناہ گار کر گیا وہ تمہارا بیل۔ یہ اتنی اہمیت دی اس چیز کو نبی اکرم ﷺ نے کہ ایک سفر میں ایک اونٹ پر قومی سامان لدا ہوا تھا۔ تو ایک دو حدیثیں ہیں ایک میں مالک کا ذکر ہے ایک میں مالکہ کا ذکر ہے۔ اسکے منہ سے نکلا یہ کہ خدا کی لعنت ہو تجھ پر۔ نبی کریم ﷺ کے کان میں آواز پڑی آپؐ نے کہا اس اونٹ سے اس سامان کو اتار دو۔ اور یہ اونٹ جو ہے یہاں سے نکال دو میرے قافلے سے۔ اور آگے کبھی اس کے اوپر مسلمان کا سامان نہیں لادا جائے گا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ اسی طرح آوارہ پھرتا رہا یہ اونٹ، اور محمد ﷺ کی یہ جو آواز تھی اس کو اس وقت کی امت مسلمہ نے اس طرح یاد رکھا کہ کسی نے بھی اسکو پکڑ کے اس کے اوپر پھر اپنا سامان نہیں لادا۔ آپؐ نے کہا پھر اگر تم ملعون اسکو کہتے ہو تو امت مسلمہ میں کسی ملعون کی گنجائش نہیں ہے، چاہے وہ انسان ہو چاہے وہ حیوان ہو۔ تو یہ معمولی چیز نہیں ہے۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ صحیح مسلم کی یہ حدیث ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اور فرمایا اس کے جواب میں کہ بعض لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! مشرکین پر بددعا کریں۔ اُدْعُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ۔ تو آپؐ نے جواب دیا اِنِّی لَمْ اُبْعَثْ لَعَّاناً مَیں دنیا کی طرف لعنتیں بھیجنے کے لئے مبعوث نہیں ہوا وَ اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً مَیں تو رحمتوں کے ڈھیروں ڈھیر لے کے انسان کی طرف آ رہا ہوں لعنت کا لفظ ویسے بھی بڑا ہی بھیانک معنیٰ رکھتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب میں حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف جو بعض لوگ لعنت کو منسوب کرتے ہیں اس سلسلہ میں لعنت کے عربی لغت کے لحاظ سے جو معانی اور مفہوم ہیں انکو بڑی بسط سے کھول کے شرح کے ساتھ بیان کیا ہے۔ بہت لمبا ہے مَیں اس وسعت کے ساتھ یہاں نہیں بتاؤں گا آپ کو۔ لعنت کے معنیٰ ہیں دھتکارنا۔ ناراض ہو کر دور کر دینا۔ آخرت میں سزا دینا اللہ تعالیٰ کیطرف سے وہ بھی لعنت ہے۔ اور دنیا میں جو شخص ملعون ہو خدا کی نگاہ میں رحمت سے محروم کیا جانا اور مقبول اعمال کی توفیق اسے نہ ملنا۔ اور آرام سے کہہ دیا کہ خدا کی لعنت ہو تم پر۔ جس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ اس دنیا میں خدا کی رحمت سے تم محروم رہو ہمیشہ اور تمہیں کبھی مقبول اعمال کی توفیق نہ ملے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مَیں لعنتیں بھیجنے کیلئے نہیں آیا۔ مَیں رحمتوں کے سامان پیدا کرنے کے لئے آیا ہوں تو جو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اور کیا اسی کی اتباع ہم نے کرنی ہے جو آپؐ کے ماننے والے اور متبعین کہلاتے ہیں۔

یہ تو آنحضرت ﷺ کا قول اپنے متعلق ہے اور یہ اسوہ ہیں ہمارے لئے محمد ﷺ۔ مومن کے لئے

بھی آپؐ کا ارشاد ہے۔ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللّٰہ ﷺ لَا یَکُوْنُ المُؤمِنُ لَعَّانًا ۔

(ترمذی ابواب البرو الصلۃ۔ باب ماجاء فی اللّعن والطّعن)

ترمذی کی حدیث ہے کہ مومن جو ہے وہ لعنتیں بھیجنے والانہیں ہوتا۔ وہ تو نبی کریم ﷺ کے فیض سے رحمتوں کو اکٹھا کرتا کچھ اپنے لئے کچھ اپنے ماحول کیلئے اور اس فیضان کو وہ پھیلاتا ہے۔

پھر ترمذی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَیْسَ الْمُؤمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَا حِشِ وَلَا البَذِیِّ۔

(ترمذی۔ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی اللعنۃ)

کہ مومن جو ہے وہ۔ طعان جو ہے اس کے معنی ہیں عیب جُو عیب گیر عیب لگانے والا۔مومن جو ہے وہ دوسروں کے عیب کی تلاش میں نہیں رہتا عیب پکڑتا نہیں دوسروں کے، اپنی فکر رہتی ہے اسکو۔اور عیب لگانے والانہیں ہے وہ۔ یہ تینوں معنے اس لفظ کے اندر آتے ہیں، طعان کے معنی میں۔تو مومن آپؐ نے کہا ایسا نہیں ہوتا کہ دوسروں کے عیب دیکھے۔اپنے عیب دیکھو، اپنا محاسبہ کرو اور استغفار کرو اور خدا کی پناہ مانگو اس سے مدد چاہو کہ تمہارے عیب دور ہو جائیں۔دوسروں کے عیب دیکھ کے تمہیں کیا خوشی حاصل ہوتی ہے۔آپؐ نے فرمایا لعنت نہیں کرتا ایک مومن۔جس کے معنے مَیں ابھی بتا چکا ہوں۔وہ بددعائیں دینے والا، وہ کوسنے دینے والا، وہ خیر کی بجائے بدی چاہنے والا، وہ سنتِ نبوی سے احتراز کرنے والا، اسکا عمل نہ کرنے والانہیں ہے مومن۔

نبی کریم ﷺ تو خیر ہی خیر تھے۔ نبی کریم ﷺ نے مکی زندگی میں ایک وقت میں یہ ارادہ کیا کہ طائف شہر جو چالیس میل پر مکے سے ہے وہاں جاکے تبلیغ کریں انکو۔شاید وہاں کوئی رجل رشید مل جائے جس پر اثر ہو آپ کی تبلیغ کا۔قریباً دس دن وہاں ٹھہرے۔اور جہاں جاتے تھے بات سننے سے انکار کر دیتے تھے۔ایک بہت بڑے رئیس کے پاس گئے اس نے بات سننے سے انکار کیا اور اس نے کہا کہ میرا مشورہ آپؐ کو یہ ہے کہ آپؐ ہمارا شہر چھوڑ کے چلے جائیں۔وہ مشورہ نہیں تھا وہ دھمکی تھی۔جب آپؐ نے دیکھا یہاں ٹھہرنے کا کوئی فائدہ نہیں آپؐ باہر نکلے تو شہر کے اوباش اور غنڈے جو تھے وہ ان رؤسائے طائف نے آنحضرت ﷺ کے پیچھے لگا دیئے۔جو زبان سے ایذاء بھی دے رہے تھے اور جو ہاتھ سے ایذاء بھی دے رہے تھے پتھر بھی پھینک رہے تھے۔آپؐ زخمی بھی ہوئے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ انہوں نے کوئی سوال کئے تو آپؐ نے فرمایا کہ اس موقع پر ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے یہ کہا کہ مجھے خدا

تعالیٰ نے اس لئے بھیجا ہے کہ جو آپؐ کو پہاڑ نظر آرہے ہیں مَیں ان کے اوپر ہوں متعین فرشتہ، کہ اگر آپؐ طائف کیلئے بددعا کریں تو مَیں ان دونوں پہاڑوں کو یوں اکٹھا کردوں، ان کے اوپر، اور یہ پس جائیں جس طرح چکی میں چیز پیسی جاتی ہے۔ آپؐ نے کہا نہیں میں بددعا نہیں کروں گا ان کے لئے۔ اس لئے کہ یہ نسل آگے چلانے والی جنس ہے، نوع ہے۔ یہ نسل ہے، اس کے بعد ایک اگلی نسل پیدا ہوگی اور ان میں بڑے فدائی اسلام کے پیدا ہوں گے۔ تو آنے والی نسلوں نے اس ظالم نسل کی حفاظت کرلی اس وقت۔ اور نبی کریم ﷺ کو خدا تعالیٰ نے اِذن دیا کہ بددعا کریں اور میں قبول کروں گا حکم نہیں دیا۔ اِذن دیا کہ بددعا کرو مَیں قبول کروں گا۔ اِس اِذن کے باوجود نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ عرض کی کہ اے خدا تیرے بندوں کے خلاف مَیں بددعا نہیں کروں گا۔ تو جس کو اذن ہی نہیں جس کو انذار ہے جو ابھی ہم دیکھیں گے وہ کیسے جرأت کرسکتا ہے۔ یعنی عقلاً نہیں کرسکتا، کرجاتے ہیں کئی لوگ۔ جس کی وجہ سے مجھے تکلیف پہنچی اور مَیں یہ باتیں کررہا ہوں آپ کے ساتھ۔ خدا کے بندوں پر لعنت بھیجنا شروع کردیا کوسنا شروع کردیا انہیں۔

طبرانی میں بحوالہ الترغیب والترہیب یہ روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا ماحول ایسا تھا کہ اگر کسی شخص کے متعلق ہمیں یہ علم ہوجاتا کہ اس نے اپنے کسی دوسرے بھائی پر مسلمان مومن پر لعنت بھیجی ہے کلمہ اس کے منہ سے نکلا ہے رَأَ یْنَااَنْ قَدْ اَتٰی بَاباً مِنَ الْکَبَائِرِ تو اسے ہم چھوٹا گناہ نہیں سمجھتے تھے کبیرہ گناہ سمجھتے تھے لعنت کرنا گالی دینا کوسنا کہ خدا تجھ پر لعنت کرے تجھ پر عذاب نازل کرے یہ کرے وہ کرے۔ یہ کبائر میں سے ہے معمولی بات نہیں ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ سے روایت ہے۔ سنن ابی داؤد میں یہ روایت آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا دوسروں پر لعنت نہ بھیجا کرو یہ کہہ کر کہ تجھ پر اللہ کی لعنت پڑے یا یہ کہہ کر کہ خدا کا غضب تجھ پر نازل ہو یعنی وہ بھی لعنت میں ہی شامل کیا ہے اسکو۔ یا یہ کہہ کر کہ تو جہنم میں جائے۔

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص دوسرے پر لعنت بھیجتا ہے تو وہ لعنت جو ہے، تمثیلی زبان میں آپؐ نے بات کی، وہ جاتی ہے اس شخص کے پاس جس پر لعنت بھیجی گئی ہے اور اگر اس شخص میں کوئی ایسی بات پائی جاتی ہے پہلے ہی کہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں وہ ملعون ہے تو یہ لعنت بھی اس کو پہنچ جاتی ہے لیکن اگر اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی تو وہ لعنت خدا سے یہ کہتی ہے کہ اے میرے رب وُجِّھْتُ اِلٰی فُلَانٍ مجھے فلاں کی طرف بھیجا گیا ہے لعنت کہتی ہے زبانِ حال سے فَلَمْ اَجِدْفِیْہِ مَسْلَکًا لیکن وہ تو لعنت کا مستحق نہیں مجھے تو کوئی رستہ نظر نہیں آتا کہ لعنتیں وہاں اس کے اوپر چمٹ جائیں وَلَمْ اَجِدْ عَلَیْہِ سَبِیْلاً فَیُقَالُ لَھَا تو اس لعنت کو کہا جاتا ہے اِرْجِعِیْ مِنْ حَیْثُ جِئْتِ کہ جو لعنت بھیجنے والا ہے اسی کو جاکے چمٹ جا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: ”کسی کی نسبت لعنت میں

جلدی نہ کرو‘‘ یہ فقرہ اس لئے کہا ہے کہ پیچھے سے مضمون ہی ایک ایسا آ رہا ہے ضروری تھا یہ فقرہ کہنا۔

’’کسی کی نسبت لعنت میں جلدی نہ کرو کہ بہتیری بدظنیاں جھوٹی ہیں اور بہتیری لعنتیں اپنے ہی پر پڑتی ہیں۔ سنبھل کر قدم رکھو اور خوب پڑتال کر کے کوئی کام کرو اور خدا سے مدد مانگو کیونکہ تم اندھے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ عادل کو ظالم ٹھیراؤ اور صادق کو کاذب خیال کرو۔ اس طرح تم اپنے خدا کو ناراض کر دو اور تمہارے سب نیک اعمال حبط ہو جاویں۔‘‘

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد نمبر 19 ص 31)

اور اسی کو لعنت کہتے ہیں سب اعمال نیک اعمال جو ہیں وہ حبط ہو جائیں۔ تو وقف جدید کا جو کام ہے وہ تربیت کرنا ہے۔ اور تربیت میں آداب سکھلانا بھی ہے اور اخلاق سکھانا بھی ہے۔ اور آداب و اخلاق سکھانے کیلئے بُری عادتوں کو چھڑوانا بدعقائد کو مٹا کر صحیح عقائد کا قائم کرنا ہے اور بدخلقی کو مٹا کر اخلاق فاضلہ قائم کرنا ہے۔

یہ ایک تنظیم ہے اس کو پیسے کی بھی ضرورت ہے جو گوشوارہ مجھے دیا گیا وقف جدید کے آمد و خرچ کا اس سے پتہ لگتا ہے کہ چار مدیں ہیں ان کی۔ دو چھوٹی سی ہیں انکو مَیں چھوڑ رہا ہوں وہ ہیں بھی ہنگامی نوعیت کی۔ مستقل مدیں ہیں ایک تو چندہ جماعتِ بالغان۔ بالغان کا نام اس لئے رکھا گیا کہ ایک وقت میں اطفال کیلئے علیحدہ دفتر کھول دیا گیا۔ اس میں قریباً پچاس ہزار کی زیادتی ہے جو اس سال میں جو 31 دسمبر 1979ء کو ختم ہوا۔ کل آمد چندہ بالغان میں 4,63,171 ہے اور دفتر اطفال میں 8,921 کی زیادتی ہے۔ تھوڑی تھوڑی زیادتیاں ہیں۔ لیکن مَیں نے بتایا کہ معلموں کی بہت ضرورت ہے اور ایک زائد چیز اب مَیں جو پہلے مَیں نے بات کرتے ہوئے نہیں بتائی وہ یہ کہ جب مَیں نے یہ کہا کہ ہر احمدی بچہ جو ہے وہ کم از کم میٹرک تک پڑھا ہوا ہونا چاہیے تو پہلے جو شرط معلمین کیلئے، وقف جدید کے معلمین کے لئے غالباً نہیں تھی، مجھے صحیح نہیں پتہ، لیکن میرا خیال ہے کہ نہیں تھی۔ اگر نہیں تھی تو اب یہ شرط ضرور لگا دیں کہ آئندہ جو لئے جائیں وہ کم از کم میٹرک پاس ہوں۔ اور اگر پہلے سے ہی ہے تو ٹھیک ہے۔

اور دوسری بات اس ضمن میں یہ ہے کہ خالی میٹرک نہ ہو بلکہ تھرڈ ڈویژن میٹرک نہ ہو سیکنڈ ڈویژن کا کم از کم ہو۔ اور اس کے اندر یہ قوت اور یہ استعداد ہو کہ جب وقفِ جدید کا نظام اس کے اخلاص کی چھپی ہوئی تاروں کو حرکت میں لائے اسکی جو خوابیدہ قوتیں ہیں وہ بیدار ہونے والی ہوں یعنی نِکھد نہ ہو۔ کر دینا چاہیے فارغ کر دینا چاہیے۔ کہیں اور جا کے اپنے پیسے کمائے اور خدمت خلق کا جذبہ اور خدمت خلق کرنے کا جوش اس میں یا موجود ہو یا پیدا کیا جا سکے۔ جس معلم میں خدمتِ خلق کا جذبہ نہیں اور اس کے لئے ہر وقت

وہ بے چین نہیں اور تڑپ نہیں ہے اس میں کہ جہاں دکھ نظر آتا ہے اسکو حتی الوسع دور کرنے کی کوشش کرے وہ ہمارے کام کا نہیں۔اس کو اللہ تعالیٰ نے کسی اور کام کیلئے بنایا ہے۔تو اچھے معلم زیادہ معلم دیں۔جب معلم زیادہ ہوں تو جتنی رقم کی ضرورت پڑے اس کے مطابق رقم دیں۔جو معلم ہیں وہ نیک نیتی اخلاص اور جذبہ کے ساتھ آئیں۔جو منتظمین ہیں وہ ان کو اُبھاریں اور ان کے لئے ایسا نصاب اور ان کی ہدایت کے لئے ایسی چھوٹی چھوٹی کتابیں آداب کے متعلق اور اخلاق کے متعلق شائع کریں اور انکی ایک نوٹ بک بنادیں سو صفحے کی۔اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ڈیڑھ سو صفحہ ہو زیادہ سے زیادہ جس میں اسلام نے جو آداب سکھائے ،اسلام نے جو اخلاق ہمیں بتائے ان کے اوپر ایک ایک فقرہ ہو باقی تفصیل ان کو زبانی بتادی جائے۔عثمان فودی جو ایک مجدد گزرے ہیں پچھلی صدی میں شمالی نائیجریا میں اس وقت کا جغرافیہ اور تھا ویسے کچھ اور علاقے بھی تھے بیچ میں۔انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے بدعت اور سنت پر اور بڑی اچھی ہے، حوالے دے کر نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور آپؐ کی سنت کے حوالے دے کر مختصر بھی ہے اور اس سے استفادہ بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔آپ نے کہیں نہ کہیں تو حدیث سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد لینا ہے۔انہوں نے اپنا استدلال کیا ہے۔ہوسکتا ہے کہ انکے زمانے میں جو استدلال درست تھا اب اس کے اندر کوئی اور بطن چھپا ہوا ،سامنے ہمارے نظر آجائے تو اس کو شامل کرلیں بڑی اچھی کتاب ہے۔مثلاً انہوں نے کپڑے کے متعلق کہا۔ایک میں بات بتادوں اگر اسلام ساری دنیا کیلئے ہے اور یقیناً اسلام ساری دنیا کیلئے ہے تو پھر ہر ملک کا لباس اسلامی لباس ہے یہ اس میں خشکی جب دماغ میں ہو یہ چیز نہیں لیتا۔ہر ملک کا لباس اسلامی لباس ہے۔اگر کسی ملک کا لباس اس قسم کا ہے کہ اس ننگ کو وہ صحیح طور پر ڈھانپتا نہیں جو اسلام نے کہا ہے ڈھانپو تو اتنی تبدیلی اس لباس میں ہو جانی چاہیے کیونکہ ایک اور حکم ہے جسکی خلاف ورزی کررہا ہے وہ۔لیکن یہ کہنا کہ مغربی افریقہ کا لباس اسلامی نہیں باوجود اس کے کہ وہ یہ شرائط پوری کررہا ہے کہ ستر جو ہے اس کو ڈھانک رہا ہے اور پنجاب کا جو لباس ہے وہ اسلامی ہے یا عرب کا لباس جو ہے وہ اسلامی ہے اور یورپ کا لباس اسلامی نہیں۔یہ بات ہی غلط ہے۔ساری دنیا کا وہ لباس جو ان شرائط کو پورا کرنے والا ہے وہ اسلامی ہے۔ہم نے اپنے پورے لباس میں نماز پڑھنی ہے۔اگر کسی ملک میں ایسا لباس ہے جو نماز پڑھنے میں دقت پیدا کرتا ہے تو اتنا حصہ درستی کے قابل ہے اس کی اصلاح ہو جانی چاہیے۔انہوں نے لباس پہ لکھا ہے۔اصل میں یہ مثال دینے لگا ہوں۔انہوں نے لکھا ہے پورے حوالے دے کر،سر کا لباس اوپر کے دھڑ کا لباس۔نچلے دھڑ کا لباس۔تینوں کو علیحدہ علیحدہ لیا ہے۔چھوٹا سا ایک صفحہ پونا صفحہ ہے۔انہوں نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ٹوپی بھی پہنی سر پر۔رومال بھی باندھا سر پر اور اس قسم کا جواب رواج ہے جس طرح

عمامہ عرب کا وہ بھی پہنا اور بڑا عمامہ بھی پہنا اور قمیص جتنی قمیصوں کی قسمیں اس وقت رائج تھیں ساری استعمال کیں اور دھوتی بھی پہنی اور پاجامہ بھی پہنا اور شلوار بھی پہنی ۔ سارے حوالوں کا ذکر کر کے پھر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نبی اکرم ﷺ کی سنت یہ ہے کہ جو لباس میسر آئے وہ استعمال کرو۔ بڑا صحیح نتیجہ نکالا ہے اور ساری دنیا کیلئے بڑی عجیب گائیڈنس GUIDANCE دے دی۔ جو میسر آتا ہے وہ پہنو ٹھیک ہے۔ اسلام نے کہا ہے بعض ننگ ہیں جن کو اسلام کہتا ہے ڈھانکو وہ ڈھانکنے چاہئیں اور اگر کوئی ضرورتیں ہیں وہ پوری ہونی چاہئیں ۔ اسلام کہتا ہے کہ ایسی طرز نہ ہو کہ نمائش کے خیال سے پہنا جائے ۔ ضرورت کیلئے نہ ہو بلکہ نمائش کیلئے ہو۔ اسلام کہتا ہے کہ نمائش نہیں کرنی ۔ اس حد تک وہ ٹھیک ہونا چاہیے ۔ تو یہ جو آداب ہیں جو اخلاق ہیں معلم کو موٹے موٹے ہی بتانے پڑیں گے اس کے لئے ایک چھوٹی سی نوٹ بک ان کیلئے تیار کریں اور نوٹ بک کی تیاری میں بھی نمائش نہ ہو سادہ زبان میں ہر بات کو COVER کرنے والی ہو وہ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے اور جس رنگ میں ، جس لباس میں جس ذہن کا ، جس اخلاق کا ، جس روحانیت کا انسان خدا تعالیٰ ہمیں دیکھنا چاہتا ہے ہم وہی بن جائیں ۔

پھر حضور نے فرمایا:

(کھانسی آ رہی ہے) ایک خیال آ گیا ۔ ہمارے جلسہ سالانہ کی حسین یادیں اور گہرے اثرات تو چلتے ہیں ، سالوں چلتے ہیں اگلے جلسہ تک ان کے اندر اور شامل ہو جاتے ہیں کچھ اس قسم کی چیزیں بھی ہیں ۔ مثلاً کھانسی ہو گئی ۔ اب جلسے کی کھانسی ہے وہ ابھی تھوڑی سی چل رہی ہے خطبے میں نہیں آئی بعد میں آ گئی ۔ میرے بھی کافی فرق پڑ گیا ہے ۔

رستے میں مَیں نے دیکھا کہ دکانیں ، جلسے میں ایک ان کا فائدہ تھا ضرورت مندوں کیلئے وہ چیزیں مہیا کر رہی تھیں ۔ کھانے پینے کی ، دوسری ، اب وہ چلی گئیں ۔ ان کے اثرات پڑے ہوئے ہیں کھنڈر نظر آ رہا ہے کھنڈر نہیں رہنا چاہیے اگلے جمعہ تک کہیں بھی ۔ ان ملبوں کو خدام الاحمدیہ اٹھا دے اور جس طرح مَیں نے کہا تھا کہ غریب دلہن کی طرح ربوہ کو سجا دو جلسہ کے استقبال کیلئے ۔ اب مَیں کہتا ہوں کہ اس غریب دلہن نے جلسہ کی خدمت کی ہے ۔ کچھ خدمت میں دھبے پڑ جاتے ہیں کہیں داغ پڑ گیا ۔ سالن گر گیا کہیں مٹی کا داغ لگ گیا ۔ پھر اس کو دوبارہ غریب دلہن کی طرح سجا دو تا کہ اس کو یہ شکوہ نہ رہے کہ مجھ سے کام لے لیا اور پھر مجھے بھول گئے آپ ۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 18 ستمبر 1982ء)





اقتباس از خطاب جلسہ سالانہ فرمودہ 27؍ دسمبر 1980ء

حضور انور نے وقف جدید انجمن احمدیہ کی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''وقف جدید کے 66 معلمین کام کر رہے ہیں۔ لیکن آپ جو میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں آپ کی مانگ کئی سو معلمین کی ہے۔ آپ بتائیں کہ میں 66 معلمین میں سے کئی سو کیسے پورے کر دوں۔ کیونکہ معلم بچے دے کر تو اپنی تعداد نہیں بڑھاتا۔ حضور نے فرمایا کہ آپ کو معلم بنانے کیلئے اپنے بچے دینے پڑیں گے''۔

(روزنامہ الفضل 13؍ جنوری 1981ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 2 ؍جنوری 1981ء بیت اقصیٰ ربوہ

تشہد،تعوذ اورسورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

وَ مَنۡ یَّشۡکُرۡ فَاِنَّمَا یَشۡکُرُ لِنَفۡسِہٖ ۚ وَمَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیۡدٌ (لقمان:13)

پھر فرمایا:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی ذات کی طرف تو ساری حمد رجوع کرتی ہے۔ اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ ۔وہ اس بات کا محتاج نہیں کہ اس کے بندے اس کا شکرادا کریں۔بندے اس بات کے محتاج ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پائیں تو اللہ تعالیٰ کا شکرادا کریں۔اگر اللہ تعالیٰ کے بندے اللہ تعالیٰ کی جس قدر نعمتیں ہوں اسی قدر اس کا شکرادا کرتے چلے جائیں فَاِنَّمَا یَشۡکُرُ لِنَفۡسِہٖ جو اس شخص یا اس جماعت کے فائدہ ہی کیلئے ہے۔اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں۔

شکر زبان سے بھی ہے اس کی حمد بہت کرنی چاہیے۔شکر کا ایک جذبہ بھی ہے جو انسان کے دل اوراس کے دماغ میں پیدا ہوتا ہے اور ہر وقت اس کی کیفیت ایک ایسے شخص کی ہوتی ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضلوں کے نتیجہ میں سوائے حمد کے اس کے وجود میں کچھ باقی نہیں رہتا۔

ہمارا جلسہ آیا اور گزر گیا۔ پہلے جلسے سے زیادہ شان میں آیا۔زیادہ برکتیں لے کر آیا کثرتِ نفوس سے آیا۔زیادہ تعداد میں شامل ہونے والے آئے اس میں۔دلوں کی کیفیت زیادہ بدلنے والے آثار لے کر آیا۔ سننے والوں نے سنا۔محسوس کرنے والوں نے محسوس کیا۔اور بہتوں نے جو ہم میں شامل نہیں ابھی یا شامل نہیں تھے،اس سے فائدہ اٹھایا۔

اللہ تعالیٰ کی اس آیت میں جو ہدایت ہے اسکی روشنی میں ہمیں پہلے سے زیادہ اس کے شکر گزار بندے بن کر اپنی زندگی گزارنی چاہیے۔اس لئے کہ آنے والا جلسہ جانے والے جلسہ کے مقابلہ میں زیادہ برکات لے کر آئے۔اللہ تعالیٰ کے فضل زیادہ ہوں۔زیادہ تعداد میں دوست اس میں شریک ہوں۔انتظام پہلے سے بھی بہتر ہو۔دُکھوں کو پہلے سے زیادہ دور کرنے والا ہو۔ دنیا پر احسان کی زیادہ تدابیر سوچی جائیں۔اس کے لئے زیادہ تربیت کی جا سکے۔اورصرف آنے والا جلسہ ہی نہیں۔خدا کرے کہ ہماری زندگی کا ہر آنے والا دن پہلے دن سے اللہ تعالیٰ کی برکات سے زیادہ معمور ہو اور ہر آنے والے دن میں ہمارا دل

اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر میں پہلے سے زیادہ بھرا ہوا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں ہر روز اعمالِ مقبول، اعمالِ مشکور کی توفیق عطا کرے اور اللہ تعالیٰ دنیا پر رحم کرے اور جس عذاب اور ہلاکت کی طرف آج کی دنیا بڑھتی چلی جا رہی ہے اس کے بچاؤ کے اس کیلئے سامان پیدا کرے۔

یکم جنوری سے وقفِ جدید کا سال شروع ہوتا ہے اور جو کل یکم تھی اس سال کی ہجری شمسی کے لحاظ سے 1360 واں سال ہے۔ اور وقفِ جدید کا جو نیا سال شروع ہے وہ چوبیسواں سال ہے۔ ان چوبیس سالوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقفِ جدید نے آہستہ آہستہ اور بتدریج ترقی کی طرف قدم بڑھایا ہے۔ وقفِ جدید کی اصل ذمہ داری تو یہ ہے کہ جگہ جگہ پہ ہمارے واقفین وقفِ جدید بیٹھیں اور جماعت کی تربیت کریں، نئے داخل ہونے والوں کی بھی اور نئے شعور اور بلوغت کو پہنچنے والوں کی بھی۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر بھی مَیں نے جماعت سے کہا تھا کہ اگر ہر جماعت میں ایک واقفِ وقفِ جدید ہم نے بٹھانا ہے تو جتنی جماعتیں ہیں اس تعداد میں ہمارے پاس واقفین ہونے چاہئیں اور چونکہ یہ واقفین آٹے کے بنا کر یا موم کے بنا کر بھیجے نہیں جا سکتے۔ بہرحال انسان ہوں گے۔ اس واسطے انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچے کو اس تحریک میں بھی وقف کرے۔ اور اگرچہ تعلیم کا معیار اس کے لئے کم ہے۔ آٹھویں جماعت کا بھی بعض دفعہ لے لیتے ہیں اگر ہوشیار ہو اور دسویں جماعت غالباً شرط ہے ان کی (اس وقت میرے ذہن میں نہیں) لیکن تعلیم کا معیار جو کم ہے اس سے یہ مطلب لینا درست نہیں کہ ذہانت کا معیار بھی کم ہے۔ اس سے یہ مطلب لینا درست نہیں کہ اخلاص اور ایثار کا معیار بھی کم ہے۔ ہمارے بہت سے واقفین وقفِ جدید ایسے بھی ہیں جو بعض شاہدین سے زیادہ اخلاص اور جوش اور جذبہ اور ایثار کے ساتھ کام کرنے والے ہیں ہمیں تو ہر شخص، ہمیں تو ہر احمدی ''ایک واقف'' چاہیے یعنی اپنے کاموں کی، دنیوی کاموں کی ذمہ داریاں بھی نباہ رہا ہو اور اپنی اُخروی زندگی کی ذمہ داریاں بھی اس سے زیادہ جوش اور جذبہ کے ساتھ نباہنے والا ہو۔

ایک تحریک مَیں نے کی تھی کہ ایسے واقفین ہوں جو اپنے گاؤں سے آویں اور چند ہفتوں کا نصاب اُن سے کروایا جائے اور وہ واپس جا کے اس معیار پر لیڈر بنیں، قیادت سنبھالیں، اپنے اپنے معیار پر قیادت سنبھالنی ہوتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ جماعت نے اس طرف توجہ نہیں کی اور مجھے افسوس ہے کہ یہاں سے جو نصاب ختم کر کے گئے، ان میں سے بہت نے اپنی ذمہ داریوں کو نہیں سمجھا۔ اس طرف بھی توجہ دینی چاہیے وہ بھی وقفِ جدید کا ہی حصہ ہے۔

چونکہ وقفِ جدید زیادہ تر توجہ تربیت کی طرف دیتی ہے اسلئے ایک خاص قسم کی کتب یہ شائع کرتے ہیں۔ چونکہ ان کے واقفین سندھ کی جماعتوں میں بھی بیٹھے ہیں اس لئے وہ مطالبہ کرتے ہیں کہ

ہمیں سندھی زبان میں بھی کتب مہیا کی جائیں۔ چنانچہ بعض کتب سندھی زبان میں بھی وقفِ جدید کی طرف سے شائع ہوئیں۔بعض واقفینِ وقفِ جدید صوبہ سرحد میں بھی کام کررہے ہیں۔ان کا مطالبہ ہے کہ ہمیں پشتو زبان میں کتب دی جائیں۔اس کی طرف بھی انہوں نے توجہ دی ہے۔ابھی ابتداء ہے اور کچھ کتب تیار ہو کے شائع ہو چکی ہیں پشتو زبان میں بھی۔

فارسی کی طرف بھی ہمیں زیادہ توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ بعض لوگوں کی رؤیا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان علاقوں میں سے جن علاقوں میں پشتو اور فارسی بولی جاتی ہے۔فارسی بولنے والے علاقوں میں احمدیت جلد پھیلے گی۔خدا کرے کہ جو تعبیر ہمارے ذہن میں آئی ہے وہ پوری ہو۔اور جس وقت ان میں احمدیت پھیلے گی تو فارسی کتب کا وہ مطالبہ کریں گے۔اس کے لئے جماعت کو ابھی سے تیاری کرنی چاہیے۔ مگر یہ کام وقف جدید کا اتنا نہیں جتنا جماعت کا ہے۔جماعت احمدیہ کو بحیثیت جماعت یہ ذمہ داری سنبھالنی چاہیے۔اب تو یہ حال ہے کہ چونکہ ضرورت شدید نہیں تھی اس واسطہ توجہ بھی نہیں کی گئی حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی اپنی بہت سی فارسی کی کتب ہیں جن کی اشاعت کی طرف توجہ نہیں کی گئی منظوم کلام ہے اس کی اشاعت کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔پہل مَیں کررہا ہوں منظوم کلام سے اللہ تعالیٰ جزادے شیخ محمد احمد صاحب مظہر کو ان کے سپرد مَیں نے کام کیا تھا وہ بڑے اچھے فارسی دان ہیں کہ جو پہلی درثمین فارسی شائع ہوئی ہے اس میں کتابت کی اور اعراب کی بہت سی غلطیاں ہیں۔انہیں میں نے کہا کہ مجھے لکھ کے دیں صحیح اور حسب ضرورت اعراب کے ساتھ۔یہ میرے سفر سے پہلے کی بات ہے۔انہوں نے وعدہ کیا تھا جلسے تک مَیں یہ کام ختم کردوں گا۔انہوں نے وہ مسودہ تیار کر کے مجھے دے دیا ہے اب اس کی کتابت اور طباعت کا کام ہے۔اللہ تعالیٰ وہ بھی کردے گا۔مَیں چاہتا ہوں کہ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی کتب کا جہاں تک تعلق ہے بہترین کتابت ہو ان کی اور بہترین طباعت ہو ان کی اور بہترین کاغذ استعمال کیا جائے۔ایک نہایت اچھی شکل میں دنیا کے ہاتھ میں یہ روحانی خزانہ دیا جائے کیونکہ جو شان ہے اس کلام کی نظم ہو یا نثر اس کے مطابق اس کو لباس پہنانا چاہیے۔یہ نہیں کہ اگر ہم میں سے کوئی کتاب لکھے تو وہ تو پسند کرے کہ جو اس نے لکھا ہے وہ بہترین ہو لیکن حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی کتب کے ساتھ ایسا سلوک نہ کیا جائے۔ایک وقت میں یہ بیماری لندن میں بھی پیدا ہوئی اور مجھے انہیں سمجھانا پڑا۔مَیں نے کہا کوئی کتاب لنڈن مشن نہیں شائع کرے گا حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی کتب کے علاوہ جس کی طباعت اور جس کا GET UP حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی کتب سے اچھا ہو۔بہترین شکل میں، بہترین کاغذ پر، بہترین مطبع سے، بہترین پبلشنگ ہاؤس سے حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی کتب شائع ہونی چاہئیں چنانچہ وہاں سے اس وقت

تک صد سالہ جوبلی کے خرچ پر تین کتب شائع ہو چکی ہیں۔ایک تو "ESSENCE OF ISLAM" کی سیریز میں پہلی کتاب حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے اقتباسات، چار مضامین پر اللہ جل شانہٗ اور اسلام اور محمد ﷺ اور قرآن عظیم۔ یہ کوئی تین سو اٹھائیس صفحے کی کتاب بن گئی۔

"ESSENCE OF ISLAM" VOL:2 اس کی دوسری جلد اس وقت پریس میں ہے . یہ بھی انگریزی ترجمہ ہے۔دنیا میں بڑی کثرت سے انگریزی بولی جاتی ہے اس میں بعض دوسرے مضامین ہیں اور اس کے بعد "ESSENCE OF ISLAM VOL: 3 اور VOLUME 4 (جلد سوم اور چہارم) کا مسودہ تیار ہے انشاء اللہ آگے پیچھے وہ آجائیں گی۔اس کے علاوہ فرانسیسی بولنے والوں کے لئے ہمارے پاس لٹریچر نہیں تھا۔دنیا میں ایک وقت میں تو (چین اور روس کو چھوڑ کے) سب سے زیادہ بولی جانے والی زبانیں دو تھیں۔ یا انگریز کی زبان انگریزی۔کیونکہ انہوں نے بہت زیادہ COLONISATION (کالونائزیشن) کی اور یا فرانسیسی جو اس کے بعد نمبر 2 پہ آئی۔ پھر سپینش SPANISH اور پورچوگیز PORTUGEES کیونکہ ساؤتھ امریکہ میں آباد ہوئے اور ہالینڈ کی زبان۔اسلئے یہ بھی ایک وقت میں COLONIAL POWER (کالونیل پاور) بنے۔اپنی زبان دنیا کے بعض حصوں میں انہوں نے رائج کی۔ہالینڈ کی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ بھی ہے۔بعض دوسری کتب بھی ہیں۔فرانسیسی میں ابھی تک نہ قرآن کریم کا ترجمہ تھا نہ کوئی اور لٹریچر تھا۔چھوٹے چھوٹے رسالے بہت سارے شائع ہوتے رہتے ہیں ضرورت کے مطابق لیکن پہلی دفعہ INTRODUCTION TO THE HOLY QURAN (دیباچہ تفسیر القرآن جو حضرت مصلح موعودؓ کا لکھا ہوا ہے) یہ بذاتِ خود ایک مستقل کتاب کی حیثیت بھی رکھتا ہے کیونکہ اس میں دو مضمون لمبے اور تفصیلی ہیں۔ایک تو نبی کریم ﷺ کی سیرت اور دوسرے اسلام اور عیسائیت کا موازنہ۔اس کے علاوہ اور مضامین بھی ہیں۔ یہ بھی کوئی تین سو تیس چالیس صفحے کی ہے۔ یہ بھی چھپ چکی صد سالہ جوبلی کے انتظام کے ماتحت۔ہمیں اس کی اس لئے خاص طور پر ضرورت پڑی کہ ایک تو ساری دنیا میں اسلامی تعلیم پھیلانے کے لئے فرانسیسی کو بھی بیچ میں لانا ضروری تھا کیونکہ بڑی کثرت سے بولی جانے والی، سمجھی جانے والی زبان ہے۔ دوسرے اس لئے ضرورت پڑ گئی کہ افریقہ کے بہت سے ممالک کی زبان فرانسیسی ہے جہاں یہ حاکم رہے ہیں۔ مثلاً نیگر (NIGER) جس کو یہاں نائیجر کہتے ہیں۔پیرس میں وفد ملنے آیا تھا میں نے کہا میں شاگرد بنتا ہوں تو بتاؤ کہ تمہارے ملک کا PRONUNCIATION کیا ہے۔کیونکہ کوئی اس کو نائیجر کہتا ہے کوئی نائیگر کہتا ہے۔انہوں نے کہا نہ نائیگر۔نہ نائیجر۔ہم اپنے ملک میں اپنے ملک کا نام جو بولتے ہیں اس کی

(SOUND) آواز ہے نیگیر ۔وہاں ہمارا مشن نہیں ۔لیکن نائیجریا کی سرحدوں پر ہے ۔وہ لوگ نائیجریا میں آتے ہیں ۔وہاں ان کو تبلیغ ہوئی اور وہاں جماعت قائم ہوگئی اور ہمارا ایک نوجوان معلم وہاں کام کرتا رہا کچھ عرصہ، وہ مزید تعلیم کیلئے اسی جلسے پہ یہاں آ گیا ہے۔مخلص ہے، ذہین ہے بظاہر۔اس کے لئے بھی دعا کریں ۔کچھ فرانسیسی تھوڑی سی جانتا ہے ۔زیادہ نہیں ۔میرا خیال تھا کہ اس کو پوری طرح فرانسیسی کا ماہر بنایا جائے ۔نیز علومِ قرآنی کا بھی ایک حد تک اس کو علم سکھایا جائے یہاں ۔تا کہ وہ ان علاقوں میں کام کر سکے کیونکہ وہاں جماعت قائم ہوگئی ہے یا شاید ایک سے زیادہ جماعتیں ۔

ٹوگو لینڈ فرانسیسی بولتا ہے ۔وہاں جماعتیں قائم ہوگئیں ۔''بینن'' ایک ملک کا نام ہے ۔ وہاں جماعتیں قائم ہوگئیں ۔سینیگال فرانسیسی بولتا ہے ۔بہت بڑا ملک ہے بیچ میں گھسا ہوا ہے اس میں ہمارا گیمبیا جس کو بانجول کہتے ہیں ۔اب بانجول اندر گھسا ہوا ہے ۔اس کے بیچ میں سے رستہ نکلتا ہے جو آر پار جاتا ہے ملانے کیلئے ان کے دو علاقوں کو ۔اس حصہ میں بھی جماعتیں قائم ہوگئی ہیں ۔ وہ فرانسیسی بولنے والے ہیں ۔اس لئے فرانسیسی لٹریچر کی بہت ضرورت تھی ۔اس ضرورت کو ایک حد تک (INTRODUCTION TO THE HOLY QURAN) دیباچہ فرانسیسی انشاءاللہ پوری کرے گا ۔اس میں سے پمفلٹ بھی بہت سارے مضامین پہ نکالے جا سکتے ہیں ۔علیحدہ شائع کرنے کیلئے دو دو صفحے کے ۔آنحضرت ﷺ کی سیرت ہے ۔اسلام کی خوبیاں ہیں وغیرہ وغیرہ ۔یہ بیچ میں بات آ گئی مَیں وقف جدید جو لٹریچر شائع کر رہی ہے اس کے متعلق بات کر رہا تھا ۔

میری یہ خواہش ہے اور آپ کی بھی ہونی چاہیے ۔کیونکہ خلیفہ وقت اور جماعت ایک ہی وجود کے دو نام ہیں ۔کہ دس سال کے اندر اندر یعنی قبل اس کے ہماری زندگی کی دوسری صدی شروع ہو ہم قرآن کریم کا فرانسیسی ترجمہ شائع کر سکیں ۔ترجمہ ہو چکا ہے REVISION نظر ثانی کی ضرورت ہے وہ ہو رہی ہے ITALIAN زبان میں ترجمہ حضرت مصلح موعودؓ نے کروا کے مسودہ رکھا ہوا تھا لیکن REVISION نہیں ہو سکی ۔اس وقت اور REVISION دو وجہ سے ضروری ہے ایک یہ کہ آج سے چالیس پچاس سال پہلے کی زبان میں جو ترجمہ ہوا ہے ۔زبان بھی کچھ بدل گئی ہے ۔محاورات بھی بدل گئے ۔ REVISION ہونا چاہیے زبان کے لحاظ سے ۔دوسرے یہ کہ جو ترجمہ کسی غیر مسلم، غیر احمدی نے کیا ہے اس کو شائع کرنے کی ذمہ داری نہیں لی جا سکتی ۔جب تک ہمارا آدمی نہ دیکھے کہ مضمون کے لحاظ سے کوئی غلط بات تو نہیں آ گئی ۔اس کیلئے بھی ہم کوشش کر رہے ہیں کہ زبانیں ہمارے شاہدین سیکھیں ۔فرانسیسی جاننے والے تو ہمارے شاہدین پیدا ہو گئے ہیں ۔وہ کہتے ہیں کہ ہم اچھی زبان میں لکھ نہیں سکتے لیکن یہ ہم معلوم کر

سکتے ہیں کہ جو ترجمہ ہوا ہے اس میں مضمون کے لحاظ سے غلطی تو نہیں ۔ میرا خیال ہے کہ فرانسیسی ترجمہ ان تراجم میں سب سے پہلے آ جائے گا۔اٹالین زبان میں آ جائے گا۔ پھر پورچوگیز زبان میں آ جائے گا۔رشین زبان میں بھی ٹرانسلیشن TRANSLATION ہے ۔جس کی REVISION ہونے والی ہے اس کے لئے انتظام مَیں کر رہا ہوں ۔ میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ شدید تڑپ پیدا کی ہے کہ دس سال کے اندر اندر ہم فرانسیسی اور اٹالین اور سپینش زبان میں اور رشین زبان میں اور چائینیز زبان میں قرآن کریم کے ترجمے شائع کر دیں ۔اگر ہم ایسا کر سکیں تو دنیا کی آبادی کے قریباً اسی فیصد سے زیادہ لوگوں کو قرآن کریم ان کی زبان میں دے سکتے ہیں ۔تو دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے جو خواہش پیدا کی ہے اس کے پورے کرنے کے بھی سامان پیدا کرے۔

وقفِ جدید کو اپنے کام چلانے کے لئے پیسوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور دوست اس طرف توجہ بھی کرتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ انہیں جزاء دے۔ان کی رپورٹ کے مطابق 80-1979ء میں قریباً 99 ہزار کی بیشی ہے ۔لیکن جو دفتر اطفال کہلاتا ہے یعنی چھوٹے بچوں کا رجسٹر، بچے تو تعداد میں بڑھ گئے خدا کے فضل سے لیکن ان کی جو آمد ہے اس میں 6,575 کی کمی ہے یہ تو درست ہے کہ بعض بچے اپنی عمر کے لحاظ سے بالغان کے گروہ میں شامل ہو گئے اور ان کی وجہ سے بھی کچھ زیادتی ہوئی ہوگی لیکن یہ درست نہیں کہ کوئی بچہ اطفال کے گروہ میں شامل نہیں ہوا۔صرف نکلے ہیں اور اس وجہ سے پیچھے رہ گئے ۔اس واسطے اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے ۔ جماعت اس طرف توجہ کرے ۔ مجموعی طور پر تو قریباً کم وبیش ایک لاکھ کی زیادتی ہے ۔لیکن جو آدمی دوڑ رہا ہو اس کا ہر قدم درست اٹھنا چاہیے ۔ ہر پہلو سے ہمیں آگے بڑھنا چاہیے اللہ تعالیٰ اس کی جماعت کو توفیق عطا کرے۔

ابھی جلسے کی کوفت دور نہیں ہوئی دعا کریں اللہ تعالیٰ صحت دے ۔کام کے لحاظ سے جلسے کے بعد بھی دو تین ہفتے (بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ) کام معمول سے زیادہ کام میں وقت گزرتا ہے ۔ کچھ دوست ٹھہرے ہوتے ہیں ۔ ملاقات کیلئے پھر جلسے کے دنوں میں بعض کام میں نہیں کر سکتا ۔مثلاً ڈاک مَیں نے نہیں دیکھی دس بارہ دن کی ۔جس کا مطلب ہے کہ کم از کم آٹھ دس ہزار خط ہوگا جو مَیں اگلے ایک ہفتہ میں دیکھوں گا ۔ ہر روز خط آتے رہتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ توفیق بھی دیتا رہتا ہے ۔مَیں نہ کام سے گھبراتا ہوں نہ ڈرتا ہوں کہ نہیں ختم ہوگا ۔کرتا ہوں ختم جس طرح بھی ہو ۔لیکن یہ مجھے پتہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر مَیں اس قدر کام نہیں کر سکتا ۔اور یہ بھی مَیں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل کو صرف دعا کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے اور اس حقیقت پر بھی مَیں قائم ہوں کہ خلیفہ وقت کے ساتھ ساری جماعت کی دعائیں شامل ہونی

چاہئیں۔تب کام ہوسکتا ہے۔اس لئے مَیں نے یہ بات کی ہے کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ صحت سے کام کرنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق دیتا چلا جائے۔

(روزنامہ الفضل یکم فروری 1981ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جنوری 1982ء بیت اقصیٰ ربوہ

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

کھانسی ہوگئی ہے دعا کریں اللہ فضل کرے۔ آمین

آج عیسوی کیلنڈر کا نیا سال شروع ہوتا ہے یعنی 1982ء کا یہ پہلا دن ہے اور جمعہ سے شروع ہو رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جمعہ بھی ہمارے لئے عید کا دن ہے۔ خدا کرے کہ سارا سال ہی ہمارے لئے عید کا سماں رہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں عید کے سامان ہمارے لئے پیدا کرتی رہیں۔ آپ سب کو اور جہاں جہاں احمدی ہیں انھیں اللہ تعالیٰ یہ نیا سال مبارک کرے اور ان سب کے لئے بھی برکتوں کے سامان پیدا کرے جو جمعہ کو عید کا دن آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق سمجھتے ہیں۔

وقفِ جدید انجمن احمدیہ پاکستان کا سال یکم جنوری سے شروع ہوتا ہے اور جنوری کے پہلے جمعہ کے موقع پر میں نئے سال کا اعلان کرتا ہوں۔ اتفاقاً یہ جمعہ سال کا پہلا دن بھی ہے۔ یہ نیا سال جو ہے جہاں تک بالغانِ احمدیت کا سوال ہے ہمارے مجاہدہ کا اس دائرہ میں پچیسواں سال ہے اور دفتر اطفال کا سترھواں سال۔ بالغان کے پچیسویں اور اطفال کے سترھویں سال کے آغاز کا آج میں اعلان کر رہا ہوں۔

دو قسم کی قربانیاں ہماری ذیلی تنظیمیں بھی خدا کے حضور پیش کر رہی ہیں۔ ایک مالی اور ایک ان تمام قربانیوں کا مجموعہ جن کے ساتھ مالی قربانی کا تعلق نہیں۔ جہاں تک مالی قربانی کا سوال ہے جو بجٹ اپنے جائزہ کے مطابق وقفِ جدید بناتی ہے ابھی وہ بجٹ عملاً ہم نے پورا کرنا شروع نہیں کیا۔ اس لئے جہاں تک مالی قربانی کا سوال ہے میں امید رکھوں گا کہ سالِ رواں میں جماعت احمدیہ اپنے بجٹ کو پورا کر دے گی۔ انشاءاللہ

وقفِ جدید انجمن احمدیہ پاکستان کے قیام کا بڑا مقصد دیہات کی تربیت تھا اور ہے۔ احمدی دیہات (یعنی وہ گاؤں پاکستان کے جہاں احمدی بستے ہیں، دوسرے بھی بستے ہیں لیکن جہاں احمدی بستے ہیں ان کو اس وقت میں احمدی دیہات کہتا ہوں۔ احمدی دیہات) کی تعداد سال بہ سال بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ چوبیس سال قبل جب یہ تحریک شروع ہوئی حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ سے تو اس وقت جتنے گاؤں اس نظام کی تربیت کے ماتحت آتے تھے ان کی تعداد واقفینِ وقفِ جدید سے کہیں زیادہ تھی۔ واقفین کی تعداد

اور احمدی دیہات کی نسبت کم نہیں ہوئی بڑھتی چلی جاتی رہی ہے۔ہم خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ انسانوں کو اپنے قرب کی راہیں دکھلا رہا ہے اور وہ نور جو محمد ﷺ نوعِ انسان کے لئے لے کر آئے تھے زیادہ سے زیادہ تعداد میں لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں ، ہر سال اس میں زیادتی ہو رہی ہے لیکن تربیت کرنے والوں کی تعداد نسبتاً کم ہو رہی ہے۔ دیہات کی تعداد بڑھنے کے نتیجہ میں ۔اس لئے اس وقت اشد ضرورت وقفِ جدید کو وقفِ جدید کے واقفین کی ہے۔

وقفِ جدید کے واقفین کی علمی قابلیت کا معیار اور ہے ۔وہ جامعہ کے پڑھے ہوئے شاہدین نہیں۔واقفینِ وقفِ جدید کی اپنی تربیت اور تعلیم کا ایک علیحدہ نظام ہے۔واقفینِ وقفِ جدید جو ہیں عمروں کے لحاظ سے چھوٹی عمر کے اور تجربہ کے لحاظ سے کم تجربہ ہیں ۔اس لئے ایک تو میں نصیحت کروں گا انجمن وقفِ جدید کو کہ جو واقفینِ وقفِ جدید ان کے پاس ہیں ان کی علمی اور علم کی بنیاد پر اخلاقی اور روحانی تربیت میں زیادتی کرنے کا ایک منصوبہ بنائیں اور وہ منصوبہ حضرت مسیحِ موعودؑ کی تحریرات کے پڑھنے، سمجھنے اور اس کے نتیجہ میں وہ اثر قبول کرنے کا ہو جو ایک متقی دل ان کتب کو پڑھ کے اثر قبول کرتا ہے۔اگر ہر واقفِ وقفِ جدید کے ذمے یہ لگایا جائے کہ ہفتے کے سات دنوں میں ہر روز وہ کم از کم پندرہ صفحات کتب (حضرت اقدس) کے پڑھے گا تو اس کے نتیجہ میں ان کا علم بھی بڑھے گا اور ان کی توجہ اپنے نفس کی اصلاح کی طرف بھی زیادہ ہوگی اور دوسروں کی تربیت کرنے کی قابلیت بھی بڑھ جائے گی اور جیسا بھی وہ لکھنا جانتے ہیں بیس صفحے پڑھ کر کم از کم پانچ باتیں وہ اپنی کاپی پر لکھیں کہ ہم نے ان صفحوں میں یہ باتیں خاص طور پر پڑھیں جو ہمارے کام آنے والی ہیں تربیت وغیرہ کے لحاظ سے۔

جماعت سے میں یہ کہوں گا کہ اس وقت سو سے بھی کم واقفینِ وقفِ جدید ہیں ۔یہ ہماری ضرورت کا بیسواں حصہ بھی پورا نہیں کرتے ۔اس واسطے ایسے نوجوان جو سکول کی قابلیت کے لحاظ سے ان کے قواعد پر پورے اترتے ہوں اور دل میں جذبہ رکھتے ہوں خدمتِ اسلام اور تربیت کی قابلیت بھی رکھتے ہوں یعنی ان کی اپنی بھی تربیت ہو چکی ہو، یہ نہ ہو کہ اپنے گھر میں آنکھیں بند کر کے گالیاں دینے کی عادت لے کر وہ وقفِ جدید میں آ جائیں۔ جو ظاہر کی چیزیں ہیں موٹی موٹی، کم از کم اس لحاظ سے وہ مہذب اور تربیت یافتہ ہونے چاہئیں ۔اور دل کا تقویٰ جسے اللہ بہتر جانتا ہے نہ میں فیصلہ کر سکتا ہوں نہ آپ، لیکن روح کا جذبہ جو ظاہر ہوتا ہے اور جس کا ہم بھی فیصلہ کر سکتے ہیں وہ ہونا چاہئے اور اس کے لئے ہر ہفتے میرا یہ پیغام ہر گاؤں میں پہنچایا جائے کہ ہمیں بچے دو۔ہمیں بچے دو تا کہ بڑوں کی ہم تربیت کر سکیں۔ہمیں بچے دو تا کہ ہم آئندہ آنے والی نسل کی ابتدائی تربیت کر سکیں۔

واقفینِ وقفِ جدید کے ذمے، جب میں نے کہا تربیت کا کام ہے تو وہ انتہائی تربیت نہیں تھی میری مراد تھی کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں جو تربیت ہونی چاہئے کم سے کم معیار ایک احمدی کا جو ہے اس تک تو پہنچنا چاہئے نا۔ گالی نہیں دینی، اوئے کر کے نہیں پکارنا، ''تُو'' نہیں کہنا، اپنے چھوٹے کو بھی۔ میں بڑوں کو بھی نصیحت کرتا ہوں، اپنے بچوں کو بھی آپ کہیں۔ اگر آپ اپنے بچوں کو آپ نہیں کہیں گے تو وہ بڑوں کو بھی آپ نہیں کہے گا۔ اگر آپ اپنے بچے کو آپ کہہ کر پکاریں گے تو اس کو عادت پڑ جائے گی ''آپ'' کہہ کے پکارنے کی وہ بڑوں اور چھوٹوں ہر دو کو آپ کہہ کے پکارے گا اور بڑا لطف اٹھائیں گے وہ لوگ جو آپ کے ماحول میں آ کے آپ کے بچوں کو ''تو'' کی بجائے ہر ایک سے آپ کہہ کر باتیں کرتے سنیں گے۔

کچھ حصے ہیں جن کا تعلق انجمن وقفِ جدید سے ہے جو میں نے اب بیان کئے اور کچھ حصے ایسے ہیں جن کا تعلق جماعت سے ہے۔ ہر دو کو اپنی ذمہ داریاں پوری تندہی اور توجہ سے نباہنی چاہئیں۔ اس کی مثال تو ایسی ہی ہے جیسے مکان تعمیر ہو رہا ہو تو بنیادیں کھود کر روڑی کوٹی جاتی ہے اور اس پر اینٹوں سے دیواریں اٹھائی جاتی ہیں۔

واقفینِ وقفِ جدید کا کام روڑی کوٹنا ہے چھوٹے چھوٹے پتھروں کے ٹکڑوں کو یکجان کر دینا ہے اس قابل بنا دینا کہ جب اعلیٰ درجے کی تعلیم اور تہذیب ان کو سکھائی جائے تو وہ اسے قبول کرنے کے لئے تیار ہوں اور بوجھ نہ سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے آمین۔

کھانسی مجھے بڑا تنگ کر رہی ہے لیکن اس اعلان کی وجہ سے میں نے جمعہ کا خطبہ چھوڑنا پسند نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ صحت سے رکھے اور دعا کریں کہ مجھے بھی صحت دے اور صحت سے رکھے۔ آمین۔

(الفضل 6؍جنوری 1982ء)





اقتباس از خطاب جلسہ سالانہ فرمودہ 27 دسمبر 1982ء

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے وقف جدید کے متعلق درج ذیل ارشاد فرمایا:

جیسا کہ ہر سال ہوتا چلا آرہا ہے امسال بھی وقف جدید نے نمایاں اضافہ کے ساتھ 9 لاکھ تراسی ہزار روپے کا بجٹ پیش کیا ہے۔

جہاں تک معلمین وقف جدید کا تعلق ہے وہ بڑی قربانی اور ہمت کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ معلم کو بہت معمولی وظیفہ ملتا ہے بعض دفعہ انہیں بڑے سخت حالات درپیش ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ان کیلئے بیک وقت عزت نفس کو قائم رکھنا اور معمول کے مطابق زندگی گزارنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ مثلاً ان کے گھر والے کہیں اور رہتے ہیں اور وہ خود کہیں اور اب یہ ناممکن ہے کہ تھوڑے سے روپے میں جوان کو ملتا ہے اس کو تقسیم کر کے وہ دونوں زندہ رہ سکیں۔ اس کے باوجود معلمین یہ کوشش کرتے ہیں کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں اور جماعت پر ان کا انحصار نہ ہو کیونکہ گزشتہ تجربہ بتاتا ہے کہ اگر گاؤں کی روٹیوں پر پلنے والا کوئی ملّاں بن جائے تو اس میں تربیت کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے اس لئے ان کو بعض اوقات ان حالات میں بڑی مشکل سے گزارہ کرنا پڑتا ہے۔ ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں کہ بعض دفعہ معلمین مجبور ہو کر جماعت کے اخلاص کے نتیجہ میں اس کی خدمت کو قبول کر لیتے ہیں لیکن دو چار ماہ بعد انہوں نے جماعت سے کہا کہ اب ہم سے یہ چیز برداشت نہیں ہو سکتی۔ آپ اس قصے کو بند کریں۔ جیسے بھی ہوا، ہم گزارہ کرتے رہیں گے......۔

اب مَیں پھر وقف جدید کی طرف لوٹتا ہوں۔ اس سلسلے میں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہندوؤں میں جو تبلیغ ہو رہی ہے وہ اللہ کے فضل سے بہت خوشکن نتائج پیدا کر رہی ہے۔ اسکے علاوہ خیراتی ہومیوپیتھی ادارہ بھی ہے۔ پھر اپنی توفیق کے مطابق سندھی پشتو وغیرہ میں چھوٹے چھوٹے رسائل بھی شائع کرتے ہیں لیکن وقف جدید کی اصل خدمت ہندوؤں میں تبلیغ کرنا ہے جن کو پاکستان میں پہلے کلیۃً نظر انداز کیا گیا تھا۔ میرے خیال میں پاکستان بننے کے بعد کی جماعت کی تاریخ میں پہلا پھل جو ہندوؤں میں سے ملا ہے وہ وقف جدید کو ملا ہے اور اب تو یہ کیفیت ہے کہ ہر سال ہزار، گیارہ سو ہندو شرک سے توبہ کر کے توحید میں داخل ہو رہے ہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ بعض پہلوؤں سے ہندوؤں کا معیار بہت بلند ہے۔ جب شروع میں ہم نے ہندو علاقے میں کام کا آغاز کیا تو ہمارے سامنے ایک بڑی دقت یہ تھی کہ عیسائی مناد اور عیسائی پادری وغیرہ وہاں بے شمار خرچ کر رہے تھے۔ ان دنوں باہر سے جو امداد آتی تھی وہ امریکہ خاص طور پر پادریوں کے ذریعہ تقسیم کرواتا تھا۔ مَیں اس وقت وقف جدید میں تھا۔ چنانچہ مجھ پر بہت دباؤ ڈالا گیا کہ ہمیں بھی کوئی امدادی سکیم چلانی پڑے گی ورنہ ہم ناکام ہو جائیں گے۔ مجھے اس علاقے کا دورہ کرنے کا بھی موقع ملا۔ مَیں نے معلمین کو بھی اور دوسرے دوستوں کو بھی سمجھایا کہ یہ ایک گری پڑی قوم ہے جس کی عزت نفس کو صدیوں سے کچلا جا رہا ہے۔ ہم تو ان کو اعلیٰ انسان بنانے آئے ہیں۔ اسے ادنیٰ درجے پر پہنچانے کیلئے نہیں آئے جس پر یہ اس وقت قائم ہیں۔ اس ساری تذلیل اور انتہائی بدسلوک کے باوجود اس قوم میں بعض خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ لین دین کے معاملے میں صاف ستھرے ہیں اور دوسری یہ کہ یہ بھیک نہیں مانگتے۔ محنت کر کے کماتے ہیں۔ مَیں نے کہا یہ ایک قدر اور خوبی جسے زمانے نے نہیں کچلا، تم مجھے مشورہ دیتے ہو کہ اس کو بھی کچل دیا جائے۔ ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ اسلام شرف انسانیت کو قائم کرنے کے لئے آیا ہے۔ شرف انسانیت کو مٹانے کیلئے نہیں آیا۔ مَیں نے ان سے کہا کہ تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ لاکھوں روپے کی امداد ان ہندوؤں کو عیسائی بنانے میں ناکام ہوگئی اور ہم ساتھ جو چندہ بھی مانگتے تھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں کامیاب ہوگئے اور آج وہاں 143 ایسے گاؤں ہیں جہاں خدا کے فضل سے اسلام نافذ ہو چکا ہے۔

ایک نو احمدی کے اخلاص اور ایمان کا واقعہ بھی آپ کو سنا دوں۔ جب 1965ء کی جنگ ہوئی تو وقتی طور پر جس طرح جنگ کے دوران فوجیں کسی بارڈر پر آگے بڑھ جاتی ہیں اور کہیں پیچھے رہ جاتی ہیں۔ اسی طرح پاکستان کے اس بارڈر میں جہاں نو مسلم احمدی زیادہ ہو رہے تھے، وہاں ایک حصے میں ہندوستانی فوج آگے بڑھ رہی تھی۔ ہندوستانی فوجیوں نے بعض نو مسلموں کو زدوکوب کیا اور بہت دباؤ ڈالا کہ کسی طرح وہ ارتداد اختیار کر جائیں، بعض شدھ ہو جائیں۔ ان میں سے ایک نو مسلم کو چارپائی پر باندھ دیا گیا اور پتے اکٹھے کر کے اس کے نیچے آگ لگا دی گئی اور اس سے کہا کہ اگر آج تم نے اسلام سے توبہ نہ کی تو جل کر یہیں خاک ہو جاؤ گے۔ اس نے بڑے اطمینان سے کہا کہ ہاں مَیں جل کر خاک ہو جاؤں گا لیکن اس مذہب میں واپس نہیں جاؤں گا جس سے نکل کر مَیں اسلام میں داخل ہوا تھا۔ اس نو مسلم احمدی کی اس بات میں ایسا عزم تھا کہ بھارتی فوجی افسر نے اپنے فیصلے کو بدل دیا اور کہا کہ اس آگ کو یہاں سے ہٹا دو۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ الہام ظاہری نشان میں بھی پورا ہوا کہ

’’آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے‘‘ (تذکرہ طبع سوم ص 397)

یہ آگ اس دن مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کی غلام بنائی گئی تھی۔

جب مَیں نے یہ واقعہ سنا تو مجھے ایک ہندی دوہا یاد آ گیا۔ دوہوں میں بعض سبق سکھائے جاتے ہیں۔ بعض بڑے پیارے دوہے ہوتے ہیں۔ دوہا یہ کہتا ہے کہ کسی درخت پر ایک پرندہ بیٹھا تھا تو کسی نے اس درخت کو آگ لگا دی اور وہ جلنے لگا۔ دوسرے پرندے نے اس سے کہا کہ آگ پھیل رہی ہے اور تم بھی جلنے کو ہو۔ اب وقت ہے کہ یہاں سے نکل جاؤ تو اس پرندے نے جواب دیا کہ اس درخت کی شاخوں پر مَیں نے بسیرا کیا، اس کے پھل سے مَیں نے غذا حاصل کی۔ اس نے مجھے سایہ بھی پہنچایا اور گرمی اور سردی سے بھی بچایا۔ میرا دھرم یہی ہے کہ اب مَیں اس کے ساتھ جل جاؤں۔

دراصل یہ نومسلم بھی یہ دوہا پڑھ رہا تھا کہ اسلام نے مجھے عزت عطا کی۔ اسلام نے مجھے شرف انسانیت سے آگاہ کیا۔ زمین سے اٹھا کر آسمان تک پہنچایا۔ اس لئے اگر تم اس اسلام کو جلانا چاہتے ہو تو میرا دھرم یہی ہے کہ مَیں اس اسلام کے ساتھ جل جاؤں۔ جلا لو اگر تم جلانا چاہتے ہو۔

(روزنامہ الفضل 22 رمئی 1983ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 31 / دسمبر 1982ء بیت اقصیٰ ربوہ

تشہد وتعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا احسان اور فضل اور کرم ہے کہ ہمارا جلسہ سالانہ ہر پہلو سے انتہائی کامیابی کیساتھ اپنے اختتام کو پہنچا۔ کارکنان نے بھی مثالی خدمت کا حق ادا کیا۔ چھوٹے کیا اور بڑے کیا، مرد کیا اور عورتیں کیا، سب نے ہی دن رات پورے انہماک اور پورے خلوص کے ساتھ اور دعائیں کرتے ہوئے جو کچھ ان کے بس میں تھا اپنے رب کے حضور پیش کیا۔ کارکنان کی حاضری کی رپورٹ دیکھ کر میرا دل حمد سے بھر جاتا رہا کہ ان کی حاضری غیر معمولی طور پر بہتر رہی اور باوجود اسکے کہ کچھ موسم کی دشواریاں درپیش تھیں اور کچھ ایسے مسائل جو ہمیشہ جلسے کے ساتھ لگے رہتے ہیں، وہ اس دفعہ بھی لگے رہے۔ بالعموم انتظام بہت اچھا تھا۔ اللہ تعالیٰ تمام کارکنان کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔

مہمانوں نے بھی بہت تکلیف اٹھانے کے باوجود نہایت ہی صبر کا مظاہرہ کیا جیسا کہ آپ جانتے ہیں اب انتظامات اتنے پھیل گئے ہیں کہ خصوصیت کے ساتھ اچھے معیار کی روٹی پیش کرنا ایک بہت بڑا مسئلہ بن چکا ہے۔ کام تنوروں کی حد سے بہت آگے نکل گیا ہے۔ اور جہاں تک مشینوں کا تعلق ہے اگر چہ احمدی انجینئرز بہت محنت کر رہے ہیں لیکن ابھی تک مشین کے ذریعے اعلیٰ معیار کی روٹی تیار کرنا ممکن نہیں ہو سکا۔ اگر چہ روزمرہ کے استعمال کیلئے تو یہ ممکن ہے لیکن اتنے بڑے کام میں جہاں ضرورت فیصلہ کرتی ہے کہ رفتار کتنی تیز ہونی چاہیے وہاں ہم بعض دفعہ معیاری روٹی پیش نہیں کر سکتے۔ بعض انجینئرز ایسے ہیں جنہوں نے اس کام پر سارا سال محنت کی ہے اور بہتری کے کچھ ذرائع بھی تجویز کئے۔ جن پر اس دفعہ عمل بھی ہوا۔ اور جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ خدا کے فضل کے ساتھ ان ذرائع سے بہت اچھے نتائج پیدا ہوئے ہیں لیکن ان سب ذرائع کو ابھی زیر نظر رکھنا پڑے گا۔ پھر ان کو آہستہ آہستہ باقی انتظامات پر بھی ممتد کرنا پڑے گا۔ اسلئے مَیں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ یہ صورتِ حال دن بدن بہتر ہوتی چلی جائے گی۔ مگر جہاں تک مہمانوں کا تعلق ہے وہ کوئی حرف شکایت زبان پر نہیں لائے اور جو کچھ بھی ان کو میسر ہوا، انہوں نے بڑے صبر اور شکر کے ساتھ، راضی برضا رہتے ہوئے اسی پر کفایت کی۔ اسی طرح آخری دن جلسے کے دوسرے حصے میں اگر چہ موسم بہت خراب تھا اسکے باوجود مہمانوں نے حیرت انگیز صبر کے ساتھ تقریر کو سنا۔ ہم تو مسجد

کے اندر تھے اسلئے پوری طرح احساس نہیں ہوسکتا تھا کہ جو دوست باہر بیٹھے ہوئے ہیں وہ کتنی سردی کی تکلیف برداشت کررہے ہیں۔اور بولنے والے کا جسم تو ویسے ہی بولتے بولتے گرم ہو چکا ہوتا ہے اس لئے گرمی کا احساس تو اس کو ہوسکتا ہے، سردی کا احساس نہیں رہتا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت تھی اور اچھا ہی ہوا کہ ہمیں ساڑھے پانچ بجے مجبوراً جلسہ ختم کرنا پڑا۔ بعد میں پتہ چلا کہ ساری جلسہ گاہ بھری پڑی تھی اور خصوصاً دیہاتی جماعتوں کے دوست گیلی پرالی کے اوپر بڑے صبر کیساتھ مسلسل کئی گھنٹے بیٹھے رہے ہیں اور ایک آدمی بھی اٹھ کر باہر نہیں گیا۔

جماعت احمدیہ کے صبر اور اخلاص کا یہ جو حیرت انگیز مظاہرہ ہے، اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے۔ بات وہیں آتی ہے کہ اس جماعت کے تو اخلاص سے ڈر لگتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو حیرت انگیز اخلاص بخشا ہے جس کی مثال تو کیا اس کا عشر عشیر بھی دنیا کی دوسری تنظیموں میں آپ کو نہیں مل سکتا۔ طوعی نظام ہو اور اس قدر اخلاص اور محبت کیساتھ انسان اپنے وجود کو پیش کردے اسکی کوئی مثال آپ کو جماعت سے باہر نہیں مل سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا یہ ایک زندہ ثبوت ہمیشہ کیلئے قائم و دائم رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اس موقع پر خدا تعالیٰ کی حمد کرنا ہم پر فرض ہی نہیں بلکہ یہ خود بخود دل سے نکلتی ہے۔ فرض والی بات سے تو ہم بہت آگے نکل چکے ہیں اب تو کیفیت یہ ہے کہ خدا کے احسانات دل میں پہنچتے ہوئے از خود حمد میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ جوں جوں ہم شکر کا حق ادا کر رہے ہیں لَاَزِیْدَنَّکُمْ کا قانون بھی برسر عمل رہتا ہے اور ہم خدا تعالیٰ کی طرف سے مسلسل بڑھتے ہوئے فضلوں کو آسمان سے اترتا دیکھتے ہیں۔ اسلام ایک بہت ہی پیارا مذہب ہے۔ یہ ایسا حیرت انگیز مذہب ہے اس کے ایک ایک جزو میں ڈوب کر انسان جنت حاصل کرسکتا ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم:8) والا ایک ایسا جاری اور مسلسل عمل ہے کہ جو اس عمل میں ایک دفعہ داخل ہو جائے اسکے لئے جہنم کا کوئی تصور باقی نہیں رہتا۔ وہ ایک حمد سے دوسری حمد میں داخل ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایک منزل سے دوسری منزل میں منتقل ہوتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور احسانات کا لامتناہی سلسلہ ہے جس سے دل بھرتے اور چھلکتے رہتے ہیں اور پھر بھرتے اور پھر چھلکتے رہتے ہیں لیکن یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔

اس جلسہ سالانہ پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے جو نظارے دیکھنے میں آئے ان میں سے ایک کا مَیں خصوصیت سے ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ مستورات کی تقریر میں مَیں نے ''پردے'' کو موضوع کے طور پر اختیار کیا کیونکہ مَیں محسوس کر رہا تھا کہ دنیا میں اکثر جگہ سے پردہ اس طرح غائب ہو رہا ہے کہ گویا اس کا وجود ہی

کوئی نہیں اور اس کے نتیجے میں جو انتہائی خوفناک ہلاکتیں سامنے کھڑی قوم کو آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی ہیں ان ہلاکتوں کا کوئی احساس نہیں ہے۔ ماں باپ اپنی بے عملی اور غفلتوں کے نتیجے میں اپنی نئی نسلوں کو ایک معاشرتی جہنم میں جھونک رہے ہیں۔ اور کوئی نہیں جو اسکی پرواہ کرے یہ صورت حال ساری دنیا میں اتنی سنگین ہوتی جارہی ہے کہ مجھے خیال آیا کہ اگر احمدیوں نے فوری طور پر اسلام کے دفاع کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں نہ لیا تو معاملہ حد سے آگے بڑھ جائیگا چنانچہ جب جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ احمدی مستورات میں بھی یہ کمزوریاں داخل ہوگئی تھیں اور مجھے اس بات کی بہت فکر لاحق ہوئی۔ اسلئے جلسہ کے دوسرے روز میں نے مستورات میں اپنی تقریر میں اپنی بچیوں کو سمجھایا اور انتظامی لحاظ سے بعض سختیاں بھی کیں مثلاً اگر پہلے بے پردہ مستورات کو سٹیج کا ٹکٹ مل جاتا تو اس دفعہ اس بارے میں خاص طور پر سختی کی گئی۔ چنانچہ کچھ شکوے بھی پیدا ہوئے۔ لیکن تقریر کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جس قسم کے خط مجھے اپنی بچیوں کی طرف سے موصول ہوئے ہیں ان سے یوں محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر زخم کے اوپر اپنے فضل کا پھاہا رکھ رہا ہے اور اپنے رحم وکرم کی مرہم لگا رہا ہے اور اس نے کوئی دکھ بھی باقی نہیں رہنے دیا۔

ان انتظامات سے پہلے اور اس تقریر سے قبل بعض لوگوں نے کچھ اندازہ لگا لیا کہ مَیں کیا کرنا چاہتا ہوں اور کیا کہنا چاہتا ہوں۔ بعض ڈرانے والوں نے مجھے ڈرایا کہ دیکھو! اتنی جلدی ایسی سختی نہ کرنا۔ خطرہ ہے کہ بہت سی بچیاں اس سختی کو برداشت نہ کر کے ضائع ہو جائیں گی۔ اس لئے دھیرے دھیرے، رفتہ رفتہ، آہستہ آہستہ قدم اٹھاؤ۔ مَیں نے ان سے کہا کہ اب آہستگی کا وقت نہیں رہا کیونکہ معاملہ حد سے بڑھ چکا ہے۔ آج فوری اقدام کی ضرورت ہے اور دوسرے یہ کہ تم جو یہ مشورہ مجھے دیتے ہو، تم مجھ پر بھی بدظنی کر رہے ہو اور احمدی بیٹیوں پر بھی بدظنی کر رہے ہو۔ مَیں تو اس آقا کا غلام ہوں جس نے کھوئی ہوئی بازیاں جیتی ہیں اور دعا کی تقدیر سے تدبیر کے پانسے پلٹے ہیں اور یہ بچیاں بھی اسی آقا کی غلام ہیں جس کی آواز پر اس کے غلاموں نے جاں نثاری کے ایسے نمونے دکھائے کہ دنیا ان کو دیکھتی ہے تو باور نہیں کر سکتی کہ دنیا میں ایسی جاں نثار قوم بھی کبھی پیدا ہو سکتی ہے۔

اس وقت میرا ذہن جنگ حنین کی طرف منتقل ہوا اور مَیں نے سوچا کہ کس طرح مسلمان فوج کے پاؤں اکھڑ گئے تھے اور سواریاں بے قابو ہوئی جاتی تھیں یہاں تک کہ آنحضور ﷺ صرف چند غلاموں کے درمیان تنہا رہ گئے۔ آپؐ اس وقت ایک سفید خچر پر سوار تھے۔ سب سے پہلا ردعمل تو آپؐ کا یہ ہوا کہ وہ دشمن جو صحابہ کے پیچھے دوڑ رہا تھا اس کو اپنی طرف متوجہ کیا ایک حیرت انگیز کردار ہے حضور اکرم ﷺ کا، جس کو دیکھ کر روح سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔ خدا نے ہمیں کتنا عظیم الشان آقاؐ عطاء فرمایا ہے۔ یعنی سب سے

پہلے اس توجہ کو مسلمانوں سے ہٹا کر اپنی طرف منتقل فرمایا اور ایک شعر کی صورت میں یہ اعلان شروع کر دیا کہ

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

اے کفار! تم کدھر بھاگ رہے ہو۔ اسلام کی جان تو مَیں ہوں۔ اگر نبی کی دشمنی تمہیں ان لوگوں کو ہلاک کرنے پر آمادہ کر رہی ہے تو ادھر آؤ۔ یہ نبی یہاں ہے۔ اور اگر کسی کو عبدالمطلب کے خاندان سے دشمنی ہے یا کوئی اور وجہ ہے تو عبدالمطلب کی اولاد کا سربراہ یا عبدالمطلب کی اولاد کی جان یہاں موجود ہے ان کو چھوڑو اور میری طرف آؤ۔ ایسے خطرناک وقت میں دشمن کو اپنی طرف متوجہ کرنے والا سپہ سالار آپ نے دنیا کے پردے پر کہیں اور نہیں دیکھا ہوگا۔ یہ اعلان فرمانے کے بعد آپؐ نے صحابہؓ کو بلایا اور بلانے کا انداز یہ تھا کہ اعلان کروایا اے انصار! خدا کا رسول تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے اور اے مہاجرین! خدا کا رسول تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ اس وقت حالت یہ تھی کہ پاؤں اس شدت سے اکھڑ چکے تھے کہ کوشش کے باوجود بھی سواریاں نہیں مڑتی تھیں۔ جن جن کے کانوں میں یہ آواز پہنچی اگر وہ پیدل تھے تو وہ اسی طرح پلٹ آئے اور جو سوار تھے انکے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے پوری قوت کے ساتھ سواریوں کو موڑنے کی کوشش کی ان سواریوں کی گردنیں ان کی چھاتیوں کے ساتھ لگ گئیں لیکن وہ مڑنے کا نام نہیں لیتی تھیں۔ تب انہوں نے تلواروں سے اپنی سواریوں کی گردنیں کاٹیں اور لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَبَّیْکَ کہتے ہوئے پا پیادہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے کیوں گردنیں کاٹیں؟ اپنی گردنیں بچانے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے سواریوں کی گردنیں کاٹیں کہ خود ان کے سرتن سے جدا کئے جائیں۔

مَیں نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ وہ قوم تھی جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطاء ہوئی اور ہم بھی تو اسی آقا کے غلام ہیں اور اسی کے تربیت یافتہ ہیں۔ اسلئے تم کتنی بدظنی سے کام لیتے ہو، یہ کہتے ہو کہ جب مَیں احمدی بچیوں کو آنحضور ﷺ کی عزت اور ناموس کے نام پر بلاؤں گا تو وہ نہیں آئیں گی۔ مجھے یقین ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا اور یہ بات جو تم کہتے ہو، ناممکن ہے۔ تم دیکھو گے کہ وہ ساری کی ساری انشاء اللہ ادھر پلٹیں گی اور خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹیوں کو ضائع نہیں کرے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا مجھے ایسے ایسے دردناک خط ملے کہ مَیں وہ پڑھتا تھا اور میرا دل حمد سے بھر جاتا تھا۔ اور مومن کی حمد خود بخود دعا میں تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ ان بیٹیوں کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلتی تھیں کہ خدا تعالیٰ نے فضل فرمایا اور انہوں نے اپنے عہد کو سچا ثابت کر دکھایا۔ پس یہ وہ جماعت ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئی ہے کوئی ہے دنیا میں طاقت جو خدا کی ایسی جماعت کو

مٹا سکے۔ جس میں اسوۂ محمدی زندہ ہو، اسکو دنیا کی کون سی طاقت مٹا سکتی ہے۔ آپ کی ساری ضمانت، آپ کی ساری حفاظت اسوۂ محمدی میں مضمر ہے۔ اس اسوۂ کو حرزِ جان بنالیں اس کو اپنی رگ و پے میں رچا لیں۔ پھر آپ ہمیشہ کی زندگی پا جائیں گے۔ ایسی زندگی پائیں گے جس کے اوپر موت کو کوئی دخل نہیں رہتا۔

پس یہ بھی حمد کے اظہار کی بات تھی اور شکر کے اظہار کی بات تھی۔ اور جیسا کہ میں نے کہا ہمارا شکر از خود حمد میں بدل جاتا ہے۔ ایک ہی چیز کے دو نام معلوم ہوتے ہیں اسلئے مَیں نے سوچا کہ جماعت کو مطلع کروں کہ وہ خطرات جو منڈلا رہے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹل رہے ہیں اور ٹل جائیں گے اور ساری دنیا میں اسلامی پردے کی حفاظت کا سہرا احمدی بچیوں کے سر رہے گا انشاء اللہ۔ ہم نے سب کھوئی ہوئی اقدار کو واپس حاصل کرنا ہے۔ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک حضرت محمد مصطفی ﷺ کے معاشرے کی حفاظت نہیں کریں گے اور اسے دوبارہ دنیا میں قائم اور نافذ نہیں کر دیں گے۔

پردے کے سلسلے میں کچھ معمولی شکایات بھی پیدا ہوئیں کہ بعض باتوں میں انصاف سے کام نہیں لیا گیا۔ لیکن جب ان بچیوں کو سمجھایا گیا تو وہ سب سمجھ گئیں۔ بات یہ ہے کہ صرف سٹیج کے ٹکٹ سے روکا گیا تھا ناراضگی کے اظہار کے طور پر۔ یہ تو کوئی ناانصافی نہیں ہے۔ سٹیج تو کسی کا حق نہیں ہے۔ ناانصافی تو حق تلفی کے نتیجہ میں ہوتی ہے۔ اسلئے اگر بعض پردہ دار بچیوں کو بھی سٹیج ٹکٹ سے محروم کر دیا گیا تو انہیں اس کا برا نہیں منانا چاہیے تھا۔ مثلاً بعض ایسی خواتین ہیں جو ایسے علاقوں سے آتی ہیں جہاں چادر کا پردہ بڑی سختی کے ساتھ رائج ہے اور اس پردے پر کوئی مسلمان اعتراض نہیں کر سکتا۔ صرف اسلئے کہ چونکہ انہوں نے برقع نہیں پہنا اگر ان کو ٹکٹ سے محروم کر دیا گیا تو یہ ایک غلطی ہو سکتی ہے لیکن ناانصافی نہیں کیونکہ انصاف کا معاملہ تو حقوق میں شروع ہوتا ہے سٹیج ٹکٹ تو احسان کا معاملہ ہے ان کو صبر کے ساتھ برداشت کرنا چاہیے تھا کہ انتظام میں غلطی ہوگئی ہے، کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ معاف کرے، ہمارا بھی کون سا حق تھا، جماعت کا یہ احسان تھا کہ ہمیں ٹکٹ ملا کرتا تھا، اب احسان نہیں ہے تو ہم اس پر راضی رہیں گی۔ اگر وہ یہ ردعمل دکھاتیں تو اللہ تعالیٰ ان کے درجات اور بھی بڑھا دیتا۔

اسی طرح بعض اور بھی اس قسم کی مثالیں ہیں۔ لیڈی ڈاکٹر ہیں۔ مریضوں کی دیکھ بھال کرنے والی خواتین ہیں۔ اسلام کی تعلیم کے مطابق ان کے پردے کا معیار نسبتاً مختلف اور نرم ہے، ہاں جب وہ ان کاموں سے فارغ ہو کر اپنے گھروں کی عام زندگی میں لوٹتی ہیں تو ان کا فرض ہے کہ نسبتاً زیادہ سختی سے پردہ اختیار کریں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کام کے کپڑے اور ہوتے ہیں اور جب انسان گھر میں آکر روزمرہ کی زندگی اختیار کرتا ہے تو وہ کام کے کپڑے اتار دیتا ہے اور دوسرے کپڑے پہن لیتا ہے۔ پس اسلام میں بھی

تو یہی طریق جاری رہنا چاہیے۔ اگر کام کے تقاضے اور کام کے کپڑے آپ کو نسبتاً نرم پردہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں تو اسلام اس کی اجازت دیتا ہے بشرطیکہ آپ حیا کی چادر میں لپٹی ہوئی ہوں ۔لیکن اس کے بعد روزمرہ کی زندگی میں یہی طریق اختیار کرنا درست نہیں ہے۔ انگلستان اور امریکہ وغیرہ میں ہم نے دیکھا ہے مزدور بالکل اور کپڑے پہن کر کام پر جاتے ہیں اور جب واپس آتے ہیں تو صاف ستھرے، کوٹ پتلون پہنے اور نکٹائی لگائے باہر نکلتے ہیں اور پہچانے نہیں جاتے کہ یہ وہی لوگ ہیں اسلئے آپ بھی اپنے معاشرے میں اسی قسم کی مناسب حال تبدیلیاں پیدا کیا کریں۔ پھر آپ پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح بڑی عمر کی عورتیں ہیں۔ اگر وہ اس عمر سے تجاوز کر گئی ہیں جہاں ناپاک لوگوں کی گندی نظریں ان پر پڑیں تو قرآن کریم فرماتا ہے کہ ان پر کوئی حرف نہیں ہے اور نہ ہی کوئی حرج ہے۔ ایسی عورتیں اگر عام شریفانہ طریق پر چادر لے لیں جو ہمارے ہاں رائج ہے خواہ چہرہ نہ بھی ڈھکا ہوا ہو، تو یہ ان کے لئے جائز ہے۔ کیونکہ جس چیز کی قرآن کریم اجازت دیتا ہے اس کو دنیا میں کون روک سکتا ہے۔ اور قرآن کریم کے تقاضوں کو ہمیں بہرحال پورا کرنا چاہیے۔

اگر سٹیج ٹکٹ کے معاملے میں ان پر بھی کسی قدر سختی ہوگئی ہو جس کی وجہ سے انکی دلآزاری ہوئی ہے تو انہیں حلم سے اور درگزر سے کام لینا چاہیے ویسے انتظام کی طرف سے عمداً ایسا نہیں ہوا۔

لیکن آئندہ کے لئے جماعت کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ پردہ کے متعلق انفرادی طور پر ایسے فیصلوں کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ورنہ اس کا ناجائز استعمال ہوگا اور ازخود لوگ بعض اجازتیں اپنے لئے لینی شروع کر دیں گے۔ اگر اجازت کا غلط استعمال کریں گے تو پھر ہم اسی مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے جس مصیبت سے نکل کے آئے ہیں اس لئے اس قسم کی چیزیں جماعتی انتظام کے تحت ہونی چاہئیں جن خواتین کو جس قسم کے اسلامی پردے کی ضرورت ہے وہ اپنے انتظام کو بتائیں کہ میرے یہ حالات ہیں اور میرے متعلق قرآن کریم کا یہ حکم ہے اور مَیں اس کے مطابق عمل کر رہی ہوں ۔ پھر انتظام کو کوئی شکوہ نہیں ہوگا۔ لیکن بچیاں خصوصاً ایسے طبقے کی بچیاں جو ناز و نعمت میں پلی ہوتی ہیں اور جن کے لئے خطرات زیادہ ہیں ان کے بارہ میں نظام جماعت کو اجازت دیتے وقت بہت احتیاط کرنی چاہیے۔

پھر ایسی خواتین ہیں جن کو باہر تو نکلنا پڑتا ہے لیکن وہ سنگھار پٹار کر کے نکلتی ہیں اب کام کا سنگھار پٹار سے کیا تعلق ہے۔ سنگھار پٹار ان کے اس فعل کو جھٹلا دیتا ہے کہ اگر تم فلاں کام کے سلسلے میں نرم پردہ کرنے پر مجبور ہو تو کم از کم پردے کے جو دوسرے تقاضے ہیں ان کو تو پورا کرو۔ پورے سنگھار پٹار اور زینتوں کے ساتھ باہر نکلو اور پھر کہو کہ اسلام ہمیں اجازت دیتا ہے کہ یہاں نسبتاً نرم پردہ کر لیں ، یہ غلط بات ہے،

اسلام کے نام کو غلط استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

الغرض اس قسم کی کچھ بالکل معمولی انتظامی سختیاں تھیں جو کی گئیں۔ لیکن بہر حال میرا یہ فیصلہ تھا کہ اگر ضرورت پڑی تو رفتہ رفتہ مزید سختی کی جائے گی اور اس سختی کے لئے سب سے پہلے مَیں نے اپنے آپ کو چنا۔ میرا فیصلہ یہ تھا کہ پیشتر اس کے کسی احمدی بچی کو نعوذ باللہ من ذالک بے پردگی کی وجہ سے جماعت سے نکالنا پڑے، پہلے مَیں اپنے دل پر سختی کروں گا۔ ان کیلئے راتوں کو اٹھ کر روؤں گا اپنے رب کے حضور عاجزانہ عرض کروں گا کہ اے اللہ! ان بچیوں کو بچا اور مجھے توفیق دے کہ مَیں پہلے تنبیہ کے تقاضے پورے کروں۔ اس کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھاؤں، نرمی محبت اور پیار سے، جس طرح بھی بن پڑے مَیں ان کو سمجھاؤں اور واپس لانے کی کوشش کروں۔ ان کی ذمہ داریاں انکو بتاؤں جب یہ سارے تقاضے پورے ہو جائیں اور ہر قسم کی حجت تمام ہو جائے، پھر تُو ایسا فضل کر کہ سختی کا موقع پیش ہی نہ آئے۔ یہ میرا فیصلہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور اس کے احسانات کو آدمی گن نہیں سکتا کہ اس چیز کا موقع ہی نہیں آنے دیا۔ احمدی عورت نے حسن و احسان کا اتنا حیرت انگیز ردعمل دکھایا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کے سامنے سر جھک جاتا ہے۔

اب مَیں مردوں کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ اگر انکی بچیوں نے اسلام کی خاطر کچھ فیصلے اور عزم کئے ہیں تو ان کی راہ میں روک نہ ڈالیں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو وہ خدا کے سامنے دوہرے طور پر جوابدہ ہوں گے اور پھر وہ خود ان نتائج کے ذمہ دار ہوں گے جو اس کے نتیجہ میں پیدا ہوں اور ظاہر ہوں۔

اس مختصر سی تنبیہ پر ہی مَیں اکتفا کرتا ہوں اور سمجھنے والے سمجھیں گے کہ اگر کوئی احمدی بچی خدا کی خاطر ایک پاکیزہ اور عصمت والی زندگی اور حفاظت والی زندگی اور قناعت والی زندگی بسر کرنا چاہتی ہے تو کسی مرد کو ہرگز اس کی راہ میں حائل نہیں ہونا چاہئے یہ چیز خود ان کے لئے اور ان کے گھروں کے لئے بہتر ہے ان کے گھروں کو جنت بنانے کیلئے یہ ضروری ہے۔

بعض لوگ اپنی بیوقوفی کی وجہ سے اس بات کو نہیں سمجھتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ زندگی فیشن میں ہے۔ حالانکہ فیشن میں کوئی زندگی نہیں اصل زندگی تو اس فیشن میں ہے جو دین کا فیشن ہے۔ اس میں نہیں ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا کہ یہ زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں۔ پس زندگی کا فیشن تو ہم آنحضرت ﷺ سے سیکھیں گے نہ کہ کسی اور سے۔

ایک چیز جو بعض دفعہ بچیوں کو بھی پریشان کرتی ہے اور بعض دفعہ مردوں کو بھی، وہ یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ پردہ اختیار کرنے کی وجہ سے سوسائٹی ہمیں ادنیٰ اور حقیر سمجھے گی۔ وہ کہے گی یہ اگلے وقتوں کے لوگ

ہیں چنانچہ جن احمدی عورتوں نے اس معاملے میں کمزوری دکھائی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کیساتھ مجھے یقین ہے کہ ان میں بے حیائی کا کوئی عنصر نہیں تھا۔ دراصل نفسیاتی کمزوری نے اس میں ایک بہت ہولناک کردار ادا کیا ہے۔ عورتیں سمجھتی ہیں کہ اگر ہم اس دنیا میں جہاں سے پردے اٹھ رہے ہیں اپنی سہیلیوں کے سامنے برقعہ پہنکر جائیں گی تو وہ کہیں گی کہ یہ اگلے وقتوں کی ہیں، پگلی ہیں، پاگل ہوگئی ہیں، یہ کوئی برقعوں کا زمانہ ہے اور یہی بات مردوں کو بھی تکلیف دیتی ہے حالانکہ وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ عزت نفس اور دوسرے کا کسی کی عزت کرنا انسان کے اپنے کردار سے پیدا ہوتا ہے، دنیا کی نظر میں لباس کی کوئی بھی حیثیت نہیں رہتی۔ اگر کوئی آدمی صاحب کردار ہو تو اس کی عزت پیدا ہوتی ہے اور یہ عزت سب سے پہلے اپنے نفس میں پیدا ہونی چاہیے، عظمت کردار اپنے نفس سے شروع ہوتی ہے اور جب اپنے نفس میں عزت پیدا ہو جائے تو پھر دوسروں کی دی ہوئی عزتیں بے معنی رہ جاتی ہیں۔

بہرحال یہ ایک خطرناک رجحان ہے جس کی طرف مَیں آپکو توجہ دلانی چاہتا ہوں۔ آپ اپنے کردار کے اندر ایک عظمت پیدا کریں اور اس کا احساس پیدا کریں۔ اسکے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا قانون از خود آپ کو آپ کے وجود کے اندر معزز بنا دے گا۔ اور ایسے معززین کو پھر دنیا کی قطعاً کوئی پروا نہیں رہتی وہ ایک کوڑی کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ ہاں دنیا ان کی پرواہ کرتی ہے۔ دنیا ان کو پہلے سے زیادہ عزت دیتی ہے۔ گھٹیا نظر سے نہیں دیکھتی بلکہ رفعتوں کی نظر سے دیکھتی ہے۔ یہ فطرت کا ایک ایسا اٹل قانون ہے کہ جس نے بھی اس کا تجربہ کیا ہے وہ گواہ ہوگا کہ یہ قانون کبھی نہیں بدلتا۔

پس جن بچیوں کے دل میں یہ خوف ہوں ان کو یہ بات سمجھانے کی ضرورت ہے کہ آپ ایک عظیم مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ آپ نے دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا کرنا ہے۔ آپ دنیا والوں سے مختلف ہیں۔ اس لئے اپنی ذات میں خوش رہنے کی عادت ڈالیں۔ چونکہ ہر کام آپ محض للہ کر رہی ہونگی اس لئے اپنے متعلق محسوس کریں کہ خدا نے آپ کو عزت بخشی ہے اور آپ کو ایک اکرام بخشا ہے اور جو دُختِ کرام ہو۔ اسے دنیا کی عزتوں کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر آپ کو کوئی کہتا ہے۔ کہ یہ اگلے وقتوں کی ہیں تو آپ کہیں کہ ہاں ہاں۔ ہم اگلے وقتوں کی ہیں لیکن ان اگلے وقتوں کی جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وقت تھے اور وہ اگلے وقت ایسے وقت تھے کہ جن کے سامنے ماضی بھی گزشتہ وقت تھا۔ اور مستقبل بھی گزشتہ وقت ٹھہرتا ہے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ کے وقت میں ہی تو وقت نے رفعت اختیار کی تھی اور زمانی قیود سے آزاد کر دیا گیا تھا۔ وہی وقت تھا جو سب سے آگے تھا اور ہمیشہ آگے رہے گا اور انسان کا مستقبل کروڑ ہا کروڑ سال تک آگے چلتا چلا جائے گا تب بھی مستقبل کا انسان کبھی بھی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے آگے

نہیں بڑھ سکے گا۔ پس کہو اور جرأت سے کہو کہ ہم اگلے وقتوں کی ہیں لیکن اُن اگلے وقتوں کی جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے وقت تھے۔ وہ کہتے ہیں پگلیاں ہوگئی ہو تو کہو کہ ہاں ہم پگلیاں ہیں دیوانیاں ہیں لیکن محمد مصطفیٰ ﷺ کی پگلیاں ہیں اور دنیا کی فرزانگیوں سے ہماری کوئی بھی نسبت نہیں ہے نہ ہی ہم اس فرزانگی کو حرص کی نظر سے دیکھتی ہیں۔ ہماری دیوانگی جو آنحضور ﷺ کی محبت اور پیار کی دیوانگی ہے تمہاری فرزانگی سے کروڑوں گنا افضل اور زیادہ پیاری ہے۔

اگر یہ احساس پوری طرح بیدار ہو تو یہ پردے تکلیف کی بجائے لطف کا موجب بن جاتے ہیں اور معاشرے کو ایک عجیب جنت عطاء ہوتی ہے پس قربانی تو دراصل ہے ہی کوئی نہیں یہ تو نعمت ہی نعمت ہے اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ نعمت پہلے بھی عطاء فرمائی تھی اور اب دوبارہ اس نعمت پر پوری شان کے ساتھ قائم ہونے کی توفیق عطاء فرمائی ہے۔

پس دعا کرتے رہیں اور کوشش کرتے رہیں اور اپنے دائیں بائیں آگے پیچھے نصیحت جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح سے اسلامی معاشرے کی تمام قدروں کو زندہ اور اعلیٰ اور ارفع طور پر دنیا کے سامنے پیش کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

اب مَیں صرف چند لفظوں میں وقف جدید کے نئے سال کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔

جمعہ پر آنے سے قبل مجھے وقف جدید والوں کی طرف سے ایک ارجنٹ URGENT یعنی فوری چٹھی ملی کہ وقف جدید کے نئے سال کا اعلان ہونا ہے اور گزشتہ طریق یہی ہے کہ یہ اعلان جلسہ سالانہ کے بعد پہلے خطبہ جمعہ میں کیا جاتا ہے۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے کسی خاص تحریک کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ مَیں جانتا ہوں کہ جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید میں ہمیشہ پہلے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے اور آئندہ بھی اسی طرح حصہ لیتی رہے گی۔ چونکہ اس تحریک کو بہت اچھی خدمت کی توفیق مل رہی ہے اسلئے اس کی ضرورتوں کو جو دراصل جماعت کی ضرورتیں ہیں جماعت نے بہر حال پورا کرنا ہے اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ پوری کریگا۔ ان چند الفاظ کے ساتھ مَیں وقف جدید کے نئے سال کا اعلان کرتا ہوں۔ سب دوست یہی کوشش کریں کہ جہاں تک توفیق ہو پہلے سے بڑھ کر اس میں حصہ لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطاء فرمائے آمین۔

(الفضل مورخہ 24 /مارچ 1983ء)





اقتباس از خطاب جلسہ سالانہ فرمودہ 27/دسمبر 1983ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وقف جدید کی تحریک حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بیماری کے آخری ایام کی تحریک تھی اور اس تحریک کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلوں کے رنگ لگائے اور بڑی تیزی کے ساتھ یہ ترقی کر رہی ہے۔ خصوصاً نومسلموں کی خدمت میں اس تحریک نے نمایاں کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ آج بھی اس جلسہ میں دور دور کے علاقوں سے 150 نومسلم آئے ہوئے ہیں جو اس تحریک کے تابع یہاں اکٹھے ہیں اور اب اسلام کی طرف ہندوؤں کا اس کثرت کے ساتھ رجحان ہو چکا ہے کہ سینکڑوں دیہات میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اسلام کا پودا لگ چکا ہے اور جہاں احمدی نہیں پہنچ سکتا وہاں اللہ کے فرشتے پہنچ جاتے ہیں اور وہ خوابوں کے ذریعہ بھی تبلیغ کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ ایک ہندو بھگت کا واقعہ انہوں نے لکھا ہے کہ ایک ہندو بھگت نے ایک خواب دیکھا کہ ایک بزرگ گھوڑے پر آتے ہیں اور ان کی شکل سے ایسا نور برستا ہے کہ یہ چاہتا ہے کہ مَیں کچھ پیش کروں اس کے پاس چونکہ کچھ نہیں تو وہاں جنگل کے رواج کے مطابق ڈیلے تلاش کرتا ہے کہ پکے ہوئے ڈیلے ہوں تو مَیں وہی پیش کروں تو ڈیلے سوکھے اور خراب سے نظر آتے ہیں اتنے میں وہ بزرگ کہتے ہیں یہ لو ڈیلے تو آسمان سے ان کے لئے نہایت تروتازہ خوبصورت اور سرخ ڈیلے اترتے ہیں اور وہ مجھے دے دیتے ہیں۔ یہ خواب دیکھ کر وہ شخص بھول گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے اسے ایک احمدی سے ملایا اور یہ چونکہ بیمار تھا اس کی معرفت یہ ہمارے امیر صاحب ضلع تھرپارکر کے پاس دوا لینے آیا۔ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر لٹکی ہوئی دیکھی تو بے اختیار بول اٹھا کہ یہی تو وہ بزرگ تھے جس پر آسمان سے تازہ سرخ رنگ کے پکے ہوئے ڈیلے اترے تھے اور انہوں نے مجھے دیئے تھے۔

(روزنامہ الفضل 14/اپریل 1984ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 6 ؍جنوری 1984ء بیت اقصیٰ ربوہ

تشہد وتعوذ اورسورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

1984 عیسوی یا 1363 ہجری شمسی کا یہ پہلا جمعہ ہے۔سب سے پہلے تو مَیں آپ سب کو نئے سال کی مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے یہ سال تمام احمدیوں کیلئے تمام مسلمانوں کیلئے اور تمام بنی نوع انسان کیلئے مبارک فرمائے اوراحمدیت یعنی حقیقی اسلام کیلئے یہ سال بے انتہا برکتیں لے کر آئے۔

دوسرے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ ہر سال پہلے جمعہ میں وقف جدید انجمن احمدیہ کے نئے سال کا اعلان ہوتا ہے۔اسلئے اس موقع پر مَیں وقف جدید کے نئے سال کا اعلان کرتا ہوں۔گزشتہ سال جس طرح خدا تعالیٰ نے ہر شعبہ پر ہر انجمن پر اور ہر ذیلی تنظیم پر بے انتہا فضل فرمائے اور ہر پہلو سے جماعت کا قدم نمایاں ترقی کی طرف اٹھا وہاں وقف جدید بھی اللہ کے فضلوں کی وارث بنی۔اور خدا تعالیٰ نے چندوں میں غیر معمولی برکت بخشی اوراس کے کام میں بھی برکت عطاء فرمائی۔چنانچہ چندہ بالغان جو 1982ء میں نو لاکھ کے بجٹ کے مقابل پر 7,08,392 روپے وصول ہوا تھا 1983ء میں 10,07,775 روپے تک پہنچ گیا۔گویا گزشتہ سال کے مقابل پر 2,99,383 روپے کا اضافہ ہوا جبکہ باقی چندوں میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوا تھا۔اوروقف جدید کی تحریک کیطرف نسبتاً کم توجہ ہوتی ہے۔انجمنوں میں سے اسے تیسرے درجے کی انجمن سمجھا جاتا ہے۔اسلئے عموماً بچا ہوا مال وقف جدید کی طرف منتقل ہوتا ہے پس یہ اللہ تعالیٰ کی بے حد رحمت ہے اوراس کا کرم ہے کہ غیر معمولی کوشش اور غیر معمولی تحریک کے بغیر بھی خدا تعالیٰ نے اس تحریک کی جیب بھی بھر دی اور توقع سے بڑھکر وصولی ہوئی۔

دفتر اطفال کا بجٹ 2,15,000 روپے کا تھا۔1982ء میں اس کی وصولی 1,41,000 تھی لیکن گزشتہ 1983ء میں خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ وصولی بھی بڑھ کر 2,20,000 تک پہنچ گئی۔اسی طرح دیگر شعبوں میں بھی نمایاں ترقی ہوئی اورکل اضافہ جو گزشتہ سال کے بجٹ کے مقابل پر ہوا ہے وہ 3,94,523 روپے کا ہے۔مَیں امید رکھتا ہوں کہ انشاءاللہ جماعت امسال بھی اسی طرح قربانی کی روح کا مظاہرہ کریگی اوروقف جدید کو بھی مالی قربانی میں محض للہ شامل کرتی رہے گی۔وقف جدید کے سلسلہ میں یہ

بات ضروری ہے کہ معلمین کی کمی محسوس ہو رہی ہے۔ بعض علاقوں میں ہندوؤں کا کثرت سے اسلام کی طرف رجحان پایا جاتا ہے اور وہاں خاص وقف کی روح کے ساتھ آگے بڑھنے والے واقفین کی ضرورت ہے ہمارے رہن سہن سے ان کا رہن سہن مختلف ہے۔ ہمارے حالات اور موسموں سے ان علاقوں کا رہن سہن اور موسم مختلف ہیں۔ اور خاصی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعض دفعہ تو وہاں کا پانی اتنا گندا اور کسیلا اور دل کو متلا دینے والا ملتا ہے کہ وہ پانی پینا ہی ایک بہت بڑی قربانی ہے۔ پھر اس علاقے میں سانپ اور بچھو بھی ہیں۔ خوراک کی بڑی کمی پائی جاتی ہے۔ بعض دفعہ کئی کئی ماہ تک بارش نہیں ہوتی۔ تو اسکی وجہ سے پانی اور بھی زیادہ گہرا چلا جاتا ہے اور مہنگا ملتا ہے اسلئے بہت قیمت دے کر پانی لینا پڑتا ہے۔ تو ان حالات میں وقف جدید کے معلمین محض للہ اسلام کی بہت بڑی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے اس وقت تک دوسو سے اوپر گاؤں ایسے ہیں جہاں اسلام داخل ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے وہاں اسلام کا نام ونشان نہیں تھا۔ جہاں پہلے بت پرستی ہوتی تھی اب وہاں خدائے واحد کی عبادت ہونے لگی ہے۔ جہاں پہلے آنحضرت ﷺ سے کدورت پائی جاتی تھی وہاں اب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام لیتے ہوئے اور آپؐ پر درود بھیجتے ہوئے ان لوگوں کی آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں۔ پس یہ بہت عظیم الشان خدمت ہے جو وقف جدید نے سرانجام دی ہے اور دے رہی ہے۔ اسکے لئے صرف روپیہ کافی نہیں بلکہ وقف کی روح رکھنے والے واقفین کی بہت ضرورت ہے۔

اسی طرح وقف عارضی والے بھی ایسے دوست چاہئیں جو کسی نہ کسی فن میں مہارت رکھتے ہوں اور خدمت کا جذبہ رکھتے ہوں اور غریبوں کی ہمدردی رکھتے ہوں۔ ڈاکٹر ہیں اور مختلف قسم کے تاجر ہیں۔ وہ موقع پر جائیں اور دیکھیں کہ ان لوگوں کی کیا مدد ہو سکتی ہے اور کس طرح ان کی دلداری کی جاسکتی ہے۔ اور مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوْبِ کے حکم کی پیروی میں ان کے دلوں کی تالیف کے نئے رستے کونسے ڈھونڈے جاسکتے ہیں۔ کراچی کے کچھ دوستوں نے دو چار سال پہلے عارضی وقف کیا تھا۔ ان میں بعض سابق جج بھی تھے، بعض ڈاکٹر بھی تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے دورے کا بہت ہی اچھا اثر پڑا۔ ان لوگوں میں نیا حوصلہ پیدا ہوا۔ وہ حیران ہوئے کہ دنیا کے لحاظ سے اتنے بڑے بڑے مقام رکھنے والے لوگ ان سے کس طرح محبت کا سلوک کر رہے ہیں۔ ان کے برتنوں میں پانی پیتے ہیں جبکہ باقی دنیا ان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ پس اسلام کی خدمت کے لئے یہ ایک بہت بڑا موقع ہے۔ وقف عارضی کے لحاظ سے بھی یہ مسئلہ مزید توجہ کا متقاضی ہے۔ اسلئے مَیں امید رکھتا ہوں کہ جو واقفین اپنے خرچ پر تنگی ترشی سے گزارا کرتے ہوئے اور مخالف حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے وہاں خدمت سرانجام دینا چاہیں وہ یہ کہہ کر وقف کریں کہ

ہمیں اس علاقے میں بھجوایا جائے۔ایک رو چلی ہے امید ہے کہ اگر اسے اور تقویت دی جائے تو بہت جلد سارے ہندو علاقے میں اسلام پھیل سکتا ہے۔

تیسری بات جو سب سے اہم ہے وہ مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج کل عالم اسلام پر ایک بہت بڑا ابتلاء آیا ہوا ہے اور خاص طور پر ہمارے عرب ممالک بڑے دکھ کا شکار ہیں۔ان پر ہر طرف سے مظالم توڑے جارہے ہیں۔اور کوشش کی جارہی ہے کہ عربوں کو دنیا سے بالکل نیست و نابود کر دیا جائے۔اسرائیل کیا اور مغربی طاقتیں کیا اور مشرقی طاقتیں کیا، سب کی سب عربوں کو مظالم کا نشانہ بنارہی ہیں اور ان سے کھیل کھیل رہی ہیں۔ہتھیار اس غرض سے دیئے جارہے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کا خون بہائیں اور جہاں تک اسرائیل کا تعلق ہے اس کے مقابل پر دنیا کی کوئی طاقت بھی سنجیدگی سے عربوں کی مدد کرنے کیلئے آمادہ ہی نہیں۔معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ ان کے فیصلے ہیں کہ عربوں کو ایسی حالت میں رکھا جائے کہ ان کا تیل اپنے بچے کھچے ہتھیاروں کے بدلے لوٹ لیا جائے۔ان کی دولتیں سمیٹ لی جائیں۔اور ان کو ایک دوسرے کے قتل پر آمادہ کیا جائے۔غرض انتہائی تکلیف دہ اور دکھ کا حال ہے جو ایک مسلمان کیلئے ناقابل برداشت ہے۔

جماعت احمدیہ کو مَیں آج خاص طور پر تاکید کرتا ہوں کہ بے حد درد اور کرب کے ساتھ اور باقاعدگی کے ساتھ اپنے عرب بھائیوں کیلئے دعائیں کریں! یعنی ایک دفعہ کی یا دو دفعہ کی دعا کا سوال نہیں۔بلکہ اس دعا کو التزام کیساتھ جاری رکھیں۔ہر نماز میں ہر تہجد کی نماز میں جہاں تک توفیق ملے یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ عرب قوم پر فضل فرمائے اور رحم فرمائے اور دکھوں اور مصیبتوں سے نجات بخشے اور ہدایت دے اور اگر ان کے کسی فعل سے خدا ناراض ہے تو ان کی مغفرت فرمائے اور عفو کا سلوک کرے اور وہ نور جو پہلے ان سے پھوٹا تھا وہ دوبارہ ان میں بڑی شدت کیساتھ اور بڑی قوت کے ساتھ داخل ہو۔نور مصطفویؐ کو ساری دنیا میں پھیلانے کا موجب بنیں اور جس طرح پہلے انہوں نے دین اسلام کے لئے صف اول کی قربانی دی تھی آئندہ بھی ان کو دین اسلام کی صف اول میں ہی اللہ تعالیٰ رکھے، پیچھے رہ جانے والوں میں شامل نہ کرے۔آنحضرتﷺ کا عربوں میں سے ہونا عربوں کا ساری دنیا پر ایک بہت بڑا احسان ہے۔ اگر چہ بالا رادہ تو نہیں لیکن عرب قوم کا احسان ہے کہ اس میں حضرت محمد مصطفیٰﷺ ظاہر ہوئے اور پھر اس قوم نے اسلام کیلئے حیرت انگیز قربانی کی ہے جس کی دنیا میں کوئی نظیر نظر نہیں آتی۔غرض آنحضرتﷺ کی بعثت عربوں میں سے اگر چہ بالا رادہ عرب کا احسان نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ضرور کوئی نیکی اور غیر معمولی خوبی دیکھی تھی جو سید الانبیاءؐ کو عربوں میں مبعوث فرمایا اور بعد میں ان کے عمل نے ثابت

کر دکھایا کہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب ایک بہترین انتخاب تھا۔پس یہ براہ راست ہمارے محسن بنے جبکہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے پیغام کی تائید کی اور بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے لیکن پیچھے نہیں ہٹے۔اور تمام دنیا کو دیکھتے دیکھتے چند سالوں میں نورِ اسلام سے منور کر دیا۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:۔

اِنِّیۡ دَعَوۡتُ لِلۡعَرَبِ فَقُلۡتُ اَللّٰھُمَّ مَنۡ لَقِیَکَ مِنۡھُمۡ مُؤۡمِنًا مُوۡقِنًا بِکَ مُصَدِّقًا بِلِقَآءِ کَ فَاغۡفِرۡلَہٗ اَیَّامَ حَیَاتِہٖ وَھِیَ دَعۡوَۃُ اِبۡرَاھِیۡمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِنَّ لِوَآءَ الۡحَمۡدِ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ بِیَدِیۡ وَاِنَّ اَقۡرَبَ الۡخَلۡقِ مِنۡ لِوَائِیۡ یَوۡمَئِذٍ اَلۡعَرَبُ ۔ (کنز العمال جلد 6 صفحہ 204)

فرمایا: مَیں نے عربوں کیلئے دعا کی اور عرض کیا اے میرے اللہ! جوان (عربوں) میں سے تیرے حضور حاضر ہو اس حال میں کہ وہ مومن ہے تیری لقاء کو مانتا ہے تو تُو تمام عمر اس سے بخشش کا سلوک فرما۔اور یہی دعا حضرت ابراہیمؑ نے کی، اسماعیلؑ نے کی اور حمد کا جھنڈا قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔اور تمام مخلوقات میں سے میرے جھنڈے کے قریب ترین اس روز عرب ہوں گے۔

پھر فرمایا:

اَلۡعَرَبُ نُوۡرُاللّٰہِ فِیۡ الۡاَرۡضِ وَفَنَآ ءُ ھُمۡ ظُلۡمَۃٌ فَاِذَافَنِیَتِ الۡعَرَبُ اُظۡلِمَتِ الۡاَرۡضُ وَ ذَھَبَ النُّوۡرُ (کنز العمال جلد6 صفحہ 204)

عرب اللہ تعالیٰ کا نور ہیں اس زمین میں اور ان کی ہلاکت تاریکی کا باعث ہوگی۔ جب عرب ہلاک ہوں گے تو زمین تاریک ہو جائے گی۔اور نور جاتا رہے گا۔

پس معنوی لحاظ سے بھی دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ عربوں کو ہلاکتوں سے بچائے اور ظاہری اور جسمانی لحاظ سے بھی دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ عربوں کو ہلاکت سے بچائے۔

پھر حضور اکرم ﷺ نے یہ نصیحت فرمائی:

اَحِبُّواالۡعَرَبَ بِثَلاثٍ لِاَنِّیۡ عَرَبِیٌّ وَالۡقُرۡاٰنُ عَرَبِیٌّ وَکَلَامُ اَھۡلِ الۡجَنَّۃِ عَرَبِیٌّ۔

(کنز العمال جلد 6 صفحہ204)

عربوں سے تین وجوہ سے محبت کرو۔اول یہ کہ میں عربی ہوں۔دوم یہ کہ قرآن کریم عربی میں نازل ہوا۔سوم یہ کہ اہل جنت کی زبان بھی عربی ہوگی۔

پھر آنحضور ﷺ فرماتے ہیں:

اَحِبُّوا الۡعَرَبَ وَ بَقَآءَ ھُمۡ فَاِنَّ بَقَآءَ ھُمۡ نُوۡرٌ فِیۡ الۡاِسۡلَامِ وَ اِنَّ فَنَآئَھُمۡ ظُلۡمَۃٌ فِیۡ

اَلْاِسْلَامِ ۔ (کنزا لعمال جلد 6 صفحہ 203)

فرمایا عربوں سے بہت محبت کرو۔اوران کی بقاء چاہو۔یعنی کوشش کرو کہ وہ ہر حال میں باقی رہیں اور زندہ رہیں اور دنیا میں ہمیشہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنے رہیں کیونکہ اگر یہ قوم باقی رہے گی تو اسلام کا نور باقی رہے گا اوران کے فناء ہونے سے اسلام میں تاریکی آجائے گی۔

پھر فرمایا:

حُبُّ الْعَرَبِ اِیْمَانٌ وَ بُغْضُھُمْ نِفَاقٌ۔ (کنزالعمال جلد 12صفحہ44)

عربوں سے محبت کرنا ایمان کا حصہ ہے،ایمان کی علامت ہے اور یہ بات نفاق کی علامت ہے کہ عربوں سے بغض کیا جائے۔جس کے دل میں منافقت کی آگ ہو صرف وہی عربوں سے دشمنی یا بغض رکھ سکتا ہے۔

پھر آنحضورﷺ نے فرمایا:

مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ یَدْ خُلْ فِیْ شَفَاعَتِیْ وَلَمْ تَنَلْہُ مَوَدَّتِیْ ۔

(ترمذی ابواب المناقب باب مناقب فی فضل العرب صفحہ 630)

جس نے عربوں کو دھوکا دیا وہ میری شفاعت میں داخل نہیں ہوگا۔اوراسکو میری محبت نہیں پہنچے گی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنے آقاؐ کی پیروی میں عربوں سے غیر معمولی محبت کی اور محبت کی تعلیم دی اوران کیلئے بے انتہا دعائیں کیں۔چنانچہ مَیں اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض تحریریں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔تاکہ آپ کے دل میں بھی وہی جذبہ جوش مارے۔اسی طرح دل عربوں کی محبت میں گرمائے جائیں۔اوراسی طرح عاجزی اورانکساراور بے حد خلوص اور جذبہ کے ساتھ آپ اپنے عرب بھائیوں کو دعاؤں میں یادرکھیں۔

پہلے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ عربوں میں بعض لوگ بہت ہی نیک دل اور پاک فطرت اور صلحاء ایسے ہیں جنہوں نے مخالف حالات کے باوجود اسلام قبول کیا ہے۔اور وہ صدق وصفا میں بہت بڑھ گئے ہیں۔چنانچہ آپؑ نے فرمایا:

......صَرَفَ اِلَیَّ نَفَرًا مِّنَ الْعَرَبِ الْعُرُبَآءِ فَبَایَعُوْنِیْ بِالصِّدْقِ وَ الصَّفَاءِ وَرَاَیْتُ فِیْھِمْ نُوْرَالْاِخْلَاصِ وَسِمَتَ الصِّدْقِ وَحَقِیْقَۃً جَامِعَۃً لِاَنْوَاعِ السَّعَادَۃِ وَکَانُوْا مُتَّصِفِیْنَ بِحُسْنِ الْمَعْرِفَۃِ بَلْ بَعْضُھُمْ کَانُوْافَائِضِیْنَ فِی الْعِلْمِ وَالْاَدَبِ وَفِی الْقَوْمِ مِنَ الْمَشْھُوْرِیْنَ

...........وَاِنِّیْ مَعَکُمْ یَانُجَبَآءَ الْعَرَبِ بِالْقَلْبِ وَالرُّوْحِ، وَاِنَّ رَبِّیْ قَدْ بَشَّرَنِیْ فِی الْعَرَبِ وَاَلْهَمَنِیْ اَنْ اُمَوِّنَهُمْ وَاُرِیَهُمْ طَرِیْقَهُمْ وَاُصْلِحَ لَهُمْ شُئُوْنَهُمْ وَسَتَجِدُوْنَنِیْ فِیْ هٰذَاالْاَمْرِاِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الْفَائِزِیْنَ۔اَیُّهَاالْاَعِزَّةُ! اِنَّ الرَّبَّ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی قَدْ تَجَلّٰی عَلَیَّ لِتَایِیْدِالْاِسْلَامِ وَ تَجْدِیْدِهٖ بِأَخَصِّ التَّجَلِیَّاتِ وَ مَنَحَ عَلَیَّ وَابِلَ الْبَرَکَاتِ وَاَنْعَمَ عَلَیَّ بِاَنْوَاعِ الْاِ نْعَامَاتِ، بَشَّرَنِیْ فِیْ وَقْتِ عَبُوْسٍ لِلْاِ سْلَامِ وَعَیْشٍ بُؤْسٍ لِاُ مَّةِ خَیْرِالْاَنَامِ بِالتَّفَضُّلَاتِ وَالْفُتُوْحَاتِ وَ التَّأْیِیْدَاتِ فَصَبَوْتُ اِلٰی اَشْرَاکِکُمْ یَامَعْشَرَالْعَرَبِ فِیْ هٰذَالنِّعَمِ وَکُنْتُ لِهٰذَاالْیَوْمِ مِنَ الْمُتَشَوِّفِیْنَ فَهَلْ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَلْحَقُوْا بِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ؟

(حمامۃ البشریٰ۔روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 181 تا 183)

فرماتے ہیں کہ......خالص عربوں میں سے کچھ لوگ میری طرف مائل ہوئے اور انہوں نے سچائی وصدق وصفا سے میری بیعت کی۔مَیں نے ان میں اخلاص کا نور اور صدق کی علامت دیکھی اور ایسی حقیقت دیکھی جومختلف قسم کی سعادتوں کی جامع ہے۔اور وہ عمدہ معرفت سے متصف ہیں۔ بلکہ بعض علم وادب میں فیض یافتہ ہیں۔اور قوم کے مشہور لوگ ہیں ......اور اے نجباء عرب! میں قلب اور روح کے ساتھ تمہارے ساتھ ہوں اور میرے رب نے مجھے عربوں کے بارہ میں بشارت دی ہے اور مجھے الہام کیا کہ میں ان کی روحانی خوراک کا سامان کروں۔اور انہیں ان کا صحیح راستہ بتاؤں اور ان کے حالات ٹھیک کروں اور انشاءاللہ تعالیٰ اس معاملہ میں تو مجھے کامیاب ہوتا پائے گا۔

اے میرے عزیزو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ پر تائیدِ اسلام اور اس کی تجدید کیلئے تجلی فرمائی اور یہ خاص قسم کی تجلی تھی۔اور مجھے برکات کی بارش عطا کی۔اور مختلف قسم کے انعامات سے مجھے نوازا۔اور سخت پریشانی کے وقت میں مجھے اسلام کے لئے بشارت دی گئی۔جبکہ خیرالانام کی امت سخت تنگ حالات میں زندگی بسر کررہی تھی۔ یہ بشارات مختلف قسم کے فضلوں اور فتوحات اور تائیدات پر مشتمل تھیں پس مَیں نے چاہا کہ اے معشر العرب! تم کو بھی ان نعمتوں میں شریک کروں اور میں اس دن کا منتظر ہوں۔پس کیا تم پسند کروگے کہ مجھ سے اللہ رب العالمین کی خاطر مل جاؤ؟

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

وَ اِنِّیْ أَرٰی اَنَّ اَهْلَ مَکَّةَ یَدْخُلُوْنَ اَفْوَاجًا فِیْ حِزْبِ اللّٰهِ الْقَادِرِ الْمُخْتَارِوَ هٰذَامِنْ رَّبِّ السَّمَآءِ وَعَجِیْبٌ فِیْ اَعْیُنِ اَهْلِ الْاَرْضِیْنَ ۔ (نور الحق حصه دوم صفحه 11)

اور مَیں دیکھتا ہوں کہ اہل مکہ خدائے قادر کے گروہ میں فوج درفوج داخل ہوجائیں گے اور یہ

آسمان کے خدا کی طرف سے ہے اور زمینی لوگوں کی آنکھوں میں عجیب ہے۔ پس دوست دعائیں کریں کہ خدا تعالیٰ اس مبشر پیشگوئی کو جلد پورا فرمائے اور ہم اپنی آنکھوں سے جلد وہ بات دیکھیں جو دنیا کی نظر میں عجیب ہے لیکن خدا کی نظر میں مقدر ہے اور لازماً ایسا ہو کر رہے گا۔

پھر فرماتے ہیں:

اِنِّیْ رَاَیْتُ فِیْ مُبَشّرۃٍاُرِیْتُھَا جَمَاعَۃً مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ الْمُخْلِصِیْنَ وَالْمُلُوْکِ الْعَادِلِیْنَ الصَّالِحِیْنَ بَعْضُھُمْ مِنْ ھٰذَاالْمُلْکِ وَ بَعْضُھُمْ مِنَ الْعَرَبِ وَ بَعْضُھُمْ مِنْ فَارِسٍ وَبَعْضُھُمْ مِنْ بِلَادِ الشَّامِ وَبَعْضُھُمْ مِنْ اَرْضِ الرُّوْمِ ۔ وَبَعْضُھُمْ مِنْ بِلَادٍ لَّااَعْرِفُھَا ثُمَّ قِیْلَ لِیْ مِنْ حَضْرَۃِ الْغَیْبِ اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ یُصَدِّقُوْنَکَ وَیُؤْمِنُوْنَ بِکَ وَ یُصَلُّوْنَ عَلَیْکَ وَ یَدْعُوْنَ لَکَ وَاُعْطِیْ لَکَ بَرَکَاتٍ حَتّٰی یَتَبَرَّکَ الْمُلُوْکُ بِثِیَابِکَ وَاُدْخِلُھُمْ فِیْ الْمُخْلِصِیْنَ ھٰذَارَاَیْتُ فِیْ الْمَنَامِ وَاُلْھِمْتُ مِنَ اللّٰہِ الْعَلَّامِ۔

(لُجَّۃُ النُّور ،روحانی خزائن جلد 16 صفحہ340,339)

فرمایا: مَیں نے ایک مبشر خواب میں مؤمنوں اور عادل اور نیکوکار بادشاہوں کی ایک جماعت دیکھی جن میں سے بعض اسی ملک (ہند) کے تھے اور بعض عرب کے، بعض فارس کے اور بعض شام کے، بعض روم کے اور بعض دوسرے بلاد کے تھے جن کو مَیں نہیں جانتا۔ اس کے بعد مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ یہ لوگ تیری تصدیق کریں گے اور تجھ پر ایمان لائیں گے اور تجھ پر درود بھیجیں گے اور تیرے لئے دعائیں کریں گے اور مَیں تجھے برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اور مَیں ان کو مخلصوں میں داخل کروں گا۔ یہ وہ خواب ہے جو مَیں نے دیکھی اور وہ الہام ہے جو خدائے علّام کی طرف سے مجھے ہوا۔ وہ لوگ جو دعائیں کریں گے ان میں سے بعض کے متعلق آپ کو خبر دی گئی کہ وہ کون لوگ ہیں۔ چنانچہ آپؑ کو یہ الہام ہوا:

یَدْعُوْنَ لَکَ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعِبَادُ اللّٰہِ مِنَ الْعَرَبِ

(تذکرہ صفحہ 100)

یعنی تیرے لئے شام کے ابدال دعا کرتے ہیں اور بندے خدا کے عرب میں سے دعا کرتے ہیں۔

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آئینہ کمالات اسلام میں عربوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَیُّهَاالْاَتْقِیَاءُ الْاَصْفِیَآءُ مِنَ الْعَرَبِ الْعُرَبَآءِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَااَهْلَ اَرْضِ النُّبُوَّةِ وَجِیْرَانَ بَیْتِ اللّٰهِ الْعُظْمٰی اَنْتُمْ خَیْرُاُ مَمِ الْاِسْلَامِ وَخَیْرُحِزْبِ اللّٰهِ الْاَعْلٰی۔ مَاکَانَ لِقَوْمٍ اَنْ یَّبْلُغَ شَاْنَکُمْ قَدْزِدْتُّمْ شَرَفًاوَّمَجْدًاوَّمَنْزِلًا۔وَکَافِیْکُمْ مِّنْ فَخْرٍاَنَّ اللّٰهَ افْتَتَحَ وَحْیَهٗ مِنْ اٰدَمَ وَخَتَمَ عَلٰی نَبِیٍّ کَانَ مِنْکُمْ وَمِنْ اَرْضِکُمْ وَّطَنًاوَمَاْوًی وَّ مَوْلِدًا۔وَمَااَدْرَاکُمْ مِنْ ذٰلِکَ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفٰی سَیِّدِ الْاَ صْفِیَآءِ وَفَخْرِ الْاَنْبِیَآءِ وَخَاتَمِ الرُّسُلِ وَاِمَامِ الْوَرٰی...... اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ وَ سَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْهِ بِعَدَدِ کُلِّ مَافِیْ الْاَرْضِ مِنَ الْقَطَرَاتِ وَالذَّرَّاتِ وَالْاَحْیَآءِ وَالْاَمْوَاتِ وَبِعَدَدِکُلِّ مَافِیْ السَّمٰوٰتِ وَبِعَدَ دِ کُلِّ مَاظَهَرَوَاخْتَفٰی۔ وَ بَلِّغْهُ مِنَّا سَلَامًایَمْلَأُ اَرْجَاءَ السَّمَآءِ طُوْبٰی لِقَوْمٍ یَّحْمِلُ نِیْرَ مُحَمَّدٍ عَلٰی رَقَبَتِهٖ۔ وَطُوْبٰی لِقَلْبٍ اَفْضٰی اِلَیْهِ وَخَالَطَهٗ وَ فِیْ حُبِّهٖ فَنٰی۔ یَا سُکَّانَ اَرْضٍ اَوْطَأَ تْهُ قَدَمُ الْمُصْطَفٰی۔ رَحِمَکُمُ اللّٰهُ وَرَضِیَ عَنْکُمْ وَ اَرْضٰی۔اِنَّ ظَنِّیْ فِیْکُمْ جَلِیْلٌ۔ وَ فِیْ رُوْحِیْ لِلِقَاءِ کُمْ غَلِیْلٌ یَاعِبَادَاللّٰهِ۔ وَاِنِّیْ اُحِنُّ اِلٰی عِیَانِ بِلَادِکُمْ وَبَرَکَاتِ سَوَادِکُمْ لِاَ زُوْرَمَوْطِیءَ اَقْدَامِ خَیْرِالْوَرٰی ۔وَاَجْعَلَ کُحْلَ عَیْنِیْ تِلْکَ الثَّرٰی۔ وَلِاَزُوْرَصَلَاحَهَاوَصُلَحَا ءَ هَاوَمَعَالِمَهَا وَعُلَمَآءَ هَاوَتَقِرُّعَیْنِیْ بِرُؤْیَةِ اَوْلِیَآئِهَا وَ مَشَاهِدِ هَا الْکُبْرٰی۔ فَاَ سْئَلُ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ یَّرْزُقَنِیْ رُؤْیَةَ ثَرَاکُمْ وَ یَسَّرَ نِیْ بِمَرْاٰ کُمْ بِعِنَایَتِهِ الْعُظْمٰی یَا اِخْوَانُ اِنِّیْ اُحِبُّکُمْ وَاُحِبُّ بِلَادَکُمْ وَاُحِبُّ رَمَلَ طُرُقِکُمْ وَاَحْجَارَ سِکَکِکُمْ وَاُوْثِرُکُمْ عَلٰی کُلِّ مَافِی الدُّنْیَا یَااَکْبَادَالْعَرَبِ ۔ قَدْ خَصَّکُمُ اللّٰهُ بِبَرَکَاتٍ اَثِیْرَةٍ وَمَزَایَاکَثِیْرَةٍ وَمَرَا حِمِهِ الْکُبْرٰی۔فِیْکُمْ بَیْتُ اللّٰهِ الَّتِیْ بُوْرِکَ بِهَااُمُّ الْقُرٰی۔ وَفِیْکُمْ رَوْضَةُ النَّبِیِّ الْمُبَارَکِ الَّذِیْ اَشَا عَ التَّوْحِیْدَ فِیْ اَقْطَارِ الْعَالَمِ وَاَظْهَرَ جَلَالَ اللّٰهِ وَجَلّٰی وَکَانَ مِنْکُمْ قَوْمٌ نَصَرُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ بِکُلِّ الْقَلْبِ وَ بِکُلِّ الرُّوْحِ وَ بِکُلِّ النُّهٰی وَ بَذَلُوْا اَمْوَالَهُمْ وَ اَنْفُسَهُمْ لِاِ شَاعَةِ دِیْنِ اللّٰهِ وَکِتَابِهِ الْاَ زْکٰی۔ فَاَنْتُمُ الْمَخْصُوْصُوْنَ بِتِلْکَ الْفَضَآئِلِ وَمَنْ لَّمْ یُکْرِمْکُمْ فَقَدْ جَارَ وَاعْتَدٰی

(آئینہ کمالات اسلام۔روحانی خزائن جلد5 صفحہ 419-422)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے خالص عربوں کے اصفیاء واتقیاءتم پر سلام ہو۔اے ارض نبوت کے رہنے والواور عظیم بیت اللہ کے پڑوسیو! تم پر سلام ہو۔تم اسلام کی امتوں میں سے بہترین ہواور اللہ عزوجل کی جماعت کے بہترین لوگ ہو۔کوئی قوم تمہاری شان تک نہیں پہنچ سکتی ۔تم شرف، بزرگی اور مرتبہ میں بڑھے ہوئے ہواور تمہارے لئے یہ فخر ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ سے وحی شروع کی اور اس نبیؐ پر ختم کی

جو تم میں سے تھا۔ اور تمہاری زمین اس کا وطن تھا اور اس کا ماویٰ اور مولد تھا۔ اور تمہارے لئے یہ فخر کافی ہے جو تمہیں اس نبی محمد مصطفیٰ سید الاصفیاء اور فخر الانبیاء اور خاتم المرسلین اور امام الوریٰ کی وجہ سے ملا ......اے میرے اللہ! زمین کے قطرات اور ذرات اور زندوں اور مردوں اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور ہر ظاہر و باطن کے شمار کے مطابق رحمت اور سلامتی اور برکت نازل فرما حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر۔ اور ہماری طرف سے ایسی سلامتی بھیج جو آسمان کی اطراف کو بھر دے خوشخبری ہے اس قوم کیلئے جو محمد ﷺ کی غلامی کا طوق اپنی گردن پر اٹھاتی ہے اور خوشخبری ہے اس دل کیلئے جو اس کے حضور تک پہنچ گیا اور اس سے جا ملا۔ اور اس کی محبت میں فنا ہو گیا ۔ اے اس زمین کے رہنے والو! جس پر محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدم پڑے، اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، تم سے راضی ہو اور تمہیں خوش رکھے۔ تمہارے بارہ میں میری رائے بہت بلند ہے اور میری روح میں تم سے ملاقات کیلئے پیاس ہے۔ اے اللہ کے بندو! میں تمہارے ملک اور تم لوگوں کی برکات کے دیکھنے کا بہت شوق رکھتا ہوں تا کہ میں خیر الوریٰ ﷺ کے قدم پڑنے کی جگہ کی زیارت کروں اور اس مٹی کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں اور اسکی بھلائی اور اسکے اچھے لوگوں کو دیکھوں اور اس کے نشانات اور علماء سے ملوں اور میری آنکھیں اس ملک کے اولیاء اور بڑے بڑے غزوات کے مقامات کو دیکھ کر ٹھنڈی ہوں۔ مَیں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے تمہاری زمین کا دیکھنا نصیب کرے۔ اور مجھے اپنی بڑی مہربانی کی بناء پر تمہارے دیکھنے سے خوشی پہنچائے۔ اے میرے بھائیو! مَیں تم سے محبت کرتا ہوں تمہارے ملک سے محبت کرتا ہوں تمہارے راستوں کی ریت اور تمہاری گلیوں کے پتھروں سے محبت کرتا ہوں اور تمہیں دنیا کی ہر چیز پر ترجیح دیتا ہوں۔ اے عرب کے جگر گوشو! اللہ تعالیٰ نے تم کو بہت بڑی بڑی برکات اور بہت سے فضلوں سے سرفراز فرمایا ہے اور بڑی رحمتوں کا مرجع بنایا ہے۔ تم میں اللہ کا وہ گھر ہے جس کی وجہ سے امُّ القریٰ کو برکت دی گئی ہے۔ اور تم میں نبی کریم ﷺ کا روضہ ہے جس نے دنیا بھر میں توحید کی اشاعت کی، اللہ تعالیٰ کا جلال ظاہر کیا۔ اور تم سے وہ قوم نکلی جس نے اللہ اور رسولؐ سے پورے دل اور پوری روح اور پوری عقل کیساتھ محبت کی اور اپنے مال اور اپنی جانیں اللہ کے دین اور اسکی پاکیزہ ترین کتاب کی اشاعت کے لئے خرچ کر دیں۔ پس تم ان فضائل کے ساتھ مخصوص ہو اور جس نے تمہاری عزت نہیں کی وہ ظالم اور حد سے بڑھنے والا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ''حمامة البشریٰ'' کے سرورق پر اپنا یہ شعر درج فرماتے ہیں۔

حَمَامَتُنَا تَطِیْرُ بِرِیْشِ شَوْقٍ
وَفِیْ مِنْقَارِهَا تُحَفُ السَّلَامِ

اِلٰــی وَطَــنِ الــنَّبِــیِّ حَبِیْــبِ رَبِّــیْ
وَ سَیِّـــدِ رُسُـــلِــــہٖ خَیْـــرِ الاَ نَـــا مِ

(حمامۃ البشریٰ ٹائٹل پیج روحانی خزائن جلد 7)

ہماری حمامہ (کبوتری) شوق کے پروں پر اڑتی ہے اور اس کی منقار میں سلام کے تحفے ہیں۔ وہ اڑ رہی ہے میرے رب کے محبوب نبی ﷺ اور اسکے رسولوں کے سردار خیرالانام کے وطن کی طرف۔

پس یہ ہے وہ عرب قوم جو سب دنیا کی محسن ہے اور عربوں ہی کا احسان ہے کہ اسلام ہم تک پہنچا اور نبی امی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ عرب تھے، اگر کوئی اور وجہ نہ ہوتی تو یہی ایک وجہ کافی تھی کہ ہم اس قوم سے محبت کریں اور اسکے لئے دعائیں کریں۔ اور جس روح اور جذبہ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو سلام بھیجے ہیں اور دعائیں دی ہیں اسی روح اور اسی جذبہ اور اسی تڑپ کے ساتھ ہم ان کو سلام بھیجیں۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حمامہ بڑے شوق اور محبت سے سلام کے تحفے اپنی منقار میں لئے ہوئے اس طرف روانہ ہوئی تھی۔ آج ہر احمدی دل سے دعائیں اٹھیں اور عرب کی سرزمین پر رحمتوں کی بارشیں بن کر برسنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہر ابتلاء سے محفوظ رکھے۔ اسے نور ہدایت سے منور کرے، ان کے دکھ دور فرمائے، ان سے بخشش اور عفو کا سلوک فرمائے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے ان پر رحمتوں کی بارش برسائے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔‘‘

(الفضل 26 فروری 1984ء)





اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ 2 رنومبر 1984ء

......ایک دفعہ سندھ میں جہاں ہم ہندوؤں میں تبلیغ کرتے ہیں وہاں کا ایک واقعہ مجھے یاد آ گیا۔ایک علاقے میں جہاں خدا کے فضل سے بکثرت ہندو مسلمان ہونے شروع ہوئے،کلمہ پڑھنے لگے، شرک چھوڑا، علما کو پتہ چلا تو انہیں بہت غصہ آیا انہوں نے کہا یہ احمدی ہوتے کون ہیں کہ ہندوؤں میں تبلیغ شروع کر دی ہے اور ہندوؤں کو کلمہ پڑھا رہے ہیں۔چنانچہ ایک جماعت اسلامی کے مولوی صاحب ایک گاؤں میں جا پہنچے جس کا نام پھولپورہ ہے اور وہاں کی آدھے سے زیادہ آبادی احمدی ہو چکی تھی اللہ کے فضل سے اور نمازیں پڑھنے لگ گئے تھے اور درود بھیجتے تھے آنحضور ﷺ پر اور بچے بھی کلمہ پڑھتے تھے نہایت ہی پیاری آواز میں۔تو مولوی صاحب وہاں پہنچے اور احمدیوں کے خلاف گندہ دہنی شروع کر دی سٹیج لگایا اور اتنی گالیاں دیں کہ وہ حیران ہو کر تعجب سے دیکھتے رہے کہ ہوا کیا ہے مولوی صاحب کو ہم تو سمجھے تھے کہ اسلام کی باتیں بتائیں گے کچھ اپنے مذہب میں آنے کی دعوت دیں گے۔یہ تو ان کو گالیاں دے رہے ہیں چنانچہ گاؤں کا نمبردار تھا وہ بھی ہندو ہی تھا وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔اس نے کہا مولوی صاحب! پہلے میری ایک بات سن لیں اس کے بعد باقی باتیں۔بات مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب یہ لوگ یہاں آئے تھے ہمیں مسلمان بنانے کیلئے تو انہوں نے ہمیں بہت پیاری پیاری باتیں بتائی تھیں، اللہ کا ذکر کرتے تھے محبت سے اور ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے تھے، خدا کے پیار کی باتیں کرتے تھے، اپنے نبی کی پیار کی باتیں کرتے تھے اور کہتے تھے خدا کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہے اور سب نبیوں سے افضل ہے اور پھر اسلام کے اخلاق کی باتیں کرتے تھے کہتے تھے سب بھائی بھائی ہیں، کوئی دشمنی نہیں، کوئی نفرت نہیں۔تو ان باتوں نے ہمارے دل جیتنے شروع کئے۔اگرچہ مَیں ابھی تک مسلمان نہیں ہوا لیکن میرا گاؤں میری آنکھوں کے سامنے مسلمان ہو رہا ہے اور میں نے کبھی نہیں روکا کسی کو کیونکہ کوئی ایک بھی ایسی بات نہیں جس پر مجھے اعتراض ہو اس لئے مَیں نے کوئی دخل نہیں دیا لیکن آج آپ ایک اسلام کا تصور لے کر آئے ہیں اور اس میں آپ گندی گالیاں دے رہے ہیں تو اگر سچائی کی یہی دلیل ہے تو اس نے کہا کہ میرا لڑکا میرے پاس ہے مَیں اس کا دوسری طرف سٹیج لگوا دیتا ہوں اور گالیوں میں اس سے مقابلہ آپ کر لیں لیکن شرط یہ ہے کہ اگر میرا بیٹا جیت گیا تو آپ پھر ہندو ہو جائیں اور اگر آپ جیت گئے تو مَیں اور میرا بیٹا مسلمان ہو جائیں

گے۔ کیونکہ گالیوں کے سوا دلیل ہی کوئی نہیں دے رہے آپ۔ یہ بھی اس کی خوش قسمتی تھی کہ مولوی صاحب نہیں مانے یہ بات، ورنہ جس قسم کی زبان استعمال کرتے ہیں بیٹے نے ہار جانا تھا۔......

(خطبات طاہر جلد سوم صفحہ 630-631)





خطبہ جمعہ فرمودہ 4رجنوری 1985ء بیت الفضل لندن

تشہد،تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل قرآنی آیات تلاوت فرمائیں۔

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ قف وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

(سورۃ التوبۃ آیت 109 تا 111)

اور پھر فرمایا: جو آیات مَیں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں یہ سورۂ توبہ سے لی گئی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو اپنے کاموں کی بنیادیں خدا کے تقویٰ پر استوار کرتے ہیں جنکی تمام عمارات ، تمام منصوبے اور سارے کاروبار اللہ کے تقویٰ پر قائم ہوتے ہیں اور وہ خدا کی رضا سے طاقت حاصل کر کے آگے بڑھتے ہیں کیا ایسے لوگ بہتر ہیں یا وہ جن کی بنیادیں ریت کے ایک ایسے کنارے پر قائم کی گئی ہوں جو آگ کا کنارہ ہو۔ پس ایسے کنارے پر قائم کردہ بنیادیں اپنے اوپر قائم ہونیوالی عمارتوں اور انکے مکینوں سمیت جہنم میں جا پڑتی ہیں۔ **وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ** اور اللہ تعالیٰ ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہاں خدا تعالیٰ نے **اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى** نہیں فرمایا بلکہ **تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ** فرمایا ہے جو عام قرآنی اسلوب سے ایک مختلف اسلوب ہے اور اس میں ایک بڑی گہری حکمت ہے۔ یہاں یہ مراد نہیں کہ انسان اس تقویٰ پر بنیادیں قائم کرتا ہے جو کسی حد تک اس کے اختیار اور بس میں ہے بلکہ یہاں ایک خوشخبری کے رنگ میں مومنوں کا نقشہ یہ کھینچا گیا ہے کہ **عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ** انکی عمارتیں ایسے تقویٰ کی بنیاد پر قائم ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا ہوتا ہے یعنی اس میں انسانی کسب کا اتنا حصہ نہیں ہوتا جتنا حصہ خدا تعالیٰ کی عطا اور رحمت کا ہوتا ہے۔

اس مضمون پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ قوموں پر دو قسم کے حالات آتے ہیں ایک وہ جس میں

تقویٰ محنت اور کسب سے کمایا جاتا ہے اور ایک وہ حالات جبکہ تقویٰ خدا تعالیٰ کے فضل اور اسکی رحمت کی بارش کی طرح آسمان سے برستا ہے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ اس وقت ایسے ہی دور میں داخل ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ کے احسانات کے جو کرشمے ہم دیکھ رہے ہیں اور جو نیکیاں دلوں کو عطا ہو رہی ہیں، اللہ تعالیٰ کے رضوان کی جو محبت دلوں میں بڑھ رہی ہے، جو عبادات کا ذوق وشوق پیدا ہو رہا ہے اور جماعت میں جو حیرت انگیز پاک تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں ان میں جماعت کے کسب کا کوئی حصہ نہیں اور نہ ہی اس میں کسی انتظامی کوشش یا جدوجہد کا کوئی حصہ ہے بلکہ یہ تَقْوٰی مِنَ اللّٰہِ ہی ہے جو خدا تعالیٰ کے فرشتے خالصۃً قلوب پر نازل فرما رہے ہیں اور جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نئی نئی عظیم الشان عمارتوں کی خوشخبری دے رہا ہے اور اس تقوٰی پر ایسے عظیم الشان کاموں کی بنیادیں قائم کر رہا ہے کہ جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت ایک بالکل نئے انقلابی دور میں داخل ہو جائے گی۔ پس تَقْوٰی مِنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانٍ ان دونوں کو اس طرح اکٹھا بیان کرنا صاف ظاہر فرماتا ہے کہ جب یہ دور قوموں پر آتا ہے کہ ان پر تقویٰ بارش کی طرح برسنے لگتا ہے اور خدا کی رضا نازل ہو رہی ہوتی ہے تو ایسے دور میں بعض ایسے بدقسمت بھی پیدا ہو رہے ہوتے ہیں جو خدا کے ان پاک بندوں کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پس ایک طرف یہ جماعت خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ تقویٰ پر اپنے سارے منصوبوں کی بنیاد رکھتی ہے اور دوسری طرف انہیں مٹانے کے ناپاک منصوبے اس حسد کی آگ پر مبنی ہوتے ہیں جو ان کی ترقی کو دیکھ کر دلوں میں بھڑک رہی ہوتی ہے اور پھر اسی آگ میں ہی وہ حاسدین جا پڑتے ہیں اور بالآخر اسی آگ کا ایندھن بنا دیئے جاتے ہیں فرمایا! تم ان دونوں حالتوں میں سے کونسی قبول کرو گے کیونکہ یہ تو انسان کے بس میں ہے کہ جب اسے دو راستے دکھا دیئے جائیں تو ان میں سے جو بھی وہ اپنے لیے پسند کرے اسے اختیار ہے۔

ان آیات میں آجکل کے حالات کا اتنا کھلم کھلا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے کہ ایک انسان جس میں کچھ بھی بصیرت ہو اسکے لیے اپنی نجات کا رستہ اختیار کرنا کوئی مشکل کام نہیں رہتا لیکن جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ بدقسمتی سے جب قوموں پر ایسے وقت آتے ہیں تو ان کی آنکھوں کا نور زائل ہو جاتا ہے اور وہ آگ کی تپش ان کے دل ودماغ کی طاقتوں کو بھسم کر دیتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَایَزَالُ بُنْیَانُھُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِیْبَۃً فِیْ قُلُوْبِھِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُھُمْ

کہ پھر وہ لوگ جو حسد کی آگ پر منصوبے بناتے اور عمارتیں تعمیر کرتے ہیں ان میں اندرونی طور پر رخنے پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور دراڑیں آنے لگ جاتی ہیں اور ان کے اندر سے ہی شکوک جنم لینے لگتے ہیں اور ان کے یقین کی حالت شک وشبہ میں تبدیل ہونے لگتی ہے۔ اور پھر ایک ایسا وقت آتا ہے

کہ وہ سمجھتے ہیں کہ غالباً اب ہم کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ اور یہ کیفیت بڑھتے بڑھتے اندرونی طور پر اتنا خوفناک دباؤ اختیار کر لیتی ہے کہ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ قریب ہوتا ہے کہ پھر ان کے دل اس اندرونی دباؤ سے پھٹ پڑیں۔ پس ان کے لیے محض آسمان سے نازل ہونے والی آفات ہی نہیں بلکہ قلبی حالتوں سے پیدا ہونے والی آفات بھی ہیں ان کا ظاہر بھی بدنصیب ہے اور انکا باطن بھی بدنصیب ہے۔ اور جو بظاہر یہ دیکھتے ہیں کہ وہ کامیابی کی طرف جا رہے ہیں لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی باطن پر نظر ہے اور وہ یہ گواہی دیتا ہے کہ ان مخالفین کو جو بظاہر تمہیں خوش و خرم نظر آ رہے ہیں اور بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنی کامیابی پر یقین رکھتے ہیں مگر ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ انہیں اپنی کامیابی کا کوئی یقین نہیں، انکے دلوں میں ایسے شکوک پیدا ہو چکے ہیں جو بڑھتے چلے جائیں گے اور اپنی ناکامیوں کا دباؤ اندرونی طور پر اتنی شدت اختیار کر جائے گا کہ قریب ہے کہ یہ دل پھٹ جائیں۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ تمہیں علم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے وہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی، اس کی حکمتیں در پردہ کارفرما ہوتی ہیں مگر وہ ظاہری آنکھ کو نظر نہیں آ رہی ہوتیں لیکن اندرونی طور پر وہ نئے نئے کام دکھا رہی ہوتی ہیں۔

ان حالات پر اگر غور کیا جائے جو ان آیات میں بیان ہوئے ہیں تو مومنوں کے لئے اس میں عظیم الشان خوشخبریاں ہیں۔ اور ایسے وقت میں بھی تسکین کے سامان ہیں جب کہ ایک مومن کیلئے بظاہر اندھیرا ہوتا ہے اور اس کے مخالف کے لئے روشنی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے لئے اندھیرے کا کوئی جواز نہیں ہے کہ تم خدا کے نور میں پلنے والے لوگ ہو، خدا کی رحمتوں کا سایہ تمہارے اوپر ہے، تم اپنے دلوں کو دیکھ لو کہ ہر روز ان پر خدا تعالیٰ کی رحمتیں تقویٰ و طہارت اور پاکیزگی کی صورت میں نازل ہوتی ہیں، تم نئے نئے روحانی سفر کر رہے ہو، نئی روحانی فضاؤں میں پرواز کرنے لگے ہو، اگر تم ذرا سا بھی غور کرو تو تم جان لو گے کہ اس میں تمہاری کوشش کا کوئی دخل نہیں محض خدا کا فضل ہے جو تم پر نازل ہو رہا ہے۔ اسکے بعد تمہارے لیے مایوسی کی کونسی گنجائش ہے اور جنہیں تم خوش سمجھ رہے ہو اور فخر کرتا ہوا دیکھتے ہو ان کے دل کی حالت ہم تمہیں بتاتے ہیں انکا حال یہ ہے کہ وہ دن بدن اپنی تباہی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

گذشتہ سال کے حالات اور واقعات کا اگر جائزہ لیا جائے تو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جہت میں جماعت احمدیہ کا قدم آگے بڑھایا ہے۔ کوئی ایک بھی شعبہ زندگی ایسا نہیں جس میں جماعت احمدیہ نے گذشتہ سال کی نسبت نمایاں ترقی نہ کی ہو اور کوئی ایک بھی ملک ایسا نہیں ہے جس میں جماعت احمدیہ کے قدم ہر لحاظ سے آگے نہ بڑھے ہوں۔ پاکستان جیسے ملک میں جہاں جماعت کی ہر آزادی پر پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں وہاں بھی جماعت کی ہر تحریک نشوونما پا رہی ہے اور پہلے سے آگے بڑھ رہی

ہے۔

چنانچہ وقف جدید بھی ان غریبانہ تحریکوں میں سے ایک ہے جو جماعت احمدیہ میں اسلام کے احیائے نو کی خاطر جاری کی گئیں ۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہُ نے دیہاتی جماعتوں میں ایک روحانی تبدیلی پیدا کرنے کی خاطر اس کی بنیاد رکھی ۔ پس یہ ایک بہت ہی غریبانہ اور درویشانہ سی انجمن ہے جس کا بجٹ بہت معمولی سا ہے لیکن گذشتہ سال اللہ تعالیٰ کے فضل کیساتھ جہاں دیگر انجمنوں نے ترقی کی وہاں خدا تعالیٰ نے اس غریبانہ انجمن کو بھی نمایاں ترقی کی توفیق بخشی اور توقع سے بہت بڑھ کر بجٹ پورا ہوا بلکہ جہاں تک مجھے یاد ہے 83ء میں 82ء کی نسبت تین لاکھ روپے زائد وصولی ہوئی جو کہ نسبت کے لحاظ سے ایک بہت نمایاں ترقی ہے اور اس دفعہ بھی 84ء میں وقف جدید کا بجٹ سترہ لاکھ روپے تھا۔ اور جو رپورٹیں آ رہی ہیں وہ خدا کے فضل سے بہت خوشکن ہیں اور ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بجٹ بھی حسب سابق توقع سے بہت بڑھ کر پورا ہوگا۔ تعجب ہوتا ہے کہ ایک طرف تو دشمن جماعت کی آمد کے ذرائع پر ہاتھ ڈال رہا ہے، احمدی ملازمتوں سے سبک دوش کئے جا رہے ہیں، ان کی تجارتوں میں رخنے ڈالے جا رہے ہیں، ان پر انکم ٹیکس کے جھوٹے مقدمے بنائے جا رہے ہیں، الغرض کوئی ایک بھی پہلو ایسا نہیں ہے جس سے جماعت کو تنگ نہ کیا جا رہا ہو اور جماعت کی اقتصادی حیثیت کو نقصان نہ پہنچایا جا رہا ہو، مگر اس کے باوجود جماعت ہر جہت سے خدا کی راہ میں مالی قربانی میں آگے سے آگے قدم بڑھا رہی ہے۔

جہاں تک وقف جدید کے کاموں کا تعلق ہے خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ پاک تبدیلی جو دیہات میں نظر آتی ہے اس میں ان کارکنان کی دعاؤں کا بھی دخل ہے اور ان کی محنتوں کا بھی اس لحاظ سے دخل ہے کہ وہ نہایت غریبانہ گذاروں میں رہ کر بھی بڑی محنت کے ساتھ بچوں کو قرآن کریم پڑھاتے، نمازوں کی طرف توجہ دلاتے اور بڑے مشکل حالات میں صبر اور شکر کے ساتھ گزارہ کر رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تحریک کو اور بھی ترقی دے۔ چونکہ ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے کہ جلسہ سالانہ کی اٹھائیسویں تاریخ یا نئے سال کے پہلے جمعہ کو وقف جدید کے نئے سال کے آغاز کا اعلان کیا جائے۔ اس لئے میں آج کے جمعہ میں وقف جدید کے نئے سال کے آغاز کا اعلان کرتا ہوں اور جماعت کو دعا کی تحریک کرتا ہوں کہ یہ دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جہت سے اس تحریک کو بھی غیر معمولی نشو ونما عطا فرماتا رہے اور وہ عظیم الشان کام جو خدا تعالیٰ نے ان عاجز بندوں کے سپرد فرمائے ہیں ان میں اس تحریک کے کارندے بھی حتی المقدور کوشش کرتے رہیں۔ اس کے ساتھ ہی میں آپ سب کو نئے سال کی مبارک باد بھی دیتا ہوں اور نئے سال کی مبارک باد کے طور پر کچھ اچھی خبریں بھی آپکو سناتا ہوں جو بیرون پاکستان سے بھی تعلق رکھتی ہیں اور اندرون

پاکستان سے بھی۔

جہاں تک جماعت پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا اور رحمتوں کا تعلق ہے ان کا تو شمار ممکن نہیں ہے اور جماعت کے جتنے شعبے کام کر رہے ہیں ان سب کا ذکر کر کے اگر خدا تعالیٰ کے بے شمار فضلوں کو سمیٹنے کی کوشش کی جائے تو یہ ایک خطبہ جمعہ میں تو ممکن ہی نہیں۔ اس سے پہلے جب جلسہ سالانہ کی اجازت ہوتی تھی تو دوسرے دن کی تقریر میں جماعت کی مختلف جہات میں ترقیات کا ذکر ہوا کرتا تھا اور اس میں بھی پچھلے دو سال کا تجربہ تو یہی ہے کہ انتہائی کوشش کی باوجود بھی نوٹس کے مطابق پورے واقعات مَیں بیان نہیں کر سکا حالانکہ دو تین گھنٹے کی تقریر ہوتی ہے۔ جسے بڑھایا بھی جاسکتا ہے لیکن بار بار نوٹس چھوڑ کر اور بعض جگہوں سے آگے گزر کر جلدی میں ہی یہ باتیں بیان کرنی پڑتی تھیں تا کہ بعض اور اہم نکتے جو بعد میں آنے والے ہوتے ہیں وہ رہ نہ جائیں۔ پس یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ خطبہ جمعہ کے محدود وقت میں مَیں یہ ساری باتیں بیان کرسکوں تاہم بعض پہلوؤں سے مَیں نے صرف چند چیزیں اخذ کی ہیں تا کہ جماعت احمدیہ کو ہمیشہ سے خوشخبریاں سننے کا جو شوق ہے اللہ تعالیٰ اسے پورا کرے اور انکے دل راضی ہوں اور مَیں انہیں بتاؤں کہ گذشتہ سال کسی لحاظ سے بھی پہلے سالوں سے کم نہیں رہا بلکہ بہت ہی زیادہ برکتیں لے کر آیا ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ پچھلے سال سے تبلیغ کے معاملہ میں جماعت میں ایک عظیم الشان ولولہ پیدا ہو گیا ہے اور کوئی ایک بھی ملک ایسا نہیں ہے جہاں نئے نئے داعی الی اللہ پیدا نہیں ہو رہے اور انکی کوششوں کو کثرت سے پھل لگنے لگے ہیں اور خدا تعالیٰ نے نئی نئی جماعتیں عطا فرمائی ہیں اور نئے نئے ملکوں میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کا پودا لگایا ہے۔ اور بعض ملکوں میں تو لوگ اس طرح احمدیت میں داخل ہوئے ہیں جس کو فوج در فوج کہتے ہیں۔ چونکہ یہ صورت حال یعنی تبلیغ میں ایک نیا ولولہ اور نیا جوش ساری دنیا میں ہی نمایاں ہے اسلئے کسی ایک ملک کا نام تو نہیں لیا جاسکتا لیکن آپ چونکہ یورپ کے رہنے والے ہیں اور اس وقت آپ ہی میرے اولین مخاطب ہیں اس لئے مَیں آپ کو آپ کے ہی ملکوں سے متعلق بتاتا ہوں۔ انگلستان اور یورپ کے دیگر ممالک میں بھی یہ پاک تبدیلی بڑے نمایاں طور پر سامنے آرہی ہے۔ میرا یہ ارادہ تھا کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی دی ہوئی توفیق کے مطابق کوشش کروں کہ گذشتہ سالوں کے مقابل پر اس سال تبلیغ کی رفتار ہر جہت سے دس گنا ہو جائے تو جہاں تک یورپ کا تعلق ہے وہاں تو اللہ تعالیٰ نے حساب سے بھی بڑھ کر یہ فضل فرما دیا ہے۔

انگلستان میں بھی گذشتہ سال کی نسبت دس گنا سے زیادہ تبلیغ میں اضافہ ہوا ہے اور جرمنی میں بھی گزشتہ سال کے مقابل پر دس گنا زیادہ اضافہ ریکارڈ کیا گیا اور دیگر ملکوں کی تمام تفاصیل تو میرے سامنے

نہیں ہیں لیکن جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے کہ مَیں ابھی یورپ کے سفر سے آیا ہوں وہاں بھی نوجوانوں میں تبلیغ کی لگن اور جوش حیرت انگیز طور پر ہے۔اوراس طرف طبیعتیں مائل ہورہی ہیں اس لئے مَیں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ یہ جس کام کی بنیاد پڑ گئی ہے کہ ہراحمدی تبلیغ کرے اس کے نتائج اب انشاءاللہ تعالیٰ اس طرح آگے نہیں بڑھیں گے کہ ایک سے دو، دو سے تین اور تین سے چار بلکہ جیسا کہ میری دلی تمنا اور دعا ہے یہ آپس میں ضرب کھانے لگ جائیں۔یعنی دو سے چار اور چار سے آٹھ اور آٹھ سے سولہ اس رفتار سے ہمیں آگے بڑھنا ہے اوراس کے بغیر ہمارا چارہ نہیں ہے۔

امر واقع یہ ہے کہ رفتار خواہ کتنی بھی تیز ہو اس کے ذریعہ دنیا میں انقلاب برپا نہیں ہوا کرتے بلکہ Acceleration کے ذریعہ انقلاب ہوا کرتے ہیں ایک ایکسیلیریشن (Acceleration) ترقی پذیر رفتار کو کہتے ہیں یعنی اگر آپ آج دس میل کی رفتار سے چل رہے ہیں تو کل دس میل نہیں بلکہ دس میل جمع دس میل یعنی بیس میل کی رفتار سے چل رہے ہوں گے اوراس سے اگلے سال بیس کی رفتار سے نہیں بلکہ بیس+بیس میل۔تو اس تدریجی رفتار کو انگریزی میں Acceleration کہتے ہیں۔اور دنیا میں جتنا بھی کارخانہ قدرت چل رہا ہے اس کی بنیاد خدا تعالیٰ نے Acceleration پر رکھی ہے کیونکہ بنیادی طور پر انرجی کی صورت Gravitation یعنی زمین یا مادہ کی قوت جاذبہ ہے جسے کشش ثقل بھی کہا جاتا ہے۔اسی کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ Acceleration پیدا کرتا ہے اور Energies کی جتنی مختلف شکلیں ہیں خواہ بجلی ہو یا مقناطیس یا کوئی اور شکل وہ بالآخر اسی آخری شکل کی مرہون منت ہے اور دراصل اسی کی بدلی ہوئی مختلف صورتیں ہیں۔تو خدا تعالیٰ نے اپنے نقشہ کی بنیاد Acceleration پر رکھی ہے اور ہمیں متوجہ فرمایا ہے کہ تم قانون قدرت پر غور کرو اوراس سے نصیحت پکڑو اور میری سنت کے راز معلوم کرو اور میرے طریق سیکھو۔ پس روحانی دنیا میں بھی نئی عظیم الشان تخلیقات اور نئے نئے کارخانے جاری کرنے کیلئے لازم ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی جاری کردہ اس سنت پر غور کریں اور اسی کو اپنائیں۔پس آئندہ سال کے لئے اگر یہاں انگلستان میں مثلاً ایک سال میں ساٹھ بیعتیں ہوں اور جرمنی میں ایک سو دس یا ایک سو بیس اور ہو جائیں۔تو یہ Stagnation (یعنی ایک مقام پر کھڑے ہو جانا) کی علامت ہوگی۔اگر یہاں اس سال دس داعی الی اللہ پیدا ہوئے ہیں تو اگلے سال کم سے کم بیس ہونے چاہئیں یا اس سے بھی زیادہ اور اگر جرمنی میں پچاس احمدی ہوئے تھے تو اگلے سال سو یا اس سے بھی زیادہ ہونے چاہئیں۔اسی طرح باقی ملکوں کو بھی مَیں یہی پیغام دیتا ہوں کہ نئے سال میں اپنے رب سے یہ عہد کریں کہ اے خدا تو نے محض اپنے فضل سے ہمیں جو تیز رفتاری بخشی ہے اسے Acceleration میں تبدیل فرمادے، ہمارے ہر کام میں غیر معمولی سرعت ہی نہ

ہو بلکہ بڑھتی رہنے والی سرعت عطا ہو اور دنیا ہمیں ہر سال ایک نئے دور میں داخل ہوتا دیکھے، تیری راہ میں قدم بڑھانے کی ہمیں مزید توانائی نصیب ہو اور تیری طرف حرکت کرنے کیلئے نئے نئے پَر ہمیں عطا ہوتے رہیں۔ پس ان دعاؤں کے ساتھ ہمیں نئے سال کا آغاز کرنا چاہیے۔ جہاں تک اس تبلیغ کے نتائج اور اس امر کا تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں روحانی طور پر تقویٰ عطا فرمایا ہے اور ہمیں اپنی رضا بخشی ہے تو اس کے نتیجہ میں ظاہری لحاظ سے کچھ مشکلات بھی دکھائی دیتی ہیں اگرچہ وہ مشکلات بھی دراصل اللہ کا فضل ہی ہیں اور وہ یہ کہ وہ مساجد جو پہلے ہمارے لئے کافی ہوا کرتی تھیں اب کافی نہیں رہیں کچھ نئے آنے والے آئے ہیں اور کچھ پرانے جو غافل تھے وہ بڑی تیزی کے ساتھ جماعت کی طرف دوبارہ پلٹے ہیں اور ان کا رخ باہر کی بجائے اندر کی طرف ہو گیا ہے چنانچہ وہ مساجد جو گزشتہ دوروں میں مجھے کافی محسوس ہوتی تھیں اب تو اتنی چھوٹی دکھائی دی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ ان سے ہمارے کام کیسے چل سکیں گے۔

چنانچہ مَیں نے تو دو یورو پین مشنز کی تحریک کی تھی لیکن اب معلوم ہو رہا ہے کہ صرف دو نہیں یہ تو ایک وسیع سلسلہ چلنے والا ہے۔ جہاں تک انگلستان کا تعلق ہے خدا تعالیٰ نے آپکو ایک بڑا وسیع مشن عطاء فرما دیا ہے لیکن پھر بھی دوسری ضروریات تو اس سے پوری نہیں ہو سکتیں۔ لہذا ہمیں یہاں بھی نئی جگہیں خریدنا پڑیں گی۔ اور اس کا ہم جائزہ بھی لے رہے ہیں۔

ایک اور خوشخبری یہ ہے کہ ہمیں خدا تعالیٰ کے فضل سے گلاسگو میں ایک بہت عظیم الشان عمارت خریدنے کی توفیق مل گئی ہے جس کے بارے میں وہاں کی جماعت کا ایک حصہ سمجھتا ہے کہ اس سے ہماری ضروریات بہت دیر تک پوری ہوتی رہیں گی لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنے رب پر بدظنی کر رہے ہیں۔ اگر بہت دیر تک ان کی ضروریات پوری ہوتی رہیں گی تو پھر وہ بڑھ نہیں رہے۔ اس لئے میری تو دعا ہے کہ ان کی کُل ضروریات پوری نہ ہو سکیں۔ اتنی جلدی وہ پھیلیں اور نشو و نما پائیں اور وہ اس تیزی سے قدم آگے بڑھائیں کہ ہم دیکھتے رہ جائیں کہ یہ عمارت چھوٹی ہو گئی اور جماعت اس سے بڑی ہو گئی ہے۔ اس لئے اب گلاسگو کی جماعت کو میری خاص نصیحت یہ ہے کہ خدا کی اس نعمت کا شکر اس رنگ میں ادا کریں کہ اس عمارت کو جلد سے جلد بھرنے کی کوشش کریں اور خدا کی رحمت پر توقع رکھیں کہ جب وہ بڑھیں گے تو وہ اور عمارتیں بھی عطا کر دے گا۔ خدا تعالیٰ نے اس لحاظ سے کبھی بھی جماعت کو محروم نہیں رکھا۔

میرا جرمنی کا سفر خصوصیت کے ساتھ اس لئے تھا کہ وہاں دوسرا یورو پین مشن خریدنے کیلئے جائزہ لیا جائے لیکن جب ہم ہالینڈ میں اترے تو وہاں کی مسجد کو دیکھ کر ہمیں تعجب ہوا کہ وہ بھی چھوٹی ہو گئی ہے بہت سے لوگ جو پہلے تعلق نہیں رکھتے تھے وہ کثرت کے ساتھ تعلق رکھنے لگے ہیں اور نئے نئے احمدی ان میں

داخل ہوئے ہیں اور اللہ کے فضل سے وہ جگہ جو پہلے بڑی کھلی دکھائی دیا کرتی تھی وہ بالکل چھوٹی ہو کر رہ گئی ہے۔ چنانچہ وہاں بھی خدا تعالیٰ نے توفیق دی۔ اگر چہ دو، تین دن قیام تھا لیکن پھر بھی جماعت نے بڑی بھاگ دوڑ کی اور نئی جگہیں تلاش کیں اور پہلی جگہ کو بھی نئی وسعت دینے کیلئے آرکیٹکٹ بلا کر ان سے معاملات طے ہوئے۔ تو ہم امید کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہالینڈ میں بھی ہمارے مشن دو طرح سے جلد وسعت پذیر ہوں گے ایک تو موجودہ عمارت کی توسیع کی جائے گی اور دوسرے وہاں ایک نیا مشن قائم کرنا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

جرمنی پہنچنے پر پتہ چلا کہ وہاں تو ہیمبرگ میں بھی ضرورت ہے، کولن ایک جگہ ہے وہاں بھی ضرورت ہے اور میونخ میں بھی ضرورت ہے۔ وہاں تو جماعتیں شور مچا رہی تھیں کہ ہماری ضرورتیں پوری کرو، آپ ایک مشن کی بات کر رہے ہیں یہاں تو جگہ جگہ خدا کے فضل نئے مشنوں کے تقاضے کر رہے ہیں چنانچہ ہمیں فیصلہ کرنا پڑا کہ ایک تو فرینکفرٹ کے قریب بڑا مرکز قائم کیا جائے چنانچہ اس کے لئے وہاں خدا کے فضل سے ایک بہت اچھی اور با موقع جگہ پسند کر لی گئی ہے اور مَیں نے Negotiation کے لئے کہہ دیا ہے۔ بہر حال اس کی جو قیمت بھی طے ہوگی ہم انشاء اللہ دیں گے۔ ہمبرگ مشن کو بھی ہدایت کر دی گئی ہے۔ ان کی دو تین تجاویز بھی سامنے آئیں لیکن وہ ابھی پوری نہیں تھیں۔ ان سے مَیں نے کہا تھا کہ وسیع جگہ خریدیں مگر ان کے حوصلہ کی چھلانگ (شاید اس وجہ سے کہ اس سے اگلے پانچ یا دس سال کی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی) یہ تھی کہ انہوں نے چھوٹی جگہ تجویز کی تو ان سے میں نے کہا کہ آپ گذشتہ لوگوں کی محنت کا پھل کتنے سال تک کھاتے رہے ہیں، اب ان کا شکریہ ادا کرنے کا تو یہ طریق ہے کہ آپ یہ ارادہ کریں کہ آئندہ بیس یا تیس سال تک کی ضروریات کیلئے آپ نے ایک کشادہ جگہ لینی ہے اور پھر دعا یہ کریں کہ خدا کرے کہ اگلے سال ہی ہمیں اور جگہ لینی پڑے۔ پس یہ ڈھنگ قدرت نے ہمیں سکھائے ہیں اور اسی طریق پر خدا تعالیٰ نے دنیا میں نشو ونما جاری فرمائی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے یہ جاری قوانین ہیں جن کے نتیجہ میں تمام کائنات ترقی پذیر ہے اس لئے خدا تعالیٰ کی اس سنت مستمرہ کو دیکھ کر جب ہم اس سے زندہ رہنے کے اسلوب سیکھتے ہیں تو پھر یہی نتائج سامنے آتے ہیں جو مَیں آپ کے سامنے سنا رہا ہوں۔

جب ہم سوئٹزرلینڈ گئے تو وہاں بھی مسجد اور مشن ہاؤس کی جگہ بہت چھوٹی نظر آئی۔ اگر چہ وہاں بہت زیادہ مہنگائی ہے لیکن پھر بھی ہمیں اپنی فوری ضروریات تو بہر حال پوری کرنی ہیں۔ سوئٹزرلینڈ میں انگلستان کے مقابل پر جائیدادوں کی قیمتیں دس گنا سے بھی زیادہ ہیں بہر حال ایک جگہ سے متعلق تو انکا مطالبہ تھا کہ ہمیں وہ جگہ جلد لے کر دی جائے مگر ان سے مَیں نے کہا ہے کہ آپ لوگ چونکہ تبلیغ میں سست ہیں

اس لئے ابھی آپ کا حق نہیں ہے، آپ پہلے اپنا حق قائم کریں، ہر احمدی میں تبلیغ کا ایک نیا جذبہ اور جوش پیدا ہو تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ جہاں سے مرضی روپیہ لانا پڑے ہم آپکی ضرورت پوری کر دیں گے۔ حق قائم کرنے کیلئے مَیں نے انہیں ایک سال کی مہلت دی ہے اس لئے فی الحال سوئٹزر لینڈ میں سوائے پرانے مشن کی توسیع کے اور کوئی پروگرام نہیں ہے۔

ہم جب فرانس آئے تو وہاں بھی جماعت میں ایک حیرت انگیز تبدیلی مشاہدہ میں آئی ہے۔ ہم تو سمجھا کرتے تھے کہ وہاں دس یا پندرہ افراد پر مشتمل ایک کمزور سی جماعت ہوگی لیکن جب ہم جمعہ کیلئے اکٹھے ہوئے تو خدا تعالیٰ کے فضل سے صرف مرد ہی پینسٹھ تھے اور عورتیں بھی اس کے علاوہ تھیں۔ خدمت کرنے والی خواتین (جو سب مہمانوں کا خیال رکھتیں اور ان کے لئے کھانا وغیرہ پکاتی تھیں) میں ایک یوروپین خاتون بھی تھیں جو حیرت انگیز اخلاص سے دن رات وہاں محنت کر رہی تھیں۔ پس وہاں تو جماعت کا بالکل ایک نیا نقشہ نظر آیا۔ چنانچہ پیرس کے ایک بہت اچھے علاقے میں جو معاشرہ کے لحاظ سے بھی صاف ستھرا اور صحت مند علاقہ ہے وہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک بہت اچھا مشن خرید لیا گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جماعت کو یہ مبارک فرمائے۔ اس کی قانونی Transaction بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک یا دو مہینہ کے اندر ہو جائے گی بہر حال سودا پختہ ہو چکا ہے اور رقم کا ایک حصہ ادا کر دیا گیا ہے اور دوسرا موجود ہے اسی طرح وہاں ایک اور جگہ کا جائزہ لینے کی بھی ہدایت کر دی گئی ہے تا کہ فرانس میں ایک نہیں بلکہ دو مشن قائم کئے جائیں۔

پس جہاں تک بیرونی دنیا کا تعلق ہے اخلاص کا حال دیکھیں یا تبلیغ کا ذوق وشوق، عبادتوں میں شغف دیکھیں یا نئے نئے مشنز کا قیام، کس لحاظ سے یہ سال بُرا گزرا ہے؟ امر واقع یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اتنے غیر معمولی فضل ہر سمت سے ہوئے ہیں کہ ان کا شکر ادا کرنے کی طاقت ہم نہیں رکھتے، یہ حق ادا نہیں ہو سکتا اس لئے خدا کی رحمت کے سامنے سر جھکاتے ہوئے پرانے سال کی دہلیز سے گزریں اور نئے سال میں داخل ہوں اور خدا کی رحمت کے حضور یہ بلند سر پھر کبھی نہ اٹھے کیونکہ جو لوگ خدا کے حضور شکرانہ کے طور پر اپنے سر جھکاتے ہیں انہی کو ہمیشہ سر بلندیاں عطا ہوتی ہیں اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ خدا کے فضلوں میں بھی اسی طرح Acceleration آئے گی جس طرح آپ اپنی کوششوں میں ایکسیلیریشن Acceleration کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہی تقدیر جاری ہے کہ بندے کی تھوڑی سے محنت کے مقابل پر وہ بہت زیادہ پھل دیتا ہے۔ جب ایک غریب آدمی کسی امیر کو کچھ تھوڑا سا پیش کیا کرتا ہے تو وہ اتنا تو نہیں لوٹایا کرتا۔ اگر وہ اتنا ہی لوٹائے تو یہ بہت ہی گھٹیا اور حقیر بات سمجھی جاتی ہے۔

پس اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ فطرت عطا فرمائی ہے تو آپ تصور نہیں کر سکتے کہ خدا تعالیٰ کا ردعمل کس قسم کا ہوتا ہے۔آنحضرت ﷺ نے مختلف طریق پر ہمیں سمجھایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ایک معمولی سی حرکت کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ اسے ایک لا متناہی حرکت میں تبدیل فرما دیتا ہے اور پھر اس کے نتیجہ میں اتنے فضل جاری فرماتا ہے کہ آپ نہ تو گن سکتے اور نہ ہی انہیں سمیٹ سکتے ہیں۔

جہاں تک پاکستان کے حالات کا تعلق ہے ان کے فیض سے ہی آپ میں روحانی تبدیلیاں ہو رہی ہیں یعنی اگر آپ غور کریں تو ان ساری ترقیات کا منبع اور مرکز پاکستان میں پیدا ہونے والا دکھ ہے۔ اسلئے عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (البقرہ:217) کا ایک عجیب منظر ہم دیکھ رہے ہیں۔ جس طرح تمام دنیا کی توانائی اس نظام شمسی یعنی سورج سے نازل ہو رہی ہے اسی طرح ہر قسم کی توانائی کے بعض مراکز ہوا کرتے ہیں۔اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام دنیا کی جماعت احمدیہ میں جو توانائی پھیل رہی ہے اس کا مرکز پاکستانی احمدیوں کے دکھوں میں ہے۔

فرانس کے ایک مقامی باشندے جو خدا کے فضل سے مخلص احمدی ہیں انہوں نے ایک سوال کیا جس کے جواب میں مَیں انہیں سمجھا رہا تھا کہ اس دور میں خدا تعالیٰ نے کس کس قسم کے فضل فرمائے ہیں۔تو مَیں چند نمونے انہیں بتا رہا تھا تو مَیں نے انہیں یہ بتایا کہ خدام الاحمدیہ، انصاراللہ، اور دیگر تنظیموں کی طرف سے بہت کوششیں کی گئیں لیکن کئی نوجوان بیچارے ایسے تھے جو اپنی طبیعت کے لحاظ سے قابو ہی نہیں آتے تھے اور وہ کبھی نماز کے قریب نہیں پھٹکا کرتے تھے۔آخر ہر قوم میں کمزور ہوتے ہیں ہمارے اندر بھی کمزور تھے لیکن کوشش کے باوجود ہماری پیش نہیں جاتی تھی۔مَیں نے انہیں بتایا کہ اب خدا تعالیٰ کا یہ فضل دیکھیں کہ ہم نوجوانوں میں ایسی تبدیلی کیسے پیدا کر سکتے تھے ہمارا تو اختیار ہی نہیں تھا، مگر اب ایسے نوجوانوں کے خطوط کی تعداد سینکڑوں بلکہ ہزار کے لگ بھگ ہوگئی ہے جنہوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ ہم جو نماز کے قریب بھی نہیں پھٹکا کرتے تھے اب تہجد گزار ہو گئے ہیں۔جب مَیں یہ واقعہ انہیں بتا رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے انکے ازدیادِ ایمان کیلئے یہ سامان پیدا فرما دیا کہ میرے پہلو میں دائیں طرف بیٹھا ہوا ایک نوجوان یک دم بول پڑا کہ مَیں بھی ان میں سے ہی ہوں، میرا بھی یہی حال تھا، مگر اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے مَیں تہجد پڑھتا ہوں اور چندوں میں آگے آ گیا ہوں، قربانیوں میں آگے بڑھنے لگا ہوں، تبلیغ کا شوق مجھ میں پیدا ہو گیا ہے۔ اس پر وہ فرانسیسی احمدی نوجوان یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ خدا تعالیٰ کس طرح گواہ بھی فوراً پیدا فرما دیتا ہے۔

پاکستان میں اس قسم کی تبدیلیاں بہت زیادہ ہیں کیونکہ وہ اس توانائی کے مرکز کے قریب تر بسنے والے لوگ ہیں غموں کی جو شدت وہ محسوس کرتے ہیں، جو تمازت ان کے دلوں پر پڑ رہی ہے، آپ تو دور

سے اس کا نظارہ کر کے اپنے اندر یہ تبدیلیاں محسوس کر رہے ہیں اور آپ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ پاکستانی احمدیوں کے دلوں پر کیا گزر رہی ہے اور کس طرح یہ آگ ان کے قلبی جوہروں کو کُندن بناتی چلی جارہی ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ آسمان سے کثرت کے ساتھ فضل نازل ہو کر ہر جگہ ان کے ایمان کو بڑھانے کا موجب ہو رہے ہیں۔ صرف کردار کی پاک تبدیلی نہیں ہے بلکہ نشانات بھی ان پر نازل ہو رہے ہیں۔ عزم کے نئے نئے پہاڑ سر کر رہے ہیں اور ہر پہاڑ پر خدا کی رحمت اور اسکی رضا کی تجلیات بھی دیکھ رہے ہیں۔ بے شمار ایسے واقعات ہیں جن میں سے کچھ مَیں بیان کر چکا ہوں۔ ان سب کا بیان کرنا تو بہرحال ممکن نہیں ہے اس لئے مَیں نے آج کے خطبہ کیلئے صرف چند واقعات نمونۃً چُنے ہیں۔

جہاں تک احمدی مردوں کے کردار کا تعلق ہے پاکستان کے ایک ایسے ضلع میں جہاں جہالت بہت زیادہ ہے وہاں چند نوجوانوں کو محض اس جرم میں پکڑا گیا کہ انہوں نے اذانیں دیں یا انہوں نے السلام علیکم کہا یا مسلمانوں کی طرح Behave کیا یا تبلیغ کی۔ یعنی پاکستان میں جرائم کی اب یہ فہرست ہے۔ اور قتل و غارت، زنا، بدکاریاں، ظلم، سفا کی، آنکھیں نکال لینا، اعضاء کاٹ دینا، محرموں کے ساتھ نامحرمانہ تعلقات، یہ تو اب ادنیٰ ادنیٰ باتیں ہوگئی ہیں۔ بڑے بڑے جرائم جو پاکستان کی کورٹ میں اس وقت نمایاں حیثیت اختیار کر گئے ہیں اور جن کے متعلق صدارتی آرڈیننس جاری ہو رہے ہیں، گورنروں کو احکام دیئے جارہے ہیں کہ خبردار اتنے سنگین جرائم کو کبھی معاف نہیں کرنا۔ وہ احمدی بیچارے ان جرائم کے مرتکب ہوگئے تھے، وہ کھلے عام خدا کا نام لے رہے تھے اور اپنے دشمنوں کو السلام علیکم کہہ رہے تھے، ان کیلئے دعائیں کر رہے تھے اور مسلمانوں کی طرح Behave کر رہے تھے۔ یہ جرم بھلا کیسے معاف ہو سکتا تھا۔ چنانچہ انہیں پکڑ کر جیل میں پھینک دیا گیا۔ ان کے گھر کی حالت کا ذکر مَیں بعد میں کروں گا، اس وقت میں یہ بتاتا ہوں کہ جب انہیں جیل میں پھینکا گیا تو ان کے کردار میں ایک نئی چمک آگئی۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہمارے اندر ایسی پاک تبدیلیاں ہو رہی تھیں اور خدا کی خاطر قید ہونے میں ایسا لطف آرہا تھا کہ اردگرد جتنے قیدی تھے ان میں بھی تبدیلیاں پیدا ہونی شروع ہوئیں اور انہیں احمدیت میں دلچسپی پیدا ہوئی، انہوں نے انکے ساتھ عزت و احترام کے ساتھ سلوک کرنا شروع کیا۔ خدا تعالیٰ نے ان میں بعض ایسی روحانی تبدیلیاں پیدا کردیں کہ اگر یہ واقعات نہ ہوتے اور ان کو احمدیوں سے اتنا قریب کا واسطہ نہ پڑتا تو شاید وہ بدقسمتی سے جہالت کی موت ہی مر جاتے۔

چنانچہ ان غیر احمدی قیدیوں میں سے ایک قیدی جو ساٹھ سالہ عمر کو پہنچے ہوئے تھے اور جن پر نہایت سفا کانہ جرائم کے نتیجہ میں مقدمہ چل رہا تھا، تو جس شخص میں ساٹھ سال میں تبدیلی نہیں پیدا ہوئی خدا

کے ان بندوں کی چند روزہ صحبت کے نتیجہ میں اس میں تبدیلی پیدا ہوگئی اور اس نے خود ان احمدیوں کو بتایا کہ ایک دن مَیں نے اپنے رب سے بہت دعا کی کہ اے خدا مجھے تو یہ احمدی تیرے اچھے بندے نظر آ رہے ہیں اگر یہ حق پر ہیں اور واقعۃً تیرا ان سے تعلق ہے تو مجھے بھی ایک نشان دکھا کہ یہ دو مظلوم سید بھائی جو قید میں ہیں انہیں کل رہا کروا دے تو پھر مَیں مانوں گا کہ ان کا بھی کوئی خدا ہے اور پھر مجھے یقین ہوگا کہ واقعی یہ تیرے مقرب بندے ہیں۔ چنانچہ وہ غیر احمدی قیدی رات دعا کر کے سوئے اور صبح ساڑھے پانچ بجے احمدیوں کو جا کر یہ خوشخبری دی کہ آج تم آزاد ہو جاؤ گے۔ چنانچہ عین اسی دن جیل کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ جیل سے باہر جا رہے تھے۔ اس پر وہ احمدی جو قید تھا کہتا ہے کہ ان کے پاس گیا اور سوال کیا کہ یہ کیا عجیب واقعہ ہوا ہے؟ تو اس غیر احمدی قیدی نے بتایا کہ رات مجھے خدا تعالیٰ نے خواب میں خبر دے دی تھی کہ ہم نے تیری دعاؤں کو قبول کر لیا ہے اور صبح تو یہ رحمت کا نشان دیکھے گا لہذا مجھے کامل یقین تھا اور مَیں نے صبح ساڑھے پانچ بجے جا کر خبر دی تو خدا تعالیٰ کی اطلاع کے نتیجہ میں خبر دی تھی نہ کہ اپنی طرف سے۔

پس ان لوگوں کا عجیب حال ہے جو بیچارے قطبوں کو چور بنا کر جیلوں میں پھینک رہے ہیں اور وہ جیلوں میں جانے والے معصوم ان کے چوروں کو بھی قطب بنا رہے ہیں یہ ہے عظیم الشان روحانی انقلاب جو اس ملک میں برپا ہو رہا ہے۔ جو احمدی دوست قید میں تھے وہ بتاتے ہیں کہ ہم چار بھائی ہیں تین بالغ اور ایک چھوٹا ہے۔ ہم تینوں کو اسی قسم کے الزامات کے نتیجہ میں پکڑ کر جیل بھیج دیا گیا اور ہمارے ماموں کو بھی ساتھ ہی جیل بھیج دیا گیا۔ چنانچہ وہ رستا بستا گھر اچانک خالی ہو گیا اور سوائے ماں اور ایک نابالغ بچے کے اس گھر میں کوئی مرد ایسا نہیں رہا جو ان کی دیکھ بھال کر سکتا۔ ان کا بیان ہے کہ آخر خدا تعالیٰ نے جب ہمیں نجات بخشی تو ہم ڈرتے ڈرتے گھر میں داخل ہوئے کہ پتہ نہیں ماں کو کس حال میں دیکھیں گے۔ جب گھر گئے تو دیکھا کہ ماں تو پہلے سے بھی زیادہ خوش تھی اور بڑی اچھی صحت اور بڑے حوصلہ میں تھی تو وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے اپنی ماں سے پوچھا کہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ تیرے تین جوان بیٹے اور ایک بھائی قید ہو گیا مگر تمہارے چہرہ پر کوئی اثر ہی نہیں تو عجیب ماں ہے۔ اس پر انکی ماں نے کہا کہ بیٹا تجھے علم نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے۔ جس روز تمہیں پکڑ کر لے گئے تو اس پہلی رات کا اول حصہ ایسا دردناک عذاب تھا کہ تم تصور نہیں کر سکتے مَیں رو رو کر ہلاک ہو رہی تھی گریہ وزاری اور واویلا کر رہی تھی کہ اس گھر کے ساتھ کیا ہو گیا ہے اور اسی طرح روتے روتے میری آنکھ لگ گئی تو خواب میں اللہ تعالیٰ نے ایک بزرگ صورت انسان کو دکھایا جس نے پیار اور دلجوئی کا سلوک نہیں کیا بلکہ اس نے آتے ہی بڑی سختی سے مجھے ڈانٹا کہ اے عورت تو کیا کر رہی ہے خبر دار! جو آئندہ ایک بھی آنسو بہایا تو مجاہدوں کی ماں ہے اور تیرے ساتھ خدا ہے پھر یہ حرکتیں؟

وہ کہتی ہیں کہ خواب نہیں تھی کوئی ایسی طاقت تھی جس نے میرے دل پر قبضہ کرلیا اوراس کے بعد تو ایک لمحہ کیلئے بھی نہ مجھ پر اداسی آئی نہ خوف پاس پھٹکا، مَیں تو مزے کی زندگی گزارتی رہی ہوں تم مجھے کس حال میں دیکھنا چاہتے تھے۔

پس جس قوم کے مردوں کا یہ حال ہو اور خدا اس طرح انکے لئے رحمت کے نشان دکھا رہا ہو اور جن کے عورتوں کا یہ حال ہو اور خدا اس طرح ان کیلئے رحمت کے نشان دکھا رہا ہو ان کیلئے کونسے نقصان کا سودا ہے اور بچوں کا حال بھی کسی سے پیچھے نہیں رہا، ان میں بھی عجیب وغریب معصوم تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں جن میں نہ ماں باپ کا دخل ہے نہ میرا نہ آپ کا اور نہ کسی اور تنظیم کا۔ محض خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کے دلوں پر تقویٰ برس رہا ہے اور خدا کی رضا نازل ہو رہی ہے۔ ایک احمدی ماں نے اپنے بچوں کی کھیلوں کا قصہ سنایا جس سے مجھے بڑا لطف آیا اور مَیں نے کہا کہ دیکھو ہمارے بچوں کی کھیلیں بھی باقی سب بچوں سے مختلف ہوگئی ہیں۔ وہ احمدی خاتون کہتی ہیں کہ ہمارے بچے کھیل رہے تھے اور انہوں نے جمعہ کے لئے کاروں کا ایک قافلہ بنایا ہوا تھا جس طرح قافلہ جایا کرتا تھا اور سارے متحد ہو کر کھڑے انتظار کر رہے تھے کہ کب جمعہ کے لئے خلیفہ وقت آئیں اور پھر آذان کی آواز بلند ہو۔ انکی ماں کہتی ہیں کہ ان بچوں کے چہروں پر اتنا انہماک تھا اتنی سنجیدگی اور احترام تھا کہ میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے اور مَیں حیران تھی کہ اللہ نے میرے بچوں کو کیا کر دیا ہے۔ پھر وہ احمدی خاتون لکھتی ہیں کہ ایک دفعہ میری بیٹی ہمسائیوں کی بچیوں کے ساتھ گڑیوں سے کھیل رہی تھی۔ اچانک بچی (جس کی عمر تین سال ہے) کو کچھ خیال آیا اور اس نے دوسری بچیوں سے کہا کہ اب ٹھہر جاؤ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت کے ابتلا دور کرے اور فتوحات نازل فرمائے اور ہمارا امام واپس آجائے۔ اس چھوٹی سے بچی نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو سارے بچوں نے دعائیں شروع کر دیں۔ احمدی خاتون کہتی ہیں کہ مَیں حیران تھی کہ اس گھر میں کیا واقعہ ہو رہا ہے۔ میں نے بچوں کو نہیں سکھایا نہ میرے خاوند نے سکھایا یہ تو آسمان سے ہی تربیت ہو رہی ہے اور وہ کہتی ہیں کہ یہ دیکھ کر مجھ سے برداشت نہیں ہو سکا مَیں روتے روتے اپنے رب کے حضور سجدے میں گر گئی کہ اے اللہ تیرے کیسے فضلوں کی بارش ہو رہی ہے ہم میں کہاں طاقت تھی کہ ہم اپنے بچوں کی اس طرح تربیت کر سکیں، ان کے دلوں میں تُو گھس گیا ہے، ان کے سینوں میں تُو بیٹھ گیا ہے اور تُو اپنے فضل سے خود انکی تربیت کر رہا ہے۔

علاوہ ازیں ایک احمدی بچے کا ایک عجیب واقعہ ہے اور اسکے ساتھ بھی رحمت کا ایک عجیب نشان وابستہ ہے۔ ایک صاحب کہتے ہیں کہ مجھے محض احمدیت کی بناء پر گھر کے مالک نے نکلنے کا نوٹس دے دیا۔

مَیں نے بہت منتیں کیں سمجھایا مگر وہ کسی طرح نہیں مانا اور جب ہم نے مکان تلاش کئے تو کوئی مکان نہیں ملتا تھا ایک دن مَیں نے اپنے بچوں کو اکٹھا کیا اور ان سے کہا کہ دیکھو! یہ لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ ’’تم احمدیت کو چھوڑ دو تو ہم تمہیں اچھے مکان دیں گے، تمہیں محل عطا کریں گے اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو پھر جھونپڑیوں میں جا کر رہو، تمہارے لئے گھروں میں کوئی جگہ نہیں‘‘۔ وہ احمدی دوست کہتے ہیں کہ مَیں نے بڑی سنجیدگی سے بچوں کو مخاطب کر کے یہ سوال کیا کہ اب مَیں تم پر فیصلہ چھوڑتا ہوں کہ احمدیت کو چھوڑ کر اچھے محل چاہئیں یا تم میرے اور اپنی اماں کے ساتھ جھونپڑیوں میں رہنا پسند کرو گے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابھی منہ سے بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ بچے چیخ اٹھے کہ ہم جھونپڑیوں میں رہیں گے، خدا کی قسم ہم جھونپڑیوں میں رہیں گے، ہم احمدیت کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ وہ احمدی دوست کہتے ہیں کہ اس وقت خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ایسا یقین پیدا کر دیا کہ مَیں انکی ماں کے پاس گیا اور کہا کہ مَیں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ تمہارا مکان کے بارے میں سارا فکر ختم ہو گیا۔ آج ان بچوں کے دلوں نے ایک ایسا فیصلہ کیا ہے جسے آسمان نے قبول کر لیا ہے اور تم دیکھنا کہ خدا انہیں کبھی جھونپڑیوں میں نہیں جانے دے گا۔ اسکے بعد ایک اور عجیب واقعہ ہوا جو اپنی ذات میں خود ایک نشان ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ پھر مکان کا حاصل ہونا کوئی حادثاتی چیز نہیں تھی بلکہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کے تصرف کے نتیجہ میں ایک اور نشان پر بناء کرتے ہوئے انہیں وہ مکان ملا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دو دن کے اندر ہمارے ہمسائیوں کا ایک بچہ اغوا ہو گیا اور اسکی ماں کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی وہ ہمارے گھر آئی اور خوب روئی اور گریہ وزاری کی، وہ بڑی سخت پریشان تھی چنانچہ وہ احمدی کہتے ہیں کہ مَیں نے ان سے کہا کہ میں تمہیں ایک تجربہ بتاتا ہوں اور وہ یہ کہ ہمیں جب بھی مشکل پڑتی ہے تو ہم خلیفۂ وقت کو دعا کیلئے خط لکھتے ہیں، خود بھی دعا کرتے ہیں اور وہاں سے بھی دعا کی امید رکھتے ہیں، تو بسا اوقات اللہ تعالیٰ ہمارے مشکل کام نکال دیتا ہے۔ اگرچہ تمہیں تو یقین نہیں ہے لیکن ایک دفعہ تجربہ کر کے دیکھ لو، غم تو تمہارا ہے مگر منت مَیں کرتا ہوں اور مجھے تکلیف ہے۔ وہ احمدی دوست کہتے ہیں کہ مَیں نے اس عورت سے اتنی سنجیدگی سے کہا کہ اس کے دل میں یقین پیدا ہو گیا اور اسنے کہا کہ ٹھیک ہے ابھی خط لکھو اور مَیں دستخط کرتی ہوں۔ چنانچہ مَیں نے وہ خط لکھا اور اس نے دستخط کئے لیکن اس دن ڈاک نکل چکی تھی اسلئے وہ پوسٹ نہیں کر سکے۔ دوسرے روز بارہ یا ایک بجے کے قریب انہوں نے خط ڈاک میں بھجوایا۔ وہ احمدی دوست کہتے ہیں کہ مجھے یقین تھا کہ دعا تو اللہ تعالیٰ نے قبول کرنی ہے اسکے لئے ماضی کیا اور مستقبل کیا، خط اب چلا گیا ہے اسلئے ضرور خدا تعالیٰ اپنی رحمت کا کوئی نشان دکھائے گا۔ چنانچہ ڈیڑھ گھنٹہ کے اندر اندر ان کے گھر سے فون پر اطلاع آئی کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے فلاں شہر سے بچہ مل گیا ہے۔ اب اس کا نتیجہ دیکھیں کہ بچہ تو

انہیں مل گیا اور خدا تعالیٰ نے انہیں جماعت احمدیہ کے لئے اپنے قرب کا نشان دکھایا لیکن اس بچہ کے والد صاحب کا (جو کسی اور جگہ باہر رہتے تھے) اس جگہ سے اطمینان اٹھ گیا اور انہوں نے وہاں سے اپنے گھر والوں کو یہ آرڈر دیا کہ فوراً یہ گھر خالی کر دو اور میرے پاس آ جاؤ، اب مَیں تمہیں اس گھر میں نہیں چھوڑ سکتا۔ لہذا اس بچہ کی امی اپنے گھر کی چابی لے کر ان کے گھر آئی اور کہا کہ یہ مکان آپ نے رکھنا ہے تو لے لیں۔ وہ مکان بہت عمدہ اور کافی کھلا تھا۔

پھر ایک اور عجیب واقعہ یہ ہوا کہ جھونپڑے والی بات کے بعد انکی چھوٹی سی بچی جو توتلی زبان میں بولتی ہے اس نے دعا کی کہ اے خدا مجھے ایسا مکان عطا فرما جس کے کوٹھے پر صحن ہوں اور صحن بھی اس طرح کہ دو نیچے اور دو اوپر ہوں۔ کچھ اس قسم کا نقشہ بنا کر اسنے دعائیں شروع کر دیں۔ وہ احمدی دوست کہتے ہیں کہ جب ہم اس گھر میں داخل ہوئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اور میری بیوی اور میری تو خدا کے حضور جذبات تشکر اور حمد سے روتے روتے چیخیں نکل گئیں کہ جن لفظوں میں ہماری بچی دعائیں مانگ رہی تھی بالکل اس نقشہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ہمیں مکان عطا فرما دیا۔

پس جماعت احمدیہ تو خدا تعالیٰ کے فضلوں کے سائے تلے آگے بڑھنے والی جماعت ہے۔ تم ایک جگہ ظلم کا سایہ ڈالتے ہو تو چاروں طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سایہ روشنی کر دیتا ہے، تم ہمارے لئے ایک جگہ آگ بھڑکاتے ہو تو خدا تعالیٰ کی رضا کی جنتیں ہر طرف ہمیں عطا ہونے لگتی ہیں، تمہاری تلواروں کے سائے تلے بھی ہمارے لئے تسکین قلب رکھ دی گئی ہے۔ تم کون ہوتے ہو ہمیں مٹانے والے، تمہاری حیثیت ہی کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے کاروبار تو کبھی بھی بندوں سے رکے نہیں اور نہ رک سکتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعت احمدیہ کو مخاطب کر کے (جماعت کو مبارک ہو کہ آج جماعت اس دور میں داخل ہو رہی ہے کہ واقعی ان الفاظ کو سن کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو دیکھ کر آپ کے متعلق ہی یہ الفاظ فرمائے ہیں) فرماتے ہیں کہ:

> ”اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی اپنا آرام، اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو“۔

کیسا سچا اور پاکیزہ کلام ہے اور کیسا محبت میں ڈوبا ہوا ہے اور آج جماعت احمدیہ کے افراد پر کس شان کے ساتھ یہ پورا ہو رہا ہے کہ

> ”اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی

رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو۔''

تقویٰ من اللہ کا کیسا اچھا نقشہ کھینچا ہے کہ خدا تعالیٰ کی رحمت جو تم پر ہے اسکی وجہ سے تم سلسلہ بیعت میں داخل ہوا اور اسکی وجہ سے تمہیں یہ قربانیوں کی توفیق مل رہی ہے۔ پھر فرمایا:

''اور اپنی زندگی، اپنا آرام اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو اگرچہ مَیں جانتا ہوں کہ میں جو کچھ کہوں تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے دریغ نہیں کرو گے لیکن مَیں اس خدمت کیلئے معین طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کرسکتا تا کہ تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں میرا دوست کون ہے اور میرا عزیز کون ہے؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے مجھے کون پہچانتا ہے صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ مَیں بھیجا گیا ہوں اور مجھے اس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کیے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں دنیا مجھے قبول نہیں کرسکتی کیونکہ مَیں دنیا میں سے نہیں ہوں مگر جن کی فطرت کو اس عالم کا حصہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس زمانہ کا حصنِ حصین مَیں ہوں۔ جو مجھ میں داخل ہوتا ہے۔ وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے! اور اسکی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی''۔

(فتح اسلام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۴)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''اے مسلمانو! جو اولوالعزم مومنوں کے آثارِ باقیہ ہو اور نیک لوگوں کی ذریت ہو انکار اور بدظنی کی طرف جلدی نہ کرو اور اس خوفناک وبا سے ڈرو جو تمہارے اردگرد پھیل رہی ہے۔'' (فتح اسلام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۱)

اس سے بھی بالکل یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے آج اہل پاکستان کو مخاطب کر کے ان کے شرفاء کو

بچانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ بہرحال ہم نے تو ہمیشہ سے دیکھا اور اس دور میں پہلے سے بھی بڑھ کر دیکھا کہ ہر مصیبت اور ہر آفت کے وقت خدا تعالیٰ نے ہمارے دلوں کو نئی تقویت، نیا ثباتِ قدم عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ہر بلا سے ہمیں محفوظ رکھا اور ہر روک راستہ سے دور کر دی اور ہمارے قدم پہلے سے زیادہ تیز رفتاری کیساتھ آگے بڑھتے رہے۔ جہاں تک ہمارے مخالفین کا تعلق ہے انہیں مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں مخاطب کر کے یہ کہتا ہوں کہ:

''آسمان پر ایک شور برپا ہے اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں۔''

روک سکتے ہو تو روک کر دیکھ لو تمہاری کچھ پیش نہیں جائے گی۔ وہ سعید روحیں جو خدا کے فضل سے اس کے فرشتوں کی تحریک پر جماعت کی طرف مائل ہو رہی ہیں اور پہلے سے بڑھ کر مائل ہو رہی ہیں وہ جوق درجوق اس راہ میں آتی چلی جائیں گی اور کوئی نہیں ہے جو ان کے قدم روک سکے۔

''آسمان پر ایک شور برپا ہے اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں اب اس آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے؟ بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو۔ وہ تمام مکروفریب جو نبیوں کے مخالف کرتے رہے ہیں وہ سب کرو اور کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھو۔ ناخنوں تک زور لگاؤ...... پھر دیکھو کہ کیا بگاڑ سکتے ہو۔''

(ضمیمہ اربعین، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 473)

خدا کی قسم تم کچھ بھی جماعت احمدیہ کا نہیں بگاڑ سکتے تمہاری نسلیں مخالفتوں پر ایک دوسرے کے بعد ناکامی کی موت مرتی رہیں گی لیکن جماعت احمدیہ ہمیشہ اللہ کے فضلوں اور رحمتوں کے سائے کے نیچے آگے سے آگے، آگے سے آگے، آگے سے آگے بڑھتی رہے گی۔ انشاء اللہ





خطبہ جمعہ فرمودہ 27؍دسمبر 1985ء بیت الفضل لندن

تشہد،تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

آج سے اٹھائیس برس پہلے 1957ء میں حضرت فضل عمرؓ نے وقف جدید انجمن احمدیہ کی بنیاد ڈالی ۔ یہ تحریک بنیادی طور پر دو اغراض سے جاری کی گئی تھی ۔ پہلی غرض کا تعلق دیہاتی جماعتوں کی تعلیم و تربیت سے تھا۔ پہلی بات یہ تھی کہ پاکستان کے دیہاتی علاقوں میں چونکہ یہ ممکن نہیں تھا ہر جگہ ایک مربی کو تعینات کیا جائے اس لئے وہاں خصوصاً نئی نسلوں میں تربیت کی کمزوری کے آثار ظاہر ہونے شروع ہوئے نہ صرف نئی نسلوں میں بلکہ تقسیم ہند کے بعد جو لوگ جوان تھے وہ بھی کئی قسم کی معاشرتی خرابیوں کا شکار ہوئے اور بنیادی طور پر دین کے مبادیات سے بھی بعض صورتوں میں وہ غافل ہوگئے ۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے بشدت یہ محسوس کیا کہ جب تک ایسی کوئی تحریک نہ جاری کی جائے جس کا تعلق خالصتاً دیہاتی تربیت سے ہو اس وقت تک ہم دیہاتی علاقوں میں احمدیت کے مستقبل کے متعلق بے فکر نہیں ہو سکتے ۔ چنانچہ حضور نے اس تحریک یعنی تحریک وقف جدید کا آغاز فرمایا۔ حضور نے اولین ممبران وقف جدید میں خاکسار کو بھی مقرر فرمایا حضور ان دنوں بیمار تھے لیکن بیماری کے باوجود ذہن ہر وقت اسلام کی ترقیات کے متعلق سوچتا رہتا تھا۔ ابتدائی نصیحتیں جو مجھے کیں ان میں ایک تو یہی دیہاتی تربیت کی طرف توجہ دینے کے متعلق ہدایت تھی اور دوسرے ہندوؤں میں خاص طور پر تبلیغ کرنے کی تاکید کی گئی تھی ۔ تو بہرحال پہلا مقصد دیہاتی تربیت کا تھا اور دوسرا مقصد پاکستان میں بسنے والے ہندوؤں کو مسلمان بنانا تھا۔ جب آغاز میں ہی میں نے دیہاتی تربیت کا جائزہ لیا تو ابتدائی جائزہ کے کوائف غیر تسلی بخش تھے بعض صورتوں میں تو نہایت ہی خوفناک کوائف سامنے آئے ۔ مختلف اضلاع کے بعض دیہات کو نمونہ بنا کر وہاں معلمین کو اور بعض دفعہ غیر معلمین کو جو اپنے آپ کو اس کام کیلئے پیش کرتے تھے بھجوا کر باقاعدہ ایک فارم بھروایا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ بعض جگہ باجماعت نماز پڑھنے والوں کی تعداد ایسی گر گئی ہے کہ پوری جماعت میں جتنے باجماعت نمازی ہونے چاہئیں اس کے مقابل پر دس فیصدی بھی نہیں رہے۔ بعض دیہات میں بہت بڑی تعداد میں بچے ایسے نظر آئے جن کو نماز (بلاترجمہ) بھی نہیں آتی تھی اور تلفظ کی غلطیاں تو اتنی عام تھیں کہ وہ کلمہ بھی صحیح تلفظ کے ساتھ ادا نہیں کر سکتے تھے ۔ الغرض بہت ہی خوفناک اعداد و شمار سامنے آئے اور اس وقت یہ محسوس

ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو خدا نے مصلح موعود کا وعدہ فرمایا تھا یہ تحریک وقف جدید بھی اسی وعدے کا ایک حصہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے بڑی گہری بصیرت حضرت مصلح موعود کو عطا فرمائی تھی نیز وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ ایسے بنیادی اقدامات کرنے کی طرف بھی توجہ دلاتا رہا جو جماعت کی اصلاح میں نمایاں سنگ میل کی حیثیت رکھتے تھے اور ہمیشہ سنگ میل کی حیثیت رکھیں گے۔

چنانچہ وقف جدید کی تحریک ان کوائف اور اعداد وشمار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے لئے خود ہی لائحہ عمل ڈھالتی رہی اور متعدد ایسے طریق اختیار کئے گئے جن سے دیہی جماعتوں کی حالت سنبھلنی شروع ہو، ان کو اپنے فرائض کا احساس ہو، اپنے مقام کا احساس ہو اور جس حد تک ممکن ہو وہ دنیا کے سامنے ایک اچھا نمونہ پیش کرسکیں۔ دیہاتی جماعتوں میں اگرچہ علم کی کمی کی وجہ سے تربیتی لحاظ سے کمزوری بھی جلدی پیدا ہو جاتی ہے لیکن عام طور پر انکے اخلاص کا معیار اور اطاعت کا معیار بلند ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ کمزوری جتنی جلدی پیدا ہوتی ہے اتنی جلدی دور کرنے کیلئے بھی وہ تیار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس تحریک کے نتیجے میں عملاً یہ بات سامنے آئی کہ بعض جماعتوں میں جہاں نمازی دس فیصد بھی نہیں تھے وہاں چند مہینے کی کوششوں میں خدا کے فضل سے تیس چالیس فیصد تک لوگ تہجد گزار پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ بچے اور بوڑھے اور عورتیں سبھی نے نیک کاموں میں حیرت انگیز تعاون کا نمونہ دکھایا۔ معلمین کی کمی کی وجہ سے پھر ہمیں انہیں بار بار مختلف اضلاع میں بدل بدل کر مقرر کرنا پڑا۔ روپے کی شروع میں بہت کمی محسوس ہوتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس میں بھی برکت ڈالی اور رفتہ رفتہ یہ تحریک اس پہلو سے خوب اچھی طرح اپنے پاؤں پر کھڑی ہوگئی۔ جہاں تک ہندوؤں میں تبلیغ کا تعلق ہے شروع کے چند سالوں میں باوجود کوشش کے کوئی پھل نہیں ملا۔ خصوصاً وہ علاقے جہاں ہندو قومیں زیادہ آباد ہیں وہاں کئی قسم کے ایسے مسائل تھے جن سے نبٹنا ہمارے بس کی بات نہیں تھی اور پھر اجنبیت بھی بہت تھی نیز ان پسماندہ اقوام میں جہاں زیادہ تر ہندو ملتے ہیں اسلام سے دُوری اس وجہ سے بھی پائی جاتی تھی کہ ان علاقوں کے مسلمانوں کا سلوک ان سے اچھا نہیں تھا۔ مثلاً زیادہ تر سندھ میں یہ پسماندہ قومیں آباد ہیں جن کی بھاری اکثریت ہندو ہے۔ یہ مزدور پیشہ لوگ ہیں اور سندھ کے مختلف علاقوں میں موسم کے لحاظ سے آتے اور جاتے رہتے ہیں۔ ان کا اصل بنیادی ٹھکانہ تھر ہے یعنی وہ ریگستانی علاقہ جو سندھ اور ہندوستان کے درمیان واقع ہے۔ کہیں بارڈر سے پچاس میل تک تھر کا ریگستانی علاقہ اندر آ گیا ہے اور کہیں کم ہو گیا ہے بہر حال ایک بہت چوڑی Belt (بیلٹ) ہے جو پاکستان کے زرخیز علاقے کو ہندوستان کے بارڈر سے الگ کرتی ہے۔ اور اس ساری Belt میں اگرچہ ایک حصہ میں مسلمان بھی آباد ہیں مگر بھاری اکثریت ان پسماندہ ہندو اقوام کی ہے۔ انکے ساتھ دو

طرح سے بدسلوکی ہوئی ایک تو یہ کہ جب یہ لوگ مزدوری کے لئے زمینداروں کے پاس جاتے تھے تو انکے ساتھ اچھا معاملہ نہیں ہوتا تھا اور جہاں بھی بس چلا ان کی مزدوریاں دبائی گئیں ۔ جہاں بھی کسی کی پیش گئی ان کے اوپر بعض جھوٹے مقدمے بھی بنائے گئے ، پولیس سے سزائیں بھی دلوائی گئیں اور حتی الامکان بیگار لینے کی کوشش بھی کی گئی ۔ اس لئے ان کے دل میں مسلمانوں کے خلاف ایک تنفّر پایا جاتا تھا ۔ دوسرے ہندوؤں سے بڑھکر مسلمان ان سے چھوت چھات کرتے تھے وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کسی اچھوت کو یعنی ان اقوام کے کسی انسان کو اپنے برابر بٹھائیں یا ان برتنوں میں یہ بھی پانی پئیں جن میں وہ پانی پیتے تھے یا اپنے برتنوں میں انکو پانی دیں یعنی پوری طرح چھوت چھات کا سلوک ان سے کیا جارہا تھا ۔ اس لئے جب ہم نے وہاں معلمین بھجوائے تو یہ ہندو لوگ اسلام سے بہت ہی بدکتے تھے اسلام سے گھبراتے تھے اور نتیجۃً کئی سال کی کوششوں کے باوجود کوئی ایک بھی پھل نہیں لگا ۔ بہر حال حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے بار بار تاکید تھی کہ اس کام کو چھوڑنا نہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور بالآخر انکا یہ جمود ٹوٹا اور نفرت دُور ہوئی ۔ جب انکو محبت اور پیار کے ساتھ اسلام کی تعلیم دی گئی تو توجہ پیدا ہونی شروع ہوئی اور تیزی سے اسلام پھیلنے لگا اور پھر انہیں میں سے واقفین بھی پیدا ہوئے جنہوں نے بہت جلدی جلدی اخلاق میں ترقی کی اور اپنے آپ کو وقف کیا ۔

اس کے علاوہ ایک اور بڑی اہم مشکل یہ تھی کہ ان قوموں کے خصوصی حالات کی وجہ سے عیسائی ان کو اپنا شکار سمجھتے تھے ۔ وہ خصوصی حالات اپنی جگہ بہت ہی دردناک ہیں ۔ ان کی پسماندگی میں ان حالات نے اور زیادہ دُکھوں کا اضافہ کر دیا تھا ۔ اس ہندو علاقے میں صرف پسماندہ قومیں ہی نہیں بلکہ ہندو مہاجن بھی آباد ہیں ۔ بعض قصبات میں سو فیصدی ہندوؤں کی آبادی ہے ایک بھی مسلمان قصبے کے اندر موجود نہیں اور ان کی ساری معیشت اور ساری اقتصادیات مہاجن کے ہاتھ میں ہیں ۔ چنانچہ ان کی غربت سے استفادہ کرتے ہوئے اور موسمی مصائب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رفتہ رفتہ ہندو مہاجن نے ان کی ساری زمینیں گروی رکھ لیں ۔ اور جب ایک موقع پر وہاں سے خود جائزہ لینے کی توفیق ملی تو اس وقت یہ کوائف سامنے آئے کہ سارے علاقے میں سو فیصدی زمین تو ان پسماندہ لوگوں کی ہے لیکن عملاً سو فیصدی فصل ہندو مہاجن کی ہے ۔ طریق کار یہ جاری تھا کہ جب موسم مثلاً خراب ہو ۔ بارش وقت پر نہ ہو تو اگلے سال کیلئے انکے پاس بیج کے پیسے بھی نہیں ہوتے تھے مہاجن سستے زمانے کا بیج لے کر سنبھال کے رکھ لیتا تھا اور اول تو زیادہ قیمت پر انکو دیتا تھا اور پھر سود پر دیتا تھا وہاں کا جو سود ہے وہ بھی عام سود سے مختلف ہے ۔ وہ مہینے کے حساب سے ہے مثلاً 5 روپے مہینہ سو روپے پر اور یہ سود بھی رعایت سمجھی جاتی ہے یعنی بڑی نرمی کا سلوک کیا

گیا ہے۔ سال پر وہ عمداً اس لئے شمار نہیں کرتے کہ اس سے زیادہ نظر آئے گا۔ ساٹھ روپے سو پر سال میں تو بہت بڑی رقم نظر آتی ہے پانچ روپے مہینہ چھ روپے مہینہ دس روپے مہینہ اسطرح وہ سود چلتا ہے اور سود پر دیا ہوا جو بیج ہے اگر وہ کاشت کرلیا جائے اور پھر وقت پر بارش نہ ہو تو سارا سال پانچ روپے مہینہ وہ سود بڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور اگلی فصل کیلئے بعض دفعہ ان کو دوبارہ قرض لینا پڑتا ہے اور اس دوران مہاجن سے پھر اور لے کر کھاتے بھی ہیں۔ ان سے مَیں نے براہ راست سوال کیا تو پتہ چلا کہ رفتہ رفتہ چند سالوں کے اندر یہ کیفیت ہوگئی کہ بعض علاقوں میں آئندہ دس دس سال کی فصلوں کی آمدان پر قرض ہے اور کسی طور پر اس چکر سے انکے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یعنی مزارعت کی جو بدترین اور ذلیل ترین قسم ایک انسان سوچ سکتا ہے وہ وہاں رائج تھی اور ابھی تک رائج ہے۔ زمیندار جب اپنی زمین مزارعت پر کسی کو دیتا ہے تو زمین محنت کرنے والے کی نہیں ہوتی زمین اسکی ہوتی ہے اور محنت کرنے والا اور ہوتا ہے اور فصل کو دونوں نصف نصف یا جس طرح بھی طے ہو آپس میں بانٹتے ہیں۔ مگر یہاں زمین محنت کرنے والے کی ہے مزارعت کا حصہ بٹانے والے کی نہیں۔ محنت بھی اسکی ہے زمین بھی اس کی ہے اسکے باوجود اسکی ساری فصل غیر کی ہے اور اس فصل میں سے وہ زیادہ قیمت کے حساب سے سود پر خود اپنی ہی بوئی ہوئی فصل کا پھل اس سے منت کر کے مانگتا ہے اور پھر اسی پر وہ گزارہ کرتا ہے۔ اگر یہ لوگ مزدوری کیلئے سندھ کے علاقوں میں نہ جاتے تو یہ صورتحال بہت ہی زیادہ خوفناک ہو جاتی۔ اسلئے جب یہ مزدوری کیلئے سندھ کے علاقے میں جاتے ہیں تو وہاں سے کچھ نہ کچھ کما کر لے آتے ہیں جس سے ان کی بسر اوقات چلتی رہتی ہے۔

جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے وہاں جا کر ان کا زیادہ تر مسلمان زمینداروں سے واسطہ پڑتا ہے اور بسا اوقات انہیں وہاں بھی الا ماشاء اللہ اکثر زمینداروں کے ظلم کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ وہاں سکول نہیں ہیں کوئی شفا خانے نہیں ہیں سوائے چند ایک قصبات کے جہاں ملتے ہیں اس لئے پسماندگی میں جہالت کا بھی حصہ ہے اور صحت کی خرابی کا بھی لیکن اس کے باوجود یہ لوگ محنتی ہیں۔ بڑی کثرت کے ساتھ ان میں سِل کی بیماری پائی جاتی ہے اور دانتوں کی بیماری بھی عام ہے۔ کوئی اور قوم ہوتی تو بالکل ہی ہاتھ پاؤں توڑ کے بیٹھ جاتی لیکن یہ بڑی ہمت والے لوگ ہیں۔ ان تکلیفوں کے باوجود بہت محنتی قوم ہیں سندھ میں جو عموماً زمینداروں میں محنت کی عادت ہے یہ اس سے کئی گنا زیادہ محنت کر سکتے ہیں اور ہیں بھی دیانت دار۔ لین دین میں صاف ہیں یہ ایک اور خوبی ہے جو ان میں حیرت انگیز طور پر پائی جاتی ہے۔ ان حالات کو دیکھ کر عیسائی قوموں کیلئے تو یہ تر لقمہ تھے چنانچہ پیشتر اس کے کہ وقف جدید وہاں کام شروع کرتی عیسائیوں نے وہاں جال پھیلا دیئے تھے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ پی۔ ایل 480 کی وجہ سے بہت سی رقم عیسائی مشنریوں کو

امریکہ کی طرف سے گندم کی مدد کے طور پر ملتی تھی خشک دودھ ملتا تھا اور اسی طرح کئی قسم کی سہولتیں تھیں مثلاً دوائیاں مفت تقسیم کرنے کیلئے ملتی تھی۔ان کے گشتی شفاخانے رائج تھے۔

ان حالات میں وقف جدید نے وہاں کام کا آغاز کیا۔یعنی ہر سمت سے بظاہر یوں لگتا تھا کہ سامنے ٹھوس دیوار حائل ہے وہ راستہ روکے کھڑی ہے کہ آگے نہیں بڑھنا لیکن اللہ تعالیٰ نے حیرت انگیز فضل فرمایا جس کے نتیجہ میں ساری دیواریں ٹوٹ گئیں۔اس نے ہمیں اس قوم میں نفوذ کی غیر معمولی طور پر نئی راہیں عطا کیں اور رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں اسلام پھیلتا چلا گیا۔جب مَیں وقف جدید میں تھا تو اسوقت آخری اعداد وشمار کے مطابق 143 دیہات میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام قائم ہو چکا تھا اور عیسائیوں کے کلیۃً وہاں سے پاؤں اکھڑ گئے تھے۔شروع ہی میں جب معلمین وقف جدید کی طرف سے یہ تقاضے ہوئے کہ ہمیں بھی ان لوگوں کی مدد کے لئے روپیہ دیا جائے ورنہ یہ لوگ عیسائیوں کی جھولی میں چلے جائیں گے تو مَیں نے بہت ہی اصرار کے ساتھ انکو اس بات سے روکے رکھا مَیں نے کہا کہ اگر دولت تقسیم کرنے کا مقابلہ ہوا تو ہم عیسائیوں کے مقابل پر ہزارواں لاکھواں حصہ بھی خرچ نہیں کر سکتے دوسرے یہ کیسے ممکن ہے کہ جس قوم کو ہم نئی زندگی عطا کرنا چاہتے ہیں اس کے اچھے اخلاق کو گناہ میں تبدیل کر دیں۔ ان میں خودداری ہے۔ان میں لین دین کے اچھے معاملات کی عادت ہے محنت کی عادت پائی جاتی ہے۔ اگر ہم ان کو بھکاری بنا دیں تو اس اسلام کا ان کو کیا فائدہ؟ ہم تو پسماندہ اقوام کو اٹھا کر انسانی سطح پر بلند کرنا چاہتے ہیں جس پہلو سے بھی دیکھا جائے مالی امداد کی تجویز غلط ہے۔ چنانچہ وقف جدید نے شروع سے ہی یہ مصمّم ارادہ کیا ہوا تھا اور اس پر آخری وقت تک عمل رہا اور اب بھی اسی پر عمل ہے کہ ان کو بھیک منگا نہیں بنانا ہاں بعض دوسری صورتوں میں جب ممکن ہو ان کی مدد اس رنگ میں کی جائے کہ انکو سود کی لعنت سے بچایا جائے۔ چنانچہ ہم نے فصلوں کی کاشت کے وقت انکو قرضے دینے شروع کئے خصوصاً ان سالوں میں جبکہ بہت زیادہ حالات خراب ہوتے تھے ہم نے انہیں قرضے دیئے۔ مالی اعتبار سے وقف جدید کی بہت معمولی حیثیت ہے لیکن اللہ تعالیٰ کاموں میں برکت ڈال دیتا ہے۔ہم نے بیج پہلے سے لے کر رکھنا شروع کر دیا۔ وقت آنے پر ہم ان کو گندم یا باجرے کا بیج اصل قیمت پر دیتے تھے نہ صرف یہ کہ انہیں سود نہیں دینا پڑتا تھا بلکہ منافع بھی ہمارا کوئی نہیں ہوتا تھا۔ بیج مہیا کرتے وقت کوئی تحریر بھی نہیں لی جاتی تھی۔اگر وہ لے کر بھاگنا چاہتے تو سب کچھ لیکر بھاگ جاتے۔لیکن خدا کے فضل کے ساتھ ایک آنہ بھی ضائع نہیں ہوا۔اس سے آپ اندازہ کریں کہ ان کا قومی کردار کتنا بلند ہے۔ پاکستان کے کسی اور علاقے میں کتنی لکھت پڑھت کریں، روپے کی حفاظت کا کتنا انتظام کرلیں یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ سارا روپیہ واپس آجائے اور اگر بے احتیاطی

کریں تو یہ ممکن ہے کہ سارے کا سارا روپیہ ضائع ہو جائے ۔ایک پیسہ بھی واپس نہ آئے لیکن اس ہندو پسماندہ علاقے میں آج تک وقف جدید کا ایک پیسہ بھی ضائع نہیں ہوا۔ بڑی دیانت داری کے ساتھ وہ واپس کرتے رہے یہاں تک کہ ابھی پچھلے دو سال کی بات ہے باوجود اسکے کہ ان لوگوں پر حکومت کا شدید دباؤ تھا اور علماء کی طرف سے انہیں ترغیب دی جارہی تھی کہ تم احمدیت سے پھر کر اپنے مذہب میں واپس چلے جاؤ یعنی پھر مشرک بن جاؤ، رسول اکرم ﷺ کی صداقت اور اللہ کی توحید کے گن گانے چھوڑ دو اور از سرِ نو بتوں کی پرستش شروع کردو، تمہارا مشرک بن جانا ہمارے لئے زیادہ قابل قبول ہے بہ نسبت اسکے کہ تم احمدی مسلمان کہلاؤ۔ اسلام سے منحرف کرنے کے معاملے میں ان کو ہر قسم کی مدد دی جاتی تھی ان سے کہا جاتا تھا کہ اگر وہ احمدیوں کے خلاف کارروائی کرنا چاہیں تو پوری طرح ان کو ہر قسم کی اعانت حاصل ہوگی ۔مگر ایسے زمانے میں بھی ان کو جو رقم بیج کے طور پر دی گئی وہ ساری کی ساری انہوں نے واپس کردی۔

یہ وہ قوم ہے جس میں خدا تعالیٰ فضل کے ساتھ اور اس پر فضل کرتے ہوئے وقف جدید نے کام شروع کیا اور عیسائیوں کے پاؤں وہاں سے اکھیڑے کسی پیسے کے زور پر نہیں بلکہ دلائل کے زور پر۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علمِ کلام اتنا مضبوط ہے، اتنا قوی ہے کہ اس کے سامنے عیسائی کے پاؤں ٹھہر ہی نہیں سکتے ۔ بالکل تھوڑی تعلیم والے معلمین جب واقعات لکھا کرتے تھے تو حیرت ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کس طرح ان کو جواب سمجھاتا ہے ۔عیسائی پادریوں کی بڑی بڑی مجالس لگی ہوتی تھیں اور وہاں ایک معلم اٹھ کر سوال شروع کر دیتا تھا اور کچھ دیر کے بعد وہ اپنی صف لپیٹ کر وہاں سے غائب ہو جایا کرتے تھے وہاں یہ چرچا عام ہوگیا کہ یہ عیسائیوں کے پاؤں نہیں جمنے دیتے ۔ واقعۃً کچھ عرصہ کے بعد وہاں سے عیسائیت کی تبلیغ ختم ہوگئی ۔لیکن اب کچھ عرصہ سے بدلے ہوئے ماحول سے فائدہ اٹھا کر یہ سمجھتے ہوئے کہ حکومت کی ساری طاقت اور علماء کی ساری طاقت احمدیوں کے مقابل پر عیسائیوں کے ساتھ ہوگی انہوں نے دوبارہ وہاں پَر پرُزے نکالنے شروع کئے ہیں ۔سکول جاری کئے ہیں، شفاخانے کھولے ہیں، دوبارہ امداد دینی شروع کی ہے جہاں تک مَیں نے تخمینہ لگایا ہے کروڑہا روپیہ اس علاقے میں خرچ کر کے ان کو عیسائی بنانے کی کوشش کی جارہی ہے ۔اس لئے جوابی کارروائی کے طور پر جماعت احمدیہ بھی کم سے کم اتنی مؤثر کاروائی کرے گی کہ وہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوں لیکن یہ کم سے کم کارروائی ہے ۔ مومن کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ جب مخالفانہ کوشش شروع ہو تو صرف اس کوشش کو ناکام نہیں بنانا بلکہ ترقی کی رفتار کو پہلے سے کئی گنا تیز کر کے دکھانا ہے تاکہ ایسی کوشش کرنے والوں کی ہمتیں ٹوٹ جائیں ان کو کبھی وہم بھی نہ آئے کہ الٰہی جماعتوں پر ہاتھ ڈال کر ہم کسی طرح کی بھی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں ۔لہذا نہ صرف یہ کہ ہم

نے عیسائیوں کی طاقت کو وہاں سے توڑنا ہے، انکی کوششوں کو ناکام بنانا ہے بلکہ اسلام کی ترقی کی رفتار کو پہلے سے زیادہ تیز کرنا ہے۔ یہ وہ مقاصد ہیں جن کے آئندہ چند سالوں کے اندر اندر حصول کو مَیں وقف جدید کے لئے بطور ٹارگٹ متعین کرتا ہوں۔

اس ضمن میں ایک نائب ناظم وقف جدید کو ربوہ کی بجائے ان علاقوں میں منتقل کر دیا گیا۔ وہ مستقلاً وہیں رہ کر اپنا اڈا جمائیں گے اور وہیں بیٹھ کے کام کریں گے۔ ان کو ہدایت دے دی گئی ہے کہ چھوٹے چھوٹے مدرسے قائم کریں، چھوٹے چھوٹے شفاخانے قائم کریں، دعا کے ساتھ جب وہ کوشش بھی کریں تو عیسائیوں کے بڑے شفاخانے بھی ان چھوٹے شفاخانوں کے مقابل پرناکام ہو جائیں گے۔ انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ ایلو پیتھک کی توفیق نہیں تو ہومیو پیتھک علاج شروع کر دیں۔ پہلے بھی اس علاقے میں یہ طریق علاج کافی حد تک متعارف ہے۔ ہم نے جب شروع میں کام کیا تو شفاخانے تو کھول نہیں سکتے تھے اس لئے معلمین کو ہومیو پیتھک سکھا کر اور کچھ نسخے رٹا کر جو روزمرہ کے استعمال میں آچکے تھے ہم نے ان کو بھیج دیا کہ اسی سے علاج شروع کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے انکے کام میں برکت ڈالی اور انکی علاقے میں اچھی خاصی شہرت ہوگئی۔ پھر بعض ذہین معلمین نے نئے نئے تجربوں سے خود اپنے نسخے بھی ایجاد کئے بعض بیماریوں کے علاج کے سلسلہ میں تو سارے تھر میں احمدی ڈاکٹر مشہور ہو گئے تھے۔ جب کوئی خاص بیماری ایسی ہوتی تھی تو وہ لوگ دُور دُور کے علاقے سے سوسومیل کا سفر کر کے بھی احمدی ڈاکٹر کی تلاش میں پہنچا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر بیماری ہے جو دوسری جگہوں میں بھی پائی جاتی ہے لیکن وہاں خاص طور پر پائی جاتی ہے کہ ایک باریک سا کیڑا پاؤں میں داخل ہو جاتا ہے اور وہ بڑھتا رہتا ہے اور سینکڑوں گز تک وہ بڑھ جاتا ہے اور پکڑ کر اس کو نکالیں تو ٹوٹ جاتا ہے اور پھر بڑھنا شروع ہو جاتا ہے بظاہر اس کا کوئی علاج نہیں ایلو پیتھک علاج تو ہوں گے لیکن اس علاقے تک تو بہر حال وہ علاج نہیں پہنچے تھے۔ نہایت ہی خوفناک بیماری ہے جس سے مریض بڑی تکلیف کے ساتھ مرتا ہے۔ اور ہمارے ایک نومسلم ڈاکٹر نثار احمد نے اپنے طور پر ہی ایک ہومیو پیتھک دوا سلیشیا دینی شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ سلیشیا کھانے سے وہ کیڑا سارے کا سارا اندر ہی پگھل جاتا تھا۔ سارے علاقے میں شور پڑ گیا کہ احمدی ڈاکٹر کے پاس اس مرض کا علاج ہے۔ چنانچہ دور دور سے لوگ آنے شروع ہو گئے۔ غریبانہ علاج ہے۔ اب اس علاج کی مزید سہولت کو وہاں پھیلا دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مزید برکتیں ڈالے گا۔ انشاءاللہ۔ غریبانہ علاج کی بحث نہیں ہے۔ بحث یہ ہے کہ شافی مطلق خدا کس کے ساتھ ہے۔ اگر وہ بڑے بڑے شفاخانوں کو چھوڑ کر چھوٹی چھوٹی جھونپڑیوں میں آجائے تو شفا بھی ان جھونپڑیوں کی طرف منتقل ہو جائے

گی ، وہ شفاخانوں کو چھوڑ دے گی ۔ اسلئے مَیں امید رکھتا ہوں کہ وقف جدید کو جو بفضل اللہ تعالیٰ یہ امتیاز حاصل ہے کہ خدا ان کے ساتھ ہے، اسی کی بدولت وہاں عیسائیوں کی کارروائی کا مؤثر جواب دیا جائے گا۔ انشاءاللہ۔

اسکے علاوہ سندھ میں جو زمیندار توفیق رکھتے ہیں ان کو مَیں تحریک کرتا ہوں کہ وہ اس علاقے میں زیادہ وقف عارضی کے طور پر جانا شروع کریں شہروں کے لوگ بھی مثلاً کراچی، حیدرآباد وغیرہ اور خصوصاً سندھ کے علاقے کے لوگ جو کسی پہلو سے بھی ان قوموں کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہوں (مثلاً ڈاکٹر ہوں ، وکیل ہوں، تعلیم کے ماہر ہوں یا کسی اور پہلو سے دوسروں کے کام آنے کی اہلیت سے بہرہ ور ہوں انہیں چاہیے کہ وہ وقف عارضی کریں اور زیادہ سے زیادہ وہاں جا کر ذاتی تعلق قائم کریں۔ ایک زمانے میں امیر صاحب کراچی نے اس طرف توجہ دی تھی تو ہر طبقہ زندگی کے بعض واقفین وہاں پہنچنے شروع ہوئے۔ وہاں سے جو چٹھیاں آتی تھیں ان سے معلوم ہوتا تھا کہ غیر معمولی فائدہ پہنچ رہا ہے۔ مثلاً کوئی فوجی ریٹائرڈ ہیں وہ وہاں گئے اور وہاں پتہ لگا کہ بعض فوجی بلاوجہ ان لوگوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ ایک ہی پیشے سے تعلق رکھنے والوں کو باہم ایک دوسرے کی شرم ہوتی ہے وہ ان سے ملے ان سے جا کر رابطہ قائم کیا تو پتہ لگا کہ بعض غلط فہمیوں کی بناء پر بلاوجہ انہیں ظلم کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ ہمارے ایسے آدمیوں کی مساعی سے ان کیلئے سہولتیں پیدا ہوگئیں اس علاقے میں اسکا بڑا رعب پڑا۔ لوگوں نے محسوس کیا کہ اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ بہت بااثر ہے ان کے بڑے بڑے افسر بھی خدمت کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں اور منکسر المزاج ہیں۔ وہ ان کے ساتھ مل کر ان کے برتنوں میں کھاتے پیتے تھے۔ اس کا بھی ان پر بڑا اثر پڑتا تھا۔ کئی حکومت کے افسر اور غیر افسر اور اسی طرح بڑے بڑے چوٹی کے ڈاکٹر جب وہاں گئے تو اس علاقے میں زندگی کی ایک نئی روح پیدا ہوگئی۔ اب پھر اس طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ سندھی احمدی زمیندار اپنے علاقے میں آنے والے پسماندہ قوموں کے ہندوؤں سے حسن سلوک کریں۔ افسوس ہے کہ اس پہلو سے سندھ کے اکثر علاقوں میں شعور بیدار نہیں ہوا اور بجائے اس کے کہ ایسے موقع سے فائدہ اٹھا کر ان لوگوں کے دل جیتے جائیں ، ان سے حسن سلوک کیا جائے ، تالیف قلب کے نمونے دکھائے جائیں، وہی عمومی رواج جو زمینداروں میں چلتا ہے وہ احمدی زمینداروں میں بھی جاری ہے۔ مگر اتنا زیادہ سخت نہیں ہے، جان بوجھ کر کسی کا پیسہ دبانے کی روح نہیں ہے لیکن جہاں بس چلتا ہے ان سے بیگار ضرور لے لی جاتی ہے۔ جہاں بس چلے کچھ ناانصافی کی طرف میلان پایا جاتا ہے۔ غریب قومیں ہیں آگے سے کچھ کر نہیں سکتیں اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ کوئی فرق نہیں پڑتا جب سارے معاشرے میں اس سے استفادہ کیا جا رہا ہے تو کبھی کبھار ہم بھی

استفادہ کرلیں تو کیا مضائقہ ہے۔ بعض صورتوں میں تو بددیانتی کی بھی شکایتیں ملی ہیں۔ حیرت کے ساتھ اور نہایت افسوس کے ساتھ مجھے بیان کرنا پڑتا ہے کہ چند سال پہلے کی بات ہے کہ بعض احمدی زمینداروں کے خلاف غریب ہندوؤں نے مجھے خط لکھے کہ ہماری محنت کھا گئے ہیں۔ جب مَیں نے آدمی بھجوا کر تحقیق کرائی تو پتہ لگا کہ بات ٹھیک تھی۔ چنانچہ ان کی محنت ان کو دلوائی گئی۔ ایسے واقعات ایک دو سے زیادہ نہیں ہیں کہ واضح طور پر بددیانتی سے محنت کھائی گئی ہو لیکن احمدیت کی سفید چادر پر تو ایک یا دو واقعات کا ہونا بھی بہت ہی بدنما داغ ہے۔ احمدی زمیندار اس بات کا خیال رکھیں کہ انہیں نہ صرف یہ کہ ان کے حق دینے ہیں بلکہ حق سے زیادہ دینا ہے اور ان سے حسن سلوک کرنا ہے۔ یہ ریگستانوں کے جگر گوشے خود آپ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ جب یہ احمدی ماحول میں جاتے ہیں تو اس وقت اگر آپ ان کو پیار کے ساتھ تبلیغ کریں اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے معاملہ کریں اور توحید کا پیغام دیں تو ہرگز بعید نہیں کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک دو سال کی کوششوں میں مسلمان ہونا شروع ہو جائیں گے۔ اور اب تو ان میں اسلام سے وہ تنفّر باقی نہیں رہا۔ ہر علاقے میں کوئی نہ کوئی بستی ایسی ہے جہاں خدا کے فضل سے اسلام کا پودا لگ چکا ہے اس لئے آجکل کے ماحول میں احمدی زمینداروں کیلئے تبلیغ کا کام بہت ہی آسان ہو گیا ہے۔ اس لئے میں سندھی احمدی زمینداروں کو یہ تحریک کرتا ہوں کہ وہ زیادہ سے زیادہ حسن سلوک اور محبت کے ساتھ اپنے ان آنے والے مزدوروں کو مسلمان بنانے کی کوشش کریں۔

یہ لوگ سندھ کی جان ہیں۔ سندھ کی ساری دولت ان کی مرہون منت ہے کیونکہ سندھ کا زمیندارہ ان قوموں کی محنت کے بغیر چل ہی نہیں سکتا۔ جس زمانے میں تھر کے علاقہ میں اچھی خوشحالی ہو جائے یعنی اچھی بارشیں ہوں۔ موسمی حالات اچھے ہوں تو سندھ بدحال ہو جاتا ہے کیونکہ فصلیں اتنی زیادہ ہیں کہ وہاں کے مقامی لوگ اپنی محنت سے انکو سنبھال ہی نہیں سکتے۔ تو تھر کی خوشحالی پر سندھ کا زرخیز علاقہ روتا ہے کہ وہ علاقہ خوشحال کیوں ہو گیا ہے۔ جب وہ بدحال ہوا اور وہاں لوگ محنت کے لئے آئیں تو یہ ان کو اور زیادہ بدحال بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ قوم کئی پہلوؤں سے بہت ہی اہمیت رکھتی ہے اور چونکہ یہی قومیں ہندوستان میں بھی پرلی طرف اسی قسم کے علاقے میں آباد ہیں اسلئے ہندوستان میں بھی تبلیغ کے نئے رستے کھل جاتے ہیں ہمارے نقطہ نگاہ سے کہ ہم ایک مبلغ جماعت ہیں۔ یہ لوگ بہت ہی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ مَیں امید رکھتا ہوں کہ اس کی طرف بھی توجہ کی جائے گی، انشاء اللہ۔ ہندوستان میں بھی وقف جدید قائم ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھا کام کر رہی ہے۔ حیدرآباد دکن کے علاقے میں جہاں کثرت کے ساتھ نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں یا پنجاب کے علاقوں میں قادیان کے اردگرد جہاں خدا تعالیٰ کے فضل

کے ساتھ بیسوں نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں وہاں زیادہ تر خدمت کی توفیق وقف جدید ہی کو ملی ہے۔لیکن ایک حصہ ابھی تک تشنہ ہے۔اس علاقے میں ایک اندرونی طلب پائی جاتی ہے کہ ہم تک بھی کوئی پہنچے لیکن ابھی تک ہم وہاں نہیں پہنچ سکے۔ پرانے کارزار کا وہ علاقہ جہاں کسی زمانے میں شدھی کی تحریک چلی تھی اور اسکے جواب میں جماعت احمدیہ نے نہایت ہی مؤثر کارروائی کی تھی یہاں تک کہ سارے ہندوستان میں احمدیت کی عظمت کا ڈنکا بجنے لگا تھا اس علاقہ میں ہمارے ایک معلم گئے ان کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ پھر ان کے حالات قابل فکر ہیں۔اگرچہ فی الحال حالت اتنی خراب نہیں ہوئی مگر قابل فکر ضرور ہے کیونکہ انہیں قوموں میں دوبارہ شدھی کی تحریک مخفی طور پر چلا دی گئی ہے اور بعض جگہ اسکے اثرات نظر آنے شروع ہوگئے ہیں۔ چنانچہ ہمارے احمدی معلم جو وہاں دورے پر گئے انہوں نے لکھا کہ جب میرا ان سے رابطہ قائم ہوا اور ان کو بتانا شروع کیا تو یہ محسوس ہوا کہ وہ خود نہیں چاہتے کہ ہندوؤں میں واپس چلے جائیں لیکن کوئی ان کا پرسان حال نہیں کوئی انکو سنبھالنے والا نہیں۔اسلئے مَیں ہندوستان کی وقف جدید کو بھی اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ باقی علاقوں کے علاوہ پرانے شدھی کے علاقوں کی طرف بھی توجہ کریں۔ ہندوستان کے لئے مشکل یہ ہے کہ ایک تو وہاں واقفین کی تعداد بہت تھوڑی ہے کیونکہ وہ نسبت کے لحاظ سے جماعت کی تعداد ہندوستان کے مقابل پر بہت تھوڑی ہے۔پچھلے دنوں وہاں سے ایک صحافی دوست آئے تھے۔انہوں نے بتایا کہ ہمارے اندازے کے مطابق تین لاکھ احمدی ہیں۔تو تین لاکھ ہندوستان کے ستر اسی کروڑ کے مقابل پر کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ دوسرے جماعت میں جو متمول طبقہ ہے الا ماشاءاللہ اس میں چندوں کے اعتبار سے کچھ کمزوری پائی جاتی ہے وہاں کے بعض علاقے جن کے نام لینے مناسب نہیں پہلے چندوں میں بہت آگے تھے اب بالکل سست پڑ چکے ہیں تو مالی لحاظ سے بھی وہاں کمزوری ہے اور کارکنان کے لحاظ سے بھی کمزوری ہے۔ مالی اعتبار سے تو مَیں نے پیغام بھیجا ہے کہ آپ تبلیغ کا پروگرام بنائیں اور اس میں کسی قسم کی کنجوسی نہ دکھائیں۔اپنے ارادے بلند رکھیں، اپنے پروگرام کو وسیع کریں۔ جہاں تک روپے کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ روپیہ آپ کو باہر سے ملنا شروع ہو جائے گا، جو بھی سلسلے کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ وہ خود پوری کر دیتا ہے۔اور جہاں تک کارکنان کا تعلق ہے یہ مسئلہ ایسا ہے کہ ہندوستان کو بھی نئے کارکنان پیدا کرنے پڑیں گے اس کیلئے ان کو چاہیے کہ وہ دورے کریں، قادیان کے ناظر صاحبان دورے کریں، ضروری نہیں کہ وقف جدید ہی پر انحصار ہو۔نوجوانوں کو توجہ دلائیں اور وقف کی تحریک کریں۔ڈاکٹرز، ٹیچرز یعنی اساتذہ اور خاص طور پر جو لوگ ریٹائر ہو چکے ہیں ان کو اس تحریک میں شامل کریں۔ اُمید ہے کہ عام لوگوں میں تبلیغ کے لئے جتنا علم ضروری ہے اللہ تعالیٰ اس علم کے اچھے کارکنان مہیا کر دے گا۔

اس غرض سے ہندوستان میں بھی وقف جدید کی تحریک کو مضبوط کیا جائے نیز اس غرض سے کہ پاکستان میں بھی جہاں کام پھیل رہا ہے اور نئی ضرورتیں پیدا ہوئی ہیں اس کام کو تقویت دی جائے۔ مَیں اس سال وقف جدید کی مالی تحریک کو پاکستان اور ہندوستان میں محدود رکھنے کی بجائے ساری دنیا پر وسیع کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔ اس سے پہلے وقف جدید صرف پاکستان تک محدود تھی اور باہر سے اگر کوئی شوقیہ حصہ لینا چاہے تو اس سے چندہ لے لیا جاتا تھا لیکن کبھی تحریک نہیں کی گئی۔ اسکا چندہ اتنا تھوڑا ہے یعنی چندے کا جو آغاز ہے وہ اتنا معمولی ہے کہ باہر کی دنیا کے احمدیوں کی بھاری تعداد بسہولت اسمیں شامل ہوسکتی ہے ان کو پتہ بھی نہیں لگے گا کہ ہم کوئی مالی قربانی میں اضافہ کررہے ہیں۔ اور اجتماعی طور پر اس کا فائدہ ہندوستان اور پاکستان کی وقف جدید کو نمایاں طور پر پہنچے گا۔ خصوصاً ہندوستان میں تو اتنی زیادہ طلب پیدا ہورہی ہے احمدیت کے لٹریچر کی اور احمدی معلمین کی کہ ایک ایک علاقے کیلئے بھی اگر موجودہ وقف جدید کے سارے وسائل کام میں لائے جائیں تو وہ پورے نہیں اترتے۔ جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے آندھرا پردیش میں حیدرآباد کے اردگرد کے علاقے میں ضرورت کے پیش نظر ان کا مطالبہ تو یہ ہے کہ ساری وقف جدید ہمیں دے دی جائے ادھر کشمیر کا مطالبہ یہ ہے کہ ساری وقف جدید ہمیں دے دی جائے۔ اسی طرح ماحول قادیان کا مطالبہ یہ ہے کہ ساری وقف جدید کو مزید کئی گنا زیادہ وسعت دی جائے اور پھر یہ ہمارے لئے مخصوص کر دی جائے۔ یعنی اتنی زیادہ ضرورت ہے کہ کئی گنا بھی وقف جدید کو بڑھا دیا جائے تو وہ ضرورت پوری نہیں ہوسکتی۔ اسلئے لازماً ہمیں ان ضرورتوں کو کسی طریق پر پورا کرنا ہے۔ اور اگر ہم فوری طور پر معلم پیدا نہیں کر سکتے تو لٹریچر بھجوا کے، کیسٹس بھجوا کے اس ضرورت کو پورا کیا جانا چاہیے۔ اس کے لئے اب ایک نیا نظام جاری کرنا پڑے گا۔ اس لحاظ سے مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر باہر کی دنیا کو موقع دیا جائے تو یہ وقت کی ایک عظیم الشان ضرورت ہے انہیں اسے پورا کرنے کی توفیق ملے گی۔ اور دوسرے یہ کہ کوئی وجہ نہیں کہ باہر کے احمدی پاکستان اور ہندوستان کی دینی خدمتوں سے محروم رہیں جبکہ ہندوستان اور پاکستان کے احمدی کبھی بھی بیرونی خدمتوں سے محروم نہیں رہے بلکہ ساری دنیا میں خدا کے فضل سے جو احمدیت قائم ہوئی ہے اس میں سب سے بڑا کردار سب سے نمایاں کردار پہلے ہندوستان کے احمدیوں نے اور پھر ہندوستان اور پاکستان کے احمدیوں نے ادا کیا۔ باقی دنیا میں پھیلے ہوئے احمدیوں کو بھی طبعاً یہ طلب ہونی چاہیے کہ ہم کیوں ان علاقوں کی خدمت سے محروم رہ جائیں جنہوں نے ایک زمانہ میں عظیم الشان قربانیاں کر کے ساری دنیا میں اسلام کا بول بالا کیا ہے۔ اس قدرتی جذبے کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ان تحریکوں کو ساری دنیا پر پھیلا دیا جائے۔ قربانی کے لحاظ سے باہر والوں کے لئے بہت معمولی رقم ہوگی۔ بلکہ مَیں سمجھتا ہوں کہ

انگلستان کے احباب کے لئے ایک پونڈ فی آدمی سال بھر میں دینا کوئی مشکل کام نہیں۔ یہ جو کم سے کم معیار ہے اس میں بچے ایک ایک پونڈ دے کر شامل ہو سکتے ہیں اور بڑے اپنے شوق سے اس سے زیادہ دے سکتے ہیں۔ پاکستان میں عموماً 12 روپے دے کر انسان وقف جدید میں شامل ہو جاتا ہے۔ 12 روپے آخری حد نہیں ہیں بلکہ یہ پہلی اور ابتدائی حد ہے۔ اگرچہ ایک بڑی تعداد غرباء کی ہے جو 12 روپے کی حد تک ٹھہرتی ہے لیکن بعض امراء ایسے بھی ہیں جو اس سے بہت زیادہ دیتے ہیں بلکہ ہزار ہا روپیہ بھی دیتے ہیں۔ پس میں امید کرتا ہوں کہ ایک پونڈ والے تو بکثرت باہر کی جماعتوں میں پیدا ہو جائیں گے انشاء اللہ۔ اور ایسے خاندان بھی ہو سکتے ہیں جو اپنے ہر بچے کو اس تحریک میں شامل کر لیں اور جن ملکوں میں پونڈ کی کرنسی رائج نہیں ہے وہ اپنے حالات کے مطابق تخمینہ لگا کر پونڈ کے لگ بھگ کوئی رقم مقرر کر سکتے ہیں۔ مثلاً امریکہ ہے وہ اگر 2 ڈالر مقرر کر لے تو ایک پونڈ سے تو کچھ ہی زیادہ رقم بنتی ہے۔ لیکن وہاں کی معیشت اور اقتصادی حالت کے تقاضے ایسے ہیں کہ 2 ڈالر بھی ان کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اسی طرح جرمنی والے مارک میں مقرر کر لیں۔ دوسرے ملکوں کے احمدی اپنے اپنے ملک کے مطابق تخمینہ لگائیں اور اس کے مطابق وہ فیصلہ کر لیں۔ کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں لوگ شامل ہوں، کثرت کے ساتھ احمدی بچے اور بوڑھے مرد اور عورتیں اس میں شامل ہوں اور وعدہ کی رقم اتنی رہے کہ عام چندے کے لحاظ سے خاندانوں پر زیادہ بوجھ نہ پڑے۔ اس لحاظ سے مَیں امید کرتا ہوں کہ جن ضرورتوں کا میں نے ذکر کیا ہے انہیں ہم ہندوستان اور پاکستان دونوں جگہوں میں فوری طور پر پورا کر سکیں گے۔

جہاں تک پاکستان کی جماعتوں کا تعلق ہے یہ عجیب بات ہے کہ جن علاقوں میں زیادہ سخت ابتلاء آئے ہیں اور احمدیوں کو غیر معمولی قربانی کی توفیق ملی ہے ان علاقوں میں چندے کا معیار پہلے سے بلند ہو گیا ہے۔ مثلاً تھرپارکر ہے اس دَور میں کلمہ طیبہ کیلئے سب سے زیادہ وسیع پیمانے پر تھرپارکر نے قربانی دی ہے، سینکڑوں کی تعداد میں کام کرنے والے نوجوان جیلوں میں گئے۔ اور بعض ایسے بڑے بڑے زمیندار تھے جہاں مینیجر اور منشی وغیرہ جیلوں میں چلے گئے اس سے کام کو بہت نقصان پہنچا۔ بعض جائزے مَیں نے منگوائے تو پتہ چلا کہ محض خاص وقت پر ان کے اچھے کارندوں کے جیل میں جانے کے نتیجہ میں فصلوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ اس پہلو سے دنیا کے لحاظ سے انسان یہی سوچتا ہے کہ وہاں چندوں میں کمی آئی ہوگی۔ مگر سارے پاکستان میں گذشتہ سال کے مقابل پر چندوں میں سب سے زیادہ اضافہ ضلع تھرپارکر میں ہوا ہے۔ بائیس ہزار کے مقابل پر چالیس ہزار سے زائد رقم انہوں نے سترہ دسمبر تک ادا کر دی تھی اور ابھی یہ وصولیاں جاری ہیں۔ یہ بات بتاتی ہے کہ خدا تعالیٰ جہاں قربانی کی توفیق عطا فرماتا ہے وہاں نیکی کی

توفیق بھی بڑھا دیتا ہے اور پھر وہ توفیق ہر جہت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور تھرپارکر ہی کو اس دفعہ سب سے زیادہ وقف جدید کی ضرورت بھی ہے۔ یہ وہی علاقہ ہے جہاں زیادہ تر وقف جدید کا کام ہو رہا ہے اور جہاں ہندو زیادہ تعداد میں آباد ہیں۔ بیرونی دنیا سے بھی انکی مدد ہو تو یہ بہت اچھا اقدام ہو گا۔ اس میں برکت پڑے گی اور سلسلے کی ساری ضرورتیں بسہولت پوری ہو جائیں گی۔ انشاءاللہ۔

اس تحریک کیساتھ مَیں نئے سال کا اعلان کرتا ہوں۔ اس اعلان کیساتھ مَیں اس طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جماعت کی دیگر مالی ذمہ داریوں پر اس کا اثر نہیں پڑنا چاہیے۔ اس شرط کیساتھ یہ تحریک کی جارہی ہے کہ کسی جگہ سے یہ شکوہ نہیں آنا چاہیے کہ آپ نے ایک اور تحریک کر دی تھی اسلئے ہمارے فلاں چندے میں کسی قسم کی کمی آ گئی ہے یا Diversion (ایک خاص سمت میں توجہ زیادہ) ہوگئی یا کسی اور طرف اس کے نتیجے میں کمی آ گئی ہے۔ ہر چندے میں ہر پہلو سے ہر سال ہمارا قدم خدا کے فضل سے آگے بڑھنا چاہیے اور یہ تحریک بھی اگر آپ اس روح کے ساتھ جاری کریں گے اور اس روح کیساتھ اپنائیں گے تو مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ایمان میں آپ کے اخلاص میں برکت ہی نہیں ڈالے گا بلکہ آپکی مالی وسعتیں بھی بڑھائے گا اور آپ پہلے سے زیادہ بہتر حال میں اپنے آپ کو پائیں گے۔ خدا کی راہ میں خرچ کرتے وقت خوف محسوس نہیں کرنا چاہیے۔ بیوی بچوں کا حق ضرور رکھنا چاہیے۔ آنحضرت ﷺ نے ایسی قربانی سے منع فرمایا ہے جس سے اہل و عیال کا حق مارا جائے اور ان کے دل میں ردعمل اس کے خلاف پیدا ہو جائے۔ اس حد تک قربانی سے آنحضرت ﷺ نے اجتناب کا حکم فرمایا ہے بعض دفعہ یہ کہہ کر چندے واپس کئے کہ تم اپنے بیوی بچوں کو غریب چھوڑنا چاہتے ہو۔ اور انہیں اس حال میں چھوڑنا چاہتے ہو کہ وہ اپنے دین سے پھر جائیں یہ نہیں ہوگا۔ اس لئے عفو کے دائرے میں رہیں جو قرآن کریم کی کھلی تعلیم ہے خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں تو ان کو جواب دے کہ عفو خرچ کرو۔ عفو سے مراد یہ ہے کہ اپنی بنیادی ضرورتوں سے جو زائد ہے اس میں سے جتنا چاہو دو۔ بنیادی ضرورتیں نہ کاٹو سوائے اس کہ بعض مواقع پر دین کی بنیادی ضرورتیں تقاضا کرتی ہیں ایسی صورت میں تو پھر سب کچھ پیش کرنے کا حکم ہو جایا کرتا ہے۔ لیکن وہ امتیازی حالات ہیں۔ وقف جدید کے چندے میں زیادہ سے زیادہ شمولیت اختیار کریں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ نہ دیگر چندے متاثر ہوں نہ بنیادی ضرورتوں پر اثر پڑے جہاں تک بھی ممکن ہے زیادہ سے زیادہ محنت کریں اور کوشش کریں کہ عفو کا ایک بڑا دور اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش ہو یعنی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد جو کچھ بچتا ہے وہ خدا کی راہ میں پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو ہر آن آگے کی طرف بڑھاتا چلا جائے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت

ہر آن آگے کی طرف بڑھ رہی ہے۔ایک بھی دن ایسا نہیں آیا اس ابتلاء میں جبکہ کسی جگہ سے یہ بُری خبر آئے کہ جماعت کا قدم پیچھے ہٹ گیا ہے۔

وقف جدید کی یہ رپورٹ بہت تفصیلی ہے۔اس کے پڑھنے کا تو وقت نہیں ۔مَیں نے عمومی باتیں آپ کے سامنے بیان کردی ہیں۔اس رپورٹ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سارے پاکستان میں بفضلہٖ تعالیٰ ہر جہت سے وقف جدید کا قدم آگے ہی بڑھا ہے۔17ر دسمبر تک کل وصولی میں قریباً سوا لاکھ روپے کا اضافہ ہو چکا ہے جیسا کہ گزشتہ دستور چلا آرہا ہے اس کی رُو سے جنوری تک یہ وصولیاں ہوں گی اور لکھوکھہا روپیہ جنوری تک مزید وصولی ہونے کی توقع ہے۔زائد جتنا بھی وصول ہوگا وہ گزشتہ سال سے بڑھ کر ہے مجھے اُمید ہے کہ ہر میدان میں جماعت حسب دستور حسب روایات آگے ہی قدم بڑھائے گی، دعاؤں سے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے اس پر توکل کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جائیں۔دشمن کو ہمارا یہی جواب ہے کہ تم جتنا چاہو زور لگا لو، ایڑی چوٹی کا زور لگاؤ، جو کچھ تمہاری بساط میں ہے خرچ کر ڈالو، اپنے گھوڑے، اپنے مال مویشی، اپنی قوتیں، اپنے لشکر سب جھونک دو مگر آگے ہی آگے بڑھنے سے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ جماعت احمدیہ کے حق میں ہمیشہ پورا ہوتے دیکھو گے۔تمہارے دل جلتے ہیں تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ہم آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ایک دن بھی ہم تم سے رُکنے والے نہیں ہیں۔ہم نہ رُکیں گے نہ رُک سکتے ہیں اور نہ کبھی یہ ممکن ہے کہ خدا کی جماعتیں کسی میدان میں بھی آکر مات کھا جائیں یا پیچھے ہٹ جائیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ آگے ہی بڑھاتا چلا جائے۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا: کچھ جنازہ غائب کے متعلق درخواستیں آئی ہیں۔خاص طور پر ایک دوفوت شدگان کے لئے مجھے بھی تحریک ہوئی کہ جمعہ پر ہی ان کی نماز جنازہ غائب پڑھائی جائے اور ان کے ساتھ باقی بھی شامل ہو جائیں گے۔سب سے پہلے مکرم چوہدری غلام حیدر صاحب صدر جماعت چک 56 ضلع بہاولپور کی وفات کا اعلان کرتا ہوں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔انکو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کے دو بیٹے مربی ہیں۔ایک پاکستان میں کام کر رہا ہے اور ایک گھانا میں کام کر رہا ہے۔وہ بہت ہی غیر معمولی اخلاص کا جذبہ رکھنے والے بزرگ تھے بہت سادہ طبیعت رکھتے تھے لیکن نہایت اچھے مبلغ تھے۔خدا کے فضل سے وہ اپنے سارے رشتہ داروں میں احمدیت پھیلانے کا موجب بنے۔ان کے ایک بیٹے ہیں مکرم ناصر احمد صاحب ملہی، وہ گھانا میں ہیں وہ بھی جنازے میں شامل نہیں ہو سکے۔اسلئے ان کے لئے خاص طور پر تحریک ہوئی کہ نماز جمعہ کے ساتھ ہی ان کی نماز جنازہ غائب پڑھی جائے۔دوسرا جنازہ مکرم بشارت احمد محمود مبلغ سلسلہ مغربی جرمنی کے چھوٹے بھائی کا ہے یہ عین جوانی کے عالم میں ایک حادثے کا

شکار ہو گئے۔ تیسرا جنازہ مکرم چوہدری محمد صادق صاحب جھنگ کا ہے اور چوتھا مکرمہ رضیہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری بشیر احمد خاں صاحب کا ہے۔ وہ ہمارے صلاح الدین شمس (جو منیر الدین صاحب شمس کے بھائی ہیں) کی خوشدامن تھیں۔ بشریٰ صاحبہ بنت مکرم نذیر احمد صاحب ننگلی بھی عین جوانی کے عالم میں ایک بچی چھوڑ کر وفات پا گئیں۔ نیز مکرمہ اہلیہ صاحب مکرم حکیم محمد دین صاحب قادیان اور مکرم ماسٹر امیر عالم صاحب شیخو پورہ ہیں (انکے الفضل میں بہت سے مضمون شائع ہوتے رہے ہیں۔ جماعت کے بہت سے لوگ ان سے واقف ہوں گے) وفات پا گئے ہیں۔ محمد سرور صاحب وہاڑی کی والدہ بھی فوت ہو گئی ہیں۔ مکرم و محترم صاحبزادہ احمد لطیف صاحب ابن مکرم صاحبزادہ محمد طیب صاحب بھی وفات پا گئے ہیں۔ وہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کے پوتے تھے اور بہت ہی فدائی اور مخلص تھے۔ جماعتی کاموں میں پیش پیش رہنے والے تھے سارے خاندان میں نمونے کے احمدی تھے۔ ایک لمبا عرصہ تک بیچارے بیمار اور صاحب فراش رہے اور بڑی تکلیف میں وقت گزارا لیکن بڑے صبر کے ساتھ۔ یہ جنازے ہیں۔ ان سب کیلئے خصوصیت کے ساتھ مغفرت کی دعا کی جائے۔ نماز جنازہ عصر کی نماز کے بعد جو جمعہ کے ساتھ جمع ہو گی، ادا کی جائے گی۔





خطبہ جمعہ فرمودہ 2 /جنوری 1987ء بیت الفضل لندن

تشہد،تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (الحشر: آیت 10)

اور پھر فرمایا:

اس آیت میں جس کی مَیں نے تلاوت کی ہے جو مضمون بیان ہوا ہے اس کا آج کے خطبہ سے ایک گہرا تعلق ہے لیکن اس سے پہلے کہ مَیں خطبہ کے اس مرکزی حصہ کی طرف آؤں آج وقت سے تعلق رکھنے والی چند ابتدائی باتیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ وقت کیا ہے؟ یہ تو ایک گزرتی ہوئی قدر ہے جس پہ کہیں ہاتھ نہیں رکھا جاسکتا، کہیں انگلی اس پہ ٹکائی نہیں جاسکتی۔ ماضی، حال میں اور حال مستقبل میں مسلسل اس طرح بدلتے چلے جارہے ہیں کہ ان کے وقت کا کوئی حصہ بھی کس لمحے کے کروڑویں حصہ میں بھی معین نہیں کیا جاسکتا کیونکہ پیشتر اس کے کہ آپ اسے کہیں معین کریں وہ وقت ماضی بن چکا ہوگا یا ابھی آیا ہی نہیں ہوگا۔ آپ کو انتظار کرنا پڑے گا اور جب آئے گا تو پیشتر اس کے کہ آپ کا ذہن اس کا تصور بھی کر سکے وہ ماضی میں گزر جاتا ہے۔ ہم ہر گزرتے ہوئے وقت کو حال سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ نہ ماضی سے ہمارا تعلق ہے کیونکہ درحقیقت وہ ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے اور نہ مستقبل سے کوئی تعلق ہے کیونکہ اس کا ایک مبہم انتظار ہی ہوتا ہے اور مستقبل کا جو حصہ آتا ہے وہ ہمیں حال دکھائی دیتا ہے حالانکہ وہ دراصل حال ہے ہی نہیں خدا تعالیٰ نے اس کائنات کو عجیب بنایا ہے یہ ہمارے لئے بظاہر نہایت ٹھوس بھی ہے اور سوچنے والوں کیلئے اس میں یہ پیغام بھی رکھ دیا ہے کہ اس میں کچھ بھی حقیقت نہیں یہ تو صرف خالق کائنات ہے جو وقت کا مالک بھی ہے۔ ماضی بھی اس کے علم میں ہے۔ حال کو بھی وہ جانتا ہے اور مستقبل بھی اس کے احاطہ اختیار میں ہے۔ پس خدا کے سوا کوئی بھی مالک نہیں۔ لیکن اس کے باوجود انسان کچھ پیمانے گھڑ لیتا ہے۔ اور یہ پیمانے بھی درحقیقت اس کے اپنے گھڑے ہوئے نہیں ہوتے قدرت نے انسان کی ذہنی سوچوں کو آسان کرنے کیلئے اور اسے اپنی زندگی کے لائحہ عمل کو مرتب کرنے کے قابل بنانے کے لئے وقت کو مختلف ادوار

سے باندھ رکھا ہے۔ چنانچہ ان ادوار کے حوالہ سے انسان وقت کا ایک تصور قائم کر لیتا ہے۔ ویسے ساری کائنات میں ایک وقت نہیں ہوتا۔ وقت کا تصور اللہ تعالیٰ نے کسی نہ کسی دَور سے باندھ رکھا ہے۔ مثلاً چوبیس گھنٹے کا ایک دن کہلاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین گردش کر کے خاص اس مقام پر واپس آجائے جہاں سے کسی لمحے چلی تھی۔ لیکن اس مقام کی آپ تعین کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے کیونکہ وہ ایک مسلسل گزرتا ہوا وقت ہے۔ لیکن جائزے کے بعد یہ اندازہ ہو گیا کہ تیئس گھنٹے اور کچھ منٹ بعد یعنی چوبیس گھنٹوں کے لگ بھگ یہ زمین لازماً پھر وہیں پہنچے گی۔ اس نسبت سے ہر وقت جب یہ زمین چکر لگاتی ہے تو ہمارے وقت کا پیمانہ کم و بیش چوبیس گھنٹے میں مکمل ہو جاتا ہے۔ اور جب سال کا چکر لگاتی ہے تو تین سو پینسٹھ دن میں سے چند سیکنڈ کم یعنی ایک سال کا یہ چکر بنتا ہے۔ اپنی ذات میں اس کی کچھ بھی قیمت نہیں ہزار دفعہ زمین گردش کر جائے اس سے انسان کو کیا فرق پڑتا ہے۔ ایک گردش کے بعد دوسری گردش پہلی سے کیوں بہتر ہو۔ اسکا جغرافیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ انسان ہے جس کو خدا تعالیٰ موقعہ دیتا ہے کہ ہر گردش میں اپنی حالت بدلے اور اپنے وقت کا (جو اس دوران میں اس کو ملا ہے اس کا) ایسا استعمال کرے کہ جب دوبارہ اس کا سر وہاں ابھرے جہاں وہ ڈوبا تھا جہاں وہ نشان لگا چکا ہے اس وقت میرا ایک دَور پورا ہو گا تو پہلے سے بہتر حالت میں ابھرے۔ اسکے سوا اس دورانی گردش کا اور کوئی بھی مفہوم نہیں۔ پس جو کچھ بدلتا ہے وہ انسان یا اس کا گردو پیش ہے وقت ایک بظاہر گھومتی ہوئی چیز ہے لیکن فی الحقیقت یہ کچھ بھی نہیں ہے محض ایک تصور ہے۔ جو چیز گھوم رہی ہے جو چیز حرکت میں ہے وہ اس پیمانے کے اندر پڑی ہوئی کوئی چیز ہے جو مختلف شکلوں میں ڈھل رہی ہے۔ اگر وہ بہتر نہ ہو تو محض وقت کے گزرنے کا کچھ بھی پیغام نہیں۔ کوئی بھی اس کا معنیٰ نہیں۔ لیکن انسان عجیب خود فراموش چیز ہے کہ جو اصلیت ہے اور جو حقیقت ہے اس کو تو فراموش کر دیتا ہے اور وقت کے ظاہری پیمانے کو پکڑ کے بیٹھ جاتا ہے اور اس کے ساتھ اپنی خوشیاں وابستہ کر لیتا ہے۔

چنانچہ اب یہ جمعہ اس نئے سال کا جمعہ ہے جس میں اب ہم داخل ہو چکے ہیں۔ اس سے پہلے مغرب نے اپنی خوشیاں اس نئے سال کے دور سے اس طرح وابستہ کیں کہ اتنی شراب پی، اتنا غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا کہ سارے یورپین ممالک اور دوسرے مغربی ممالک میں پولیس کو کبھی بھی اتنا مصروف نہیں ہونا پڑا جتنا اس نئے سال کے آغاز پر مصروف ہونا پڑا۔ ان کو مصیبت پڑی ہوئی تھی کہ کس طرح ان لوگوں کو سنبھالیں۔ ان کا خوشی منانے کا طریق یہ ہے کہ نیا سال چڑھا ہے خوشیوں کا وقت ہے اس لئے ان خوشیوں کا اظہار گناہوں کے ذریعہ کیا جائے۔ غیر ذمہ داری کے ذریعہ کیا جائے اور کروڑ ہا روپیہ ڈالرز اور پونڈز کی شکل میں ایک دوسرے کو مبارک باد کے پیغام دینے پر خرچ کیا جائے۔ سوال یہ ہے کس چیز کی مبارکباد

ہے؟ وقت کے پہیئے کے گھومنے میں تمہارا ایک ذرہ بھی دخل نہیں ہے۔ کس محنت سے یہ پھنسا ہوا پہیہ تم نے نکالا تھا کہ جسے دوبارہ چلانے کی خوشی میں تم ایک دوسرے کو مبارک بادیں دے رہے ہو۔ کیا واقعہ گزرا ہے جس کے نتیجہ میں مبارکباد کا انسان مستحق ہوا ہے اس لئے اس پہلو سے اگر آپ اس رسم کا جائزہ لیں تو ایک بالکل بے معنی اور کھوکھلی رسم ہے اس کی کچھ بھی حقیقت نہیں جہاں تک ایک مومن کا تعلق ہے اس کے اوپر بھی یہ دَور آتا ہے۔ مومن بھی ہر دفعہ اس دور کے ایک خاص مقام میں سے گزرتا ہے جہاں وقت کے لحاظ سے اس نے ایک نشان لگا رکھا ہے۔ یہ 1946ء کا نشان ہے۔ یہ 47ء کا یہ 48ء یہ 49ء کا یہ 50ء کا اور اس طرح یہ نشان آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اس کے دل میں بھی خیال آتا ہے کہ میں بھی مبارک باد دوں۔ وہ بھی خوشیوں کا اظہار کرتا ہے لیکن اگر وہ حقیقی طور پر عارف ہے تو اس خوشی کے اظہار کی اس کو قیمت دینی پڑے گی بے قیمت اور بے مقصد اور بے وجہ اس کی خوشی کا اظہار اس کے لئے اس پر پھبتا نہیں، اسکے لئے جائز نہیں کیونکہ ایک مومن کا ردعمل ایک کافر کے ردعمل سے بالکل مختلف اور معنی خیز ہونا چاہئے اس کی زندگی کا کوئی حصہ لغو شمار نہیں ہونا چاہئے سو مبارک باد تو دینے کا مومن کو بھی دل چاہتا ہے اور یہ اس کا حق بھی ہے بلکہ اگر غور کریں تو صرف اسی کا حق ہے لیکن اس مبارکباد کی اس کو قیمت دینی ہوگی۔ مبارکباد ان معنوں میں وہ دے سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے میرے ذمہ جو دنیا کے حالات بدلنے کی اہم ذمہ داری ڈالی ہے اے میرے بھائیو! میری بہنو! میرے بچو! میرے بڑو! اور میرے چھوٹو! اے مسلمانو! اور اے غیر مسلمانو! مَیں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں کہ مَیں ایک نئے عزم کے ساتھ اس سال میں داخل ہو رہا ہوں کہ مجھ سے بھلائی پہلے سے زیادہ قوت اور شدت کے ساتھ پھوٹ کر تم تک پہنچے گی۔ اور مَیں بالارادہ یہ کوشش کروں گا کہ میرا فیض نسبتاً زیادہ عام ہو، اس میں پہلے سے زیادہ قوت ہو اور اس میں کم تعصّبات پائے جائیں۔ مَیں پہلے سے بڑھ کر کوشش کروں گا کہ سب سے بڑا فیضان رساں وجود یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا فیض جس طرح ہر خاص و عام کے لئے عام تھا، ہر شرق و غرب میں بسنے والے کے لئے عام تھا، انسانوں کے لئے بھی تھا اور جانوروں کیلئے بھی تھا، جانداروں کیلئے بھی تھا اور بے جانوں کے لئے بھی تھا، اسی طرح مَیں بھی اپنے فیض کو ہر اس سمت میں آگے بڑھانے کی کوشش کروں گا جس سمت میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا فیض موجیں مارتا ہوا بڑھتا رہا۔ یہ عہد لے کر جب ایک مومن ایک وقت کے نئے دور میں داخل ہوتا ہے تو اس کا حق ہے کہ وہ دوسروں کو مبارک باد دے اور وہ مستحق ہے کہ اسے مبارکباد دی جائے کیونکہ اس کے اوپر قرآن کریم کی اس آیت کا بھی اطلاق ہوگا وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (الضحیٰ:5) خدا کی تقدیر اسے مخاطب کر کے یہ کہے گی کہ تم نے میرے اس بندے کی متابعت کی ہے، میرے اس بندے کی پیروی کی ہے

جس کے متعلق میرا یہ اعلان ہے وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى کہ تیرا ہر آنے والا لمحہ ہر گزرے ہوئے لمحہ سے بہتر ہوتا چلا جائیگا۔ پس اسکی پیروی کے صدقے ہم تجھ سے بھی وعدہ کرتے ہیں کہ تیرا بھی ہر آنے والا لمحہ تیرے ہر گزرے ہوئے لمحہ سے بہتر ہوتا چلا جائے گا۔ ان معنوں میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں پر بھروسہ کرتے ہوئے اور یہ امید رکھتے ہوئے کہ وہ میرے نیک ارادوں کو عمل میں ڈھالنے کی مجھے توفیق بخشے گا اور آپ کے نیک ارادوں کو عمل میں ڈھالنے کی آپ کو توفیق بخشے گا۔ مَیں آپ کو یعنی ساری جماعت احمدیہ عالمگیر کو نئے سال کی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور تمام جماعت احمدیہ عالمگیر کی نمائندگی میں تمام بنی نوع انسان کو نئے سال کی مبارکباد پیش کرتا ہوں اس یقین دہانی کے ساتھ کہ ہم ہر ممکن کوشش کریں گے کہ ہمارا فیض تم تک پہلے سے زیادہ سمتوں سے زیادہ بھر پور طور پر پہنچتا رہے۔ اللہ کرے کہ ہمیں اس عہد کو نبھانے کی توفیق ملے اور ہمارا یہ سال اس طرح ختم ہو کہ گذرتا ہوا وقت ہمیں مبارکباد دے رہا ہو کہ تم نے اپنے ایک مبارک عہد کو خوب نبھایا۔

اس مضمون کا دوسرا حصہ اس آیت کریمہ سے تعلق رکھتا ہے جس کی مَیں نے شروع میں تلاوت کی تھی جس میں مومنوں کی بعض صفات بیان کی گئی ہیں جہاں تک مفسرین کا تعلق ہے وہ اس ضمن میں مدینہ میں ہونے والے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں کہ اس آیت کی شان نزول وہ واقعہ ہے۔ وہ واقعہ بہت خوبصورت اور بڑا دلکش ہے، بہت اثر پذیر ہے لیکن قرآن کی کسی آیت کا ماضی کے کسی واقعہ سے اس طرح تعلق باندھا نہیں جا سکتا کہ یہ آیت ماضی کی ہو کر رہ جائے۔ یہ بھی وقت کی طرح قرآن کریم کا ایسا جاری مضمون ہے کہ ہمیشہ کسی ایک لمحہ کا کروڑویں حصہ میں بھی اس کے کسی مضمون کو اس طرح قرار نہیں آیا کہ وہ وہاں ٹھہر جائے۔ وقت کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کا ہر مضمون ہر جہت میں آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور ہر نئی صورتحال پر نئے رنگ میں اثر انداز بھی ہوتا جاتا ہے اور اس پر اطلاق بھی پاتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے جب بھی شان نزول کا کوئی واقعہ بیان کیا جائے تو اس سے یہ مراد نہیں لینی چاہیے کہ صرف اس واقعہ کی خاطر یہ آیت نازل ہوئی تھی بلکہ مراد یہ ہے کہ قرآن کریم نے جو نازل ہونا تھا بہر حال اس کے نزول میں بھی یہ ایک عجیب شان ہے کہ برمحل نزول ہوا ہے۔ قرآن کریم کے دَور میں جب کوئی ایسا واقعہ نمودار ہوا جس کے ساتھ کوئی آیت قریب تر تعلق رکھتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا نزول اس وقت کے لئے اٹھا رکھا جب وہ واقعہ رونما ہوا اور اس کے ساتھ اس کا تعلق باندھ دیا تا کہ اس کے نزول کے ساتھ ساتھ اس کی تفہیم بھی ہوتی رہے کہ کس قسم کے مضامین ہیں جن کا ان آیات سے تعلق ہے۔ پس شان نزول سے صرف اتنی مراد ہے۔

لیکن اس واقعہ کو بیان کرنے سے قبل اس آیت کا ترجمہ کر دینا چاہتا ہوں کیونکہ ہمارے بہت سے

نوجوان ایسے ہونگے جن کو اس کا ترجمہ نہ آتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا لدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ** یعنی انصار جو مدینہ کے بسنے والے ہیں یہ مہاجرین کے آنے سے پہلے ہی ان گھروں میں بستے تھے مدینہ کو آباد رکھے ہوئے تھے اور ان کے پہنچنے سے پہلے ہی یہ ایمان قبول کر چکے تھے چنانچہ **یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ** جو لوگ بھی ہجرت کر کے ان کی طرف آتے تھے یہ ان سے گھبراتے نہیں تھے بلکہ بہت محبت کرتے تھے۔ ان کے گھر تھے جن کو باہر سے آنے والوں نے آباد ان معنوں میں کرنا تھا کہ ان کے گھر سے حصہ پانا تھا۔ ان کے اموال میں شریک ہونا تھا ان کے اوپر دنیا کی زبان میں ایک بوجھ بننا تھا۔ مگر یہ ایسے عجیب لوگ ہیں کہ ان کے آنے سے ان کے دل میں تنگی محسوس نہیں ہوئی بلکہ یہ آنے والوں سے بہت ہی محبت کرتے تھے۔ **وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا** اور اللہ اور اس کے رسول جو کچھ بھی ان آنے والوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے دیئے ہوئے اموال میں سے کچھ دیتے تھے اس پر ان کے دل میں ذرا بھی تنگی محسوس نہیں ہوتی تھی کہ ہم خرچ کر رہے ہیں۔ ہم قربانیاں کر رہے ہیں جب اللہ تعالیٰ غنیمت کا مال عطا کرتا ہے تو یہ مہاجرین کو دے دیتے ہیں اور انصار جن پر ان کا بے حد قرضہ ہو چکا ہے جو اپنے اموال میں شریک کر کے ان کے سارے بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں ان کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس قسم کا کوئی وہمہ بھی ان کے دل میں نہیں آتا تھا بلکہ وہ خوشی محسوس کرتے تھے کہ ہمارے محبوبوں کو خدا تعالیٰ کچھ اور عطا فرما رہا ہے۔ اس کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب ان کو کچھ دیا جاتا تھا تو اس کے لئے کوئی حاجت محسوس نہیں کرتے تھے یعنی ان کی نظر میں کوئی حرص نہیں تھی کوئی لالچ نہیں تھا۔ یہ نہیں تھا کہ اپنے جذبے دبا کر بیٹھے ہوئے ہیں، منہ سے تو نہیں مانگتے لیکن دل میں بے قرار تمنا ہے کہ کسی طرح ہمیں بھی کچھ مل جائے بلکہ اگر ملتا بھی تھا تب بھی اس کے لئے اپنے آپ میں ایسی کوئی رغبت محسوس نہیں کرتے تھے کہ گویا تمنا کے بعد کوئی چیز ملی ہے۔ مگر انکار بھی نہیں کرتے تھے کیونکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھوں سے ایک تنکا بھی کسی کو ملتا تھا تو وہ عزت افزائی سمجھتا تھا۔ پھر فرماتا ہے۔ **وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ** یہ عجیب لوگ ہیں کہ ان کے اندر یہ ایثار کی حسین عادتیں یہ دلکش اطوار اس لئے نہیں ہیں کہ یہ بہت امیر ہیں اور امارت کی وجہ سے اموال کی کثرت کی وجہ سے ان کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ فرمایا **وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ** یہ اپنے نفسوں پر اللہ کی راہ میں آنے والوں کو اور دوسروں کی ضروریات کو اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو اپنے نفسوں پر ترجیح دیتے ہیں باوجود اس کے کہ خود سخت تنگی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ یعنی ان میں ایسے بھی ہیں جو خود شدید غربت کا شکار ہیں لیکن اس کے باوجود اپنے اوپر اسلام کی ضرورتوں کو ترجیح دے رہے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں لذت پا رہے ہیں۔ **وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ**

فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ وہ شخص یا وہ لوگ جن کو دل کے بخل سے بچالیا گیا ہے جن کے دل کو خدا نے کشادگی عطا فرمادی ہے، یہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

اس آیت کے نزول کے وقت جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس ایسے مہمان پہنچے جن کو ٹھہرانے کیلئے آنحضور ﷺ کے پاس کوئی خاص جگہ نہیں تھی آپؐ نے اس پر اعلان فرمایا کہ کوئی ہے جو میرے مہمانوں کو اپنے گھر لے جائے۔ وہ بڑی غربت کا دَور تھا اور اس آیت کریمہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ دن خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں پر انتہائی غربت کے تھے۔ اس وقت انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! مَیں حاضر ہوں آپ کا مہمان میرا مہمان ہے۔ مَیں اپنے گھر لے جاؤں گا۔ چنانچہ آپؐ نے اس کو اس بات کی اجازت دی اور آنحضرت ﷺ نے اس مہمان کو اپنے ایک نہایت ہی عاشق غلام کے سپرد کردیا۔ انہوں نے گھر جا کر اپنی بیوی سے کہا کہ کھانا تو صرف اتنا ہی ہے جتنا کہ تمہارے لئے اور میرے لئے اور بچوں کیلئے مشکل سے پورا آسکتا ہے بلکہ اتنا بھی نہیں۔ ہم تو گزارہ کر لیتے مگر مَیں ایک بہت ہی معزز مہمان لے کر آیا ہوں جو اللہ اور رسولؐ کا مہمان ہے اس لئے میں تمہیں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ جس طرح بھی ہو سکے بچوں کو لوریاں دے کر سلا دو اور جب ہم کھانے پر بیٹھیں تو تم پلہ مار کے دیا بجھا دینا۔ پھر ہم منہ سے ایسی آوازیں نکالیں گے کہ جس طرح کوئی کھا رہا ہوتا ہے اور مہمان اس اطمینان سے کہ میرے میزبان بھی ساتھ کھا رہے ہیں خوب پیٹ بھر کے کھانا کھائے گا اور وہ کھانا صرف اسی کو کافی ہوگا چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جس وقت یہ واقعہ گزر رہا تھا اس وقت حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی خبر دی اور یہ آیت کریمہ اس واقعہ کی شان میں نازل فرمائی۔ صبح نماز کے وقت آنحضرت ﷺ نے یہ اعلان کیا کہ رات اس مدینہ میں ایک ایسا حسین واقعہ گزرا ہے ایک ایسا دلکش واقعہ گزرا ہے اس واقعہ کو دیکھ کر آسمان پر خدا ہنس رہا تھا اور لذت پا رہا تھا۔ عجیب واقعہ ہے کہ وہ کھانا جس کی لذت سے وہ تو محروم تھے جو کھانا پیش کررہے تھے لیکن اس کی لذت آسمان پر خدا حاصل کررہا تھا۔ اس وقت وہ روحانی لذت جو ان کو محسوس ہوئی یہ اسی لذت کی طرف اشارہ ہے ایسا ہی انہوں نے کیا اور مہمان نے خوب پیٹ بھر کے کھانا کھایا۔ اپنی طرف سے اس اندھیرے میں جس میں مہمان بھی ان کو دیکھ نہیں رہا تھا وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم پوری طرح دنیا کی ہر دوسری چیز کی نظر سے غائب ہیں، اوجھل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس چیز کو دیکھ بھی رہا تھا، اس چیز سے لطف بھی اٹھا رہا تھا کہ میرے بندے محمد ﷺ نے ان عربوں کو کس قعرِ مذلت سے اٹھا کر کس شان کے ساتھ آسمان تک بلند کردیا ہے ان کو کہاں پہنچا دیا ہے۔ اور پھر اس واقعہ کی خبر بھی وہ دے رہا تھا۔ خدا تعالیٰ کی ستاری کا معاملہ بھی عجیب ہے

اپنے پیاروں کی کمزوریوں اور گناہوں میں ان کی ستاری فرماتا ہے اور جس چیز کو وہ چھپا رہے ہیں اور جن نیکیوں کو وہ ڈھانپ رہے ہیں کہ دنیا کی نظر میں نہ آجائیں بعض دفعہ خود ان کی تشہیر فرما دیتا ہے خود ساری دنیا کو اس سے مطلع فرما دیتا ہے جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج جس دور سے گزر رہی ہے اس پر بھی اس آیت کریمہ کا عجیب شان سے اطلاق ہو رہا ہے۔ انتہائی تکلیفوں کے دَور میں بھی انتہائی مشکلات کے دَور میں بھی خدا کی راہ میں قربانی دینے میں اس جماعت کا قدم نہ صرف یہ کہ آگے بڑھ رہا ہے بلکہ پہلے سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے، نہ صرف یہ کہ ان علاقوں میں آگے بڑھ رہا ہے جہاں مصائب اور مشکلات نہیں ہیں بلکہ ان علاقوں میں آگے بڑھ رہا ہے جہاں حد سے زیادہ مصائب اور مشکلات ہیں۔ خدا کی راہ میں قربانی کرنے کا کوئی ایک بھی پہلو ایسا نہیں ہے جس میں پاکستان کی جماعتیں ایک لمحہ کیلئے بھی پیچھے ہٹی ہوں۔ ہر نیکی کے میدان میں وہ خدا کے فضل سے آگے بڑھتی چلی جارہی ہیں۔

آج مَیں وقف جدید کے سال نو کا اعلان کرنے کیلئے کھڑا ہوا ہوں۔ اس سال میں بھی خدا کے فضل سے ساری عالمگیر جماعت کو جہاں دیگر مالی وجسمانی اور روحانی قربانیوں میں آگے قدم بڑھانے کی توفیق ملی وہاں وقف جدید نے بھی خدا کے فضل سے ہر پہلو سے، ہر جہت سے، اللہ کے فضل کے ساتھ غیر معمولی ترقی کی ہے۔ اور وقف جدید کی جو اجتماعی رپورٹ ناظم صاحب وقف جدید مکرم اللہ بخش صادق صاحب نے بھجوائی ہے اس کی رو سے گذشتہ سارے سال کی کل وصولی چودہ لاکھ ستاسی ہزار روپے تھی اور امسال تاریخ رپورٹ تک جس کے بعد بھی لاکھوں روپیہ وصول ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اٹھارہ لاکھ ستر ہزار روپے وصولی ہو چکی تھی یعنی گذشتہ سال کے مقابل پر تین لاکھ تراسی ہزار روپے زیادہ ہیں۔ اور اسمیں جو خوشکن پہلو ہے جو مَیں نے تفصیلی رپورٹ کا جائزہ لینے کے بعد معلوم کیا وہ یہ تھا کہ بعض ایسے علاقے جہاں جماعت احمدیہ کو خاص طور پر انتہائی تکلیفوں اور مصیبتوں کا نشانہ بنایا گیا وہاں بھی اللہ کے فضل سے نہ صرف گذشتہ سال کی نسبت دیگر چندوں اور وقف جدید کے چندے میں بھی ترقی ہوئی بلکہ بعض ایسی جگہوں میں باقی سب جماعتوں سے زیادہ ترقی ہوئی۔ مثلاً کوئٹہ ہے جو گزشتہ سال بڑے بھاری ابتلاء میں سے گزرا ہے اور اسکی مسجد بھی منہدم کر دی گئی اور ہر طرح سے جماعت کو وہاں تکلیفیں پہنچائی گئیں اور ابھی بھی وہ سردیوں میں بڑی مشکل کے ساتھ کہیں جمعہ کا اجتماع کرتے ہیں اسکے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل سے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اسی کے انعام کے طور پر اس ابتلاء کے فیض کے طور پر اللہ تعالیٰ نے کوئٹہ کو گزشتہ سال سے کئی گنا زیادہ مالی قربانی میں آگے قدم بڑھانے کی توفیق بخشی۔ اسی طرح دیگر جماعتیں ہیں جن کی تفصیل لمبی ہے ان پر مَیں نے نشان لگائے یہ دیکھنے کیلئے کہ جہاں جہاں ابتلاء آئے ہیں وہاں کیا حال ہے تو مَیں یہ دیکھ

کر حیران ہوا کہ خدا کے فضل کے ساتھ جہاں جہاں ابتلا آئے ہیں وہاں اللہ کے فضل سے نہ صرف قدم آگے بڑھا ہے بلکہ بعض جگہ کئی گنا آگے بڑھا ہے۔ کوئٹہ کی مثال مَیں نے آپ کے سامنے رکھی ہے ساہیوال کی اب رکھتا ہوں۔ ساہیوال میں سارے سال کا وقف جدید کا چندہ تین ہزار آٹھ سو پچھتر روپے تھا اس سے پچھلے سال اور ابتلا کے بعد دس ہزار ایک سو ننانوے ہو گیا یعنی تقریباً دگنا اور باقی سب جماعتوں کی لمبی تفصیل ہے۔ کہیں اگر دگنا نہیں ہوا تو بہر حال پہلے سے بڑھا ضرور ہے۔

خاص طور پر ایسے علاقوں میں جہاں مالی تنگی بھی بہت دی گئی جہاں تجارتوں کو نقصان پہنچا اور بظاہر یہ خطرہ تھا کہ ان سب جگہوں میں مجبور ہو کر احمدی اپنے چندوں میں کمی کریں گے لیکن حیرت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کیساتھ ان کے اندر خدا کی راہ میں قربانی کرنے کا جو جذبہ تھا وہ پہلے سے کئی گنا زیادہ قوت پکڑ گیا اور ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس قربانی کے پیچھے انہوں نے اپنی کیا کیا ذاتی ضروریات نظر انداز کی ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے اپنے بچوں پر خرچ کرنے میں کیا تنگی کی، اپنے گھر پر خرچ کرنے میں کیا تنگی کی، اپنے رہن سہن کے معیار کو کس حد تک گرایا، مگر عمومی نظر سے یہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ بہت سی جماعتوں کے حالات میں جانتا ہوں اس ایک دو سال کے اندر انکے مالی ذرائع غیر معمولی طور پر آگے نہیں بڑھے اور جو تجارت پیشہ احمدی ہے اس کی اطلاعات سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ان جگہوں میں بہت سی جگہوں پر بڑی کثرت کے ساتھ منظّم طریق پر ان کے بائیکاٹ بھی کئے گئے ہیں اور وہاں سے جو دعاؤں کے خط آتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھے ہونہار طالب علموں کو بھی جنہوں نے بڑی نمایاں کامیابی کے ساتھ تعلیم سے فراغت حاصل کی ہے ان کو بھی نوکریوں سے محروم کیا گیا، ان جگہوں میں بعض لوگ اچھی ملازمتوں پر تھے ان کو فارغ کیا گیا، جن کو ترقیات ملنی چاہیے تھیں ترقیات دینے کی بجائے ان کو پہلے مقام سے بھی نیچے اتار دیا گیا۔ کئی قسم کی مصیبتیں مشکلات ایسی ہیں جن کا ان جماعتوں پر براہ راست اقتصادی اثر پڑا ہے اس لئے مَیں نے جب یہ جائزہ لیا تو خصوصیت سے اسی خیال سے جائزہ لیا کہ ان کے چندے کم ہوئے ہوں گے ان میں کچھ کمزوری کے آثار ایسے ظاہر ہوئے ہوں گے کہ جہاں نظر پڑے گی تو انکے لئے دعا کی توفیق ملے گی کہ یا خدا ان کی مجبوریاں دور فرما دے تا کہ کھل کر تیری راہ میں یہ آگے بڑھ کر قدم اٹھائیں اور آگے سے زیادہ قربانیاں دیں۔ لیکن جب مَیں نے دیکھا تو میرے دل کا عجیب حال ہوا کہ قربانیوں کے معاملہ میں یہ تو میری دعاؤں کے محتاج نہیں۔ ان کی قربانیاں دعائیں اور رنگ میں مانگ رہی ہیں، تحسین کے رنگ میں، شکر کے رنگ میں خدا کی حمد بیان کرنے کی طرف توجہ دلا رہی ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ تم پر انکا حق ہے ان کے لئے خوب دعائیں کرو۔ یہ خدا کے وہ بندے ہیں جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے سوا کوئی دنیا کا سردار تیار نہیں کر

سکتا انہوں نے اپنے اخلاق سے اپنے اطوار سے اپنی قربانیوں سے ثابت کر دیا ہے کہ محمدؐ کے سوا کسی کو یہ آقا نہیں مانتے اسی کے غلام ہیں اسی کے گھڑے ہوئے جو ہر ہیں جو خدا تعالیٰ کے فضل سے دن بدن اور زیادہ صیقل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ پس اس لحاظ سے جہاں میرے دل میں ان کے لئے دعاؤں کی تحریک پیدا ہوئی وہاں میں باقی دنیا کی جماعتوں سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ بھی ان پیارے مظلوم بھائیوں کو بہت دعاؤں میں یاد رکھیں یہ بڑے بہادر جوان ہیں خدا کی راہ کے شیر ہیں انتہائی خوفناک مظالم کا شکا رہونے کے باوجود ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی بلکہ ان کا عزم اور زیادہ بلند ہوا ہے اور زیادہ مستقل مزاجی کے ساتھ گہرے عزم کے ساتھ پختہ ارادوں کے ساتھ یہ خدا کی راہ میں قربانیاں کرتے ہوئے آگے سے آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ اس لئے آپ جو نسبتاً آسان زندگی گزار رہے ہیں یعنی باہر بسنے والے احمدی ان پر فرض ہے کہ ان کو خاص طور پر اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور محبت بھری دعاؤں میں یاد رکھیں دل کی گہرائیوں سے اٹھنے والی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

جہاں تک باقی دنیا کی جماعت کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں بھی یہی منظر دکھائی دے رہا ہے اور کوئی بھی ایسی دنیا کی جماعت نہیں ہے جہاں کسی بھی چندے کے لحاظ سے کسی قسم کی کمزوری آئی ہو بلکہ بعض جگہ چند سالوں کے اندر مجموعی چندہ کئی گنا آگے بڑھ چکا ہے۔ جب سے میں انگلستان آیا ہوں یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے انگلستان کی جماعت کو انصار کے بعض رنگ دکھانے کی توفیق بخشی ہے اور اگر آپ چھپ کے بھی خدمات کر رہے ہوں رات کے اندھیروں میں بھی کر رہے ہوں تو جس خدا نے اس گھر میں ہونے والے واقعہ پر نظر فرمائی تھی اس کی نظر سے آپ کی نیکیاں بھی اوجھل نہیں ہیں اور وہ ان انصار کی نیکیوں کو بھی بڑی محبت اور پیار کی نظر سے نوازتا چلا جا رہا ہے اور اس کے کئی نیک اثرات اپنے گردوپیش میں اپنے ماحول میں اپنے گھروں میں اپنے بچوں کی نیکیوں میں ان کے دل میں زیادہ سے زیادہ دین کی محبت پیدا ہونے کے نتیجہ میں آپ کو نظر آ رہے ہونگے۔ جہاں تک مالی قربانی کا پیمانہ ہے اس پیمانہ کے ذریعہ اگر جانچا جائے تو جماعت انگلستان اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں کسی دوسری جماعت سے پیچھے نہیں ہے بلکہ بہت سی چیزوں میں خدا کے فضل سے ساری دنیا کے لئے نمونہ بن رہی ہے۔ وقت کی مسلسل قربانی کے لحاظ سے بھی اور اموال کی قربانی میں بھی آگے قدم بڑھانے کے لحاظ سے ماشاء اللہ انگلستان کو غیر معمولی توفیق مل رہی ہے مجھے یقین ہے کہ اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ صرف روحانی نہیں بلکہ دنیاوی فضل بھی آپ پر بہت فرمائے گا۔ تحریک جدید کا جو گذشتہ سال کا وعدہ تھا خدا کے فضل سے جماعت انگلستان کو اس سے آگے قدم بڑھانے کی توفیق ملی۔

پچھلے سال مَیں نے وقف جدید کو بھی عالمگیر تحریک کر دیا تھا اور خدا تعالیٰ نے جماعت کو اس کا بہت ہی فائدہ پہنچایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل پر تسلط تھا جس کے نتیجہ میں اس تحریک کو عالمگیر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ ضرورت سے بڑھ کر دل میں بڑے زور سے ایک خواہش اٹھی کہ اب وقت آ گیا ہے کہ اسے عالمگیر کیا جائے کیونکہ اس کے بعد جب ہندوستان کے حالات پر میری نظر پڑی تو شدھی کی وجہ سے جماعت کو وہاں بہت روپے کی ضرورت تھی اور ہندوستان کی جماعتوں میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر وہاں شدھی کی طرف توجہ کر سکیں۔ اور اس کے علاوہ بھی ہندوستان میں جو تبلیغ کے میدان کھل رہے ہیں وہ غیر معمولی ہیں۔ نئی نئی قوموں میں نئے نئے علاقوں میں خدا کے فضل سے ترقیات کے بڑے بڑے دروازے کھل رہے ہیں۔ جو سوئی ہوئی جماعتیں تھی وہ جاگ اٹھی ہیں ان کے اندر نئے ارادے پیدا ہو رہے ہیں۔ اس پہلو سے ہندوستان ذہن میں تھا لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ اتنی شدت سے شدھی کے سلسلہ میں روپے کی ضرورت پڑے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا بھر کی جماعتوں کو نمایاں طور پر وقف جدید میں حصہ لینے کا موقعہ ملا اور انگلستان کی جماعت نے بھی ماشاء اللہ دس ہزار پاؤنڈ کا وعدہ کیا۔ جس میں سے اس وقت تک چھ ہزار سات سو تک وصول ہو چکا ہے۔ باقی امید ہے انشاء اللہ آئندہ مہینے کے اندر اندر یعنی اسی ماہ کے اندر وصول ہو جائے گا اور آئندہ سال کے لئے امیر صاحب انگلستان نے اس وعدہ کو بڑھا کر گیارہ ہزار پاؤنڈ کر دیا ہے یعنی یہ انگلستان کا پہلے سال کا وعدہ ہی اتنا ہے جو وقف جدید کے آغاز کے وقت دو تین سال تک نہیں ہو سکا تھا یعنی پاکستانی کرنسی میں اگر اس کو تبدیل کریں تو دو لاکھ پچاس ہزار کے قریب وعدہ بنتا ہے اور وقف جدید کیساتھ مَیں پہلے سال بلکہ پہلے دن سے ہی منسلک رہا ہوں اس لئے مجھے پتہ ہے کہ شروع کے دو تین سال تک ہم دو لاکھ سے اوپر نہیں تھے نیچے تھے تو اللہ تعالیٰ جہاں ضرورتیں بڑھا رہا ہے وہاں خدا کے فضل سے جماعت کی طاقتیں بھی بڑھاتا چلا جا رہا ہے اس کا دل کھولتا چلا جا رہا ہے۔ کسی مقام پر بھی ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خطرہ محسوس نہیں ہوا کہ کام آ پڑا ہے اور روپیہ نہیں ہے۔ ایسی والہانہ محبت کیساتھ خدا کی راہ میں جماعت خرچ کرتی ہے کہ بلاشبہ فی زمانہ جس کی کہیں اور کوئی مثال نہیں ملتی اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ دنیا میں کوئی ایسی جماعت نہیں ہے جو خدا کی راہ میں مالی قربانی کرنے میں جماعت احمدیہ کی پاتال کو بھی پہنچ سکے اور اس کیلئے حضرت مصلح موعودؓ نے بڑے لمبے عرصہ تک محنت کی ہے اس محنت کو بھی بھلانا نہیں چاہیے۔ آج ہمارے دل کھلے ہیں آج ہمارے ہاتھ بندشوں سے آزاد ہوئے ہیں اور کھل کر بڑی قوت کے ساتھ خدا کی راہ میں جوش کیساتھ اپنی جیبیں خالی کرتے ہیں۔ تو یہ چیز اچانک پیدا نہیں ہوئی ایک لمبے عرصہ (باون سال) تک حضرت مصلح موعودؓ

نے اس معاملہ میں جماعت پر محنت کی ہے بے انتہا ایسے خطبات دیئے ایسی تقاریر کیں ایسے قرآن کریم کے نکتے بیان کئے، قربانیوں کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ رفتہ رفتہ جماعت کو ایک بہت ہی بلند مقام پر پہنچا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مقام پر جماعت کو ایک لمبے عرصہ تک قائم رکھے اور اس روپے کی حفاظت کرنے والے متقی فرمانبردار کارکن عطاء کرتا رہے۔ مجھے تو یہی فکر لگی رہتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہی فکر تھی آپ کو اللہ تعالیٰ نے جب کشفی نظاروں میں بتایا کہ بے انتہا اموال ہیں جو اللہ تعالیٰ جماعت کے قدموں میں ڈالے گا تو آپ کو یہ فکر لگی ہوئی تھی کاش ان اموال کو سنبھالنے والے متقی نیک دل لوگ مالوں سے مستغنی خدا کی راہ میں خود بڑھ کر قربانی کرنے والے اور امین مجھے ملیں جو ان اموال کی حفاظت کریں۔ اب خدا کے فضل سے اب ان وعدوں کے پورا ہونے کا دَور آ رہا ہے۔ صرف امانت کیلئے دعا کرنے کا وقت نہیں بلکہ تقویٰ کے لئے بھی دعا کرنے کا وقت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تقویٰ سے یہ روپیہ پھوٹتا ہے لیکن جب پھوٹتا ہے تو بعض لوگوں کے تقویٰ کو ڈگمگا بھی دیتا ہے ان کیلئے ابتلا بھی بن جاتا ہے مگر خدا نہ کرے کہ جماعت کسی ایسے دَور میں داخل ہو۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوگا لیکن دعا ضرور کرنی چاہیے۔ آج ہی سے دعا شروع کرنی چاہیے۔ آج کیلئے بھی کل کے لئے بھی پرسوں کے لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں دل اتنے کھول دیئے ہیں ظرف بڑھا دیئے ہیں، اموال میں برکتیں دے رہا ہے ضرورتیں پوری فرما رہا ہے تو وہاں پھر اپنے فضل اور رحم کے ساتھ خدا کا تقویٰ رکھنے والے امین خدا کی راہ میں پیسہ پیسہ مناسب جگہوں پر خرچ کرنے والے متقی خادم دین بھی عطا فرماتا رہے۔

وقف جدید کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کثرت سے ایسے خادم دین میسر ہیں جو نہایت قربانی کیساتھ بے نفسی کے ساتھ بڑے مشکل حالات میں جماعت کی خدمت کر رہے ہیں اور سارے پاکستان میں بڑی غریبانہ زندگی بسر کرتے ہوئے بغیر شکوہ زبان پر لائے ہوئے دیہاتی جماعتوں کی حالت سدھارنے میں مصروف ہیں۔ اسی طرح ہندوؤں کے علاقہ میں انہوں نے بہت اچھا کام کیا ہے۔ اس سال کی جو رپورٹ ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب اس علاقہ میں قحط کے باعث فاقہ کشی تھی تو اس وقت جماعت کی طرف سے ان ہندوؤں اور نومسلموں کی خاص طور پر بہت خدمت کی گئی ہے۔ مگر غربت اور قحط کے بعض ایسے دور وہاں آئے کہ جن میں پھر جماعت نے ہندو اور مسلمان میں فرق نہیں کیا۔ خدا کے بندوں کو ایسے موقع میں ایک ہی نظر سے دیکھنا پڑتا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید کو یہ توفیق ملی کہ ان کی بھوک کی شدت کو کم کیا۔ ان کو زندہ رکھنے کیلئے کم سے کم زندگی کا گزارہ مہیا کیا۔ اگرچہ پوری طرح پیٹ

بھرنے کی جماعت میں استطاعت ہی نہیں تھی لیکن ان کی مدد کی ان کو وقت کے اوپر وقف جدید کے کارکنان نے سندھ کی ایسی جماعتوں میں پہنچا دیا جہاں خدا کے فضل سے ان کیلئے دیکھنے والے ان کا خورد ونوش کا انتظام کرنے والے بھی اور ذریعہ روزگار مہیا کرنے والے لوگ بھی موجود تھے جماعتوں نے وقت کے اوپر ان کو سنبھالا یہ بھی بڑی خدمت ہے۔

اس دفعہ کی رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ جماعت احمدیہ کی نقالی میں جماعت مودودی بھی اس میدان میں کودی ہے اور ظاہر بات ہے کہ ان کو کہیں سے روپیہ ملا ہوگا تو انہوں نے اس میدان میں قدم رکھا ہے ورنہ بغیر روپیہ ٹپکے ہوئے وہ تو اس میدان میں نہیں ٹپکا کرتے اور جہاں تک مَیں نے جائزہ لیا ہے یہ روپیہ عموماً امریکہ کا ہوتا ہے۔ایک دفعہ پہلے پاکستان میں پی ایل او نمبر 80 سکیم چلی تھی کہ امریکہ پاکستان کو گندم کی امداد دے گا اور اس کی آمد امریکہ باہر نہیں لے جائے گا بلکہ پاکستان میں خرچ کرے گا۔ان دنوں انہوں نے عیسائی مشنز کے ذریعہ ان علاقوں میں جن کا مَیں ذکر کر رہا ہوں بہت روپیہ تقسیم کرایا تھا، بہت خوراک بھیجی تھی اور اس ذریعہ سے ان کو عیسائی بنانے کی کوشش کی تھی ۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید کو خدا نے یہ توفیق بخشی کہ اس نے ان کی اس ساری تحریک کو بالکل ناکام بنا کے رکھ دیا۔ایک آنہ بھی خیرات کا ان کو نہیں دیا۔بغیر پیسے کے پیسوں والوں سے مقابلہ کیا اور ان کے ایمان کو بچایا اور عیسائی ہونے کی بجائے خدا تعالیٰ نے انکو مسلمان بننے کی توفیق بخشی اور وقف جدید کو اس خدمت کا موقع عطا فرمایا۔اب وہاں غالباً وہی روپیہ (مَیں یقین سے تو نہیں کہہ سکتا لیکن جو حالات نظر آرہے ہیں امریکہ جس طرح ہمیشہ سے ان جگہوں پر روپیہ خرچ کرتا ہے وہ مودودی جماعت کے ذریعہ) تقسیم ہوا ہوگا امریکہ نے نہیں دیا تو زکوٰۃ میں سے انکو کچھ ملا ہوگا۔ بہرحال جو بھی ہے انفرادی مالی قربانی کا اس میں دخل نہیں۔کہیں سے روپیہ آتا ہے خرچ کرنے کیلئے تو ایسے لوگ ایسے کاموں کیلئے آمادہ ہوتے ہیں جنہیں اس میں سے حصہ بھی ملتا ہے جس میں سے ان کو کوئی قسم کی سہولتیں مہیا ہوتی ہیں ۔ بہرحال وقف جدید کی رپورٹ تھی کہ وہ بھی میدان میں کودے ہیں اور انہوں نے اس دفعہ خاص قحط کے زمانہ میں خرچ کیا ہے۔ جہاں تک اس بات کی فی ذاتہٖ نیکی کا تعلق ہے اس سے جماعت احمدیہ کو ان سے کوئی حسد نہیں۔اگر جماعت احمدیہ کی شدید ترین دشمن جماعتیں بھی بنی نوع انسان کی ہمدردی میں کوئی نیک کام کریں تو بڑی اچھی بات ہے نیک کام انکو بھی کرنا چاہیے۔خدا کے بندوں کے دُکھ دور ہونے چاہیں ۔یہی ہمارا مقصد حیات ہے۔لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس ذریعہ سے وہ صداقت کو نقصان پہنچائیں،حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کو نقصان پہنچائیں اور یہ کوشش کریں کہ لوگوں کے دل احمدیت سے ہٹ جائیں اور وہ پھر یا واپس ہندو ہونا شروع ہو

جائیں یا کم سے کم احمدیت سے ارتداد اختیار کر کے کوئی اور فرقہ اختیار کر لیں، اگر یہ ان کی نیت ہے تو مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس میں وہ یقیناً ناکام رہیں گے۔ پہلے بھی ایسی کوششیں ہو چکی ہیں پہلے بھی وہ ناکام رہے ہیں۔ جن لوگوں کو ہم نے لالچ دے کے احمدی بنایا ہی نہیں وہ لالچ سے ان کے ہاتھ آنے والے بھی نہیں۔ اگر پیسہ دے کے بنایا ہوا ہوتا تو پیسہ ان کو کھینچ کر لے جاتا۔ لیکن ان کو تو ہم نے اس طرح بنایا ہے کہ اسلام کی محبت ان کے دل میں پیدا کی ہے، خدائے واحد ویگانہ پر ایمان اور یقین ان کے دلوں میں پیدا کیا ہے ان کے اوپر بھی اس رنگ میں یہ آیت اطلاق پاتی ہے کہ انتہائی غریب لوگ ہونے کے باوجود ہم نے ان کو دین کی راہ میں چندوں پر آمادہ کیا اور انہوں نے چندوں میں شامل ہونا شروع کر دیا۔

مَیں نے خود بھی اس علاقے کا دورہ کیا اور ان کو مَیں نے یہ پیغام دیا کہ دیکھو ہم تمہیں انسان بنانے کیلئے آئے ہیں۔ انسان سے جانور بنانے کیلئے نہیں آئے تمہارے اندر بعض خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ ہم ان کو تباہ کرنے کیلئے نہیں آئے، اس لئے اگر تم نے روٹی امریکہ سے مانگنی ہے تو بے شک مانگو مگر اخلاق حسنہ ہم تمہیں دیں گے۔ خدا کی راہ میں ایثار کے آداب اور طریق ہم تمہیں سکھائیں گے۔ اس لئے جماعت احمدیہ تو بجائے تمہیں دینے کے یہ کہنے آئی ہے کہ خدا کی راہ میں تم بھی چندے دینے شروع کرو تمہیں بھی اپنے اندر ایک عزت کا احساس پیدا ہوگا چنانچہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سے نومسلموں نے چندے دینے شروع کئے اگرچہ وہ چندے تھوڑے تھے مگر انہوں نے اپنی غربت کے حالات کے مطابق دینے ضرور شروع کئے۔ وقفِ جدید کو مَیں اس سال اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ ان کی ضرورتیں پورا کرنے کیلئے خواہ لاکھوں روپے بھی خرچ کرنا پڑیں خرچ کرنا چاہیے۔ اور جس طرح ہم پہلے کرتے تھے کہ قرض دیتے تھے تاکہ بھیک مانگنے کی عادت نہ پڑے عمومی طور پر قرض کا طریق ہی رکھیں اور ان کو سہولت دیں۔ جب خدا ان کو توفیق دے تو وہ اس قرض کو واپس کریں۔ لیکن جہاں احتیاج کے رنگ میں انفرادی ضرورت ہے وہ ان کے حق کے طور پر ان کو ملنا چاہیے جس طرح کہ دوسرے علاقوں میں جماعت کی طرف سے قرض کی بجائے صدقات اور زکوٰۃ میں سے دیا جاتا ہے۔

لیکن ساتھ ہی اس بنیادی نکتہ کو نہیں بھولنا چاہیے۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی عادت ان کو ضرور ڈالنی ہے اس کے بغیر ان کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔ اس کے بغیر اسلام کا پودا نمو پکڑتا ہی نہیں ہے جس طرح ایک آدمی ایک ٹانگ کے بغیر بھی انسان کہلا سکتا ہے مگر اس کے بغیر اس کا وجود مکمل نہیں بنتا مگر پورا وجود نہیں بنتا اسی طرح خدا کی راہ میں مالی قربانی کیے بغیر مومن کا وجود پورا بنتا ہی نہیں۔ اس لئے ان پر رحم کریں اور حتی المقدور کوشش کریں کہ جتنے نومسلم پہلے آئے تھے وہ بھی اور جتنے نئے شامل ہوں وہ بھی ضرور

خدا کی راہ میں کچھ نہ کچھ دیں۔ جب وقت آئے گا ان کی امداد بھی ہو گی لیکن امداد کے وقت بھی ان کو قربانی کا ایسا چسکا ڈال دینا چاہیے کہ اس امداد میں سے بھی وہ کچھ خدا کی راہ میں پیش کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

قادیان میں ایسے بڑے بڑے خوبصورت واقعات رونما ہوتے رہے ہیں کہ غریب مہاجر جو خالصۃً جماعت کے عطا کردہ چندے پر پل رہا تھا جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تحریکات کرتے تھے تو وہ اسی عطیہ سے بچا کر چندہ دیا کرتا تھا۔ ایک خاتون کے متعلق واقعہ پہلے بھی سنا چکا ہوں اس نے دو آنے پیش کئے شدھی کی تحریک کے وقت اس حالت میں کہ اس کی آنکھ سے آنسو جاری تھے اور کہہ رہی تھی یہ شلوار بھی جماعت کی ہے یہ قمیض بھی جماعت کی ہے یہ دوپٹہ بھی جماعت کا ہے یعنی جماعت نے مجھے دیا ہے اور یہ دو آنے جو پیش کر رہی ہوں یہ بھی جماعت نے مجھے دیئے تھے۔ اس نے اس رنگ میں قربانی کی کہ اس کا حسن حضرت مصلح موعودؓ کے دل پر اس طرح ثبت ہو گیا کہ بارہا اس کو بیان فرماتے رہے کہ اس وقت اتنا عظیم الشان واقعہ رونما ہوا تھا۔ بعض لوگ شاید اس بات پر غور نہیں کرتے کہ یہ واقعہ جو ہے یہ عملاً ہم سب کی زندگی میں روزانہ رونما ہوتا ہے۔ جب ہم خدا کو دیتے ہیں تو یہ سمجھ کے دینا چاہیے کہ جو کچھ ہم دے رہے ہیں وہ خدا کا ہی دیا ہوا ہے۔ اگر دیں گے کہ اے خدا یہ جو میں تیرے حضور پیش کر رہا ہوں یہ تیرا ہی دیا ہوا ہے تو نے ہی تو دیا تھا میرا سارا وجود تیرا ہی ہے میرا گھر میرے بچے میرے اہل و عیال میرے رشتہ دار غرضیکہ تمام چیزیں جن سے مَیں فائدہ اٹھاتا ہوں جن سے لطف اٹھاتا ہوں سب کچھ تو نے دیا ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ میں تیرے حضور کچھ پیش کر رہا ہوں مگر دل کی تمنا ہے کہ پیش کروں اس لئے تیرا ہی دیا ہو اپیش کر رہا ہوں اس کو قبول فرما تو اس طرح ہر ایک قربانی حسین ہو جائے گی۔ روزانہ ہم یہی کرتے ہیں لیکن خیال نہیں آتا اور اکثر لوگ یہ بھول کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم خدا کو کچھ دے رہے ہیں۔ حالانکہ خدا کو کون دے سکتا ہے۔

ہماری مثال بے بضاعتی کے لحاظ سے اس غریب پٹھان مہاجر عورت سے بھی کئی گنا آگے ہے۔ اس کو تو جو کچھ جماعت نے دیا تھا اس میں سے بچا کر وہ خدا کی راہ میں پیش کر رہی تھی۔ اس کے علاوہ وہ سوت کات کے کچھ خود بھی کما لیتی تھی...... ہمارا جو کچھ ہے خدا ہی کا دیا ہوا ہے، ایسے کسی مال کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جو خدا کے سوا کسی اور طرف سے ہمیں ملتا۔ ہم جو کماتے ہیں وہ بھی اللہ کے فضل سے ہی کماتے ہیں۔ اگر اس پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ وقف جدید کی قربانیوں میں یا دوسری قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں تو پھر آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کتنا پیار کا سلوک فرماتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے دل پر مہاجر عورت کی قربانی کا واقعہ ہمیشہ کیلئے ثبت ہو گیا تھا۔

اس سے ہی آپ اندازہ لگا سکتے ہیں مومن کی ہر ادا خدا کے قلب صافی پر کیسے حسین نقش پیدا کرتی ہے۔مَیں قلب صافی کا لفظ محاورے کے طور پر استعمال کر رہا ہوں ورنہ خدا کا تو کوئی قلب نہیں۔عرش ہے مگر اس کا بھی ظاہری وجود نہیں۔پس ان معنوں میں بندہ خدا کیلئے وہ لفظ استعمال کرنے پر مجبور ہے جو خدا کی ذات کے متعلق استعمال نہیں ہو سکتے۔مگر بات کو قابل فہم بنانے کیلئے اس کے سوا چارہ بھی نہیں۔جماعت احمدیہ عالمگیر اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ اس عورت کے جذبہ قربانی نے وقت کے امام کے دل پر گہرا اثر کیا تھا اپنے خدا کے حضور اس رنگ میں قربانیاں پیش کرتی رہے کہ خدا کے قلب صافی پر جماعت کی قربانیوں کے حسین نقش جمتے رہیں اور جس طرح اس اندھیرے میں ہونے والے مچاکوں کا مزہ خدا آسمان پر اٹھا رہا تھا اس طرح ہمارے سب کے دل میں گزرنے والے جذبات کا مزہ عرش پر خدا اٹھانے لگے اور وہ کہے کہ اے میرے بندو! میری تم پر تحسین اور پیار کی نظر ہے اور جو کچھ تم دے رہے ہو مَیں سب کچھ قبول کرتا ہوں۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا: نماز جنازہ غائب کے چند اعلانات ہیں۔سب سے پہلے تو جماعت کو یہ خبر افسوس سے سناتا ہوں کہ ہمارے ایک بہت ہی مخلص خادم دین سالکین صاحب جو جماعت احمدیہ سنگاپور کے امیر تھے کل صبح وفات پا گئے ہیں۔وہ دل کے مریض تھے اسکے باوجود جماعت کا کام کرتے رہے دوبارہ دل کا ہی دورہ ہوا یعنی بڑی دیر سے دل کی حالت زخمی تھی اور کسی وقت بھی ان کو خطرہ تھا لیکن وہ کبھی بھی کام سے نہیں رُکے۔ایک دفعہ ان کی بچی کا ربوہ میں بھی خط آیا تھا کہ ہم جانتے ہیں کہ ان کا حال کیا ہے؟ اور کئی دفعہ ہم سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر کام چھوڑ نہیں سکتے تو اپنے پر سے بوجھ ذرا ہلکا کرلیں انہوں نے لکھا کہ وہ کسی قیمت پر بھی کام میں تخفیف کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔وہ کہتے ہیں جماعت کا کام مَیں نہیں چھوڑ سکتا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ توفیق دی کہ جس مسجد کے بنانے کی بڑے دیر سے تمنا تھی وہ مکمل ہوئی اور بڑی خوبصورت مسجد تیار ہوئی۔پھر اس کو دیکھا پھر اس میں نمازیں ادا کیں۔اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کو اور برکتیں دیں۔تبلیغ کا سلسلہ شروع ہو گیا جو بڑی دیر سے رُکا ہوا تھا۔لیکن اگر دل کی بیماری نہ ہوتی تو اتنی عمر نہیں تھی کہ انسان سمجھے کہ رخصت ہونے کی عمر آ گئی تھی۔ہم یہی کہہ سکتے ہیں اور کہنا چاہئے کہ خدا کی تقدیر ہی تھی جو پوری ہوئی۔

بہر حال وہ ہمارے دل کو حزیں بنا کر جدا ہوئے ہیں۔ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔مکرم فقیر محمد صاحب موہی جو کنری سندھ کے رہنے والے تھے فوت ہو گئے ہیں یہ وہ دوست ہیں جن کا میں نے ذکر کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی لمبی عمر عطا فرمائی تھی۔جب میں پہلی دفعہ ان سے ملا ہوں اس وقت بیان

کیا جاتا تھا کہ ان کی ایک سو پندرہ سال کی عمر ہے اگر عمر اتنی نہ بھی تھی تو یہ تو پتہ لگتا تھا کہ سو سال سے اوپر ہے۔ بہر حال اس واقعہ کو بھی پندرہ بیس سال ہو چکے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کا دماغ بالکل صاف رکھا۔ جو رپورٹ آئی ہے اس میں بھی لکھا ہوا ہے کہ آخر وقت تک دماغ بالکل صاف تھا اور میرے بارہ میں پوچھتے تھے کہ وہ کب واپس آئے گا۔ ان کے دل میں بڑی تمنا تھی کہ مَیں انکی نماز جنازہ پڑھاؤں۔ دوسرے ان کی ایک خاص دلچسپ ادا یہ تھی کہ اپنا کفن بنوا کے اور بعض دفعہ آبِ زم زم میں ڈبو کر اور اسی طرح اپنا تابوت بنوا کے رکھا کرتے تھے۔ کفن اور تابوت کو پڑے ہوئے اتنی دیر ہو جاتی تھی کہ کئی دوسرے فوت ہو جاتے تھے اور یہ زندہ رہتے تھے تو بعض دفعہ اچانک ضرورت کے وقت انکے عزیز انکا بنایا ہوا تابوت اور کفن دوسروں کو دے دیا کرتے تھے۔ ان کے بچے بڑے خدمت گزار ہیں ایک دفعہ مجھ سے شکایت کی کہ ان کو ذرا سمجھائیں میرا کفن لوگوں کو دے دیتے ہیں مَیں نے کہا آپ کا کفن کس طرح دے سکتے ہیں کیا مطلب؟ تو پھر انہوں نے واقعہ بتایا کہ کہ کس طرح مَیں کفن اور تابوت بنواتا ہوں اور یہ لوگوں کو دے دیتے ہیں۔ یہ نہ ہو کہ میری موت آئے اور اس وقت کچھ بھی تیار نہ ہو۔ کئی کفن ان کے تیار ہوئے کئی تابوت بنے۔ بالآخر اللہ کی تقدیر آئی اور ان کو لے گئی۔ اللہ ان کو جنت میں اعلیٰ جگہ دے۔ ان کی نماز جنازہ بھی ابھی ہوگی۔

مکرم عزیز بوگیلو صاحب انکے متعلق ماریشس کی جماعت کے دوستوں نے درخواست کی ہے۔ مکرمہ کریم بی بی صاحبہ اہلیہ چوہدری چراغدین صاحب یہ ہمارے چوہدری عبدالغفور صاحب صدر حلقہ Lemingtonspa کی والدہ محترمہ تھیں۔ مکرمہ محمد بی بی صاحبہ موصیہ مکرم چوہدری وحید سلیم صاحب آف لاہور کی والدہ تھیں۔ (چوہدری وحید سلیم صاحب کو خدا تعالیٰ ماشاء اللہ جماعت کی اچھی خدمت کی توفیق عطا فرماتا ہے بہت اچھے وکیل ہیں) اور ہادی علی کے والد فرزند علی صاحب کی ہمشیرہ تھیں یعنی ہادی علی کی پھوپھی تھیں ان سب کی نماز جنازہ غائب نماز عصر کے بعد ہوگی۔





خطبہ جمعہ فرمودہ 25 دسمبر 1987ء بیت الفضل لندن

تشہد،تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

سال 1987ء اب قریب الاختتام ہے، چند دن باقی رہ گئے ہیں ۔ہم اُن دنوں میں داخل ہو رہے ہیں جن دنوں میں ہمارا جلسہ سالانہ مرکز میں ہوا کرتا تھا یعنی پہلے قادیان میں اور پھر ربوہ میں ۔ قادیان میں تو اب بھی اسی تاریخ پر جلسہ منعقد کیا جاتا ہے چنانچہ حال ہی میں وہاں سے جو اطلاع ملی ہے باوجود اس کے کہ پنجاب کے عمومی حالات بہت قابل فکر ہیں اور امن وامان کی صورت تسلی بخش نہیں اور باوجود اس کے کہ حکومت ہندوستان،ان حالات کے پیش نظر نہ کہ کسی مذہبی جماعت کو دبانے کی خاطر،ان علاقوں میں لوگوں کو جانے کی عموماً اجازت نہیں دیتی خدا تعالیٰ کے فضل سے جلسہ سالانہ قادیان نہایت ہی کامیاب رہا۔دُور دُور سے لوگ وہاں تشریف لائے اور چند دن نہایت ہی اعلیٰ پاکیزہ روحانی ماحول میں تربیت پاتے ہوئے اور تربیت کرتے ہوئے وقت گزارا اور غیر معمولی طور پر وہاں دعاؤں کی بھی توفیق ملی جہاں تک پاکستان میں ہونے والے جلسہ سالانہ کا تعلق ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں کچھ عرصہ سے حکومت پاکستان نے اس جلسہ کی اجازت روک رکھی ہے۔طبعی بات ہے کہ اس موقع پر جماعت احمدیہ پاکستان کے دل غیر معمولی طور پر درد سے بھر جاتے ہیں۔جوں جوں جلسہ کا وقت قریب آتا ہے ان کے خطوط میں یہ پہلو نمایاں ہوتا چلا جاتا ہے، بے چینی اور بے قراری بڑھتی چلی جاتی ہے۔چنانچہ امسال بھی دسمبر بلکہ اس سے پہلے سے ہی خطوط میں یہ پہلو بڑا نمایاں طور پر اُبھرنا شروع ہوا کہ جلسہ کے دن قریب آرہے ہیں جلسہ سالانہ یہاں منعقد نہ ہونے کی ہمیں بہت تکلیف ہے بعض دوستوں نے تو بہت ہی دردناک خطوط لکھے۔ عموماً ساری دنیا میں بھی یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ ہم ایک بہت ہی اہم بنیادی حق سے محروم کئے گئے ہیں۔

جہاں تک غم کے پیدا ہونے کا تعلق ہے یہ تو ایک طبعی بات ہے اس سے روکا نہیں جاسکتا۔حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ بھی طبعی حالات کے تابع غم کے اثر کے نیچے آتے تھے لیکن غم آپ پر قبضہ نہیں کیا کرتا تھا۔غم آپ کی ہمت میں کمی پیدا نہیں کیا کرتا تھا۔پس غم کا پیدا ہونا یا آنکھوں کا غمناک ہوجانا یا آنسوؤں کا بہنا اس وقت تک اچھی علامت ہے جب تک اس کے نتیجہ میں ہمت میں کمی نہ آئے اور حوصلوں کا سر نہ جھکے اس لئے جس چیز کو عورتوں کا رونا کہا جاتا ہے اس رونے میں اور باہمت مردوں کے رونے میں بڑا فرق ہے۔

عورتوں کا رونا ایک محاورہ ہے کیونکہ امر واقعہ یہ ہے کہ عورتوں میں بھی بعض بہت بڑی بڑی ہمت والی عورتیں ہوا کرتی ہیں جن کے رونے میں کمزوری اور شکست کی کوئی علامت نہیں ہوتی اور بعض ایسے ایسے مرد بھی ہوا کرتے ہیں جن کا رونا واقعۃً عورتوں کا رونا ہوتا ہے۔

چنانچہ سپین کا آخری بدنصیب مسلمان بادشاہ جب سپین سے جدا ہو رہا تھا اور سپین میں اس کی اور مسلمانوں کی شکست زیادہ تر اسی کی وجہ سے ہوئی تھی، وہ اس کا ذمہ دار تھا تو جب اس نے پہاڑی کی آخری چوٹی سے مڑ کر غرناطہ کی طرف دیکھا تو اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔اس وقت اس کی ماں نے اسے کہا کہ جس چیز کو تمہاری تلوار روک نہیں سکی اب آنسو بہا کر اپنی ذلت کا اظہار کیوں کر رہے ہو۔تمہارے آنسو تمہیں وہ چیز واپس نہیں دے سکیں گے۔وہ عورت تھی اور اس کا رونا اور نوعیت کا رونا تھا وہ مرد تھا مگر اس کا رونا اور نوعیت کا رونا تھا۔پس مومن کا غم اس کے ارادوں اور حوصلوں میں کمی پیدا کرنے کیلئے نہیں آیا کرتا بلکہ نئی مہمیز لگاتا ہے۔جس طرح گھوڑا جب تھکنے لگے تو سوار اسے مہمیز لگاتا ہے تو وہ اچانک پھر دوبارہ مستعدی کے ساتھ اپنا سفر پہلے کی سی شان اور تیز رفتاری کے ساتھ شروع کر دیتا ہے اسی طرح غم کے مواقع مومن کے لئے مہمیز لگانے کیلئے آیا کرتے ہیں۔اور اسی پہلو سے جماعت سے توقع ہے اور اب تک جماعت نے خدا کے فضل سے جس رنگ میں بُرے حالات کا مقابلہ کیا ہے میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جماعت اسی نوع کی جماعت ہے جس کا قرآن کریم نے رجالٌ کے لفظ سے اظہار فرمایا ہے رِجَالٌ لَاتُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (النور:38) یہ مرد ہیں جو کسی چیز کے نتیجہ میں بھی خدا کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے۔ان کو بھی دنیا کی مصروفیات ہیں لیکن مصروفیتیں ان پر غالب نہیں آتیں۔دوسری اور بھی کئی جگہوں پر قرآن کریم نے مومنوں کی شان رجال کے لفظ کے نیچے بیان فرمائی ہے۔

پس جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے رجال کی جماعت ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر آتا ہے۔پس وہ لوگ جو غم کا اظہار کرتے ہیں ان میں سے بعض اگر غم سے مغلوب ہیں یا طبیعت میں کمزوری پیدا ہوتی ہے تو میں ان کو متنبہ کرتا ہوں کہ ہرگز یہ مومن کی شان نہیں ہے۔مومن کی آنکھوں کا پانی تو فولاد کی آب کی طرح ہوا کرتا ہے۔وہ کیچڑ پر برس کر کیچڑ کو نرم کرنے کی طرح نہیں بلکہ وہ آب جسے فولاد کی آب کہا جاتا ہے اُسے اور زیادہ قوت بخشنے والا پانی ہوا کرتا ہے۔پہلے کی نسبت اس میں اور زیادہ طاقت اور مقابلے کی شدت پیدا کر دیتا ہے۔

جہاں تک وقت کے بدلنے کا تعلق ہے سالوں کے بدلنے کا تعلق ہے یہ ایک جاری وساری نظام ہے۔اگرچہ ہم نے مختلف جگہوں پر سنگ ہائے میل لگا دیئے ہیں یا خدا تعالیٰ نے ہماری خاطر یہ سنگ ہائے

میل لگائے ہیں تا کہ ہم اپنے اوقات کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے اپنے حالات کا تقابلی جائزہ لیتے رہیں یہ معلوم کرتے رہیں کہ ہم کل کہاں تھے آج کہاں ہیں اس مقصد سے دنیا کی سڑکوں پر بھی میل لگائے جاتے ہیں اسی مقصد سے قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے وقت کی راہ پر بھی میل لگا دیئے ہیں اور یہ علامتیں کھڑی کر دی ہیں جس کو ہم سال کا آنا اور جانا کہتے ہیں مہینوں کا گزرنا کہتے ہیں یا ہفتوں کا یا روز شب کا ادلنا بدلنا کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے اگر چہ یہ سال ختم ہو رہا ہے لیکن سفر تو بلا روک ٹوک جاری رہیگا اور جس مقصد کی خاطر یہ حد بندیاں لگائی گئی ہیں اس کے پیش نظر ہمیں جائزہ ضرور لینا چاہیے کہ کس حد تک ہمارا سال گزرا اور کس حد تک ہم اگلے سال میں داخل ہونے سے پہلے اس سال سے سبق حاصل کر سکے ہیں۔

جیسا کہ مَیں نے کہا ہے سال اچھے بھی آیا کرتے ہیں اور بُرے بھی آیا کرتے ہیں۔ آسانی والے بھی اور سختی والے بھی آتے ہیں۔ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ مصر میں سات سال بہت ہی آسانی کے آئے پھر سات سال بہت سختی کے آئے پھر خدا تعالیٰ نے اس سختی کو بدل دیا اور آسانی کا ایک ایسا سال پیدا فرمایا جس نے گزشتہ سارے غم بھلا دیئے۔ اُس وقت بُرے سالوں کے وقت مومن اور غیر مومن میں ایک فرق دکھایا گیا ہے۔ بُرے سال آنے سے پہلے ہی خدا کے ایک مومن اور مقدس بندے کو یہ بتا دیا گیا کہ بُرے سالوں کا مومنوں پر کوئی غلبہ عطا نہیں کیا جاتا بلکہ مومنوں کی برکت سے بُرے سال اچھے سالوں میں تبدیل کئے جاتے ہیں۔ اسلئے بجائے اس کے کہ تم رؤیا سے ڈرو اور یہ محسوس کرو کہ بہت سخت دن آنے والے ہیں تم اپنی کمر ہمت کسو کیونکہ تمہارے ذریعہ دنیا کے حالات تبدیل کئے جائیں گے اور ڈوبتوں کو بچایا جائے گا اور فاقہ کشوں کیلئے رزق کا سامان کیا جائیگا۔ چنانچہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام نہ ہوتے یا خدا آپ کو اس غرض سے استعمال نہ فرماتا تو سختی کے یہ سال مصر اور اس کے گردو پیش جہاں مصر کا قبضہ تھا ان کیلئے انتہائی ہلاکت کے سال بن جاتے۔ خدا کا یہی سلوک ہر حال میں ہر تبدیلی میں مومن کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ مومن پر دن بھی آتا ہے اور رات بھی آتی ہے لیکن راتیں اس کے پاؤں روک نہیں لیا کرتیں ہاں رفتار میں ضرور فرق پڑ جاتا ہے لیکن وہ رفتار رک کر ایک مقام پر کھڑی نہیں ہو جاتی یا واپس نہیں لوٹتی، تو یہ نمایاں فرق ہے جو قرآن کریم نے خوب کھول کر اچھی طرح مومن اور منافق اور کافر میں ظاہر فرما دیا۔

جہاں تک منافقین کا تعلق ہے منافق کا لفظ قرآنی محاورے کے مطابق ان معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے جن معنے میں ہم اردو میں منافق کہتے ہیں اور کافروں کیلئے بھی لفظ منافق استعمال ہوا ہے کیونکہ منافق درحقیقت کافر ہوتا ہے اور ظاہراً مسلمان بن رہا ہوتا ہے۔ تو منافقوں کے متعلق فرمایا اِذَآ اَظۡلَمَ عَلَیۡہِمۡ قَامُوۡا (البقرۃ:21) کہ مومن کا سفر دن کو بھی جاری رہتا ہے اور رات کو بھی جاری رہتا ہے

لیکن منافقوں کا یہ حال ہے کہ جب رات آتی ہے تو رک جاتے ہیں جب روشنی ہوتی ہے تو چل پڑتے ہیں یعنی وہ وقت کے غلام ہوا کرتے ہیں وقت کے آقا نہیں ہوا کرتے چنانچہ مومن کو خدا تعالیٰ ابوالوقت کے طور پر پیش کرتا ہے اور کافر کو ابن الوقت کے طور پر پیش کرتا ہے۔ مومن اپنے وقت کو اپنی غلامی میں تبدیل کرتا ہے اس سے فائدے اٹھاتا ہے اور کافر وقت کے دھارے پر خود بخود بہتا چلا جاتا ہے۔ اُس کے مقدر میں وقت کے دھارے کا رخ بدلنا نہیں ہوا کرتا اس لئے جب کافروں پر اچھے وقت آتے ہیں یا خدا کے دشمنوں پر آتے ہیں تو آپ ان کو بڑے زور سے شور مچاتے ہوئے، بڑی تیزی کے ساتھ آگے کی طرف بڑھتا ہوا دیکھتے ہیں گویا ایک سیلاب آ گیا ہے۔ جب راتیں آتی ہیں تو ان کی آوازیں منظر سے غائب ہو جاتی ہیں۔ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے یہاں کوئی سیلاب تھا ہی نہیں جیسے افریقہ کے ایک حصہ میں جب تپش کے سخت دن آتے ہیں گرمی کا موسم آتا ہے تو ہر طرف پانی سوکھ جاتا ہے اس وقت جب جان منظر سے غائب ہونے لگتی ہے یعنی یوں معلوم ہوتا ہے کہ زندگی ختم ہو جائے گی اس وقت بڑی دُور سے ایک سیلاب آتا ہے جو اچانک دیکھتے ہی دیکھتے صحرا کے منظر تبدیل کر دیتا ہے۔ صحرائے کالاہاری کے جنوب کی طرف غالباً یہ علاقہ ہے جہاں اس قسم کا واقعہ ہر سال ہوتا ہے اور دُور دُور سے جانور اپنی پیاس بجھانے کے لئے اور زندگی بچانے کی خاطر ایک طبعی، فطری اشارے کے طور پر اس طرف بھاگتے ہیں۔ سیلاب تو ہر جگہ آجاتے ہیں صحراؤں میں بھی سیلاب آجایا کرتے ہیں لیکن صحراؤں کے سیلاب ہمیشہ کے لئے صحرا کے منظر نہیں بدل سکتے۔ وہ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ زندگی اُن کے ساتھ آتی ہے اور اُن کے ساتھ ہی لوٹ جایا کرتی ہے لیکن مومنوں کی مثال خدا تعالیٰ نے اَور طرح سے دی ہے۔

فرمایا مومنوں کا تو یہ حال ہے کہ جیسے ایک ایسی زمین ہو جو نہایت ہی شادابی کی طاقت رکھنے والی نہایت طاقتور زمین ہو اور پانی کو اپنے اندر روکنا جانتی ہو اس کے اوپر اگر موسلا دھار بارش ہی برسے تو وہ زمین کو بہا کر نہیں لے جاتی بلکہ اس زمین کی روئیدگی میں نئی شان پیدا کر دیتی ہے نئی قوت پیدا کر دیتی ہے۔ اس کے مقابل پر کافر کی روئیدگی سطحی ہوا کرتی ہے۔ دیکھنے میں نظر آتی ہے لیکن وہ وقتی اور عارضی ہوتی ہے۔ جب تیزی کے ساتھ اس پر بارش برستی ہے تو بسا اوقات اس کی بناوٹ کی ظاہری روئیدگی اس کی سرسبزی اور شادابی بارش کے ساتھ بہہ جاتی ہے اور پھر جب خشک موسم آتا ہے تو پھر اس کے مقدر میں رہتا ہی کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ مومنوں کی مثال ایسی زمین سے ہے کہ جب اس پر بارش برستی ہے تو وہ بہت زیادہ اُگاتی ہے اور جب نہیں برستی تو خدا ان کو شبنم سے محروم نہیں کیا کرتا۔ پس شبنم ہی اُن کیلئے کافی ہو جایا کرتی ہے اور اس حالت میں بھی وہ زمین ویرانوں میں تبدیل نہیں ہو جایا کرتی بلکہ سرسبز و شاداب رہتی

ہے اس کی زندگی قائم رہتی ہے۔

پس جماعت احمدیہ کی سوسالہ (یا تقریباً سوسالہ) تاریخ ہمیں یہی بتا رہی ہے کہ جس طرح دور اول میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلاموں کے حالات کو جن کو رجال فرمایا گیا ان پر روشنیوں کے وقت بھی آئے اور اندھیروں کے وقت بھی آئے، ان پر نرمی کے وقت بھی آئے ان پر سختی کے وقت بھی آئے لیکن ہر حال میں وہ ہمیشہ آگے بڑھتے رہے کبھی کچھ تکلیف اور دُکھ کے ساتھ چھوٹے قدموں سے کبھی بڑی شان کے ساتھ تیز قدموں کے ساتھ دوڑتے ہوئے آگے بڑھے لیکن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے غلاموں کی زندگی میں ایک دن بھی ایسا نہیں آیا کہ جب آپ کے قدم رک گئے ہوں یا روک دیئے گئے ہوں اور آپ کو پیچھے ہٹنا پڑا ہو، ایک رات بھی ایسی نہیں آئی جس نے آپ کی زندگیوں کو نور سے محروم کر دیا۔ بارش کی مثال میں شبنم فرمایا گیا ہے رات کی مثال میں ستاروں کو قرآن کریم پیش فرماتا ہے کہ اگر سورج کی روشنی سے محروم ہو جائیں یا چاند کی روشنی سے بھی محروم ہو جائیں تو ستارے ان کی راہنمائی فرماتے رہیں چنانچہ آنحضرت ﷺ نے بھی قرآن کریم میں ستاروں کی روشنی کے ذکر کو روحانی معنوں میں پیش فرمایا ہے چنانچہ فرمایا اَصۡحَابِیۡ کَا لنُّجُوۡمِ بِاَیِّھِمِ اقۡتَدَیۡتُمۡ اِھۡتَدَیۡتُمۡ۔ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں اگر مَیں بھی نہ ہوں اور مجھ سے نور پانے والے چاند بھی باقی نہ رہیں۔ کسی ایک جگہ میرا کوئی صحابی موجود ہو تو وہ تمہارے لئے ستاروں کی طرح روشنی پیدا کرنے والا ہوگا۔

چنانچہ مومنوں کی عجیب حالت ہے عجیب شان ہے کہ خشک سالی میں خدا ان کیلئے شبنم برسا دیتا ہے وہ اسی پہ زندہ رہتے ہیں اسی پہ آگے بڑھنے کی طاقت پا جاتے ہیں۔ اندھیروں کے وقت ان کو ستاروں کی روشنی میسر آ جاتی ہے کسی حالت میں بھی کلیۃً یہ فوائد سے اور ترقیات سے محروم نہیں کئے جاتے۔ چنانچہ جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے آپ جماعت کی تاریخ کے نشیب و فراز کا مطالعہ کریں کئی دفعہ بڑے بڑے خطرناک وقت آئے ہیں جبکہ دشمن سمجھتا تھا کہ یہ جماعت کو ہلاک کر دے گا صفحہ ہستی سے اس کی صف لپیٹ دے گا اس وقت بھی جماعت ترقی کرتی گئی مقابلۃً چند سختی کے دنوں میں کچھ رفتار میں کمی ضرور دکھائی دی لیکن خدا تعالیٰ نے اس کمی کو ہمیشہ دو طریق سے پورا کیا کیونکہ وہ کمی ایک طبعی فطری کمزوری کے نتیجہ میں نہیں تھی بلکہ ایسے حالات کی بناء پر تھی جن پر براہ راست وہ عبور حاصل نہیں کر سکتے تھے اسلئے اس عرصہ میں ان کی بڑھنے کی قوت جمع ہوتی رہی چنانچہ جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
رکتی ہے میری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

خدا کے بندوں کی طبیعتیں جب روک دی جاتی ہیں تو نالے پیدا ہونے بند نہیں ہوا کرتے۔ خدا تعالیٰ نے مومنوں کو طبعی قوتیں عطاء فرمائی ہیں وہ تو مر نہیں جایا کرتیں اس لئے کچھ نہ کچھ زور لگا کر وہ اندرونی سیلاب کہیں سے رستہ نکالتا ہی رہتا ہے یعنی پھر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ ساری روکیں توڑ دی جاتی ہیں اور وہ پہلی کمی کو بڑی شان کے ساتھ پورا کرتے ہوئے بڑی قوت کے ساتھ پھر آگے بڑھتے ہیں۔ دوسرا ان کے ساتھ خدا تعالیٰ یہ سلوک فرماتا ہے کہ ساری دنیا میں ہر جگہ ان کیلئے ایک جیسا وقت نہیں رہتا اسی کے ساتھ ہجرت کے مضمون کا تعلق ہے۔ بعض جگہ ان کیلئے نسبتاً کمزوری کا وقت آتا ہے تو بعض دوسری جگہوں پر غیر معمولی طور پر ان کیلئے آگے بڑھنے اور نشو ونما کے وقت آجاتے ہیں اور ایک جگہ کی جو کمی ہے وہ سینکڑوں دوسری جگہوں سے پوری کر دی جاتی ہے اور مجموعی طور پر خزاں میں بھی وہ بہار کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ شعر مجھے بہت ہی پیارا ہے اور بارہا میں اسے آپ کے سامنے پڑھ چکا ہوں اسکا ایک مفہوم یہ ہے جس کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں

بعض مقامات پر وقتی طور پر آپ یہ شعر صادق ہوتا نہیں دیکھیں گے لیکن اس مضمون کو کلیۃً عالمی سطح پر آپ سمجھیں تو پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ مومن کے اوپر خزاں آہی نہیں سکتی۔ جب خزاں آتی بھی ہے تو ہزار دوسری جگہوں پر خدا تعالیٰ بہار کے مناظر پیدا کر کے اس خزاں کے اثر کو زائل فرما دیا کرتا ہے اس کی تلافی فرما دیتا ہے اور جہاں خزاں آتی ہے وہاں بھی نئی نئی کونپلیں پھوٹا کرتی ہیں۔

چنانچہ پاکستان میں ان دنوں جس قسم کے حالات ہیں یا جماعت کی ترقی کو روکنے کیلئے جس قسم کی ظالمانہ کارروائیاں ہو رہی ہیں ان میں جلسہ کا روکنا بھی ایک کارروائی ہے۔ ہمارے لٹریچر کو کلیۃً بند کر دینا بھی ایک کارروائی ہے۔ ہمارے تمام اخبارات اور رسائل کا گلا گھونٹ دینا بھی ایک کارروائی ہے۔ ہمیں تمام بنیادی حقوق سے محروم کر دینا یہاں تک کہ کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے سے روک دینا یعنی بنیادی انسانی حق سے بھی محروم کر دینے کی کوشش کرنا بھی ایک کاروائی ہے۔ ان حالات میں جبکہ اس کے علاوہ بھی دنیاوی ظالمانہ کارروائیاں کی جارہی ہیں قتل و غارت کرنا، بنیادی حقوق یعنی نوکریوں کے حقوق سے محروم کرنا، طلبا کو انکے حقوق سے محروم کر دینا، عام روزمرہ زندگی کو اجیرن بنا دینا یہ بھی ساتھ ساتھ جاری ہے۔ کون سوچ سکتا ہے ایسی جماعت ایسے خطرناک حالات میں ترقی کر سکتی ہے۔ اگر یہ جماعت جھوٹ اور فریب ہو تو ناممکن ہے کہ ایسے خطرناک حالات میں کوئی جماعت بھی پنپ سکے کجا یہ کہ ترقی کرتی رہے۔ کوئی جماعت سانس لے سکے اور زندہ رہے یہ تعجب کی بات ہے اور اس جماعت کو مارنے کی خاطر تباہ

کرنے کیلئے کلیۃً صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے لئے یہ کارروائیاں کی گئیں اور اب بھی کی جارہی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جماعت اپنے اخلاص میں پہلے سے زیادہ ترقی کر چکی ہے، اپنی عبادتوں میں پہلے سے زیادہ ترقی کر چکی ہے، اپنے حوصلوں میں پہلے سے زیادہ ترقی کر چکی ہے، ہر قربانی کے میدان میں جس قربانی کے میدان کی طرف اس کو بلایا جاتا ہے وہ پہلے سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ پہلے سے زیادہ سعادت قلبی کے ساتھ لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھتی ہے، ایسی زندہ جماعت کو جسے قرآن کریم رِجَـالٌ کی جماعت فرماتا ہے کون ہے جو انہیں مار سکے، ناممکن ہے۔ پھر باقی تمام دنیا کی جماعتوں پر جو رونق آئی ہے جو غیر معمولی طور پر ترقیات ہورہی ہیں وہ اِسی خزاں کی برکت ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے الٰہی وعدوں کے متعلق فرمایا تھا۔

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں

ساری دنیا میں اس خزاں کے صدقے آپ بہار کے مناظر دیکھ رہے ہیں۔ یہ زندہ جماعتوں کی علامت ہے پس جن کو خدا سے زندگی ملتی ہے، جن کو آسمانی پانی کے ذریعہ زندہ کیا جاتا ہے ان کو دنیا کی خشکیاں مار نہیں سکتیں۔ یہ ایسا اٹل قانون ہے جسے آپ کبھی تبدیل ہوتا نہیں دیکھیں گے۔

چنانچہ سال کے آخری خطبہ جمعہ میں یا بعض دفعہ نئے سال کے پہلے خطبہ جمعہ میں وقف جدید کے نئے سال کا اعلان ہوتا رہا ہے۔ پس اس تمہید کے بعد اب مَیں وقف جدید کے سال نو کا اعلان کرتا ہوں۔ اور جیسا کہ وقف جدید کے کوائف خود ہی آپ کو بتائیں گے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جن حالات میں سے یہ تحریک گزر رہی ہے اور اس وقت جس مقام پر پہنچی ہے اس سب حالات کا جائزہ لینے سے قطعی طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بھی ایک زندہ جماعت کی زندہ سرسبز شاخ ہے اور اس کی طرف بدنیتی کا تبر نہیں چلایا جاسکتا۔ یہ بھی ہر حال میں نشوونما پائے گی اور پاتی رہی ہے اور آگے بڑھتی رہے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

چنانچہ گزشتہ چند سالوں میں وقف جدید پاکستان کا بجٹ اور وصولی کم ہونے کی بجائے مسلسل بڑھتے رہے ہیں۔ جب میں نے وقف جدید کو چھوڑا تھا اس وقت مجھے صحیح یاد نہیں غالباً تیرہ یا چودہ لاکھ کے قریب اسکا بجٹ تھا۔ اب اس تھوڑے سے عرصہ میں جو ابتلاؤں کا دور ہے خدا کے فضل سے بجٹ تقریباً دُگنا ہو چکا ہے اور 87ء کا بجٹ 27,45000 روپے تھا۔ اس وقت تک کی جو وصولی ہے اس میں بھی خدا کے فضل سے نمایاں اضافہ ہے گزشتہ سال اس وقت تک -/17,44000 روپے وصولی تھی اور امسال اس وقت تک -/20,87000 روپے وصولی ہے۔ چونکہ پرانی روایات بھی اسی طرح قائم ہو چکی ہیں کہ سال کے آخر پر وصولی اکٹھی ملتی ہے یعنی اس کی یہ نسبت نہیں ہوا کرتی کہ ہر مہینہ جتنی وصولی ہورہی ہے سال کے

آخری مہینہ میں بھی اسی طرح ہوگی بلکہ بسا اوقات سال کے آخری ہفتہ میں اتنی وصولی ہوتی ہے کہ گزشتہ کئی مہینوں کی وصولی سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ پھر وصولی کی اطلاعیں بعد میں بھی آتی رہتی ہیں اور کچھ بعد میں وصولیاں ہوتی ہیں۔ وہ ملا کر مارچ تک تقریباً یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اور بالعموم مَیں نے دیکھا ہے کہ کم از کم ایک چوتھائی ان آخری دنوں میں وصول ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یہ بجٹ 27 لاکھ کا نہ صرف پورا ہوگا بلکہ بفضلہٖ تعالیٰ یہ وعدوں سے بھی آگے بڑھ جائیگا۔ واقعۃً ہونا بھی یہی چاہیے کیونکہ ہمارے وعدوں کا نظام ایسا ہے کہ بہت سارے ایسے چندہ ادا کرنے والے ہیں جو وعدوں میں شامل نہیں ہو سکتے لیکن بعد میں وہ چندہ ادا کر دیتے ہیں اور وعدوں میں شامل نہ ہونا بسا اوقات ایک یقین کے نتیجہ میں بھی ہوتا ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں ہم نے تو دینا ہی دینا ہے کیا فرق پڑتا ہے وعدہ لکھوائیں یا نہ لکھوائیں۔ بیشک وہ وعدوں میں پیچھے رہ جاتے ہیں، بعض دفعہ وہ لکھواتے نہیں لیکن ان کے ذہن میں ایک معین رقم ہوتی ہے کہ ہم نے اتنی رقم ضرور خدا کے حضور پیش کرنی ہے اور سال کے ختم ہونے سے پہلے پہلے وہ رقم ضرور پیش کرتے ہیں اس لئے وعدوں سے عموماً وصولیاں بڑھ جایا کرتی ہیں یہی وجہ ہے کہ جماعت کی وصولی ہمیشہ، الا ماشاء اللہ، ہر سال وعدوں سے آگے بڑھتی رہی ہے اور بجٹ سے آگے بڑھتی رہی ہے۔ اس پہلو سے بڑے امید افزا حالات ہیں۔

جہاں تک وقف جدید کی کوششوں اور خدمت کا تعلق ہے اس پہلو سے بھی یہ تحریک اپنے فرائض منصبی اچھی طرح ادا کر رہی ہے۔ بڑے سخت مخالف حالات میں بھی اللہ تعالیٰ اس انجمن کو توفیق عطا فرما رہا ہے اس کی تفاصیل بیان کرنے کی اس وقت ضرورت نہیں ہے۔ بسا اوقات یہ باتیں جلسہ سالانہ پر بیان ہوتی رہی ہیں لیکن اب کچھ عرصہ سے مَیں نے صدر انجمن اور وقف جدید نیز پاکستان کی بعض دیگر مجالس کی خدمات کا تفصیل سے ذکر کرنا چھوڑ دیا ہے کیونکہ اس سے بعض لوگوں کو بہت ہی زیادہ تکلیف ہوتی ہے اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ وہ جل بُھن جاتے ہیں اور پھر کوشش کرتے ہیں کہ ہر نیک کام کی راہ میں وہ روڑے اٹکائیں اور نیک راہ پر چلنے والوں پر روڑے برسائیں۔ خواہ مخواہ اس کے نتیجہ بھی بے وجہ بیچارے انسانوں کو تکلیف پہنچانا اور بعض معصوموں کی تکلیف کا موجب بننا یہ کوئی حکمت کی بات نہیں ہے اس لئے جہاں بعض بے بسی کے سے حالات ہیں وہاں میں عمداً خدا تعالیٰ کے ان فضلوں کا بہت تفصیل سے ذکر نہیں کرتا بلکہ عموماً خدا کے فضلوں کا ذکر کر دیتا ہوں، مجموعی فضل تو ہوتے رہیں گے وہ کسی کو تکلیف ہو یا نہ ہو وہ روک نہیں سکتا۔ خدا کا وعدہ ہے کہ ہم نے ہمیشہ ترقی کرنی ہے اور دشمن نے ہمیشہ اس میں ناکام رہنا ہے تو پھر بھی کوئی تبدیلی نہیں نہ میرے تفصیل بیان کرنے سے کوئی تبدیلی پیدا ہوگی لیکن آنحضرت ﷺ کی سنت ہے

کہ جب مقابلے کے خاص حالات ہوں تو احتیاطی کارروائیاں اور حکمت کے تقاضے پورے کرنے ضروری ہوا کرتے ہیں۔

جہاں تک بیرونی جماعتوں کا وعدہ جات بالغان کا تعلق ہے ان کا ذکر مَیں بعد میں کروں گا۔ پہلے ذرا نسبتاً ایک عمومی جائزہ لے لوں جہاں تک چندے کی آمد کا تعلق ہے پاکستان میں جن جماعتوں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید کے چندہ کے سلسلہ میں غیر معمولی طور پر ترقی کی ہے یعنی باوجود اقتصادی حالات کے خراب ہونے کے پہلے سے قدم آگے بڑھے ہیں ان میں ربوہ خدا تعالیٰ کے فضل سے نمایاں آگے بڑھنے والی جماعتوں میں سے ہے۔ گزشتہ سال ربوہ کی وصولی 2,80,000 روپے تھی اور امسال رپورٹ لکھنے کی تاریخ تک (جس میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ایک بڑا حصہ جمع ہونے والا ہے) 2,86,000 روپے وصولی ہو چکی تھی۔ یہ ایک نمایاں فرق ہے۔ پہلے سے آگے کی طرف قدم ہے جس میں ابھی اور وصولی جمع ہونے والی ہے۔ پھر کراچی کی جماعت ہے جو خدا کے فضل سے ہمیشہ آگے بڑھنے والی جماعتوں میں سے ہے اس نے گزشتہ سال کی وصولی میں 3,82,000 روپے کے مقابل پر جو سارے سال کی وصولی تھی۔ اب تک 4 لاکھ روپے وصول ہو چکے ہیں پھر کوئٹہ جن حالات میں سے گزر رہا ہے اس کے باوجود خدا تعالیٰ کے فضل سے کوئٹہ کے چندہ میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ ضلع مظفر گڑھ کے چندہ میں بھی نمایاں اضافہ ہے ضلع لیہ کے چندہ میں بھی نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ ضلع خانیوال، ضلع وہاڑی کے چندہ میں بھی نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ اسی طرح سکھر جہاں بہت ہی سختی کے حالات رہے ہیں اور ابھی تک جاری ہیں وہاں بھی خدا کے فضل سے نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ اسی طرح خیر پور، گوجرانوالہ، اوکاڑہ، جہلم اور اٹک کے چندہ میں بھی نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ خوشی کی خبر یہ ہے کہ پشاور کوہاٹ اور ڈیرہ اسماعیل خاں میں بھی نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ جب سے یہاں امارت بدلی ہے خدا کے فضل سے بڑی نمایاں اور پاکیزہ تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ باوجود اسکے کہ حالات تو وہی ہیں جو پہلے تھے لیکن جماعتیں بیدار ہو رہی ہیں اور احباب جماعت نے بڑی ہمت کے ساتھ نیکیوں کے کاموں میں آگے بڑھنے کی دوبارہ کوشش شروع کر دی ہے ورنہ ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ ان پر ایک غنودگی کی سی کیفیت طاری تھی۔

اس جائزہ میں مَیں آپ کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں اور اس سلسلہ میں مَیں نے بڑی تفصیل سے غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا جیسا کہ خدا کا وعدہ ہے جماعت نے بہر حال ترقی کرنی ہے اور کرتی بھی ہے۔ یہ جو عمومی وعدہ ہے یہ Potential کے طور پر جماعت کے مقدر میں ہے۔ ایک تو ساری جماعت کا عمومی جائزہ ہے ایک مقامی جماعتوں یا اضلاع کی جماعتوں کا جائزہ۔ ان دونوں جائزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے

مَیں آپ کو یہ بات سمجھانا چاہتا ہوں جس طرح پاکستان کی جماعت کو خدا تعالیٰ نے ترقی کا وعدہ دیا ہے اسی طرح دنیا کی جماعتوں سے بھی ایک عمومی وعدہ ہے اضلاع کی جماعتوں سے بھی وعدہ ہے۔شہروں اور قصبات اور دیہات کی جماعتوں سے بھی وعدہ ہے لیکن یہ وعدہ ایک Potential کی حیثیت رکھتا ہے یعنی خدا تعالیٰ کی تقدیر یہ مدد کے لئے تیار ہے وہ جماعت کو ضرور آگے بڑھائے گی اگر تم لوگ اس سے استفادہ کرو گے۔ بالعموم استفادہ کی طاقت، چونکہ جماعت میں نہ استفادہ کرنے کی طاقت کے مقابل پر غالب رہتی ہے اسلئے عمومی طور پر آپ جماعت کو ہمیشہ آگے بڑھتا دیکھتے ہیں۔تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جتنا بڑھ سکتی تھی اتنا بڑھی ہے بلکہ بعض جگہ جہاں خدا کی نعمتوں کی تکذیب کی جائے یعنی ان معنوں میں کہ ان نعمتوں سے فائدہ نہ اٹھایا جائے، نظام کمزوری دکھائے، مقامی عہدیدران ذمہ داریاں ادا نہ کریں تو بعض جگہ آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے بھی قدم چلے جاتے ہیں لیکن یہ پیچھے جانے والے قدم چند ہیں۔ قافلے کے قدم بحیثیت مجموعی آگے ہی بڑھتے ہیں اور جہاں قدم پیچھے جائیں وہاں لازم ہے کہ بعض انسانوں کا قصور ہے خدا کی تقدیر کا کوئی قصور نہیں اس سے وعدے کی عمومی شکل میں کوئی اثر نہیں پڑتا لیکن کچھ جگہ جماعتوں نے توجہ دی ہے کچھ جگہ نہیں دی چنانچہ سندھ کے بعض اضلاع ہیں مثلاً سکھر خیر پور وغیرہ جہاں سخت حالات کے پیش نظر ایک نوجوان امیر کو خاص طور پر مقرر کیا گیا تھا وہاں حالات اسی طرح بد ہیں اور خطرناک ہیں اور ہر قسم کی مشکلات بھی موجود ہیں کئی لوگوں کو وہ علاقہ بھی چھوڑنا پڑا لیکن وقف جدید کے چندے کا موازنہ بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کا قدم نمایاں آگے کی طرف ہے۔بعض دوسرے اضلاع ہیں جہاں خدا کے فضل سے امن کے حالات ہیں الا ماشاء اللہ۔ایک دو جگہ ابتلا کی حالتیں پیدا ہوئیں ہیں مگر خدا تعالیٰ کے دنیاوی فضل بھی نسبتاً بہت زیادہ ہیں وہاں قدم آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے چلا گیا ہے۔تھر پارکر اور سانگھڑ وغیرہ کے علاقے جو ہیں انکی امارتوں اور عہدیداروں کو مَیں متنبہ کرتا ہوں کہ یہ عجیب حالت ہے کہ جہاں بارش برس رہی ہے وہاں روئیدگی زیادہ نہیں ہو رہی اور جہاں شبنم پڑ رہی ہے وہاں روئیدگی بہت زیادہ ہو رہی ہے۔خدا تعالیٰ کی جماعت بنتے ہیں تو جب بارش پڑے تو بارش والے حالات دکھایا کریں کم سے کم شبنم پڑنے والوں سے تو پیچھے نہ رہا کریں۔اسی طرح بعض اضلاع ہیں جو پہلے پیچھے رہنے والوں میں سے تھے مثلاً مظفر گڑھ، وہاڑی، خانیوال اور لیہ ہیں یہ کمزور اضلاع میں سے تھے لیکن اللہ کے فضل سے ان میں ترقی ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے بعض اضلاع میں بہت نمایاں ترقی کے آثار ہیں مثلاً مظفر گڑھ، گوجرانوالہ، اوکاڑہ، جہلم، اٹک، پشاور، کوہاٹ، ڈیرہ اسماعیل خاں، نواب شاہ، اور خیر پور وغیرہ شامل ہیں۔ دوسری جگہیں ہیں جہاں کمی آ گئی ہے ان کی تفصیل میں یہاں لایا ہوا ہوں لیکن پڑھ کر نہیں سناتا تاکہ ان لوگوں کی

پردہ دری نہ ہوان پر خدا کی ستاری کا پردہ پڑا رہے لیکن بعض اضلاع ایسے ہیں جن سے ہرگز توقع نہیں تھی کہ وہ پہلی رفتار پر رہیں گے یا ان کا قدم پیچھے رہ جائے گا ان میں پنجاب کے بعض بڑے بڑے اضلاع ہیں جنہوں نے اس لحاظ سے بہت مایوس کیا ہے۔ یہ خدا کا خاص فضل ہے کہ ان کی کمزوری کے باوجود پھر بھی وقف جدید کا قدم نمایاں طور پر پچھلے سالوں کی طرح آگے ہی بڑھا ہے۔ اگر یہ اضلاع کمزوری نہ دکھاتے تو اس وقت تصویر بہت ہی بہتر شکل میں ابھرتی۔ ان سب جائزوں سے یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ بعض جگہ امراء اضلاع تقریریں تو بہت کرتے ہوں گے یا رپورٹیں بھی بھجواتے ہوں گے لیکن ٹھوس کام کی اہلیت نہیں رکھتے یعنی ایک ایک جماعت کی طرف توجہ کرنا۔ ایک ایک جماعت کا حوصلہ بڑھانا عمومی طور پر جائزے لیتے رہنا۔ ہر جہت سے جائزے لیتے رہنا۔ بعض امراء ہیں جن میں بڑی محنت کی عادت بھی ہے صرف تقریریں نہیں کرتے بلکہ کام بھی بڑا کرتے ہیں لیکن یہ کمزوری ہے کہ ایک دو جہتوں میں کام کرتے ہیں تو باقی جہتوں کو بُھلا دیتے ہیں ان کی طرف توجہ ہوئی تو پہلی جو صورتیں تھیں وہ نظر سے اوجھل ہو گئیں اس لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے توازن پر زور دیا گیا ہے۔

مومن کی شخصیت جو قرآن کریم میں بیان فرمائی گئی ہے وہ متوازن شخصیت ہے، امت محمدیہ کو بھی اُمَّةً وَسَطًا قرار دیا گیا ہے اور آنحضرت ﷺ کو بھی ایک انتہائی کامل طور پر متوازن وجود کے طور پر پیش فرمایا گیا ہے۔ قَيِّمٌ ہیں لَا عِوَجَ لَهٗ اسمیں کوئی کمی بیشی نہیں کوئی ٹیڑھا پن نہیں بلکہ پوری مکمل ہے۔ مومن کی شکل کے ساتھ توازن کا بڑا گہرا تعلق ہے بعض خوبیوں میں بہت آگے بڑھ جانا اچھی بات ہے لیکن یہ مطلب نہیں کہ بعض دوسری خوبیوں کا خون چوس کر بعض خوبیوں میں آگے بڑھیں۔ ہر انسان کے اپنے اپنے رجحان ہیں اسی طرح امراء اضلاع ہیں میں نے دیکھا ہے کہ ان کے اپنے اپنے رجحان ہیں۔ بعضوں کو تبلیغ کا بڑا شوق ہے۔ بعضوں کو تربیت کا ملکہ دیا گیا ہے بعضوں کو دوسری بعض خوبیاں عطا فرمائی گئی ہیں۔ ان میں وہ نمایاں امتیاز رکھتے ہیں لیکن نمایاں امتیاز کا یہ مطلب اسلامی تاریخ میں بہرحال نہیں کہ باقی چیزوں میں تم منفی ہو جاؤ اور پھر نمایاں امتیاز حاصل کرو۔ دنیا کی تاریخ میں بھی نہیں کیونکہ ایسے طالب علم کو فیل کہا جاتا ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایک مضمون میں مَیں فسٹ ڈویژن لی ہے اس لئے مجھ پر کسی قسم کی قدغن نہ لگائی جائے کہ مَیں پانچ مضامین میں فیل ہو گیا ہوں جو کم سے کم معیار سے نیچے اترتا ہے وہ ناکاموں میں داخل ہو جاتا ہے اس لئے کم سے کم اتنا توازن تو ضرور رکھنا چاہیے کہ کسی جگہ آپ ترقی معکوس نہ دکھائیں، واپسی کی طرف لوٹنے والے نہ ہوں۔

پس امید ہے ان چیزوں کی طرف باقاعدہ دانشوری کے ساتھ نظر رکھی جائے گی اور اس کا طریق

یہی ہے کہ مجلس عاملہ کے دستور مقرر ہونے چاہئیں۔ان میں وقتاً فوقتاً بعض جائزے پیش ہوتے رہنے چاہئیں۔جن لوگوں کو اس قسم کے کام کی عادت ہو جیسے سائنس دان اور حساب دان کرتے ہیں ان کی اپنی کمزوریوں پر پردے پڑ جاتے ہیں کیونکہ اجتماعی طاقت کے ساتھ ان کی شخصیت کو بھی طاقت ملتی ہے جن کے اندر اپنی خوبیاں نمایاں ہوں لیکن وہ حسابی رنگ میں سائنسی رنگ میں، کام کرنے کے عادی نہ ہوں ان کی کمزوریاں باقی جماعت کی کمزوریاں بن جاتی ہیں۔

آپ کو ایک دانشور باشعور جماعت کی طرح کام کرنا چاہیے اور ایسا نظام بنانا چاہیے جس میں خلا کے احتمالات باقی نہ رہیں۔ہر شعبہ زندگی جس میں ایک منصوبہ جماعت کے سامنے پیش کیا گیا ہے یا جماعت کے مستقل منصوبوں میں داخل ہو چکا ہے۔ہر تحریک جو کی جاتی ہے اس کے تقاضوں سے کس طرح نپٹنا ہے، اس کام کو کیسے سمیٹنا ہے، وقتاً فوقتاً کس طریق پر جائزہ لینا ہے کہ ہماری بھول چوک جماعت کی بھول چوک نہ بن جائے، ہماری غفلت جماعت کی غفلت نہ بن جائے۔یہ ہے ایک اچھے منتظم کا کام اور اس پہلو سے انجمنوں کو بھی اپنی ماتحت انجمنوں کی مدد کرنی چاہیے۔انجمنوں کا کام صرف یہ نہیں کہ جو ریزولیوشن سامنے آجائے یا کسی کی ترقی کی درخواست آجائے اسی پر غور کر کے معاملہ کو ختم کر دیں ان کو تو فعال سوچ کا حامل ہونا چاہیے۔ذہن اور عقل کا کام صرف یہ تو نہیں ہے کہ جو تاثرات اس کے بدن کے مختلف حصوں سے اس کو ملتے ہیں انہی کا وہ جواب دے بلکہ وہ فکر مند رہتا ہے اور مختلف حالات کا جائزہ لے کر ہر وقت سوچوں میں مبتلا رہتا ہے کہ کس وقت کیا کرنا ہے، کونسے حصے کی طرف کیا ضرورت ہے، کہاں قدم کس رنگ میں آگے بڑھانا ہے، کس کمی کو کس طرح پورا کرنا ہے۔وہ اتنا کام کرتا ہے کہ بدن سو جاتا ہے ذہن نہیں سوتا بلکہ بدن کے مقابل پر بہت کم سوتا ہے اور خدا نے اسی لئے اس کو استطاعت بھی ایسی بخشی ہے کہ انجمنوں کو بھی اپنے دماغوں کو اسی طرح استعمال کرنا چاہیے جس طرح خدا تعالیٰ نے قدرت کے نمونے بنا کے دکھا دیئے ہیں اور ان نمونوں سے استفادہ کرنا چاہیے تو مَیں امید رکھتا ہوں کہ انجمنوں کی طرف سے وقتاً فوقتاً ایسا جائزہ لیا جایا کریگا۔وقف جدید کی انجمن کا وقف جدید کے معاملہ میں اور عموماً مجھے یاد ہے وہ (جائزہ) لیتے بھی ہیں لیکن اس رنگ میں غالباً وہ نہیں لیتے کہ ہر ضلع کی مجلس آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کو بتائیں کہ آپ جو کر رہے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے آپ کو یوں کرنا چاہیے۔تحریکوں کی چٹھیاں تو پہنچتی ہیں یہ تو مجھے پتہ ہے لیکن مدد نہیں کی جاتی۔ان دو چیزوں میں بڑا فرق ہے۔آپ کسی کو یاددہانی کروا دیں کہ یہ کام ہونا چاہیے جس طرح کہ یہاں سے بھی ہر وقت مختلف دنیا کی جماعتوں کو یاددہانی کروائی جاتی ہے۔یہ تو کم سے کم ذمہ داری ہے جو مرکز کو ادا کرنی چاہیے لیکن ایک ذمہ داری ہے کمزوروں کی مدد کرنا۔ایسے لوگ جو خود

نیک نیت رکھنے کے باوجود اپنی کمزوریوں کی اصلاح نہیں کر سکتے ، اپنے حالات کو بہتر نہیں بنا سکتے ، انکا ہاتھ پکڑ کر آگے چلانا ان کو سمجھانا کہ آپ یوں کریں گے تو آپ کام بہتر کریں گے ان دو چیزوں میں فرق ہے۔ اس لئے جو افسران اپنے ماتحتوں سے اس رنگ میں رحمت کی یا شفقت کی نظر رکھتے ہوں کہ جہاں وہ دیکھیں کہ وہ نصیحت کے مطابق عمل نہیں کر رہے ان کو سمجھائیں کہ اس طرح آپ کام کریں تو آپ کا کام بہتر ہو جائیگا۔ ہر رنگ میں جہاں تک مدد ممکن ہے ان کی مدد کریں۔ ان کے کام خدا تعالیٰ کے فضل سے عام انجمنوں کے کاموں کی نسبت یا عام افسروں کے کاموں کی نسبت بہت بہتر ہو جاتے ہیں۔ مَیں امید رکھتا ہوں کہ جیسا کہ مَیں نے کہا ہے کہ مجالس بھی اس طرف توجہ کریں گی۔ بالعموم جماعت جس رفتار سے آگے بڑھ سکتی ہے اس رفتار سے بڑھے۔ جس رفتار سے بڑھ سکتی ہے اس میں اور جس رفتار سے بڑھ رہی ہے اس میں بہت بڑا فرق ہے بعض جماعتوں میں تو بہت ہی زیادہ فرق رہ گیا ہے، بعض ضلعوں میں تو افسوسناک فرق پیدا ہوا ہے اس لئے مَیں ان کا نام لئے بغیر بار بار تاکید کر رہا ہوں۔

اطفال الاحمدیہ کے چندہ میں بھی (جو اطفال کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے اس میں) عمومی طور پر کوئی فرق نہیں ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اطفال الاحمدیہ کا چندہ جس انجمن کے سپرد ہے انہوں نے سستی دکھائی ہے کیونکہ گزشتہ سال سے بعض جماعتوں میں اطفال کے چندوں میں نمایاں کمی ہے جبکہ بالغوں کے چندے میں نمایاں ترقی ہے اس کا مطلب ہے کہ جماعت کا کوئی قصور نہیں۔ جن انجمنوں کے سپرد یہ ذمہ داری ہے کہ وہ فلاں فلاں چندے کو سنبھالیں، فلاں چندے میں جماعتوں کو آگے لیکر بڑھیں، ان انجمنوں کی غلطی ہے، ان مجالس کی غلطی ہے۔ اس لئے جو ذیلی تنظیمیں ہیں انکو بھی جماعت کی انجمنوں کے ساتھ قدم ملا کر آگے چلنا چاہیے جب تک وہ قدم ملا کر آگے بڑھتی ہیں آگے بڑھیں اگر وہ پیچھے رہیں تو بیشک آگے نکل جائیں لیکن پیچھے رہنے کا بہر حال حق نہیں ہے۔ اسلئے مَیں امید رکھتا ہوں کہ ذیلی انجمنیں جن کے سپرد الگ الگ خدمت کے کام کئے گئے ہیں ان کی طرف نظر رکھیں گی پہلے کی نسبت بہتر کام کریں گی۔ اسی جائزے سے یہ بھی پتہ چلا کہ بعض جماعتیں جو بعض پہلوؤں سے کمزور ہیں بعض پہلوؤں سے نمایاں طور پر آگے ہیں اس سے بھی مجھے کچھ اندازہ ہو جاتا ہے کہ کونسی انجمن کس رنگ میں کام کر رہی ہے کیونکہ بعض اضلاع باقی باتوں میں مثلاً اصلاح وارشاد کے کام میں اگر نکمے نکل رہے ہوں اور انہیں علم ہو کہ وہ مسلسل پیچھے ہیں اگر وقف جدید کے کام میں نمایاں طور پر آگے ہوں تو صاف پتہ چل جاتا ہے کہ خدا کے فضل سے جماعت کے اندر قربانی کی استطاعت موجود ہے۔ جماعت کے اندر طاقت بہر حال ہے جس انجمن نے فائدہ اٹھایا اس نے اٹھالیا اور جس انجمن نے یا جس شعبہ نے اپنے کام کی طرف پوری توجہ نہیں کی اس لحاظ سے ان کے حصہ

میں کم پھل ملا۔ پس یہ جو اعداد و شمار کے جائزے ہیں یہ بہت سی باتوں میں راہنمائی کرتے ہیں۔ راہنمائی اسلئے کرتے ہیں کہ ہم ان سے استفادہ کریں۔

جہاں تک بیرونی جماعتوں کا تعلق ہے اس کا مختصر جائزہ بھی پیش کر دیتا ہوں۔ یہ ابتلاء کے زمانے کے پھلوں میں سے ایک پھل ہے کہ وقف جدید جو پہلے پاکستان تک ہی محدود تھی اس کا قربانی کا دائرہ ساری دنیا تک پھیلا دیا گیا لیکن اس سے استفادے کا دائرہ ساری دنیا میں اس رنگ میں نہیں پھیلایا گیا۔ استفادہ دو طرح سے ہے ایک تو یہ کہ جو قربانی کرتے ہیں ان کو روحانی ترقی ملتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں رحمتیں نصیب ہوتی ہیں یہ دائرہ بہر حال ساری دنیا پہ پھیل چکا ہے لیکن اس کی آمد کہاں خرچ کی جائے گی۔ یہ دائرہ ہندو پاک تک محدود ہے چنانچہ ہندوستان میں مَیں نے محسوس کیا کہ کئی لحاظ سے بہت کمی رہ گئی ہے اور ان کو بیرونی امداد کی ضرورت ہے۔ ایک وقت تھا کہ جب ہندوستان دینی معاملات میں تنہا ساری دنیا کی امداد کر رہا تھا کوئی بھی دنیا کا مشن نہیں تھا جو آزاد ہو۔ ہندوستان کی غریب احمدی جماعتیں ساری دنیا کی مدد کر رہی تھیں انہوں نے کبھی وہم بھی نہیں کیا کہ ہمارا روپیہ کہاں جا رہا ہے۔ اب وقت ہے کہ تمام دنیا کی جماعتیں ہر معاملے میں نہ سہی بعض معاملات میں اس قرضہ حسنہ کو چکانے کی کوشش کریں اور نیک کاموں میں ہندوستان کی جماعتوں کی مدد کریں۔ اس کی خصوصیت کے ساتھ اسلئے ضرورت پیش آ رہی ہے کہ جب مَیں نے پاکستان کے بننے کے بعد سے اب تک کے حالات کا تفصیلی جائزہ لیا تو مجھے ایک چیز میں صدمہ پہنچا یا میری توقعات کو ٹھوکر لگی۔ میرا یہ خیال تھا کہ پاکستان بننے کے وقت ہندوستان کے جتنے احمدی ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے اور ہندوستان میں جتنی جماعت کی کمی آئی تھی اب تک اتنا وقت گزر چکا ہے کہ وہ کمی تبلیغ کے ذریعہ اور عام دنیاوی قدرتی نشو و نما کے ذریعہ پوری ہو چکی ہو گی لیکن ابھی ہم اس سے بہت پیچھے ہیں۔ ہندوستان سے جتنے احمدی ہجرت کر کے نکلے ہیں ابھی تک اتنے عرصہ کے باوجود وہاں کی جماعتیں اس معیار تک نہیں پہنچ سکیں نہ عددی لحاظ سے نہ مالی استطاعت کے لحاظ سے نہ قربانی کے معیار کے لحاظ سے اور نہ تبلیغ و اشاعت کے لحاظ سے بھی جہاں پہلے بہت تیزی کے ساتھ جماعتیں ترقی کر رہی تھیں وہاں خاموشی پیدا ہو گئی ہے تو اس وجہ سے جب ہندوستان کی جماعت کو تیز کیا گیا انکو سمجھایا گیا کہ کہاں کہاں ہم نے کس کس رنگ میں کام کرنا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے خدا کی رحمت سے Potentioal موجود رہتا ہے صرف چھیڑنے کی بات ہے جیسے اقبالؔ نے کہا:

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

تو واقعہ یہ ہے کہ ہماری مٹی زرخیز ہی رہتی ہے خواہ خشک سالی کا وقت ہو یا تر سالی کا وقت ہو

بہر حال بڑی تیزی کے ساتھ جماعت ہندوستان نے Respond کیا ہے نیک کاموں کی تحریک میں لبیک کہا ہے یہاں تک کہ مَیں نے محسوس کیا کہ اب ان کے اندر کام کا جذبہ تو ہے کام کرنا چاہتے ہیں لیکن پیسے پورے نہیں اور جو قربانی کے معاملہ میں بعض جگہوں میں سستی تھی اسکی طرف انجمن قادیان ابھی تک توجہ نہیں کر سکی۔ باوجود اسکے کہ یہاں سے بڑھانے کی کچھ کوشش کی گئی ہے لیکن خدا نے ہندوستان کو جتنی استطاعت بخشی ہے اتنا قربانی میں حصہ نہیں لے رہا اس لئے کام تو بہر حال نہیں روکنا وقت پہ خدا توفیق دے گا پھر وہ اپنے پاؤں پہ کھڑے ہو جائیں گے لیکن اس عرصہ میں ہم نے باہر سے مدد کرنی ہے۔ چنانچہ وقف جدید کی جو بیرونی تحریک ہے اسکا ایک بڑا مقصد یہی تھا اس کے فوائد اللہ کے فضل سے اتنے زیادہ ہیں اسکے نتیجہ میں جو نتائج ظاہر ہوئے ہیں وہ اتنے زیادہ ہیں کہ بعض ممالک میں اگر ہم بیس روپے صرف کریں تو جو نتیجہ نکل رہا ہے ہندوستان میں ایک روپیہ خرچ کرنے سے بھی وہی نتیجہ نکل رہا ہے یعنی بعض جگہ بیسیوں گنا زیادہ خرچ کے مقابل پر پھل مل رہا ہے۔ افریقہ میں بھی بعض ایسے حالات ہیں۔ مختلف ممالک کے مختلف حالات ہوتے ہیں۔ جہاں خدا کی تقدیر آپ کو پھل زیادہ دے رہی ہو وہاں اس واقعہ کو نظر انداز کر دینا اور اس سے استفادہ نہ کرنا یہ خدا کی تقدیر کی ناشکری ہے۔

پس تمام دنیا میں جو وقف جدید کے نام پر خدا کی راہ میں آپ سے رقم لی جاتی ہے اسکا یہ مصرف ہے اور شدھی کی تحریک کے مقابل پر جو جماعت احمدیہ نے تحریک شروع کی اور خدا کے فضل کے ساتھ انتہائی کامیابی کے ساتھ کی اس میں بھی وقف جدید نمایاں طور پر حصہ لے رہی ہے۔ بعض علاقوں میں جہاں غیروں نے سکول بنائے تھے ہسپتال شفا خانے بنائے تھے، اس طرح وہ مقامی طور پر اپنے اثرات پیدا کر رہے تھے مثلاً عیسائی ہیں جو مسلمانوں کو مرعوب کر رہے تھے یا شیڈول کاسٹ کے لوگوں کو کھینچ رہے تھے وہاں بھی وقف جدید کی طرف سے جوابی کارروائی کسی رنگ میں شروع ہو گئی ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ جس طرح نصرت جہاں نے افریقہ میں کام کیا ہے اسی طرح ایک ''نصرت جہانِ نو'' تحریک ہندوستان کے لئے ہونی چاہیے۔ وہاں بھی انہیں خطوط پر کام کو آگے بڑھانا چاہیے کیونکہ وہاں اللہ کے فضل سے پھل کی غیر معمولی توقع ہے۔ مَیں امید رکھتا ہوں کہ جس رفتار سے ہم آگے چل پڑے ہیں ہم بہت جلد انشاء اللہ کامیاب ہونگے۔ ہماری پہلی منزل تو یہ ہے کہ پارٹیشن کے وقت تقسیم ہند کے وقت ہندوستان میں جماعت احمدیہ کا جو مقام اور مرتبہ تھا اسکو پہلے حاصل کریں گے۔ اس کے بعد اگلا قدم یہ ہو گا کہ اس کو بنیاد بنا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان مبشر الہامات کی تعبیر کی طرف آگے بڑھیں گے جو ہندوستان میں اسلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلاموں کی ترقی سے وابستہ ہیں ان کے متعلق جو الہامات نازل

فرمائے گئے اس لحاظ سے وقف جدید کی تحریک کو آپ بالکل معمولی اور عام تحریک نہ سمجھیں اس کا ہندوستان کے روحانی مستقبل کے ساتھ ایک گہرا واسطہ ہے اور ساری دنیا کی جماعتوں کو اس میں حصہ لینا چاہیے۔

اب تک جو صورت حال سامنے آئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک وعدوں کا تعلق ہے سال 1986ء میں بیرونی جماعتوں نے جتنے وعدے پیش کئے 1987ء میں اس سے تقریباً نصف وعدے پیش کئے یعنی آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے رہ گئے ہیں اور یہ عمومی طور پر تو ہو نہیں سکتا اسلئے ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ جہاں تک وصولی کا تعلق ہے وہ کم وبیش اتنی ہے۔ اسلئے یا تو غلط فہمی ہوئی ہے یا مرکزی نظام کی طرف سے پوری توجہ نہیں دلائی جاسکی، کچھ ہوا ضرور ہے یا اعداد وشمار بگڑے ہیں کیونکہ اگر وعدوں میں اتنی کمی تھی تو وصولی میں اسی نسبت سے اتنی کمی ہونی چاہیے تھی وہ نظر نہیں آئی۔ جب مَیں نے تفصیلی جائزہ لیا تو جو بڑے بڑے ممالک ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے قدم پیچھے نہیں گیا۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کوئی حسابی غلطی ہوئی ہے یا لوگوں نے سمجھا کہ وعدے لکھوانے کی ضرورت ہی کوئی نہیں جیسا کہ مَیں نے بیان کیا تھا برطانیہ کا گزشتہ سال 3600 پونڈز کا وعدہ تھا اس دفعہ خدا کے فضل سے 11419 کا ہے۔ بیرونی دنیا کی جماعتوں میں برطانیہ کا چندہ ایک بڑا نمایاں مقام حاصل کر چکا ہے اسلئے جہاں تقریباً چار گنا اضافہ ہو رہا ہو وہاں پیچھے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہونا چاہیے۔ دوسری امریکہ کی جماعت ہے۔ امریکہ کی جماعت اگرچہ برطانیہ سے بہت پیچھے رہ گئی ہے لیکن اس کے باوجود پچھلے سال وصولی صرف 893 پونڈ تھی (یعنی اگر ڈالر کو پونڈ میں تبدیل کیا جائے)۔ اس سال 4,473 ہے یعنی پانچ گنا زیادہ۔ پھر سوئٹزرلینڈ ہے، وہاں بھی ڈیڑھ گنا اضافہ ہوا ہے۔ پھر جرمنی ہے، وہاں بھی ڈیڑھ گنا اضافہ ہوا ہے۔ پھر کینیڈا ہے، وہاں بھی 1075 اضافہ ہوا ہے۔ تو جو بڑے بڑے ممالک ہیں جو چندے کی Backbone بناتے ہیں باہر کی دنیا میں یعنی اس چندے کو جس کو ہم دوسرے ملکوں میں منتقل کر سکتے ہیں۔ افریقہ مَیں نے اس لئے شمار نہیں کیا کہ وہاں اکثر ہم روپیہ باہر منتقل نہیں کر سکتے۔ ایسے ممالک میں جو چندے کی ریڑھ کی ہڈی بنا رہے ہیں ان میں تو نمایاں اضافہ ہوا ہے اس لئے ہمارا جو شعبہ ہے اسکو اپنے اعداد وشمار بھی درست کرنے چاہیں اور توجہ دلانے سے کام کو تیز کرنا چاہیے۔ مَیں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ بہت جلد یہ رقم کم سے کم ایک لاکھ تک تو ضرور پہنچ جائے گی کیونکہ پاکستان کے حالات میں اگر وہ 27 لاکھ سے زائد جیسا کہ دینے والے ہیں امید ہے انشاء اللہ 30 لاکھ تک وہ دے دیں گے۔ پاکستان کے حالات میں اگر وہ اتنی قربانی دے سکتے ہیں تو بیرونی حالات میں کم سے کم پاکستان جتنی قربانی ساری دنیا کو دینی چاہیے یہ کم سے کم معیار ہے اسکی طرف نسبتاً زیادہ توجہ کریں۔ اور آخری بات یہ ہے کہ اپنے بچوں کو زیادہ سے زیادہ شامل کریں اور ان کے ذریعہ چندے

دلوائیں۔ میرے پیش نظر صرف روپیہ نہیں ہے بلکہ جس مقصد کی خاطر روپیہ حاصل کیا جاتا ہے وہ مقصد بہرحال اوّلیت رکھتا ہے یعنی تربیت اور اللہ سے تعلق۔ چندہ دینے والے کا سب سے بڑا پھل، سب سے بڑا اجر اس دنیا میں یہ ہے کہ وہ خدا کے قریب ہو جاتا ہے اور جو بچوں سے چندے دلوائے جاتے ہیں ان کے اوپر اس قربت کا اثر ساری زندگی رہتا ہے بچپن کی نیکی ایسی چھاپ ہے جو ان کے بڑھنے کیساتھ خود ہی بڑھتی رہتی ہے اس کا نقش مٹنے کی بجائے اور زیادہ زندگی میں گہرا جمتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے اپنے بچوں کو باشعور طور پر وقف جدید میں شامل کریں یعنی وہ بچے جو باشعور طور پر داخل ہو سکتے ہیں ورنہ تو پہلے دن کے بچے کو بھی مائیں شامل کر دیتی ہیں۔ بعض مائیں تو پیدا ہونے والے بچے کو بھی شامل کر دیتی ہیں جو ان کے پیٹ میں ہے اور وعدے لکھوا دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس روح کو اور بڑھائے لیکن جو باشعور بچے ہیں ان کے ہاتھ سے دلوانا انکی تعداد میں اضافہ کرنا آپ کیلئے دوہرے اجر کا موجب بنے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔





خطبہ جمعہ فرمودہ 6 رجنوری 1989ء بیت الفضل لندن

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

مَنْ ذَاالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًاحَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَةً ط وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُطُ ص وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ O (البقرۃ : 246)

اور پھر فرمایا:

یہ جمعہ 1989ء کا پہلا جمعہ ہے اور سابقہ روایات کے مطابق نئے سال کے پہلے جمعہ یا اس سے گزرے ہوئے سال کے آخری جمعہ میں وقف جدید کے سال نو کا اعلان ہوا کرتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ مَیں وقف جدید کے متعلق کچھ کہوں مَیں تمام دنیا کی جماعتوں کے تمام احباب اور خواتین اور بچوں کو نئے سال کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

یہ سال ہمارے لئے ایک خاص اہمیت کا سال ہے کیونکہ تقریباً دو مہینے اور سترہ دن کے بعد احمدیت کی نئی صدی کا سورج طلوع ہونے والا ہے اور احمدیت کی پہلی صدی اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ پوری شان کے ساتھ برکتیں پیچھے چھوڑتی ہوئی رخصت ہونے والی ہے۔ تو اس پہلو سے یہ سال جدائی کا سال بھی ہے اور وصل کا سال بھی ہے۔ ایک ایسا دن جدا ہونے والا ہے جو اپنی روشنی میں ہمیشہ آئندہ ہر صدی سے بڑھ کر چمکے گا یعنی پہلی صدی کا دن کیونکہ اس کے سر پر وہ امام ظاہر ہوئے جن کی خوشخبری حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے خود عطا فرمائی اور جس کی تیرہ صدیوں تک اُمت انتظار کرتی رہی۔ پس اگر چہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ احمدیت آئندہ صدی میں سینکڑوں ہزاروں گنا ترقی کرے گی لیکن وہ ساری ترقیاں مرہون منت ہیں ان قربانیوں کی جو اس پہلی صدی میں کی گئیں۔ آئندہ صدی بھی قربانیاں مانگے گی، آئندہ صدی میں بھی قربانیاں پیش کی جائیں گی مگر جو آغاز کا نور ہے اسکو کسی طرح آئندہ آنے والی روشنیاں دھندلا نہیں سکتیں۔ اب دراصل اسی نور کی برکت ہے جو پھیلتی چلی جائے گی اور یہ دن روشن سے روشن تر ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ تمام دنیا پر اسلام کے کامل غلبہ کی صدی طلوع ہوگی۔ اس پہلو سے یہ جو پہلی صدی پر شام آئی ہے یہ کچھ اداسی کی بھی کیفیت پیدا کرتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی تیز قدم بڑھانے کی طرف بھی ہمیں اُبھارتی ہے اور جیسے جیسے سورج غروب ہونے کا وقت قریب آرہا ہے یہ

احساس بڑھتا جارہا ہے کہ کاموں کے لحاظ سے ابھی ہم پیچھے رہ گئے ہیں۔

بہت سے پروگرام تھے جن کی طرف مَیں نے بارہا جماعت کو توجہ دلائی۔ بہت سے پروگرام ہیں جو اس وقت زیر عمل ہیں اور جماعت دنیا میں کوشش کر رہی ہے کہ اگلی صدی کے طلوع سے پہلے پہلے ہم ان پروگراموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیں لیکن یہ کام اتنا زیادہ ہے اور کئی جگہ ایسے خلا دکھائی دے رہے ہیں کہ سال کے آغاز پر مَیں سب سے پہلے جماعت احمدیہ کو دعا کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ دعاؤں کے ذریعہ مدد مانگیں۔ مَیں نے بارہا تفصیل سے جائزہ لیا ہے اور اگرچہ مایوس کسی قیمت پر کسی صورت میں بھی نہیں لیکن پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جتنی تیاری ہمیں کرنی چاہیے تھی ویسی تیاری ہم نہیں کر سکے اور اس وقت ہمیشہ طبیعت دعا کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ دعا دو طرح سے کرشمے دکھایا کرتی ہے۔ اول یہ کہ جو کام ہم نہیں کر سکتے وقت کے لحاظ سے دعا کی برکت سے تھوڑے وقت میں اس سے بہت زیادہ ہو جاتا ہے جتنی عام حالات میں انسانی عقل توقع رکھتی ہے۔ دوسرے دعا کی برکت سے ہماری غفلتوں اور کوتاہیوں کی پردہ پوشی ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ گزشتہ کوتاہیوں پر بھی پردہ ڈالتے ہوئے اپنے فضل کے ساتھ ایسے ثمرات، ایسے پھل عطا فرما دیتا ہے جن کے ہم حقدار نہیں تھے جن کیلئے ہم نے محنت نہیں کی تھی کوشش نہیں کی تھی۔ محض اللہ کے فضل کے ساتھ وہ سارے پھل عطاء ہوتے ہیں جن کی عام حالات میں توقع بھی نہیں کی جا سکتی۔ تھوڑے کو وہ قبول کرتا ہے اور بہت زیادہ کر دیتا ہے یہی وہ مضمون ہے جو اس آیت میں بیان ہوا ہے جو مَیں نے ابھی آپ کے سامنے تلاوت کی ہے چونکہ اس کا مالی قربانی سے تعلق ہے اس لئے وقف جدید کے سال نو کے آغاز کا اعلان کرنے سے پہلے مَیں نے اس آیت کی تلاوت کرنا مناسب سمجھا کہ اب اسکے متعلق مَیں کچھ بیان کروں۔ اس کا تعلق چونکہ ایک عمومی اصول سے ہے جس کا اطلاق ہماری موجودہ حالت پر نئی صدی کے طلوع سے پہلے کے حالات پر بھی ہوتا ہے۔ اس لئے یہ آیت اپنے مضمون کے لحاظ سے اس تمام صورت حال پر یکساں روشنی ڈالے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَنْ ذَاالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗۤ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً کون ہے جو خدا کو قرضہ حسنہ دے تا کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کیلئے بہت بڑھا دے۔

وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُطُ اور اللہ تعالیٰ چیزیں وصول بھی کرتا ہے قبض بھی کرتا ہے، ان کو کھینچتا بھی ہے اور یَبْصُطُ ان کو پھیلا بھی دیتا ہے۔ قبض کا مضمون ایسا ہے جیسے انسان مٹھی میں کوئی چیز سمیٹ لے اور پھر مٹھی کھول کر اس کو پھیلا دے اسکو بَصْطُ کہتے ہیں تو وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُطُ خدا تعالیٰ چیزیں سمیٹتا بھی ہے اور ان کو بڑھا کر پھیلا کر واپس بھی کیا کرتا ہے وَ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ اور اسکی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

اس آیت میں ایک الجھے ہوئے مضمون کو سلجھایا گیا ہے جو بسا اوقات انسانی ذہن کو پریشان کرتا

ہے جب مومن سے خدا کی راہ میں چندہ مانگا جاتا ہے تو اپنے ایمان اور تقویٰ اور خلوص کی وجہ سے خواہ اس مضمون کی سمجھ آئے یا نہ آئے کہ خدا کو کیا ضرورت ہے۔ مومن خدا کی راہ میں مالی قربانی کرتے تو ہیں لیکن بسا اوقات یہ سوال اٹھتے ہیں اور قرآن کریم نے ان سوالات کا مختلف جگہ ذکر فرمایا ہے کہ کیا خدا غریب ہے؟ خدا کو کیا ضرورت ہے کہ مومنوں سے قربانی لے؟ ساری کائنات اسکی ہے اور وہ کیوں ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ تکلیف اٹھا کر تنگی ترشی میں بھی ہم اسکی راہ میں کچھ خرچ کریں۔ اس سوال کے مختلف جوابات قرآن کریم میں ملتے ہیں۔ یہاں جو مضمون ہے اسے قانون قدرت کے حوالے سے سمجھایا گیا ہے۔ فرمایا تم دنیا پر، کائنات پر غور کرو تمام کائنات خدا نے اس طرح پیدا کی ہے کہ وہ چیزوں کو پہلے سمیٹتا ہے پھر بڑھا کر واپس کرتا ہے۔

زمیندارے پر آپ غور کریں تو آپ کو یہ سارا مسئلہ سمجھ آ جائے گا۔ آپ اگر زمیندارہ جانتے ہیں یا تجربہ ہے تب بھی ورنہ سنا تو سب نے ہوا ہے کہ زمیندار اس وقت اپنا بیج زمین میں ڈالتا ہے جب اس کو اس بیج کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے جب اس کی فصل کا پھل اختتام تک پہنچ رہا ہوتا ہے جب اس کو کھانے کیلئے اپنی دیگر ضروریات کے لئے اس بیج کی براہ راست یا اس کو بیچ کر اس کی قیمت کی بہت ضرورت پڑتی ہے۔ وہ وقت ہے نئی فصل بونے کا۔ تو انتہائی ضرورت کے وقت جو دانے اس کے گھر بچتے ہیں ان کو وہ مٹی میں ملا دیتا ہے۔ یہ ہے قبض کا مضمون اور کامل یقین رکھتا ہے کہ اس کے بغیر اسکی آئندہ سال کی ضرورتیں پوری نہیں ہوسکتیں۔ وہ کامل یقین رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ جو قبض کرتا ہے وہ بَصُط بھی کرتا ہے اور بَصُط کے مضمون پر یقین رکھے بغیر کوئی زمیندار بھی اپنا قیمتی بیج مٹی میں نہیں ملا سکتا۔

آپ دیکھتے ہیں کہ جب سے دنیا بنی ہے اس وقت سے خدا تعالیٰ اسی مضمون کو ہر سال مختلف شکلوں میں عملی صورت میں دنیا پر ظاہر کرتا چلا جا رہا ہے۔ انسان تو بالارادہ اپنے بیج کو مٹی میں ملاتا ہے لیکن اس سے پہلے ارب ہا ارب سال سے جب سے نباتات پیدا ہوئی ہے یہی مضمون ہے جو رونمائی کر رہا ہے، جو ایک چلتی ہوئی فلم کی طرح ہر سال سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں کروڑوں صورتوں میں ظاہر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ درخت جب پھلوں سے بھر جاتے ہیں تو پھر وہ اپنے پھلوں کو مٹی میں ملا دیتے ہیں ہوائیں ان کو بکھیر دیتی ہیں اور بظاہر سب کچھ ضائع ہو جاتا ہے لیکن انہی دانوں سے پھر اور پھل پیدا ہوتے ہیں اور درخت اگتے ہیں اور سارا نظام کائنات اسی طرح جاری وساری رہتا ہے تو جب خدا تعالیٰ نے کائنات کو اس طرح بنایا اور اسی اصول اور اسی مضمون پر کائنات نے ارتقا اختیار کیا ہے اور مجموعی طور پر انسان کی دولت یا حیوانات کی دولت بڑھتی چلی گئی ہے کم نہیں ہوئی۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ روحانی نظام میں اس

آزمودہ نسخے کو بھلا دے یا رد فرما دے۔ پس روحانی دنیا میں بھی مالی قربانی کے جو مطالبے ہیں وہ دراصل اسی خدا کے مطالبے ہیں جس نے آپ کو دنیا میں مٹی میں بیج ملانا اور پھر فصلیں کاٹنے کا گر سکھایا ہے۔ فرمایا:

وَاللّٰہُ یَقۡبِضُ وَیَبۡصُطُ تم کیوں اس بات کو نہیں دیکھتے کہ خدا تعالیٰ نے یہ قانون جاری فرمایا ہوا ہے کہ جو لوگ اپنا ماحصل یعنی اپنی دولت کو خدا کے سپرد کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے بڑھا کر واپس کیا کرتا ہے۔ فرمایا پھر جس کے لئے وہ چاہتا ہے اسکو بہت بڑھا کر عطاء فرماتا ہے۔ وَاِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ تم اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہو۔

اسکا پہلے مضمون سے کیا تعلق ہے؟ اس کا پہلے مضمون سے دو طرح کا تعلق ہے۔ اول یہ کہ ہم سب کچھ اپنا جو خدا کی کائنات کو واپس کرتے ہیں یا ہم سے واپس کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے وہ ضائع نہیں ہوا کرتا بلکہ دوبارہ نئی صورتوں میں اٹھتا ہے، نئی صورتوں میں نکلتا ہے تو فرمایا تم بھی جو مٹی میں ملائے جاؤ گے یہ تمہارے لئے کوئی انجام نہیں ہے یہ تمہارے لئے نئی پیدائش کا دن ہوگا تم خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور جس طرح خدا تعالیٰ اپنی طرف لوٹائی جانے والی چیزوں کو بڑھایا کرتا ہے تمہیں بھی نئی خلق عطا ہوگی جو پہلے سے زیادہ وسیع ہوگی ہر پہلو سے وہ زیادہ شاندار اور زیادہ لطیف ہوگی اور جو کچھ تم قانون قدرت کو اپنے وجود کے طور پر واپس کرو گے اسے خدا تعالیٰ بہت بڑھا کر اور نشو ونما دیکر پھر ظاہر فرمائیگا۔ دوسرا معنیٰ اس آیت کے اس حصے کا یہ ہے کہ جو کچھ تم خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہو یہ نہ سمجھو کہ ساری جزا تمہیں اس دنیا میں مل جاتی ہے اس دنیا میں بھی ضرور جزاء ملتی ہے اور خدا کی راہ میں مالی قربانی کرنے والوں کو بہت بڑھا کر عطا کیا جاتا ہے۔ لیکن اگلی دنیا میں بھی تمہارے لئے یہ خزانے جمع ہو رہے ہیں اگر انسان کسی ایسی جگہ خزانے بھجوا دے جہاں خود نہ پہنچ سکتا ہو تو وہ خزانے گویا اس کے ہاتھ سے ضائع ہو گئے، وہ ہمیشہ کے لئے کھوئے گئے تو آیت کا یہ حصہ انسان کو یقین دلاتا ہے کہ تمہاری امانت جہاں پہنچ رہی ہے وہاں تم بھی جانے والے ہو اور جو کچھ تم بھیجو گے اسکو بھیجے ہوئے کی نسبت ہزاروں لاکھوں کروڑوں بلکہ ان گنت گنا زیادہ اس دنیا میں پاؤ گے جس میں آخر تم نے لوٹ کر جانا ہے۔ پس یہ چھوٹی سی آیت بہت وسیع مطالب اپنے اندر رکھتی ہے اور مالی قربانی کا فلسفہ ہمیں سمجھاتی ہے صرف مالی قربانی کا نہیں بلکہ دیگر قربانیوں کا فلسفہ بھی سمجھاتی ہے ہم خدا کی راہ میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں یقین کریں کہ ہر وہ چیز جو ہم خرچ کرتے ہیں اسے برکت دی جائے گی، اسے بڑھایا جائے گا اور واپس ہمیں لوٹایا جائیگا یعنی ہم تو خدا کی طرف لوٹیں گے مگر خدا ہر وہ چیز جو ہم خدا کی طرف بھیجتے ہیں اسے ہماری طرف لوٹاتا چلا جائیگا۔

اس پہلو سے نئی صدی کے حالات کے ساتھ بھی اس مضمون کا تعلق ہے۔ جو کچھ خدا نے ہمیں دیا

عزتیں دیں اموال دیئے جانیں عطا فرمائیں ۔کئی قسم کی سہولتیں ہمیں بخشیں ۔آغاز میں یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت باوجود اسکے کہ جماعت بہت چھوٹی اور بہت کمزور تھی اور بہت غریب تھی اوران کے پاس بچت کی نسبت بہت تھوڑی تھی ایسے حالات تھے کہ اکثر احمدی بمشکل زندہ رہنے کے لئے گزارے پا رہے تھے بہت کم تھے جوان میں غیر معمولی طور پر متمول شمار ہوسکتے ہوں لیکن انہوں نے خدا کی راہ میں اپنے اموال بھی دیئے ۔اپنی عزتیں بھی قربان کیں اپنے تعلقات اپنی دوستیاں اپنی رشتہ داریاں ۔کوئی ایسی چیز جس کی انسان قدر کرسکتا ہے ایسی نہیں جواس دور میں جماعت احمدیہ نے خدا کی راہ میں قربان نہ کردی ہو۔ جو کچھ ان کو حاصل تھا وہ سب کچھ دے دیا ایسے خطرناک حالات تھے کہ اس زمانے میں بعض علاقوں کے متعلق انسان سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہاں کے معزز لوگ تمام عزتوں کو اپنے ہاتھ سے تج کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز پر لبیک کہہ دیں گے یہ ایک لمبی کہانی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا جو کچھ انہوں نے خدا کی راہ میں پیش کیا اس کو بہت بڑھا کر اللہ تعالیٰ نے انکی آئندہ نسلوں اور ان کے خاندانوں کو عطا فرمایا۔آج دنیا کے کونے کونے میں احمدی نسلیں جوان بزرگوں کی نسلیں ہیں پھیلی پڑی ہیں وہ گواہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے کسی ایک چیز کو بھی ان کے لئے اپنے پاس رکھا نہیں بلکہ یَقْبِضُ وَيَبْصُطُ کے مضمون کو بڑی شان کے ساتھ پورا فرمایا ہے ان کو وسعتیں عطا کیں ان کی عزتیں بڑھائیں ان کے اموال بڑھائے ان کی طاقتیں بڑھائیں ان کے اثر ورسوخ بڑھائے انکی جانوں کو برکت دی انکے خاندانوں اوران کی نسلوں کو برکت عطاء فرمائی غرضیکہ ہر پہلو سے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑھا چڑھا کر ان کو واپس فرمایا۔آج ایک سوسال کا عرصہ گزرنے کو ہے اوراس ایک سوسال میں ہم مسلسل اللہ تعالیٰ کے بڑھتے ہوئے، وسیع تر ہوتے ہوئے فضلوں کا نظارہ کرتے چلے آئے ہیں اس لحاظ سے آج جو ہمیں قربانی کی توفیق مل رہی ہے اس پر اگر آپ غور کریں تو یہ بھی انہی قربانیوں کے بچے ہیں ۔ جو قربانیاں اس وقت تھوڑی نظر آتی تھیں آج زیادہ ہو کر دکھائی دے رہی ہیں تو یہ بھی دراصل یَقْبِضُ وَيَبْصُطُ کے مضمون سے تعلق رکھنے والی بات ہے ۔قربانیوں کی طاقت کو بھی خدا تعالیٰ بڑھاتا ہے قربانیوں کے مظاہروں کو بھی اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماتا ہے اور ایک نسل جواس بات کا عرفان نہ رکھتی ہو بعض دفعہ بیوقوفی میں یہ کہہ سکتی ہے کہ ہم زیادہ قربانیاں دے رہے ہیں ہم زیادہ وقت دے رہے ہیں ہم منظّم طور پر زیادہ کام کر رہے ہیں لیکن اس بات کو وہ بھول جاتے ہیں کہ دراصل ان کے آباء کی قربانیاں ہیں جو بحیثیت قربانی برکت پا رہی ہیں۔

پس جو کچھ آج ہم روحانی لحاظ سے مٹی میں ملا رہے ہیں یا مٹی میں ملانے کی توفیق پا رہے ہیں، مٹی میں ملانے کی سعادت پا رہے ہیں مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ صدی ان قربانیوں کے بکثرت

فیض پائے گی اور اگر ہم دعاؤں کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں کی معافی چاہتے ہوئے، استغفار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے یہ التجا کرتے رہیں گے کہ جو کچھ ہم نے خدا کے حضور قربانیوں کی صورت میں پیش کیا ہے ہم جانتے ہیں کہ اس سے بہت زیادہ کر سکتے تھے یہ تو بہت تھوڑا ہے جو ہم نے پیش کیا ہے لیکن اے خدا تو بڑھانے والا ہے، تو تھوڑے کو بہت کرنے والا ہے، تیری طاقتوں کی کوئی حد نہیں ہے کوئی شمار نہیں ہے اس لئے قطع نظر اس کے کہ ہم نے تیری راہ میں کیا پیش کیا تُو اسے بہت بڑھادے۔

اس مضمون کو سمجھنا ہو تو پھر اسی مثال کی طرف واپس لوٹتے ہیں جو مَیں نے پہلے بیان کی ہے ہر زمیندار جو دانے مٹی میں ملاتا ہے اس کے ساتھ مٹی ایک جیسا سلوک نہیں کیا کرتی۔ حالات مختلف ہیں زمینیں مختلف ہیں چنانچہ قرآن کریم نے اس مثال کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض ایسی قربانیاں ہیں جو خالصۃً للہ کی جاتی ہیں اور بعض ایسی ہیں جو دکھاوے کی خاطر کی جاتی ہیں۔ جو خالصۃً للہ کی جاتی ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے زمیندار کا دانہ کسی ایسی زرخیز زمین میں پڑے جو غیر معمولی طور پر اس دانے کو بڑھانے کی طاقت رکھتی ہو۔ اگر تیز بارش ہو تب بھی وہ زمین بڑی کثرت کے ساتھ اس بیج کو اُگائے اور نشوونما عطا کرے اور اگر بارش نہ بھی ہو تو رات کی شبنم سے بھی وہ استفادہ کر سکے اور اسی تھوڑی سی شبنم کے ذریعہ ہی وہ اس بیج کو بڑھادے اور بعض قربانیاں ایسی ہیں جو سطحی ہوا کرتی ہیں جن کو خدا تعالیٰ قبول نہیں فرماتا ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایسی سخت چٹان پر وہ بیج پڑے جس کی سطح پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی ہے وہ تھوڑی دیر کے لئے روئیدگی ظاہر کرتی ہے سبزہ دکھائی دیتا ہے لیکن جب بھی بارش آتی ہے وہ سب کچھ کو بہالے جاتی ہے۔ پھر اسی مثال میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اپنی قربانیوں کا تَتَبُّـع کرتے ہیں ان کے پیچھے چلتے ہیں اور ان کی آبیاری کرتے ہیں ان کو بہت زیادہ دیا جاتا ہے بہ نسبت ان زمینداروں کے جو بیج پھینک کر خواہ اچھی زمین پر پھینکا ہو پھر اس سے غافل ہو جاتے ہیں۔ تو صرف قربانی کر دینا کافی نہیں ہے۔ قربانی کیسی ہے اور کس حد تک وہ نشوونما پانے کی توفیق رکھتی ہے۔ یہ ایک بہت ہی وسیع مضمون ہے اس لئے دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہیے۔ وہ حال کا بھی خدا ہے مستقبل کا بھی ہے اور ماضی کا بھی ہے، یہ التجا کرنی چاہیے کہ اگر ہماری قربانیوں میں، ہماری نیتوں میں کچھ فتور بھی رہ گیا ہو اور خالصۃً تیرے لئے نہ بھی کی گئیں ہوں تو آج ہم التجا کرتے ہیں کہ ہمیں بخش دے۔ ہمیں معاف فرما ہماری قربانیوں کو کامل سچائی عطا کر، تُو جیسے مستقبل کا خدا ہے ویسے ماضی کا بھی ہے تُو زمانے کا مالک ہے تُو چاہے تُو ہماری گزری ہوئی کوتاہیوں کی بھی پردہ پوشی فرما سکتا ہے اور ان کوتاہیوں کی زد سے ہماری قربانیوں کو بچا سکتا ہے اسلئے آئندہ کے لئے ہمیں خلوص کی توفیق عطا فرما اور سابقہ کوتاہیوں کو بخش دے اور پھر فضلوں کی ایسی موسلا دھار بارش

برسا کہ ہماری تھوڑی قربانیاں بھی بہت زیادہ نشو ونما پا جائیں اور ہر زمانے میں نشو ونما پاتی رہیں۔

یہ مضمون جو ہے اس کو پھر خدا تعالیٰ اور بڑھاتا ہے فرماتا ہے کہ عام قانون قدرت میں جب بہت دیا جائے تو ایک دانہ سات بالیوں میں تبدیل ہوسکتا ہے اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں تو ایک دانہ سات سو گنا ترقی کرسکتا ہے لیکن فرمایا کہ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی یہ تو تمہارے اخلاص کے کمال اور خدا تعالیٰ کے حضور اس اخلاص کو قبول کئے جانے کا مضمون ہے لیکن خدا تعالیٰ کے فضل کا مضمون (جس کا قربانیوں سے کوئی تعلق نہیں یعنی براہ راست تعلق نہیں وہ) اس کے علاوہ ہے۔ فرمایا اگر تم بہترین رنگ میں خدا کی راہ میں قربانیاں پیش کرو گے تو عام قانون جو روحانی دنیا میں چل رہا ہے جس کا اطلاق بعض شکلوں میں مادی دنیا میں بھی تم ہوتا ہوا دیکھتے ہو وہ یہ ہے کہ ایک قربانی سات سو گنا زیادہ پھل پیدا کرسکتی ہے لیکن کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جن کی خاطر یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ کے مطابق خدا لامحدود طور پر ان قربانیوں کے پھلوں کو بڑھا بھی سکتا ہے۔ جس کے لئے وہ چاہے، جس کیلئے وہ فیصلہ کرے وہ ان قوانین کی حد سے بالا سمجھا جائیگا اور ان حدود کے دائرہ کے اندر اس سے سلوک نہیں کیا جائے گا بلکہ لامحدود سلوک کیا جائے گا تو ہمارا جس خدا سے تعلق ہے اس کے ساتھ یہ جو حسابی معاملات ہیں یہ ہمیں درست کرنے ہونگے اور بے حساب کی توقع اس سے ہم رکھیں تو وہ بے حساب دے سکتا ہے۔ پس جہاں تک انسان کا تعلق ہے اسے اپنا حساب ضرور درست کرنا چاہیے اور اپنا حساب درست کرنے کے بعد اس کیساتھ خدا پر توکل رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو حساب کے مطابق بہت دے یا بے حساب عطا کرے۔ اس بے حساب عطا کرنے کے مضمون میں بظاہر کوئی منطق نہیں۔ وہ کون لوگ ہیں جن کیساتھ خدا تعالیٰ بے حساب سلوک فرماتا ہے؟ اس مضمون کو اگر آپ سمجھ لیں تو پھر ہم میں سے ہر شخص اللہ تعالیٰ سے لامحدود عنایات کی توقع رکھ سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے ہاں احسان میں بھی ایک عدل پایا جاتا ہے اور کلیۃً بے وجہ اس کا کوئی سلوک بھی نہیں ہوتا۔

جہاں تک میں نے غور کیا ہے بے حساب عطا کرنے کا مضمون اس بات سے تعلق رکھتا ہے کہ آپ اپنی حد تک پہنچ جائیں اور اس سے آگے بڑھنا آپ کے لئے اس لئے ممکن نہ ہو کہ آپ کی استعدادوں سے آگے بڑھنا ممکن نہیں ہے وہاں سے فضل کا مضمون شروع ہوتا ہے اور وہاں سے بے حساب کا مضمون شروع ہوتا ہے اس لئے مَیں نے کہا تھا کہ آپ اپنا حساب پورا کریں جتنی توفیق ہے جتنی استطاعت ہے وہ سب کچھ اگر آپ خدا کی راہ میں پیش کردیں اور ایک ایسا مقام دیکھیں جہاں اس سے آگے آپ بڑھ نہیں سکتے وہاں پھر آپ کی نیکیوں کی حسرتیں باقی رہ جائیں گی وہاں خواہشیں ہیں جو دل میں کلبلائیں گی اور بے چین کریں گی کہ کاش ہم اس سے بھی زیادہ کرسکتے۔ اس حد سے آگے پھر آپ کے عمل کی حد ختم ہو جاتی ہے اور

خدا کے لامحدود فضلوں کی حد شروع ہو جاتی ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے جو لامحدود فضلوں کا سلوک فرمایا ہے ایک جاہل دنیا دار یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کی مرضی تھی اس نے جس طرح چاہا انکو بڑھا دیا اور اس میں اس کا ARBITRARY فیصلہ ہے یعنی بغیر کسی ARBITRARY کے، بغیر کسی وجہ کے، دنیا کے لحاظ سے یہی بات درست نظر آتی ہے مگر امر واقعہ اس سے مختلف ہے۔ خدا تعالیٰ کے ہر احسان کے اندر عدل کا مضمون پایا جاتا ہے اور اس پہلو سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے یا آپ کی غلامی میں کسی اور شخص سے جب آپ خدا تعالیٰ کے فضلوں کا لامحدود سلوک دیکھتے ہیں تو یقین کریں کہ اس شخص کی قربانیوں کی ایک ایسی حد پہنچی تھی جس سے آگے اس کی تمنائیں رہ گئی تھیں اور حسرتیں رہ گئی تھیں اور خدا نے اس کو جو استعدادیں عطا کی تھیں اُن میں توفیق نہیں تھی کہ اس سے آگے بڑھ سکیں تب خدا کے فضل نے وہاں سے اس کا ہاتھ پکڑا ہے۔ اور پھر اسکو لامحدود فضلوں کی دنیا میں پہنچا دیا ہے۔ معراج محمد مصطفیٰ ﷺ میں ہمیں یہی مضمون ملتا ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے بشریت کی حدود کے آخری مقام تک پہنچنے کی کوشش کی ہے اس سے بالا بشریت کا کوئی مقام نہیں ہے جس حد تک ممکن تھا سب کچھ خدا کی راہ میں پیش کر دیا ہے یہاں تک کہ اس کے بعد پھر خدا باقی رہ جاتا ہے اور بشریت کی تمام طاقتیں ختم ہو جاتی اور کوتاہ ہو جاتی ہیں مگر وہاں آپؐ ٹھہرے نہیں ہیں وہاں تعلق باللہ کا ایک نیا مضمون شروع ہوا ہے جو لامحدود ہے۔ اس تک عام انسان کی نظر اور اس کا فہم اور اس کا ادراک پہنچ ہی نہیں سکتے لیکن روزمرہ کی زندگی میں ہر انسان کو کسی نہ کسی پہلو سے یہ تجربے ہو سکتے ہیں اس لئے جماعت احمدیہ کو اپنے ایسے خدا سے تعلق جوڑتے ہوئے اس تعلق کو محدود نہیں رکھنا چاہیے۔ بڑا ظلم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تو لامحدود فضل کرنے والا ہو اور ہم اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے اس کے فضلوں کے ہاتھ روک رہے ہوں اور ان کو محدود کر رہے ہوں اس لئے اب یہ دعا کرنی چاہیے کہ جو کوتاہیاں ہم سے ہو گئیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے اوپر ستاری کا پردہ ڈال دے اور ہماری غفلتوں کو بھی نظر انداز کرتے ہوئے نیکیوں کے طور پر شمار کر لے اور ہماری استعدادوں کو بھی بڑھائے اور ہمیں اپنی استعدادوں تک پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے یہاں تک کہ نیکی کے ہر میدان میں ہم اس کنارے تک پہنچ جائیں جس سے آگے ہماری بشریت کی حد کے لحاظ سے بڑھنا ممکن نہ رہے اور پھر ہم خدا کے لاانتہا فضلوں کے وارث بنتے چلے جائیں اور آئندہ صدیاں ہماری ان قربانیوں کے لاانتہا پھل کھاتی چلی جائیں۔ اس بات کو یاد رکھیں کہ ہم نے پہلوں کی محنت کے پھل کھائے ہیں اس لئے ان کو بھی اپنی دعاؤں میں بھولیں نہیں اور ہماری محنت کے پھل آئندہ نسلیں کھائیں گی اور اگر آپ پہلی نسلوں سے یہ سلوک کریں گے کہ ان

کے سامنے نیک نمونہ پیش کریں گے اور اپنے دل میں سوز و گداز کے ساتھ اپنی دلی دعاؤں میں ان کو یا د رکھیں گے تو یاد رکھیں کہ پھر آئندہ نسلیں بھی آپ سے ایسا ہی سلوک کریں گی۔ پس یہ جو دو ماہ سترہ دن اس صدی کے باقی ہیں ان کو خصوصیت کے ساتھ ان دعاؤں میں وقف کریں اپنے حالات کا جائزہ لیں اور اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور دیکھیں کہ کہاں کہاں اور کس حد تک اصلاح نفس کے لحاظ سے، تربیت کا جو مجاہدہ ہم کر رہے ہیں اسکے لحاظ سے، اور خدا کی راہ میں قربانیاں پیش کرنے کے لحاظ سے کمی رہ گئی ہے اور دعا یہ کریں کہ ان دو ماہ سترہ دن میں خدا تعالیٰ اتنی برکت ڈال دے کہ وقت کے پیمانے کے لحاظ سے نہیں بلکہ فضل کے پیمانے کے لحاظ سے ہمیں عمل کی توفیق عطا ہو اور اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول کرتے ہوئے ہماری جزاؤں کو لا انتہا کر دے۔

اس مختصر تعارف کے بعد اب اسی مضمون کی روشنی میں مَیں وقف جدید کے نئے سال کا اعلان کرتا ہوں۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے وقف جدید کی تحریک پہلے صرف پاکستان اور ہندوستان تک محدود تھی لیکن تقریباً تین سال کا عرصہ ہوا اسے ساری دنیا میں پھیلا دیا گیا ہے اور اگرچہ بعض ممالک ایسے ہیں جہاں وقف جدید کا چندہ وہیں انہی ممالک میں خرچ کیا جاتا ہے مثلاً افریقہ کے ممالک اور بعض دوسرے ممالک ہیں مگر ترقی یافتہ ممالک میں جماعتیں وقف جدید کا جو چندہ ادا کرتی ہیں وہ زیادہ تر ہندوستان میں خرچ کے لئے وقف ہے۔

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت وقف جدید کے لحاظ سے قربانی میں مسلسل آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ 1984ء میں، وعدوں کے متعلق تو یہاں ذکر نہیں لیکن، وصولی سترہ لاکھ پندرہ ہزار بہتر روپے تھی۔ 1985ء میں بیس لاکھ چوالیس ہزار ہوگئی۔ 1986ء میں تیئیس لاکھ بانوے ہزار اور 1987ء میں اٹھائیس لاکھ اکسٹھ ہزار تک جا پہنچی اور اب 1988ء میں خیال ہے کہ بجٹ انشاء اللہ کتیس لاکھ سے بڑھ جائے گا یعنی کل آمد بڑھ جائے گی لیکن اس تاریخ تک جب یہ رپورٹ بھجوائی گئی پچیس لاکھ پچاسی ہزار روپے وصولی تھی۔ وقف جدید کا سال اگرچہ دسمبر میں ختم ہوتا ہے لیکن وصولی جو گزشتہ سال کی ہے وہ اگلے ایک دو ماہ تک آتی چلی جاتی ہے۔ اور پہلے کیونکہ جلسہ سالانہ ہوا کرتا تھا اس لئے دسمبر کے آخر پر سب سے زیادہ ہوا کرتی تھی اب یہ Peak یعنی سب سے زیادہ وصولی وہاں سے تبدیل ہو کر جنوری میں داخل ہوگئی ہے۔ کیونکہ اب ڈاک کے ذریعہ آتی ہے اس لئے عموماً سال کے آخر پر جب جماعتیں حساب سمیٹتی ہیں تو زیادہ تر رقمیں جنوری میں داخل کرتی ہیں۔ مجھے خدا تعالیٰ کے فضل سے تقریباً 24 سال وقف جدید میں خدمت کی توفیق ملی ہے میرا گزشتہ تجربہ یہی ہے کہ بعض دفعہ بیس فیصد تک یا

پچیس فیصد تک بھی آخری ایک دو ماہ میں گزشتہ سال کا چندہ موصول ہوتا ہے تو مَیں امید رکھتا ہوں کہ جس رفتار سے اللہ تعالیٰ پاکستان کی جماعتوں کو آگے قدم بڑھانے کی توفیق عطا فرما رہا ہے اس سال بھی ویسا ہی سلوک فرمائیگا اور ہمیشہ پہلے سے بڑھ کر آگے قدم بڑھانے کی توفیق عطا فرماتا رہے گا۔

دعا کی تحریک کے طور پر عموماً ان جماعتوں کے نام سنائے جاتے ہیں جنہوں نے مالی قربانی میں غیر معمولی حصہ لیا ہے۔ دفتر اطفال کا جہاں تک تعلق ہے جس ترتیب سے میں یہ نام سناؤں گا اسی ترتیب سے خدا تعالیٰ کے فضل سے اطفال کے چندے کے سلسلہ میں ان جماعتوں کو غیر معمولی قربانی کی توفیق ملی ہے۔ ربوہ سرفہرست ہے پھر بدین، سانگھڑ، سکھر، خیر پور، رحیم یار خاں، مظفر گڑھ، راجن پور، گوجرانوالہ، لاہور، سیالکوٹ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، سرگودہا، چکوال، راولپنڈی، اسلام آباد اور اٹک ہیں۔

جہاں تک عام چندہ وقف جدید کا تعلق ہے اسمیں اس فہرست کی ترتیب حسب ذیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ربوہ اسمیں بھی سرفہرست ہے پھر کراچی، حیدر آباد، تھر پارکر، سانگھڑ، خیر پور، رحیم یار خاں، ڈیرہ غازی خاں، راجن پور، بہاولنگر، ملتان، گوجرانوالہ، لاہور، سیالکوٹ، فیصل آباد، شیخو پورہ، جھنگ، اوکاڑہ، گجرات، چکوال، راولپنڈی اور ایبٹ آباد ہیں۔ یہ مَیں نہیں جانتا کہ وقف جدید کے دفتر والوں نے یہ ترتیب کیسے قائم کی ہے۔ جب مَیں وقف جدید میں ہوا کرتا تھا تو بڑی احتیاط سے مختلف پہلوؤں سے جائزے لیکر یہ ترتیب قائم کیا کرتا تھا۔ جہاں تک کل چندے کا تعلق ہے ظاہر بات ہے کہ یہ ترتیب درست نہیں ہے کیونکہ ناممکن ہے کہ سانگھڑ کو لاہور سے زیادہ یا رحیم یار خاں یا ڈیرہ غازی خاں کو لاہور سے زیادہ چندہ پیش کرنے کی توفیق ملی ہو۔ اس لئے یا تو غلطی ہوئی ہے اور اس دفعہ انہوں نے یہ جو فہرست بھجوائی ہے یہ بے ترتیب بھیج دی ہے مگر چونکہ ہمیشہ گزشتہ سالوں میں ایک ترتیب قائم کی جاتی تھی اور اول جماعتوں کا اول ذکر کیا جاتا تھا اس لحاظ سے مَیں نے یہی سمجھا کہ اسی ترتیب سے ان جماعتوں نے قربانی میں حصہ لیا ہوگا۔ اگر انہوں نے یعنی وقف جدید کے دفتر والوں نے کسی اور پہلو سے یہ ترتیب قائم کی ہے مثلاً گزشتہ سال کے مقابل پر فی کس چندہ دہندہ کے اضافے کا جہاں تک تعلق ہے تو ہوسکتا ہے یہ ترتیب بدل چکی ہو اور بعض چھوٹی جماعتیں اس پہلو سے زیادہ آگے آجائیں یا یہ بھی ہوسکتا ہے بعض دفعہ ترتیب قائم کی جاتی ہے کہ وعدوں کے مقابل پر وصولی کی نسبت کے لحاظ سے کون آگے ہے کیونکہ ایسی کوئی وضاحت موجود نہیں ہے یا بھیجی گئی ہے تو اتنی تاخیر سے بھیجی گئی ہے کہ ابھی مَیں اس کا مطالعہ نہیں کرسکا اسلئے مَیں نے احتیاطاً ساتھ یہ وضاحت کردی ہے۔ یہ نہ ہو کہ بعد میں جماعتیں پھر احتجاج شروع کردیں کہ ہم نے زیادہ دیا تھا آپ نے ہمارا نام پیچھے پڑھ دیا کیونکہ اکثر جماعتیں پھر یہ کہا کرتی ہیں بہرحال جو بھی اللہ

کے نزدیک قربانی کے لحاظ سے آگے ہے اسے اللہ اپنی جزا میں بھی آگے رکھے اور جو پیچھے رہ گئے ہیں ان کو آگے بڑھائے اور صف اول کی قربانی کرنے والوں میں شامل فرمائے۔

جہاں تک بیرون پاکستان کا تعلق ہے جماعتوں کی طرف سے اطلاعات ہمیں ملی ہیں اس کیمطابق جس ترتیب سے مَیں اب یہ نام پڑھوں گا یہ درست ہے ۔صرف ایک شکوے کی بات یہ ہے کہ بیرونی جماعتوں نے بار بار توجہ دلانے کے باوجود کوائف بھجوانے میں بہت سستی کی ہے اور اب یہ فہرست بھی جو مَیں پڑھ کر سناؤں گا اس میں بھی کئی خامیاں ہوں گی کیونکہ ہمیں بروقت اطلاع نہیں مل سکی تو اگر کوئی جماعت زیادہ قربانی کرنے والی تھی اور فہرست کے لحاظ سے پیچھے رہ گئی ہے تو اسمیں ان کے اپنے نظام کا قصور ہے انہوں نے بروقت اطلاع کیوں نہیں دی۔ بہرحال جو اطلاعیں ملی ہیں ان کے لحاظ سے خدا تعالیٰ کے فضل سے برطانیہ کی جماعت سرفہرست ہے جس نے سال گزشتہ میں گیارہ ہزار پونڈ وقف جدید میں ادا کیے دوسرے درجہ پر جرمنی کی جماعت ہے جس نے نو ہزار آٹھ سو ایک پونڈز ادا کئے تیسرے درجہ پر امریکہ کی جماعت ہے جس نے چھ ہزار پانچ سو بائیس پونڈز ادا کئے پھر ماریشس کا نمبر آتا ہے جس نے دو ہزار ایک سو اٹھانوے پونڈز ادا کئے اور پھر کینیڈا ہے جس نے دو ہزار تیئیس پونڈز ادا کئے۔کینیڈا کی کچھ سمجھ نہیں آئی یہ کیسے ہوا کیونکہ عام طور پر وہ مالی قربانی میں امریکہ سے پیچھے نہیں ہے اور ہر دوسری تحریک میں خدا کے فضل سے نہ صرف یہ کہ امریکہ سے پیچھے قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ آگے بڑھنے کا رجحان پایا جارہا ہے اس لئے ہو سکتا ہے انکی انتظامیہ کا قصور ہو یا وقف جدید کے سیکرٹری کا قصور ہو وہ سارا سال غافل رہا ہو لیکن جیسا تاثر کینیڈا کا یہاں پیدا ہو رہا ہے ویسا نہیں ہے ۔مَیں امید رکھتا ہوں کہ اس طرف وہ مزید توجہ کریں گے۔ انڈونیشیا ایک ہزار پانچ صد بائیس پونڈز، ناروے ایک ہزار تین سو چھیانوے پونڈز، وہ چھوٹی جماعتیں ہیں جو بعد میں آکر تیزی سے آگے بڑھ رہی ہیں ان میں ناروے بھی خدا کے فضل سے شامل ہے۔ ناروے ہر جہت سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ترقی کر رہا ہے لیکن اس پہلو سے سوئٹزرلینڈ، ناروے کو بہت پیچھے چھوڑ گیا ہے کیونکہ سوئٹزرلینڈ کی جماعت ناروے کی جماعت کے مقابل پر تعداد کے لحاظ سے بہت تھوڑی ہے لیکن وقف جدید کے چندے میں انہوں نے رپورٹ کے مطابق ایک ہزار دو سو پونڈز ادا کئے تھے۔ ڈنمارک نے ایک ہزار ستاون پونڈز اس مد میں ادا کئے ہیں۔ بہرحال یہ مختصر رپورٹ بھی نامکمل ہے لیکن ایک تھوڑی سی تصویر آپ کے سامنے رکھ دی ہے کہ وقف جدید کے چندوں کی طرف بیرونی دنیا میں کس قدر توجہ ہو رہی ہے پہلے بھی مَیں نے یہ بات سمجھائی تھی کہ بیرونی دنیا میں وقف جدید کی جو تحریک ہے اسکی دو وجوہات ہیں اول یہ کہ ہر نیکی میں حصہ لینے اور شامل ہونے کا موقعہ پانے کی انسان کے دل میں تمنا ہوتی

ہے اور یہ وہ تحریک تھی جو بے وجہ تو نہیں کہہ سکتے، لیکن بعض خاص مصلحتوں کی وجہ سے آغاز میں صرف پاکستان اور ہندوستان میں محدود کی گئی تھی۔ اس عرصہ میں مَیں نے ایکدفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں تحریک کر کے یہ اجازت لی تھی چنانچہ تحریک نے اس پر پھر عمل بھی کیا کہ باہر کی دنیا کو بھی وقف جدید میں شامل کیا جائے خواہ وہ اپنا روپیہ اپنے پاس ہی رکھیں چنانچہ کچھ نیم دلی کے ساتھ یہ تحریک آج سے بہت پہلے جاری ہوگئی تھی اور مختلف رپورٹوں میں ہمیں یہ اطلاع ملی تھی کہ افریقہ کے بعض ممالک نے، یورپ نے یا امریکہ، کچھ کچھ روپیہ وقف جدید میں بھی ادا کیا ہے جو ان کے مقامی فنڈز میں شامل کر لیا گیا۔

آج سے غالباً تین سال پہلے کی بات ہے جب مَیں نے شدھی کے خلاف جہاد کی تحریک کی تھی تو اس وقت شدھی کیلئے وقتی طور پر روپے کی کچھ ضرورت تھی جو خدا تعالیٰ کے فضل سے پورا ہو گیا لیکن یہ ایک ایسا کام نہیں تھا جسے ہم تھوڑی دیر کرنے کے بعد بھلا دیں۔ ہندوستان میں وسیع پیمانے پر مختلف صوبوں میں مسلمانوں کو مرتد کر کے دوبارہ ہندو بنانے کی منظّم کوششیں جاری ہیں اور جتنی زیادہ میں تحقیق کروا رہا ہوں اتنا ہی زیادہ ہولناک منظر سامنے آ رہا ہے۔ علی گڑھ جو مسلم یونیورسٹی کا مرکز ہے اور ہندوستان میں اسلامی تعلیم کا ایسا مرکز ہے کہ گویا وہاں ایک روشنی کا مینار ہے۔ اسکے اردگرد ہزاروں گاؤں ایسے ہیں جو چند نسلیں پہلے مسلمان تھے اور اب دوبارہ ہندو بنا لئے گئے ہیں۔ یوپی میں مسلمان مراکز کے اردگرد مشہور شہروں مثلاً لکھنؤ کے اردگرد شاہجہان پور کے اردگرد مختلف جگہوں میں یہی قصہ جاری ہے۔ آندھرا پردیش میں کوئی حصہ ایسا نہیں ہے، راجستھان کو لے لیں، جہاں منظّم طریق پر یہ تحریک جاری نہ ہو اور پنجاب میں بھی اب یہ ممتد کر دی گئی ہے۔ قادیان سے باہر ہم نے یہ تحریک چلائی تھی کہ گرتے ہوئے مسلمانوں کو سنبھالیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سی مسجدیں واگزار کروائی گئیں جہاں اذانیں نہیں ہوتی تھیں وہاں اذانیں دلوائی گئیں یا باقاعدہ نمازیں شروع کی گئیں اور مسجدوں کو آباد کیا گیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہت بھاری کام ہوا ہے۔ پچھلے دنوں چونکہ سیاسی حالات بگڑے ہیں اسلئے اس کام میں ویسی تیزی نہیں رہی لیکن جہاں تک مخالفانہ کوششوں کا تعلق ہے وہ بھی اسی طرح جاری ہیں اور پنجاب میں گزشتہ ایک دوسال کے اندر خصوصیت کے ساتھ شدھی کی تحریک منظّم طور پر داخل ہوئی ہے۔ تو ان سب تحریکات کے مقابلہ کے لئے ہندوستان کی جو وقف جدید ہے مالی لحاظ سے اس کی یہ استطاعت نہیں ہے کہ جتنی ضرورت ہے وہ اسکو پورا کر سکے۔ ہندوستان کی جماعتیں چونکہ چھوٹی رہ گئی ہیں ان میں یہ طاقت نہیں ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر مَیں نے وقف جدید کو مستقلاً تمام دنیا میں جاری کرنے کا فیصلہ کیا اس کا مقصد یہی تھا کہ یہ سارا روپیہ جب تک ضرورت پیش آتی ہے ہندوستان کے لئے وقف کیا جائے اور اگر یہ ضرورت پوری ہوگئی یعنی

ضرورتیں تو ویسے دین کی کبھی بھی پوری نہیں ہوا کرتیں مگر اگر ایسا وقت آیا کہ ہندوستان کی جماعتیں اپنی کوششوں کے ذریعہ اپنے پاؤں پہ کھڑی ہوسکیں اور اللہ کرے کہ جلد وہ وقت آئے تو پھر اسی روپے کو آپ کے بچوں کی تربیت کے لئے استعمال کیا جائے گا اور جس طرح معلمین تیار کئے جاتے ہیں مدرس کے طور پر جگہ جگہ بیٹھ کر چھوٹی جماعتوں، میں پورے مربی کی تعلیم تو نہیں پاتے لیکن اتنا علم ضرور رکھتے ہیں کہ ابتدائی قرآن کی تعلیم، نماز، روزے کی تعلیم دے سکیں، تو اس قسم کے معلم پھر غیر ملکوں میں بھی رکھے جاسکتے ہیں۔ تو یہ تحریک انشاء اللہ تعالیٰ ایک لمبی چلنے والی تحریک ہے اور بہت ہی نتیجہ خیز ثابت ہوگی لیکن سر دست تو فوری ضرورت ہمیں ہندوستان کیلئے ہے تو مَیں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ وہ جماعتیں بھی جواب تک اس تحریک کے فوائد سے غافل رہنے کی وجہ سے اس میں ہلکا حصہ لیتی رہی ہیں کیونکہ مَیں جانتا ہوں کہ جب جماعت کو احساس ہوجائے کہ کسی چیز کی ضرورت ہے تو پھر وہ ہلکا حصہ نہیں لیا کرتی بلکہ بعض دفعہ تو روکنا پڑتا ہے سمجھا کر کہنا پڑتا ہے کہ بھئی اس سے زیادہ نہ دو۔ اس لئے یہ تو ناممکن ہے کہ جماعت نے وقف جدید کی طرف اس لئے توجہ نہ دی ہو کہ انکے اندر اخلاص میں کمی آ گئی ہے نعوذ باللہ من ذلک۔ لیکن یہ یقینی بات ہے کہ وقف جدید کے فوائد اور اس کے عالمی اثرات سے ناواقفیت کے نتیجہ میں جماعت کا ردعمل نسبتاً نرم ہوا ہو۔ اسلئے مَیں آپ کو یاد کروا رہا ہوں کہ اس تحریک کے یہ مقاصد ہیں یہ اس کے فوائد ہیں یہ اس کی ضروریات ہیں اس لئے جہاں تک توفیق ہو آپ اس تحریک میں پہلے سے بڑھ کر حصہ لیں۔

اور آخر پر یہ بات یاددہانی کے طور پر کہتا ہوں کہ اپنے بچوں کو کثرت سے اس میں شامل کریں۔ جو تعداد مجھے ملی ہے مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ اعداد و شمار درست ہوں گے۔ بتایا گیا ہے کہ بیرون پاکستان صرف چھ ہزار احباب ہیں جو وقف جدید میں اب تک شامل ہوئے ہیں۔ یہ ماننے والی بات نہیں اعداد و شمار بھجوانے میں ضرور غلطی ہوئی ہے مگر کوشش یہ کرنی چاہیے کہ کوئی احمدی بچہ بھی ایسا نہ رہے جو وقف جدید میں شامل نہ ہو۔ اور باہر کے لحاظ سے اگر آپ ایک پونڈ مثلاً انگلستان میں ایک بچے کیلئے پیش کر دیں تو میرے خیال میں تو کوئی ایسی مشکل نہیں ہے اور اگر نسبتاً بڑے بچوں کو یہ عادت ڈالیں کہ وہ اپنے ہاتھ سے پیش کریں اور اپنے جیب خرچ میں سے پیش کریں تو پھر اس کا بہت فائدہ پہنچے گا اور روحانی لحاظ سے ان بچوں کے دل میں ہمیشہ کیلئے ایک عزم پیدا ہوجائے گا ایک خواہش پیدا ہوجائے گی کہ ہم دینی خدمات میں حصہ لیتے رہیں۔ ایک بیج بویا جائے گا جسے خدا تعالیٰ پھر بڑھائے گا تو اس پہلو سے اس طرف بہت توجہ دینی چاہیے۔ باہر کی دنیا میں تعداد بڑھانے کی طرف خصوصیت سے توجہ دی جائے اور مَیں سمجھتا ہوں اگر تعداد بڑھائی جائے اور تھوڑا تھوڑا چندہ بچے بھی دیں اور بعض نئے شامل ہونے والے بھی پیش کریں تو سر دست

جوفوری ضروریات ہیں وہ انشاءاللہ تعالیٰ پوری ہوجائیں گی۔مَیں امید رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ اس پہلو سے بھی ہمیں آگے قدم بڑھانے کی توفیق عطاء فرمائے گا۔

دعاؤں میں بھی اس تحریک کو یاد رکھیں ہندوستان کے حالات ایسے ہیں کہ ہماری جماعت تناسب کے لحاظ سے بہت ہی تھوڑی ہے اور خدمت کے میدان بے انتہا ہیں اور چونکہ ہندوستان کو خدا تعالیٰ نے آئندہ اسلام کا قلعہ بنانے کے لئے چنا تھا اور ہندوستان ہی میں امام پیدا فرمایا تھا اس لئے اس ملک کی بہت غیر معمولی اہمیت ہے جسے ہم وقتی حالات کی تبدیلی سے نظر انداز نہیں کر سکتے۔اگر ہندوستان مسلمان ہوجائے تو دنیا کی عظیم ترین اسلامی مملکت بنے گا اور اگر احمدی تربیت کے تابع مسلمان ہو تو اسلامی کا سوال نہیں ساری دنیا میں سب سے زیادہ عظیم طاقت بن سکتا ہے کیونکہ احمدیت جس طرح اسلامی اخلاق پر زور دیتی ہے اور اسلامی اخلاق کو نظریاتی طور پر نہیں بلکہ عملی دنیا میں انسانوں کی زندگی میں ڈھالتی ہے اس سے طاقت پیدا ہوا کرتی ہے اور اگر ہندوستان مسلمان ہوجائے تو مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تمام دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور ملک بن جائے گا اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی تیزی کے ساتھ ساری دنیا کے مسلمان ہونے کے سامان پیدا ہونے شروع ہوجائیں گے اسلئے پاکستان کا اپنا ایک مقام ہے اس مقام کو مَیں نظر انداز نہیں کر رہا لیکن ہندوستان کو بھی اس کا حق ملنا چاہیے اور ہمیں ہندوستان کے حق سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطاء فرمائے اور ہمارے تھوڑے کو قبول فرمائے اور اس کے نیک اثرات کو بہت بڑھا کر ظاہر فرمائے۔آمین





خطبہ جمعہ فرمودہ 29 دسمبر 1989ء بیت الفضل لندن

تشہد،تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یہ جمعہ جس کی ادائیگی کیلئے آج ہم اکٹھے ہوئے ہیں سال 1989ء کا آخری جمعہ ہے اور دو روز تک یہ سال اختتام پذیر ہونے والا ہے۔ یہ سال نہ صرف یہ کہ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک غیر معمولی سال ہے بلکہ دنیا کی تاریخ میں بھی یہ سال ایک غیر معمولی سال بن کر اُبھرا ہے اور اس میں خدا تعالیٰ کی گہری حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا جب ہم ربوہ میں 23 مارچ کا دن خوشی کے دن کے طور پر منانا چاہتے تھے تو جماعت کے دشمنوں نے پورا زور لگایا کہ وہ ربوہ میں یا دوسری جگہوں پر بھی جماعت احمدیہ کو اس دن کی خوشی نہ منانے دیں لیکن خدا کی تقدیر نے ان کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ سارے ملک میں وہ دن خوشیوں کے دن کے طور پر منائیں اور 23 تاریخ یوم پاکستان کی ایسی تاریخ ہے جسے پاکستان کبھی نظر انداز نہیں کر سکتا۔ تو بہت لمبا عرصہ پہلے جب 23 مارچ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لدھیانہ میں بیعت لی، اس بات کو پاکستان بنانے والوں نے یا پاکستان کی راہ میں خدمتیں کرنے والوں نے تو کبھی سوچا بھی نہ ہوگا اور 23 مارچ کا دن یوم پاکستان مقرر ہونا ایک ایسا فعل ہے جس میں پاکستان کی تحریک سے تعلق رکھنے والوں کا کوئی بھی عمل دخل نہیں۔ تقدیر نے یہ دن ان پر مسلط کر دیا، ان پر ٹھونس دیا۔ جب تک وہ اس دن کو جماعت احمدیہ کی خوشیوں کے طور پر نہیں مناتے یہ دن ان پر مسلط ہو چکا ہے اور جب وہ اس کو پہچان جائیں گے تو پھر وہ اصلی خوشیوں کا دن اُبھرے گا، جب 23 مارچ کو پاکستان کے قیام کا دن بھی ہوگا اور احمدیت کے قیام کا دن بھی ہوگا اور یہ دونوں خوشیاں مل کر عیدین بن جایا کریں گی۔

اسی طرح کی ایک حکمت اس سال میں بھی پوشیدہ ہے۔ اس سال میں ایسے حیرت انگیز تغیرات برپا ہوئے ہیں کہ دنیا کے دانشوروں کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا، یورپ میں جو کچھ ہوا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے اور اسی طرح دنیا کے دیگر بعض ممالک میں تبدیلیوں کے جو آثار ظاہر ہو رہے ہیں یہ وہ سب تبدیلیاں ایسی ہیں جن میں سیاست دانوں کا کوئی عمل دخل نہیں۔ ان کے لئے یورپ میں ہونے والی عظیم تبدیلیاں اور اشتراکی ممالک میں ہونے والے انقلابات اسی طرح تعجب انگیز تھے جس طرح باقی دنیا کے لئے تعجب انگیز تھے۔ ان کی کوششوں کا جہاں تک دخل ہے وہ کوششیں تو چین میں کی گئیں تھیں اور انسانی کوششیں ناکام

ثابت ہوئیں اور ساری دنیا کے ترقی یافتہ ممالک نے مل کر چین میں جو انقلاب برپا کرنے کے لئے کوشش کی تھی اس میں وہ کلیۃً ناکام رہے۔ وہاں انقلابات ہوئے جہاں محض خدا کی تقدیر کو دخل تھا جہاں انسانی کوششوں کا کوئی بھی ہاتھ نہیں تھا اس لئے ابھی سے دانشور یہ لکھنے لگے ہیں اور مختلف مواقع پر یہ بیان دینے لگے ہیں کہ یہ سال جو 1989ء کا سال ہے یہ انسانی تاریخ میں ایک ایسا بلند اور ممتاز سال بن کر ابھرا ہے کہ اسے قیامت تک مورخ بھلا نہیں سکے گا۔ ایک غیر معمولی شان ہے اس سال میں اور آئندہ کیلئے بنیادیں ڈالنے والا سال ہے۔ پس اس کی بلندی محض اپنی ذات کی بلندی نہیں بلکہ آئندہ دنیا کی سر بلندی کے لئے اس سال میں بنیادیں قائم کی گئیں ہیں اور یہ وہی سال ہے جس کو خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کا عالمی جشن تشکر قرار دیا۔

اب اس میں ہماری اور آپ کی انسانوں کی کوششوں کا ظاہر ہے کوئی ادنیٰ سا بھی دخل نہیں۔ اللہ تقدیر بنا رہا ہے اور تمام دنیا کو مجبور کر دیا گیا ہے کہ وہ جماعت احمدیہ کے صد سالہ جشنِ تشکر کے سال کو کبھی نہ بھلا سکے اور ہمیشہ اس سال کو سنہری حروف سے لکھتی چلی جائے۔ پس خدا کی بہت سی تقدیریں مخفی طور پر ایسے کام کر رہی ہوتی ہیں کہ سطح پر ان کے کوئی اثرات ظاہر نہیں ہوتے۔ اچانک جس طرح سمندروں میں جزیرے اُبھر آتے ہیں اس طرح جب وہ خدا کی تقدیر آخری صورت میں اُبھرتی ہے تو دنیا حیرت سے اس کو دیکھنے لگتی ہے پس ان دونوں باتوں میں حکمت ہے۔ یہ دونوں باتیں اتفاقی نہیں ہیں 23/ مارچ کے دن کو پاکستان کی خوشیوں کا دن قرار دے دینا اور صد سالہ جشنِ تشکر کے دن کو سارے عالم کی خوشیوں کا دن قرار دے دینا اور اس سال میں حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا کرنا اور حیرت انگیز تبدیلیوں کی بنیادیں قائم کرنا یہ ایسی باتیں تو نہیں ہیں جو اتفاقاً اکٹھی ہوگئی ہیں۔ ان کے اندر خدا کی تقدیر کارفرما دکھائی دیتی ہے اور جماعت احمدیہ کی تاریخ میں اس کثرت کے ساتھ فضل کبھی نازل نہیں ہوئے جتنے اس سال نازل ہوئے ہیں اور اس میں کسی حد تک تو آپ یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم نے جشنِ تشکر کی تیاریاں کی تھیں ان کے نتیجہ میں کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی تھا لیکن خدا کے جن فضلوں کا مَیں پہلے ذکر کرتا چلا آیا ہوں ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کا ہماری تیاری سے دُور کا بھی کوئی تعلق نہیں تھا خدا کی طرف سے آسمان سے فضل نازل ہوئے ہیں اور ان کو ہم نے نازل ہوتے دیکھا ہے اور ہر پہلو سے اس سال میں جماعت کو غیر معمولی عظمت عطا ہوئی، غیر معمولی تقویت نصیب ہوئی اور ہمارے دشمنوں کو غیر معمولی ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا۔ یہ سب باتیں اتفاقی تو نہیں ہوسکتیں۔ بہت ہی جاہل ہوگا جو اس ساری تصویر کو اکٹھی دیکھے اور پھر کہے کہ اتفاقاً یہ نقوش بنتے چلے گئے یہاں تک کہ ایک معنی خیز تصویر اُبھر آئی۔

یہ وہ سال ہے کہ جب بیعتوں کے لحاظ سے بھی اس کثرت سے لوگوں کو جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے کہ جب آپ اس کا گراف دیکھیں تو آپ حیران رہ جائیں گے یوں لگتا ہے جیسے ایک بلند ہوتی ہوئی سڑک پر اچانک مینار بنا دیا گیا ہو اور مینار کے ساتھ وہ سڑک اٹھنی شروع ہو جائے لیکن یہ بھی مجھے یقین ہے مَیں خدا کے فضل سے یہ امید رکھتا ہوں کہ چونکہ یہ اتفاقی واقعہ نہیں اس لئے یہ ترقی کی جو رو ہے یہ آگے بڑھے گی اور پیچھے نہیں ہٹے گی۔

دنیا کی تاریخ میں تو یہ سال اُبھرا ہے اور ابھر کر پھر کسی حد تک نیچے گرنے والا ہے مگر مَیں خدا تعالیٰ کے فضل سے اُمید رکھتا ہوں اور اسی کے لئے آپ کو دعا کی طرف توجہ دلانی چاہتا ہوں کہ دعا یہ کریں کہ مڑ کر دیکھیں تو اس سال کے پیچھے گہرائی دکھائی دے مگر آگے دیکھیں تو پھر اور اٹھتے ہوئے بلند تر مینار دکھائی دیں اور یہ سال آئندہ ترقی کے لئے رفتاریں سیٹ کرنے والا پیس میکر (Pace Maker) بنے جس طرح دوڑوں میں سب سے اگلا کھلاڑی جو سب سے زیادہ توانا ہوتا ہے اور چست و چالاک ہوتا ہے اور رفتار میں سب سے زیادہ نمایاں طور پر آگے بڑھنے کی توفیق پاتا ہے ایسے کھلاڑی کو کہتے ہیں اس نے پیس (Pace) سیٹ کر دی یعنی اس نے باقی کھلاڑیوں کے لئے رفتار معین کر دی اب وہ اس کا ساتھ دے سکیں گے تو ساتھ چلیں گے ورنہ پیچھے رہ جائیں گے۔تو خدا کرے کہ یہ سال آئندہ سالوں کے لئے پیس (Pace) سیٹ کرنے والا سال ثابت ہو اور اس سال کے بعد میں آنیوالے سال گویا اس سال سے سبق سیکھتے ہوئے اسی رفتار سے آگے بڑھیں جس رفتار سے یہ سال اللہ کے فضل و کرم کے ساتھ آگے بڑھا ہے۔اس موقع پر ہمیں خاص طور پر دعا کرنی چاہئے کہ یہ جو عالمی تغیرات ظاہر ہوئے ہیں جن کے متعلق ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ اسلام کی ترقی کے لئے خدا تعالیٰ کی تقدیر نے نئی بنیادیں قائم کی ہیں یا نیا موڑ موڑا ہے اس موڑ پر کھڑے ہو کر جو آئندہ دنیا ہمیں دکھائی دیتی ہے اس کے لئے بہت دعاؤں کی ضرورت ہے اور ان دعاؤں کی ضرورت ہے کہ خدا کی تقدیر نے ترقی کے یہ جو آثار باندھے ہیں، ہم اس بات کے اہل ہوں کہ ان سے پوری طرح استفادہ کر سکیں۔ہم اس بات کے اہل ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کے جو نئے دروازے کھولے ہیں نئے ایونیو (Avenue) نئے ایوان ہمارے لئے ہم پر روشن کئے ہیں اُن تک پہنچنا ہم پر آسان فرما دیا ہے ان سے بھرپور استفادے کی ہمیں توفیق ملے اور جس جس طرف سے خدا تعالیٰ کی تقدیر نے ہمیں آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے، جس طرح تیز ہوائیں پیچھے سے دھکیلتی ہیں تو جس کو دھکیلا جا رہا ہے اس کی کوشش کا بھی کوئی دخل ہوا کرتا ہے۔ یہ تو درست ہے کہ بعض دفعہ آندھیاں اتنی تیز بھی چلتی ہیں کوئی جانا چاہے یا نہ چاہے اس سمت میں اس شخص کو دھکیلتی ہوئی لے جاتی ہیں لیکن اگر دوڑنے والا اسی سمت میں دوڑنا

چاہے اور دوڑنے کی پوری کوشش بھی کرے تو پیچھے سے آنے والی ہوائیں اس کو بہت تیزی سے آگے بڑھاتی ہیں۔

پس جماعت احمدیہ کے لئے یہ تبدیلیاں اس قسم کی ہواؤں کا حکم رکھتی ہیں جو خاص سمتوں میں چلائی جارہی ہیں۔ اگر آپ دوڑنے کی نیت رکھتے ہیں تو دوڑنے کے لئے کمر کسیں اور تیار ہو جائیں کیونکہ اب یہ وقت چلنے کا وقت نہیں رہا بلکہ تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے آگے بڑھنے کا وقت ہے اور اپنی سابقہ سستیوں کا ازالہ کرنے کا وقت ہے۔ جو کچھ ہم سے غفلتیں ہوئیں ان پر استغفار کا وقت ہے اور خدا کی طرف سے چلنے والی ان ہواؤں سے پورے استفادے کا وقت ہے۔ بادبانی کشتیاں جس طرح ہواؤں کے رخ پر بڑھا کرتی ہیں اسی طرح آپ کی رفتار بھی اس تیزی سے بڑھنی چاہئے جس طرح بغیر ہوا کے بادبانی کشتیاں چپو سے چل رہی ہوں اور اچانک ایک پاکیزہ ہوا، عمدہ ہوا جس میں خطرات نہ ہوں بلکہ مبشرات ہوائیں ہوں ایسی ہوا چلنی لگ پڑے اور بادبانی کشتیاں تیزی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف آگے بڑھنے لگیں۔ قرآنِ کریم میں حضرت سلیمانؑ کے متعلق یہ مثال دی گئی ہے کہ ان کا بڑھنا اس طرح تھا جیسے ہوا کے گھوڑوں پر کوئی سوار ہو۔ اور تیز ہوائیں ان کے دن کے سفر کو بھی مہینے کا سفر بنا دیا کرتی تھیں اور ان کے رات کے سفر کو بھی مہینے کا سفر بنا دیا کرتی تھیں ۔ یہ تو پرانے زمانوں کی باتیں ہیں ہم تو حضرت محمد مصطفی ﷺ کے غلام ہیں یہ دعائیں کریں کہ ہمارے لئے خدا ایسی ہوائیں چلائے کہ ہمارے دن کا سفر بھی ایک سال کے سفر کے برابر ہو جائے اور ہماری راتوں کا سفر بھی ایک سال کے برابر ہو جائے اور اس تیزی کے ساتھ ہم دنیا میں ترقی کرتے ہوئے خدا کی توحید کا پیغام تمام عالم کو پہنچائیں اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے حسن سے کل عالم کو خیرہ کر دیں۔ دعاؤں کے ساتھ کوشش کے ساتھ محکم عزم کے ساتھ اور صبر کے ساتھ اب ہمیں بہت تیز رفتار سے آگے بڑھنا ہے اور خدا کرے کہ ہمارا اگلا سال یہ ثابت کرنے والا ہو کہ ہم 1989ء کے سال کو مڑ کر ایک بلندی کے سال کے طور پر نہیں بلکہ بلندیاں پیدا کرنے والے سال کے طور پر دیکھا کریں گے۔

اس کے بعد مَیں اسی خطبہ میں آئندہ سال کی جماعت احمدیہ کو مبارکباد بھی دیتا ہوں، جیسا کہ مَیں نے عرض کیا ہے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت کی ترقی کی رفتاروں کے پیمانے بدل چکے ہیں اب یہ بات نہیں رہی کہ پچھلے سال سے اتنے فیصد زیادہ یا اتنے فیصد زیادہ پیمانے تبدیل کئے گئے ہیں۔ اس لئے آپ دعائیں کرتے ہوئے آگے بڑھیں اور اللہ آپ کے ساتھ ہو اللہ حفاظت فرمائے، ہماری بلاؤں کو ٹال دے اور بلاؤں کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے جو اجر کے وعدے ہیں انکو ہماری توقعات سے بھی

بہت زیادہ پورا کرے۔ جو ہم میں سے دُکھی ہیں ان کے دُکھ دور فرمائے جن کے سروں پر خطرات منڈلا رہے ہیں ان خطرات کو دُور کردے اور باطل ثابت کردے۔ ہمارے نقصانوں کو اپنے فضل سے پورا کرے اور ہمارے نفعوں کو بڑھادے اور ہر پہلو سے جماعت کے لئے دنیا میں بھی اور آخرت کے لحاظ سے بھی یہ آنے والا سال پہلے سال سے بہت بہتر ثابت ہو۔

یہ چونکہ سال کا آخری خطبہ ہے اس لئے روایات کے مطابق مَیں اسی خطبے میں وقفِ جدید کے سالِ نو کا اعلان بھی کرتا ہوں۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے وقفِ جدید کی تحریک پہلے پاکستان اور ہندوستان میں کلیۃً محدود تھی ان معنوں میں کہ چندہ بھی انہی دوملکوں سے وصول کیا جاتا تھا اور خرچ بھی انہی دوملکوں پر کیا جاتا تھا۔ گذشتہ چند سال سے مَیں نے یہ تحریک کی کہ تمام دنیا پر ہند اور پاکستان کے احسانات ہیں اور ایک لمبا عرصہ گذر گیا، تقریباً ایک صدی ہوگئی کہ ہندوستان اور پاکستان سے خدا کی راہ میں عظیم مالی قربانی کرنے والوں نے تمام دنیا میں پیغامِ حق کا بوجھ اٹھایا تو جذبۂ تشکر کے طور پر ایک تھوڑا سا ٹوکن اس بات کا انکے حضور پیش کریں۔ یعنی ٹوکن سے مراد ہے کہ ایک مثال کے طور پر کچھ قربانی کا نمونہ ان کے سامنے پیش کریں اور باقی دنیا کی جماعتیں یہ کہیں کہ ہم بھی تمہارے لئے کچھ چندہ اکٹھا کرتے ہیں جو تم پر خرچ ہوگا۔ اس پہلو سے وقفِ جدید کی مالی تحریک کو سارے عالم پر ہم نے محیط کردیا تھا سارے عالم پر اس کا اطلاق کر دیا تھا اور یہ فیصلہ کیا تھا کہ آئندہ سب جماعتیں کچھ نہ کچھ ہندوستان اور پاکستان میں چلنے والی اس تحریک کی مدد کریں۔

اس تحریک کے بعض خاص ایسے پہلو ہیں جن کو جماعت کو پیشِ نظر رکھتے رہنا چاہئے۔ یہ تحریک غیر معمولی چندے طلب نہیں کرتی لیکن اس کا زور اس بات پر ہے کہ زیادہ سے زیادہ احمدی حسبِ توفیق بشاشت کے ساتھ خوشی کے ساتھ کچھ نہ کچھ ضرور خدا کی راہ میں پیش کریں۔ باقی تحریکات میں زیادہ تر مقابلے اس بات کے ہوتے ہیں کہ کون آگے بڑھتا ہے اور کون زیادہ خدا کی راہ میں لٹاتا ہے۔ اس تحریک میں ملکوں کے مقابلے ہیں کہ کتنے زیادہ افراد خدا کی راہ میں مالی قربانی میں شامل ہوتے ہیں بچے بھی، عورتیں بھی، مرد بھی، بڑے بھی، چھوٹے بھی سب مل کر اور جہاں تک شمولیت کا تعلق ہے جتنی بھی کوئی توفیق پاتا ہے اس کی دی ہوئی رقم کو خوشی سے قبول کیا جاتا ہے۔ وقفِ جدید کے لئے جو کم سے کم معیار پاکستان میں مقرر تھا وہ چھ روپے کا تھا۔ لیکن اس چھ روپے کے متعلق بھی ہم نے یہ اجازت دی تھی کہ اگر ایک غریب خاندان ہے جو سال میں چھ روپے بھی نہیں دے سکتا مثلاً ایسے خاندان میں چھ افراد ہیں ان میں سے ہر شخص چھ روپے نہیں دے سکتا تو وہ سارے مل کر ایک ایک روپیہ سال کا دے دیں اور مشترکہ طور پر کم سے کم معیار کو

پورا کر دیا کریں۔

باہر کی دنیا کے لئے کم سے کم کوئی معیار با قاعدہ تو مقرر نہیں لیکن مال کے شعبہ کی طرف سے مشورۃً یہ کہا جاتا ہے کہ دو پونڈ مثلاً انگلستان کے لئے یا اس کے متبادل رقم یورپین امیر ملکوں کے لئے اگر ہو جائے تو یہ کم سے کم معیار سمجھنا چاہئے لیکن جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے با قاعدہ کوئی فیصلہ نہیں ہے۔ اگر آپ اپنے بچوں کو بھی اس میں شامل کرنا چاہیں اور مالی مشکلات راہ میں حائل ہوں تو اگر پچاس پینس بھی ایک بچے کی طرف سے ادا ہوگا تو اس کا نام ''مجاہدِ وقفِ جدید'' کے طور پر لکھا جانا چاہئے اور آپ جماعتی لحاظ سے چھوٹی رقم دیکھ کر انکار نہ کریں۔ سب سے بڑی برکت چندہ دینے والے کو اس کے رجحان کے نتیجہ میں ملتی ہے۔ چندے کی مقدار بھی اہمیت رکھتی ہے جماعت کو اس وقت بہت بڑے بڑے خرچوں کی ضرورت ہے اس میں شک نہیں لیکن جہاں تک چندہ دینے والے کا تعلق ہے اس کے رجحان، اس کے خلوص کا، اس کے ثواب سے بہت زیادہ تعلق ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ کتنی رقم پیش کر سکتا ہے۔ ایک غریب آدمی جو خدا کی محبت میں محض للہ اپنی کسی ضرورت کو کاٹ کر چند پیسے بھی خدا کے حضور پیش کرتا ہے تو اس کا ایک خاص مرتبہ ہے جس مرتبے کو خدا پہچانتا ہے بندے اس کو پہچانیں یا نہ پہچانیں اور اس پہچان کے مطابق وہ اس سے سلوک فرماتا ہے۔ اس لئے وقفِ جدید میں خصوصیت کے ساتھ میرا زور ہمیشہ اس بات پر رہا ہے کہ تعداد بڑھائیں اور کثرت کے ساتھ دوستوں کو اس میں شامل کریں کیونکہ بہت سے ایسے احمدی ہونگے جو کسی چندے میں شامل نہیں ہیں اگر ان کو کسی ایک چندے میں بھی شمولیت کی معمولی توفیق مل جائے تو میرا یہ تجربہ ہے کہ پھر وہ توفیق اپنی توفیق کو خود بڑھاتی رہتی ہے اور توفیق سے اور توفیق پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ نیکی میں بھی یہ خاصیت ہوتی ہے اور بدی میں بھی یہ خاصیت ہوتی ہے۔ ایک قدم آپ بدی کی طرف بڑھائیں تو بدی کی ڈھلوان آپ کو اپنی طرف کھینچنے لگ جاتی ہے۔ ایک قدم آپ نیکی کی طرف بڑھائیں تو بلندی کے باوجود آپ میں مزید توانائی پیدا ہوتی ہے اور مزید اوپر چڑھنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا شوق پیدا ہو جاتا ہے پہاڑوں پر چڑھتے ہوئے مجھے بارہا یہ محسوس ہوا کہ شروع میں جب دیکھا کہ بہت ہی بلند چوٹیاں ہیں تو ہمت جواب دیتی تھی کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنی بلندی تک ہم اتنے وقت میں پہنچ جائیں گے لیکن جب انسان قدم اٹھانے شروع کر دے تو پھر اس کو پتہ چلتا ہے کہ ہر قدم اگلے قدم کے لئے ایک طاقت کا ذریعہ بن جاتا ہے حوصلہ پیدا کرتا ہے اور جوں جوں آپ آگے قدم بڑھاتے جاتے ہیں اور مڑ کر دیکھتے ہیں کہ کن نچلی سطحوں سے آپ کوشش کر کے اوپر اُبھرے ہیں تو نیچے دیکھنا بھی آپ کے لئے تقویت کا موجب بنتا ہے اور اُوپر دیکھنا بھی حوصلوں کو انگیخت کرتا ہے بجائے بجھانے کے، سفر شرط ہے۔

پس چندوں میں بھی میرا یہ وسیع تجربہ ہے، اپنے متعلق بھی اور دوسروں کے متعلق بھی کہ جب بھی آپ خدا کی راہ میں کچھ پیش کرنے کی توفیق پاتے ہیں تو وہ توفیق آپ کی توفیق بڑھاتی ہے اور اس کے علاوہ ایک اور خدا کا فضل ہے جو ہمیشہ چندے دینے والوں پر نازل ہوتا ہے کہ ان کی مالی حیثیت بھی پہلے سے بہتر ہونی شروع ہو جاتی ہے ان کے قرضوں کے بوجھ کم ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ان کو جو روزمرّہ کی چٹیاں پڑتی رہتی ہیں اس میں کمی آ جاتی ہے کئی قسم کی مصیبتوں سے وہ بچائے جاتے ہیں۔پس میرے علم میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ چندہ دینے والا چندہ دینے کی وجہ سے نقصان میں رہا ہو یعنی جزاء کا وہ مفہوم جو خدا کی رضا سے تعلق رکھتا ہے یا آخرت سے تعلق رکھتا ہے اس کے علاوہ بات کر رہا ہوں وہ تو اپنی جگہ ہے۔انسان جب خدا کی راہ میں کچھ پیش کرتا ہے تو رضا کی خاطر کرتا ہے اور وہی چندہ ہے جو مقبول ہوتا ہے اور اسی کے نتیجے میں دنیا بھی سنورتی ہے۔پس جہاں تک نیتوں کا تعلق ہے نیت یہ ہونی چاہئے کہ محض للہ خدا کی رضا کی خاطر ہم یہ دے رہے ہیں اور جب آپ اس نیت کے ساتھ دیتے ہیں تو اللہ کی رضا صرف آخرت کی جزا نہیں دیتی بلکہ دنیا میں بھی آپکو جزاء دیتی ہے اور چندہ دینے والا جانتا ہے یقینی طور پر اس کو علم ہو جاتا ہے کہ بہت سی ایسی برکتیں اس کو نصیب ہوتی ہیں جو پہلے حاصل نہیں تھیں۔اس لئے دنیا میں لکھو کھہا احمدی ذاتی طور پر اس بات کے گواہ ہیں بچے بھی گواہ ہیں مرد بھی گواہ ہیں، عورتیں بھی، سب دنیا میں جماعت کے ساتھ خدا تعالیٰ یہی سلوک کرتا ہے کہ اخلاص کے ساتھ خدا کی راہ میں کچھ پیش کرنے والے کی قربانی کی توفیق بھی بڑھتی ہے اور مالی وسعت بھی اس کو عطا ہوتی ہے۔

پس وقفِ جدید میں جب ہم افراد کی تعداد میں اضافے پر زور دیتے ہیں تو میری نیت اس میں ہمیشہ یہی ہوتی ہے تا کہ وہ احمدی بھی جو اب تک مالی قربانی کی لذت سے محروم ہیں اور اس کی برکتوں سے محروم ہیں انکو اس بہانے ایک موقع میسر آ جائے اور پھر خدا کے فضل کے ساتھ وہ ہر دوسری تحریک میں بھی خود بخود آگے بڑھنے لگے اس پہلو سے بہت سا کام ابھی ہونا باقی ہے اگر چہ جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے اس سال خدا کے فضل کے ساتھ ہر پہلو سے جماعت میں اضافہ ہوا ہے، وقفِ جدید کے چندے میں بھی اضافہ ہوا ہے۔وقفِ جدید کی قربانی کرنے والے افراد کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے لیکن گنجائش ابھی بہت موجود ہے۔افریقہ کے ممالک میں خصوصیت کے ساتھ بہت بڑی گنجائش موجود ہے افریقہ کے ممالک میں جو اُمراء یا مربیان کام کرتے ہیں وہ بعض دفعہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ جی غریب ہے ملک اس میں قربانی کی توفیق اتنی نہیں مگر جہاں تک میرا جائزہ ہے مَیں ان ملکوں میں پھر کے آیا ہوں مَیں نے دیکھا ہے کہ غربت کے باوجود افریقہ میں مالی قربانی کی روح بڑی نمایاں ہے اور قربانی کے لحاظ سے افریقن قوم دنیا کی کسی قوم سے

پیچھے نہیں بلکہ بعض پہلو سے بہت آگے ہے یعنی بعض دفعہ مَیں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ نہایت غریب لوگ جن کو دو وقت کی روٹی میسر نہیں ہوتی تھی جن کو 24 گھنٹے میں صرف ایک کھانا ملتا تھا تو وہ غنیمت سمجھتے تھے۔ وہ بھی جماعت کے لئے مالی قربانی کا جذبہ رکھتے تھے اور ہمیشہ چندے میں شوق سے شامل ہوتے تھے۔ غریب غریب نہایت ہی غریب گاؤں میں مَیں نے دیکھا کہ بڑے ذوق شوق سے مسجدیں بنا رہے ہیں بغیر کسی سے کچھ مانگے سالہا سال مسلسل محنت کرتے چلے جا رہے ہیں جو کسی کو توفیق ملتی ہے وہ مسجد کے لئے پیش کر دیتا ہے۔ پس جماعت افریقہ پر جماعت کے منتظمین کو بدظنی کا کوئی حق نہیں ہے اور یہ بدظنی ان کو نقصان پہنچائے گی اور یہ بدظنی آئندہ نسلوں کو بھی نقصان پہنچائے گی۔ افریقہ میں جس تیزی کے ساتھ احمدیت پھیل رہی ہے اسی تیزی کے ساتھ افریقہ کی نئی آنے والی نسلوں کو یا نئی پیدا ہونے والی نسلوں کو بھی اور نئے آنے والے افراد کو بھی فوری طور پر بلا تاخیر مالی قربانی کا چسکا ڈال دینا چاہئے۔ مالی قربانی کا جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے واقعی ایک چسکا ہے دنیا والے جس طرح آجکل منشیات کی عادت Drug Addiction میں مبتلا ہو رہے ہیں مَیں نے دیکھا ہے جماعت احمدیہ میں بہت سارے احمدی ایسے ہیں جن کو چندے کی Addiction ہوگئی ہے اور یہ ایڈکشن پھر اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ ان کو سنبھالنا پڑتا ہے۔ روکنا پڑتا ہے کہ بھئی! ٹھہرو ذرا بس کرو تمہارے اپنے عزیز ہیں قریبی ہیں ان کا بھی کچھ خیال کرو اور خلیفۂ وقت کو یہ بھی نظر رکھنی پڑتی ہے کہ کون توفیق سے آگے بڑھ رہا ہے لیکن یہ ایسا نشہ ہے کہ جن کو پڑ جاتا ہے واقعی نشہ بن کے چمٹ جاتا ہے اس لئے بجائے اس کے کہ ہم اپنی نسلوں کو دنیا کے نشوں میں مبتلا ہونے کا خطرہ مول لیں انکو یہ اچھے نشے لگا دیں، یہ ایسے نشے ہیں جو پھر ان کو سنبھال لیں گے۔ آئندہ نسلوں کو سنبھال لیں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جیسا کہ مَیں نے کہا ہے کہ ایک نیکی کا قدم دوسری نیکیوں کے قدم اٹھانے کی توفیق دیتا چلا جائے گا۔

اس وقت جو رپورٹ میرے سامنے ہے جو اعداد و شمار میرے سامنے ہیں ان کی رو سے جو اوّل دوم سوم ممالک کے متعلق مَیں اعلان کروں گا غالباً یہ ترتیب تو الا ماشاء اللہ قائم رہے گی لیکن ہوسکتا ہے کچھ حصوں میں کچھ تبدیلی بھی ہو جائے کیونکہ بہت سے کوائف ابھی تک موصول نہیں ہوئے۔ یہ جو کوائف مَیں آپ کے سامنے پیش کرنے والا ہوں یہ نامکمل ہیں کیونکہ ابھی تک وقفِ جدید کے معاملے میں پوری تندہی کے ساتھ مستعدی کے ساتھ جماعتیں رپورٹ نہیں بھجواتیں۔ اس وقت تک جو کوائف ہیں، پاکستان کے کوائف کا جہاں تک تعلق ہے حسبِ سابق خدا تعالیٰ کے فضل سے کراچی سرِ فہرست ہے۔ پچھلے سال بھی سرِ فہرست تھا اور امسال بھی سرِ فہرست ہے اور پچھلے سال سے خدا کے فضل سے نمایاں طور پر بڑھ کر کراچی نے

حصہ لیا۔ ربوہ مجھے یاد نہیں کہ پچھلے سال دوئم تھا یا نہیں۔ لیکن اس سال دوسرے نمبر پر ہے اور ربوہ میں چونکہ اکثر آبادی غرباء پر مشتمل ہے اس لئے ربوہ کا سارے پاکستان میں دوسرے نمبر پر آنا خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک خاص اعزاز ہے جو اہلِ ربوہ کو نصیب ہوا۔ لاہور خدا کے فضل سے چندوں میں بہت اچھا ہے لیکن وقفِ جدید میں تیسرے نمبر پر ہے۔ کراچی کا قدم بہت نمایاں طور پر آگے ہے ربوہ اس سے کئی قدم پیچھے ہے لیکن اس کے باوجود دوئم پوزیشن حاصل ہے اور لاہور کراچی سے یوں کہہ لینا چاہئے کہ اگر کراچی نے تین قدم اٹھائے ہیں تو لاہور نے دو اٹھائے ہیں یہ نسبت ہے ان کی آپس میں اور فیصل آباد امسال سیالکوٹ کو پیچھے چھوڑ گیا ہے سمجھ نہیں آئی کہ سیالکوٹ اپنے گذشتہ سال کے مقابل پر کیوں پیچھے ہٹا ہے اور یہ ایک استثنائی مثال ہے ورنہ بالعموم ہر ضلع آگے بڑھتا ہے مَیں سمجھتا ہوں کہ وہاں سے رپورٹیں آنے میں کچھ کمی رہ گئی ہے ورنہ مجھے سیالکوٹ پر حسنِ ظن ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کو جو یہ تقدم عطا فرمایا تھا اوّلیت عطا فرمائی تھی اس کو یہ انشاءاللہ قائم رکھے گا اور امیر صاحب سیالکوٹ کو یہ خصوصیت کے ساتھ توجہ کرنی چاہئے کہ کسی قیمت پر بھی اپنے اس سال کو گزشتہ سال سے ہارنے نہ دیں ابھی وصولی کے کچھ دن باقی ہیں کیونکہ وقفِ جدید کی وصولی دسمبر میں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ عموماً جنوری کا پورا مہینہ اور فروری کا کچھ حصہ سالِ گذشتہ کی وصولی میں شمار ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے ویسے بھی مومن کو چاہئے کہ اس کا ہر قدم آگے بڑھے لیکن یہ سال چونکہ غیر معمولی خصوصیت کا سال ہے اس سال دنیا کی کسی جماعت کو بھی اپنے اخلاص پر داغ نہیں لگنے دینا چاہئے کہ جب ساری دنیا میں 1989ء کا سال نمایاں شان سے آگے بڑھ رہا تھا تو ہمارے پاس سے جب یہ سال گزرا تو اس کے قدم ڈھیلے پڑ گئے اور پچھلے سال سے بھی پیچھے رہ گیا۔ پس اس مسابقت کی روح کے ساتھ جو سالوں کے درمیان بھی چلنی چاہئے آپ اپنے اس سال کو پیچھے نہ ہٹنے دیں۔

دفتر اطفال بھی وقفِ جدید کا ایک دفتر ہے یعنی بڑوں کے چندوں کے علاوہ اطفال کے چندے بھی الگ وصول کئے جاتے ہیں۔ اس پہلو سے بھی خدا کے فضل کے ساتھ کراچی اوّل ہے لیکن لاہور ربوہ کو پیچھے چھوڑ گیا ہے اور اگرچہ بہت معمولی فرق ہے جس کو گھڑ دوڑ کی اصطلاح میں کہتے ہیں کہ گردن کا فرق رہ گیا یا سر کا فرق رہ گیا تو اتنا تھوڑا سا فرق ہے آگے جا کر ممکن ہے یہ بدل جائے کیونکہ ابھی آخری لائن نہیں آئی جہاں سے گزرنا ہے تو بہر حال لاہور، ربوہ کو پیچھے چھوڑ گیا ہے اور راولپنڈی چوتھے درجے پر اور سیالکوٹ اس پہلو سے فیصل آباد کو پیچھے چھوڑ گیا ہے اور آگے نکل گیا الحمدللہ اور اس نے پچھلے سال سے بھی نمایاں ترقی کی ہے اس لئے مجھے خیال ہے کہ غالباً اعداد و شمار کی غلطی ہوگی ورنہ وقفِ جدید کے لحاظ سے دفتر اطفال میں سیالکوٹ کا قدم آگے ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ بالغان میں بھی وہ قدم آگے نہ بڑھے، ہاں تعداد

کے لحاظ سے پاکستان کی رپورٹیں نہیں موصول ہوئیں۔ بعض جگہ تعداد کا ذکر ہے بعض جگہ نہیں ہے اس لئے مَیں نے پاکستان میں شامل ہونے والوں کے اعداد وشمار آپ کے سامنے پیش نہیں کئے۔ وقفِ جدید کو چاہئے کہ وہ بعد میں گزشتہ سال کے موازنے کے ساتھ تیار کر کے مجھے بھجوائے۔

جہاں تک بیرونی دنیا کا تعلق ہے، اس میں امسال خدا کے فضل سے شمولیت کرنے والوں کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا ہے جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ یہ تحریک بیرونی دنیا کے لحاظ سے ابھی نئی ہے کچھ اجنبیت رکھتی ہے اور اس کو پوری طرح متعارف کرانے میں ابھی جماعتوں کو بہت محنت کرنا ہوگی لیکن اس کے باوجود نمایاں فرق ہے یعنی گزشتہ سال بیرونِ پاکستان اور بیرونِ ہند شمولیت کرنے والوں کی تعداد سات ہزار ایک سو چوالیس (7144) تھی اور امسال 11,849 ہوگئی ہے لیکن گیارہ ہزار کی یہ تعداد بھی اور گزشتہ سات ہزار کی تعداد بھی یقیناً آخری نہیں کیونکہ یہ چند جماعتوں کے، چند ملکوں کے اعداد وشمار سے خلاصہ تیار کیا گیا ہے جو گزشتہ سال بھی نامکمل تھا اور امسال بھی نامکمل ہے لیکن جہاں تک عمومی موازنہ کا تعلق ہے وہ ہم کر سکتے ہیں کم وبیش اتنی ہی رپورٹوں پر گزشتہ سال یہ تعداد 7,144 تھی اور امسال 11,849 ہے گویا خدا کے فضل سے 65 فیصد اضافہ ہے۔

آمدہ رپورٹس میں بیس ممالک ایسے ہیں جنھوں نے اپنے اپنے ملک میں شامل ہونے والے بچوں کی تعداد کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کو الگ ظاہر کرنا چاہئے صرف 6 ایسے ممالک ہیں جنھوں نے بچوں کی شمولیت کا علیحدہ ذکر کیا ہے صرف 20 ممالک ایسے ہیں جن کی آخری شکل میں رپورٹ اب تک موصول ہوئی ہے اور باقی ممالک کی رپورٹیں یا تو ابھی ڈاک میں ہی چل رہی ہوں گی کرسمس کی وجہ سے بھی بعض دفعہ دیر ہو جاتی ہے اور یا ممکن ہے کہ وہاں سے چلی ہی نہ ہوں۔ اس لئے اگلے مہینے تک شاید آجائیں اس اطلاع کے مطابق حسبِ ذیل 20 ممالک ہیں جنھوں نے رپورٹ اب تک کی مکمل بھجوائی ہے۔

جرمنی، ہالینڈ، سیرالیون، مسقط، سپین، کینیڈا، انڈونیشیا، گی آنا، تنزانیہ، ناروے، جاپان، آئر لینڈ، گوئٹے مالا، زائر، ڈنمارک، سوئٹزرلینڈ، ساؤتھ افریقہ، کویت، امریکہ، اور برطانیہ۔

اب اس میں چھوٹے چھوٹے ممالک بھی شامل ہیں بعض بڑے بڑے بھی ہیں بعض بڑے بڑے نہیں ہیں۔ اور اسی طرح چھوٹے بھی بہت سی تعداد میں ہیں جو ابھی تک ان رپورٹوں میں شامل نہیں ہو سکے۔ وعدہ جات کے لحاظ سے 1989ء میں 1988ء کے مقابل پر نمایاں فرق ہے۔ 1988ء میں 42,273 سٹرلنگ پونڈ کے وعدے موصول ہوئے تھے۔ اور 1989ء میں 60,388 سٹرلنگ پونڈز کے وعدے موصول ہوئے ہیں۔ یہ اضافہ بھی خدا کے فضل سے نمایاں ہے۔ یعنی 43 فیصد۔

وصولی میں بھی کم وبیش یہی شکل ہے وصولی گزشتہ سال 42,273 کے مقابل پر 42,432 تھی۔ باوجود اس کے کہ بعض ممالک نے وعدے کے مطابق ادائیگی نہیں کی پھر بھی وصولی وعدے سے کچھ بڑھ گئی ہے جس کا مطلب یہ کہ بعض ممالک نے یا تو وعدہ نہیں بھجوایا تھا صرف وصولی بھجوائی ہے یا وعدے سے بڑھ کر وصولی کی۔ 1988ء میں وصولی 42,432 تھی اور 1989ء میں 61,552 یعنی 60,388 کے وعدے سے بھی زیادہ 61,552 وصولی ہوئی ہے اور یہاں اضافے کی شرح تھوڑی سی بڑھ گئی ہے وعدوں کے مقابل پر یعنی وصولی کے اعتبار سے گزشتہ سال پر 45 فیصد اضافہ ہوا ہے۔

ممالک کی جو باہمی دوڑ ہے اس میں اوّل پوزیشن پہ جرمنی ہے اور گزشتہ چند سال سے جرمنی ساری دنیا کے لئے ایک چیلنج بن کر ابھر رہا ہے اور وہ بعض بڑے بڑے امیر ممالک جو پہلے جرمنی کو بہت پیچھے دیکھا کرتے تھے ان کو مَیں نے متنبہ کرنا شروع کیا تھا کہ ’’آیا ای آیا‘‘ اور اب یہ بڑھنے لگا ہے لیکن باوجود اس وارننگ (Warning) کے، اس تنبیہ کے وہ اس آگے بڑھنے والے کو پیچھے نہیں ہٹا سکے اور وقفِ جدید میں بھی خدا کے فضل سے جرمنی اوّل آیا ہے برطانیہ دوم، کینیڈا بھی ایک نئی ابھرنے والی جماعت ہے جس نے امریکہ کو پیچھے چھوڑ دیا ہے وہ سوم نمبر پر آیا ہے اور امریکہ چہارم ہے، انڈونیشیا پنجم، ناروے ششم، سوئٹزرلینڈ ہفتم، ڈنمارک ہشتم، اور ماریشس نہم، اور مسقط دہم، ماریشس کے متعلق میرا یہ خیال ہے کہ رپورٹ درست نہیں کیونکہ اس رپورٹ کے جو اعدادوشمار ہیں وہ ماریشس کے لحاظ سے ناقابلِ یقین ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ ماریشس کی جماعت میں امسال ہر پہلو سے غیر معمولی ترقی ہوئی ہے اور اخلاص کے لحاظ سے، جذبہ قربانی کے لحاظ سے، تبلیغ کے لحاظ سے، چندوں کے لحاظ سے، ملک میں وقار اور عظمت اور عزت کے لحاظ سے بہت غیر معمولی طور پر ماریشس کی جماعت آگے بڑھی ہے لیکن یہ اعدادوشمار مجھے یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وقفِ جدید میں پچھلے سال سے بہت پیچھے رہ گئی ہے۔ گزشتہ سال ان کا وعدہ 1873 سٹرلنگ تھا اور اس کے مقابل پر ادائیگی انھوں نے 2122 کی تھی اور امسال یہ اعدادوشمار بتا رہے ہیں کہ وعدہ 2558 اور وصولی صرف 1194۔ تو یقیناً کوئی غلطی ہوگئی ہے یا کوئی سیکرٹری صاحب وہاں ایسے آگئے ہیں جو سارا سال سوئے رہے ہیں بہر حال میں امید رکھتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ ماریشس یہ داغ اپنے اوپر نہیں لگنے دے گا اور وعدے سے بڑھ کر وصولی کر کے اپنی پوزیشن کو بحال کرے گا۔ مشرقِ وسطیٰ کے بعض ممالک میں سے بھی بعض ممالک کو خدا کے فضل سے بڑی نمایاں طور پر قربانی کی توفیق ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

پس اس اعلان کے ساتھ کہ وقفِ جدید کا نیا سال شروع ہو رہا ہے مَیں امید رکھتا ہوں کہ جماعت

جس طرح باقی چندوں میں ہمیشہ مسلسل آگے بڑھنے والی رفتار کے ساتھ قربانیاں کرتی چلی آرہی ہے اور اس کی نیک جزائیں اس دنیا میں بھی پاتی ہے اور آخرت پر اس سے بڑھ کر توقعات رکھتی ہے اسی جذبے کے ساتھ وقفِ جدید کے اس نئے سال میں بھی ہم پہلے سے بڑھ کر قربانیوں میں حصہ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ یہ نیا سال ساری دنیا کے لئے مبارک کرے۔ جماعت احمدیہ کے لئے خصوصیت کے ساتھ مبارک کرے کیونکہ ساری دنیا کی برکتیں آج جماعت احمدیہ کے ساتھ وابستہ ہو چکی ہیں۔





خطبہ جمعہ فرمودہ 4؍جنوری 1991ء بیت الفضل لندن

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

1957ء کا سال میری زندگی میں ایک لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اسی سال مجھے دو طرح سے نئی زندگی میں داخل ہونے کا موقعہ ملا ایک تو میری ازدواجی زندگی کا آغاز 1957ء کے آخر پر دسمبر کے مہینے میں ہوا اور دوسرے اسی سال کے آخر پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقفِ جدید کی تحریک کا آغاز فرمایا اور مجھے وقفِ جدید کی مجلس کا سب سے پہلا ممبر مقرر فرمایا اور اس کے بعد ایک لمبے عرصہ تک مجھے وقفِ جدید میں خدمت کا موقع ملا اس لحاظ سے میری با قاعدہ جماعتی خدمت کا آغاز 1957ء میں ہوا۔ اس واقعہ کو 33 سال گذر چکے ہیں اور آج مَیں وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان کرنے والا ہوں یہ نیا سال 34 واں سال ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ اس عرصے میں وقفِ جدید کو غیر معمولی ترقی کی توفیق عطا فرمائی۔ شروع شروع میں یہ تحریک بہت معمولی دکھائی دیتی تھی۔ آغاز بھی غریبانہ تھا اور چال چلن بھی غریبانہ۔ دیہات کے ساتھ اس کا تعلق تھا اور دیہاتی معلمین جو اس تحریک کے تابع خدمت پر مامور تھے ان کا ماہانہ گزارا بھی بہت ہی معمولی بلکہ اتنا معمولی کہ ایک عام مزدور سے بھی بہت کم تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی قناعت کے ساتھ اور بڑی خوش خلقی کے ساتھ انھوں نے ہر گزارے پر گزارا کیا اور خدمتِ دین میں بہت جلد جلد آگے بڑھنے لگے یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصے کے اندر وقفِ جدید کا سالانہ بیعتوں کا ریکارڈ باقی اس قسم کی دوسری تمام انجمنوں کے اداروں یا تحریکات سے آگے نکل گیا اور لمبے عرصے تک وقفِ جدید بیعتیں کروانے کے میدان میں اوّل رہی۔

اسی طرح وقفِ جدید کو ایک بہت ہی عظیم الشان خدمت کا تھر کے علاقے میں موقع ملا۔ یہ وہ علاقہ ہے جہاں ہندو بکثرت آباد ہیں اور یہی ایک وہ علاقہ ہے جہاں آج بھی مسلمانوں کے مقابل پر ہندوؤں کی اکثریت ہے لیکن اکثر ہندو اچھوت کہلانے والے ہیں یعنی ہندوؤں کی طبقاتی تقسیم کے لحاظ سے سب سے نچلے درجے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وقفِ جدید کا جس سال آغاز ہوا ہے اسی دوران عیسائیوں نے جو امریکہ سے غیر معمولی طور پر مدد حاصل کر رہے تھے تھر کے علاقے پر وہاں کے باشندوں کو عیسائی بنانے کے لئے یلغار کی اور اس لحاظ سے یہ الٰہی تحریک خاص طور پر اہمیت اختیار کر جاتی ہے۔ کہ اگر وقفِ

جدید کی تحریک جاری نہ ہوئی ہوتی اور جماعت احمدیہ کو تھر کے علاقے میں اس طرح خدمت کا موقع نہ ملتا تو بعید نہیں کہ وہاں بہت تیزی کے ساتھ عیسائیت پھیل جاتی لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے اس بروقت تحریک کے نتیجے میں جب ہم نے معلمین تقسیم کرنے کے لئے مختلف علاقوں کے جائزے لئے تو معلوم ہوا کہ تھر کے علاقے میں بڑی شدید ضرورت ہے ایک تو ویسے بھی ہندوؤں میں تبلیغ کی خاطر وہی علاقہ موزوں تھا دوسرے علم ہوا کہ عیسائیوں نے بہت بڑی یلغار کر رکھی ہے اور امریکن غذائی امداد کا ایک بہت بڑا حصہ اس علاقے کی طرف منتقل کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ جب مَیں نے وہاں دورہ کیا اور حالات کا جائزہ لیا تو عموماً یہی مشورہ دیا گیا کہ جماعت کی طرف سے بھی کوئی امدادی پروگرام مقابل پر جاری ہونا چاہئے ورنہ یہاں کامیابی مشکل ہے۔ اس پر مَیں نے اس تجویز کو نہ صرف سختی سے ردّ کیا بلکہ آئندہ بھی ہمیشہ اس تجویز کی سوچ کے دروازے بھی سب پر بند کر دیئے اور میرا استدلال یہ تھا کہ جہاں تک دولت کے ذریعے مذہب تبدیل کرنے کا تعلق ہے نہ ہم اس میدان کے کھلاڑی ہیں نہ ہم اس بات کے قائل ہیں، نہ ہمیں توفیق ہے کہ ہم دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کا اس میدان میں مقابلہ کر سکیں۔ اگر ہم ایک روپیہ خرچ کریں تو امریکہ دس لاکھ روپیہ خرچ کر سکتا ہے اور اگر روپیہ کی لالچ میں یا لالچ نہ بھی کہیں ضرورت مند کی مدد پوری کر کے اسے اپنی طرف متوجہ کرنا ہے تو ضرورت بے انتہاء ہے اُسے آپ پورا نہیں کر سکتے۔ ایک پیاس بھڑکا دیں گے اور جس قسم کی پیاس بھڑکائیں گے اس قسم کا پانی آپ کے پاس نہیں ہوگا اس لئے نہایت ہی جاہلانہ حرکت ہوگی اگر ہم مالی امداد کے ذریعے امریکن طاقتوں کا یا مغربی طاقتوں کا مقابلہ کریں۔

دوسرا پہلو یہ تھا کہ یہ لوگ غریب ہیں اور بہت ہی لمبے عرصے سے خود اپنے ہم مذہب لوگوں کی حقارت کا نشانہ بنے رہے ہیں یعنی ہزار ہا سال سے انسانی طبقات میں سب سے زیادہ ذلیل سمجھے جانے والے لوگ تھے۔ ان سے مَیں نے کہا کہ آپ انکی ذلتوں میں اضافہ کرنے کا سوچ کس طرح سکتے ہیں۔ یہ غریب عزت دار ہیں غربت میں بھی ان کو ابھی ہاتھ پھیلانے کی عادت نہیں۔ ان میں کوئی بھکاری آپ کو نظر نہیں آئے گا غریب فاقہ کش مزدور کثرت سے دیکھیں گے لیکن کوئی فقیر ان میں دکھائی نہیں دے گا بڑی محنت کش قوم ہے تو مَیں نے کہا کہ ایک ایسی باعزت قوم کو جس کا نفس معزز ہے اگر چہ بدن غریب ہے اس کے اندر خدا کی ایک ہی نعمت ہے اور وہ اس کی عزتِ نفس ہے آپ اسے بھکاری بنا کر وہ ایک دولت بھی اس کے ہاتھ سے چھین لیں۔ چنانچہ اس استدلال کا خدا کے فضل سے اثر پڑا اور وقفِ جدید کے معلمین بھی پورے عزم کے ساتھ اس علاقے میں یہ سمجھتے ہوئے گئے کہ ہم نے ان کو عزتِ نفس عطا کرنے کے لئے جانا ہے اور یہی پیغام ان کو دیا چنانچہ مقابلہ ایک طرف دولت کا تھا اور ایک طرف اخلاقی عظمت کا۔

اور معلمین وہاں جا کر عیسائیوں کے مقابل پر یہی پیغام دیتے تھے کہ کچھ لوگ تمہاری بھوک مٹانے کے لئے آئے ہیں بہت اچھی بات ہے، تمہیں کپڑے پہنانے کے لئے آئے ہیں یہ بھی بہت اچھی بات ہے لیکن ساتھ ہی تمہیں بھکاری بنانے کے لئے بھی آئے ہیں اور پیسہ دے کر تمہارا مذہب تبدیل کرنے کے لئے آئے ہیں اور یہ اچھی بات نہیں ہم تمہیں مزید عزتِ نفس عطا کریں گے، ہم تمہیں اسلام بھی دیں گے اور اس کے ساتھ تم سے مالی قربانی کے مطالبے بھی کریں گے اور تمہیں یہ کہیں گے کہ انتہائی غربت کے باوجود کچھ نہ کچھ نیک کاموں میں خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔ یہ پیغام بظاہر کڑوا ہے لیکن درحقیقت تمہیں تحت الثریٰ سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک لے جائے گا اور یہ سادہ پیغام ان کے دل پر اتنا اثر انداز ہوا اور اتنا اس نے ان کے دلوں کو لُبھایا کہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ عیسائیت کے مقابل پر احمدیت کو وہاں بڑی کثرت کے ساتھ ہندو غریب اقوام کو اسلام میں داخل کرنے کی توفیق ملی اور اس کے ساتھ ہی پھر ان کو نچلے طبقے سے اٹھا کر ایک بغیر طبقات کے سوسائٹی میں عزت کا مقام عطا کیا گیا۔ چنانچہ اس کے خلاف سب سے زیادہ ردّ عمل دیگر مسلمان ''تھری'' لوگوں نے دکھایا۔ جب ہم ان کے ساتھ بیٹھ کر چائے پیتے تھے یا کھانا کھاتے تھے تو شدید نفرت کا اظہار دوسرے مسلمانوں کی طرف سے کیا جاتا تھا جن کے مذہب میں طبقاتی تقسیم کا تصور ہی کوئی نہیں اور ہندو اس نفرت سے ہمیں نہیں دیکھتے تھے بلکہ وہ حیرت سے دیکھتے تھے کہ یہ عجیب لوگ ہیں جنھوں نے اپنی ظاہری عزت کی کوئی پرواہ نہیں کی اور مذہب کے تبادلے کے نتیجے میں ان کے ساتھ برابر ہو گئے ہیں۔ بہرحال ایک لمبا عرصہ اس جدوجہد میں گزرا یہاں تک کہ خدا کے فضل سے وہاں کی رائیں تبدیل ہوئیں سوچیں بدل گئیں اور بہت بڑا انقلاب برپا ہوا۔ مشکل صرف یہ درپیش تھی کہ ان کے اندر گہرا اسلام جذب کرانے کے لئے بہت محنت درکار تھی۔ سادہ محبت کا پیغام توحید کا پیغام بڑی آسانی سے سمجھ جاتے تھے اور قبول بھی کر لیتے تھے لیکن اس بات کی راہ میں بہت بڑی دقتیں حائل تھیں کہ باقاعدہ نماز سکھائی جائے اور پھر نماز کا عادی بنایا جائے۔ روزے سکھائے جائیں اور پھر روزے رکھنے کی عادت ڈالی جائے اور اسلام کے پرہیزوں کے متعلق تلقین کی جائے پاکیزگی کے متعلق تلقین کی جائے، پھر اس پر عمل پیرا کرنے کے لئے ان پر انکی مدد ہو۔ انکی نگرانی کی جائے وغیرہ وغیرہ۔

اس عرصے میں یعنی اس گذشتہ تمام عرصے میں مسلسل وقفِ جدید کے معلمین وہاں یہی کام کر رہے ہیں اور اگرچہ حالات بہت ہی ناسازگار ہیں اتنے ناسازگار ہیں کہ آپ جب تک وہاں جائیں نہ اس وقت تک آپ کو تصور ہی نہیں ہو سکتا کہ کن مشکلات میں وہاں وقفِ جدید کے معلمین نے پہلے کام کیا اور اب بھی اگرچہ مشکلات نسبتاً کم ہیں لیکن پھر بھی بہت مشکل حالات ہیں مَیں جب پہلی دفعہ وہاں گیا تو پہلی

تکلیف جو شدت سے محسوس ہوئی وہ پانی کا فقدان تھا یعنی پانی میسر تو تھا لیکن ایسا خوفناک کہ اس کے پینے سے بجائے اس کے کہ پیاس بجھے الٹی آتی تھی اور طبیعت متلانے لگتی تھی۔ تیل کی طرح کا پانی مٹھی کے علاقے میں اور وہ بھی قیمت دے کر خریدنا پڑتا تھا اور دنیا کی کوئی سہولت وہاں میسر نہیں تھی۔ وہ تو خیر کوئی ایسی معمولی بات ہے عام دنیا کی جو موجودہ زمانے کی بڑی سہولتیں ہیں اس کے بغیر بھی انسان بہت اچھی طرح گزارا کر سکتا ہے زندگی کے انداز بدلنے پڑتے ہیں لیکن پانی اچھا میسر نہ ہو تو زندگی بہت ہی تکلیف میں کٹتی ہے۔ بہر حال معلمین وہاں اس حالت میں مستقل رہتے تھے جس حالت میں مجھ سے ایک دو دن رہنا مشکل تھا اور مَیں نے محسوس کیا کہ کس تکلیف میں یہاں گزارا کرتے ہیں۔ چنانچہ بعد میں کوششیں کی گئیں کہ کسی طرح ان کے پانی کے مسائل حل ہوں اور خدا کے فضل سے بعد میں حل بھی ہوئے لیکن اور آگے بڑھ کر ایک اور نئی مصیبت کا سامنا ہوا۔ وہاں پتہ چلا کہ بعض ایسے سانپ ہیں جن کو پیّن کہتے ہیں سندھی تلفظ میں پیئٹ کہیں گے 'نون' اور 'ڑ' کے درمیان کا کوئی لفظ ہے یعنی پی جانے والا سانپ اور وہ سانپ ڈستا نہیں بلکہ وہ کہتے تھے منہ پر منہ رکھ کر سانس پی جاتا ہے۔ دراصل وہ زہر تھوکتا ہے اور اس کے زہر کا اثر گلے پر پڑتا ہے اور گلے سے براہ راست آنکھوں پر حملہ کرتا ہے اور اس کا مریض اگر بچ جائے تو اندھا ہو جاتا ہے اور خود اس سانپ کی بھی یہ کیفیت ہے کہ اگر دن کی روشنی میں اس کی آنکھیں کھل جائیں تو وہ خود اندھا ہو جاتا ہے۔ اس لئے دن کے وقت بلوں میں، سوراخوں میں، مختلف اندھیری جگہوں میں، اینٹوں کے نیچے سر دے کر یہ سانپ سو جاتا ہے۔ اور دن کے وقت بچے اس سے کھیلتے ہیں جس طرح بٹی ہوئی رسی سے کھیلتے ہیں اس طرح اس کو اپنے اردگرد لپیٹتے اور ایک دوسرے کو اس سے سانٹے مارتے اور اس سانپ کا کوئی خوف نہیں لیکن جونہی اندھیرا ہوتا ہے تو یہ باہر نکل کر مختلف جانداروں کے ساتھ لیٹ کر ان کے منہ پر منہ رکھ کر اس میں تھوکتا ہے اور اس کو اس میں کیا مزہ ہے۔ کیا وہ اس سے لذت حاصل کرتا ہے۔ کوئی نہیں جانتا لیکن یہ عادت بہر حال اسی طرح ہی ہے چنانچہ وہاں مجھے یہ بتایا گیا کہ یہ سانپ ہیں اور ہم نے دیکھے بھی۔ رات کو سفر کر رہے تھے تو ایسی طبیعت میں کراہت پیدا ہوئی کہ ساری رات نیند نہیں آئی۔ آدمی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس کے ساتھ کوئی سانپ آ کر لیٹ جائے اور پھر منہ پر منہ رکھ دے تو وہ جو مختلف نظارے وہاں دیکھے جس طرح معلم وہاں کام کر رہے ہیں تو طبیعت پر بڑا گہرا اثر پڑا اور اس کا فائدہ یہ ہوا کہ واپس جا کر انکی زندگی کو نسبتاً بہتر بنانے کے لئے وقفِ جدید میں جو غریبانہ طاقت تھی وہ استعمال کی گئی اور ان کے مسائل کو سمجھ کر پھر ان سے کام لئے گئے بہر حال ان حالات میں وقفِ جدید نے وہاں کام کیا اور کر رہی ہے۔ اور عجیب حسنِ اتفاق ہے یا خدا کی تقدیر ہے یعنی دونوں چیزیں اکٹھی ہوں گی کہ ہندوستان میں جب وقفِ

جدید کا اجراء ہوا ہے اور خاص طور پر یہاں آنے کے بعد جب مَیں نے بیرونی دنیا میں بھی وقفِ جدید کی تحریک کی تا کہ ہندوستان میں وقفِ جدید کے کام کو پھیلایا جائے تو وہاں بھی سب سے زیادہ کامیابی راجستھان کے علاقے میں ہی ہوئی ہے اور یہ وہی علاقہ ہے جو ہندوستان کا تھر سمجھ لیں یعنی سرحد کے اس طرف اگر سندھ کا تھر کا علاقہ ہے تو اس کی پرلی طرف راجستھان کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے اور وہاں بھی معلمین خدا کے فضل سے بڑی ہمت سے کام کر رہے ہیں بلکہ بعض لحاظ سے نا مساعد حالات زیادہ ہیں کیونکہ وہاں خطرات بھی درپیش ہیں یہاں کام کرتے ہوئے ہندوؤں سے احمدیوں کو کوئی خطرہ نہیں تھا لیکن وہاں چونکہ ہندو مسلم مناقشتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں اور بعض دفعہ بہت بڑھ جاتی ہیں یعنی ہندو اور مسلمانوں کے درمیان نفرت پھیلانے کے لئے باقاعدہ منظّم کوششیں ہوتی ہیں ملک میں کہیں فساد ہو اس کا اثر ہر دوسری جگہ پڑتا ہے۔ تو راجستھان کے علاقے میں بھی کیونکہ ہندو اکثریت سے ہیں وہاں مسلمانوں کے لئے یہ بھی ایک بڑی مشکل ہے کہ ہندوستان میں کسی جگہ فساد ہو راجستھان پر اثر پڑ جاتا ہے اور احمدی مبلغین پر بھی اثر پڑتا ہے۔ نئی جماعتیں جو قائم ہو رہی ہیں ان پر بھی اثر پڑتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی نڈر مبلغین ہیں اور ان کے حسنِ خلق کا اثر بھی بہت ہے چنانچہ ابھی تازہ فسادات کے بعد جو رپورٹیں ملی ہیں ان سے یہ معلوم کر کے اللہ تعالیٰ کا بہت ہی شکر ادا کرنے کی توفیق ملی کہ کسی احمدی کو نقصان نہیں ہوا بلکہ بعض فساد زدہ علاقوں کے ہندوؤں نے احمدیوں کی تائید کی اور اس علاقے کے مسلمان اس وجہ سے بچ گئے کہ احمدیوں نے اسلام کی جو صورت وہاں پیش کی تھی اس میں کوئی قابلِ نفرت بات نہیں تھی بلکہ دل موہ لینے والی باتیں تھیں۔ تو وہاں بھی خدا کے فضل سے اب وقفِ جدید کو اچھی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔

اور اس کے علاوہ دیہات میں جو روزمرہ کی تربیت کا کام ہے وہ بہت ہی اہمیت رکھتا ہے اور عموماً اس کی طرف نظر نہ رہنے کے نتیجے میں بڑے گہرے نقصان قوم کو پہنچ جایا کرتے ہیں۔ ہم نے جب ہوش سنبھالی تو یہی دیکھا کہ دیہاتی احمدی جماعتیں بڑی مخلص ہیں۔ قربانی کے میدانوں میں بھی آگے اور بہت ہی جوش کے ساتھ ہر پروگرام میں حصہ لینے والی اور جلسوں میں سب سے زیادہ بلند آواز میں نعرہ ہائے تکبیر بلند کرنیوالی جماعتیں۔ اس زمانے میں یہ خیال بھی نہیں ہوا کہ اندرونی لحاظ سے علمی تربیت کی ان لوگوں میں کمی ہوگی۔ اور یہ کمی پھر آئندہ نسلوں پر اثر انداز ہوگی۔ چنانچہ ایک لمبے عرصے تک یہی تصور تھا کہ شہری جماعتوں کے مقابل پر دیہاتی جماعتیں ہر لحاظ سے زیادہ بہتر اور مخلص ہیں لیکن جب حضرت مصلحِ موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقفِ جدید کی تحریک جاری فرمائی اور یہ نصیحت کی کہ دیہاتی علاقوں میں کام کرنا ہے، شہری علاقوں میں نہیں اور وہاں تمہاری سب سے زیادہ ضرورت ہے تو اس کے پیچھے کوئی خاص الٰہی تقدیر کام کر

رہی تھی۔ چنانچہ مَیں نے جب کام کا آغاز کیا تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ منظّم جائزہ لیا کہ ہمارے دیہات میں کتنے فیصد نوجوان اسلام کی اس ابتدائی تعلیم سے اچھی طرح واقف ہیں جس کے بغیر انسان مسلمان بن نہیں سکتا اور مسلمان کی تصویر ابھرتی نہیں ہے۔ معمولی سا خاکہ سا دکھائی دے دے گا ایک ہیولہ سا کہ ہاں شاید یہ مسلمان ہیں مگر نقوش بھرنے چاہئیں بغیر نقوش کے تو کوئی چیز اپنی مکمل صورت میں ظاہر نہیں ہوا کرتی۔ چنانچہ جب ہم نے جائزے لئے تو یہ تعجب ہوا کہ بہت سے ایسے نوجوان دیہات میں ہیں جن کو صحیح لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہ بھی نہیں پڑھنا آتا اور جب اس پر تعجب ہوا تو پتہ لگا کہ باقی غیر احمدی مسلمانوں میں تو اس سے بہت بڑی تعداد ایسی ہے۔ کلمہ کا لفظ جانتے ہیں لیکن صحیح تلفظ کے ساتھ اور معانی کو سمجھتے ہوئے کلمہ کس طرح ادا کیا جاتا ہے اس سے ناواقف اور جب مزید جائزہ لیا گیا نمازوں سے متعلق تو پتہ چلا کہ ایک بہت بڑی تعداد ہے معمولی نہیں جس کو ساری نماز باترجمہ نہیں آتی یعنی نماز تو اکثر احمدی نوجوانوں کو کچھ نہ کچھ آتی تھی مگر تلفظ کی خامیاں آپ نظر انداز بھی کر دیں تو ترجمے سے ناواقف اور اگر نماز کا ترجمہ ہی نہ آتا ہو تو پھر نماز سے استفادہ کا کیا سوال رہتا ہے یعنی حکم کی اطاعت تو ہو جاتی ہے مگر روزمرہ جو نماز آپ کے اندر زندگی کی نئی لہریں دوڑاتی ہے نیا روحانی خون عطا کرتی ہے نشوونما کرتی ہے اس سے انسان محروم رہتا ہے۔ اب ماں کے پیٹ میں جنین تو ہوتا ہی ہے لیکن بعض دفعہ مردہ جنین ہوتا ہے اس کا بھی تعلق رہتا ہے اس خون کی نالی کے ذریعے جو پلیسینٹا سے بچے تک منتقل ہوتی ہے لیکن وہ نالی بند ہو جاتی ہے یا کسی اور نقص کی وجہ سے وہ خون پہنچنا بند ہو جاتا ہے۔ تو ماں کے پیٹ میں جنین تو ہے لیکن مردہ جنین ہے اس طرح وہ لوگ جو نماز پڑھتے تو ہیں لیکن نماز کے مطالب نہیں سمجھتے اس کے آداب نہیں جانتے، اس کا فلسفہ نہیں سمجھتے، روزمرہ اس کے ذریعے خدا سے تعلق نہیں پیدا کرتے ان کی نماز ایسی ہی ہے جیسے ایک جنین ہے جو پڑا ہوا ہے جب تک پیٹ میں ہے اس وقت تک اس کی حالت مخفی ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ زندہ ہے یا نہیں ہے لیکن موت کے بعد جب اس نے بچے کی طرح باہر آنا ہے اس وقت پتہ چلے گا کہ اس نئی پیدائش میں اس میں جان پڑی تھی کہ نہیں پڑی تھی۔

پس اسی پہلو سے میں گذشتہ کچھ عرصے سے خطبات دے رہا ہوں کہ جب نمازیں پڑھتے ہیں تو زندگی حاصل کرنے کے لئے پڑھیں اور اس کے لئے نماز کا ترجمہ آنا ضروری ہے اس کے مطالب کا سمجھنا ضروری ہے اور مختلف پہلوؤں سے نماز کی دنیا کی سیر کرنی ضروری ہے۔ ایک بہت بڑا جہان ہے جو روزانہ آپ پر کُھلتا ہے جہاں آپ کو لے جایا جاتا ہے اور سیر کرنے کے موقعے دئے جاتے ہیں اور بار بار یہ موقعے میسر آتے ہیں۔ بہرحال یہ وہ مصالح ہیں جن کے پیشِ نظر اس وقت ہم نے یہ جائزہ لیا کہ وقفِ

جدید کے معلم کن دیہات میں پہلے کام کریں اور یہ جائزہ لینے کا مقصد یہ تھا کہ جہاں سب سے زیادہ ضرورت ہوگی جہاں سب سے زیادہ لوگ نماز کے معانی سے غافل ہونگے، دیگر روزمرہ کے مسائل سے ناواقف ہونگے وہاں وقفِ جدید کے معلمین کو پہلے بھیجا جائے گا تو اس وقت جب سارے ملک کا جائزہ لیا گیا تو بغیر کسی ارادے کے، مجھے پہلے یہ علم نہیں تھا کہ یہ حالات ظاہر ہونگے بغیر کسی ارادے کے مزید جستجو کا موقع ملا تو ایسی ایسی باتیں دریافت ہوئیں کہ جن سے توجہ اس طرف منتقل ہوئی کہ دیہات کے علاقے بعض پہلوؤں سے اخلاص میں بہت بہتر ہوتے ہیں لیکن بعض پہلوؤں سے دین کے علم میں اتنا پیچھے رہ جاتے ہیں کہ وہ آئندہ زمانوں میں نہایت خطرناک نتائج پیدا کر سکتے ہیں آپ کی آنکھوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے ایک نسل آپ کے ہاتھ سے نکلتی چلی جارہی ہے اور آپ کو پتہ نہیں لگ رہا یہاں تک کہ دین کے علم سے بے بہرہ خالی اخلاص اندھی تقلید پیدا کیا کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں پھر مُلّا ئیت اُبھرتی ہے اور گدھوں کی طرح جس طرف چاہیں ایسے لوگوں کو ہانک کر لے جائیں۔ جو چاہیں ان کا دین بنا کر ان کو بتا دیں کہ یہ تمہارا دین ہے جو مسلک آپ کا ہو آپ انکے ذمہ لگا دیں کہ یہی تمہارا مسلک ہے بغیر سوال کئے، بغیر سوچے بغیر کسی فکر اور تدبر کے یہ آنکھیں بند کر کے پیچھے لگ جانے والے لوگ بن جاتے ہیں۔

تو اس پہلو سے جب مَیں نے اسلامی تاریخ کا جائزہ لیا تو وقفِ جدید کے ذریعے حاصل ہونے والے اعداد و شمار نے مجھے اسلامی تاریخ کے ایک پہلو سے المیہ کو سمجھنے کا موقع ملا اور قرآنِ کریم کی اس آیتِ کریمہ کو سمجھنے کا موقع ملا جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم سے پہلے ایسی قومیں گذری ہیں یعنی یہود جن کا دین بالآخر ایسے ہو گیا تھا جیسے گدھوں پر کتابیں لاد دی گئی ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان لوگوں کی طرح نہ بن جانا جن کے علماء کا یہ حال تھا جیسے گدھوں پر کتابیں لاد دی گئی ہوں اور اس سے وہ صحیح استفادہ نہ کر سکتے ہوں۔ اس تمثیل میں بہت ہی گہری حکمتیں پوشیدہ ہیں اور پہلی بار اس کی گہرائی کا علم مجھے اسی زمانے میں ہوا جب مَیں وقفِ جدید کے سلسلے میں علاقوں کے جائزے لے رہا تھا اور دیہاتی جماعتوں کے حالات کو اعداد و شمار کی صورت میں دیکھ رہا تھا، اس وقت پتہ چلا کہ قومیں جب دین سے بے بہرہ ہونے لگتی ہیں تو ایسے علماء کے سپرد دین کا بوجھ کر دیتیں ہیں جن کی اپنی حالت گدھوں کی طرح ہوتی ہے اور یہ مثال بہت ہی حسین مثال ہے۔ انسان گدھے کی پیٹھ پر وہی بوجھ لادتا ہے جو اس کو اٹھانا مصیبت لگتا ہے اور محض اٹھانے سے اس کو کوئی لذت محسوس نہیں ہو رہی ہوتی اور فائدہ نہیں ہوتا۔ اب کتابیں تو پڑھنے سے فائدہ دیتی ہیں اور پڑھنے سے ہی لذت دیتی ہیں صرف کتابیں اٹھائے پھرنے کا تو کوئی مزہ نہیں تو جب دین کی باتیں ایسی ہو جائیں کہ وہ بوجھ ہی بن جائیں نہ ان کا ذاتی علم رہے، نہ ان کے پڑھنے کا شوق رہے تو انسان جس طرح

کتابوں کا ایک انبار گدھے کی پیٹھ پر لاد دیتا ہے اس طرح قومیں اپنی دینی ذمہ داریاں ان علماء کی پیٹھ پر لاد دیتی ہیں جن کی اپنی حالت اس زمانے تک گدھے جیسی ہی ہو چکی ہوتی ہے یعنی کتابوں کا بوجھ اٹھانے کے باوجود ان کے علم سے بے بہرہ اور انکی معرفت سے عاری ہوتے ہیں تو قرآنِ کریم سے پتہ چلتا ہے کہ یہود پر ایسا ہی ایک وقت آیا تھا کہ جب قوم نے اپنے دین کو بوجھ سمجھ لیا تھا اور بوجھ سمجھ کر انھوں نے بوجھ اٹھانے والے مزدور ڈھونڈے اور وہ کثرت سے ایسے علماء موجود تھے جنھوں نے اس بوجھ کو اٹھا لیا لیکن دینی لحاظ سے ان کے راہنما بھی وہ گدھے بن گئے اور جب گدھے قوم کے راہنما بن جائیں تو اس قوم کا ہلاک ہو جانا ایک منطقی نتیجہ ہے۔

پس قرآنِ کریم نے یہ بہت ہی گہری مثال بیان فرمائی اور ہمیں نصیحت فرمائی کہ دیکھو پہلے ایک ایسا زمانہ گذر چکا ہے جب کہ ایک مذہبی قوم دین کے علم میں دلچسپی چھوڑنے کے نتیجے میں اس علم کو بوجھ سمجھنے لگی تھی اور جب قوم کی یہ نفسیاتی حالت ہو جائے تو جن لوگوں پر وہ بوجھ ڈالا جاتا ہے وہ خود بھی اس نفسیاتی حالت کا پھل ہوا کرتے ہیں اور قوم سے الگ نہیں ہوا کرتے۔ چنانچہ بوجھ تو اٹھا لیتے ہیں لیکن علم وہ بھی حاصل نہیں کرتے اور ایسے لوگ گدھوں کی طرح ہوتے ہیں۔ وہ آیت جس کی طرف مَیں اشارہ کر رہا ہوں یہ ہے: مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ (الجمعہ:6) مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰاةَ ان لوگوں کی مثال جن کو تورات عطا کی گئی تھی، تورات کی ذمہ داریاں جن پر ڈالی گئیں تھیں ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا پھر وہ ذمہ داریاں ادا کرنے سے کترانے لگے اور ان ذمہ داریوں سے پیٹھ پھیر لی كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ ایک ایسے گدھے کی سی مثال ہے جو کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے، اب اس میں ایک طرف یہ ہے کہ انھوں نے بوجھ اٹھانا چھوڑ دیا۔ دوسری طرف ہے کہ گدھے کی سی مثال ہے جس نے بوجھ اٹھایا ہوا ہے تو کیا مطلب بنتا ہے، وہی مطلب بنتا ہے جو مَیں پہلے تفصیل سے آپکے سامنے رکھ چکا ہوں کہ قوم کو خدا تعالیٰ ذمہ داریوں کے طور پر شریعت عطا کرتا ہے وہ بوجھ سمجھنے لگتی ہے اور اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے سے انکار کرتی ہے تو وہ بوجھ قوم کا ایک حصہ ضرور اٹھاتا ہے لیکن ایسے ہی اٹھاتا ہے جیسے گدھے کتابیں اٹھانے والے ہوں۔ بہرحال مَیں بتا رہا ہوں کہ اس زمانے میں جب وقفِ جدید سے منسلک ہو کر مَیں نے سارے پاکستان میں اور مشرقی پاکستان میں بھی، اس وقت ہمارے ملک کا حصہ تھا، جائزے لئے تو اس قسم کے ہولناک کوائف نظر کے سامنے آئے۔ اس وقت خیال آیا کہ اگر آغازِ اسلام سے ہی دیہات کی طرف نظر رکھنے کے کوئی انتظام کئے جاتے تو جس طرح بعد میں اسلام فرقوں میں بٹ گیا ہے کوئی بعید نہیں تھا کہ اس کی اس ہلاکت سے مسلمانوں کو بچایا جا سکتا۔ شہروں پر عموماً لوگوں کی نظر

رہتی ہے اور دیہات کو گہری نظر سے نہیں دیکھتے اور دیہات میں ہی پہلے علمی لحاظ سے کمی محسوس ہوتی ہے اور دیہات میں ہی جہالت کے نتیجے میں چند علماء پر اعتماد پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے اور سمجھا یہ جاتا ہے کہ جو کچھ یہ کہیں وہی ٹھیک ہے۔ اور قرآن فرماتا ہے کہ اس دور کے علماء جبکہ عموماً دین میں دلچسپی کم ہو جائے خود بھی گدھوں کی طرح ہو جایا کرتے ہیں۔

پس یہ وہ المیہ تھا جس سے بچنے کے لئے وقفِ جدید کا آغاز ہوا چنانچہ جب ہم نے دیہات کے جائزے لینے کے بعد مریضوں پر نظر ڈالی، انکی تعداد دیکھی تو اس خیال سے وحشت ہوتی تھی کہ اتنی جائز ضرورتیں اس کثرت کے ساتھ ہیں اور ہم ان کو پورا نہیں کر سکتے ویسی ہی مثال ہے کہ:

کون ہے جو نہیں ہے حاجتمند
کس کی حاجت روا کرے کوئی

سینکڑوں ہزاروں مطالبے تھے، جس گاؤں کا بھی جائزہ لیا گیا جس علاقے کا جائزہ لیا گیا ہر علاقہ پیاسا تھا ہر جگہ علم کی بھوک تھی اور ایک طلب تھی کہ ہمارے پاس آدمی بھیجو، ہمارے پاس آدمی بھیجو اور گنتی کے کل (معلم) غالباً جو پہلی کھیپ تھی وہ 53 تھے، پھر وہ 70 ہوئے پھر آہستہ آہستہ ان کی تعداد بڑھنے لگی تو وقفِ جدید نے ایک بہت ہی اہم ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی اور وہ ضرورت ابھی تک باقی ہے اور اس ضرورت کا اسے احساس ہے جو بعض علاقوں میں نہیں ہے لیکن رفتہ رفتہ ہوتا چلا جائے گا اور یہ ایک ایسی ضرورت ہے جو دائمی ضرورت ہے اس لئے وقفِ جدید کی تحریک بھی عارضی تحریک نہیں بلکہ ایک دائمی تحریک ہے۔ ابھی پاکستان تک میں وقفِ جدید کے جتنے معلمین کی ضرورت ہے اس کا دسواں حصہ بھی ہم پورا نہیں کر سکے۔ مشرقی پاکستان جو پہلے کہلاتا تھا اب بنگلہ دیش ہے وہاں کی بھی ضرورت ہماری طاقت سے اس وقت بہت زیادہ ہے۔ ہندوستان میں تو بہت ہی تکلیف دہ حالت ہے کیونکہ مالی لحاظ سے جماعت نسبتاً غریب ہے اور کچھ عرصے عدم توجہگی کے نتیجہ میں وہاں کی مالی قربانی کا معیار بھی گر گیا تھا اب خدا کے فضل سے پھر بہتر ہو رہا ہے تو اس لحاظ سے جتنی ضرورت ہے اس کے مقابل پر ہم ضرورت پورا کرنے کے لئے بہت کم مواد رکھتے ہیں (معلمین) کے لحاظ سے بھی بہت کم تعداد ہے اور اموال کی ضرورت کے لحاظ سے بھی ایک عرصہ تک بہت کمی محسوس ہوتی رہی ہے۔ افریقہ جا کر آپ دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ خدا کے فضل سے بعض علاقوں میں بہت تیزی کے ساتھ جماعتیں پھیل رہی ہیں لیکن جماعتوں کے پھیلنے کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم نے اپنے مقصد کو حاصل کر لیا۔ مقصد کا آغاز تو پھیلنے کے بعد ہوتا ہے جب کوئی علاقہ احمدیت کو قبول کر لیتا ہے تو اس علاقے میں روحانی انقلاب برپا کرنا احمدیت کا کام ہے۔ اگر قبول نہیں

کرتا تو وہ کام ہی شروع نہیں ہوتا اس لئے بیعتیں کروانا آخری مقصود نہیں ہے بلکہ بیعتیں کروانا آخری مقصود کی طرف پہلا قدم اٹھانے کا ایک ذریعہ ہے۔ پس یہ سارے افریقہ کے علاقے جہاں کثرت کے ساتھ جماعتیں پھیلی ہیں وہاں اب وقفِ جدید کی قسم کی تحریکوں کے خاموش مطالبے ہو رہے ہیں یعنی بزبانِ حال وہ علاقے کہہ رہے ہیں کہ یہاں بھی وقفِ جدید جاری کی جائے۔ انشاءاللہ وقت آئے گا کہ دنیا کے ہر ملک میں یہ تحریکیں جاری ہونگی اور وقفِ جدید کے ذریعے دیہاتی جماعتوں کی علمی، روحانی ضرورتیں پوری کی جائیں گی۔

اب مَیں آپ کے سامنے مختصراً گزشتہ سال کے یا سالِ رواں کے مالی کوائف رکھتا ہوں اس ضمن میں مَیں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ چند سال پہلے غالباً پانچ سال پہلے میں نے باہر کی دنیا کے لئے بھی وقفِ جدید کے چندے میں شامل ہونے کی اپیل کی تھی اور یہ گذارش کی تھی کہ اگرچہ اب تک یہ تحریک پاکستان تک محدود رہی ہے اور بعد میں بنگلہ دیش بھی اس میں شامل سمجھا جانا چاہئے، کیونکہ پہلے وہ پاکستان ہی تھا اور ہاں ہندوستان میں بھی لیکن امرِ واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان میں جتنی ضرورت ہے اتنا روپیہ ہندوستان نہیں دے سکتا اس لئے باہر کی جماعتیں چندوں میں شامل ہو جائیں۔ اگرچہ ان کے اپنے اپنے ملکوں میں وقف جدید کا کام بے شک شروع نہ ہو مگر چندوں کی برکت میں وہ شامل ہو جائیں۔ اس سعادت میں شامل ہو جائیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت نے بہت ہی مثبت جواب دیا اور تقریباً 52 ملک ایسے ہیں جن میں خدا تعالیٰ کے فضل سے باقاعدہ وقفِ جدید کا چندہ آنا شروع ہو گیا۔ اس سال جب ہم نے جائزہ لے کر پہلے 10 ممالک کی فہرست تیار کی کہ جو وقفِ جدید کی قربانی میں اوّل، دوم، سوم، دس نمبر تک آئے ہیں تو یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ جرمنی کی جماعت جو تحریکِ جدید میں بھی اوّل تھی وقفِ جدید میں بھی اوّل رہی ہے اور پاکستان کو میں اس میں شامل نہیں کر رہا۔ پاکستان تو خدا کے فضل سے اپنی اوّلیت کو ہر پہلو سے برقرار رکھے ہوئے ہے اور ابھی تک دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جو ثباتِ قدم کے لحاظ سے یا آزمائشوں پر رضا اور صبر کے ساتھ پورا اترنے کے لحاظ سے، قربانیوں کے لحاظ سے اور کثرت کے ساتھ باخدا انسان پیدا کرنے کے لحاظ سے پاکستان کے مقابل پر ہو۔ پاکستان کی وہ اوّلیت جو ہندوستان سے ہجرت کے بعد اس کو عطا ہوئی وہ بفضلہٖ تعالیٰ ابھی تک قائم ہے تو آئندہ جو مَیں اعداد و شمار آپ کے سامنے رکھتا ہوں اس میں آپ پاکستان کو شامل نہ سمجھیں اس کے علاوہ کے اعداد و شمار ہیں۔ جرمنی اوّل رہا ہے اور تحریکِ جدید میں بھی اوّل تھا اور خوشی والا تعجب اس بات پر ہے کہ ہندوستان دوسرے نمبر پر آ گیا ہے۔ گو باقی امور میں مختلف قسم کے جو چندے ہیں ان میں ہندوستان کا نمبر بہت پیچھے ہے لیکن وقفِ جدید میں خدا کے فضل سے

ہندوستان اس وقت دنیا کی جماعتوں میں دوسرے نمبر پر آ گیا ہے تحریکِ جدید میں ہندوستان کی پوزیشن چھٹے نمبر پر تھی، برطانیہ تیسرے نمبر پر ہے اور امریکہ چوتھے نمبر پر۔ برطانیہ تحریکِ جدید میں دوسرے نمبر پر تھا تو ایک سیڑھی نیچے اترا ہے وقفِ جدید کے معاملے میں اور اسی طرح امریکہ نے بھی اور کینیڈا نے بھی یہی نمونہ دکھایا ہے۔ حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک شعر اس کا برعکس مضمون دکھاتا ہے:
آپ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

لیکن یہاں معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ اور کینیڈا برطانیہ کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے کہ تیرے گھٹنے سے قدم آگے گھٹایا ہم نے۔ ایک قدم تُو اترا ہے تو ہم بھی ایک ہی قدم اترے ہیں تو تحریکِ جدید کے مقابل پر وقفِ جدید میں جو مثال برطانیہ نے قائم کی وہی امریکہ نے اختیار کی اور کینیڈا نے بھی اور انڈونیشیا نے بھی۔ کافی دور دور تک آپ کے نمونے کے اثر پہنچے ہیں اور ماریشس بھی اسی طرح اسی نمونے پر ہے۔ یعنی سارے ایک ایک سیڑھی نیچے اتر گئے ہیں لیکن ایک خوشی کی بات یہ ہے کہ ناروے جو آٹھویں نمبر پر ہے اس کا پہلے تحریکِ جدید میں کہیں کوئی شمار ہی نہیں تھا۔ یہ بھی جس طرح Dark Horse ہوتا ہے گھڑ دوڑ میں ایک نامعلوم Unseeded Player کی طرح اچانک وقفِ جدید میں ایک پوزیشن حاصل کر گیا ہے اور ڈنمارک بھی اسی طرح تحریکِ جدید کے مقابلے میں شامل نہیں ہو سکا تھا لیکن نویں نمبر پر آ گیا ہے اور ہالینڈ دسویں نمبر پر ہے پہلے بھی دسویں نمبر پر تھا اس نے اپنی پوزیشن برقرار رکھی ہے۔

جہاں تک فی کس چندہ دینے کا تعلق ہے تحریکِ جدید میں جاپان خدا کے فضل سے دنیا کے سب ممالک میں آگے تھا اب سوئٹزرلینڈ نے یہ پوزیشن حاصل کر لی ہے یعنی وقفِ جدید کا فی کس چندہ دینے کے لحاظ سے سوئٹزرلینڈ نمبر ایک ہے۔ پھر امریکہ، پھر ایران پھر جاپان پھر ہالینڈ اور فرانس اکٹھے اور پھر فجی، پھر کینیڈا پھر جرمنی اور دسویں نمبر پر UK ہے۔ اس پہلو سے امریکہ نے اور کینیڈا نے UK کی پیروی نہیں کی اور بچ گئے۔ کل وعدوں کا جہاں تک تعلق ہے یہ بھی مَیں پاکستان کے وعدے اور وصولیوں کا ذکر چھوڑ کر صرف بیرون کا کر رہا ہوں سال 1989ء میں وعدے 63,552 پونڈ کے تھے۔ ان وعدوں میں بہت سے ایسے ممالک شامل نہیں ہیں جن سے روپیہ منتقل نہیں ہو سکتا یا جو اپنے اعداد و شمار بہت تاخیر سے بھجواتے ہیں۔ اس ضمن میں مَیں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہمارا شعبہ مال خدا کے فضل سے بڑی مستعدی سے کام کرتا ہے۔ اگرچہ یہاں ہمارے شعبہ مال تحریکِ جدید میں کوئی بھی مستقل تنخواہ دار یا، تنخواہ تو ہمارے چلتی ہی

نہیں، گزارہ الاؤنس سمجھ لیں گزارہ الاؤنس پانے والا کارکن نہیں ہے اور صرف دو کارکن ایسے ہیں جو طوعی طور پر اور وقف کی طرح ایک خدمت بجالا رہے ہیں مگر طوعی طور پر، ان میں ہمارے وکیل المال یا ایڈیشنل وکیل المال کہنا چاہئے کیونکہ اصل وکیل المال تو ربوہ میں ہیں، ایڈیشنل وکیل المال محمد شریف صاحب اشرف ہیں اور ان کے ساتھ چوہدری محمد رفیق صاحب خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ دونوں ہی خدا کے فضل سے رضا کارانہ خدمت کرنے والے ہیں لیکن ایسا عمدہ کام سنبھالا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ایک پورا بڑا دفتر کام کر رہا ہے اور گھڑی کی طرح باقاعدگی کے ساتھ اپنے اپنے وقت پر جو کام ہونے چاہئیں وہ شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کا طریق یہ ہے کہ دسمبر کے آغاز سے دو ڈیڑھ مہینے پہلے سے باقاعدہ تمام جماعتوں کو یہ خط لکھنے شروع کر دیتے ہیں کہ وقفِ جدید کا سال اختتام پذیر ہے آپ فوراً رپورٹیں تیار کریں اور دسمبر کے آغاز سے پہلے پہلے اس دفتر تک پہنچ جانی چاہئیں۔ اس پہلو سے جماعتوں کا جو ردِ عمل ہے وہ کوئی اتنا خوشکن نہیں ہے لیکن گذشتہ سال کے مقابل پر پھر بھی کچھ بہتر Response ہے یا جواب ہے۔ گذشتہ سال بھی 20 جماعتوں نے بروقت رپورٹ بھجوائی تھی امسال 26 جماعتوں سے بروقت رپورٹیں موصول ہوئی ہیں اور جہاں تک رپورٹوں کے باقاعدہ آنے کا تعلق ہے خواہ وہ وقت پر آئی ہوں یا بعد میں تو خدا کے فضل سے 52 مختلف ممالک سے گذشتہ سال رپورٹیں آئیں تھیں ان 52 کے اعداد و شمار پر انحصار کرتے ہوئے یہ اعداد و شمار جو مَیں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں بنائے گئے ہیں اس لئے ان کے متعلق ایک بات یاد رکھنی چاہئے کہ کچھ اندازے ان میں شامل ہیں رپورٹیں اب تک 52 میں سے صرف 26 کی ملی ہیں اور باقی جو رپورٹیں ہیں وہ ہم نے گذشتہ سال کے اعداد و شمار کو شامل کر لیا ہے اس پہلو سے جو اعداد و شمار بنیں گے ان میں خدا کے فضل سے بہتری تو ہوسکتی ہے کمی نہیں آئے گی یعنی 26 ممالک کے اعداد و شمار من وعن وہی ہیں جو واقعتہً ہیں اور باقی کے متعلق اندازہ ہے کہ پچھلے سال جیسی بھی قربانی اگر وہ کریں تو اتنی وصولی انکی طرف سے ہو جانی چاہئے۔

اس تمہید اور تعارف کے بعد اب میں اعداد و شمار پھر دوبارہ پڑھتا ہوں: سال گذشتہ کل وعدے 63,552 پونڈ کے تھے اور کل وصولی 69012 پونڈ کی تھی۔ سال 1990ء میں خدا کے فضل سے وعدوں میں بھی ترقی ہوئی اور 86867 کے وعدے ہوئے اور وصولی میں بھی ترقی ہوئی اور 87255 کی وصولی ہوئی۔ جہاں تک شامل ہونے والوں کا تعلق ہے گذشتہ سال یہ تعداد 23227 تھی یعنی پاکستان سے باہر کے سارے دنیا کے ممالک میں 23227 ایسے خوش نصیب تھے جنھوں نے وقفِ جدید کی تحریک میں حصہ لیا۔ امسال 29,721 ہیں یعنی کسی قدر اضافہ ہے۔ پچھلے سال بچگان کی تعداد صرف 6 ممالک سے موصول

ہوئی تھی حالانکہ بچوں کے متعلق تو شروع سے ہی یہ تحریک بہت زور دے رہی ہے اور حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرف بہت توجہ دلائی کہ زیادہ سے زیادہ بچوں کو اس میں شامل کرنا چاہیئے۔

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ تو خلافت کے اپنے تمام عرصے میں وقفِ جدید کی تحریک سے متعلق بڑوں کے چندوں کے مقابل پر بچوں کے چندوں میں زیادہ دلچسپی لیا کرتے تھے اور جب مَیں اعداد و شمار پیش کیا کرتا تھا تو پوچھا کرتے تھے کہ بچوں میں بتاؤ کتنا اضافہ ہوا۔ اس میں ایک حکمت یہ تھی اور بہت بڑی حکمت ہے کہ چندے سے زیادہ ہمیں اگلی نسل کے اخلاص میں دلچسپی ہونی چاہیئے۔ اگر ہم بچوں کو شروع ہی سے خدا کی راہ میں مالی قربانی کا مزہ ڈال دیں اور اس کا چسکا ان کو پڑ جائے تو آئندہ ساری زندگی یہ بات انکی تربیت کے دوسرے معاملات پر بھی اثر انداز رہے گی اور جس کو مالی قربانی کی عادت ہو وہ خدا کے فضل سے عبادتوں میں بھی بہتر ہو جاتا ہے جماعت سے عمومی تعلق میں بھی اچھا ہو جاتا ہے اور یہ اس کی روحانی زندگی کی ضمانت کا بہت ہی اہم ذریعہ ہے۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ بچوں کے متعلق زیادہ تاکید کیا کرتے تھے اور سوال بھی یہی ہوا کرتا تھا کہ بتاؤ بچوں میں کتنوں نے حصہ لیا ہے۔ بعض دفعہ ہم اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے بعض دوستوں سے بڑے بڑے وعدے لے لیا کرتے تھے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کو میں نے کبھی اس پر زیادہ راضی ہوتے نہیں دیکھا وہ یہی کہا کرتے تھے کہ بجائے اس کے کہ بعض لوگوں سے زیادہ لو، زیادہ لوگوں سے کم بے شک لو لیکن زیادہ لوگوں سے لو۔ چنانچہ اسی لئے مَیں نے بھی ہمیشہ یہی زور دیا ہے کہ زیادہ تعداد میں احمدی شامل ہوں اور خصوصیت سے بچے۔ تو امسال میں یہی توجہ دلاتے ہوئے اپنے اس خطاب کو ختم کرتا ہوں کہ خدا کے فضل سے اگر چہ بیرونی جماعتیں بغیر کسی مرکزی محنت کے ازخود وقفِ جدید کے چندے میں دلچسپی لے رہی ہیں اور دن بدن آگے بڑھ رہی ہیں لیکن اس سال اس بات پر بہت زور دیں کہ شامل ہونے والوں کی تعداد بڑھائی جائے اور اگلی نسل کے زیادہ سے زیادہ بچے، بے شک کم سے کم دیں مگر وقفِ جدید میں ضرور شامل کر لئے جائیں، اس سے انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ نسلوں کے دین کی، ان کے اخلاص کی بھی حفاظت ہوگی اور انکی ضمانت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ تمام دنیا میں پھیلے ہوئے اور بڑھتے ہوئے اور مزید اُبھر کر نظر کے سامنے آتے ہوئے دینی تقاضوں کو پورا کریں اور خدا کی رضا کے مطابق ان کو پورا کر سکیں۔

اس وقت تک وقفِ جدید کی کل آمد 72 لاکھ روپے یا اس سے کچھ زائد ہو چکی ہے اور یہ 33 واں سال ہے تحریکِ جدید کے 33 ویں سال میں کل آمد کیا تھی۔ اس کا ابھی ہمیں علم نہیں لیکن غالب خیال یہی

ہے کہ تحریکِ جدید کے 33ویں سال میں کل آمد اس سے کم تھی۔اس لحاظ سے اگرچہ شروع میں یہ تحریک بہت پیچھے تھی تحریکِ جدید کے مقابل لیکن بعد میں اس کا قدم تیز تر ہو گیا ہے۔تو جب اعداد و شمار آئیں گے تو پھر آئندہ مَیں آپ کو بتا دوں گا کہ وہ موازنہ کیا ہے لیکن بہر حال ایک کروڑ کا ٹارگٹ اب ہمیں اپنے سامنے نظر آ رہا ہے۔اگر ہم افراد کی تعداد بڑھا کر ایک کروڑ کا ٹارگٹ حاصل کر لیں تو ایک دل کو بہت ہی مطمئن کرنے والی بات ہو گی اور ایمان افروز بات ہو گی کہ وقفِ جدید کی تحریک جو بظاہر معمولی سی تحریک کے طور پر جاری ہوئی تھی وہ خدا کے فضل سے اس تیزی کے ساتھ ترقی کر رہی ہے کہ صرف اسی تحریک کا سالانہ وعدہ ایک کروڑ روپے تک پہنچ گیا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔دعاؤں کے ذریعے بھی مدد کریں کیونکہ دنیا میں کوئی دینی تحریک صحیح معنوں میں پنپ نہیں سکتی اور بار آور نہیں ثابت ہو سکتی جب تک آسمان سے اسکو پھل نہ لگیں اور آسمان سے پھل دعاؤں کے ذریعے ہی حاصل کئے جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔آمین





خطبہ جمعہ فرمودہ 27 ؍دسمبر 1991ء بمقام جلسہ گاہ قادیان

تشہد وتعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

آج سے 34 سال پہلے دسمبر کی 27 ؍تاریخ تھی اور جمعہ کا دن تھا جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلی بار وقف جدید کی بناء ڈالی۔ اور اس کا اس خطبہ میں اعلان کیا۔ آج 34 سال کے بعد پھر دسمبر کی 27 ؍تاریخ ہے اور جمعہ کا دن ہے اور مجھے وقف جدید کے نئے سال کے اعلان کی توفیق مل رہی ہے۔

یہ بھی ان اتفاقات کے سلسلہ میں سے ایک حسن اتفاق ہے جو اس سال بہت اکٹھے ہو گئے ہیں اتنے کہ اتفاقات پر ایمان اٹھ گیا ہے اور یوں لگتا ہے کہ اتفاق کی بات نہیں یہ تقدیر الٰہی ہے جو جاری ہے ورنہ اتفاق سے، ایک اتفاق ہو جائے، دو ہو جائیں، تین ہو جائیں، یہ کیا کہ اتفاقات کا مسلسل سلسلہ جاری ہو اور ہر اتفاق حسن اتفاق ہو۔ پس مَیں سمجھتا ہوں کہ اس سال کی خصوصیات میں سے حسن اتفاق کے ایک مجموعہ کا اس طرح ظہور ہونا بھی شامل ہے۔ یعنی ہر اتفاق اپنی ذات میں ایمان افروز لیکن ان کا گلدستہ بہت ہی دیدہ زیب دکھائی دیتا ہے۔

وقف جدید سے متعلق جب حضرت مصلح موعودؓ نے پہلا اعلان کیا تو بہت ہی احتیاط کے ساتھ بہت معمولی چندے کی تحریک فرمائی اور اسے بہت آسان کر کے جماعت کو دکھایا۔ چند ہزار روپے کی تحریک تھی اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ اس سلسلہ میں چونکہ بہت سے زمیندار زمین کے کچھ ٹکڑے وقف کریں گے اور معلمین کو جن کو ہم بہت تھوڑا گذارہ دیں گے ان زمینوں سے کچھ زائد آمدنی کی صورت پیدا ہو جائے گی اس لئے مالی لحاظ سے اتنے فکر کی بات نہیں۔

اس تحریک کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جتنی توقع حضرت مصلح موعودؓ نے ظاہر فرمائی تھی، اس سے زیادہ کے وعدے جماعت نے پیش کئے اور جتنے مراکز کا شروع میں اعلان فرمایا تھا کہ وقف جدید کے معلم وہاں جا کر بیٹھیں گے اس سے زیادہ مراکز کا سامان مہیا ہو گیا۔ اس تحریک کے وقت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایسی بات کہی جس کو میری ایک والدہ نے بڑے تعجب سے دیکھا اور بعد میں مجھے بتایا، انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت مصلح موعودؓ نے اس تحریک کے اعلان کا فیصلہ کیا تو ساتھ مجھے بتایا کہ اس میں مجلس کے ممبر کے طور پر مَیں نے سب سے پہلا نام طاہر کا لکھا ہے۔

پس آج جب مَیں اس خطبہ کے لئے آ رہا تھا تو مجھے خیال آیا کہ یہ بھی شاید اللہ کی کسی تقدیر کے نتیجہ میں تھا کہ وقف جدید کی مجلس میں حضرت مصلح موعودؓ نے جو پہلا نام اپنے ہاتھ سے لکھا تو وقف جدید کے 34 سال کے بعد لیکن تقسیم کے بعد خلیفۂ وقت کے تعلق سے یہاں خطبات کا جو انقطاع ہوا تھا، اسکے 45 سال کے بعد آج قادیان میں ہونے والے پہلے جلسہ سالانہ کے جمعہ میں مجھے ہی وقف جدید کے نئے سال کے اعلان کی توفیق مل رہی ہے۔

ہندوستان میں وقف جدید کی تحریک کچھ کمزور حالت میں پائی جاتی تھی۔ کیونکہ وقف جدید کے چندے کی طرف ہندوستان کی جماعتوں میں دلچسپی دکھائی نہیں دیتی تھی۔ ابھی تک وہ کمزوری جاری ہے اور بمشکل پانچ لاکھ کے قریب یا کم وبیش اتنی ہی وصولی ہوتی ہے حالانکہ ہندوستان میں وقف جدید کی غیر معمولی اہمیت سمجھی جانی چاہیے۔

یہ وہ تحریک ہے جس کے ذریعہ تمام ہندوستان کے علاقوں میں کم سے کم خرچ پر جماعت احمدیہ کا مؤثر رنگ میں پیغام پہنچایا جاسکتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کے ذہن میں جو نقشہ تھا وہ کچھ اسی قسم کا تھا جیسا کہ مَیں نے اپنی کل کی تقریر میں ذکر کیا تھا کہ کچھ درویش صفت لوگ جن کی ضروریات زیادہ نہ ہوں، خدا کے نام پر کسی ایک جگہ جا کر بیٹھ رہیں اور وہاں دھونی رمالیں اور اردگرد اصلاح وارشاد کا کام کریں اور جماعتیں ہوں تو وہاں ان کی تربیت کا کام بھی سنبھالیں۔ یہ وہ طریق کار ہے جس کے ذریعہ ہم آسانی کے ساتھ ملک کے گوشے گوشے میں تبلیغ ہدایت کا سامان مہیا کر سکتے ہیں۔ ہندوستان میں جماعت کی عمومی تعداد اتنی تھوڑی ہے کہ اگر ہم بڑے بڑے علماء تیار کر کے ہندوستان کو پیغام دینا چاہیں تو اس کے لئے بہت لمبے انتظار کی ضرورت ہوگی۔ وقف جدید کی طرف سے اگرچہ ہم معلمین کو باقاعدہ تعلیم بھی دیتے ہیں لیکن اس جدید تحریک کی روایات یہ ہیں کہ اگر ضرورت پیش آئے تو تعلیم کے فقدان کی پرواہ نہ کی جائے اخلاص کو دیکھا جائے اور اگر واقعۃً کوئی معمولی تعلیم والا شخص بھی اخلاص میں بڑھا ہوا ہو، تقویٰ کے لحاظ سے اس کا معیار اونچا ہو تو اس کو بھی وقف جدید میں شامل کر لیا جائے۔ شروع میں یہی طریق تھا لیکن رفتہ رفتہ پھر معیار تعلیم کو بڑھایا جانے لگا اور وقف جدید میں داخلہ کیلئے کم سے کم میٹرک کو معیار قرار دیا گیا۔ رفتہ رفتہ تعلیم میں اور بھی اضافے ہوئے اور اب پاکستان میں صورتحال یہ ہے کہ خدا کے فضل سے جتنے بھی معلمین ہیں ان کی ٹھوس تعلیم کا اگر مکمل نہیں تو کسی حد تک انتظام کیا جاتا ہے۔ یہی صورت اس وقت ہندوستان میں رائج ہے لیکن آغاز میں وقف جدید کی جو روح تھی وہ وہی تھی جس کو مَیں نے ابھی بیان کیا ہے کہ اگر وقت کا تقاضا ہو تو تعلیم کو بے شک نظر انداز کر دو۔ اخلاص اور تقویٰ کو پیش نظر رکھتے ہوئے واقفین کا انتخاب کرو۔

اور جہاں ضرورت ہے اس ضرورت کو پورا کرو۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ آج ایسا ہی وقت ہے کہ ہمیں تعلیم کے لمبے جھگڑوں کونظر انداز کرنا ہوگا اور جب ہم یہ کہتے ہیں تو اس کے نتیجہ میں معاً وقف جدید کے معلمین کی دو شکلیں سامنے آتی ہیں ۔اول وہ جو محض تبلیغِ حق کیلئے ،تبلیغ ہدایت کیلئے دنیا میں نکل کھڑے ہوں اوران کی تعلیم خواہ کیسی بھی کیوں نہ ہو وہ تقویٰ کے زیور سے آراستہ ہوں ،تقویٰ کا زادِ راہ رکھتے ہوں تو ہم امید رکھتے ہیں کہ خدا کے فضل سے ان کی تبلیغ کو بہت پھل لگیں گے ۔ایک دوسری نوع کے معلمین وہ ہوں گے جن کو لازماً کم سے کم بنیادی تعلیم دینی ہوگی ۔ کیونکہ ان کا زیادہ تر کام جماعتوں کی تربیت ہوگا۔پس دو قسم کے معلمین کی ہمیں اس وقت ہندوستان میں شدید ضرورت ہے ۔ایک وہ جو پیغام حق پہنچائیں خواہ کسی تعلیم کے ہوں ۔کسی طبقۂ زندگی سے تعلق رکھتے ہوں ۔شرط صرف یہ ہے کہ وقف کی روح رکھتے ہوں ،ایک ولولہ رکھتے ہوں ،ایک جوش رکھتے ہوں کہ آج میدانِ خدمت نے ہمیں آواز دی ہے ہم ضرور لبیک کہیں گے ۔اس جذبہ کے ساتھ وہ میدان میں نکل کھڑے ہوں اور ہر میدان کو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں سر کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ دوسرے معلمین تربیت کی خاطر تیار ہونے ضروری ہیں ۔اورانہیں کچھ علمی ہتھیار سے مرصع کرنا اس لئے ضروری ہے کہ بعض اوقات بعض علماء ان جگہوں پر جہاں جماعتِ احمدیہ ترقی کر رہی ہے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ جا پہنچتے ہیں اور چیلنج دیتے ہیں کہ آؤ ہم سے علمی مقابلہ کرو،ایسی صورت میں اگر وہاں نہیں تو قرب وجوار میں ضرور ایسے معلم مہیا ہونے چاہئیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ علمی میدان میں بھی ان کو شکست دے سکیں۔

ہندوستان میں ضروریات اس تیزی سے بڑھ رہی ہیں کہ مَیں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان کی جماعتوں سے شاید اتنے احباب نہ مل سکیں ۔اس ضرورت کے پیش نظر مَیں نے قادیان کو ہدایت کی تھی کہ وہ ہندوستان کی حکومت سے درخواست کریں کہ جس طرح دوسرے ممالک میں جماعت احمدیہ کو اپنے مبلغین بھجوانے کی اجازت ہوتی ہے اس طرح ہندوستان بھی ہمیں باہر سے مبلغین بھجوانے کی اجازت دے۔اس سلسلہ میں گفت وشنید ابھی کسی آخری مرحلے پرنہیں پہنچی لیکن اگر ہندوستان کی حکومت وسیع حوصلہ دکھائے اور جیسا کہ دنیا کے تمام ممالک خدمت دین کرنے کیلئے آنے والوں کی درخواستوں پر ہمدردی سے غور کرتے ہیں اورانہیں اجازت دیتے ہیں جیسے ہندوستان میں کثرت سے یورپ اور امریکہ سے عیسائی مبلغ اور مناد پہنچتے رہے اور آج بھی شاید ان کو اجازت دی جاتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان مبلغین کو جو خالصۃً اللہ کی خاطر قربانی کرتے ہوئے امن کو پھیلانے کے لئے ،خدا کی محبت کو فروغ دینے کیلئے سچائی کا پیغام

لے کر یہاں پہنچیں ان کی راہ روک دی جائے ۔ بہرحال اگر حکومت ہندوستان نے ہمدردانہ غور کرتے ہوئے جماعت کو اجازت دی تو مَیں ہندوستان کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے ایک عالمی وقف کی تحریک کروں گا تا کہ دوسرے ملکوں سے بھی لوگ یہاں پہنچیں اور آپ کے وقت کے تقاضوں پر لبیک کہیں ۔ اگر یہ اجازت نہ مل سکی تو پھر آپ کو لازماً اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کرنا ہوگی ۔

اس وقت جو میدان ہمارے سامنے ہیں ان میں بعض نئے ممالک بھی ہیں جن کا بظاہر تحریک جدید سے تعلق ہے لیکن کام کی نوعیت وقف جدید والی ہی ہے ۔ مثلاً سکم ہے، بھوٹان ہے، نیپال ہے وہاں جہاں جہاں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کے مبلغین پہنچے ہیں انہوں نے زمین کو پیاسی دیکھا جو پیاسی بھی تھی اور سیراب ہونے کی خواہش بھی رکھتی تھی ۔ ورنہ انسانی تجربہ میں یہ بات آئی ہے کہ جب تمثیلی طور پر انسان کا ذکر زمینوں کی صورت میں کیا جاتا ہے تو ضروری نہیں کہ پیاسی زمینیں پانی کی طلب بھی رکھتی ہوں ۔ پانی آئے تو اسے رد بھی کر دیتی ہیں لیکن بھوٹان، سکم اور نیپال میں اللہ تعالیٰ کے فضل کیساتھ طبعی فطری رجحانات پائے جاتے ہیں اور صرف ایک مذہب کی طرف سے پیاس کا اظہار نہیں بلکہ وہاں جتنے مذاہب پائے جاتے ہیں، ان سب میں ہی ایک طلب ہے اور ایک تلاش ہے چنانچہ اب تک ہمارے معمولی تعلیم یافتہ معلمین نے جتنا بھی کام کیا ہے خدا کے فضل سے اس کے توقع سے بہت بہتر نتائج ظاہر ہوئے ہیں ۔ اس لئے ہمیں پھر لازماً ان ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے آپ سے مزید واقفین طلب کرنے ہوں گے ۔

جہاں تک اعلیٰ تعلیم یافتہ واقفین کا تعلق ہے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اب قادیان میں جگہ کی اتنی سہولت مہیا ہو چکی ہے اور اس جلسہ کے اثر سے بعض دوسری جماعتوں نے بھی مجھ سے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ ان کے خرچ پر ان کی طرف سے خصوصیت کے ساتھ ان کے علاقوں سے آنے والوں کے لئے بھی یہاں مہمان خانے تعمیر کئے جائیں ۔ پس وہ جو دقت تھی کہ طلباء کو کہاں پڑھایا جائے، کہاں جامعہ بنایا جائے، یہ دقت تو عملاً دور ہو چکی ہے اور باقی مزید دور ہو جائے گی ۔

اساتذہ کا جہاں تک تعلق ہے، مَیں نے غیر ممالک سے جائزہ لیا ہے اور بہت مثبت جواب پایا ہے کہ عرب جو عربی زبان کی مہارت رکھتے ہوں، ویسے تو ہر عرب کو عربی آتی ہے لیکن ہر مادری زبان بولنے والے کو اس زبان پر قدرت نہیں ہوا کرتی اس لئے مزید چھان بین کرنی پڑتی ہے کہ کون فصیح و بلیغ زبان جانتا ہے، پس ایسے عرب احمدیوں میں سے جو زبان پر خدا تعالیٰ کے فضل سے قدرت رکھتے ہیں ۔ جب مَیں نے یہ سوال کیا کہ کیا آپ اپنے آپ کو وقف کر کے قادیان کے جامعہ میں پڑھانے کے لئے تیار

ہوں گے تو انہوں نے خوشی سے اثبات میں جواب دیا بلکہ بہت ہی پرخلوص جذبے کے ساتھ لبیک کہی۔

اسی طرح ایسے انگریزی دان بھی میسر ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ قادیان میں آ کر خدمت کے لئے تیار ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے اور زبانوں میں بھی زبان سکھانے والے اپنے آپ کو پیش کر رہے ہیں۔ اس پہلو سے یہاں کے جامعہ کا معیار خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہت بلند کیا جا سکتا ہے۔ اہل زبان اپنی اپنی زبان یہاں کے طالب علموں کو سکھائیں اور قابل علماء جو یہاں میسر نہ ہوں تو باہر سے منگوائے جائیں۔ وہ اپنے اپنے مضمون کو اعلیٰ پیمانہ پر ذہن نشین اور دلنشین کریں تو مَیں سمجھتا ہوں کہ یہاں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جامعہ کا معیار بہت بلند ہوسکتا ہے اور جو روکیں اس وقت پاکستان میں ہمیں زچ کر رہی ہیں اور دل کو تنگ کرتی ہیں مَیں امید رکھتا ہوں کہ وہ روکیں یہاں نہیں ہوں گی۔ پس اگر یہ ہوتو میرے ذہن میں یہ نقشہ ہے کہ ایک وسیع جامعہ بنایا جائے جس کا کام صرف اعلیٰ درجہ کے مولوی فاضل پیدا کرنا یا مولوی فاضل کے معیار سے بلند مبلغ پیدا کرنا نہ ہو بلکہ وقف جدید کے لئے بھی وہی کام کرے گویا شروع کے دو یا تین سال جتنی دیر میں ہم سمجھتے ہیں کہ وقف جدید کے مبلغ اس حد تک تیار ہو سکتے ہیں کہ وہ حوصلے اور اعتماد کے ساتھ میدان عمل میں جا کر خدمت بجا لاسکیں اسوقت تک ان سب کی کلاسیں اکٹھی بھی ہوسکتی ہیں۔ بعد میں جو مزید ماہر علماء تیار کرنے ہوں وہ تین یا چار سال کے لئے مزید اس جامعہ میں ٹھہر کر اپنی آخری ڈگری حاصل کر سکتے ہیں۔ پھر ان میں سے جو مخلصین فوری طور پر اپنے آپ کو میدان عمل کیلئے پیش کریں اسی جامعہ میں کچھ نہ کچھ ابتدائی تربیت کیلئے ان کو چند مہینے روکنا ہوگا اور خدا کے فضل سے اسی جامعہ میں اس کا بھی بہت عمدہ انتظام ہوسکتا ہے۔ تو تین قسم کے معلمین اور مبلغین یہ جامعہ تیار کریگا۔ ایک وہ مخلصین جو فوری طور پر اپنے آپ کو میدان عمل میں پیش کرنے کے لئے حاضر ہوں اسمیں نہ کوئی عمر کی شرط ہوگی نہ کوئی تعلیم کی شرط ہوگی، تقویٰ اور خلوص اور قربانی کا مادہ، یہ دیکھے جائینگے۔ ابتدائی طور پر ان کو نظامِ جماعت سمجھانے کیلئے، تبلیغ کے میدان میں حکمتوں کے معاملات سمجھانے کیلئے اور عمومی طور پر ان علاقوں کے متعلق کچھ معلومات بہم پہنچانے کے لئے جن میں ان کو بھجوانا مقصود ہو۔ پھر اسلام کی کم از کم وہ تعلیم عمدگی کے ساتھ ان کے ذہن نشین اور دلنشین کرنے کی خاطر جس تعلیم کے بغیر کوئی مسلمان روزمرہ کی زندگی میں اپنے مسلمان ہونے کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ وہ بھی ان کو لازماً سکھانی ہوگی مثلاً نماز ہے، اگر کوئی بہت ہی مخلص آدمی اپنے آپ کو پیش کرے کہ مَیں حاضر ہوں۔ مجھے میدان عمل میں جھونک دیا جائے لیکن نماز صحیح نہ جانتا ہو، اس کا تلفظ درست نہ ہو، اس کا ترجمہ اسے نہ آتا ہو، نماز کے متعلق اس کے اردگرد جو مسائل گھومتے ہیں ان سے نا آشنا ہو۔ وضو کے مسائل کا نہ پتہ ہو۔ دیگر آداب صلوٰۃ سے ناواقف ہو تو یہ کہنا

کافی نہیں ہے کہ یہ متقی ہے۔ کیونکہ تقویٰ کی کچھ ظاہری علامتیں ہونی بھی تو ضروری ہیں۔ تقویٰ اگر کسی دل میں ہو تو وہ نماز سے محبت کئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک سچا متقی ہو اور نماز کیلئے اس کے دل میں جستجو اور تڑپ نہ ہو۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ اسی قادیان کی بستی میں جب بچپن میں ہم یہاں گلیوں میں گھوما کرتے تھے تو عام سے عام انسان جسے دنیا کی زندگی میں عام کہا جاتا ہے ایک مزدور، ایک فقیر، وہ بھی نماز کو نہ صرف اچھے تلفظ کے ساتھ ادا کر سکتا تھا بلکہ اس کے مطالب سے آگاہ تھا اور روزمرہ کے دینی مسائل سے واقف ہوا کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں قادیان کے لوگ کچھ اور ہی مخلوق دکھائی دیتے تھے۔ جن کا اردگرد کی دنیا سے گویا کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہ وہ بستی تھی جہاں لوگ فقیروں کو، مانگنے والوں کو جھک کر سلام کیا کرتے تھے، ان کی عزت کیا کرتے تھے اور ان کے سامنے دعا کی درخواستیں پیش کیا کرتے تھے۔ یہ وہ بستی تھی جہاں مزدور جو سٹیشن پر مزدوری کرتے تھے پانچ وقت اپنی مزدوری کو چھوڑ کر مسجد مبارک میں حضرت مصلح موعودؓ کے پیچھے نماز پڑھنے کے شوق میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ وہ اعتکاف بھی بیٹھا کرتے تھے۔ ذکر الٰہی میں بھی مصروف ہوا کرتے تھے اور دیکھنے میں ریلوے کے ایک قلی ہی تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو لوگ دعاؤں کیلئے بھی کہتے تھے۔ ان سے استخارے بھی کروایا کرتے تھے۔ ان کی مجالس میں بیٹھنا باعث فخر اور باعث عزت سمجھتے تھے۔ یہ وہ معاشرہ تھا جس میں تقویٰ کی تعریف اپنے پورے جوبن کے ساتھ جلوے دکھا رہی تھی۔ پس جب مَیں نے یہ کہا کہ تقویٰ موجود ہو اور سچا اخلاص ہو تو ہم تعلیم کی مزید پروا نہیں کریں گے تو ہرگز یہ مراد نہیں کہ سطحی طور پر تقویٰ کو دیکھا جائے گا۔ امر واقعہ تو یہی ہے کہ تقویٰ کی گہرائی میں اترنا صرف خدا کا کام ہے لیکن کسی حد تک انسانی نظر کو بھی تو جانچ کرنی پڑتی ہے۔ جس حد تک انسان کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے اس وقت تقویٰ کی ظاہری شرائط کو پورا کرنا ہمارا فرض ہے۔

پس اس پہلو سے مَیں سمجھتا ہوں کہ عارضی طور پر وقف کرنے والوں کو بھی ہم فوراً بغیر کسی تحقیق کے میدانِ عمل میں نہیں جھونک سکتے۔ یہ ضرور دیکھنا ہوگا کہ اسے مسلمان کی روزمرہ کی زندگی کے ابتدائی فرائض ادا کرنے آتے ہیں کہ نہیں۔ بہت سے ایسے مسائل ہیں جن کے لئے علم کی ضرورت نہیں۔ از خود ہر مسلمان کو معلوم ہونے چاہئیں اور ایک متقی کو لازماً معلوم ہوتے ہیں۔ پس ان ابتدائی مسائل سے آگاہی کی خاطر اسے ان باتوں سے بہت اچھی طرح مسلح کرنے کی ضرورت ہے جو میدان عمل میں اس کے سامنے روزمرہ پیش ہوگی اور ان سے لاعلمی کے نتیجہ میں وہ اپنے فرائض کو کما حقہٗ ادا نہیں کر سکے گا۔ جب وہ کسی کو اسلام کی طرف بلائے گا تو وہ پوچھے گا ناں کہ بتاؤ اسلام کیا ہے؟ اگر محض اخلاص ہی اخلاص ہو تو وہ اسے کیا بتائے گا۔ اسکی تو ایسی ہی مثال ہوگی جیسے کہا جاتا ہے کہ ایک پٹھان نے جب فساد کے زمانے تھے کسی

غیر مذہب والے کو تلوار کے زور سے ڈرا کر مسلمان بننے پر آمادہ کرلیا۔ جب وہ آمادہ ہوگیا تو اس نے کہا: خانصاحب! اب آپ فرمائیے کیسے مسلمان بنوں؟ اسنے کہا: کلمہ پڑھو۔ اسنے کہا پھر پڑھائیے تو کہا کہ تمہاری قسمت اچھی ہے۔ کلمہ مجھے بھی نہیں آتا۔ یہ لطیفہ ہے۔ مَیں نہیں سمجھتا کہ پٹھانوں میں جو دین سے بڑی محبت رکھتے ہیں ایسے لوگ ہوں گے۔ مگر پرانے زمانوں میں یہ جاہلانہ رواج تھے کہ قوموں کے اوپر لطیفے بنائے جاتے تھے۔ پس کسی نے یہ لطیفہ گھڑا ہوگا۔ لیکن یہ فرضی لطیفہ ایسے معلم پر ضرور صادق آئے گا جو مسلمان بنانے کیلئے نکل کھڑا ہوا اور اسے صحیح طریق پر کلمہ بھی پڑھنا نہ آتا ہو۔ نماز بھی پڑھنی نہ آتی ہو، قرآن کریم کی تلاوت نہ جانتا ہو اور مسائل کی شدھ بدھ نہ رکھتا ہو۔ اس قسم کی تعلیم کیلئے مَیں سمجھتا ہوں کہ آغاز میں ہم تین مہینے کا تجربہ کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد اگر اساتذہ مشورہ دیں تو تین مہینے کو چھ مہینے میں بھی تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ یہ چھ مہینے جو ابتداء میں ہمیں کم از کم ضرورت کے معلم پیدا کرنے کیلئے درکار ہوں گے وہ ضائع نہیں جائیں گے کیونکہ اس عرصہ میں ہمیں بہت سے انتظامی کام بھی کرنے ہیں۔ بہت سے جائزے لینے ہیں اور میدانِ عمل میں دیگر ضرورتوں کی طرف بھی توجہ کرنی ہے۔ بعض مقامی قوانین کے تقاضے بھی پورے کرنے ہیں۔ مثلاً جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے سکم، بھوٹان، نیپال وغیرہ میں خدا کے فضل سے ایک رجحان پایا جاتا ہے لیکن وہاں پر جب تک جماعت رجسٹر نہ ہو اس وقت تک تبلیغ کی کھلے بندوں اجازت نہیں اور معلمین کو کافی دقت پیش آتی ہے۔

پس جب تک ہم وہاں باقاعدہ قانون کے تقاضے پورے نہ کرلیں اس وقت تک کھلی آزادی کے ساتھ اور پورے ولولے کیساتھ وہاں کام نہیں ہوسکتا۔ تو اگر آج کے بعد ہم ایک مہینہ آپ کی جماعتوں تک اس پیغام کے پہنچنے اور وہاں سے جواب آنے کا رکھ لیں اور ایک دو مہینے ان خواہشمند احباب کی درخواستوں پر غور کرنے کے، انکے حالات کی چھان بین کرنے کے اور وہاں کی جماعتوں سے رپورٹیں حاصل کرنے کے رکھ لیں تو پہلے تین مہینے تو اسی قسم کی ابتدائی تیاری کے لئے درکار ہوں گے۔ ان کے بعد پھر دوسری تیاریاں جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے کرنی ہوں گی۔ جامعہ کی تیاریاں، اساتذہ کو حاصل کرنا، اس کے سلیبس تیار کروانا۔ نئے طرز پر جامعہ کی تعمیر کیلئے بڑی محنت درکار ہوگی اس کیلئے مَیں سمجھتا ہوں کہ کم از کم تین مہینے اور چاہئیں ہونگے تو جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر چھ مہینے کے لیے بعد میں، ابتدائی تعلیم حاصل کرنے والے تعلیم شروع کریں تو ایک سال کے بعد پہلا پھل لگے گا۔ اگرچہ ہماری خواہش کے مطالبے اور ہیں اور صبر کے تقاضے اور ہیں لیکن لازماً آخر صبر کے تقاضے جیت ہی جاتے ہیں۔ ہمیں صبر سے کام لینا ہوگا ایک سال کا انتظار تو ہمارے لئے بہرحال مقدر ہے۔ اس لئے پہلے سال کے بعد انشاء اللہ پھر ہر سال یا اگر چھوٹی

کلاس ہوتو تین تین ۔ چھ چھ مہینے کے بعد معلمین کے نئے وفود تیار ہوتے چلے جائیں گے ۔ نئے گروہ تیار ہوں گے جن کو ہم حسبِ حالات اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہندوستان کے شمال وجنوب میں پھیلا سکتے ہیں ۔

وقف جدید کی تحریک کا اس طرز تبلیغ سے گہرا اور اٹوٹ رشتہ ہے ۔ حضرت مصلح موعودؓ کے ذہن میں جو طرزِ تبلیغ تھی یا طرزِ تربیت تھی یہ وہی ہے جو مَیں آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں ۔ آپ کے پیشِ نظر کوئی بہت زیادہ رسمی سخت مزاج کی تنظیم نہیں تھی ۔ ایسی تنظیم تھی جس میں لوچ ہو، جس میں تقاضوں کے مطابق ڈھلنے کی صلاحیت ہو، اونچ نیچ کیلئے اس میں گنجائش موجود ہو ۔ پس ہندوستان کی وقف جدید کو بھی اسی نہج پر کام کرنا ہوگا اور اللہ کے فضل سے کسی حد تک یہ کام ہو رہا ہے ۔ لیکن جہاں تک مقامی ضروریات کا تعلق ہے پانچ لاکھ کی رقم تو کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی ۔ چنانچہ چند سال پہلے مَیں نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے پہلی مرتبہ وقف جدید کے چندہ کے نظام کو بین الاقوامی یا کل عالمی بنا دیا ۔ پہلے وقف جدید کے متعلق یہ خیال تھا کہ برصغیر ہندو پاکستان کی حدود میں محدود ہے اور صرف پاکستان ہی سے چندہ وصول کیا جائے یا صرف ہندوستان ہی سے چندہ وصول کیا جائے ۔ اور اس میں ایک اضافہ بنگلہ دیش کا بھی کر لیں ۔ ان دنوں میں وہ چونکہ مشرقی پاکستان تھا اس لئے اس وقت دو ہی ملک پیش نظر تھے مگر بنگلہ دیش بھی اس گروہ میں شامل ہے چند سال پہلے خصوصیت سے ہندوستان کی ضروریات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے مَیں نے وقف جدید کے چندہ کی عالمی تحریک کی اور تمام دنیا کی جماعتوں سے یہ درخواست کی کہ پاکستان اور ہندوستان کی سرزمین وہ ہے جہاں سے کبھی خالصۃً آپ تک اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے وہاں کے باشندگان مسلسل قربانی کیا کرتے تھے اور کبھی کسی ذہن میں یا ذہن کے کسی گوشے میں بھی یہ خیال نہیں گزرا کہ چندہ تو ہم اکٹھا کر رہے ہیں لیکن خرچ دوسرے ملکوں میں ہو رہا ہے ۔ ہندوستان اور پاکستان کے باشندوں نے ایک لمبے عرصہ تک کلیۃً اللہ کی خاطر اور تمام نفسانی اغراض سے پاک ہو کر تمام دنیا میں اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے مالی قربانیاں بھی دیں اور جانی قربانیاں بھی دیں ۔ چنانچہ مَیں نے باقی ملکوں کو سمجھایا کہ یہ تو ایک ایسا احسان ہے جو آپ عمر بھر اور نسلاً بعد نسل بھی اتارنے کی کوشش کرتے رہیں تو دعا کے سوا اُتر نہیں سکتا ۔ مگر ظاہری طور پر اگر یہ احسان اُتارنا چاہتے ہیں تو ایک صورت یہ ہے کہ آپ ایک ایسی تحریک میں شامل ہو جائیں جس کا خرچ آپ کے ملک میں نہیں ہوگا بلکہ ہندوستان اور پاکستان اور بنگلہ دیش میں ہوا کرے گا چنانچہ اس طرح آپ اظہار تشکر بھی کر سکتے ہیں اور آپ کے دل احسان کے بوجھ سے ہلکا محسوس کریں گے ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس تحریک پر بہت ہی شاندار لبیک کہا گیا اور بڑے بڑے ممالک نے جن

میں یورپ کے ممالک میں سے جرمنی ہے اور UNITED KINGDOM ہے اور دوسرے مغرب کے ممالک میں سے کینیڈا ہے اور امریکہ ہے اسی طرح انڈونیشیا اور دیگر مشرقی ممالک نے بھی بڑی ہی خوشدلی کے ساتھ اور بشاشت کے ساتھ لبیک کہا۔ اور اس کے نتیجہ میں ہماری بہت سی مالی دقتیں دور ہو گئیں ۔ اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ دیگر ممالک تو مسلسل قربانی میں آگے بڑھ رہے ہیں اور آغاز میں جتنے انہوں نے وعدے کیے تھے اور جتنی ادائیگی کی تھی اس کے مقابل پر اب انکے وعدے اور ادائیگی کئی گنا بڑھ چکی ہے۔ لیکن ہندوستان کی وقف جدید کا وہی حال ہے جس رفتار سے پہلے قدم اٹھا رہی تھی بعینہٖ اسی رفتار سے اب قدم اٹھا رہی ہے۔ شاید اس میں کچھ قصور بیرونی قربانی کرنے والوں کا ان معنوں میں ہو کہ یہاں کے کارکنوں نے سمجھ لیا کہ خدا کے فضل سے پیسے تو باہر سے آ ہی جانے ہیں، ضرورتیں تو پوری ہو ہی جانی ہیں ہمیں کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ کوشش کریں اور مصیبت میں مبتلا ہوں اور چٹھیاں لکھیں اور جماعتوں کو احساس دلائیں کہ تم نے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا ہے۔ بعض دفعہ بیرونی مدد اس قسم کی کمزوری بھی پیدا کر دیا کرتی ہے۔ تو ایک بات تو مَیں آج آپ سے یہ کہنی چاہتا ہوں کہ دین کی خاطر قربانی کرنا اللہ تعالیٰ کے فضل سے کسی پر ذاتی احسان نہیں ہے۔ یہ نہیں مَیں کہہ رہا کہ واقعۃً آپ پر وہ قومیں احسان کر رہی ہیں ۔ یہ لفظ تو محاورے کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ عملاً جو بھی چندہ دیتا ہے للہ دیتا ہے۔ اللہ کی رضا کی خاطر دیتا ہے اس لئے احسان کے مضمون کو کچھ دیر بھول جایئے ۔ لیکن انسانی غیرت اور حمیت کے مضمون کو ضرور یاد رکھیں ۔ ایک مومن حتی المقدور ضرور یہ کوشش کرتا ہے کہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو۔ ایک مومن حتی المقدور ضرور یہ کوشش کرتا ہے کہ اپنی اور اپنی علاقائی ضرورتوں کو وہ خود پورا کر سکے اور ہر معنی میں یعنی لطیف تر معنی بھی فیض رساں ہو فیض قبول کرنے والا نہ ہو۔ پس ذاتی طور تو ہندوستان کو جہاں بیرونی دنیا سے کوئی بھی زیر احسان نہیں کرتا جب وہ خلیفۂ وقت کی تحریک پر وقف جدید کی مدّ میں قربانی کرتا ہے۔ لیکن ہندوستان میں یہ احساس پیدا ہونا ضروری ہے کہ ہم وہ ملک ہیں جہاں احمدیت کا سوتا پھوٹا ہے ۔ جہاں آسمان سے احمدیت کا نور نازل ہوا ہے۔ ایک لمبے عرصہ تک ہمیں یہ سعادت ملی کہ ہمارا فیض ساری دنیا کو پہنچتا رہا۔ مشرق کو بھی پہنچا، مغرب کو بھی پہنچا، کالوں کو بھی پہنچا، گوروں کو بھی پہنچا۔ ایک ہندوستان ہی تھا جو افریقہ کی ضرورتیں بھی پوری کر رہا تھا، امریکہ کی ضرورتیں بھی پوری کر رہا تھا، یورپ کے ممالک کی ضرورتیں بھی پوری کر رہا تھا اور مشرق بعید کے ممالک کی ضرورتیں بھی پوری کر رہا تھا۔ کبھی کسی ہندوستانی احمدی کے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ وہ دوسروں پر احسان کرتا ہے۔ اسکے لئے یہ سعادت تھی اور اس سعادت کے نتیجہ میں، تکبر کے نتیجہ میں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے احسان کو یاد رکھتے ہوئے اس کا سر اونچا ہوتا تھا سر کا اُونچا ہونا بھی مختلف وجوہ سے ہو

سکتا ہے یاد رکھیں کہ سر کا اونچا ہونا لازماً تکبر کی علامت نہیں ہے۔ بعض دفعہ نیک مقاصد کیلئے بھی سر بلند کئے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے احسان کے تابع جہاں سر جُھکتے ہیں وہاں سر بلند بھی ہوا کرتے ہیں۔ پس ان معنوں میں ہندوستان کی جماعتوں کا سر بہت بلند تھا لیکن رفتہ رفتہ تقسیم کے بعد جو کمزوریاں پیدا ہونی شروع ہوئیں ان میں ایک مصیبت یہ آپڑی کہ دوسروں پر انحصار کا رُجحان پیدا ہو گیا اور ہندوستان یہ بھول گیا کہ وہ تو ایک فیض رساں ملک تھا اور فیض رساں ملک کے طور پر بنایا گیا تھا۔ اس مقصد کیلئے خدا نے اسے چنا تھا کہ اس کا فیض ساری دنیا میں پھیلے۔

پس اس نقطۂ نگاہ سے ہندوستان کی جماعتوں کو اپنے حالات کا ازسرنو جائزہ لینا چاہئے۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ فلاں جماعت کے لوگ مالی قربانی میں پیچھے ہیں اور فلاں کے آگے ہیں لیکن یہ مَیں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ضروریات کے لئے استطاعت ضرور بخشی ہے۔ آپ میں جتنے مخلصین کام کیلئے آگے آسکتے ہیں ان کا آپ کی تعداد سے ایک تناسب ہے اور ہر قوم میں یہ تناسب موجود ہوتا ہے پس جتنے مخلصین آپ پیدا کر سکتے ہیں ان مخلصین کی ضروریات کیلئے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ضرور توفیق بخشی ہے۔ پس اگر وہ ضروریات پوری نہ ہوں اور باہر سے مدد کی ضرورت پیش آئے تو یہ تکلیف دہ صورت اُبھرتی ہے کہ ہندوستان کی جماعتیں اپنے فرائض کو پورا ادا نہیں کر رہیں۔ پس مَیں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے حالات کا جائزہ لیں۔ آپ میں سے وہ خوش نصیب جن کو خدا تعالیٰ نے کثرت سے دولت عطاء فرمائی ہے اور ایسے ضرور ہیں۔ وہ یہ جائزہ لیں کہ کیا وہ اس نسبت سے جس نسبت سے اللہ نے ان پر فضل فرمایا ہے، خدا کے حضور مالی قربانی میں لبیک کہتے ہیں کہ نہیں۔

یہ خیال کہ جماعت کے عہدیداران کو کیا پتہ کہ ہمارے پاس کیا ہے، ہمیں کتنا ملتا ہے، یہ ایک بے تعلق اور بے معنی خیال ہے۔ جماعت کے عہدیداران کو خوش کرنے کیلئے تو آپ نے دینا ہی نہیں ہے۔ جس کے حضور پیش کرتے ہیں اسے سب کچھ پتہ ہے کیونکہ دینے والا ہاتھ وہ ہے۔ عطا کرنے والے کو کیسے آپ دھوکہ دے سکتے ہیں۔ جس نے خود آپ کو کچھ دیا ہو آپ کیسے یہ سوچ سکتے ہیں کہ اسے آپ کے حالات کا علم نہیں ہے۔ پس ان عذر کے قصوں کو بھلا دیجئے چھوڑ دیں ان باتوں کو کہ آپ کے اوپر کتنی ذمہ داری ہے اور مالی لحاظ سے لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ اچھے ہیں لیکن عملاً یہ حال نہیں ہے۔

اس قسم کی باتیں عموماً کم چندہ دینے والے کیا کرتے ہیں۔ ان کو بھلا دیجئے اور یہ بات دیکھئے کہ جس خدا نے آپ کو عطا کیا ہے اگر اس کی محبت اور پیار کے اظہار کیلئے آپ اس کے حضور کچھ پیش کرتے ہیں تو وہ اسے رکھ نہیں لے گا وہ اسے واپس لوٹائے گا اور دہ چند کر کے واپس لوٹائے گا۔ اور دس گنا زیادہ

کر کے واپس لوٹانا اس نے اپنے اوپر فرض کر لیا ہے۔ وہ کیسے یہ کام کرتا ہے ہم ان اسرار کو نہیں جانتے مگر روزمرہ کی زندگی میں ان کاموں کو ہوتا ہوا دیکھتے ہیں لیکن وہ لوگ جو اخلاص کے اعلیٰ معیار پر قائم ہیں ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے کوئی حد قائم نہیں فرمائی۔ فرمایا: پھر جسے وہ چاہے اسے جتنا چاہے بڑھا کر دیتا چلا جائے اسکی کوئی حد نہیں ہے۔ تو پہلے تو یہ دیکھیں کہ خدا کے معاملے میں کنجوسی کرنا کوئی عقل کا سودا ہے؟ کوئی نفع کا سودا ہے یا گھاٹے کا سودا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی حلیم ہے اور ضروری نہیں کہ ہر کنجوسی کرنے والے کو اسکی کنجوسی کی فوراً سزا دے۔ وہ مستغنی بھی ہے۔ وہ بعض دفعہ پرواہ بھی نہیں کرتا اور خصوصاً ان لوگوں کی پرواہ نہیں کرتا جن سے توقعات نہ ہوں۔ پس خدا کی طرف سے اس معاملہ میں پکڑ کا نہ آنا ایک خطرناک علامت ہے۔ میرا ساری زندگی کا تجربہ ہے کہ نیک لوگوں پر غفلت کے نتیجہ میں احساس دلانے والی پکڑ ضرور جلد ہی آیا کرتی ہے۔ خدا کی پکڑ کی صرف ایک ہی قسم نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی عقوبت کی بھی اور پکڑ کی بھی بہت سی قسمیں ہیں۔ بعض دفعہ پکڑ ایسی ہوتی ہے جو صرف احساس دلانے کیلئے ہوتی ہے کہ ہیں ہیں! تم سے یہ توقع نہیں تھی۔ یہ کام نہیں کرنا ورنہ میں غالب ہوں۔ مجھ سے بھاگ کر تم الگ نہیں جاسکتے۔ یہ ایک ایسی پکڑ ہے جسے مومن اور مخلص مومن ہی جانتا ہے۔ غیروں کو اندازہ ہی نہیں کہ یہ کیا چیز ہوتی ہے۔ اس کا نام ابتلاء نہیں ہے اس کا نام سوائے محبت کی دنیا کے کسی اور دنیا کو معلوم ہی نہیں ہوسکتا۔ ایک ماں جو اپنے بیٹے سے محبت رکھتی ہے اور اعلیٰ توقع رکھتی ہے جب وہ غفلت کرتا ہے تو ضروری نہیں کہ اسے سزا دے۔ لیکن اسکی آنکھ میں ہلکی سی جو مایوسی ظاہر ہوتی ہے وہی اس پیارے بچے کے لئے سزا بن جاتی ہے۔ اگر نسبتاً کم لطیف مزاج کا بچہ ہو تو اس کے لئے اظہار ناراضگی یا اظہار مایوسی ذرا اور رنگ میں ظاہر ہوگا۔ نسبتاً زیادہ کھل کر ظاہر ہوگا۔ مگر وہ بھی عام دنیاوی معنوں میں عقوبت یا سزا نہیں کہلاتی۔ وہ محض ایک یاددہانی ہے۔ پس میرا تجربہ ہے کہ خدا تعالیٰ مومنوں کو جن سے توقعات رکھتا ہے جن کو آگے بڑھانا چاہتا ہے ان کی بعض ایسی غفلتوں پر ضرور پکڑتا ہے اور جلدی پکڑتا ہے۔ اور اس پکڑ کا نتیجہ انکی اصلاح ہوتی ہے اور ان کے اور خدا کے درمیان ایک ایسا رشتہ قائم ہو جاتا ہے کہ وہ کچھ تجربے کے بعد جان لیتے ہیں، خوب اچھی طرح پہچان لیتے ہیں کہ خدا سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے۔ جہاں ہم نے غلطی کی ہم اپنی غلطی میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ ہم اپنے غلط مقصد کو حاصل نہیں کرسکیں گے۔ پس وہ خوش نصیب ہیں جو غفلت کے نتیجہ میں ان معنوں میں پکڑے جاتے ہیں لیکن وہ لوگ جو اپنے حال پر تو راضی ہو جائیں جن کی تجوریاں بھرتی رہیں، جن کے رزقوں میں ترقی ہوتی چلی جائے وہ یہ سمجھنے لگیں کہ خدا ہم سے تو راضی ہے اگر ہم اس کے حضور پیش کرنے میں کمی بھی دکھاتے ہیں تو اس نے کبھی بھی ناراضگی کا ظاہری اظہار نہیں کیا۔ یہ بہت بڑی بیوقوفی ہے۔ خدا مستغنی ہے۔ وہ عطاء

کرنے والا ہے ایسے موقع پر اس کی ناراضگی کا ظاہری اظہار کوئی نہیں ہوسکتا سوائے اس کے کہ کوئی شخص اتنا دور چلا جائے کہ وہ دین کا دشمن ہو پھر بعض دفعہ اسکو دنیا میں عبرت کا نشان بنایا جاتا ہے لیکن یہ تو بہت ہی بعید کی بات ہے۔ مَیں کسی احمدی کے متعلق یہ تصور بھی نہیں کرسکتا کہ وہ نعوذ باللہ اس حال کو پہنچ جائے پس وہ لوگ جن کو خدا نے زیادہ دیا ہے خواہ وہ کسی بھی صوبے سے تعلق رکھتے ہوں، خواہ ان تک مال کے انسپکٹر ان کی آواز پہنچتی ہو یا نہیں یا مرکز کے ناظر ان کے خطوط پہنچتے ہوں یا نہیں۔ انکو یاد رکھنا چاہیے کہ خدا جانتا ہے اور خواہ آپ ظاہری قربانی کریں، اعلانیہ قربانی کریں یا مخفی قربانی کریں خدا کے علم میں ہے کہ کون میرا بندہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ میرے پیار کے نتیجہ میں وہ میرے حضور کچھ پیش کرتا رہتا ہے۔ اس علم کو آپ اپنے کانشنس، دماغ میں اگر محسوس کریں یعنی باشعور طور پر ہر قربانی کرنے والا قربانی کرتے وقت یہ جانتا ہو کہ میرے مولیٰ کی مجھ پر نظر ہے تو اس کی قربانی کا معیار یکدفعہ بدل جائے گا۔ اس میں ایک انقلاب برپا ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ شخص جسے کوئی دیکھ رہا ہو اور خصوصاً وہ دیکھنے والا ہو جو اُس سے بلند توقعات رکھتا ہو جس کا اس شخص کے دل میں احترام ہو۔ جسے دیکھا جا رہا ہے تو اس وقت اُس کا ردِعمل بالکل مختلف ہوتا ہے اس کی اَدائیں بدل جاتی ہیں۔ بچے، دیکھا ہے کہ ان لوگوں کے سامنے جن کی عزت کرتے ہیں کتنے مہذب اور بن ٹھن کر تیار بیٹھے ہوتے ہیں۔ گفتگو کا سلیقہ بھی بالکل مختلف، لیکن اُدھر استاد کمرے سے باہر نکلا یا ماں چلی گئی تو اچانک شور شرابا برپا ہو جاتا ہے۔ دیکھنے کا جو مضمون ہے یہ ایک بہت ہی اہم مضمون ہے۔ اسے سمجھے بغیر اخلاص میں سچی ترقی ہو نہیں سکتی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک بہت ہی پاکیزہ اور عظیم الشان کلام میں بار بار جو یہ فرمایا کہ سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ تو اس میں صرف یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا میری نگہداشت کر رہا ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ مَیں ہر آن اس کے سامنے کُھلا پڑا ہوں۔ میری زندگی کا کوئی شعبہ بھی اس کی نظر سے اوجھل نہیں ہے۔ چھپا ہوا نہیں ہے۔ مَیں کیسے غلطی کرسکتا ہوں مجھے تو توفیق ہی نہیں ہے مَیں تو ہر وقت دھوپ میں بیٹھا رہتا ہوں۔ میرا زندگی کا کوئی حصہ چھپا ہوا، مخفی، پُر اسرار نہیں ہے۔ ہر وقت میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔

پس ان معنوں میں جب خدا دیکھتا ہے تو انسان کے طرزِعمل میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے اسکے نتیجہ میں۔ پھر دوسرے معنے میں بھی دیکھتا ہے یعنی ہر وقت اس کی پیار کی نظر اپنے ایسے بندے پر رہتی ہے، نگہداشت کی نظر اس پر رہتی ہے اور اس کے دشمن اس پر وار نہیں کرسکتے۔ مگر خدا کی حفاظت ان کے واروں کو ناکام اور نامراد کر دیتی ہے۔ یہ نگہداشت کی نظر اس پہلی نظر کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ اسکی کوکھ سے پھوٹتی ہے اور لوگ اس مضمون کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں کتنی سعادتوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ پس اس کا

تجربہ ہر جماعت کا چندہ دینے والا اپنے روزمرہ کے چندوں میں کر کے دیکھے تو وہ محسوس کرے گا کہ مالی قربانی سے اسے نئی عظمتیں اور نئی رفعتیں نصیب ہو رہی ہیں۔ اور خدا سے اس کا تعلق دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ پس ایسی مالی قربانی نہ کریں جس کے نتیجہ میں خدا سے تعلق کم ہو۔ ایسی مالی قربانی کریں جس کے نتیجہ میں آپ خدا کے پیارے بنتے چلے جائیں۔ اور وہ آپ کا نگہدار ہو جائے آپکی ہر ضرورت کا کفیل ہو جائے۔ وہ اپنے ذمہ یہ لے لے کہ اس بندے کی ہر ضرورت میں پوری کروں گا۔ کیونکہ اس نے میری خاطر اپنی ضرورتوں کو نظر انداز کر کے میرے حضور کچھ مالی قربانی پیش کی ہے۔ خدا سے زیادہ شکر گزار اور کوئی نہیں ہے۔ اسی لئے اس کا نام شکور رکھا گیا ہے۔ حالانکہ اگر آپ گہرائی سے دیکھیں تو شکر کے مضمون کا خدا پر اطلاق ہو ہی نہیں سکتا۔ اور ظاہری نظر سے ہم اس معاملہ پر غور نہیں کرتے۔ شکر تو اس کا ادا کیا جاتا جس نے کوئی احسان کیا ہو۔ خدا پر تو کوئی احسان ہو نہیں سکتا۔ جو کچھ ہے اس نے عطا کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

سب کچھ تری عطا ہے
گھر سے تو کچھ نہ لائے

پھر وہ ''شکور'' کیوں ہے؟ ''شکور'' ایک محسن کے طور پر ہے۔ اس کا شکر بھی احسان کی ایک بہت ہی اعلیٰ درجہ کی قسم ہے۔ اس شکر کی کوئی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ اپنے بندے پر احسان فرماتا ہے کہ اسے اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق بخشے اور پاک جذبوں سے خرچ کرنے کی توفیق بخشے۔ پھر شکر کے ساتھ اسے قبول فرماتا ہے۔ اور اس کی ضروریات کا کفیل بننا اس کی ذمہ داری ہو جاتی ہے۔

خدا تعالیٰ کے ''شکور'' ہونے کا یہ جو مضمون ہے یہ اتنا لطیف ہے کہ اس پر آپ جتنا غور کریں اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی محبت آپ کے دل میں اچھلتی چلی جائے گی۔ پس چندے دیں تو اس اَدا سے دیں کہ ہر چندہ آپ کے طرزِ فکر کو خدا کی محبت کی سمت رواں کر دے۔ آپ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلقات کے مضمون پر مزید غور کیا کریں اور آپ کی مالی قربانی آپ کو وہ کچھ عطا کر جائے جسے دنیا کی ساری دولتیں بھی خرید نہ سکتی ہوں ایک شخص چند کوڑی خدا کے حضور پیش کر دیتا ہے۔ ایک ہے جو چند لاکھ پیش کر دیتا ہے۔ لیکن خدا تو نہ چند کوڑی میں خریدا جا سکتا ہے نہ چند لاکھ میں خریدا جا سکتا ہے۔ تمام دنیا کی دولتیں خود اسی نے عطاء کر رکھی ہیں۔ ساری دنیا کی دولتیں بھی اس کے حضور پیش کر دیں تو خدا خریدا نہیں جا سکتا۔ مگر یوسف تو سوت کی ایک اَٹی پر بک گیا اور آج تک دنیا اس کے قصے سناتی ہے۔ لیکن یوسف کو خدا سے کیا نسبت ہے، خدا تو ایک اَٹی سے کم رزق کے ایک دانے پر بھی بکنے کیلئے تیار بیٹھا ہے۔ اگر وہ محبت اور خلوص کے ساتھ اس کے حضور پیش

کیا جائے۔تو اپنی عظیم پُر رفعت قربانیوں کو اس طرح ضائع نہ کریں۔ جب خدا کے نام پر آپ سے مانگا جائے تو خدا کو حاضر ناظر جان کر اپنے حالات پر غور کر کے اس سے تعلق بڑھانے کیلئے ،اس سے پیار کے رشتے قائم کرنے کیلئے پیش کیا کریں۔ پھر دیکھیں آپ کی تنگ دستیاں بھی دور ہونی شروع ہو جائیں گی اور آپ کے رزق میں غیر معمولی وسعت ملے گی اور ایسی وسعت نہیں ملے گی جو آپ کے لئے ابتلاء لیکر آئے۔ ایسی وسعت ملے گی جو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بدلیاں آپ کیلئے اٹھالائے گی اور آپ ہمیشہ خدا کی رحمت کے سائباں تلے رہیں گے۔آپ پر خدا کی برکتیں برسا کریں گی۔آپ کی مصیبتیں کم ہوتی چلی جائیں گی۔آپ کی راحت کے سامان بڑھتے چلے جائیں گے اور کچھ عرصہ کے بعد آپ اپنے آپ کو ایک محفوظ انسان سمجھیں گے۔ جہاں بھی رہیں گے وہ آپ کے لئے دارالامان ہوگا۔قادیان دارالامان میں آپ کیلئے ایک یہ بھی پیغام ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان قربانیوں اور قربانیوں کی ان اَداؤں کے ساتھ اپنے گرد ایک دارالامان خدا سے طلب فرمایا۔یعنی زبان حال سے اور اللہ تعالیٰ نے اس دارالامان کو پہلے ''الدار'' کی صورت میں عطا فرمایا پھر اس کا درجہ بڑھاتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ یہ وعدہ فرمایا کہ جو تیرا روحانی فرزند ہے،تجھ سے روحانی تعلق بھی رکھتا ہے، وہ بھی تیرے گھر کی امان میں ہے۔پس قادیان کی امان کو آپ سارے ہندوستان پر پھیلا سکتے ہیں۔ یہ امان ایسی نہیں جو یہاں جڑ پکڑ کر یہیں کی ہو رہی ہے۔ یہ ایسا پودا ہے جو آپ کے گھروں میں لگ سکتا ہے۔اور ہر احمدی ہر ایک گھر کو دارالامان بنا سکتا ہے۔

مگر اس کا طریق وہی ہے جو مَیں آپ کو بتا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے جب ایسا تعلق قائم کر لیا جائے کہ آپ پیار کے نتیجہ میں اس کی خاطر اٹھتے بیٹھتے اور قربانیاں کرتے ہوں محض رسمی طور پر نہیں ،محض ظاہری اطاعت کے طور پر نہیں تو خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو امان دی جاتی ہے ہر قسم کے مصائب سے امان دی جاتی ہے، ہر قسم کی مشکلات سے امان دی جاتی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ آپ کا ایک پیار کرنے والا ،آپ کی نگہداشت کرنے والا ایک موجود ہے۔ ہمیشہ وہ آپ کے سر پر کھڑا ہے اور آپ کا ساتھ دینے والا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسا خدا کا ہو جائے وہ جب سوتا ہے تو خدا اس کیلئے جاگتا ہے، جب اسے خبر بھی نہیں ہوتی کہ اس کا دشمن اس کیلئے کیا تیاری کر رہا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے دشمن کی شرارتوں پر نظر رکھتے ہوئے ان کے توڑ کے منصوبے بنا رہا ہوتا ہے اور دشمن کے ہر وار کو اس کے پڑنے سے پہلے ہی معطل اور ناکام کر دیتا ہے۔ پس اس خدا سے ہم نے تعلق باندھا ہے، اسی خدا سے اپنے تعلق کو استوار کرنا ہے۔ وقف جدید کے سلسلہ میں بھی اور دیگر چندوں کے سلسلہ میں بھی مَیں

ہندوستان کی جماعتوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ باہر کی دنیا کے لوگ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں بہت آگے نکل چکے ہیں اور بڑی تیزی سے آگے نکل رہے ہیں۔ اس لیے آپ اپنے پہلے اعزاز کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ وہ جھنڈا جو خدا نے خود آپ کے ہاتھ میں تھمایا تھا یعنی عظیم مالی قربانیوں کا جھنڈا، اسے اپنے سینے سے چمٹا رکھیں۔ اسے بلند رکھیں اور اگرچہ سب آپ کے بھائی ہیں اُن سے حسد اور رقابت کوئی نہیں مگر نیکیوں میں خدا تعالیٰ کا یہی حکم ہے کہ ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو۔ پس اس روحانی رقابت کو تو بہر حال آپ کو محسوس کرنا ہوگا۔ یہ عہد کریں اور یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ دن جلد آئیں جب نہ صرف یہ کہ آپ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں بلکہ از سر نو ساری دنیا کی ضرورتیں پوری کرنے کیلئے آپ خدا کے حضور مالی قربانیاں کرنی شروع کر دیں اور ایک دفعہ پھر آپ کا سر اس فخر کے ساتھ بلند ہو جو عجز اور شکر کا جذبہ اپنے اندر رکھتا ہے کہ اَلْحَمْدُلِلّٰہ ثُمَّ اَلْحَمْدُلِلّٰہ، اپنی توفیق سے نہیں بلکہ خدا کے فضل اور رحم کیساتھ ہمیں یہ توفیق ملی ہے کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قربانی کے جو اسلوب اور قربانی کی جو ادائیں ہمیں سکھائی تھیں از سر نو ہم نے ان کو اپنا لیا ہے۔ اب اس پہلو سے ہم دنیا کے حسین ترین وجود بن کے ابھر رہے ہیں۔ خدا کرے ایسا ہی ہو اور جلد تر آپ کو اسکی توفیق ملے۔

جماعتوں کی طرف سے قربانیوں کے مقابلے کی جو فہرست پیش کی جاتی ہے تا کہ دوسروں کو تحریک ہو وہ تو بہت لمبی ہے۔ صرف دو باتیں کر کے اب مَیں اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔ پہلے تو پاکستان اور ہندوستان کو چھوڑ کر دنیا کے دیگر ممالک میں جو پہلے دس ملک ہیں ان کا ترتیب وار اعلان کرنا چاہتا ہوں تا کہ جو ملک خدا کے فضل سے اس مقابلے میں نمایاں حیثیت حاصل کر سکے ہیں ان کو طمانیت نصیب ہو اور وہ ملک جو ان سے پیچھے رہ گئے ہیں انکے اندر یہ جذبہ پیدا ہو کہ ہم بھی آگے بڑھیں اور ان کا مقابلہ کریں۔ اس لئے مَیں وہ فہرست پڑھ کر آپ کو سناتا ہوں۔

اس ضمن میں پہلی بات یہ ہے کہ پہلی تحریک پر بیرونِ ہندو پاکستان اور بیرونِ بنگلہ دیش ممالک نے جو مالی قربانی وقف جدید کے لئے پیش کی تھی وہ چند ہزار کی تھی لیکن 1991ء میں جو وقف جدید کے لحاظ سے آج ختم ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑھ کر ایک لاکھ پانچ ہزار 963 پاؤنڈ بن چکی ہے اور اس کو اگر روپوں میں ڈھالا جائے اور ہندوستان اور پاکستان کی مالی قربانی کو بھی روپوں کے ایک ہی معیار پر اکٹھا کر دیا جائے تو یہ پہلا سال ہے کہ خدا کے فضل سے وقف جدید کی سالانہ آمد ایک کروڑ روپے ہو چکی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بہت ہی عظیم احسان ہے اور یہ حسن اتفاق بھی اسی سال کو نصیب ہوا ہے۔

دوسری بات اول اور دوم کے لحاظ سے یہ ہے کہ ساری دنیا پر جرمنی کی جماعت وقف جدید کی مالی

قربانی میں سبقت لے جا چکی ہے۔اور پچھلے سال بھی خدا کے فضل سے انہوں نے اس سبقت کو قائم رکھا تھا اور اس سال بھی باوجود اسکے کہ بعض دیگر رشک رکھنے والے لوگوں نے زور بھی مارے مگر جرمنی نے ان کو آگے نہیں نکلنے دیا اور لطف کی بات یہ ہے کہ وعدہ تو 24 ہزار 648 سٹرلنگ پاؤنڈز کا تھا لیکن ادائیگی 32 ہزار 446 کی ہے خدا کے فضل سے وعدوں سے بہت بڑھ کر انہوں نے ادائیگی کی توفیق پائی اور یہ بھی خدا کا ایک خاص اعزاز ہے۔

امریکہ نمبر 2 ہے۔21 ہزار 47 ادائیگی ہے لیکن وعدے سے کچھ پیچھے رہا ہے۔پس دونوں لحاظ سے یہ جرمنی سے پیچھے ہے۔کینیڈا نمبر 3 ہے جسکی 13 ہزار 277 پاؤنڈ کی ادائیگی ہے اور اللہ کے فضل سے وعدے سے کچھ زیادہ دیا ہے۔برطانیہ نمبر 4 ہے۔12,500 کے وعدے کے مقابل پر 13,051 پیش کیا اس کے بعد انڈونیشیا، جاپان، ناروے، ماریشس، ہالینڈ اور بنگلہ دیش آتے ہیں۔

جاپان کو دنیا میں ایک خصوصیت حاصل ہے جو وہ آج بھی برقرار رکھے ہوئے ہے اور مالی قربانی کے ہر شعبہ میں اسے یہ خصوصیت حاصل ہے کہ فی چندہ دہندہ (کے حساب سے) جاپان ساری دنیا میں سب سے زیادہ اور سب سے آگے ہے اور اتنا نمایاں آگے ہے کہ کسی اور ملک کو ابھی مستقبل قریب میں بظاہر یہ توفیق نہیں ملے گی کہ وہ اس کو پکڑ سکے۔جاپان کا جو میں جائزہ لیا تھا تو اس سے پتہ چلتا تھا کہ فی کس مالی قربانی میں بعض ممالک سے تقریباً 3 گنا زیادہ،بعض ممالک سے 4 گنا زیادہ یعنی بہت ہی آگے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کو بھی یعنی اہل ہندوستان کو بھی یہ توفیق عطا فرمائے کہ نہ صرف وقف جدید کے میدان میں بلکہ دیگر سب میدانوں میں بھی، مالی قربانی میں بھی پورے جوش اور خلوص کیساتھ آگے بڑھیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لطف اٹھائیں اور اللہ آپ کے اموال میں بھی اس کے نتیجہ میں بہت ہی برکت دے۔اور آپ کی مالی کمزوریاں دور فرمائے اور جہاں تک زندگیاں پیش کرنے کا تعلق ہے خدا تعالیٰ آپ کو یہ بھی توفیق عطاء فرمائے کہ آپ اپنے ملک کی ضرورتیں خود پوری کر سکیں۔اس توقع کے بعد کہ ہندوستان میری آواز پر اسی طرح نمایاں شان سے لبیک کہے گا جس طرح آج کا جلسہ ایک نمایاں شان رکھتا ہے،اب مَیں اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔

(ہفت روزہ بدر قادیان 27 فروری 1992ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 24؍جنوری 1992ء بیت الفضل لندن

تشہد وتعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کی تلاوت فرمائی:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۫ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ (البقرۃ: 274)

اور پھر حضور انور نے فرمایا:

پیشتر اس سے کہ مَیں خطبہ کا مضمون شروع کروں جو دوست مسجد میں حاضر ہیں ان سے درخواست ہے کہ وہ مہربانی فرما کر ذرا آگے کو کھسک آئیں کیونکہ باہر سردی زیادہ ہے اور بہت سے دوست باہر سردی میں بیٹھے ہوں گے نماز کے لئے۔ اگر ان کو باہر جانا پڑے تو دوبارہ جاسکتے ہیں۔ باہر اعلان کروا دیا جائے یا دوست سن ہی رہے ہوں گے بہر حال جو بھی باہر سردی میں مشکل محسوس کرتے ہوں گے وہ اندر تشریف لے آئیں۔ امید ہے کچھ نہ کچھ جگہ نکل آئے گی۔ (حضور انور نے حاضرین کو آگے آگے ہونے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا) اور آگے آجایئے۔ آپ ذرا آگے کی طرف سرکیں قریب آجائیں۔ مسجد میں گنجائش نکل آئی ہے۔ نماز کے لئے ضرورت ہوگی تو چند منٹوں کیلئے وہ نماز کیلئے باہر تشریف لے جائیں۔ باقی خطبہ اندر آکر سن سکتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ جس کی مَیں نے تلاوت کی ہے یہ سورۃ البقرہ کی آیت 274 ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ان فقراء کیلئے یہ خدمتیں اور یہ خدا کی راہ میں خرچ کرنا ہے جو خدا کی راہ میں گھیرے میں آگئے اور ایسے گھیرے میں ہیں کہ جس کے نتیجہ میں باہر نکل کر کسب معاش ان کیلئے ممکن نہیں اور وہ زمین میں کھلا پھر نہیں سکتے۔ اپنی مرضی سے جہاں چاہیں جا نہیں سکتے۔ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ جاہل ان کو امیر سمجھتا ہے۔ بے ضرورت سمجھتا ہے۔ مِنَ التَّعَفُّفِ کیونکہ انہیں مانگنے کی عادت نہیں کسی دوسرے کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ یعنی اے محمد ﷺ! تو ان کی علامتوں سے جو ان کے چہرے پر ظاہر ہیں، ان کی پیشانیوں پر ظاہر ہیں، ان سے ان کو پہچانتا ہے۔ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وہ پیچھے پڑ کر لوگوں سے مانگتے نہیں ہیں۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔ اور جو کچھ بھی تم خدا کی راہ میں

خرچ کرتے ہو، مال دیتے ہو، خیر سے مراد یہاں مال ہے، فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ، اللہ تعالیٰ اسے بہت جانتا ہے۔

یہ آیت اوراس سے پہلے کی جو آیات ہیں جن میں صدقات کا مضمون بیان ہوا ہے، تمام اہل تفسیر کے نزدیک اصحاب الصُّفہ پر اطلاق پانے والی آیات ہیں۔ اصحاب الصُّفہ وہ مہاجرین تھے جو مسجد نبویؐ میں ایک تھڑے پر زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ اصحاب الصُّفہ کی جو تعداد ہے اس میں بھی اختلافات ہیں لیکن بالعموم جو مستند روایات ہیں مثلاً بخاری میں بھی ستر کا ذکر ہے کہ کم و بیش ستر اصحاب الصُّفہ تھے جو دن رات مسجد نبویؐ میں ہی رہائش پذیر تھے۔ ان کا پس منظر یہ ہے کہ جب مہاجرین مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف آنا شروع ہوئے تو ان کیلئے گزر اوقات کی کوئی صورت نہیں تھی۔ مسجد نبویؐ میں جب ایک گروہ اکٹھا ہو جاتا تھا تو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ یہ اعلان فرمایا کرتے تھے کہ جس کے گھر دو کا کھانا ہو وہ تیسرے کو ساتھ لیجائے۔ اس طرح یہ مہاجرین مختلف گھروں میں بٹتے رہے لیکن کچھ ایسے تھے جن کیلئے کوئی جگہ نہیں تھی وہ رفتہ رفتہ اسی مسجد میں ہی بسیرا کر گئے۔ اور ان کی تعداد بڑھتے بڑھتے ستر یا بعض کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ہوگئی۔ شان نزول تو اصحاب الصُّفہ ہی ہیں لیکن قرآن کریم کی آیات کو کسی شان نزول کی حدود میں محصور نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ دائمی کلام ہے اور تمام عالم پر اثر انداز ہے۔ اس لئے شان نزول تک قرآن کریم کی آیات کے مضامین کو محدود کرنا یہ خود محدود عقل کی علامت ہے اور قرآن کریم کی شان کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں بعض لوگ یہ رجحان رکھتے ہیں کہ شان نزول بیان کی اور معاملے کو وہیں ختم کر دیا۔ گویا کہ ہر آیت اپنی شان نزول کے ساتھ مقید ہو کر ماضی کا حصہ بن چکی ہے یہ درست نہیں ہے۔ شان نزول کچھ بھی ہو آیات اپنے اندر اس بات کی قوی گواہی رکھتی ہیں کہ ان کا اطلاق وسیع تر ہے۔ اور آئندہ آنے والے زمانوں پر بھی ہوتا چلا جائے گا۔ مثلاً یہی آیت جس میں یہ ذکر ہے کہ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ کہ جاہل ان کو تعفّف کی وجہ سے غنی شمار کرتا ہے۔

اب جہاں تک اصحاب الصُّفہ کا تعلق ہے کوئی آدمی بھی ایسا نہیں ہوسکتا تھا جو اصحاب الصُّفہ کو غنی شمار کرتا ہو کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ ہم میں سے اکثر کے پاس تو چادر بھی نہیں تھی جس کو اوڑھ لیتے اور کھانے کا کوئی انتظام نہیں تھا، رات کو کوئی دوست کھانا پیش کر دیتے تھے، صبح آنحضور ﷺ آ کر ہمارا حال دریافت فرماتے اور پوچھا کرتے کہ کچھ کھانے کو ملا یا نہیں۔ اور اس پر ہم عرض کرتے کہ یا رسول اللہ ﷺ کچھ ملا۔ تو بہت خوش ہوتے۔ خدا کا شکر ادا کرتے کہ الحمدللہ خدا کی راہ میں فقیروں کو کچھ کھانے کو مل گیا۔ یہ کیفیت جن لوگوں کی ہو ان کے متعلق یہ خیال کر لینا کہ کوئی بھی جاہل خواہ کیسا بھی جاہل کیوں نہ

ہو، ان کوامیر سمجھتا تھا اور حاجتمند نہیں سمجھتا تھا یہ ایک بالکل غلط بات ہے۔ اسکا حقیقت سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔ پھر اگلی بات یہ کہ آنحضرت ﷺ کے متعلق فرمایا کہ **تَعۡرِفُهُمۡ بِسِيۡمٰهُمۡ** تو ان کے چہروں کی علامتوں سے ان کو پہچانتا ہے۔ اصحاب الصُّفہ کو تو چہروں کی علامتوں سے پہچاننے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی وہ سب سامنے تھے ان کا حال ظاہر و باہر تھا۔ آنحضرت ﷺ دن رات ان کی فکر میں غلطاں رہا کرتے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کو پہچاننے کی ضرورت ہو۔ یہ شان نزول تو یقیناً اصحاب الصُّفہ ہی ہوں گے جیسا کہ روایات میں بیان ہوا ہے لیکن تمام مسلمان سوسائٹی میں خدا کے ایسے بہت سے بندے تھے جن کے رزق کی راہیں تنگ ہو چکی تھیں اور جو عام روزمرہ کی زندگی میں اپنی غربت کو ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ انہی کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مسکین وہ نہیں ہے جس کو دو تین کھجوریں میسر آجائیں یا دو لقمے میسر آجائیں بلکہ مسکین وہ ہے جو خدا کی راہ میں صبر کے ساتھ گزارا کرتا ہے اور کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا، اپنی ضرورتوں کو دوسروں پر ظاہر نہیں کرتا، پس اصحاب الصُّفہ تو اپنے حالات کی وجہ سے ظاہر ہو کر سامنے آچکے تھے کچھ آیات کا مضمون ان پر ان معنوں میں ضرور صادق آتا ہے کہ شدید غربت کے باوجود ہاتھ نہیں پھیلاتے تھے اور فاقوں کے باوجود کسی سے مانگتے نہیں تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ روایت بارہا آپ نے سنی ہوگی اور بارہا سنائی بھی جائے تو وہ کبھی پرانی نہیں ہوتی کہ ایک دفعہ فاقوں سے بے ہوش ہو گئے اور لوگ سمجھے کہ مرگی کا دورہ ہے چنانچہ جوتیاں سنگھانے لگے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ ان کو ہوش میں لانے کے لئے تھپڑ بھی مارے گئے اور لوگ یہی سمجھتے تھے کہ یہ مرگی کا دورہ ہے۔ حالانکہ وہ کہتے ہیں کہ مَیں فاقوں کی وجہ سے بے ہوش ہوا تھا۔ تو جن کی یہ کیفیت ہے، ان کا خواہ وہ اصحاب الصُّفہ میں تھے یا باہر تھے۔ اسوقت تھے یا آئندہ آنے والے تھے ان سب پر ان آیات کا مضمون اطلاق پاتا ہے پھر فرمایا **اُحۡصِرُوۡا فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ ضَرۡبًا فِي الۡاَرۡضِ** کہ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کی راہ میں گھیرے میں آگئے اور ان کا باہر جانا ممکن نہیں تھا۔ بعض مفسرین مثلاً قرطبی نے یہ لکھا ہے کہ مراد یہ تھی کہ وہ روزی کمانے کیلئے باہر نہیں جا سکتے تھے کیونکہ اردگرد حالات خراب تھے۔ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ اصحاب الصُّفہ کے علاوہ اور مسلمان بھی سارے مدینہ میں بس رہے تھے۔ وہ جب باہر جا سکتے تھے اور کما سکتے تھے تو صرف اصحاب الصُّفہ پر ہی کیا قیامت آپڑی تھی کہ وہ باہر نہیں جا سکتے تھے تو **ضَرۡبًا فِي الۡاَرۡضِ** سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ جسمانی لحاظ سے باہر نکلنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے کیونکہ ایک اور روایت بھی اس تفسیر کو غلط قرار دیتی ہے۔ جب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے وہ بہتر ہے۔ جس کو دیا جائے اس کی نسبت جو ہاتھ دینے والا ہے وہ بہتر ہے۔ اس قسم کی

نصائح کے اثر کے نتیجہ میں اصحاب الصفہ کے متعلق آتا ہے کہ یہ جنگلوں میں لکڑیاں کاٹنے کیلئے چلے جایا کرتے تھے اور جنگلوں سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور وہاں بیچ کر جو کچھ ملتا خود غربت کے باوجود خدا کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔ تو اسلئے یہ خیال کہ باہر کا ماحول ان کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیتا تھا یہ درست نہیں ہے۔ ان پر کچھ اور قیود تھیں اور وہ قیود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت کی قیود تھیں ۔ یہ آنحضرت ﷺ کا دامن چھوڑ کر باہر جانا نہیں چاہتے تھے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ ان سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا نہیں۔ ہم تو یہیں رہیں گے۔ اسی مسجد میں رہیں گے۔ ایک صحابیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی کہ یا رسول اللہؐ ان کو حکم دیں کہ یہ بھی باہر نکل کر کام کریں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ان کا حال معلوم نہیں کہ یہ کون لوگ ہیں۔ کیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہؓ سے سوال کیا گیا کہ تم کیوں نہیں باہر نکلتے تو انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میری بہت سی عمر، عمر کا ایک بڑا حصہ جہالت میں ضائع ہو گیا۔ اب زندگی کے باقی دن ہیں میں نہیں چاہتا کہ ایک لمحہ بھی ایسا آئے کہ آنحضرت ﷺ باہر تشریف لائیں اور مَیں دیکھ نہ سکوں یا آپؐ کی باتیں نہ سن سکوں۔ تو یہ محبت کے قیدی تھے **اُحۡصِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہ** سے مراد یہ ہے کہ بہت اعلیٰ مقصد کے لئے اللہ کی راہ میں خود قیدی بن کر بیٹھ رہے تھے ورنہ جس طرح مدینہ میں بسنے والے باقی انصار اور مہاجرین کے لئے زمین کھلی تھی وہ اپنی کمائی کی خاطر جب چاہیں جہاں چاہیں جا سکتے تھے۔ اس طرح ان پر بھی تو کوئی قید نہیں تھی۔ یہ جو مضمون ہے یہ اس زمانہ میں خصوصیت کے ساتھ قادیان کے احمدی باشندوں پر صادق آتا ہے ان کے متعلق بھی جو مضمون مَیں نے پہلے بیان کیا تھا کہ غربت اور تنگی اور مشکلات کا دَور گزرا ہے۔ یہ جسمانی قید تو کوئی نہیں تھی کہ جس کے نتیجہ میں وہ ان مشکلات کے دَور میں سے گزرے اور آج تک گزر رہے ہیں۔ بلکہ محض ایک اعلیٰ مقصد کی خاطر خود اپنے آپ کو انہوں نے محصور کر رکھا ہے۔ اور وہ مقامات مقدسہ کی حفاظت ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دار کی حفاظت ہے اور قادیان کی مقدس بستی کو ہمیشہ آباد رکھنے کا عزم ہے۔

پس ایک اصحاب الصُّفہ وہ تھے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانہ میں مسجد میں تھے کچھ وہ تھے جو مدینہ میں بستے تھے۔ محمد رسول اللہؐ ان کو پہچانتے تھے اور باقی سب کو دکھائی نہیں بھی دیتے تھے کیونکہ وہ سائل نہیں تھے مانگنے کے عادی نہیں تھے عزت دار لوگ تھے۔ اور ایک وہ بھی ہیں جو آخرین میں پیدا ہوئے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں پیدا ہوئے۔ اور اصحاب الصُّفہ خاص طور پر آج قادیان میں بسنے والے درویش ہیں۔ درویش کی اصطلاح تو اب انہوں نے ان لوگوں کے لئے مخصوص کر لی ہے جو قادیان سے ہجرت کے دوران وہاں ٹھہرے تھے لیکن مَیں جب درویش کہتا ہوں تو مراد یہ ہے کہ وہ سارے

جو قادیان کی عزت اور اس کے تقدس کی خاطر قربانی کی روح کیساتھ قادیان آبسے۔ یہ سارے درویشاں قادیان ہی ہیں۔ اور ان پر اصحاب الصُّفہ کا اور ان آیات کا مضمون بہت عمدگی سے صادق آتا ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے فیوض میں سے ایک فیض قرآن کریم میں یہ بھی بیان ہوا کہ وہ آخرین کو اولین سے ملانے والا ہے۔ یعنی ان کے غلاموں میں سے ایک ایسا پیدا ہوگا جو دور آخر میں بسنے والے محمد مصطفیٰؐ کے غلاموں کو اول دور میں پیدا ہونے والے غلاموں کا ہم عصر کر دے گا، ان کا ساتھی بنا دے گا۔ پس قادیان کے درویش بھی انہی ساتھیوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے 1300 سے لیکر 1400 سال تک کے زمانے کی فصیل پاٹ دی اور خدا کے فضل سے اولین میں شمار ہوئے۔

ان کے متعلق جیسا کہ مَیں نے بیان کیا تھا بہت سی ایسی تجویزیں ہیں جو میرے زِیرِغور ہیں اور جن کے متعلق مختصراً مختلف وقتوں میں قادیان میں بھی جماعت کے سامنے گزارش کرتا رہا ہوں۔ پچھلے خطبہ میں بھی مَیں نے کچھ بیان کیا تھا۔ اب اسی مضمون کو کچھ اور آگے بڑھا کر جماعت کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ کس رنگ میں ہمیں قادیان کے ان درویشوں کے حقوق ادا کرنے ہیں کیونکہ ان کا ہم پر احسان ہے۔ ہمارا ان پر احسان نہیں ہوگا اگر ہم ان کی خاطر کچھ کریں۔ وہ صحابیؓ جس نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہا تھا کہ یا رسول اللہ! آپ اصحاب الصُّفہ کو حکم کیوں نہیں دیتے کہ یہ باہر نکل جائیں۔ اس کا ایک بھائی اصحاب الصُّفہ میں شامل تھا خود باہر نکلتا تھا اور کماتا تھا اور اچھا کھاتا پیتا تھا۔ اسکے ذہن میں دراصل خاص طور پر اپنا بھائی تھا کہ یہ بھی ہاتھ پاؤں کا ٹھیک ٹھاک ہے۔ یہ کیوں پاگلوں کی طرح یہاں بیٹھ رہا ہے۔ نکمّا ہے، آنحضور ﷺ اس کو حکم دیں تو یہ بھی باہر نکلے۔ اسکے جواب میں جو بات حضور اکرم ﷺ نے بیان فرمائی جس کے متعلق مَیں نے کہا تھا کہ تم نہیں اس کا حال جانتے، وہ یہ بات تھی کہ بعض دفعہ خدا بعضوں کی وجہ سے دوسروں کو رزق عطا کرتا ہے اور تمہیں کیا پتہ کہ تمہیں جو رزق مل رہا ہے وہ اس کی برکت سے مل رہا ہو۔ یہ ان کے وہ چھپے ہوئے حال تھے جن کا ایک ذکر آنحضرت ﷺ نے اس جواب میں کیا۔ لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ قادیان کے درویشوں کی برکت بھی اسی طرح سب دنیا کی جماعتوں کے اموال میں شامل ہو چکی ہے۔ ان کی سہولتوں اور ان کی آسائشوں میں شامل ہو چکی ہے۔ وہ لوگ جو شعائر اللہ کی حفاظت کیلئے اپنے آپ کو وقف کر دیں ان کی برکتیں پھیلتی ہیں اور ہم اگر ان کی خاطر کچھ کریں گے تو ان پر احسان کے طور پر نہیں بلکہ ان کے احسان کا بدلہ اتارنے کی کوشش میں کچھ کریں گے۔ اگر ان کی برکت سے خدا تعالیٰ نے ہمیں مثلاً وسیع رزق عطا نہ بھی کیا ہو تب بھی ان کا حق ہے کہ وہ ساری جماعت کی خاطر ایک فرض کفایہ ادا کرتے ہوئے قادیان میں بیٹھ رہے اور انہوں نے بہت ہی عظیم خدمت سرانجام دی ہے۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے

آنحضرت ﷺ کی حدیث بیان کی ہے اس میں ادنیٰ سا بھی شک نہیں کہ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی خاطر اسیر ہو جاتے ہیں جیسا کہ پاکستان میں اسیر ہیں جن کو باہر نکلنے کی اس لئے طاقت نہیں کہ زنجیروں نے باندھ رکھا ہے یا جیل خانے کی دیواریں حائل ہیں۔ یا وہ گیٹ حائل ہیں جن میں سلاخیں جڑی ہوئی ہیں۔ وہ بھی اصحاب الصُّفہ کی ایک قسم ہیں اور قادیان کے وہ درویش خصوصیت کے ساتھ جن پر ظاہری پابندیاں کوئی نہیں ہیں۔کوئی زنجیریں ان کے پاؤں باندھنے والی نہیں۔کوئی ہتھکڑیاں ان کے ہاتھوں کو جکڑنے والی نہیں۔ لیکن ایک فرض کی ادائیگی کے طور پر ایک اعلیٰ مقصد کی خاطر قربانی کرتے ہوئے وہ نسلاً بعد نسلٍ قادیان کے ہو رہے ہیں۔ان کا حق ہے اور ان کے حقوق ہمارے اموال میں داخل ہیں اور ہماری سہولتوں میں داخل ہو چکے ہیں۔ یہ وہ مضمون ہے جو قرآن کریم نے ایک دوسری جگہ بیان فرمایا ہے۔ جہاں فرمایا وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ کہ جو لوگ امیر ہیں کھاتے پیتے ہیں جن کو آسائشیں عطاء ہوئی ہیں ان کے اموال میں سائل کے حق بھی ہیں اور محروم کے حق بھی ہیں۔محروم سے یہاں مراد وہ مسکین ہے جس کی تعریف آنحضرت ﷺ نے فرمائی اور یہ تعریف اصحاب الصُّفہ کے ضمن میں بیان ہوئی تھی پس قادیان والے سائل تو نہیں ہیں لیکن بہت سے خاندان محرومین میں داخل ہیں۔ان کے لئے جو تحائف جماعت نے بھجوائے ، بہت ہی اچھا کام کیا۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان سے بہت فوائد حاصل ہوئے۔لیکن یہ ایسا کام ہے جو مستقلاً باقاعدہ منصوبے کے تحت کرنے والا کام ہے۔

وقف جدید کا مَیں نے جو نیا اعلان کیا تھا کہ وقف جدید کو باہر کی دنیا میں بھی عام کر دیا جائے صرف پاکستان تک محدود نہ کیا جائے اس سے اب مجھے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت اس میں اللہ تعالیٰ کی یہی تقدیر تھی کہ قادیان اور ہندوستان کی محصور جماعتوں کیلئے ہمیں باہر سے بہت کچھ کرنا تھا اور اگر یہ تحریک نہ ہوتی تو بہت سے ایسے اہم کام جو سرانجام دینے کی توفیق ملی ہے ان سے ہم محروم رہتے۔ پس اس کے لئے جہاں تک چندوں کا تعلق ہے مَیں کوئی اور خصوصی تحریک نہیں کرنا چاہتا۔ وقف جدید کی تحریک کو آپ مزید تقویت دیں۔اس وقت تک وقف جدید بیرون میں تقریباً ایک لاکھ کے وعدے ہو چکے ہیں اور وقف جدید کا قادیان سے یا ہندوستان کی جماعتوں سے جو گہرا تعلق ہے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اشارے کی صورت میں اس طرح بھی ظاہر ہوا کہ مَیں نے قادیان میں جلسہ کے دوران پڑھائے جانے والے جمعہ میں یہ بیان کیا تھا کہ جب وقف جدید کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے ربوہ میں پہلا خطبہ دیا ہے تو وہ 27 دسمبر تھی اور جلسہ کا درمیانی دن تھا۔اور قادیان میں اب جب مَیں حاضر ہوا تو جلسہ کے عین درمیان میں جمعہ آیا اور وہ 27 دسمبر کا دن تھا اور اسی دن وقف جدید کا مجھے بھی اعلان کرنا تھا کیونکہ دستور یہی ہے کہ سال کے

آخری جمعہ میں اعلان کیا جاتا ہے۔ تو اس وقت میری توجہ اس طرف مبذول کروائی گئی کہ یہ توارد کوئی خاص معنی رکھتا ہے۔ پس یقیناً یہ توارد اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ وقف جدید کا ایک تعلق تو پاکستان سے تھا جس کا آغاز پاکستان سے کیا گیا لیکن وہ دوسرا تعلق جس کے لئے مَیں نے تحریک کی تھی یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضا یافتہ فعل ہے اور خدا کے منشاء اور تائید کے مطابق ہی ایسا ہوا ہے اور قادیان اور ہندوستان کی جماعتوں کو بھی تمام بیرونی دنیا کی احمدیوں کی غیر معمولی مالی امداد اور قربانی کی ضرورت ہے۔ اور وہ وقف جدید کے راستے سے کی جائے۔ چنانچہ جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے اس وقت تک ایک لاکھ پاؤنڈ سالانہ کے وعدے ہو چکے ہیں لیکن جہاں تک مَیں نے اندازہ لگایا ہے ہمیں قادیان اور ہندوستان پر سالانہ کم از کم ایک کروڑ خرچ کرنا ہوگا اور آئندہ کئی سالوں تک اس کو مسلسل بڑھانے کی کوشش کرنی ہوگی کیونکہ جو تفصیلی منصوبے قادیان کی عزت اور احترام کو بحال کرنے کیلئے مَیں نے بنائے ہیں اور جو تفصیلی منصوبے ہندوستان میں جماعت کے وقار جماعت کی تعداد اور رعب اور عظمت کو بڑھانے کیلئے بنائے ہیں وہ کروڑ ہا روپے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے جلسہ قادیان میں بھی بیان کیا تھا کہ میرا یہ تجربہ ہے کہ جب بھی ہم کوئی نیک کام خدا کی خاطر اس کی رضا کی خاطر شروع کرتے ہیں تو خواہ کتنے بڑے اموال کی ضرورت ہو اللہ تعالیٰ رستے کی سب روکیں دور فرما دیتا ہے۔ اور وہ اموال مہیا ہو جاتے ہیں اور اگر کم بھی ہوں تو ان میں برکت بہت پڑتی ہے۔ اور کبھی بھی مَیں نے یہ نہیں دیکھا کہ کوئی منصوبہ خالصۃً للہ بنایا گیا ہو اور جب اس پر عمل کرنا ہو تو روپے کی کمی یا دیگر ایسی مجبوریاں حائل ہو جائیں اور ہم اس پر عملدرآمد کرنے سے محروم رہ جائیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا نہ آئندہ کبھی انشاء اللہ ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت سے خاص سلوک ہے۔ یہ ایک زندہ خدا کا تعلق ہے جو ہمیشہ جاری رہے گا۔ جب تک جماعت خدا تعالیٰ سے تعلق قائم رکھے گی۔ پس فکر کے طور پر مَیں عرض نہیں کر رہا بلکہ مَیں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ آئندہ قادیان اور ہندوستان کی محصور جماعتوں کے لئے جو بھی خدمتیں کرنی ہوں ان کیلئے رُخ رستہ وقف جدید کے چندے کا رستہ ہے۔ اس راہ سے باقاعدہ مسلسل قربانی پیش کرتے رہیں۔ جو وقتی طور پر تحریکیں ہیں وہ ایک دو سال کے کام تو کر دیتی ہیں لیکن مستقل ضرورتیں پوری نہیں کر سکتیں۔ اور جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے قادیان اور ہندوستان کی ضرورتیں لمبے عرصہ کی ضرورتیں ہیں اور جماعت کے بہت بڑے مفادات ان سے وابستہ ہیں۔ ہندوستان میں جماعت کی خدمت کرنے میں اتنے عظیم الشان عالمی مفادات ہیں کہ اگر آپ کو ان کا تصور ہو تو دل میں غیر معمولی جوش پیدا ہو اور کبھی بھی اس خدمت سے نہ تھکیں۔ جو کچھ مَیں دیکھ رہا ہوں مَیں سمجھتا ہوں کہ آئندہ صدی کے ساتھ ہندوستان کی جماعتوں کے بیدار

ہونے ،قادیان کی عظمت کے بحال ہونے اور وہاں کثرت سے جماعت کے پھیلنے کا ایک بہت ہی گہرا تعلق ہے۔اور یہ تعلق مقدر ہے۔اس کے نتیجہ میں عظیم انقلابات برپا ہوں گے۔اسلئے اس بات کو معمولی اور چھوٹا نہ سمجھیں جب خدا آپ کو غور کی توفیق عطاء فرمائے گا تو آپ اندازہ کریں گے کہ کتنے بڑے بڑے عظیم مقاصد اس منصوبے کے ساتھ وابستہ ہیں۔

جہاں تک قادیان کے اندر بعض منصوبوں پر عملدرآمد کا تعلق ہے ہسپتال بھی ان منصوبوں میں سے ایک تھا۔اللہ تعالیٰ کے فضل کیساتھ ہسپتال کو بہت بہتر حال تک پہنچانے کی توفیق مل چکی ہے گزشتہ دو تین سال سے ہم یہ کوشش کر رہے تھے کہ بجائے اس کے کہ ایک چھوٹی سی ڈسپنسری جہاں ایک اَن کوالیفائیڈ (UNQUALIFIED) غیر تعلیم یافتہ ڈاکٹر بیٹھا ہوا اور آنے والے کی مرہم پٹی کرے یا پیٹ درد کیلئے کوئی مکسچر (MIXTURE) بنا کر دیدے۔قادیان کا ہسپتال تو چوٹی کا ہسپتال ہونا چاہیے۔اس میں ہر قسم کی جراحی کے سامان ہونے چاہئیں۔ہر قسم کے جدید سامان اور آلات مہیا ہونے چاہئیں۔اس ہسپتال کا نام روشن ہونا چاہیے۔بجائے اس کے کہ قادیان کے ہر مریض کو کھٹیوں میں ڈال کر بٹالہ یا امرتسر یا جالندھر بھجوایا جائے ،بٹالہ یا امرتسر یا جالندھر یا دیگر علاقوں سے لوگ قادیان کے ہسپتال میں شفا کیلئے آئیں کیونکہ جو شفا خدا نے قادیان کیساتھ وابستہ کر رکھی ہے اس سے اردگرد کا علاقہ فی الواقعہ ہی محروم ہے کیونکہ اس شفا کے ساتھ دعاؤں کا بھی تعلق ہے اس شفا کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیئے گئے وعدوں کا تعلق ہے۔پس اگر ہسپتال کی ظاہری حالت بہتر بنائی جائے تو مجھے یقین ہے کہ جو شفا اس ہسپتال میں تمام پنجاب کے باشندوں کو یا باہر سے آنیوالوں کو نصیب ہوگی اس کا عشر عشیر بھی وہ باہر نہیں دیکھیں گے۔چنانچہ ابھی سے یہ محسوس ہونا شروع ہوا ہے کہ اگرچہ ابھی پوری طرح قادیان کے ہسپتال کے وقار کو بحال نہیں کیا جاسکا لیکن جو کچھ بھی کیا جاچکا ہے اس کے نتیجہ میں مریضوں کا غیر معمولی رخ ہو چکا ہے اور بہت سے مریض دور دور سے آتے ہیں۔جن کو توفیق ہے کہ بہت بڑے ہسپتالوں میں جاکر زیادہ سے زیادہ اخراجات کر سکیں وہ بھی قادیان یہ کہہ کر اس نیت کے ساتھ آتے ہیں کہ جو شفاء یہاں میسر ہے وہ باہر نہیں مل سکتی۔پس اس ضمن میں ابھی آنے سے پہلے ان کی بعض ضروریات کے سامان مہیا کر کے آیا ہوں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت نے جو کچھ پیش کیا تھا اسی میں وہ خرچ بھی کیا گیا۔بہترین ایکسرے کی مشینیں وہاں لگ چکی ہیں۔تجزیات کی بہترین مشینیں کچھ وہاں لگ چکی ہیں کچھ مہیا کی جارہی ہیں۔ہر قسم کے جدید آلات جو مریضوں کی سہولت کیلئے ضروری ہیں ان کیلئے اخراجات مہیا کر دیئے گئے ہیں اور موجودہ ہسپتال کے ساتھ قادیان کا جو رہائشی علاقہ تھا سر دست اس میں سے ایک حصہ ہسپتال کے

لئے وقف کر دیا گیا ہے۔اس سے پہلے خدا تعالیٰ نے جو توفیق بخشی تھی کہ مکانات بنائے جائیں اور ان میں سے کچھ تقسیم کیلئے بھی ہوں ۔ یہ سکیم تھی جو بیوت الحمد کے نام سے جاری کی گئی تھی اس میں تقسیم کیلئے جو مکانات تھے وہ بیس تھے لیکن 32 مکانات بنائے گئے تھے ۔اب ان کا یہ فائدہ پہنچ رہا ہے کہ قادیان کے مرکزی علاقے سے بعض درویش خاندانوں کو دوسری جگہ منتقل کرنا ضروری ہو تو بڑی سہولت سے ایسا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یہ تجویز مکمل ہو گئی ہے ۔ مکانوں کی نشاندہی ہو گئی ہے ۔اب دوسرے دور میں یہاں سے انشاء اللہ عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ وہاں جا کر مکانوں کو ہسپتال کے اندر جذب کرنے کیلئے نہایت جدید طریق پر ایک ایسا منصوبہ پیش کریں گے کہ جس سے یہ نہیں لگے گا کہ گویا پرانے مکان ساتھ مدغم کئے گئے ہیں بلکہ ایک ہی رنگ کا مکمل ہسپتال رونما ہو گا تو آئندہ چھ سات مہینے کے اندر انشاء اللہ وہاں کے ہسپتال کے اندر ایک نئی شان شوکت پیدا ہو گی اور یہ ساری عالمی جماعت کی قربانیوں کا نتیجہ ہے اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ آئندہ بھی جماعت قربانیوں میں ہمیشہ پیش پیش رہے گی۔

ہسپتال کے سلسلہ میں ایک یہ بھی منصوبہ بنایا گیا ہے کہ بیرونی ڈاکٹر جو کسی نہ کسی فن میں غیر معمولی شہرت رکھتے ہیں یا ملکہ انکو عطا ہوا ہے وہ جب بھی ان کو توفیق ملے قادیان کے ہسپتال کیلئے وقف کریں اور اس صورت میں ہم وہاں کیمپ لگایا کریں گے ۔ مثلاً کوئی آنکھوں کے آپریشن کا ماہر ہے اور وہ ایک مہینہ دو مہینے وقف کرتا ہے تو دور دور کے علاقے سے لوگوں کو یہ دعوت دی جائے گی کہ آئیں اور قادیان سے مفت فیض حاصل کریں۔اور ان آپریشنوں ں کی کوئی فیس نہیں لی جائے گی یا اگر لی گئی تو اس رنگ میں کہ صاحب حیثیت امراء سے کچھ لے لیا جائے گا۔اور غرباء کا محض مفت علاج ہو گا۔اسی طرح دل کے ماہرین ہیں، پھیپھڑوں کے ماہرین ہیں اور انتڑیوں وغیرہ کی بیماریوں سے تعلق رکھنے والے ماہرین ہیں، اعصابی امراض کے ماہرین ہیں، سرجری میں ہڈیوں کی سرجری کے سپیشلسٹ، دل کی سرجری کے سپیشلسٹ وغیرہ وغیرہ۔ جہاں تک مَیں نظر ڈال کر دیکھ رہا ہوں خدا کے فضل سے ہر مرض کے علاج میں اس وقت احمدی ماہرین مہیا ہو چکے ہیں اور خدا کے فضل سے اپنے اپنے دائرے میں بہت شہرت یافتہ لوگ ہیں۔

ہر قسم کی جراحی کا کام اگر چہ اس وقت وہاں نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کیلئے ایک سپورٹ کمپلیکس کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔مثلاً دل کا سرجن یعنی جو دل کا ماہر جراح ہے وہ ہر جگہ تو ہسپتال میں جا کر آپریشن نہیں کرسکتا۔اس کیلئے بہت سے ایسے متعلقہ سامان چاہئیں، بہت سے ایسے ماہرین چاہئیں جو سب ملکر وہ فضا قائم کرتے ہیں جس میں جراحی کا وہ درخت لگتا ہے۔تو امید یہی ہے کہ انشاء اللہ رفتہ رفتہ اس ہسپتال کو بڑھاتے بڑھاتے اس مقام تک پہنچا دیں گے کہ جس میں دنیا کے بہترین ہسپتالوں میں اس کا شمار ہو اور خدا

کے فضل سے آغاز ہو چکا ہے۔

ایک اور پہلو تعلیم کا ہے۔اس حصہ میں مَیں جماعت کو دعاؤں کی تحریک کرتا ہوں کہ ابھی بہت سی روکیں ہیں۔ جہاں تک جماعت احمدیہ کے سکول اور کالج کا تعلق ہے اگرچہ حکومت نے صدرانجمن کے نام یہ جائیدادیں بحال کر دی ہیں اور اس میں ہم ہندوستان کی عدلیہ کے بڑے ممنون ہیں جنہوں نے بہت ہی اعلیٰ انصاف کیساتھ کارروائی کی۔کسی تعصب کو انصاف کی راہ میں حائل نہیں ہونے دیا اور اس ثبوت کے مہیا کرنے پر کہ وہ صدرانجمن احمدیہ جو ان چیزوں کی مالک تھی بلا انقطاع قادیان میں موجود رہی ہے اور وہی مالک ہے اس لئے اس کو مہاجر قرار دے کر تمہیں ان جائیدادوں پر قبضہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔اس دلیل پر ہندوستان کی عدلیہ نے انصاف کا بہت ہی اعلیٰ نمونہ دکھایا اور یہ جائیدادیں بحال کر دیں۔لیکن جب تک یہ جائیدادیں بحال ہوئیں اس وقت تک بہت سے اداروں پر دوسرے قابض ہو چکے تھے۔مثلاً تعلیم الاسلام کالج جو پہلے تعلیم الاسلام سکول ہوا کرتا تھا اسے اس وقت سکھوں کا ایک ادارہ ہے جو چلا رہا ہے۔نام اسکا مجھے یاد نہیں۔غالباً خالصہ نام سے کوئی ادارہ ہے اور وہ انہی کے قبضہ میں ہے۔مگر صورت حال یہ ہے کہ اس کا اتنا معیار گر چکا ہے کہ دیکھ کر رونا آتا ہے۔جس حال میں ہم نے تقسیم کے وقت اس عمارت کو چھوڑا تھا اس حال سے بہت زیادہ بدتر ہو چکی ہے۔لیکن اس کو بحال کرنے کیلئے یا اس میں مزید اضافے کی خاطر کوئی بھی خرچ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جو کمرہ زیر تعمیر تھا جس کی چھت پڑنے والی تھی،جس حالت میں اینٹیں پڑی تھیں اسی طرح آج بھی پڑی ہیں۔اور وہ تالاب جسے پیچھے چھوڑ کر آئے تھے جو سکول کا سوئمنگ پول (SWIMMING POOL) تھا بعد میں کالج کا بن گیا اسے اس زمانہ میں ٹینک (TANK) کہا کرتے تھے اور اس کی حالت یہ ہے کہ اس میں اب گندا پانی جمع ہے کوئی دیکھ بھال کا انتظام نہیں۔لیکن وہ وقار عمل سے اور بڑی دعاؤں کے ساتھ تیار کیا گیا تھا۔اسکی تعمیر ایسی اعلیٰ اور پختہ ہے کہ مَیں نے پھر کر دیکھا ہے ایک اینٹ بھی ابھی اپنی جگہ سے نیچے نہیں بیٹھی حالانکہ کھلے آسمان کے نیچے بغیر دیکھ بھال کے پڑا ہوا ہے۔تو اصل دعا تو یہی کرنی چاہیے کہ قادیان میں تعلیمی اداروں کو بحال کرنا ہے تو یہ عمارتیں جماعت کو واپس ملیں۔اس سلسلہ میں کچھ گفت وشنید کا مَیں وہاں آغاز کر آیا ہوں۔کچھ یہاں سے سکھوں کی اس لیڈر شپ سے بھی بات کریں گے جو باہر ہے اور پنجاب میں بھی اس تحریک کو چلایا جائے گا۔اگر وہ ہمیں یہ ادارہ واپس کر دیں تو بہت وسیع کھیل کے میدان بھی اس کے ساتھ ہیں اور ایسا شاندار کالج دوبارہ وہاں قائم کیا جا سکتا ہے جو تمام پنجاب بلکہ ہندوستان میں ایک شہرت اختیار کر جائے۔ دور دور سے طلباء وہاں آئیں، بہترین اس کے معیار ہوں۔اور اسکے ساتھ ہی سکول کا قیام بھی تعلق رکھتا ہے۔ پہلے خیال تھا کہ کالج کے

قریب میں الگ سکول تعمیر کیا جائے جو بہترین معیار کا ہو۔ مگر یہ سوال ہے کہ اگر سکول بہترین معیار کا بنا دیا جائے اور کالج جس حال میں ہے اسی حال میں ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ سکول کے چند سالوں کے بعد بچوں کو پھر باہر نکلنا پڑے گا اور پھر غیر فضا سے بداثرات قبول کرنے کے احتمال باقی رہیں گے اور محض سکول سے کسی مقام کی شان نہیں بڑھا کرتی اس کے ساتھ ایک تعلیمی تسلسل ہونا چاہیے۔ آئندہ تعلیم کا انتظام، اس سے آگے تعلیم حتیٰ کہ اس معیار کو زیادہ سے زیادہ بلند کیا جائے اور پھر وسیع کیا جائے۔ یہ مقاصد ہیں جن کے پیش نظر ہمیں قادیان میں تعلیمی سہولتیں مہیا کرنی ہیں اور بہت اعلیٰ پیمانے کی تعلیمی سہولتیں مہیا کرنی ہیں۔

میرے ذہن میں جو نقشہ ہے وہ یہ ہے کہ زبانوں کے لحاظ سے بھی یہ بہترین سکول اور بہترین کالج ہو جائیں۔ اگر جرمن زبان پڑھانی ہے تو باہر سے جرمن قوم کے لوگ وہاں جا کر ٹھہریں۔ اور خدا کے فضل سے ایسے موجود ہیں جو میری تحریک پر اپنے آپ کو پیش کر دیں گے۔ انگریز انگریزی پڑھائیں۔ عرب عربی پڑھائیں۔ اور اسی طرح مختلف زبانوں کے ماہرین جو اپنے ہاں اہل زبان کہلاتے ہیں وہ جا کر ان بچوں کو تعلیم دیں تو اس پہلو سے پنجاب میں خصوصیت کے ساتھ اتنا بڑا خلاء ہے کہ اگر ہمیں یہ توفیق ملے تو انشاء اللہ تعالیٰ بڑی دور دور تک اس تعلیمی ادارے کا شہرہ ہوگا کیونکہ بدنصیبی سے سکھوں نے قوم پرستی کے تابع ہو کر پنجابی پر اتنا زور دے دیا ہے کہ اب وہاں تقریباً تمام اداروں میں پنجابی میں ہی تعلیم دی جا رہی ہے اور باقی زبانیں عملاً کالعدم ہیں۔ یا انہیں کالجوں سے اگر باقاعدہ دیس نکالا نہیں ملا تو ان کی حوصلہ افزائی کا کوئی انتظام نہیں ہے جس کی وجہ سے باقی زبانیں عملاً مر چکی ہیں یا محض رسمی طور پر پڑھائی جاتی ہیں۔ اور اس کا شدید نقصان سکھ قوم کو پہنچے گا۔ مَیں نے ان کے لیڈروں کو یہ بھی سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ تم لوگ بہت ہی غلط فیصلہ کر چکے ہو۔ پنجابی کو مقام دو بے شک، اسکی خدمت کرو، یہ تمہارے لئے جائز ہے۔ قومی لحاظ سے ضروری بھی ہوگا لیکن بین الاقوامی زبانوں کو چھوڑ کر اگر صرف پنجابی میں تعلیم دی تو باہر نکل کر یعنی پنجاب سے باہر جا کر یا تم جتنی تعلیم دے سکتے ہو ان حدود سے اوپر جا کر یہ بچے کیا کریں گے۔ دنیا میں سائنس کی ساری کتابیں یا انگریزی میں ملیں گی یا جرمن میں ملیں گی یا فرنچ میں ملیں گی یا JAPANIES ملیں گی اور پنجابی میں تو کوئی کتاب نظر نہیں آئے گی۔ اور دنیا کے دوسرے ادارے ان کو قبول ہی نہیں کریں گے تو یہ دراصل ایک وسیع پیمانے پر علمی خودکشی ہے۔ مگر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہندوستان کی حکومت کا ایک قانون یہ ہے کہ کسی صوبے میں جو مرکزی تعلیمی پالیسی ہے اس صوبے سے متعلق ادارے اس تعلیمی پالیسی کے اختیار کرنے کے پابند ہیں لیکن ہر صوبے میں تعلیمی اداروں سے تعلق رکھنے کے امکانات ہیں۔ اسلئے پنجاب میں اگر کوئی تعلیمی ادارہ دہلی کے تعلیمی نظام سے متعلق ہونا چاہے تو وہ ہوسکتا ہے۔ علی گڑھ کے تعلیمی نظام

سے متعلق ہونا چاہے تو ہوسکتا ہے۔اور اس پر پھر اسی ادارے کا قانون صادر ہوگا جس سے وہ متعلق ہے۔تو اسلئے جماعت احمدیہ کی راہ میں ایک نہایت اعلیٰ پیمانے کا تعلیم اور تدریس کا نظام جاری کرنا مشکل نہیں ہے اور قانوناً کوئی روک نہیں ہے۔اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ یہ نمونہ جب قائم ہوگا تو باقی سکھ اداروں کو بھی ہوش آئے گی اور وہ بھی ہماری تقلید کی کوشش کریں گے اور قومی فائدہ پہنچے گا۔تو اس ضمن میں جب باہر سے اساتذہ بلانے کا یا اور خدمات کا وقت آئے گا تو مَیں امید رکھتا ہوں کہ انشاءاللہ ساری دنیا کی جماعتیں اس میں حصہ لیں گی۔سردست تو مَیں دعا کی تحریک کررہا ہوں کہ بہت باقاعدگی سے سنجیدگی سے دل لگا کر دعا کریں کہ قادیان کی کھوئی ہوئی عظمت کو بحال کرنے کیلئے خدا پھر ہمیں توفیق بخشے کہ پرانے تعلیمی اداروں کی روایات کو زندہ کرسکیں اور جو کردار وہ پہلے ادا کرتے رہے ہیں ازسرنو پھر وہ یہ کردار ادا کرسکیں۔قادیان کو تو ساری دنیا میں علم کا مرکز بننا ہے اور خدا نے اس کام کیلئے اسے چن رکھا ہے۔پارٹیشن سے پہلے کی بات کررہا ہوں کہ جن دنوں میں قادیان ایک چھوٹی سی بستی تھا مگر علمی لحاظ سے اس کی بڑی شان تھی اور پنجاب میں دور دور تک قادیان کے سکول سے نکلے ہوئے طلباء کی عزت کی جاتی تھی۔احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ان کو اعلیٰ سے اعلیٰ کالجوں میں داخل کرنے کی راہ میں کوئی روک نہیں ہوا کرتی تھی۔انگریزی زبان کا معیار اتنا بلند تھا اور کھیلوں کا معیار اتنا بلند تھا کہ ان دو غیر معمولی استثنائی امتیازات کی وجہ سے قادیان کے طلباء جب چاہیں گورنمنٹ کالج میں، ایف سی کالج میں، کسی بہترین ادارے میں داخل ہونا چاہیں تو ان کو عزت کے ساتھ لیا جاتا تھا۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا کے فضل سے یہ دونوں امتیاز حاصل تھے کہ انگریزی زبان میں بھی غیر معمولی ملکہ اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمایا تھا، ایک قدرت حاصل تھی اور فٹ بال کے بھی بہترین کھلاڑی تھے یہاں تک کہ جب مَیں گورنمنٹ کالج میں داخل ہوا ہوں تو اس وقت تک حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی تصویر ان طلباء کی صف میں لٹکی ہوئی تھی جنہوں نے گورنمنٹ کالج سے غیر معمولی اعزازی نشانات حاصل کئے تھے۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے مجھے بتایا کہ ان کے انگریز پروفیسر (غالباً سٹیفنس نام تھا مجھے پوری طرح یاد نہیں) اس نے ایک دفعہ ان سے کہا کہ قادیان میں تم لوگ کیا کرتے ہو وہاں تو مَیں نے دیکھا ہے کہ دو چیزوں کے کارخانے لگے ہوئے ہیں۔اچھے انگریزی دان اور اچھے کھلاڑی۔جو بھی قادیان کا طالب علم آتا ہے اس کا زبان کا معیار بہت بلند ہے اور کھیلوں کا معیار بہت بلند ہے۔اور کھیلوں کا معیار واقعۃً اتنا بلند تھا کہ قادیان کی سکول کی ٹیم پنجاب کے چوٹی کے کالجوں سے ٹکرایا کرتی تھی اور اکثر ان کو شکست دے دیتی تھی۔قادیان کی کبڈی کی ٹیم سارے پنجاب میں اول درجے کی ٹیم تھی۔تو کھیلوں کا معیار بھی تعلیم کے ساتھ ساتھ بلند تھا اور ان دونوں

چیزوں کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔اچھے تعلیمی اداروں میں ہمیشہ اچھے کھلاڑی بھی پیدا ہوتے ہیں۔اورلازماً عقل اورذہن کی صحت کے ساتھ جسمانی صحت کی طرف بھی یہ ادارے توجہ دیتے ہیں۔

اب قادیان میں دوسری مشکل یہ درپیش ہے کہ ان کیلئے کھیلوں کا کوئی بھی انتظام نہیں ہے۔مَیں نے سکول کے بچوں سے بچیوں سے سوالات کئے (لجنہ سے، خدام الاحمدیہ سے) وہاں جائزے لئے تو یہ دیکھ کر بہت ہی تکلیف ہوئی کہ غیروں نے تو تعلیم کی طرح کھیلوں کی طرف بھی توجہ چھوڑ دی ہے اور قادیان کے سکولوں کالجوں میں کوئی بھی معیار نہیں رہا۔نہ تعلیم کا نہ کھیل کا ہر لحاظ سے پیچھے جا پڑے ہیں۔حالانکہ اللہ کے فضل سے علاقے میں صحت کا معیار بہت بلند ہے۔اور اگر جذبہ ہوتا، ایک انتظام کے تحت علم اور صحت دونوں کی طرف توجہ کی جاتی تو قادیان ابھی بھی خدا کے فضل سے یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ پنجاب میں اسی طرح چمکے جس طرح پہلے چمک کر دکھا چکا ہے تو کھیلوں کی طرف ہمارے اندرون میں یعنی قادیان کے اس حصہ میں بھی کوئی توجہ نہیں جس میں درویش بستے ہیں۔اور اس طرح بچوں کی زندگیاں ضائع ہو رہی ہیں۔لڑکیوں کے لئے کھیلنے کا کوئی انتظام نہیں محدود علاقے میں قید ہیں۔پس تعلیمی منصوبے کے علاوہ ایک منصوبہ یہ بنایا گیا ہے کہ ان کیلئے ہر قسم کی صحت جسمانی کے سامان مہیا کئے جائیں۔بہترین جمنیزیم بنائے جائیں۔لجنہ کیلئے ایک کھلی زمین خرید کر یا اگر کوئی موجودہ زمین اس کام کیلئے مل سکتی ہو تو اسے احاطہ کر کے لڑکیوں اور عورتوں اور طالبات وغیرہ کیلئے وقف کر دیا جائے۔وہاں ہر قسم کی جدید کھیلوں کے انتظام ہونے چاہئیں۔اور باہر سے کوئی احمدی بچیاں کسی فن میں مہارت رکھتی ہیں، ہندوستان میں بھی کئی کھیلوں کی اچھی اچھی ماہر بچیاں ہیں تو وہ وہاں اپنا وقت لگائیں، وہاں جا کر ان کو تعلیم و تربیت دیں تو ان کیلئے کچھ تو ایسا سامان ہونا چاہیے جس سے وہ دل کی فرحت اور سکینت محسوس کریں۔

محض ایک سنجیدہ ماحول میں جو روحانی سہی لیکن اتنا تنگ ماحول ہے کہ اس میں زندگی گھٹی گھٹی محسوس ہوتی ہے۔ایسے ماحول میں ان بچیوں کو اور لڑکوں اور بڑوں کو زندگی بسر کرنے پر مجبور رکھنا یہ ظلم ہے اس لئے عالمی جماعت کا یہ فرض ہے کہ ان کی اس قسم کی علمی اور صحت جسمانی کی ضرورتیں ضرور پوری کریں اور اس شان سے پوری کریں کہ علاقے میں اس کی کوئی مثال نہ ہو۔پس اس بارہ میں مَیں ہدایات دے آیا ہوں کہ اب تفصیلی منصوبے بنانا تمہارا کام ہے۔بناؤ اور جو بھی بناؤ گے، انشاء اللہ عالمی جماعت فراخدلی کے ساتھ ان پر عملدرآمد کرنے میں تمہاری مدد کرے گی۔اور میری خواہش ہے کہ آئندہ جلسہ سے پہلے پہلے عورتوں اور مردوں کیلئے یہ سپورٹس کمپلیکس مکمل ہو چکے ہوں یا مکمل نہ صحیح تو نظر آنے شروع ہوں۔اور ان کا فیض دکھائی دینے لگے۔ہمارے احمدی بچوں کے چہروں پر صحت دکھائی دے۔اس لئے یہ بھی وہ

ایک ضروری منصوبہ ہے جو شروع کیا جا چکا ہے۔لیکن یہ قادیان تک محدود نہیں رکھنا۔علمی اور صحت کے یہ دونوں منصوبے ہندوستان کی باقی جماعتوں میں بھی ممتد ہوں گے۔ کیونکہ ان کی بھی محصور کی سی ایک کیفیت ہے۔ بہت سے ایسے علاقے ہیں جہاں مسلمان بعض راہنماؤں کی غلطیوں کی وجہ سے اپنے بنیادی حقوق سے محروم رکھے جارہے ہیں۔ان میں جماعت احمدیہ بھی ان تکلیفوں میں حصہ دار بنی ہوئی ہے۔اگرچہ غلط پالیسیوں کے ساتھ جماعت احمدیہ کا کوئی تعلق نہیں لیکن دوسری مصیبت یہ ہے کہ پاکستان کی طرح کے ملاں وہاں بھی جماعت کے خلاف نفرت کی تحریکات چلاتے اور بھڑکاتے ہیں۔اور کوئی ہوش نہیں کررہے کہ باہر کی دنیا میں کیا گندا اثر پیدا کررہے ہیں۔اسلئے احمدیوں کے لئے دوہری مشکلات ہیں اور وہ ان مخالفتوں میں محصور ہو چکے ہیں۔ چنانچہ بعض جماعتوں کے ساتھ جب تفصیلی انٹرویو ہوئے تو پتہ لگا کہ واقعۃً ان کی محصور کی سی کیفیت ہے وہ عام روزمرہ کے اپنی زندگی کے حقوق سے کلیۃً محروم ہیں۔مسلمان ان سے کنّی کتراتے ہیں۔ان کے ساتھ معاشرتی تعلقات نہیں رکھتے کیونکہ ان کو نفرتوں کا نشانہ بنایا گیا ہے اور ہندو ویسے ہی دور ہٹتے چلے جارہے ہیں اور دن بدن ہندو قوم پرستی یا تشدد پرستی کی جو تحریکات ہیں وہ زیادہ قوی ہوتی جارہی ہیں اور یہ دراصل پاکستان اور بعض دوسرے مسلمان ممالک کی جہالت کا طبعی نتیجہ ہے۔سَو رنگ میں ان کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اسے قومیائی حدود میں جکڑو نہیں اور غیروں کے مقابل پر ایسے ذرائع اختیار نہ کرو کہ وہ سمجھیں کہ تم اپنے مذہب کو زبردستی ان پر ٹھونستے اور ان کے حقوق سے محروم کرتے ہو۔اگر ایسا کرو گے تو اس کا ردعمل پیدا ہوگا اور اگر اس کے بعد ہندو منوسمرتی کی تعلیم کی طرف رخ کریں اور یہ اعلان کریں کہ اگر پاکستان میں مسلمانوں کو حق ہے کہ قرآن کی تعلیم کو ساری قوم پر ٹھونس دیں خواہ کوئی اسے قبول کرے نہ کرے تو ہمارا کیوں حق نہیں کہ ہم منوسمرتی کی تعلیم کو ساری ہندوستانی قوم پر ٹھونسیں خواہ کوئی قبول کرے یا نہ قبول کرے، پس غلطیوں کے یہ جو دوررس نتائج ہیں ان سے آنکھیں بند ہیں، دو قدم سے زیادہ دیکھ نہیں سکتے ،اور یہ جو نظر کی کمزروی کی بیماری ہے یہ جب راہنماؤں میں ہو جائے تو ساری قوم کے لئے ہلاکت کا موجب بنتی ہے۔

بہرحال ہندوستان میں جو یہ شدید رو چل پڑی ہے یہ بہت ہی خطرناک عزائم کو ظاہر کررہی ہے اور دن بدن مجھے ڈر ہے کہ اگر یہ رو اسی طرح چلتی رہی تو سارے مسلمان وہاں محصور ہو کر رہ جائیں گے۔ اور احمدیوں پر تو جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے دوہری حصار ہے۔ایک حصار غیروں کی غلطی کی وجہ سے ہے اور ایک حصار دل کی مجبوری کی وجہ سے خدا کی خاطر جو بھی مخالفت ہو انہوں نے بہرحال قبول کرنی ہے اور بڑی وفا کے ساتھ احمدیت سے وابستہ رہنا ہے۔ یہ وہ اصحاب الصُّفہ ہیں جو وسیع تر دائرے سے تعلق رکھنے

والے اصحاب الصُّفہ ہیں۔پس قادیان کے لئے بہبود کی جو سکیمیں ہیں ان سے ہندوستان کی باقی جماعتوں کو محروم نہیں رکھا جائے گا۔اور وہاں بھی صوبائی امارتیں قائم کر کے (جہاں نہیں تھیں وہاں قائم کر دی گئی ہیں اور جہاں تھیں ان کو بیدار کیا گیا) یہ سمجھا دیا گیا ہے کہ جہاں اقتصادی ترقی کے منصوبے بناؤ وہاں تعلیمی ترقی کے بھی منصوبے بناؤ۔چنانچہ کشمیر میں خدا کے فضل سے پہلے ہی بہت سے سکول بڑی اعلیٰ روایات کے ساتھ چل رہے ہیں۔باقی صوبوں کو بھی ہدایت کی گئی ہے کہ اسی طرح مدارس قائم کریں اور جہاں جہاں ممکن ہوگا کالجز قائم کریں۔ٹیکنیکل کالجز کی وہاں بڑی ضرورت ہے۔اور قادیان میں بھی انشاءاللہ خیال ہے کہ اعلیٰ پائے کا ٹیکنیکل کالج بھی قائم کیا جائے گا۔تو سارے ہندوستان کی ضرورتوں کو پیش نظر رکھا جائے تو ایک کروڑ سالانہ کی رقم بھی کوئی چیز نہیں ہے۔لیکن اگر وقف جدید کے ذریعہ ایک سال کے اندر اندر ایک کروڑ کی رقم بھی مہیا ہو جائے تو مَیں سمجھتا ہوں کہ شروع کرنے کے لحاظ سے خدا کے فضل سے کچھ نہ کچھ سرمایہ میسر آجائے گا۔اور باقی اللہ تعالیٰ اور رستے عطا کرتا رہتا ہے۔

جماعت احمدیہ کی عالمی قربانیوں کا جو مجموعہ ہے اس میں سے جہاں مرکزی منصوبوں پر خرچ ہو رہے ہیں، مختلف ممالک پر خرچ ہو رہے ہیں ایک حصہ اس میں سے بھی قادیان اور ہندوستان کی احمدی جماعتوں کیلئے مزید مخصوص کیا جاسکتا ہے۔تو آپ دعاؤں میں یاد رکھیں۔اور مالی قربانیوں کی جہاں تک توفیق ملے اسے بڑھانے کی کوشش کریں۔وقف جدید کی مالی قربانی پر نظر ثانی کریں۔بہت سے احمدی ہیں جو غربت اور تنگی کی حالت میں بھی ہر چندے میں شامل ہیں۔وہ تقریباً اپنی استطاعت کی حد کو پہنچے ہوئے ہیں۔لیکن مَیں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ خدا کی خاطر وہ جو قربانیاں پیش کرتے ہیں یا کریں گے اللہ تعالیٰ ان کے اموال میں برکت دے گا اور ان کی حدود وسیع تر کرتا چلا جائے گا۔

وہ آیت جس کی مَیں نے آپ کے سامنے تلاوت کی تھی اس سے پہلے اس مضمون کی آیات ہیں جو مَیں اب آپ کے سامنے رکھ کر اس خطبہ کو ختم کروں گا۔جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ ایسے لوگوں کیلئے جو خدا کی خاطر خود محصور ہو گئے اور جن کے رزق کی راہیں تنگ ہو گئیں یا بند ہو گئیں جو لوگ قربانی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دین اور دنیا دونوں جگہ جزاء دینے والا ہے۔اور انکے اموال کو رکھتا نہیں بلکہ ان میں بہت برکت دیتا ہے۔پس وہ برکت جو درویشوں کے ذریعے دوسروں کو پہنچتی ہے اس مضمون کو قرآن کریم نے یہاں ایک خاص رنگ میں کھول کر بیان فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی اس نصیحت کا اس آیت سے ہی تعلق ہے جس کا مَیں نے شروع میں ذکر کیا تھا، تمہیں کیا پتہ کہ کن لوگوں کی وجہ سے تمہارے اموال میں برکت پڑ رہی ہے۔پس جو لوگ ان غریبوں پر خرچ کرتے ہیں جو خدا کی خاطر

محصور ہوئے خدا کا واضح وعدہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں بہت برکت دے گا۔ اور فصاحت اور بلاغت کا عجیب انداز ہے کہ پہلے یہ مضمون بیان فرمایا اور پھر بعد میں ان لوگوں کا ذکر کیا جن کی خاطر ان لوگوں کو برکت ملنے والی ہے۔ فرمایا: اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا ہِیَ اگر تم خدا کی راہ میں اپنے اخراجات کو، قربانیوں کو کھول کر پیش کرو، اعلانیہ کردو تا کہ دوسروں کو تحریک ہو تو فَنِعِمَّا ہِیَ یہ بھی اچھی بات ہے۔ اس میں کوئی برائی نہیں وَاِنۡ تُخۡفُوۡہَا وَتُؤۡتُوۡہَا الۡفُقَرَآءَ فَہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ؕ لیکن اگر تم ان کو مخفی رکھو اور خدا کی راہ کے فقیروں پر خرچ کرو تو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے وَیُکَفِّرُ عَنۡکُمۡ مِّنۡ سَیِّاٰتِکُمۡ ان غریبوں کی خدمت کا جو سب سے بڑا فیض تمہیں پہنچے گا وہ یہ ہے کہ وَیُکَفِّرُ عَنۡکُمۡ مِّنۡ سَیِّاٰتِکُمۡ اللہ تعالیٰ تمہاری بدیاں دور کرے گا۔ تمہاری کمزوریاں دور فرمائے گا۔

پس تمام دنیا میں ہمیں تربیت کے جو مسائل درپیش ہیں خاص طور پر ترقی یافتہ آزاد منش ممالک میں ان کا ایک حل قرآن کریم نے یہ بھی پیش فرمایا ہے کہ خدا کی راہ میں محصور اور غرباء پر خرچ کرو، اسکے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ آپ کی کمزوریاں دور فرمائے گا اور خود تمہاری اصلاح کے سامان مہیا فرمائے گا۔ پھر فرمایا وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ۔ یاد رکھو کہ تم جہاں بھی جو کچھ بھی خدا کی راہ میں کرتے ہو تمہارے اعمال سے خدا خوب واقف ہے۔ ہر چیز پر اسکی نظر ہے۔ تمہارا کوئی عمل بھی ایسا نہیں جو خدا کی نظر میں نہ ہو۔ پھر فرمایا: لَیۡسَ عَلَیۡکَ ہُدٰىہُمۡ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اے محمدؐ! تجھ پر ان کی ہدایت فرض نہیں ہے۔ تو نے پیغام پہنچانا ہے۔ نصیحت کرنی ہے اور تُو بہترین نصیحت کرنے والا ہے۔ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۔ ہاں اللہ ہی ہے جس کو چاہے گا ہدایت بخشے گا۔ جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے۔ پھر اس جملہ معترضہ کے بعد واپس اس مضمون کی طرف لوٹتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَلِاَنۡفُسِکُمۡ ؕ یاد رکھو خدا کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرتے ہو۔ فَلِاَنۡفُسِکُمۡ ؕ وہ دراصل اپنی جانوں پر خرچ کر رہے ہو۔ یہ نہ سمجھو کہ دوسروں پر کوئی احسان کر رہے ہو۔ تمہارا خرچ اپنے فوائد کے لحاظ سے اور برکتوں کے لحاظ سے خود تم پر ہو رہا ہے۔ وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ اللّٰہِ لیکن ہم جانتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے تربیت یافتہ ساتھی اپنے نفوس میں برکت کی خاطر خرچ نہیں کر رہے بلکہ اللہ کی رضا کی خاطر خرچ کر رہے ہیں۔ پس یہ مراد نہ سمجھی جائے۔ کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ یہ تعلیم دے رہا ہے کہ اپنے نفس پر خرچ کرنے کی خاطر خرچ کرو۔ فرمایا ہم جانتے ہیں کہ تمہارا اعلیٰ مقصد خدا کی رضا ہے مگر جب خدا کی رضا حاصل ہو جاتی ہے تو محض دین میں نہیں ہوتی بلکہ دنیا میں بھی رضا مل جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا ایک نتیجہ ہے کہ جو یہ فرمایا گیا کہ جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اپنی جانوں پر خرچ کرتے ہو۔ ان

دونوں آیات کے ٹکڑوں کو ملا کر پڑھا جائے تو مضمون یہ بنے گا کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ تم جو کچھ بھی خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہو محض اللہ کے پیار کی خاطر اسکی محبت جیتنے کیلئے ، اسکی رضا حاصل کرنے کیلئے کرتے ہو لیکن اس رضا کا ایک ظاہری نتیجہ بھی ضرور نکلے گا اور وہ یہ کہ تمہارے اموال میں ایسی برکت ملے گی کہ گویا تم دوسروں پر نہیں بلکہ خود اپنی جانوں پر خرچ کرنے والے تھے۔ اور اس کی مزید تفسیر یہ فرمائی کہ وَمَاتُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ٥ (البقرہ: 273) اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے یقین جانو وہ تمہیں خوب لوٹایا جائے گا۔ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ میں صرف لوٹانے کا مضمون نہیں بلکہ بھر پور طور پر لوٹایا جائے گا اور تم سے کوئی ظلم نہیں کیا جائیگا۔ یہ ایک محاورہ ہے، طرز بیان ہے۔ جب کہا جائے کہ کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا تو مراد یہ نہیں ہے کہ محض عدل کیا جائے گا بلکہ بالکل برعکس مضمون ہوتا ہے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۔ ان سے ظلم نہیں کیا جائے گا تو مراد یہ ہوتی ہے کہ انہیں بہت زیادہ دیا جائے گا۔ ظلم تو درکنار اتنا عطاء ہوگا کہ احسانات ہی احسانات ہوں گے۔ یہ ایک طرز بیان ہے جو مختلف زبانوں میں عربی میں اور خصوصیت کے ساتھ قرآن کریم میں اس طرز بیان کو اختیار فرمایا گیا تو لَا تُظْلَمُوْنَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ کا صرف یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ ظلم نہیں کرے گا۔ جتنا دیا اتنا واپس کر دے گا۔ مراد یہ ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ اتنا دے گا کہ تمہارے پیٹ بھر جائیں گے۔ تم کانوں تک راضی ہو جاؤ گے یہ معنیٰ ہے اس آیت کا۔ یہ سب بیان کرنے کے بعد فرمایا لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ اس وقت جو ہم خرچ کرنے کی تاکید کر رہے ہیں تو یہ عام خرچ نہیں بلکہ خصوصیت سے ان فقراء کی خاطر خرچ ہے جو خدا کے رستے میں گھیرے میں آ گئے اور ان میں زمین پر چل کر اپنے کمانے کے لئے گنجائش نہیں رہی۔ وہ محبت کی رسیوں میں باندھے گئے اور ہمیشہ کے لئے محمد مصطفیٰ ﷺ کے قرب میں انہوں نے ڈیرے ڈال دیئے حالانکہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں۔ کھانے کے بھی وہ محتاج ہیں۔ پہننے کے بھی، اوڑھنے کے بھی محتاج ہیں۔ ان کی ساری ضرورتیں خدا پر چھوڑ دی گئی ہیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ تمہیں فرماتا ہے کہ تم ان کی ضرورتیں پوری کرو، خدا تمہاری ضرورتیں پوری کرے گا اور تمہاری ضرورتیں پوری کرنے میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو بھی انہی معنوں میں اصحاب الصُّفہ کی خدمت کی توفیق عطاء فرمائے۔ وہ جس رنگ میں بھی ہوں۔ جہاں بھی ہوں، خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ کو ان کی خدمت کی توفیق بخشے اور ان کا فیض خدا تعالیٰ کے فضلوں کی صورت میں ساری دنیا کی جماعت پر نازل ہوتا رہے۔

(ہفت روزہ بدر قادیان 12 / مارچ 1992ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 25 ؍دسمبر 1992ء بیت الفضل لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

گذشتہ سال ان دنوں جمعہ کے روز قادیان میں وقفِ جدید کے سالِ نو کا اعلان کرنے کی توفیق عطا ہوئی تھی اور آج بھی وہاں جمعہ کا دن جلسہ کی طرح منایا جارہا ہوگا اور خدا کے فضل سے دنیا کے مختلف ممالک سے آنے والے مخلصین اس وقت قادیان میں جمع ہو چکے ہیں اور اگر چہ جلسہ کل سے شروع ہوگا لیکن آج کا جمعہ بھی عملاً جلسہ کا ہی حصہ بن جائے گا اس لئے سب سے پہلے تو مَیں اپنی طرف سے، جماعت احمدیہ انگلستان کی طرف سے اور تمام دنیا کی جماعتوں کی طرف سے حاضرینِ جلسہ قادیان کو محبت بھرا اسلام اور مبارکباد پیش کرتا ہوں اور پھر اہلِ پاکستان کی طرف سے خصوصیت کے ساتھ۔ ہزار ہا احمدی پاکستان سے بھی اس جلسہ میں شریک ہو رہے ہیں۔ اس جلسہ کی افتتاحی تقریر کی متبادل تقریر کل صبح انشاء اللہ یہاں کے وقت کے مطابق دس بجے شروع ہوگی بلکہ دس بجے سے کچھ پہلے ہی یہ کارروائی شروع ہو جائے گی اسے باقاعدہ افتتاحی کارروائی تو نہیں کہنا چاہئے کیونکہ غالباً جس وقت مَیں یہاں خطاب کروں گا اس سے پہلے وہاں افتتاح ہو چکا ہوگا۔ بہر حال جو احباب یہاں پہنچ سکتے ہوں وہ انتظام سے یہ پوچھ کر کہ اگر اتنی گنجائش ہو کہ لنڈن کے سب لوگ یہاں سما سکیں تو وہ یہاں آجائیں ورنہ پھر اپنی اپنی جگہ ٹیلی ویژن پر دیکھیں اور اس طرح کل کا جلسہ درحقیقت ایک بہت ہی وسیع عالمگیر جلسہ بن جائے گا۔ قادیان سے جلسوں کا آغاز ہوا اور قادیان ہی کی طرف واپسی کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ ایک سو سال کے لمبے چکر کے بعد لمبے سفر کے بعد اب قادیان ہی مجمعٔ اقوامِ عالم بنتا جارہا ہے اور کل انشاء اللہ تعالیٰ جو جلسہ وہاں شروع ہوگا اس کا ایک حصہ یعنی میری تقریر تمام دنیا کی جماعتیں سن بھی رہی ہونگی اور دیکھ بھی رہی ہونگی اور کچھ جماعتیں اس طرح شریک ہونگی کہ ان کے کوئی نہ کوئی نمائندے وہاں پہنچے ہوئے ہونگے تو ایک بہت ہی عظیم الشان اور خوشیوں کا دن ہے جو کل طلوع ہوگا لیکن آج کا جمعہ بھی درحقیقت اس سلسلے کی ایک کڑی ہے اور اس وقت بھی خدا کے فضل سے تمام دنیا کی جماعتیں اس جمعہ میں ان معنوں میں شامل ہیں کہ دیکھ رہی ہیں اور سن رہی ہیں اور ہر ایسے موقعہ پر جو اطلاعیں ملتی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بالکل نئے اور تازہ ولولے پیدا ہوتے ہیں۔ سب سے زیادہ خوشی تو اس بات کی پہنچتی ہے کہ جماعت خدا کے فضل سے بہت ہی زرخیز مٹی ہے۔ جو بات کہی جائے

وہ اس زرخیز مٹی پر پڑتی ہے جو اسے قبول کرتی ہے اور پھر بڑی تیزی سے نیکی کے بیج نشو ونما پاتے ہیں۔ اب تو روزانہ ڈاک میں بکثرت ایسے خط ملنے لگے ہیں کہ ہم فلاں معاملے میں کمزور تھے، فلاں معاملے میں کمزور تھے۔ دیانتدار اپنے آپ کو سمجھتے تھے لیکن حقیقت میں دیانت کا تصور نہیں تھا۔ خیانت سے پاک سمجھتے تھے مگر اب پتہ چلا ہے کہ خیانت ہوتی کیا ہے اور ہم یہ عہد کر چکے ہیں اور خدا کے فضل سے نئی زندگیوں کا آغاز کر رہے ہیں۔ اس طرح عبادات کے سلسلہ میں بھی جو خطوط ملتے ہیں ان سے روح تازہ ہو جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی عالمی تربیت کے ایسے عمدہ انتظام فرما دیئے ورنہ ایک خلیفہ کے لئے ناممکن تھا کہ ساری دنیا کی جماعتوں پر نظر رکھتا، ان تک پہنچ سکتا اور براہِ راست ان سے مخاطب ہو کر ان کے دلوں میں نئے ولولے پیدا کر سکتا لیکن اب خدا نے یہ ایسے عجیب انتظام فرما دیئے ہیں کہ جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔

اب مَیں وقفِ جدید کے سالِ نو کے اعلان کی طرف آتا ہوں۔ اس وقت تک وقفِ جدید پر پینتیس سال گزر چکے ہیں اور آج چھتیسویں سال کے آغاز کا اعلان کیا جائے گا سب سے پہلے جب 1957ء کے آخر پر وقفِ جدید جاری ہوئی تو حضرت اقدس مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود اپنے ہاتھ سے وقفِ جدید کی مجلس میں پہلا نام میرا لکھا۔ اگر چہ حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب کو ہر لحاظ سے مجھ پر فوقیت حاصل تھی عمر کے لحاظ سے بھی بزرگ تھے صحابی بھی تھے اس لئے میری حیاء کا تقاضا تو یہ تھا کہ مَیں کبھی بھی اس بات پر اصرار نہ کرتا کہ میرا نام پہلے لکھا گیا ہے لیکن حضرت مصلحِ موعودؓ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے کی ایسی حرص تھی، ایسی لالچ تھی کہ ایک موقع پر جبکہ وہ صدر مقرر ہوئے تھے ان کا لسٹ میں پہلے نام آنے لگا تو مَیں نے عاجزانہ طور پر درخواست کی کہ کیونکہ یہ حضرت مصلح موعودؓ کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اس لئے اگر چہ مَیں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا مگر مجھے اسی نمبر پر رہنے دیا جائے۔ اس میں ایک پیشگوئی بھی تھی کہ خدا مجھے وقفِ جدید کے سلسلہ میں غیر معمولی خدمت کی توفیق بخشے گا اور اب وقفِ جدید کا نیا دور شروع ہوا ہے تو اب مجھے سمجھ آ رہی ہے کہ کیوں حضرت مصلحِ موعودؓ نے میرا نام پہلے لکھا تھا کیونکہ اس وقت تو تصور میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ خدا تعالیٰ مجھے خلافت کے منصب پر فائز فرمائے گا اور وقفِ جدید کی تحریک کو عالمی بنانے کا خیال دل میں پیدا فرمائے گا اور پھر اس کی توفیق بخشے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے ہمیں خوشیوں کے یہ دن دکھائے کہ وہ تحریک جو صرف پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش تک محدود تھی اسے عالمی تحریک بنانے کی توفیق ملی اور جماعت احمدیہ کو بڑی ہی محبت اور خلوص کے ساتھ اس آواز پر لبیک کہنے کی توفیق ملی۔

جماعت احمدیہ کا جو یہ پہلو ہے یہ حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک ایسا

عظیم الشان ثبوت ہے کہ ساری دنیا زور مار لے، گالیاں دے یا کوششیں کرے اور منصوبے بنائے تو بھی حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی یہ نمایاں اور عظیم الشان اور امتیازی خوبی ان سے چھین نہیں سکتی۔ اس پیغام کو سو سال ہو چکے ہیں سو سال میں کتنی ہی نسلیں ایک دوسرے کے بعد آتی ہیں اور تھک ہار کر بیٹھ رہا کرتی ہیں اور مالی نظام تو خصوصیت کے ساتھ بہت ہی زیادہ ابتلاء میں ڈالے جاتے ہیں۔ ابتلاء ان معنوں میں کہ مالی لحاظ سے 100 سال کے اندر کام کرنے والوں کی دیانتیں بدل جاتی ہیں ان کے اخلاص بدل جاتے ہیں۔ قربانی کرنے والوں کا معیار بدل جایا کرتا ہے اور اس پہلو سے وہ مالی نظام جو خالصۃً طوعی تحریک پر مبنی ہو اس کے لئے ایک سو سال تک کامیابی کے ساتھ آگے بڑھتے رہنا اس جماعت کے بانی کی صداقت کی ایک بہت ہی عظیم الشان دلیل ہے۔ خاص طور پر جبکہ دنیا کے رجحان اس کے برعکس چل رہے ہوں۔ جبکہ مالی قربانی کا تصور عملاً مٹتا چلا جا رہا ہو۔ جبکہ حکومتوں کی دولت پر کام چلائے جاتے ہوں اور انفرادی کوشش اور محنت اور اخلاص کے ساتھ اعلیٰ مقاصد کے لئے روپے پیش کرنے کا تصور اگر پہلے بعض قوموں میں تھا بھی تو کم ہوتا چلا جائے۔ دنیا میں جتنی بھی قومیں نیکی کے نام پر خرچ کرتی ہیں ان کے متعلق بلاخوفِ اختلاف یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر آنے والے سال میں لوگوں کے جذبے میں کمی ہوتی چلی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ نیک کاموں پر از خود خرچ کرنے کا رجحان کم ہوتا چلا جا رہا ہے۔

جماعت احمدیہ کا گراف اس سے بالکل مختلف ہے اور حیرت انگیز وفا کے ساتھ اپنے اس اسلوب کو قائم رکھے ہوئے ہے کہ ہر آنے والا سال جماعت کی مالی قربانی کی روح کو کم کرنے کی بجائے بڑھا رہا ہے۔ یہ اعجاز خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ایک سچے فرستادہ کے سوا کوئی دنیا میں دکھا نہیں سکتا۔ ساری دنیا کی طاقتوں کو مَیں کہتا ہوں کہ مل کر زور لگا کر دیکھ لیں۔ حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی کوئی مالی قربانی کرنے والی جماعت کہیں ہو تو لا کر دکھائیں۔ دنیا کے سامنے وہ چہرے تو پیش کریں وہ کون لوگ ہیں جو اس طرح اخلاص اور وفا کے ساتھ اور بڑھتی ہوئی قربانی کی روح کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور اپنے اموال پیش کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ چونکہ اموال کی باتیں ہیں اس لئے مَیں اموال کی بات کر رہا ہوں ورنہ خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ نیکیوں کے ہر میدان میں آگے بڑھ رہی ہے۔ کسی میدان میں بھی پیچھے نہیں رہ رہی۔ وقتی طور پر جہاں بعض دفعہ اخلاقی کمزوریاں پیدا ہوتی ہیں جب بھی توجہ دلائی جائے تو فوری طور پر اس کا ردّعمل پیدا ہوتا ہے اور غلط راہوں پر جانے والے لوٹ آتے ہیں اور پھر صحیح راستے پر قافلے کے ساتھ مل کر چلنے لگتے ہیں۔

پاکستان میں بھی بعض خرابیاں مثلاً ویڈیو کیسٹ کے غلط استعمال سے متعلق شروع ہوئیں۔ میں

نے ایک خطبے میں اعلان کیا تھا کہ بعض گندی رسمیں راہ پا رہی ہیں اس سے قومی اخلاق تباہ ہو جائیں گے اور گھروں کے امن اٹھ جائیں گے اور میاں بیوی کے وفا کے سلسلے ٹوٹ جائیں گے اور ان کے تعلقات میں رخنے پڑ جائیں گے دراڑیں پڑ جائیں گی۔ ہرگز اس رجحان کو پنپنے نہ دیں چنانچہ مجھے پاکستان سے جو خطوط ملے ان سے میرا دل خدا کے حضور سجدہ ریز ہوا اور بار بار ہوا کہ وہ لوگ جو بعض بدیوں میں مبتلا تھے انھوں نے صاف لکھا کہ ہم ان غلط کاموں میں پڑ گئے تھے۔ اللہ کا احسان ہے کہ حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت سے وابستہ ہیں اور براہِ راست جب آپ کی آواز ہم تک پہنچی ہے تو یہ سارے جھوٹے بت توڑ کر ہم نے اپنے دلوں سے باہر پھینک دیئے تو جماعت میں نیکی کی آواز پر لبیک کہنے کا جو مادہ ہے یہ صداقت کی اصل روح ہے۔ اور یہ صداقت کی روح کبھی کوئی جھوٹا دنیا میں نہیں بنا سکتا۔ جن لوگوں کو عقل ہے، جن کو ہوش ہے، جن کو نفسیات کا کچھ ادنیٰ سا بھی علم ہے وہ یقیناً جانتے ہیں کہ یہ چیز بنانی کسی جھوٹے کا کام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تزکیہ عطا ہوتا ہے تو تزکیہ نصیب ہوتا ہے ورنہ اپنی طاقت سے تزکیہ حاصل نہیں ہوسکتا، تو حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرنے والی، پیار کرنے والی، آپ کی عاشق یہ جماعت اللہ کے فضل کے ساتھ نیکی کے ہر میدان میں آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے اس عاشق نے اپنا سب کچھ اور اپنی اولاد کا سب کچھ اور اپنی جماعت کا سب کچھ جو محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں لا ڈالا تھا اس میں برکت پڑ رہی ہے وہ مال بڑھتا چلا جا رہا ہے ان قربانیوں کے معیار اونچے ہو رہے ہیں، وہ چھوٹی چھوٹی ڈھیریاں پہاڑوں میں تبدیل ہو رہی ہیں۔ یہ سلسلہ ہائے کوہ بننے والے ہیں اس لئے نیکی کے ان رجحانات کو ہمیشہ زندہ رکھیں قائم رکھیں اور آگے بڑھاتے چلے جائیں۔

وقفِ جدید کے سلسلہ میں جب پہلے سال اعلان ہوا تھا تو مجھے یاد ہے کہ ساٹھ یا ستر ہزار روپے کا وعدہ تھا اور پھر ہم کوشش کرتے رہے زور لگاتے رہے اور خدا کے فضل سے ہر سال تحریک آگے بڑھتی رہی پھر جب خدا تعالیٰ نے مجھے خلافت کے منصب پر فائز فرمایا تو اللہ بخش صادق صاحب کو وقفِ جدید کا ناظم مقرر کیا گیا اور ان کے دَور میں بھی نہ صرف تحریک آگے بڑھی بلکہ جس وقت تک میں تھا اس کی نسبت مالی قربانی میں پہلے سے زیادہ تیز رفتار کے ساتھ آگے بڑھی اور اللہ کا بڑا احسان ہے کہ کسی پہلو سے بھی مجھے یہ شکوہ نہیں ہوا کہ اس میں یہ کمزوری آ گئی ہے اور یہ بتاتے ہوئے مجھے خوشی ہے، کوئی غم نہیں ہے، اگر میری کمزوریوں کی وجہ سے پہلے کوئی کمزوری تھی تو اللہ نے احسان فرمایا کہ ان کمزوریوں کو دور کر دیا اور اب جب باہر آ کر عالمی تحریک کی ہے تو یوں لگتا ہے جیسے یکدم انقلاب برپا ہو گیا ہو۔ مثلاً جو مواز نے میرے سامنے ہیں وہ بھی بہت خوشکن ہیں اور بہت ہی عمدہ تصویر پیش کرتے ہیں مجھے یاد ہے کہ مَیں نے کسی جگہ بعض

کوائف پڑھے تھے اس میں گزشتہ سالوں کے مقابل پر کچھ موجودہ کوائف بھی پیش ہونگے۔ سر دست مَیں 1992-1991ء کا موازنہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

1991ء میں 191076 پاؤنڈز کے وعدہ جات تھے جو 1992ء میں بڑھ کر 257259 پاؤنڈ بن گئے۔ یہ خدا کے فضل سے ایک بہت بڑا اضافہ ہے جو 34.64 فیصد بنتا ہے۔ وقفِ جدید ابھی بھی جس تیز رفتاری سے بڑھ رہی ہے یہ حیرت انگیز ہے ورنہ اتنے لمبے عرصے کے بعد عموماً تحریکوں کے قدم آگے بڑھنے کی رفتار کے لحاظ سے یا موازنے کی رفتار کے لحاظ سے مدھم پڑ جایا کرتے ہیں۔ لیکن جب آپ وصولی کی بات سنیں گے تو مزید حیران رہ جائیں گے۔ 1991ء میں وعدہ 191076 تھا اور وصولی 220695 پاؤنڈز تھی جبکہ 1992ء میں وعدہ 257259 تھا اور یہ وہم سا ہوتا تھا کہ اتنے بڑے اضافے کی وجہ سے شاید پوری وصولی نہ ہو سکے لیکن وصولی اس کے مقابل پر 334688 پاؤنڈز ہے۔ تو آپ دیکھیں کہ وقفِ جدید کی تحریک اب کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے۔ کروڑوں میں داخل ہوگئی ہے یعنی اس کو پاکستانی روپوؤں میں تبدیل کر کے دیکھیں تو چند ہزار سے جو تحریک شروع ہوئی تھی اس کو خدا نے اس نئی صدی میں کروڑوں تک پہنچا دیا ہے اور یہ سلسلہ جس رفتار سے آگے بڑھ رہا ہے اس سے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے بہت ہی عظیم الشان نتائج ظاہر ہوں گے۔

پاکستان اور بنگلہ دیش اور ہندوستان کے علاوہ بیرونی دنیا میں کام کے لحاظ سے دراصل وقفِ جدید کی اتنی ضرورت نہیں تھی جتنی چندے کے لحاظ سے ضرورت تھی کیونکہ وقفِ جدید کا زیادہ تر کام پاکستان، بنگلہ دیش اور ہندوستان میں ایک نہج پر چل پڑا ہے۔ اس لئے مَیں نے یہ تحریک کی کہ باہر کے ممالک چندے میں شامل ہوں تا کہ ان کاموں کو آگے بڑھایا جائے لیکن افریقہ کے لئے یہ استثناء رکھا گیا ہے کہ افریقہ کا وقفِ جدید کا چندہ وہیں خرچ ہوگا کیونکہ افریقہ کے متعلق پالیسی یہی ہے کہ اس غریب خطۂ ارض کو دنیا کی امیر قوموں نے بہت لوٹا ہے ان کا خون چوسا گیا ہے اور اب تو اکثر ممالک خوفناک اینیمیا (خون کی کمی) کا شکار ہو چکے ہیں اس لئے مَیں نے چند سال پہلے یہ اعلان کیا تھا کہ جماعت احمدیہ اس رخ کو پلٹائے گی یعنی آئندہ کبھی افریقہ کا پیسہ باہر نہیں جائے گا بلکہ باہر سے پیسہ افریقہ بھیجا جائے گا۔ چندوں کے سلسلہ میں بھی یہی پالیسی ہے اور اسی لئے وقفِ جدید افریقہ کی جو بھی رقم ہے وہ افریقہ پر ہی خرچ ہوتی ہے بلکہ باہر کی بھی انشاء اللہ افریقہ پر خرچ کی جائے گی۔

پاکستان بنگلہ دیش اور ہندوستان کے علاوہ جو درمیانی حصہ ہے اس میں زیادہ تر یورپین اور مغربی ممالک ہیں اور پھر انڈونیشیا اور جاپان وغیرہ بھی ہیں جن کے چندے سے خدا تعالیٰ کے فضل سے اب

خاص طور پر ہندوستان میں اور پھر بعض دوسری جگہوں پر بھی کام کو آگے بڑھایا جائے گا۔

سب سے زیادہ نمایاں آگے قدم بڑھانے والے ملکوں میں سے اس وقت امریکہ قابلِ ذکر ہے۔ امریکہ کے امیر صاحب نے گذشتہ سال مجھ سے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ ہم نے اپنی مجلس عاملہ میں غور کرتے ہوئے یہ سوچا ہے کہ کم سے کم کسی نیکی کے میدان میں تو امریکہ سب دنیا سے آگے بڑھ جائے۔ جرمنی کا نام بار بار سنتے ہیں وہ ہر میدان میں آگے چلا جاتا ہے تو اس سے بھی رشک پیدا ہوتا ہے پس ہم نے اپنے لئے چھوٹی سی تحریک وقفِ جدید چن لی کیونکہ باقی جگہ تو وہ صاف ہتھیار ڈال چکے تھے۔ صاف نظر آرہا تھا کہ خدمت کے دوسرے وسیع میدانوں میں تو ہم سے آگے نہیں نکلا جائے گا۔ اس لئے کم سے کم وقفِ جدید کو ہی چن لیں چنانچہ وقفِ جدید کو چن کر انھوں نے محنت کی اور دو دن ہوئے مجھے فون پر ان کی طرف سے یہ پیغام ملا کہ ہم نے خدا کے فضل سے غیر معمولی محنت سے کام لیا۔ (انکی اس رپورٹ کا کچھ حصہ مَیں پڑھ کر بھی سناؤں گا) اور اب ہمیں یقین ہے کہ ہم جرمنی سے بہت آگے نکل چکے ہیں مَیں نے کہا کس طرح یقین ہے۔ انھوں نے بتایا کہ ان کا اتنا وعدہ تھا جو 30-35 ہزار پاؤنڈ کے قریب بنتا تھا اور ہم نے جو وصولی اب تک کر لی ہے وہ 50 ہزار سے اوپر ہے۔ اس لئے جرمنی کے قریب آنے کا بھی کوئی سوال نہیں رہا۔ ہم تقریباً دگنے سے آگے بڑھ گئے ہیں لیکن جرمنی کی جب رپورٹ ملی تو جرمنی کی وصولی 52 ہزار 460 پاؤنڈ تھی۔ یعنی وعدے سے دوگنے سے بھی زیادہ وصولی ہو چکی تھی۔ مجھے اس وقت کسی نے کہا کہ صرف تین ہزار کا فرق رہ گیا ہے اگر آپ جرمنی کو بتا دیں تو جرمنی آسانی سے اس کو پورا کر کے پھر آگے بڑھ جائے گا۔ مَیں نے کہا دونوں میرے ہی گھوڑے ہیں ایک گھوڑے بیچارے نے زور مارا ہے، کوشش کی ہے۔ آگے بڑھنے والا ہے مَیں کیوں خواہ مخواہ اس کو اس نیکی سے محروم کر دوں۔ بڑی تمنا کے ساتھ انھوں نے کام کیا ہے اور واقعی بڑی محنت کی ہے انور خاں صاحب ان کے سیکریٹری وقفِ جدید تھے انھوں نے سارے ملک میں دورے کئے یا خطوط لکھے اور کوششیں کیں۔

آگے جب اعداد و شمار آئیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ خدا کے فضل سے تعداد کے لحاظ سے بھی بہت اچھا کام کیا گیا ہے۔ ساری دنیا میں چند چھوٹے ممالک کو چھوڑ کر جن میں گنتی کی تعداد ہے غالباً امریکہ نے تعداد میں سب سے زیادہ اضافہ کیا ہے۔ پاکستان کو ہم مقابلے میں شامل نہیں کرتے وہ تو خدا کے فضل سے بہر حال نمبر ایک ہی ہے اور باہر بھی جو قربانی کرنے والے ہیں ان میں بھی بھاری تعداد ماشاءاللہ ان لوگوں کی ہے جن کا پہلے پاکستان سے تعلق تھا تو اس لحاظ سے بھی پاکستانی، پاکستانیوں کا غیر پاکستانی، پاکستانیوں کے ساتھ مقابلہ ہو رہا ہے لیکن بہر حال دوسرے بھی خدا کے فضل سے بڑھ رہے ہیں۔ میری تو

اب کوشش یہ ہے اور مَیں بار بار دوسرے ممالک کو توجہ بھی دلا رہا ہوں کہ پاکستان یا ہندوستان والوں نے پیغام کا ابتدائی حق ادا کیا ہے۔آپ کے ملک تک پیغام پہنچائے۔نیکیاں رائج کیں، کام کرنے کے اسلوب سکھائے اور اب کب تک آپ اسی طرح انکے پیچھے پیچھے چلیں گے۔اب وقت آ رہا ہے کہ غیر پاکستانی احمدی بھی دنیا کے ہر ملک میں چیلنج کو قبول کریں اور تیزی کے ساتھ آگے بڑھنا شروع کریں تو انشاءاللہ وہ وقت بھی آئیں گے اور امید رکھتا ہوں کہ اللہ کرے ہماری اس نسل کی زندگی میں یہ وقت آئیں کہ بڑی بڑی عظیم الشان قومیں خدمتِ دین میں آگے بڑھیں اور پاکستان کے احمدیوں سے یا ہندوستان کے احمدیوں سے کسی ملک میں بھی بستے ہوں نیکیوں میں آگے بڑھنے کا مقابلہ کریں اور پھر بعض میدانوں میں آگے بڑھ کر دکھائیں۔

جرمنی کے بعد کینیڈا نمبر 4 ہے اور کینیڈا نے بھی اس دفعہ خدا کے فضل سے بہت محنت کی ہے۔ بہت اچھا کام ہے۔اس کے کام کے چند نمونے مَیں آپ کو پڑھ کر سناؤں گا۔برطانیہ کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ ثابت قدم ہے جہاں تھا اس سے نیچے نہیں گرا اور جیسا کہ 18 ہزار پاؤنڈ کا وعدہ تھا وہ انھوں نے پورا کر دیا ہے۔ہندوستان میں اس دفعہ کچھ کمی آئی ہے اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ آخری دنوں یعنی نومبر دسمبر کے ہی دو مہینے خصوصیت کے ساتھ ہیں جن میں وصولی پر زیادہ زور دیا جاتا ہے لیکن وہاں کے حالات بہت بگڑ گئے اور وقفِ جدید قادیان کے لئے دورے کا تو سوال نہیں تھا خط و کتابت کے ذریعے بھی جماعتوں تک پہنچنا مشکل ہو گیا اور بہت ہی بگڑے ہوئے حالات تھے۔کچھ مزاج بگڑے۔نقصانات میں جماعت کے بھی بعض نقصانات ہوئے ہیں لیکن خدا کے فضل سے نسبتاً بہت کم ہیں تو مَیں امید رکھتا ہوں کہ ہندوستان کی جماعتیں بھی جہاں یہ آواز پہنچ رہی ہو اپنے طور پر کوشش کریں۔

نیکی تو وہی ہوتی ہے جو اپنی ذات میں قائم ہو جائے اور جڑیں قائم کر لے اس پہلو سے ہمیں بَڑ کا نمونہ اختیار کرنا چاہئے۔درخت بعض دفعہ بڑے بڑے تناور ہو جاتے ہیں اور بہت دور دور تک پھیلتے ہیں لیکن وہ درخت جو ہمیشہ ایک ہی جڑ سے تعلق رکھ کر اس سے خوراک حاصل کرتے ہیں انکے پھیلاؤ کے دائرے محدود رہتے ہیں اور ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھ سکتے لیکن بڑ کے درخت میں یہ خوبی ہے کہ جوں جوں پھیلتا ہے نئی شاخیں زمین کی طرف جھکاتا ہے جو زمین تک پہنچ کر جڑیں بن جاتی ہیں اور پھر ان جڑوں سے گویا اسی درخت کے نئے بچے پیدا ہوتے ہیں جو نئے درخت کے طور پر نہیں بلکہ پہلے درخت کے مددگار بن کر تعلق کاٹے بغیر اس کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس طرح یہ سلسلہ پھیلتا چلا جاتا ہے۔ہندوستان میں مَیں نے بَڑ کا ایک ایسا درخت دیکھا تھا جو غالباً ہزار سال سے بھی زائد کا تھا۔کہا جاتا

ہے کہ حضرت بدھ کے زمانے کا ہے بہرحال جو بھی اس کا زمانہ تھا لیکن یہ مَیں نے دیکھا کہ اتنا پھیل چکا تھا کہ ہمارا بڑے سے بڑا جلسہ سالانہ یعنی اڑھائی لاکھ والا جو جلسہ سالانہ تھا وہ اس کے اندر سما سکتا تھا۔ پارکنگ Lots بھی بن سکتی تھیں۔ پھر بھی جگہ باقی رہ جاتی تھی۔ تو جماعت احمدیہ کو جو درخت کے مشابہ قرار دیا گیا ہے اور حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ’’میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو‘‘ تو مَیں سمجھتا ہوں کہ ان شاخوں میں بھی از سرِ نو درخت بننے کی صلاحیت رکھی گئی ہے۔ اس لئے جہاں جہاں بھی جماعتیں پھیلتیں ہیں وہ وہاں زمین میں اپنی جڑیں پیوست کریں اور خود نشو ونما حاصل کرنا شروع کریں محض پرانی جڑوں پر انحصار نہ کریں۔

اس پہلو سے ہر ملک کے باشندوں کو چاہئے کہ وہ پاکستانی یا ہندوستانی نسل کے لوگوں سے جن پر سب سے پہلے احمدیت کی ذمہ داری ڈالی گئی ان پر اپنا انحصار ان معنوں میں نہ رکھیں کہ وہی جڑیں بنی رہیں اور یہ شاخیں بن کر ان سے رَس چوستے رہیں بلکہ خود اپنے اپنے ملک میں جڑیں قائم کریں لیکن بڑ کی شان کے ساتھ وفاداری کے ساتھ اپنی جڑیں قائم کر کے اصل درخت سے الگ نہ ہوں بلکہ اس کا وجود بنے رہیں تب ان پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ توقع صادق ہوگی کہ ’’اے میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو‘‘ اگر انھوں نے جڑیں الگ کر لیں اور اپنے درخت بھی الگ کر لئے تو کچھ بھی باقی نہیں رہے گا وہ حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود کی سرسبز شاخیں نہیں رہیں گی بلکہ کسی اور شیطانی وجود کی شاخیں بن جائیں گی یعنی سابق تعلق کٹ جائے گا اور ایک الگ شخصیت ابھر کر باہر نکلے گی جس کا اللہ کے قائم کردہ مامور سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ پس اسی وجہ سے مَیں نے باقاعدہ سوچ کر انتخاب کر کے بڑ کے درخت کی مثال آپ کے سامنے رکھی ہے جڑیں ضرور بنائیں مگر اصل کے ساتھ ہمیشہ وابستہ اور پیوستہ رہیں اسی میں آپ کی امیدِ بہار ہے اسی سے آپ انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیش کے لئے نیکی کے کاموں میں آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔

جاپان کا نمبر ساتواں ہے اور ناروے کا آٹھواں اور ماریشس کا نواں اور سوئٹزرلینڈ کا دسواں یعنی چندہ کی ادائیگی کے لحاظ سے خدا کے فضل سے یہ پہلی دس جماعتیں ہیں جنھوں نے نمایاں طور پر وقفِ جدید کا چندہ ادا کیا ہے۔

جن جماعتوں نے وعدہ کے مقابل پر غیر معمولی طور پر زائد وصولی کی ہے ان میں امریکہ جیسا کہ مَیں نے ذکر کیا تھا سب سے اوّل ہے۔ ان کا وعدہ 29829 پاؤنڈ تھا اور وصولی 55801 ہوئی ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ان کو اپنے وعدے پر 87.06 فیصد زائد ادا کرنے کی توفیق ملی یہ ایک

بہت بڑی بات ہے۔ مالی قربانی کا وعدہ کرنا عموماً اس کی نسبت آسان ہوا کرتا ہے کہ پھر ادائیگی بھی کی جائے اور عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب سال ختم ہونے کا وقت آتا ہے تو جماعتوں کو اور کارکنوں کو یہی خطرہ ہوتا ہے کہ ہم وعدہ پورا کر سکیں گے کہ نہیں۔ اس پہلو سے امریکہ دنیا کی ساری جماعتوں سے آگے بڑھا ہے۔ اور پاکستان اس میں شامل ہے پاکستان بھی اپنے وعدے کے مطابق اس طرح وصولی نہیں کر سکا جس طرح امریکہ نے کی ہے اور غیر معمولی طور پر زیادہ کی ہے۔ دوسرے نمبر پر کینیڈا کی باری ہے۔ ان کا وعدہ پندرہ ہزار تھا اور 24238 وصولی ہوئی گویا کہ 61.58 فیصد اضافہ وعدے کے مقابل پر وصولی میں ہوا۔ اور پھر جرمنی کی باری نمبر تین پر ہے 32653 وعدہ تھا یہ وہی وعدہ ہے جس پر نظر کر کے امیر صاحب امریکہ سمجھتے تھے کہ اب تو جرمنی کو ہم نے وہ مارا اور وہ مارا، بہت پیچھے رہ جائے گا لیکن ان کو بھی خدا نے اپنے فضل سے توفیق بخشی اور 32 ہزار کے وعدے کے مقابل پر 52460 کی وصولی ہوئی۔ اس طرح انھوں نے وعدے میں 60.65 فیصد اضافے کے ساتھ چندہ ادا کیا۔

جہاں تک چندہ دہندگان کی تعداد میں غیر معمولی اضافے کا تعلق ہے اس میں اوّل، دوم، سوم چہارم وغیرہ آنے والے ممالک کے نام پڑھ کر مَیں سناتا ہوں مگر یہ یاد رکھیں کہ جو بہت چھوٹے ممالک ہیں جن میں تعداد بہت تھوڑی ہے ان کا نام اگرچہ پہلے آجائے گا لیکن خدمت کا جو معیار ہے یہ اس سے ظاہر نہیں ہوگا خدمت کا معیار ان جماعتوں میں ظاہر ہوگا جن جماعتوں میں نسبتاً بہت بڑی تعداد ہے اور ہزاروں کی تعداد میں اضافے کئے گئے ہیں یا کم از کم سینکڑوں کی تعداد میں اضافے کئے گئے ہیں۔ پس چھوٹی جماعت ہونے کے لحاظ سے ان کو یہ فائدہ تو پہنچ گیا ہے کہ تھوڑی سی کوشش سے وہ اوّل دوم سوم میں شمار ہونے لگے ہیں لیکن فی الحقیقت کام کی نوعیت اور بوجھ اٹھا کر چلنے کے اعتبار سے بعض بعد میں آنے والے خدمت کے میدان میں ان سے آگے سمجھے جانے چاہئیں۔ بہرحال اس لحاظ سے سہرا سوئٹزرلینڈ کے سر ہے۔ گزشتہ سال 26 تعداد تھی۔ اس سال 83 ہوگئی ہے جبکہ 219 فیصد اضافہ ہے اس کے بعد بیلجیئم کی باری آتی ہے تعداد 17 سے بڑھ کر 54 ہوگئی ہے اور 217 فیصد اضافہ۔ پھر گی آنا (GUYANA) کی باری ہے 13 تعداد تھی جو 28 ہوگئی اب دیکھ لیں کہ اعداد و شمار بعض دفعہ سچ بولنے کے باوجود جھوٹ بول جاتے ہیں یعنی بظاہر ایک سچی بات ہے لیکن جو تأثر ہے وہ جھوٹا ہے۔ گی آنا میں جماعت احمدیہ کی تعداد خدا کے فضل سے کافی ہے اور ان کے لئے 13 ہونا بھی قابلِ شرم ہے اور 28 ہونا بھی قابلِ شرم ہے۔ اسلئے محض اعداد و شمار کافی نہیں ہوا کرتے۔ اعداد و شمار کے ساتھ اس کے ماحول کی کچھ باتیں ہیں۔ ان کو دیکھنے کے بعد اعداد و شمار کا پیغام صحیح پہنچا کرتا ہے ورنہ Juggling with figures محاورہ ہے۔ یہ کر کے حکومتیں بعض

دفعہ اپنے بجٹ کے بالکل مختلف حالات پیش کر دیتی ہیں حالانکہ اعداد وشمار درست ہوتے ہیں اپنی مرضی کی بات ہے کہ کس قسم کے اعداد وشمار کو کس طرح پیش کیا جائے۔اب دیکھیں نا! جب ہم بھی مختلف زاویوں سے پہلو بدل بدل کر اعداد وشمار آپ کے سامنے رکھتے ہیں جیسا کہ گوئٹے مالا کی تعداد 7 تھی 13 ہوگئی لیکن یہاں واقعی گوئٹے مالا نسبتاً زیادہ قابلِ داد ہے کیونکہ گی آنا کے مقابل پر گوئٹے مالا کے احمدیوں کی تعداد بہت ہی تھوڑی ہے کیونکہ ابھی نیا مشن قائم ہوا ہے اس پہلو سے 7 کا 13 ہونا اللہ کے فضل کے ساتھ یقیناً معنی رکھتا ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ اس میں اور بھی اضافے ہونگے۔

اب ہم امریکہ اور جرمنی کی طرف آتے ہیں۔امریکہ کے چندہ دہندگان کی تعداد گزشتہ سال 1623 تھی امسال یہ بڑھ کر خدا کے فضل سے 2548 ہوئی ہے۔1623 کو 2548 میں بدلنا یقیناً محنت طلب کام ہے کافی وسیع پیمانے پر لمبے عرصہ تک محنت کی گئی ہوگی۔جرمنی میں 3570 تعداد تھی جو بڑھ کر 5560 ہوئی ہے تقریباً دو ہزار نئے چندہ دہندگان شامل کئے گئے ہیں یہ بھی بہت بڑی کامیابی ہے۔ بہت عظیم اور مسلسل محنت کی مظہر کامیابی ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ آگے سے آگے قدم بڑھانے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔کینیڈا نے بھی تعداد بڑھانے میں غیر معمولی ترقی کی ہے۔ان کی رپورٹ جب مَیں آپ کے سامنے رکھوں گا تو اس میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

جماعت احمدیہ عالمگیر کی پہلی دس جماعتیں جو فی کس چندے کے لحاظ سے سب سے آگے ہیں اب مَیں انکی فہرست آپکے سامنے پیش کرتا ہوں۔جن جماعتوں کو بہت اعلیٰ کارکردگی دکھانے کی توفیق ملی ہے ان کے نام صرف فخر یہ طور پر نہیں پڑھے جاتے بلکہ ایک تو مسابقت کی روح آگے بڑھانے کے لئے پڑھے جاتے ہیں تا کہ جن جماعتوں میں یہ روح کچھ مدھم ہے وہ جاگ اٹھے، کچھ چمک اٹھے، نئے ولولے پیدا ہوں۔دوسرا بڑا مقصد ان جماعتوں کے لئے دعا کی تحریک کرنا ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کی ہر بات کی تان بالآخر دعا پر ٹوٹتی ہے۔پس جب ان جماعتوں کے لئے آپ دعا کریں تو ان کمزور جماعتوں کے لئے بھی دعا کریں جن کو ابھی تک قربانی کے میدان میں آگے آنے کی توفیق نہیں ملی تا کہ ہمارے مقابلے صرف دو یا تین گھوڑوں میں نہ رہیں بلکہ چالیس پچاس ساٹھ گھوڑے گردن کے ساتھ گردن ملا کر دوڑ رہے ہوں اور کچھ پتہ نہ ہو کہ کون آگے نکلے گا۔یہ وہ جذبہ ہے جو قرآنِ کریم کی اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے کہ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ کہ خدا تعالیٰ نے ہر قوم کے لئے ایک نصب العین مقرر فرما دیا ہے اور اے محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلامو! تمہارے لئے نصب العین یہ ہے کہ نیکیوں میں ایک دوسرے سے مسابقت کرو ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو مسلسل دوڑتے ہوئے

نیکیوں کے میدان میں دوسرے بھائیوں کو پیچھے چھوڑنے کی کوشش کرو۔

جس ملک میں ہم رہتے ہیں یہاں لوگ گھوڑ دوڑ کے بہت شوقین ہوتے ہیں ان کے ذہن میں یہ بات خوب اچھی طرح جاگزین ہو چکی ہے کہ جب ایک سے زیادہ صلاحیت والے گھوڑے اکٹھا دوڑتے ہیں تو کیسا خوبصورت منظر سامنے آتا ہے اور کس طرح جوئے باز جو ہیں وہ اپنے آپ کو بے بس اور بے طاقت محسوس کرتے ہیں۔نہیں کہہ سکتے کہ کون سا گھوڑا آگے نکل آئے گا بعض دفعہ پانچ پانچ ، چھ چھ، سات سات گھوڑوں میں یہ مقابلہ ہو رہا ہوتا ہے۔لیکن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلاموں کے گھوڑے اور شان کے گھوڑے ہیں یہ نیکیوں کے میدان میں دوڑنے والے ہیں ۔ یہاں شیطانی شرطیں نہیں بدھی جاتیں لیکن نیک توقعات رکھی جاتی ہیں اور دعاؤں کے مقابلے ساتھ ساتھ ہو رہے ہوتے ہیں۔ پس یہ جو نقشہ کھینچا گیا ہے اس کے مضمون کو دعاؤں کے ساتھ باندھنا ضروری ہے اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ اگر ساری جماعت یہ دعا کرے کہ اللہ کرے کہ نیکیوں کے میدان میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے گھوڑے کثرت کے ساتھ اس تیزی سے ایک دوسرے کے شریک ہو جائیں کہ آخر وقت تک دل دھڑکتے رہیں پتہ نہ چلے کہ کون آگے بڑھ جائے گا۔ پھر خدا کی عطا کردہ توفیق سے کچھ گھوڑے باہر نکلیں اور آگے بڑھیں تو ایک بہت ہی عظیم روحانی لطف پیدا کرنے والا منظر ہوگا جو اپنی شان میں نرالا ہوگا۔ایسی کوئی اور چیز دنیا میں دکھائی نہیں دے گی ۔ یہ منظر یکتا ہوگا اور یہ منظر پیدا ہو رہا ہے اللہ کے فضل سے جماعتیں اس طرف آگے قدم بڑھا رہی ہیں۔مَیں امید رکھتا ہوں کہ اگر جماعت یہ دعائیں کرے کہ اے خدا! کثرت سے ساری جماعتیں نیکی کے میدان میں قدم سے قدم ملا کر دوڑیں اور خوب آگے نکلنے کی کوشش کریں تو اللہ کے فضل سے دعاؤں کے ذریعہ ساری دنیا کی دوسری قومیں ہم سے بہت پیچھے رہ جائیں گی۔ساری جماعت اگر نیکیوں میں آگے قدم بڑھانے لگے تو انقلاب بہت تیزی سے برپا ہو سکتا ہے۔

دعوتِ الی اللہ کے سلسلے میں مَیں بارہا آپ کو بتا چکا ہوں کہ جماعت کا سواں حصہ بھی نہیں ہے جو فی الحقیقت دعاؤں اور حکمت کے ساتھ ارادے باندھ کر، اپنے کام پر نظر رکھتے ہوئے، اپنی کمزوریوں پر نگاہ رکھتے ہوئے ان کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اس میدان میں آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ اگر ننانوے باقی حصے بھی ساتھ شامل ہو جائیں تو رفتار سو گنا ہو جائے گی، کیفیت ہی بدل جائے گی، جماعت چند سالوں میں دیکھتے دیکھتے کہیں سے کہیں پہنچ جائے گی۔ابھی بھی جو ہمارا تعاقب کر رہے ہیں وہ ہماری گرد کو بھی نہیں پا سکتے پھر تو ان کو گرد بھی دکھائی نہیں دے گی۔اندھوں کی طرح تلاش کریں گے کہ گئے کہاں۔ابھی یہ بجلی کا کوندا یہاں سے گذرا ہے اور کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔تو تیز رفتاری میں اس طرح آپ

آگے بڑھ سکتے ہیں آپ کو خدا تعالیٰ نے صلاحیت بخشی ہے۔نیکی کے میدانوں میں آگے بڑھنے کے لئے آپ کو اس زمانے میں بنایا گیا ہے۔اس وجہ سے آپ کی تعمیر کی گئی ہے کہ آپ قرآنِ کریم میں پیش کردہ نقشوں کو اپنی ذات میں پورا کر کے دکھائیں۔پس مَیں امید رکھتا ہوں کہ صرف چندوں کی بات میں نہیں ہر نیکی میں انشاء اللہ تعالیٰ جماعت انفرادی طور پر بھی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے گی اور جماعتی لحاظ سے بھی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے گی۔

فی کس قربانی میں جاپان حسب سابق نمبر ایک ہے۔یہ وہ میدان ہے جس میں وہ ماشاء اللہ کسی کو آگے نہیں نکلنے دیتے۔اس وقت وہ میری بات سن رہے ہونگے اور ضرور ہنس رہے ہونگے کہ الحمد للہ پھر بھی ہمارا نام آیا ہے۔اللہ کرے کہ آپ کا نام آگے رہے مگر دوسروں کو بھی مَیں کہتا ہوں کہ جاپان کو ہرانے کی کوشش تو کریں۔اس کے ہارنے سے مجھے خوشی نہیں ہوگی، آپ کے جیتنے سے خوشی ہوگی، خوشی تو پھر بھی خوشی رہے گی۔اس پہلو سے گوئٹے مالا دیکھیں ماشاء اللہ نمبر دو آ گیا ہے۔جاپان میں وقفِ جدید کا فی کس چندہ 36.20 پاؤنڈ ہے اور گوئٹے مالا میں 34.20 پاؤنڈ ہے۔یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے جو انھوں نے حاصل کیا ہے کیونکہ گوئٹے مالا نسبتاً ایک بہت غریب ملک ہے اور وہاں فی کس احمدی کی آمد دنیا کی دوسری جماعتوں سے بہت کم ہے لیکن اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ان کو اس میدان میں بہت آگے بڑھنے کی توفیق عطا ہوئی۔ بیلجیئم نمبر تین ہے۔ بیلجیئم بھی ان جماعتوں میں سے ہے جو خدا کے فضل سے تیزی سے ترقی کر رہی ہیں۔ جماعت بیلجئم آگے بڑھ رہی ہے۔تبلیغ میں بھی بیدار ہو رہی ہے چندوں میں بھی آگے نکل رہی ہے۔ کیپٹن شمیم خالد صاحب جو پہلے نیوی میں ہوا کرتے تھے، وقف کر کے بڑے ولولے اور بڑی قربانی کی روح کے ساتھ انھوں نے اپنے آپ کو سلسلہ کی خدمت کے لئے پیش کیا تھا۔کافی لمبا عرصہ فرانسیسی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اور مرکزی دفتروں میں تجربے حاصل کرنے کے بعد اب بیلجیئم میں امیر جماعت ہیں اور مبلغ انچارج بھی۔تو جب سے یہ تشریف لائے ہیں خدا کے فضل سے جماعت بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔ان کی فی کس اوسط 34.88 پاؤنڈ ہے۔اور بیلجیئم کے احمدیوں کے حالات مَیں جانتا ہوں معمولی آمد کے لوگ ہیں کوئی غیر معمولی کمائی والے مَیں نے وہاں نہیں دیکھے اس لحاظ سے خدا کے فضل سے بہت اعلیٰ پائے کی قربانی ہے۔

سوئٹزرلینڈ 24 پاؤنڈ فی کس کے حساب سے نمبر چار بنتا ہے۔سوئٹزرلینڈ کے سلسلہ میں ایک تصحیح بھی ضروری ہے تحریکِ جدید کے نئے سال کا اعلان کرتے وقت فی کس نمایاں قربانی کرنے والی جماعتوں میں سوئٹزرلینڈ کا نام شامل ہونے سے رہ گیا تھا۔انکا معیارِ قربانی دراصل 121 پاؤنڈ فی چندہ دہندہ تھا جبکہ

غلطی سے 12 پاؤنڈ لکھا گیا یعنی 121 میں سے آخری ایک لکھنے سے رہ گیا تو میں نے جب 12 پاؤنڈ اعلان کیا تو وہاں سے بہت دردناک احتجاج کا خط آیا کہ ہم تو چندے اکٹھے کرتے کرتے رہ گئے اور اس طرح لوگوں نے قربانیاں دیں اور آپ نے 121 کو 12 بنا دیا تو اب مَیں بڑی معذرت کے ساتھ اور شرمندگی کے ساتھ اس غلطی کا اعتراف کرتا ہوں اور جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ان کا چندہ تحریکِ جدید 121 فی کس تھا لیکن جاپان کو پھر بھی پیچھے نہیں چھوڑ سکے وہ پھر بھی آگے ہی رہتا ہے الحمد للہ بہر حال یہ اب بھی چوتھے نمبر پر ہیں امریکہ 21.89 فی کس تک پہنچ گیا ہے ساؤتھ افریقہ 18.90 اور کوریا 13 پاؤنڈ اور ڈنمارک 11.03 پاؤنڈ اور فرانس 10.47 پاؤنڈ اور جرمنی 9.43 پاؤنڈ۔

جرمنی بظاہر بہت پیچھے دکھائی دے رہا ہے لیکن جرمنی میں احمدی کی فی کس آمد اتنی زیادہ نہیں ہے جتنا ان کے چندوں سے معلوم ہوتا ہے۔ بچوں وغیرہ کی بہت بڑی تعداد ہے جو بغیر کسی آمد کے ہیں اور جرمنی میں باقی سب تحریکوں میں بھی چونکہ بہت محنت کے ساتھ ہر احمدی کو شامل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس لئے جرمنی کو اتنا پیچھے نہ سمجھیں۔ یہ اعداد و شمار کے قصے ہیں یہ ان کے کرشمے ہیں۔ بعض اچھے کام کرنے والوں کو پیچھے دکھاتے ہیں بعض کمزور کام کرنے والوں کو آگے دکھا دیتے ہیں اصل دعا تو یہ کرنی چاہئے کہ اعداد و شمار کی زبان میں نہیں بلکہ خدا کے ہاں ہم آگے لکھے جائیں اللہ کی نظر میں ہمارا مقام بلند ہو۔ اگر یہ نصیب ہو جائے تو اعداد و شمار کی زبان کچھ بھی کہتی رہے اس کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی مگر انسانی کمزوریاں ہیں، مجبوریاں ہیں۔ بات سمجھانے کے لئے اعداد و شمار کی زبان بھی ضرور استعمال کرنی پڑتی ہے۔ اسکے فائدے بھی پہنچتے ہیں۔

بیرونِ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش کی جو مجموعی شکل ہے وہ یہ بنتی ہے (یہ وہ تین ملک ہیں جہاں آغاز ہی سے یہ تحریک جاری تھی) نئے دور میں جو تحریک ان کے علاوہ باقی ممالک میں جاری ہوئی ہے انکی مجموعی وصولی 192411 پاؤنڈ بنتی ہے اور تعداد مجاہدین 22682 ہے سالِ گذشتہ سے موازنہ کے لحاظ سے آپ دیکھیں کہ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش کے علاوہ جماعتوں نے واقعۃً بہت ہی عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ 1991ء میں وعدہ جات 96598 تھے، وصولی 105963 تھی۔ 1992ء میں وعدہ جات 131674 تھے جبکہ وصولی 192411 ہے۔ گویا کہ وعدوں کے مقابل پر وصولی میں بھی نہ صرف اضافہ ہے بلکہ اضافے کی رفتار میں بھی اضافہ ہے یعنی پچھلے سال 38.38 فیصد اضافہ تھا۔ امسال 81.58 فیصد اضافہ ہے تو اللہ کرے کہ یہ رفتار اسی طرح آگے بڑھتی رہے تو تعداد مجاہدین کے لحاظ سے بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے نمایاں فرق ہے 18000 کے مقابل پر 22682 تعداد بنی ہے۔ جو 4499 کے

اضافے کی مظہر ہے۔

گذشتہ سال 1990ء کے آخر پر جب یہ رپورٹ مجھے پیش کی گئی تو مَیں نے مال والوں سے اس توقع کا اظہار کیا یا شاید خطبہ میں کہا ہوگا کہ بیرونِ پاکستان عنقریب چندہ وقفِ جدید میں انشاء اللہ ایک کروڑ تک پہنچ سکتا ہے۔

اب تک جو وصولیاں ہوئی ہیں اس کو اگر ہم پاکستانی روپوں میں تبدیل کریں تو تین ممالک کو چھوڑ کر باقی ممالک کی کل وصولی 76 لاکھ 96 ہزار روپے ہوگئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عنقریب اگلے سال یا اس سے اگلے سال انشاء اللہ یہ کروڑ سے اوپر نکل جائے گی۔

افریقہ کے ممالک میں بہت ہی زیادہ غربت ہے اور جب مَیں ان کے اعداد وشمار پڑھ کر سناتا ہوں تو ان کو تخفیف کی نظر سے نہ دیکھیں، رحم کی نظر سے بھی دیکھیں اور دعا کی نظر سے دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ انکی توفیق بڑھائے ورنہ مجھے علم ہے کہ افریقہ کے ممالک میں خدا کے فضل سے اخلاص کے لحاظ سے کوئی کمی نہیں ہے لیکن صرف ایک وجہ نہیں ہے کہ وہ وقفِ جدید کی تحریک میں اتنا پیچھے رہ گئے ہیں ایک اور وجہ یہ ہے کہ وقفِ جدید کے سیکریٹریان کا قصور معلوم ہوتا ہے ورنہ بعض دوسری مالی تحریکات میں وہ تصویر جو وقفِ جدید نے پیش کی ہے اس سے بہت بہتر تصویر ابھرتی ہے تو یہ اعداد وشمار بتا رہے ہیں کہ انتظامیہ کا قصور ہے وقفِ جدید کو اہمیت نہیں دی گئی حالانکہ وقفِ جدید کا نظام وہاں واقعۃً جاری ہو چکا ہے۔ دیہاتی معلمین جگہ جگہ کام کر رہے ہیں اور بہت اچھا کام کر رہے ہیں بلکہ ہمارے مرکزی مبلغین جو ہیں وہ دیہاتی معلمین کے محتاج رہتے ہیں کیونکہ افریقہ کے دیہاتی معلمین میں تقریر کا ایک ایسا ملکہ ہے کہ بڑے بڑے پڑھے لکھے بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یہ ان کا کوئی روایتی فن ہے جو ان کے خون میں چلا آ رہا ہے اس لئے معمولی تعلیم والے بھی جب کسی صاحب علم کا ساتھ دیتے ہیں تو اس کی ہر بات کو ایسی عمدگی سے پیش کرتے ہیں کہ ایک تموج سننے والوں میں پیدا ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ یوں لگتا ہے جیسے آواز کی لہریں آپ دیکھنے لگ گئے ہیں۔ ان کے اندر عجیب قسم کی سنسناہٹ سی دوڑنے لگتی ہے۔ مَیں جب دَورے پر وہاں گیا تھا تو بڑے بڑے عالم میری تقریر کے ترجمے ایسے نہیں کرتے تھے جتنا یہ دیہاتی معلم کرتے تھے۔ بہت غریبانہ حالت میں یہ بیچارے کام کر رہے ہیں۔ اگر افریقہ کے ممالک وقفِ جدید کی طرف توجہ کریں تو یہ سارا روپیہ انھیں معلمین کی فلاح و بہبود پر استعمال ہوگا اور اب ہم باہر کی جگہوں سے جو روپیہ لا کر ان پر خرچ کرتے ہیں پھر انشاء اللہ تعالیٰ مقامی طور پر افریقہ خود اس کام کو سنبھال لے گا۔

بہر حال ماریشس صفِ اوّل پر ہے وہ ظاہر بات ہے کیونکہ ماریشس کا معیارِ زندگی باقی افریقہ سے

بہت اونچا ہے ۔ نائیجریا کی وصولی صرف 536 پاؤنڈ ہے اور یہ ماننے والی بات نظر نہیں آتی جتنا مرضی غربت کو آپ اسکا ذمہ دار قرار دیں اوّل تو نائیجیریا اتنا غریب ہے ہی نہیں جتنا باقی افریقہ کے دوسرے ممالک ہو چکے ہیں اور دوسرے وہاں کی جماعت کو مَیں جانتا ہوں بڑے بڑے مخلص قربانی کرنے والے ایسے بھی ہیں جنھوں نے بڑی بڑی جائیدادیں جماعت کے سامنے پیش کی ہیں کافی صاحبِ حیثیت لوگ ہیں ۔تو یہ قصور جو بھی ہے یا امارت کا قصور ہے یا سیکریٹری وقفِ جدید کا قصور ہے اور الگ الگ بھی نہیں کہنا چاہئے ،دونوں کا مل کر ہے ۔ بہر حال امیر بھی ذمہ دار ہے اور سیکریٹری بھی ذمہ دار ہے ۔

بینن صرف 478 پاؤنڈ ہے ۔ساؤتھ افریقہ صرف 416 پاؤنڈ ہے ، گیمبیا صرف 370 پاؤنڈ ہے مگر گیمبیا کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہاں واقعۃً بہت غربت ہے اور جو روز مرہ کے چندے ہیں ان میں وہ اللہ کے فضل سے ذمہ داری سے ادائیگی کرتے ہیں اور جتنی مجھے توقع تھی اس سے زیادہ ذمہ داری سے وہ ماہانہ چندے ادا کرنے والے ہیں اور یہ رجحان اب خدا کے فضل سے بڑھتا چلا جا رہا ہے ۔ سیرالیون 317 پاؤنڈ ہے ۔ کینیا 248 ہے یہ تو کسی طرح بھی قابلِ فہم نہیں ہے ۔ کینیا میں ایک بڑی تعداد ایسے متمول پاکستانی دوستوں کی بھی ہے اور درمیانی طبقے کی بھی ہے کہ اگر وہی وقفِ جدید میں مسابقت کی روح سے حصہ لیں تو سینکڑوں کی بجائے ہزاروں تک تو آسانی سے پہنچ سکتے ہیں اور اب تو کینیا میں تیزی سے افریقن لوگوں میں بھی خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ پھیل رہی ہے ۔اس سے پہلے یہ کمزوری تھی کہ افریقن قوموں میں جماعت کا نفوذ کم تھا لیکن اب یہ کمزوری ختم ہو چکی ہے اور بڑی تیزی سے افریقن قوموں میں نفوذ ہو رہا ہے اور وہ بھی خدا کے فضل سے چندے کے معاملے میں پیچھے رہنے والے لوگ نہیں ہیں ،غریب ہیں مگر دل کے امیر ہیں ۔ پس یہ جو تصویر ہے یہ بھی جماعت کے انتظام کی کمزوری کی تصویر ہے نہ کہ ان لوگوں کی اقتصادی یا دینی حالت کی تصویر ۔ تنزانیہ بھی اسی پہلو سے قابلِ توجہ ہے ۔اس کی وصولی صرف 231 ہے آئیوری کوسٹ 174 اور یوگنڈا 83 پاؤنڈ ، حالانکہ یوگنڈا میں مَیں خود جانتا ہوں کہ بعض یوگنڈن احمدی ایسے ہیں کہ وہ اکیلے بھی باقی چندوں کے علاوہ سینکڑوں پاؤنڈ دے سکتے ہیں تو صاف پتہ چلتا ہے کہ جنھوں نے تحریک کرنی تھی جنھوں نے اہمیت سمجھانی تھی وہ افسوس ہے کہ اس معاملے میں ناکام رہے ہیں ۔

مشرقِ بعید کے ممالک میں کل ادائیگی کے لحاظ سے انڈونیشیا نمبر 1 ہے ، جاپان نمبر 2 ، آسٹریلیا نمبر 3 ، سنگاپور نمبر 4 ، فجی نمبر 5 ، اور پہلی تین پوزیشنوں میں فی کس قربانی کے لحاظ سے جاپان کوریا اور سنگاپور آتے ہیں ۔

پاکستان میں کراچی نمبر 1 ہے ، ربوہ نمبر 2 ، لاہور نمبر 3 ، فیصل آباد نمبر 4 ، سیالکوٹ نمبر 5 ،

راولپنڈی6، گجرات نمبر 7، سرگودھا نمبر 8، اسلام آباد نمبر 9 اور گوجرانوالہ نمبر 10 پر ہے۔

اب میں خلاصہ رپورٹ مکرم امیر صاحب USA پڑھ کر سناتا ہوں وہ کہتے ہیں کہ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَات کے سلسلہ میں جو خصوصی مساعی کی گئی ہیں ان میں 300 فیملیز کو دسمبر 1991ء کے خطبہ کی کیسیٹس بھجوائی گئیں اس تاکید کے ساتھ کے سارے مل کر سنیں اور پھر بتائیں کہ کیا ارادے ہیں۔ بہت عمدہ تجویز تھی اور یقیناً بڑی محنت سے یہ کام کیا گیا ہے وقفِ جدید کے سلسلہ میں 6 سال کے خطباتِ جمعہ کے متن تمام مربیان کو بھجوائے گئے تا کہ وہ اس کی روشنی میں احباب کو توجہ دلائیں۔14 جماعتوں نے ہفتہ وقفِ جدید منایا۔ مکرم انور محمود خاں صاحب جو نیشنل سیکریٹری ہیں انھوں نے ایسٹ اور ویسٹ کوسٹ کی جماعتوں کا دورہ کر کے احباب کو تقاریر کے ذریعے خصوصی توجہ دلائی۔20 افرادِ جماعت نے کم از کم ایک ہزار ڈالر پیش کرنے کا وعدہ کیا اور ادا کر دئے اور لجنہ نے بھی غیر معمولی تعاون کیا اور بارہ سال سے کم عمر کے 561 بچوں کو لجنہ کی کوششوں سے داخل کیا گیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے وصولی 87051 ڈالر ہوئی جو 1991ء کے وصولی کے مقابل پر 216 فیصد اضافے کے ساتھ ہوئی ہے۔

اب آخر پہ کینیڈا کی رپورٹ کا خلاصہ سنا دیتا ہوں وہ کہتے ہیں کہ کینیڈا نے وقفِ جدید میں مجموعی وصولی 25 ہزار 666 کے مقابل پر امسال 48 ہزار 234 ڈالر کی وصولی پیش کی ہے۔ گزشتہ سال 2500 افراد شامل تھے امسال 3480 شامل ہوئے ہیں اور بعض جماعتوں کے 100 فیصد افراد اس تحریک میں شامل ہو گئے ہیں اور یہ بہت بڑی چیز ہے، 100 فیصد افراد کے شامل ہونے کے لحاظ سے میرا خیال ہے دنیا بھر میں کینیڈا کے مقابل پر اور کوئی ملک نہیں ہے۔ 100 فیصد افراد شامل کرنے والی جماعتوں میں کیلگری، وینکوور، رجائنہ، لنڈن (اونٹاریو)، مارکھم، سکاربرو، مالٹن، ایڈمنٹن، سسکاٹون، سنٹرل ٹورانٹو، مسی ساگا اور روان کی جماعتیں شامل ہیں۔

ہمارے مبارک احمد صاحب نذیر جو نذیر احمد علی صاحب کے صاحبزادے ہیں اور وقف کیا ہوا ہے۔ باقاعدہ جامعہ احمدیہ میں تعلیم تو نہیں حاصل کی لیکن دینی علم چونکہ کافی تھا اس لئے ان کو جامعہ کی تعلیم کے بغیر ہی میدان میں بھیج دیا گیا انھوں نے بہت محنت کی ہے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ بعض جگہ منفی 30 درجے ٹمپریچر تھا اور یہ اپنی ایک ٹیم بنا کر ایک ایک گھر گھر پہنچے اور دروازے کھٹکھٹائے اور ان کو بیدار کیا اور وصولیاں لے کر آئے اس وجہ سے اس سارے علاقہ میں خدا کے فضل سے اکثر جماعتیں اب یہ کہہ سکتی ہیں کہ ہمارے 100 فیصد افراد وقفِ جدید میں شامل ہو گئے ہیں۔ تو یہ ایک بہت ہی بڑی کامیابی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی۔ اب چونکہ وقت ختم ہو چکا ہے اس لئے باقی باتیں مَیں انشاءاللہ آئندہ خطبہ

جمعہ میں پیش کروں گا۔

یاد رکھیں کل صبح یہاں کے وقت کے مطابق 10 بجے قادیان کے جلسہ میں ہماری شمولیت ہوگی اور پرسوں ناغہ ہے۔ پھر آخری دن انشاء اللہ پیر کے روز 10 بجے قادیان کے جلسے میں شمولیت ہو گی ۔ابھی اطلاع ملی ہے کہ اس وقت وہاں جلسہ کے 5 ہزار شرکاء ہمارے ساتھ اللہ کے فضل کے ساتھ جمعہ میں شامل ہیں اور کل انشاء اللہ یہ تعداد اور بھی بڑھ جائے گی اب مَیں اجازت چاہتا ہوں پھر انشاء اللہ کل دوبارہ حاضر ہوں گا۔ پرسوں ناغہ، پیر کو پھر انشاء اللہ اسی وقت، ایک گھنٹے کے لئے اختتامی خطاب ہوگا اور آئندہ جمعہ یکم کو آئے گا یعنی اگلے سال کا آغاز جمعہ کے روز ہو رہا ہوگا تو ساری دنیا کو نئے سال کی مبارک باد انشاء اللہ اگلے جمعہ میں پیش کی جائے گی۔ السلام علیکم





اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جنوری 1993ء بیت الفضل لندن

''......گزشتہ خطبہ میں وقفِ جدید کا جو اعلان ہوا تھا اس میں دو باتیں تو غلطی سے ایسی بیان ہوئیں جن کی تصحیح ضروری ہے اور ایک پہلو ''وقف جدید اطفال نو'' کا ذکر رہ گیا تھا وہ مَیں اب کروں گا۔

سب سے پہلے تو ایک عددی غلطی ہے یعنی جب مَیں نے پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش کی جماعتوں کے علاوہ باقی دنیا میں وقفِ جدید کے وعدوں اور وصولی کے لحاظ سے 1991ء اور 1992ء کا موازنہ کیا تو غلطی سے یہ کہہ دیا کہ 66 فیصد اضافہ ہوا ہے حالانکہ جو فقرہ نیچے لکھا ہوا تھا وہ 66 ہزار کا تھا اور باقی جگہ فیصد چل رہی تھی اس لئے میرے منہ سے بھی 66 ہزار کی بجائے 66 فیصد نکل گیا یہ درستی ہو جانی چاہئے۔ 34.64 فیصد اضافہ ہوا تھا۔

دوسرے مَیں نے حضرت شیخ محمد احمد صاحب کا ذکر کرتے ہوئے ان کو صحابی بیان کر دیا تھا۔ آپ کی پیدائش دراصل 14 رنومبر 1896ء کی ہے جبکہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب جو ان کے بزرگ صحابی والد تھے وہ اس سے پہلے احمدی ہو چکے تھے اور یہ پیدائشی احمدی تھے تو مجھے چونکہ یاد تھا کہ یہ پچھلی صدی میں پیدا ہوئے تھے اور حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کا ایک بڑا حصہ انھوں نے پایا ہے اس لئے مَیں نے صحابی کہہ دیا۔ اس سلسلہ میں ایک خط کا اقتباس میرے سامنے ہے جو حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے شیخ محمد احمد صاحب کی پیدائش پر ان کے والد کے نام مبارکباد کا خط لکھا۔ وہ خط یہ ہے:

''مجی اخویم منشی ظفر احمد صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

لڑکا نوزاد مبارک ہو اس کا نام محمد احمد رکھ دیں۔ خدا تعالیٰ با عمر کرے''

حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سارے کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے تو اس زمانے میں کوئی سیکرٹری تو ہوا نہیں کرتے تھے اور کتابیں بھی لکھنا، بڑے بڑے مضامین لکھنا۔ پھر بے شمار اور دوسرے کام تھے کہ یقین نہیں آتا کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اتنے کام ممکن ہیں۔ پھر اپنے صحابہ کی دلداری کے لئے اپنے ہاتھ سے آپ انھیں خط بھی لکھا کرتے تھے مگر تحریر مختصر اور بہت سے مضامین کو چند الفاظ میں سمیٹتے ہوئے۔

اس خط میں یہ ''با عمر کرے'' والی جو بات ہے یہ ہر خط میں آپ نہیں لکھا کرتے تھے کسی خط میں

کوئی دعا ہوتی تھی، کسی خط میں کوئی دعا ہوتی تھی۔اور یہ پڑھ کر مجھے خیال آیا کہ جماعت کو بھی اپنے ان جذبات میں شریک کروں۔

حضرت شیخ محمد احمد صاحب کی عمر غیر معمولی حالات میں بہت سخت بیماریوں کا شکار رہنے کے باوجود خدا کے فضل سے لمبی سے لمبی ہوتی چلی گئی ہے اور دعا کا ایک چھوٹا سا فقرہ یہ تھا کہ

''خدا تعالیٰ باعمر کرے ''

تو باعمر تو ہو گئے اب سو سال پورے ہونے میں چار سال رہتے ہیں۔اللہ کرے کہ یہ اگلی صدی بھی دیکھیں عمر کی اگلی صدی بھی اور دوسری بھی، یہ تو ہماری ایک خواہش اور تمنا ہے لیکن یہ دعا ضرور ساتھ کرنی چاہئے کہ صحت و عافیت کی شرط کے ساتھ، باہوش بامراد رہتے ہوئے۔ایسی حالت میں لمبی زندگی کی دعا کرنا مناسب نہیں کہ انسان صاحبِ فراش ہو چکا ہو دوسروں پر بوجھ بن چکا ہو اور حضرت شیخ صاحب کے متعلق تو مَیں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ بڑے خوددار انسان ہیں اور ادنیٰ سا بوجھ بھی کسی پر ڈالنا پسند نہیں کرتے اس لئے ہماری تمنا اور خواہش ہے البتہ اللہ کے ہاں جو بھی منظور ہو اسی پر ہم راضی ہیں۔پس ان کو جو صحابی کہا گیا تو اس لئے کہ خیال تھا کہ اس زمانے میں ضرور کسی وقت گئے ہوں گے لیکن یہ معلوم کر کے تعجب ہوا ہے کہ کبھی بھی حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں خود حاضر ہونے کا موقع نہیں ملا اور اس زمانے میں جو بعض عُشّاق صحابہ تھے ان کی عشق کی عُجلت نے بھی ایسا کیا ہے۔بعض دفعہ انسان ایک خیال میں ایسا مگن ہو جاتا ہے کہ اپنے گردوپیش، اپنے ماحول، اپنے بچوں تک کی فکر نہیں رہتی تو وہ اس شدت کے جذبے سے قادیان کی طرف کھینچے جایا کرتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کی ہوش نہیں تھی کہ مَیں اپنے بچے کو بھی لے جاؤں اور اس کو بھی صحابی بنا لوں مگر مَیں نے جو صحابی کہا ہے تو صرف عمر کی وجہ سے نہیں۔ان کی ادائیں بھی صحابہ والی ہیں۔پس میری غلطی تو اپنی جگہ لیکن ان سے بھی تو پوچھئے کہ وہ کیوں اتنے پیارے ہوئے۔جنہوں نے اپنی ساری زندگی صحابہ کی طرح صَرف کی ہو اُن کو اگر غلطی سے صحابہ میں شمار کر لیا جائے تو انسانی نقطۂ نگاہ سے تو غلطی ہے مگر خدا تو بغیر غلطی کے شامل کر سکتا ہے۔پس آخری دعا جو مَیں کرتا ہوں اور آپ سے بھی اس کی گزارش کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ حضرت شیخ محمد احمد صاحب کے لئے یہ دعا کریں کہ میرے منہ سے جو غلطی سے نکلا تھا خدا کی تقدیر میں واقعۃً لکھا جائے اور اللہ کے رجسٹر میں ان کا شمار صحابہ میں ہو۔

اَب مختصراً وقفِ جدید کے اطفال کے دفتر کا ذکر کرتا ہوں۔1966ء میں دفتر اطفال کا اجرا ہوا تھا پہلے سال 3 ہزار 365 روپے وصولی تھی اور 1991ء میں خدا کے فضل سے یہ وصولی بڑھ کر 6 لاکھ 22

ہزار596 ہو چکی ہے لیکن یہ وصولی دراصل صحیح حقیقت پیش نہیں کر رہی کیونکہ بیرونی دنیا میں اکثر ممالک میں دفتر اطفال کا الگ طور پر ریکارڈ نہیں رکھا جاتا۔اس لئے آئندہ سے اگر تمام دنیا کی جماعتیں دفتر اطفال کا حساب الگ رکھنا شروع کر دیں تو اُس سے صحیح شکل سامنے آئے گی اور یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ بہت سی مائیں اپنے بچوں کی طرف سے چندے دیتی ہیں اور بچوں کو پتہ ہی نہیں لگتا اور دفتر اطفال کے قیام کے لئے بہت حد تک یہ غرض پیشِ نظر تھی کہ بچوں کو علم ہو کہ وہ بھی چندہ دے رہے ہیں اور ان کے ہاتھوں سے چندے نکلیں اور انہیں چندوں کا شوق پیدا ہو اور بچپن کی چندوں کی یادیں آئندہ ان کے چندے دینے کے لئے ضمانت بن جائیں یا ممد ثابت ہوں۔مَیں نے اس سلسلہ میں اپنی ان دو بچیوں سے سوال کیا جو شادی شدہ ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہاں وہ سب بچوں کی طرف سے چندے دے رہی ہیں لیکن جب پوچھا کہ ان کو علم ہے تو پتہ لگا کہ نہیں۔یہ غلطی ہے۔ہماری والدہ تو ہمیں بتا کر بلکہ پیسے دے کر پھر واپس لیا کرتی تھیں یہ سمجھا کر کہ تم چندہ دے رہے ہو مَیں نہیں دے رہی۔اس کا دل پر بڑا گہرا نقش ثبت رہا اور ہمیشہ رہے گا۔اس لئے اطفال کی تحریک کے سلسلہ میں تمام دنیا کی جماعتوں کو مَیں متوجہ کرتا ہوں کہ بچوں کے دفاتر اپنے ہاں قائم کریں اور آئندہ سے جو ماں باپ بچوں کی طرف سے چندہ دیں ان کو بتا کر دکھا کر دیں بلکہ ان کو دے کر پھر واپس لیں اور کہیں کہ یہ تمہاری طرف سے چندہ ہے۔اگر ایسا کریں گے تو بچوں کے چندوں میں بھی ایک فرق آنا شروع ہو جائے گا۔بچوں کے وہ چندے جو ماں باپ کی طرف سے لکھائے جاتے ہیں مثلاً پاکستان میں اگر چھ روپے مقرر ہے تو اکثر صورتوں میں چھ روپے ہی رہتے ہیں لیکن جہاں بچے شامل ہو جائیں اور اپنے مزاج اور اپنے شوق کے مطابق لکھوائیں تو وہاں اونچ نیچ پیدا ہو جاتی ہے۔کوئی بچہ چھ دے رہا ہے کوئی دس دے رہا ہے۔کوئی پندرہ دے رہا ہے۔بعض بچے اپنے جیب خرچ اکٹھے کرتے ہیں اور پھر وہ ساری کی ساری جمع شدہ رقم دے دیتے ہیں۔تو دراصل یہی وہ مقصد ہے جس کی خاطر دفتر اطفال کو الگ کیا گیا تھا۔مَیں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ باقی دنیا میں بھی دفتر اطفال الگ ہو گا تو آئندہ نسلوں کی تربیت کی بہت توفیق ملے گی۔

پاکستان میں دفترِ اطفال میں جو اوّل دوم،سوم آئے ہیں اَب اُن کا اعلان کرتا ہوں۔سب سے پہلے تو اہلِ ربوہ خوشخبری سننے کے لئے تیار ہو جائیں۔سارے پاکستان میں دفتر اطفال میں سب سے زیادہ ربوہ کے بچوں نے حصہ لیا ہے اور کمیّت کے لحاظ سے بھی اور کیفیت کے لحاظ سے بھی۔خدا کے فضل سے ربوہ کے بچوں نے 88538 روپے اس مد میں ادا کئے۔دوسرے نمبر پر لاہور کی باری ہے اور تیسرے نمبر پر کراچی کی لیکن مجھے یہ خیال ہے کہ کراچی زیادہ دیر تک تیسرے نمبر پر نہیں رہے گا۔وہ یہ سن کر کافی شرمندہ

ہونگے کہ لاہور سے تقریباً تیسرا حصہ پیچھے رہ گئے ہیں یعنی لاہور اُن سے تین حصے آگے بڑھ گیا ہے۔اب مَیں زیادہ اعداد و شمار نہیں بتاتا کیونکہ شرمندہ کرنا مقصود نہیں بلکہ محض مہمیز دینا میرے پیشِ نظر ہے کہ ذرا ولولے پیدا ہوں اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔راولپنڈی چوتھے نمبر پر آتا ہے۔ گوجرانوالہ پانچویں نمبر پر، سیالکوٹ چھٹے پر، سرگودھا ساتویں پر، فیصل آباد آٹھویں نمبر پر، شیخوپورہ نویں پر اور تھرپارکر دسویں نمبر پر۔

(ہفت روزہ بدر قادیان۔11رفروری1993ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 31؍دسمبر 1993ء بمقام ماریشس

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

1993ء کا سال جمعہ کے روز ہی شروع ہوا تھا اور جمعہ کے روز ہی ختم ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ غیر معمولی برکتیں جماعت کے لئے لایا ہے جو آئندہ ہمیشہ جاری رہنے والی ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ سال اس حال میں اختتام پذیر ہو رہا ہے کہ اگلے سال کے لئے بھی بہت سی خوشخبریاں پیچھے چھوڑ کر جا رہا ہے۔ جن کا ذکر میں انشاء اللہ وقفِ جدید کے اعلان کے بعد دوسرے حصے میں کروں گا۔

جیسا کہ سابقہ روایات رہی ہیں ہر سال کے آخر پر جو آخری خطبہ ہو اس میں وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان کیا جاتا ہے۔ وقفِ جدید کا آغاز 1957ء کے آخر میں ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب تک خدا تعالیٰ نے مجھے منصبِ خلافت پر فائز نہیں فرمایا مَیں اس وقت سے لے کر آخر تک وقفِ جدید میں ایک خادم کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ اس پہلو سے اس تحریک سے مجھے ایک زائد قلبی وابستگی بھی ہے اور یہ اعلان کرتے ہوئے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ یہ تحریک اللہ کے فضل کے ساتھ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتی چلی جا رہی ہے اور اس کا فیض زیادہ وسیع ممالک پر محیط ہو رہا ہے۔ جب مَیں نے 1993ء کے سال کا اعلان کیا تو مجھے یاد ہے کہ مَیں نے یہ اعلان کیا تھا کہ وقفِ جدید کا جو بیرون کا حصہ ہے یعنی وقفِ جدید کا ایک تعلق تو پاکستان، بنگلہ دیش اور ہندوستان سے ہے اور شروع میں وقفِ جدید انہی ممالک سے مخصوص رہی چندوں کے اعتبار سے بھی اور خدمت کے اعتبار سے بھی۔ چند سال پہلے مَیں نے یہ اعلان کیا کہ جہاں تک چندوں کا تعلق ہے سب دنیا کو وقفِ جدید کی تحریک میں شامل ہونا چاہئے کیونکہ جب تحریکِ جدید کا آغاز ہوا تھا تو ہندو پاک اور بنگلہ دیش میں چندے جمع کئے جاتے تھے اور اسے ساری دنیا پر خرچ کیا جاتا تھا اب جبکہ ساری دنیا میں جماعتیں مستحکم ہو چکی ہیں تو اسی اصول کے تابع کہ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ کوشش کرنی چاہئے کہ باہر سے چندہ اکٹھا کر کے اب ان ممالک میں وقفِ جدید کے مقاصد پر خرچ کریں۔ اس پہلو سے جماعت نے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ غیر معمولی اخلاص کے ساتھ لبیک کہا گذشتہ سال کے آغاز پر مَیں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ بیرونِ پاکستان کا چندہ اب کروڑ کے قریب پہنچ چکا ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر جماعت ذرا مزید کوشش کرے تو اس سال کے اختتام تک انشاء اللہ

بیرون کا چندہ ایک کروڑ سے زائد ہوسکتا ہے۔ جس وقت مَیں نے یہ اعلان کیا اس وقت پاکستان سمیت کل وعدہ جات ایک کروڑ باون لاکھ چھیالیس ہزار آٹھ سو چھیاسٹھ روپے کے تھے اور بہت بڑی رقم جو درمیان میں رہ گئی تھی وہ وصولی میں کمی تھی۔ پھر بھی مجھے یہ یقین تھا اور یہ میرا لمبا تجربہ ہے کہ یہ جماعت جو حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کی جماعت ہے، ایک اعجازی جماعت ہے اس جماعت سے جتنی بھی بڑی توقعات کی جائیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انھیں پورا کرتا چلا جاتا ہے اور حیرت انگیز طور پر بعض دفعہ ایک ناممکن بات بھی ممکن ہوتی دکھائی دیتی ہے پس اسی امید پر مَیں نے یہ اعلان کیا تھا۔ آج مجھے یہ اعلان کرتے ہوئے خوشی ہورہی ہے کہ 1993ء میں وقفِ جدید کی مجموعی وصولی ایک کروڑ اکانوے لاکھ روپے تک پہنچ چکی ہے اس میں سے اگر پاکستان، بنگلہ دیش وغیرہ کا وعدہ نکال دیا جائے تب بھی ایک کروڑ بیس لاکھ روپے باہر کی وصولی ہے اور پاکستان، بنگلہ دیش اور بیرونِ ممالک کی وصولی ملا کر ایک کروڑ اکانوے لاکھ اڑسٹھ ہزار باسٹھ روپے ہوئی ہے۔ جہاں تک بیرون کے وعدوں کا تعلق ہے وہ ترانوے لاکھ انتیس ہزار تین سو بہتر روپے کے تھے جبکہ وصولی ایک کروڑ اٹھارہ لاکھ اکتیس ہزار تین سو پانچ روپے تک پہنچ گئی۔

پس خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت نے اس توقع کو بہت نمایاں طور پر پورا کیا اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح آئندہ بھی جماعت کا قدم ترقی کی طرف رواں دواں رہے گا۔ جہاں تک جماعتوں کی آپس کی دوڑ کا تعلق ہے میں نمونۃً چند جماعتوں کی مثالیں آپ کے سامنے پیش کرتا رہا ہوں۔ آج بھی چند مثالیں آپ کے سامنے رکھنے کے لئے نکالی ہیں۔ مجموعی طور پہ خدا تعالیٰ کے فضل سے پاکستان کو دنیا بھر کی جماعتوں پر وقفِ جدید کے چندے کے لحاظ سے سبقت حاصل ہوئی ہے اور وہ باقی ممالک سے نمایاں طور پر آگے ہے۔ گزشتہ سال جب جماعتوں کے عام چندوں اور چندہ وصیت وغیرہ کے متعلق مَیں نے موازنہ پیش کیا تھا اور یہ بتایا تھا جرمنی نے اس سال جماعت کی تاریخ میں پہلی مرتبہ پاکستان کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اس پر مجھے پاکستان سے بہت سے احتجاج کے خطوط ملے، شکووں کے خط ملے، جیسے مَیں نے جرمنی کو زبردستی آگے کر دیا ہو اور یہ پڑھ کر مجھے لطف آتا تھا کہ ساتھ جوش کا اظہار تھا کہ بس ایک دفعہ غلطی ہوگئی۔ اب ہم نے انھیں آگے نہیں نکلنے دینا اور اب ماشاء اللہ وقفِ جدید کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے جرمنی کو تیسرے نمبر پر کر دیا ہے۔ اور تقریباً جرمنی سے دوگنے وعدے ہیں۔ پس اللہ کے فضل سے ساری جماعتیں سبقت فی الخیر کا ایک ایسا جذبہ رکھتی ہیں کہ اس کی مثال دنیا کی کسی اور قوم، کسی اور جماعت میں نہیں مل سکتی۔ پاکستان نمبر ایک ہے اور امریکہ چالیس لاکھ تریسٹھ ہزار روپے کی وصولی کے ساتھ دوسرے نمبر پر آتا ہے۔ تیسرے نمبر پر جرمنی ہے اور جب تک ماریشس کا نام نہیں آتا مَیں یہ فہرست

پڑھتا چلا جاؤں گا چوتھے نمبر پر کینیڈا ہے۔ پانچویں نمبر پر برطانیہ ہے۔ چھٹے نمبر پر انڈیا ہے۔ ساتویں نمبر پر سوئٹزرلینڈ ہے۔ آٹھویں پر جاپان ہے۔ نویں پر انڈونیشیا اور دسویں نمبر پر ماشاءاللہ ماریشس ہے۔ جماعت کی تعداد کے لحاظ سے ماریشس نے خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت نمایاں قربانی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مبارک فرمائے۔

فی کس قربانی کے لحاظ سے سوئٹزرلینڈ نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ وقفِ جدید میں ہم نے دنیا کے کسی اور ملک کو آگے نہیں نکلنے دینا۔ اس سال بھی خدا کے فضل سے وہ اس عہد پر قائم رہے چنانچہ فی کس وصولی کے لحاظ سے یعنی (80) اسّی پونڈ سے کچھ زائد فی کس چندہ وقفِ جدید، چندہ دہندگان نے ادا کیا جو خدا کے فضل سے غیر معمولی قربانی ہے کیونکہ بے شمار دوسرے چندے بھی ہیں اور وقفِ جدید ان میں نسبتاً چھوٹی حیثیت کا چندہ ہے۔ اس میں انھوں نے نہ صرف یہ کہ نمایاں طور پر غیر معمولی قدم آگے بڑھایا ہے بلکہ جاپان جو کبھی ان کے قریب تھا اسے تقریباً نصف فاصلے پر پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ جاپان کا فی کس وعدہ 47 پونڈ ہے۔ بیلجیئم ایک چھوٹا سا ملک ہونے کے باوجود خدا کے فضل سے تیزی سے ترقی کر رہا ہے جماعت میں تبلیغ کے لحاظ سے بھی غیر معمولی جوش ہے ان کی وصولی فی کس کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر ہے اور امریکہ بہت معمولی فرق کے ساتھ چوتھے نمبر پر اور نمبر پانچ پر جرمنی ہے۔ اگر دسویں نمبر پر ماریشس ہوتا تو مَیں پوری لسٹ پھر پڑھ جاتا تا کہ آپ کا نام پھر سامنے آجائے۔ لیکن ایک اور لسٹ ہے۔ جس کے لحاظ سے آپ کا نام سامنے آنیوالا ہے، ماشاءاللہ۔

ایک پہلو سے افریقہ کا ایک ملک غانا سب دنیا سے آگے نکل گیا ہے اور وہ پہلو چندہ دہندگان کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ کرنے کا ہے۔ یعنی وقفِ جدید میں جتنے پہلے چندہ دینے والے تھے، ان میں کتنا مزید اضافہ ہوا ہے اس لحاظ سے سب سے زیادہ اضافہ کرنے والا غانا ہے۔ ان کی تعداد 1992ء میں صرف 2520 تھی اور اب ماشاءاللہ 9970 ہوگئی ہے۔ جماعت غانا بھی ہر پہلو سے بیدار ہو رہی ہے اور ماشاءاللہ نمبر دو پر گیمبیا ہے جہاں پر ابھی بہت زیادہ کام کی گنجائش ہے۔ نمبر تین پر فلسطین ہے جنھوں نے سو فیصد سے بھی زائد چندہ دہندگان کی تعداد بڑھائی، پھر انڈونیشیا ہے پھر بیلجئم اور چھٹے نمبر پر ماریشس کی باری ہے جہاں 843 وعدہ دہندگان کی تعداد خدا کے فضل سے بڑھ کر 1142 ہو چکی ہے اور جس طرح مَیں نے یہاں جماعت کو مخلص پایا ہے اور ہر فردِ بشر سے ملاقات کر کے مَیں نے یہاں اندازہ لگایا ہے، مَیں سمجھتا ہوں کہ معمولی سی توجہ کرنے سے آئندہ سال تعداد کے لحاظ سے بھی یہاں غیر معمولی اضافہ ہوسکتا ہے۔ ساتویں نمبر پر سوئٹزرلینڈ ہے۔

مختلف جماعتوں کے آگے بڑھنے میں منتظمین کی محنت، خلوص اور دعاؤں کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ وہ جماعتیں جو محض صفر کے قریب ہوتی ہیں جب ان میں انتظامیہ میں تبدیلی پیدا کی جائے، مخلص فدائی کارکن آگے آئیں تو غیر معمولی طور پر وہاں تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور صفر کے قریب ہونے کی بجائے وہ سو کے قریب پہنچ جاتی ہیں۔ یہ عمومی طور پر سب دنیا میں ہمارا تجربہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ جماعتِ احمدیہ کا اخلاص عالمی طور پر تقریباً یکساں ہی ہے۔ تمام دنیا کے احمدی قربانی اور فدائیت کے جذبے اور اخلاص میں ایک لحاظ سے برابر کی چوٹ ہیں۔ لیکن انتظامیہ کمزور ہو جاتی ہے، بعض جگہ انتظام کا تجربہ نہیں ہوتا۔ نئے نئے ممالک ہیں ان کو سلیقہ نہیں کہ کس طرح کام کرنا ہے، کس طرح دل بڑھانا ہے اور ہر فردِ بشر تک پہنچنا ہے۔ جتنی بھی خامیاں دکھائی دی گئی ہیں وہ کارکنوں کی کمزوری یا ناتجربہ کاری کی وجہ سے ہیں۔ یہی غانا جو خدا تعالیٰ کے فضل سے لمبی چھلانگیں مار کر آگے نکلا ہے ایک زمانے میں بہت پیچھے تھا اب انتظامیہ میں ایک بیداری بھی پیدا ہو رہی ہے۔ ایک نیا ولولہ پیدا ہو رہا ہے۔ تجربہ بڑھ رہا ہے۔ تبلیغ کے میدان میں بھی غانا اب بڑے زور سے آگے بڑھ رہا ہے اور چندوں کے میدان میں بھی اب خدا کے فضل سے بیداری کے آثار نمایاں ہیں۔ اس لئے تمام دنیا کے امراء کو اپنی انتظامیہ کے معیار پر نگاہ رکھنی چاہئے اور جہاں کہیں کمزوری دیکھیں تو یقین کریں کہ جماعت کے اخلاص کی کمزوری نہیں یہ انتظامیہ کی کمزوری اور ناتجربہ کاری ہے۔ اس پہلو سے امیر اگر اپنے ہر شعبے پر نظر رکھے اور سال کے آغاز ہی سے کمزور شعبوں کو خاص توجہ دے کر آگے بڑھانے کی کوشش کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ سال کے آخر تک یہ ساری کمزوریاں دور نہ ہو جائیں۔ دنیا کے ہر ملک کے متعلق میرا تجربہ یہی ہے کہ جہاں انتظامیہ کو بہتر بنایا گیا وہاں اللہ کے فضل سے جماعت نے ضرور ساتھ دیا ہے۔ کبھی شکوہ نہیں ہوا کہ جماعت کمزور ہے، ہمت ہار بیٹھی ہے، اخلاص کے ساتھ جواب نہیں دیتی کیونکہ اس جماعت کی گھٹی میں **لبیک اللھم لبیک** لکھ دیا گیا ہے۔ یہ اللہ کی تقدیر ہے جو جاری ہو چکی ہے۔ اس لئے جماعت کے اخلاص کے بارے میں مَیں امید رکھتا ہوں کہ آئندہ بھی کبھی کوئی شکوہ پیدا نہیں ہوگا منتظمین کو بیدار رہنا چاہئے اور توجہ کرنی چاہئے۔ امریکہ نے جو غیر معمولی طور پر وقفِ جدید میں کامیابی حاصل کی ہے اس کا سہرا بھی ایک حد تک وہاں کے نیشنل سیکرٹری وقفِ جدید انور محمود خان صاحب کے سر پر ہے اور امیر صاحب USA نے خاص طور پر ان کی محنت کی تفصیل بھیجی ہے تاکہ ان کو دعا میں یاد رکھا جائے۔ اسی طرح باقی سب دنیا میں جو مخلصین خدمت دین پر مامور ہیں ان کو آپ سب اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

وصولی کی اجتماعی حیثیت کے لحاظ سے یعنی وقفِ جدید کے تمام شعبوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے

(باہر کی دنیا میں تو زیادہ چندے نہیں ہیں لیکن پاکستان میں وقفِ جدید کے اور بھی شعبے ہیں مثلاً بالغان کا چندہ ہے، اطفال کا چندہ ہے۔ اسکے علاوہ وہ مراکز جہاں وقفِ جدید کے معلم بھیجے جاتے ہیں۔ ان کا ایک الگ چندہ ہوتا ہے پھر تھر پارکر کی تحریک کے لئے الگ چندہ ہے تو ان سب چندوں کو عمومی طور پر ملحوظ رکھتے ہوئے) پاکستان کی جماعتوں کا مقابلہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کراچی سارے پاکستان کی جماعتوں میں اول نمبر پر رہے۔ ربوہ دوسرے نمبر پر ہے لاہور تیسرے نمبر فیصل آباد چوتھے اور سیالکوٹ پانچویں نمبر پر ہے، اسلام آباد چھٹے نمبر پر ہے، گوجرانوالہ نمبر سات، راولپنڈی نمبر آٹھ پر ہے۔ گجرات نمبر نو اور شیخوپورہ دسویں نمبر پر ہے۔ جہاں تک دفتر اطفال یعنی محض بچوں سے چندہ اکٹھا کرنے کا تعلق ہے اس میں بھی کراچی تمام پاکستان کی جماعتوں میں سبقت لے گیا ہے اور ربوہ کی بجائے لاہور دوسرے نمبر پر آیا ہے اور تھوڑے سے فرق کے ساتھ ربوہ، پھر فیصل آباد، گوجرانوالہ، راولپنڈی، سیالکوٹ، شیخوپورہ، سرگودھا اور پھر کوئٹہ کی باری ہے۔

یہ مختصر کوائف مَیں نے آپ کے سامنے رکھے ہیں۔ تمام دنیا کی جماعتیں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں لیکن دعا میں صرف اپنے آپ کو یاد نہ رکھیں بلکہ سب دنیا کی جماعتوں کو یاد رکھیں۔ خصوصیت سے وہ جماعتیں جو غیر معمولی قربانی کر کے آگے بڑھ رہی ہیں ان کے لئے جزاء کی دعا کرنی چاہئے اور جو پیچھے رہنے والی ہیں ان کے لئے آگے بڑھنے کی دعا کرنی چاہئے۔ ہماری دعاؤں میں اجتماعیت ہونی چاہئے اور یہ نہ ہو کہ ہر جماعت صرف اپنے لئے دعا کرے پس مَیں تمام دنیا کی جماعتوں کو تمام دنیا کی جماعتوں کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہوں اور خصوصیت سے جو محنت کرنے والے کارکنان ہیں ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں تا کہ ہمارا آئندہ سال پہلے سے بہت بڑھ کر بابرکت ثابت ہو۔

اس ضمن میں یہ ایک عجیب اتفاق ہے یا اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے کہ ماریشس کی سرزمین سے مَیں نے وقفِ جدید کے اگلے سال کا اعلان کرنا تھا اور ماریشس کے ہی ایک مخلص نوجوان جو واقفِ زندگی ہیں یعنی عبدالغنی جہانگیر ان کو اللہ تعالیٰ نے رویاء میں وقفِ جدید کے متعلق ہی کچھ دکھایا اور تقریباً مہینہ ڈیڑھ مہینہ پہلے انھوں نے بڑے تعجب سے مجھے یہ رؤیا لکھا جو بہت معنی خیز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے ایک رویاء دیکھا جس کا دل پر گہرا اثر ہے لیکن سمجھ نہیں آرہی کہ کیا مطلب ہے؟ مَیں نے دیکھا کہ جماعت احمدیہ ایک میز کی طرح ہے جس کی ٹانگیں بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہیں لیکن وقفِ جدید کی اور تحریکِ جدید کی دو ٹانگیں باقی ٹانگوں سے زیادہ تیز بڑھ رہی ہیں۔ یہاں تک کہ دیکھتے دیکھتے وقفِ جدید کی ٹانگ بہت ہی زیادہ تیزی کے ساتھ بڑھنی شروع ہوگئی۔ تحریکِ جدید کی ٹانگ نے پوری کوشش کی کہ ساتھ مقابلہ کرے

لیکن نہ کر سکی تو اچانک مَیں نے دیکھا کہ تحریکِ جدید کی ٹانگ میں بولنے کی طاقت پیدا ہوئی اور اس نے کہا بس بس! اب مَیں اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتی۔ تم بڑھنا کم کر دو، ہلکا کر دو۔

وقفِ جدید کی ٹانگ نے جواب دیا یہ میرے بس کی بات نہیں ہے مَیں اپنے اختیار سے نہیں بڑھ رہی، مجھے بڑھنا ہی بڑھنا ہے۔ اس کی تعبیر کچھ تو چندوں کی شکل میں نظر آ رہی ہے۔ جس تیز رفتاری کے ساتھ وقفِ جدید کے چندے گزشتہ سال کے مقابل پر بڑھ رہے ہیں اتنا تیز اضافہ تحریکِ جدید میں نہیں ہے۔ اس کے علاوہ برکت والی تعبیر کے متعلق امید رکھتا ہوں کہ وہ تعبیر پوری ہوگی اور وہ یہ ہے کہ وقفِ جدید کے عمل کا میدان ہندوستان، بنگلہ دیش اور پاکستان ہیں۔ اس وقت یہ صورت ہے کہ تحریکِ جدید کے تابع جو دوسری جماعتیں ہیں وہ بہت زیادہ تیزی سے آگے بڑھ رہی ہیں اس لئے مجھے امید ہے اور میری دعا ہے کہ جہانگیر صاحب کی یہ خواب ان معنوں میں پوری ہو کہ اچانک دیکھتے دیکھتے بنگلہ دیش ہندوستان اور پاکستان کی جماعتیں اس تیزی سے آگے بڑھنے لگیں کہ باہر کی جماعتوں سے آگے نکلنے لگیں اور وہ احتجاجاً کہیں کہ تم کچھ بڑھنا کم کر دو اور وہ یہ جواب دیں کہ ہمارے بس کی بات نہیں۔ یہ ہمارے رب کی تقدیر ہے جسے ہم بدل نہیں سکتیں اور خدا کرے کہ میری یہ تعبیر سچی نکلے اور اس کو سچا ثابت کر کے دکھلانے میں ان جماعتوں کو جو محنت کرنی ہے، جو دعا کرنی ہے، جس اخلاص سے خدمت کرنی ہے ہم سب مل کر ان کے لئے دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو یہ توفیق بخشے اور واقعۃً یہ نظارے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کیونکہ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کا آغاز اس ملک سے ہوا جو آج ان تین ملکوں میں بٹا ہوا ہے یعنی بنگلہ دیش، ہندوستان اور پاکستان اور جہاں سے آغاز ہوا اس علاقے کا پیچھے رہ جانا ایک رنگ میں تکلیف کا موجب ہے۔ یہ درست ہے کہ وہاں مخالفت بھی غیر معمولی طور پر زیادہ ہوئی ہے لیکن جب خدا تعالیٰ کی تقدیر فیصلہ فرمائے تو مخالفت کی کوکھ سے تائید کے ایسے دریا بہہ نکلتے ہیں اور اس قدر قوت سے وہ چشمے پھوٹتے ہیں کہ پھر دنیا کی مخالفانہ طاقتوں کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ پس یہ جو آواز عبد الغنی جہانگیر کو سنائی دی گئی ہے کہ وقفِ جدید کی تحریک کہتی ہے میرا بس کوئی نہیں، چاہوں بھی تو رک نہیں سکتی اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کا فضل ہے جو مجھے بڑھاتے ہوئے آگے لے جا رہا ہے اس لئے اس معاملہ میں میرا کوئی اختیار نہیں۔ خدا کرے جن معنوں میں مَیں نے اس کی تعبیر سوچی ہے اللہ انہی معنوں میں ہماری توقعات سے بڑھ کر اس کی تعبیر کو پورا فرمائے۔

اب مَیں جماعت احمدیہ عالمگیر کو نئے سال کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ماریشس کی سرزمین کی یہ خوش قسمتی ہے کہ آج اس مبارکباد کے ساتھ جو مَیں ایک تاریخی تحفہ جماعت احمدیہ عالمگیر کی خدمت میں پیش

کرنے والا ہوں۔اس کے اعلان کی سعادت اس سرزمین کو حاصل ہورہی ہے اور وہ تاریخی تحفہ یہ ہے کہ جب ہم نے سیٹلائٹ کے ذریعے سب دنیا سے رابطے کا آغاز کیا تو جمعہ کا ایک گھنٹہ یا کچھ زائد وقت یا کچھ جلسوں اور اجتماعات کے موقعہ پر ایک دو گھنٹے زائد ملا کرتے تھے۔احباب جماعت عالمگیر کی طرف سے بار بار اس خواہش کا اظہار ہوتا تھا کہ آپ نے عادت ڈال دی ہے۔اب ایک ہفتہ انتظار نہیں ہوتا کوشش کریں کہ خواہ کچھ بھی خرچ کرنا پڑے،روزانہ یہ پروگرام جاری ہو۔آج مَیں نئے سال کے تحفہ کے طور پر ماریشس کی سرزمین سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ آئندہ سے ایشیا کے لئے جاپان سے لے کر افریقہ تک اور اس علاقے میں براعظم آسٹریلیا بھی شامل ہے۔ ہفتہ میں ایک گھنٹہ کی بجائے ہفتہ میں ساتوں دن بارہ گھنٹے روزانہ پروگرام چلا کرے گا اور خدا کے فضل سے یہ پروگرام اب مستقل طور پر اسی سیارے سے جاری رہے گا جس کا جماعت کو علم ہو چکا ہے اور وہ اپنے انٹینا کے رُخ اس طرف کئے بیٹھے ہیں اب بیچ میں تبدیلیاں نہیں ہونگی۔ پہلے جو بار بار تبدیلی کرنی پڑتی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک گھنٹے کی اہمیت کوئی نہیں ہے بڑی بڑی کمپنیاں ایک گھنٹے والے کو سرکا کے کبھی اِدھر پھینک دیتی ہیں کبھی اُدھر پھینک دیتی ہیں۔جو بڑے گاہک ہیں ان کی خاطر ایک گھنٹہ والے کو قربان ہونا پڑتا ہے جب ہم اصرار کرتے تھے کہ ہمیں لندن کے ڈیڑھ بجے والا وقت ضرور رکھنا ہے تو کہتے تھے کہ اچھا پھر ہم تمہیں کسی اور سیارے میں پھینک دیتے ہیں۔اب ہمارا ان کے ساتھ معاہدہ ہو چکا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ معاہدہ آئندہ سالوں میں بھی جاری رہے گا اور یہ سیارہ جو ہمارے لحاظ سے بہت زیادہ موزوں ہے،اس کے ذریعے آئندہ تمام ایشیا کی جماعتیں،تمام افریقہ کی جماعتیں اور خدا کے فضل کے ساتھ شمالی افریقہ کی جماعتیں بھی (جنوبی افریقہ کے متعلق مَیں ابھی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا،غالباً وہ بھی شامل ہونگے) اور آسٹریلیا بھی،یہ سارے ممالک جن کا مَیں نے ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ روزانہ بارہ گھنٹے کا پروگرام سن سکیں گے اور دیکھ سکیں گے۔

جہاں تک یورپ کا تعلق ہے سرِ دست ہم نے روزانہ ساڑھے تین گھنٹے کا وقت حاصل کر لیا ہے اور اس کے اندر شمالی افریقہ بھی شامل ہے یعنی یورپ کا یہ جو دائرہ ہے،شمالی افریقہ تک بھی محیط ہے یعنی وہ دونوں طرف سے ہمارے پروگرام سن سکے گا اور سارا افریقہ اس کی لپیٹ میں ایشیا اور یورپ کو ملا کر آجاتا ہے۔روس کا آخری کنارہ جو مشرق کی طرف ہے وہ بھی اس میں شامل ہے اور مغرب کی طرف اور جنوب کی طرف پرتگال کا ملک شامل ہے شمال میں ناروے کا انتہائی شمالی حصہ شامل ہے۔انشاء اللہ تعالیٰ اب یورپ میں بھی اور ساتھ تعلق رکھنے والے حصہ میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے یقیناً ساڑھے تین گھنٹے روزانہ کا پروگرام بنایا جایا کرے گا۔سب سے بڑی مشکل جو زیادہ وسیع پروگراموں کے سلسلے میں پیش آتی ہے وہ

''سافٹ وئیر'' Software یعنی پروگراموں کی تیاری ہے۔ بارہ گھنٹے روزانہ کا پروگرام ویڈیو پر بنانا یہ اتنا بڑا کام ہے کہ عام آدمی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا یہی ایک جھجک تھی جس کی وجہ سے مَیں نے پچھلے سال خواہش کے باوجود اس کو ملتوی کر دیا تھا اب حالات کے تقاضے ایسے ہیں کہ اسے ملتوی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ غیر معمولی طور پر نئے علاقوں کا، نئی قوموں کا نئے مزاج کے لوگوں کا، نئی زبانیں بولنے والوں کا احمدیت کی طرف رجحان بڑھ رہا ہے اور طلب اتنی بڑھ چکی ہے کہ ناممکن ہو گیا ہے کہ جماعت احمدیہ محض لٹریچر کے ذریعہ ان پیاسوں کی پیاس بجھا سکے۔ لازم ہو گیا تھا کہ ہم ایک وسیع پروگرام کے ذریعے دنیا کی اکثر آبادی تک ٹیلی ویژن کے ذریعے پہنچ سکیں۔ خدا کے فضل سے ڈش انٹینا کا رواج دنیا میں اب بہت بڑھ گیا ہے، ہم جس دائرے میں کام کریں گے لازماً ایک کروڑ سے زائد آدمی ان پروگراموں کو دیکھنے والے ہونگے۔ ہم نے جو ڈش انٹینا کا سٹیشن لیا ہے وہ ایسا ہے کہ اس علاقے میں آج جو ہر دلعزیز پروگرام دکھائے جا رہے ہیں ان کے بالکل قریب واقع ہے اس لئے ہندوستان کے لوگ جس ڈش انٹینا کے ذریعے اپنے محبوب پروگرام دیکھتے ہیں اسی پر وہ ہمارے پروگرام بھی سن اور دیکھ سکیں گے۔ اس پہلو سے جماعت کی تبلیغ کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے۔ جہاں تک پروگراموں کا تعلق ہے گذشتہ ڈیڑھ ماہ سے انگلستان کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں، خواتین اور مرد سینکڑوں کی تعداد میں محنت کر رہے ہیں ان کے گروپ بنا کر مَیں نے ہدایت کی تھی کہ اس طرح کام کرو تو ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ اللہ کے فضل سے تقریباً جنوری کے بیس دنوں کا پروگرام یعنی بارہ گھنٹے روزانہ کے حساب سے تو وہ مکمل کر چکے ہیں اور باقی کام ابھی جاری ہے۔

علاوہ ازیں باقی دنیا کی جماعتوں کو مَیں نے نصیحت کی تھی اور تفصیل سے ہدایتیں دی تھیں کہ آپ اپنے اپنے ملک کے نقطہ نگاہ سے اور اپنے ہاں بولی جانے والی بولیوں کے نقطہ نگاہ سے خود پروگرام بنائیں۔ اگر بنگلہ دیش چاہتا ہے کہ بنگلہ دیش میں جماعت کا پروگرام عمدگی سے اعلیٰ مقاصد کو پورا کرتے ہوئے دکھایا جائے تو اصل ذمہ داری بنگلہ دیش جماعت کی ہے کہ وہ بہترین پروگرام تیار کریں اور ہمیں بھجواتے جائیں اور ہمارے پاس وقت اتنا ہے کہ ہم انشاء اللہ کھلا وقت ان کو دیتے چلے جائیں گے۔ اگر افریقہ کے کچھ ممالک مثلاً غانا چاہتا ہے کہ ہماری مقامی زبانوں میں ہمیں ٹیلی ویژن کا پروگرام پہنچایا جائے نائیجریا چاہتا ہے، سیرالیون چاہتا ہے، گیمبیا چاہتا ہے تو ان سب کا فرض ہے کہ اپنی اپنی زبانوں میں پروگرام بنائیں اور ہمیں بھیجتے چلے جائیں یہاں تک کہ بارہ گھنٹے بھی کم ہو جائیں گے اور زیادہ وقت کی ضرورت پڑے اور اس پہلو سے ہم نے معاہدے میں یہ بات شامل کر لی ہے کہ جہاں بارہ گھنٹے سے زائد ہمیں ضرورت پڑے تم نے کسی اور کے پاس یہ وقت نہیں بیچنا بلکہ پہلے گاہک ہم ہونگے تو انشاء اللہ تعالیٰ جتنے وقت کی ضرورت ہوگی

اتنا وقت لے لیا کریں گے جاپان کو چاہئے کہ اپنے لئے جاپانی پروگرام بنائے، کوریا کو چاہئے کہ کورین زبان میں پروگرام بنائیں غرضیکہ اب دنیا کی جماعتوں کے لئے ایک صلائے عام ہے، کھلی دعوت ہے آیئے شوق سے آگے بڑھیں، بھرپور حصہ لیں، اگر پاکستان چاہتا ہے کہ سندھی پروگرام بھی چلیں اور بلوچی پروگرام بھی چلیں اور سرائیکی پروگرام بھی چلیں اور پنجابی پروگرام بھی چلیں، اردو پروگرام بھی چلیں تو پاکستان کی جماعتوں کو ایسے پروگرام بنا کر ہمیں بھجوانے چاہئیں۔

جہاں تک مرکزی پروگراموں کا تعلق ہے اس سلسلے میں سب سے اہم اور سب سے عظیم الشان پروگرام یہ بنایا گیا ہے کہ مسلسل خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہترین قرأت کے ساتھ روزانہ قرآنِ کریم کی تلاوت ہوا کرے گی اور ہر آیت کے بعد مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ پیش کیا جایا کرے گا اور امید ہے انشاءاللہ ایک دو سال کے اندر ہم دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں روزانہ کچھ نہ کچھ ترجمہ پیش کر سکیں گے۔ اب آپ دیکھیں کہ رشین زبان میں جو ترجمہ کیا گیا ہے کتنے ہیں جن تک وہ پہنچ سکتا ہے، کتنے ہیں جو عربی زبان میں اصل متن کو پڑھ بھی سکتے ہیں۔ لکھوکھا میں سے ایک بھی نہیں لیکن اچھی تلاوت سے سننا تو اور بھی دل پر اثر کرتا ہے اور اگر اچھی آواز میں پڑھ کر وہ ترجمہ سنایا جائے تو دلوں پر حیرت انگیز اثر چھوڑتا ہے۔ اس لحاظ سے قرآنِ کریم کو مختلف زبانوں میں متعارف کرانے کے لئے ہمارے ترجمے کافی نہیں تھے ان کو کتابی صورت میں شائع کر کے بیچنا یا دلچسپی لینے والوں تک پہنچانا بہت بڑا کام تھا اور عام طور پر ہر زبان کا ایک بھاری طبقہ ایسا ہے کہ جو خواہش کے باوجود ہر چیز کو حاصل نہیں کر سکتا نہ ان کو ہمارا پتہ نہ ہی ہمیں ان کا پتہ۔ جن کو خواہش ہے ان کے پاس پیسے نہیں اور پھر بڑی تعداد میں ایسی قومیں بھی ہیں جن کی زبان میں ترجمے تو ہو چکے ہیں مگر ان کو پڑھنا ہی نہیں آتا، مثلاً یوروبا ہے جو نائیجیریا کے شمال میں بولی جاتی ہے اس میں اگر ترجمہ ہے تو اکثر لوگ پڑھ ہی نہیں سکتے۔ اسی طرح افریقہ کی دوسری اور بہت سی زبانیں ہیں جن کو پڑھنے والے موجود نہیں ہیں اور ہم ترجمہ کر چکے ہیں۔ اب ہم جماعت کے ذریعے غیروں کو بھی انکی اپنی زبان میں قرآنِ کریم کی تعلیم روزانہ دیا کریں گے اور اچھی تلاوت کے ساتھ جب قاری پڑھے گا تو لوگ اس کی نقل بھی اتار سکتے ہیں۔ وہ تلاوتیں پیش کی جائیں گی جن میں قاری ٹھہر ٹھہر کر پڑھے گا آرام سے، سہولت کے ساتھ کسی جلدی کے بغیر۔ پھر اس کا ترجمہ سمجھا سمجھا کر پڑھا جائے گا تو انشاءاللہ تعالیٰ قرآن کے مطالب اور معانی تمام دنیا کے لئے عام کر دیئے جائیں گے اور حضرت امام مہدیؑ کے آنے کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ وہ خزانے لٹائے گا، غیر احمدی علماء تو دنیا کے خزانوں کی انتظار لے کے بیٹھے ہیں کہ امام مہدی آئے تو دنیا کے خزانے لٹائے ان کو کیا علم کے دنیا کا سب سے بڑا خزانہ تو قرآنِ کریم کا خزانہ ہے جو آسمان سے اترا ہے ایسا

خزانہ تو دنیا میں کبھی نازل نہیں ہوا تھا اور یہی وہ خزانہ تھا جس کو بانٹنے کے لئے امام مہدی نے تشریف لانا تھا اور آج امام مہدی کے غلاموں کو یہ توفیق مل رہی ہے کہ انشاء اللہ یہ خزانہ اب گھر گھر بانٹا جائے گا۔

دوسرا اہم پروگرام زبانیں سکھانے کا ہے۔ جب وقفِ نو کی تحریک کی گئی تو اس وقت سے میرے دل میں یہ خلش تھی کہ ہم ہزاروں بچوں کو قبول تو کر بیٹھے ہیں ان کی تربیت کیسے کریں گے، ان کو زبانیں کیسے سکھائیں گے، ان کی روزمرہ کی ابتدائی تربیت ان کی اپنی زبانوں میں کیسے کریں گے۔ ہمارے پاس تو اتنے معلم نہیں ہیں کہ جہاں جہاں بچے ہیں وہاں معلم پہنچا دئے جائیں۔ ہمارے پاس اتنے زبان دان نہیں ہیں کہ جہاں جہاں زبان کے خواہشمند ہیں ان کو اہلِ زبان سے انکی اپنی زبان سکھائی جائے۔ اگر اربوں روپیہ بھی ہم خرچ کرتے تو یہ ناممکن تھا۔ جامعہ احمدیہ ربوہ میں ہی پورے استاد مہیا نہیں کہ جو عرب ہوں اور عربی کی تعلیم دے رہے ہوں، انگریز ہوں جو انگریزی کی تعلیم دے رہے ہوں، فرانسیسی ہوں جو فرانسیسی کی تعلیم دے رہے ہوں، غرضیکہ زبانیں سکھانے کا کام بہت ہی مشکل تھا اور سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیسے کریں گے اور اب تک خدا کے فضل سے پندرہ ہزار سے زائد واقفِ نو بچے جماعت کو عطا ہو چکے ہیں۔

جب یہ پروگرام بنا تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایک ایسا منصوبہ ڈال دیا جس کے ذریعے ہم دنیا کی بڑی زبانیں، اہلِ زبان کی زبان میں تمام دنیا کے احمدی بچوں کو اور بڑوں کو بھی ٹیلی ویژن کے ذریعے سکھا رہے ہونگے اور روزانہ یہ پروگرام جاری ہونگے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس سلسلہ میں جو دلچسپ بات ہے وہ یہ ہے کہ ٹیلی ویژن کا جو پروگرام دکھایا جا رہا ہوگا وہ بغیر کسی ایک زبان کے ہوگا اور اس کے ساتھ مختلف چینل میں مختلف زبانیں سکھائی جا رہی ہونگی۔ فی الحال وسیع تر ٹیلی ویژن کا جو انتظام ہے یعنی بارہ گھنٹے روزانہ والا اس میں ہمیں صرف دو چینل ملے ہیں یعنی بیک وقت دو زبانیں اس پر دکھائی جا سکیں گی جبکہ یورپ کے ساڑھے تین گھنٹے ٹیلی ویژن پر ہم بیک وقت آٹھ زبانیں سکھا سکیں گے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ کسی زبان کو سکھانے کے لئے کسی اور زبان کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اگر کریول Creole سکھانی ہے تو نہ وہ اردو میں سکھائی جائے گی نہ جرمن میں، نہ انگریزی میں، نہ فرنچ میں نہ کسی اور زبان میں سکھائی جائے گی کریول Creole کو کریول Creole میں ہی سکھایا جائے گا اور اس طرح بچے تعلیم پاتے ہیں، بچوں کے لئے کونسا آپ کوئی دوسری زبان کا سہارا ڈھونڈتے ہیں کہ بچے کو پہلے اردو میں انگریزی سکھائی جائے یا انگریزی میں اردو پڑھائی جائے۔ ماں باپ کی زبان بچے ان سے سیکھتے ہیں اور بغیر کسی دوسری زبان کے سہارے سے سیکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ اہلِ زبان بنتے ہیں۔ جب دوسری زبانوں کا سہارا نہ لیا جائے تو لفظ مضمونوں میں ڈھلتے ڈھلتے دماغ پر اتنا گہرا نقش ہو جاتے ہیں کہ اس مضمون کا کوئی بھی سایہ دکھائی دے تو

وہ لفظ از خود ذہن میں ابھرتا ہے۔ایک لفظ کے معنی کے جتنے بھی امکان ہیں وہ معنی کے سائے سمجھ لیں تو ایک لفظ میں جتنے بھی معانی کے سائے پائے جاتے ہیں وہ بچہ جس نے بغیر کسی مدد کے زبان سیکھی ہو لفظ کے ہر شیڈ کو ہر سائے کو براہِ راست سیکھا ہو تو جہاں بھی وہ اس سائے کو دیکھتا ہے سایہ سامنے آتے ہی وہ لفظ از خود اس کے ذہن میں ابھرتا ہے، یہ جو کیفیت ہے اس کو اہلِ زبان ہونا کہتے ہیں۔ ہماری زبان کا ماحول اس سے ذہن میں جذب ہو جاتا ہے اور کسی اور زبان کی مدد سے ذہن میں ترجمہ نہیں کرنا پڑتا ورنہ مَیں جب آپ سے فرنچ یا کریول زبان میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں تو مَیں پہلے انگریزی سے فرنچ میں ترجمہ کرتا ہوں اور پھر اس کو یاد کر کے آپ کے سامنے رکھتا ہوں یہ بڑی مصیبت ہے اس طرح زبان سیکھتے اور سکھاتے ہوئے کتنی دیر لگے گی۔ جو زبان کا طریق اب ہم نے اللہ کے فضل سے ایجاد کیا ہے وہ بغیر کسی زبان کے سہارے کے ہوگا۔اس ضمن میں ہمارے ایک مخلص دوست ڈاکٹر شمیم صاحب کو کچھ عرصہ پہلے بلا کر مَیں نے تفصیل سے یہ سکھایا تھا اور اب وہ خدا کے فضل سے خوب سمجھ چکے ہیں اور اس کے علاوہ انھوں نے چونکہ ذہن بہت ہی سائنٹفک پایا ہے اس موضوع پر بہت سی کتابیں بھی پڑھ لی ہیں اور بہت سے ماہرین سے انٹرویوز بھی لے لئے ہیں ان کو جس جس چیز کی ضرورت تھی وہ مہیا کر دی گئی ہے اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ جونہی وہ تیار ہونگے تمام دنیا میں جو مختلف اہلِ زبان ہیں وہ ان تصویروں کو دیکھ کر اپنے لفظوں میں اس مضمون کو بھریں گے اور تصویر ایک ہی ہوگی۔اس طرح اگر سو زبانیں سکھائیں تو سو سکھا سکتے ہیں۔رفتہ رفتہ یورپ کے چینل پر تو ایک وقت میں آٹھ زبانیں سکھائی جارہی ہونگی اور آئندہ مارچ سے انشاءاللہ تعالیٰ ایشیا کے ٹیلی ویژن پر بھی بیک وقت آٹھ زبانیں سکھائی جاسکتی ہونگی۔نہ صرف چھوٹے بلکہ بڑے بھی بے تکلف زبانیں سیکھیں گے اور دنیا کے سامنے ایک نئی مثبت طرز کے ٹیلی ویژن کا آغاز ہوگا جہاں بے حیائی کی باتیں نہ سکھائی جارہی ہونگی، میوزک کے ذریعے اخلاق کو خراب کرنے کی باتیں نہیں ہو رہی ہونگی، یہ بہت ہی نفیس اور پاکیزہ پروگرام ہونگے جو ایسے ہونگے کہ انسانی ذہن اور دل کو جذب کرنے والے ہونگے اور وہ اب دنیا کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔

اس ضمن میں مَیں دوسرے پروگراموں کا بھی ذکر کر دوں۔ایک معلوماتی پروگرام ہم نے بچوں کے لئے رکھا، صرف بچوں کے لئے نہیں بلکہ بڑے بھی اس میں شامل ہونگے۔تمام دنیا کے مما لک کے متعلق باقاعدہ پروفیشنل طریق پر بنی ہوئی ویڈیوز ملتی ہیں، ان ملکوں کے جغرافیائی حالات، ان کی تاریخ کے حالات، ان کے کلچر کے حالات وغیرہ وغیرہ یہ پیش کئے جاتے ہیں۔مگر مشکل یہ ہے کہ مغربی دنیا کے لوگ کوئی بات بھی پڑھانا چاہتے ہوں ان سے ناچ گانے کے بغیر پڑھائی نہیں جاتی اور وہ ہم شامل نہیں کرنا

چاہتے اس لئے ہم نے سوچا ہے کہ اکثر پروگرام جہاں تک ممکن ہو ہم خود بنائیں گے اس کے لئے تمام دنیا کی جماعتوں کو ہدایت دی جا چکی ہے اور وہ تیاری کر رہے ہیں۔ پھر میوزک کے بغیر خوش الحانی سے نظمیں اور دوسرے گانے سنانے کے لئے اور بعض بچوں کو سکھانے کے لئے ہم نے ایسا پروگرام بنایا ہے کہ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے عربی، فارسی، اردو قصائد اور ان کے ترجمے مختلف زبانوں میں ترنم کے ساتھ پیش کئے جائیں۔ بچے کورس پیش کریں اور بڑے مل کر وہ گانے گائیں اور ساری دنیا میں خدا کی حمد کے گیت گائے جائیں۔ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کا کلام پورا ہو کہ:

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

ہم درود شریف بھی ترنم کے ساتھ پڑھا کریں گے اور اس کے معنی بھی دنیا کو سکھائیں گے۔ قرآنِ کریم کی تلاوت کے علاوہ یہ وہ زائد چیزیں ہیں جن میں پاک حمد اور نعت کے گانے اور مختلف زبانوں میں مختلف ملکوں میں بنائی جانے والی نئی نظمیں بھی شامل کی جائیں گی اس لحاظ سے بھی یہ بہت دلچسپ پروگرام ہوگا۔ پھر کھیلوں کا معاملہ ہے ہم چاہتے ہیں کہ تمام دنیا کے احمدی بہترین طریق پر کھیلوں کی تربیت حاصل کریں کیونکہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ **اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْاَدْیَانِ وَعِلْمُ الْاَبْدَانِ** علم تو دو ہی ہیں ایک دین کا علم ہے اور دوسرا جسموں کا علم ہے جسموں کے علم میں ساری دنیا کی سائنس آجاتی ہے۔ انسانی بدن کا علم بھی اور انسانی صحت کو قائم رکھنا اور اس کو آگے بڑھانے کا علم بھی۔

کھیلوں کا علم بھی علم الابدان میں شامل ہے۔ پس کھیلوں کے اعتبار سے مشرق بہت پیچھے ہے اور کوئی ان کو سکھاتا نہیں ہے کہ کیسے کھیلوں میں آگے بڑھا جا سکتا ہے۔ ہم انشاء اللہ یہ انتظام کر رہے ہیں کہ اگر فٹ بال سکھانا ہے تو فٹ بال کے بہترین ماہرین فٹ بال سکھائیں اور احمدی بچے ان سے ٹریننگ حاصل کریں اور انکی ویڈیو دکھائی جائے اور پھر بار بار یہ پروگرام دکھائے جائیں تا کہ لوگوں کو پتہ لگے کہ فٹ بال ہوتا کیا ہے۔ کس طرح کھیلنا چاہئے کیا کیا احتیاطیں ہیں جو برتنی چاہئیں۔ کیا داؤ پیچ ہیں جو استعمال ہوتے ہیں۔ پھر تیرا کی کا مقابلہ ہے اس کے متعلق بھی ہم ان لوگوں سے بہت پیچھے ہیں بلکہ سالوں پیچھے ہیں بلکہ شاید پوری صدی پیچھے ہوں۔ اتنا پیچھے ہیں کہ جو ابتدائی معیار ہوتے ہیں ان کے ٹیسٹ Test پر بھی ہم پورا نہیں اترتے پس بڑی ضرورت ہے کہ اپنی غیرت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ان سب قسم کی کھیلوں کو جو اولمپک میں شامل ہیں اور جن میں مقابلے کئے جاتے ہیں ہم تمام دنیا کے احمدیوں اور دوسروں کو بھی جو جماعت سے فیض حاصل کرنا چاہیں سکھانا شروع کریں اور جیسا کہ مَیں نے عرض کیا انشاء اللہ تعالیٰ

کھیلوں کے پروگرام کے متعلق جو مَیں نے ٹیم مقرر کی ہے وہ جب یہ کام مکمل کر لے گی تو مختلف کھیلوں کے احمدی پروگرام بھی احمدیہ مسلم انٹرنیشنل ٹیلی ویژن پر آپ کو دکھائے جائیں گے۔ باہر سے پروگرام مل تو سکتے ہیں مثلاً تیراکی کا اور بیڈمنٹن وغیرہ کا بھی، لیکن ان میں کچھ مشکلات ہیں اوّل یہ کہ یہ لوگ جب تک بیچ میں ننگے جسم نہ دکھالیں ان کو چین ہی نہیں پڑتا۔ فٹ بال سکھانا چاہیں تو پھر بھی بے حیائی ساتھ جائے گی، تیراکی سکھانا چاہیں تو اور بھی زیادہ بے حیائی ساتھ آئے گی اور پھر میوزک کے بغیر تو رہ ہی نہیں سکتے۔ ہم نے سوچا ہے کہ اپنے پروگرام بنائیں ماہرین ان کے ہوں، مزاج ہمارا ہو اور میوزک کی بجائے درود شریف پڑھے جائیں، میوزک کے بغیر خوبصورت آواز میں نغمے ہونگے، حمد و ثنا ہو گی وقفہ جو بیچ میں لانا ہے تاکہ ''مناپلی'' (Monopoly) یعنی یکسانیت توڑی جائے وہ وقفہ بھی پاکیزہ باتوں کا وقفہ ہوگا لیکن طبیعت اس سے لذت پائے گی تو اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ کھیلوں کا پروگرام بھی جاری ہوگا۔

پھر قاعدہ یسرنا القرآن ہے اس کا تمام زبانوں میں ترجمہ کرنا مشکل کام ہے اگر ترجمہ کر بھی دیا جائے تو قرآن کا صحیح تلفظ سیکھنا قاعدوں کے ذریعے ممکن ہی نہیں ہے۔ استاد کی لازماً ضرورت پڑتی ہے۔ پس اس سلسلے میں بھی ہم خدا کے فضل سے پروگرام شروع کر چکے ہیں کہ تمام دنیا کی قوموں کو ان کی زبانوں میں قرآن کی تلاوت کرنے کا طریقہ سکھائیں جیسے ہاتھ پکڑ کر بچوں کو سکھایا جاتا ہے اس طرح انگلی نقطوں پر رکھ رکھ کر ان کو سکھائیں گے، ہمارے پاس کُھلا وقت ہے وقت دے کر ان کو سکھائیں گے۔ پروفیشنل میں ایک یہ بھی مسئلہ ہے کہ چونکہ انھوں نے کمائی کرنی ہوتی ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ معلومات تھوڑے وقت میں بھرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ زبانیں بھی آپ ویڈیو کے ذریعے سیکھنے کی کوشش کریں تو تین گھنٹے، چار گھنٹے، چھ اور نو گھنٹوں سے زیادہ کی ویڈیو نہیں ملے گی اور اس عرصے میں انسان تیزی کے ساتھ ان زبانوں کو جذب کر ہی نہیں سکتا ہم نے جو پروگرام بنایا ہے خواہ وہ زبانوں کا ہو یا قرآنِ کریم پڑھنے لکھنے کا ہو وہ آرام سے چلے گا ایک سال تک لکھنا پڑھنا سکھائے بغیر مسلسل زبان سکھائی جائے گی، جب زبانوں میں اتنی مہارت حاصل ہو جائے گی جیسے تین چار سال کا بچہ جو لکھنے پڑھنے کے قابل ہوتا ہے اسے مہارت ہو جاتی ہے اور پھر اسی طریق پر جیسے بچے کو لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے مختلف زبانیں لکھنی پڑھنی سکھائی جائیں گی اور اسی طرح خدا کے فضل سے پورا وقت لے کر قرآن سکھایا جائے گا۔ اگر چار گھنٹے یا دس گھنٹے کی بھی فلم ہو تو اسے دیکھ کر اگر ایک آدمی زبان سیکھنا چاہے تو چند ایک ٹکسالی کے فقرے تو جان لے گا لیکن زبان کا فہم اسے نصیب نہیں ہو سکتا اس کے لئے صبر اور تحمل کی ضرورت ہے، سہج پکنا چاہئے اور ہم نے جو پروگرام بنایا ہے وہ ایسا ہی ہوگا۔ ایک ایک زبان سکھانے کی کئی سو گھنٹے کی ویڈیو ہو گی اور جب وہ آگے بڑھے گی تو سننے والے

کے دل پر بوجھ نہیں ہوگا دماغ پر بوجھ نہیں ہوگا کہ مَیں جلدی سے یاد کرلوں ۔ یہ استاد کا کام ہے اور اس ضمن میں جو نظام ہم نے بنایا ہے وہ خدا کے فضل سے سارے عالم میں ''یونیق'' ہے، بے مثل ہے۔ استاد کے دل پر اور دماغ پر بوجھ ہے کہ مَیں نے پڑھانا ہے اور یاد کروانا ہے آپ آرام سے Relex ہو کر بیٹھیں اور سنیں اور جو بات آپ سمجھتے ہیں کہ مَیں بھول گیا ہوں وہ دوبارہ پھر آئے گی پھر آپ کو خیال ہو کہ کچھ یاد نہیں ہوا تو تیسری دفعہ پھر آئے گی ،آپ کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے جب تک آپ کو یاد نہ ہو جائے۔ جس طرح مائیں بچوں کو یاد کرواتی ہیں اسی طرح آپ کے ماں باپ بن کر جماعتِ احمدیہ آپ کی تربیت کرے گی تو یہ ایک عظیم الشان پروگرام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس سال ہمیں عطا کیا ہے اور آئندہ جاری رہنے والا اور بڑھتے چلے جانے والا پروگرام ہے۔ مَیں جماعت احمدیہ ماریشس کا بھی ممنون ہوں کہ انھوں نے ماریشس سے اس پروگرام کو دنیا بھر میں منتشر کرنے کے لئے مالی قربانی بھی کی اور انتظامی طور پر بھی بہت مدد کی ۔اس سفر میں بھی ماریشس کی جماعت نے بہت محبت اور اخلاص سے محنت کی ہے جس کا فیض اب ساری دنیا کو پہنچے گا۔ ساری دنیا کی جماعتوں کو مَیں نصیحت کرتا ہوں کہ اب وہ دعاؤں کے ذریعے ہماری مدد کریں، نئے سال کے آغاز پر ۷رجنوری سے انشاء اللہ یہ پروگرام مستقل طور پر جاری ہو چکے ہونگے اور نئے پروگراموں کے لئے ہمیں جماعت کی مدد کی ضرورت ہوگی۔

دوخوشخبریاں اور بھی ہیں کہ 7رجنوری ہی کو انشاء اللہ تعالیٰ ''الفضل انٹرنیشنل'' اپنی نئی سج دھج اور شان کے ساتھ مستقلاً جاری ہو جائیگا اور 7رجنوری کو ہی خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے مطابق ''ریویو آف ریلیجنز'' بھی دس ہزار کی تعداد میں شائع ہونا شروع ہو جائے گا۔ اس کے لئے نوجوانوں کے ایک نئے بورڈ کی تشکیل کی گئی ہے جو کہ انگلستان میں پلنے اور بڑھنے والے ہیں، جماعت سے غیر معمولی محبت اور اخلاص رکھتے ہیں، دینی علم بھی حاصل کر چکے ہیں، وہ براہ راست مجھ سے مشورہ کر کے اس نئے پروگرام کو کسی حد تک تشکیل دے چکے ہیں اور باقی دیتے رہیں گے۔ ہر امر میں مَیں نے اُنھیں کُھلی چھٹی دی ہے جب چاہیں اور مشورے کریں۔ خدا کے فضل سے یہ نیا ریویو تمام عالم میں ایک بہت گہرے رنگ میں اثر انداز ہوگا۔ آپ کو جتنے چاہئیں ہمیں بتائیں۔ ماریشس کو اگر انگریزی دان طبقہ یہاں موجود ہو مثلاً 500 ریویو چاہئیں تو ابھی سے بک کرالیں۔ بنگلہ دیش کو ہزار دو ہزار ریویو چاہئیں وہ ابھی سے بک کرالیں ۔ ہندوستان کو جتنے چاہئیں وہ بک کرائیں لیکن پتہ جات اندھے طریق پر اکٹھے نہ کریں کہ ڈائریکٹریاں دیکھیں اور پتے اکٹھے کر لئے۔ ریویو اگر مفت بھی دینا پڑا تو دیں گے لیکن شرط یہ ہے کہ آنکھیں کھول کر پتے اکٹھے کریں۔ بعض ریویو آپ کو بھیج دئے جائیں گے ان کو لے کر

بعض اہلِ علم سے ملیں ان کو دکھائیں، اگر وہ دلچسپی لیں ان میں شوق پیدا ہوا اور وہ پیسے نہ دے سکتے ہوں تو پھر بے شک ان کے پتے ہمیں بھجوائیں بغیر کسی رقم کے وہ ریویو دیا جائے گا لیکن یہ کہ ڈائریکٹریاں دیکھ کر پتے اکٹھے کر لیں اس سے وقت کا بھی بہت نقصان ہوتا ہے اور پیسے کا بھی نقصان ہوتا ہے۔ اہلِ علم اس میں دلچسپی لیں گے کیونکہ اس میں ایسے مضامین ہیں جن سے انشاء اللہ تعالیٰ وہ غیر معمولی طور پر متاثر ہونگے۔ پس خدا کے فضل سے یہ جو آج کے سال کا آخری جمعہ ہے اور آج کے سال کا آخری دن ہے یہ آئندہ سال کے لئے اور آنے والے سالوں کے لئے عظیم الشان خوشخبریاں لے کر آیا ہے اور مَیں ایک دفعہ پھر ماریشس کی جماعت کو یہ مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ خدا نے ان کو اس سعادت کے لئے چن لیا کہ اس سر زمین سے یہ اعلان ہوا اور تمام دنیا کی جماعت کو نئے سال کی مبارک کے ساتھ یہ عظیم تحائف پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس لائق بنائے کہ خدا تعالیٰ کے ان فضلوں کے شکر گزار بن سکیں ان سے پوری طرح استفادہ کر سکیں اور وہ انقلاب جو مَیں فضا میں ظاہر ہوتا ہوا دیکھ رہا ہوں، جو ہوا میں محسوس کر رہا ہوں میری توقعات سے بھی بڑھ کر تیزی کے ساتھ آئے اور خدا کے فضلوں کی نئی برساتیں لے کر آئے، نئی بہاریں لے کر آئے، نئے نئے پھول گلشن احمد میں کھلتے ہوئے ہم دیکھیں، نئے نئے رنگوں اور خوبصورتیوں کے ساتھ تمام عالم میں ہم ان کو سجائیں اور ان کی خوشبو سے ساری دنیا مہک جائے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(الفضل انٹرنیشنل لندن 21 رجنوری 1994ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 6؍جنوری 1995ء بیت الفضل لندن

تشہد وتعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ ط وَاللّٰہُ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ o فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِکُمْ ط وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْہُ لَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ط وَاللّٰہُ شَکُوْرٌ حَلِیْمٌ o

(التغابن:16 تا 18)

آج کے خطبہ کا موضوع مالی قربانی ہے جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہے جن کی مَیں نے تلاوت کی ہے مگر ان کیلئے جن کو ترجمہ آتا ہو اسلئے مَیں ابھی ان آیات کا ترجمہ بھی کروں گا۔ مالی قربانی اس تعلق میں ہے کہ وقف جدید کا سینتیسواں سال خدا تعالیٰ کے فضل کیساتھ بہت کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچا ہے اور اڑتیسواں سال شروع ہو رہا ہے۔ پرانا یہی دستور رہا ہے کہ جس مہینے میں وقف جدید کا آغاز کیا گیا تھا اس مہینے میں یا اس کے بعد دسمبر کے کسی جمعہ میں نئے سال کے افتتاح کا اعلان ہو۔ چونکہ وقف جدید کا آغاز سن 57ء میں دسمبر کے مہینے میں ہوا تھا۔ اسلئے پہلی دفعہ جو مالی تحریک ہوئی ہے وہ دسمبر کے جلسہ سالانہ پہ ہوئی۔ پس اس پہلی دفعہ کی نسبت سے بالعموم یہی دستور رہا ہے کہ جلسہ سالانہ میں جو بھی جمعہ آیا کرتا تھا اس میں اعلان ہوا کرتا تھا کبھی اگر مصروفیت کی وجہ سے وقف جدید کا اعلان نہ ہو سکے تو آئندہ سال جنوری کے پہلے جمعہ میں یہ اعلان ہو جاتا تھا تو امسال بھی چونکہ قادیان کے جلسے کے سلسلے میں بہت سے امور پر گفتگو ہونی تھی اسلئے یہی فیصلہ ہوا کہ ہم جنوری کے پہلے خطبے میں ہی وقف جدید کا اعلان کریں گے۔

وقف جدید حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی تحریکات میں سے سب سے آخری تحریک ہے لیکن چونکہ الٰہی منشاء کے مطابق جاری ہوئی تھی اسلئے اس سے متعلق آپ کو بہت ہی مبشر رؤیا بھی دکھائی گئیں اور جو ولولہ آپ کے دل میں پیدا کیا گیا اس کا یہ حال تھا کہ آپ نے ایک موقع پر فرمایا کہ میرے دل میں اتنا جوش ہے اس تحریک کیلئے اگر جماعت میرا ساتھ نہ دے جو ویسے ناممکن بات تھی۔ مگر احتمالاً ایک فرضی ذکر کے طور پر بعض دفعہ انسان یہ دلیل قائم کرتا ہے، تو اپنے قلبی جوش کے اظہار کے لئے آپ نے فرمایا کہ اگر میرا جماعت ساتھ نہ دے تو مجھے اپنے مکان بیچنے پڑیں اپنے کپڑے بیچنے پڑیں تب بھی میں ضرور اس

تحریک کو جاری کر کے رہوں گا اور یہ بیماری کے ایام کا آپ کا عزم ہے جب کہ بیماری کے ایام میں ارادے کمزور پڑ جایا کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وقف جدید کو جو خدا تعالیٰ نے بعد میں برکتیں عطا فرمائیں وہ اس بات کی مظہر ہیں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے دل میں یہ تحریک الٰہی تحریک ہی تھی اور جو ولولہ اللہ نے ڈالا تھا وہ الٰہی ولولہ ہی تھا جو ساری جماعت کے دلوں میں منتقل ہونا شروع ہوا یہاں تک کہ یہ تحریک اب خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت مستحکم ہو چکی ہے۔

قرآن کریم کی جن آیات کی مَیں نے تلاوت کی ہے ان کا ترجمہ یہ ہے کہ تمہارے اموال اور اولادیں محض فتنہ ہی تو ہیں اِنَّمَا اَمۡوَالُکُمۡ وَاَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ یہ ایک محض فتنہ ہی ہیں، تمہارے لئے آزمائش کا ایک ذریعہ بنی ہوئی ہیں ورنہ تم اولادوں کو چھوڑ کر جب واپس چلے جاتے ہو تو کچھ بھی ساتھ نہیں لے کے جاتے۔ جب اموال کو چھوڑ کر چلے جاتے ہو تو خالی ہاتھ جاتے ہو۔ آزمائش میں جو تم پورا اترتے ہو وہی تمہاری دولت ہے یعنی وہی مال تمہارا ہے جو آزمائش میں پورا اترنے کے نتیجے میں نیک راہوں پر خرچ ہو اور اس کا حساب خدا تعالیٰ کے نزدیک دوسری دنیا میں منتقل ہو جائے۔ وہی اولاد تمہاری اولاد ہے جو تمہارے بعد آنے والے کل میں تمہارے لئے سر بلندی کا موجب بنے، تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک کا موجب ہو، تمہارے لئے دعاؤں کا موجب بنے، تمہارے درجات کی بلندی کا موجب بنے اور یہ چیزیں آزمائش کے بغیر حاصل نہیں ہوتیں۔ تو فتنہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ساری اولاد فتنہ ہی ہوتی ہے۔ یہ تو بڑا سخت ایک ناپسندیدگی کا کلمہ ہے جو ہمارے ہاں اگر استعمال کیا جائے تو لوگ ناراض ہو جائیں کہ تمہاری اولاد ہے کہ فتنہ ہے۔ تو ان معنوں میں مراد نہیں ہے۔ مال بھی فتنہ ہے اولاد بھی فتنہ ہے یعنی آزمائش کا ایک ذریعہ ہے اور اس فتنے سے اللہ کے فضل بھی حاصل ہو سکتے ہیں اور فتنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا کھوئی بھی جاسکتی ہے تو فتنے میں دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ فتنے پر پورا اترنے والا بہت زیادہ فضلوں کا وارث بن جاتا ہے۔ ہار جانے والا جو ہاتھ میں ہوتا ہے اس کو بھی کھو دیتا ہے۔

پھر فرمایا وَاللّٰہُ عِنۡدَہٗۤ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ اور اللہ وہ ہے جس کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔ یعنی ان دونوں کو اگر خدا کی راہ میں خرچ کرو گے اولاد کو بھی اور اموال کو بھی تو یاد رکھو کہ اجر خدا کے ہاتھ میں ہے اور عظیم اجر ہے۔ اس کی وسعت اِس دنیا پر بھی حاوی ہے اور اُس دنیا پر بھی حاوی ہے۔ عظیم کا ایک تو معنی ہے زیادہ اور ایک عظمت اس چیز کو کہتے ہیں جس کے دائرہ سے کوئی چیز بھی باہر نہ رہے وسیع ہو جائے ہر چیز پر اس کا اثر وسیع ہو جائے تو اس پہلو سے اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ کا میں یہ ترجمہ کر رہا ہوں کہ بہت بڑا اجر اور ایسا اجر جو دنیا پر بھی اپنی رحمت کا سایہ کئے ہوئے ہے اور آخرت پر بھی اپنی رحمت کا سایہ کئے ہوئے ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ پہلے بھی مَیں نے اس کا ذکر کیا تھا یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَا اسْتَطَعْتُمْ یہ فرمایا ہے فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ اور مضمون ہے خرچ کا۔ یعنی یہ حکمت واضح فرمائی جارہی ہے کہ تمہارے خرچ میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اس خرچ میں دلچسپی ہے جو تقویٰ کی استطاعت بڑھنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا جائے گا۔ اس خرچ میں دلچسپی ہے جو اللہ کے تقویٰ کی خاطر اسکی رضا کی خاطر تم پیش کرو گے ورنہ محض مال میں تو کوئی دلچسپی نہیں ہے اللہ کو کیونکہ وہ سارا مال اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ وہی عطا کرتا ہے اسی نے سارا نظام اقتصادیات بنایا اور اسی کے قوانین کے تابع یہ جاری ہے جس کو چاہے عطا فرمائے جس سے چاہے چھین لے۔ اس لئے مال کی بحث نہیں ہے تقویٰ کی بحث ہے۔

اس کی وضاحت اس لئے ضروری ہے اور اسی غرض سے مَیں نے اس آیت کا آج کیلئے انتخاب کیا تھا کہ بعض دوست اپنی نادانی میں یہ سمجھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ میں جو مال مال کا چرچا ہو رہا ہے گویا کہ محض ایک تاجر ذہنیت کی جماعت ہے۔ ہر وقت مالوں کے مطالبے ہو رہے ہیں اور اس خیال کو بعض اپنی طرف سے تو پیش نہیں کرتے اپنے غیر احمدی دوستوں کی طرف منسوب کر کر کے پیش کرتے ہیں اور جو کرتا ہے وہ اپنے دل کا ایک داغ ضرور دکھا جاتا ہے ورنہ جو مالی نظام کو سمجھتا ہو اور خدا کی خاطر قربانی کرنے والا ہو اس کا غیر احمدی دوست اگر یہ بات کہے گا تو اس کو ہزار جواب وہ اپنی طرف سے دے سکتا ہے کہ تمہیں پتہ ہی کیا ہے تم لوگ تو خدمت دین کرنے کیلئے بھی بھکاری بنے ہوئے ہو یعنی بڑی بڑی امیر طاقتوں سے پیسے لیتے ہو تو خدمت کرتے ہو۔ خدمت دین تو وہ ہوتی ہے کہ اپنی جیب سے انسان خرچ کرے اور پھر خدمت بھی کرے اور پھر اللہ تعالیٰ نے تو سارے قرآن میں جگہ جگہ، صفحہ الٹیں تو مالی قربانی کا ذکر ملتا ہے بلکہ خدا کے ساتھ بیعت کی شرط میں اس کو داخل فرما دیا۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (التوبۃ:111) خدا کو اتنی ضرورت تھی مال کی کہ وہ بیعت جو خدا سے ہوتی ہے اس بیعت کی دو شرطیں ہیں۔ ان کی جانیں بھی خدا نے لے لیں ان کے مال بھی لے لئے۔ یہ سودا ہوا ہے جس کے نتیجے میں ان کو جنت نصیب ہوگی۔ تو مال کی قربانی کو جو تعلق ہے وہ براہ راست مال کی حرص سے نہیں بلکہ مال کی حرص کے فقدان سے ہے۔ یہ مضمون ہے جس کا تقویٰ میں ذکر بیان فرمایا گیا ہے۔ وہ قومیں جن کو مال کی حرص ہوتی ہے وہ خرچ کیسے کر سکتی ہیں خدا کی راہ میں، وہ نظام جو مال کی حرص سے آزادی دلاتا ہے وہی نظام ہے جو مالی قربانی پر چل سکتا ہے۔ اگر مال کی حرص کی قیمت بڑھانے والا نظام ہو تو کوئی چندے نہیں دے گا۔ سب کے ہاتھ بند ہو جائیں گے مٹھیاں بند ہو جائیں گی۔ تو ایسی متضاد باتیں کرتے ہیں جو اگر ذرا سی بھی عقل سے غور کریں تو کسی پہلو سے بھی سچی ثابت نہیں ہو سکتی۔ اول خدا تعالیٰ جو مالک اور خالق اور

قادر ہے اور رزق عطا فرمانے والا اسکو وسعتیں دینے والا اس میں کمی پیدا کرنیوالا، ہر طرح کے اختیار رکھتا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ تم سے جو میرا سودا ہے اسمیں مال کی قربانی شامل ہے۔

دوسرے جگہ جگہ بار بار فرماتا ہے کہ فی سبیل اللہ خرچ کرو فی سبیل اللہ خرچ کرو اور اسے ایک مومن کی سوچ کا ایک لازمی ابدی جزو بنا دیا گیا ہے۔ آغاز ہی میں مومنوں کی تعریف متقیوں کی تعریف ہی یہ فرما دی: الٓمّٓ o ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ ۚۖ فِیۡہِ ۚۛ ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ o الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ وَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰھُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ o (البقرۃ:2 تا 4) وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو، عبادت کو قائم کرتے ہیں اور تیسری بات وَمِمَّا رَزَقۡنٰھُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ جو ہم نے ان کو رزق عطا فرمایا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے چلے جاتے ہیں۔ تو قرآن کریم کو جو سمجھتا ہے یا سرسری نظر سے بھی پڑھتا ہے اس کے ذہن میں جماعت کے مالی قربانی کے نظام پر کوئی اعتراض پیدا ہو ہی نہیں سکتا اس کے خواب و خیال میں بھی نہیں آ سکتا۔ اور پھر جیسا کہ مَیں نے واقعات سے ثابت کیا ہے جہاں حرص کا سوال ہو وہاں مالی قربانی طوعی طور پر مانگی جا ہی نہیں سکتی۔ حرص کے برعکس مضمون ہے اور یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہاں فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ فرمایا ہے تم نے اموال خرچ کرنے ہیں، بڑی بڑی ذمہ داریوں کو ادا کرنا ہے لیکن یاد رکھنا کہ تقویٰ کا معیار بڑھاؤ گے تو یہ کر سکو گے ورنہ ہمارے تقاضے پورے نہیں کر سکو گے۔ اللہ سے تقویٰ کی استطاعت مانگو۔ تقویٰ بڑھے گا تو مال خود بخود پھوٹ پھوٹ کر خدا کی راہ میں نکلیں گے اور یہ ہمارا ساری زندگی کا تجربہ ہے، ساری زندگی کے تجربہ کا نچوڑ ہے کہ جن کا تقویٰ کا معیار بلند ہوتا ہے ان کے دلوں سے پہلے مال پھوٹتے ہیں پھر انکی جیبوں سے نکلتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسا ان میں جوش پایا جاتا ہے کہ زبردستی روکنا پڑتا ہے اور یہ آج کے زمانے کی بات نہیں آنحضرت ﷺ کے زمانے ہی میں یہ رسمیں جاری ہوئیں اور انہی کی آگے یہ شاخیں ہیں یا انہی کا ورثہ ہے جو ہم کھا رہے ہیں۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ آنحضور ﷺ کی خدمت میں کسی نے کچھ مال پیش کیا آپؐ نے فرمایا گھر کے لئے کچھ چھوڑ کے آئے ہو کہ نہیں؟ اور بعض دفعہ جواب ہوا کہ یا رسول اللہ! اللہ اور رسول کی محبت، وہی ذکر ہے جو گھر پہ چھوڑ آئے ہیں اور کچھ بھی نہیں۔ پھر بعضوں سے قبول کیا اور بعضوں سے قبول نہیں کیا بعضوں کو کہا آدھا کر دو۔ کسی سے تیسرا حصہ لیا اور باقی چھوڑ دیا۔ اس میں حکمتیں کیا ہیں وہ تو اللہ نے بعض میں از خود ظاہر فرما دیں بعض صورتوں میں مگر مراد یہی ہے کہ یہ جو رسمیں چلیں کہ سب کچھ حاضر کر دو یہ تقویٰ کے معیار سے براہ راست پھوٹی تھیں اور فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ کی ایسی زندہ مثالیں تھیں جنہوں نے دائمی ہو جانا تھا ان کی نسل سے پھر آگے ایسی مثالوں نے پھوٹنا تھا۔

پس جماعت احمدیہ میں جو خدا کے فضل سے یہ عظیم الشان قربانی کے مظاہرے نظر آتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے۔ پس جماعت احمدیہ کی طرف سے اگر مالی قربانیاں بڑھ رہی ہیں تو یہ اس بات کا ایک پیمانہ ہے اللہ کے فضل کے ساتھ ان کے تقویٰ کا معیار بڑھ رہا ہے، یہ اس بات کا پیمانہ ہے اللہ کے فضل کے ساتھ ان کی حرص کم سے کم تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ بہت ہی عظیم الشان Tribute جس کو کہتے ہیں ایک خراج تحسین ہے جو جماعت کی قربانیاں عمومی حیثیت سے جماعت کو دے رہی ہیں۔ دنیا میں کوئی نہیں ہے جو ایسی جماعت پیدا کر کے دکھا سکے۔ چیلنج ہے کوئی ہے تو آگے بڑھ کر قبول کر کے دکھائے۔ بسا اوقات میری گفتگو ہوئی ہے مستشرقین سے اور بعض بڑے بڑے سوچنے والوں سے اور ان سے جب مَیں نے یہ پہلو کھول کر بیان کیا تو بالکل گنگ ہو گئے۔ مَیں نے کہا تم کہتے ہو ایجنٹ کسی کے، الزام لگتا ہے تم پر، کوئی ایجنٹ بنا کے تو دکھاؤ کہ جو اپنی جیبوں سے خرچ کر رہے ہوں اور اپنی بقا کیلئے کسی اور کے محتاج نہ ہوں۔ ایسے ایجنٹ پھر پاگل ہی ہوں گے۔ تو بہتر ہے پاگل کہا کرو بجائے ایجنٹ کہنے کے۔ ایجنٹ پیسے کھاتا ہے اور اگر وہ ایجنٹ نہ بھی ہو تو پیسے مانگ کے کام کرتا ہے لیکن وہ کس قسم کا ایجنٹ ہے جو اپنا سب کچھ فدا کرتے ہوئے اپنی جانوں کی قربانیاں پیش کر دیتا ہے۔ وقف زندگی کے نظام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے۔ جب اس کو قبول نہ کیا جائے تو روتا ہوا احتجاج کرتا ہے اور جب اسکی مالی قربانیاں واپس کی جائیں تو بے چین زندگی گزارتا ہے۔ کئی ایسے احمدی ہیں جن کو بعض کمزوریوں کی وجہ سے یہ سزا دینی پڑی کہ تم سے چندہ وصول نہیں کیا جائے گا اور آئے دن مجھے خط ملتے ہیں ایک کل بھی ملا تھا کہ خدا کے واسطے بس کریں زندگی بے چین، بے قرار ہو گئی ہے۔ لطف اٹھ گیا ہے زندگی کا۔ پہلے ہم چندہ دیتے تھے تو اللہ کے احسان سے لطف اٹھاتے تھے کہ خدا نے ہمیں توفیق دی اور باقی مال کھانے کا مزہ آتا تھا اب تو سارا مال حرام لگتا ہے۔ تو جس جماعت کا یہ معیار ہو اس کے متعلق کوئی زبان دراز کرتا ہے تو تمہیں کیا فکر ہے اسکی۔ ایسی جماعت کوئی اور پیدا تو کر کے دکھائے کہ جن کی جانیں واپس کی جائیں تو وہ روتے ہوئے واپس جائیں۔ یہ بھی تو قرآن کی گواہی کے مطابق وہی پہلی رسم ہے جو دوبارہ زندہ ہوئی ہے۔

قرآن کریم ایسے لوگوں کا ذکر جانی قربانی کے سلسلے میں فرماتا ہے کہ ایسے لوگ محمدؐ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے جو میدان جنگ میں جہاد کی طرف جا کر اپنی جانیں نثار کرنا چاہتے تھے اور رسول کریم ﷺ نے یہ کہہ کر انکار فرما دیا کہ میرے پاس سواریاں نہیں ہیں دور کا سفر ہے میں تمہیں کیسے لے جاؤں؟ قرآن کریم فرماتا ہے کہ اس حال میں لوٹے کہ انکی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے کہ ہمارے پاس اتنا بھی نہیں ہے کہ ہم خدا کے حضور اپنی جان پیش کر سکیں۔ واقعۃً ایسی باتیں آج کے زمانے میں اگر دہرائی

جارہی ہیں تو جماعت احمدیہ میں دوہرائی جارہی ہیں۔ وقف کی تحریک ہوئی ایک موقع پر آ کے مَیں نے کہا بس اب وہ مدت گزر گئی ہے اب اور وقف قبول نہیں ہوگا۔ ایسے بے قرار، روتے ہوئے خط ملے ہیں عورتوں کے ایسی بچیوں کے جن کی شادیاں بھی نہیں ہوئی تھیں بلکہ مشکل سے شادیوں کی عمر کو پہنچی تھیں کہ ہم تو آرزوئیں لئے بیٹھے تھے کہ خدا کبھی ہمیں بڑا کرے گا اور ہمیں توفیق دے گا تو ہمارے بچے بھی اسی طرح وقف نو میں شامل ہوں گے جیسے پہلوں کے ہوئے۔ آپ نے رستہ بند کر دیا۔ مَیں نے کہا میں کون ہوتا ہوں اب تمہارے رستے بند کرنے والا۔ یہ اللہ کے فضل سے اخلاص کا دریا جاری ہوا ہے اور میری نیت پہلے یہی تھی کہ کچھ وقت کیلئے ہو اب مَیں اسے ہمیشہ کیلئے جاری سمجھتا رہوں گا اور یہی جماعت کرے گی۔ تو وہ کون سا دریا تھا؟ ان کے آنسوؤں کا دریا جو اخلاص کی صورت میں پھوٹتا تھا۔ وہ دعائیں بن گیا۔ خدا نے میرے دل کو تبدیل فرما دیا۔ کہا کوئی فیصلہ تمہارا نہیں چلے گا ان کا اخلاص چلے گا اور وہ تحریک جاری ہوگئی۔

تو یہ وہ مضمون ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ اور مال کی قربانیوں میں بھی مَیں نے بارہا مثالیں پیش کی ہیں لوگ دیتے ہیں۔ بعض دفعہ دل پہ بہت بوجھ پڑتا ہے کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے اتنا زیادہ دے رہے ہیں، بعض دفعہ زبردستی واپس کرنا پڑتا ہے اور بسا اوقات تو نہیں لیکن کبھی کبھی مَیں مجبور ہو جاتا ہوں بالآخر۔ مَیں کہتا ہوں اچھا ٹھیک ہے اور پھر خدا ان کو اور برکتیں دیتا ہے کیونکہ اس کی جزا بھی خدا نے دینی ہے۔

آگے فرماتا ہے اللہ تعالیٰ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا سنو سنو! اور اطاعت کرو یہ بحثوں کا معاملہ نہیں ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ تم سے کیا قربانیاں مانگ رہا ہے اور اسکے کیا نتیجے نکلیں گے۔ وہ بچہ جس کو اپنے ماں باپ پر اعتماد ہو، یہ ہو نہیں سکتا کہ ماں باپ اس کو کہیں تو وہ اگر وہ سچا وفادار اور حقیقت میں ماں باپ پر اعتماد کرنے والا ہو تو آگے سے بحثیں کرے کہ نہیں یہ میرے لئے ٹھیک نہیں ہوگا۔ بعض بڑی عمر میں آ کر ایسی بحثیں کرتے ہیں وہ ایک الگ مسئلہ ہے مگر بچے تو آنکھیں بند کر کے جو ماں باپ کہتے ہیں یہ اچھا ہے اگر انہیں ماں باپ سے پیار ہے تو وہ چل پڑتے ہیں اس رستے پر اور وہ اچھا ہی ہوتا ہے مگر کبھی غلطی بھی کر جاتے ہیں ماں باپ، لیکن اللہ تو غلطی نہیں کرتا۔ اللہ فرما رہا ہے مَیں تو اس طرح غلطیوں سے پاک ہوں اور تمہاری ایسی بھلائی میرے پیش نظر ہے کہ تمہارے لئے تو یہی قانون جاری ہونا چاہیے فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جہاں تک توفیق ملتی ہے وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا سنو اور اطاعت کرتے چلے جاؤ۔ سنو اور اطاعت کرتے چلے جاؤ وَ اَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ اور انفاق کرو۔ یہاں یہ نہیں ہے کہ خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ مگر ترجمہ وہی بنتا ہے مَیں اس کا ہمیشہ یہ ترجمہ کیا کرتا تھا اَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ تم انفاق

اللہ کی راہ میں کرو تمہارے نفسوں کیلئے بہتر ہے اور بعض دفعہ کسی کو خیال آتا ہوگا کہ یہ تو گرائمر کے لحاظ سے ٹھیک نہیں بنتی بات۔ کیونکہ اَنْفِقُوْا کا خَیْرًا اگر مفعول بہ ہو تو اَنْفِقُوْا خَیْرًا کا مطلب ہے مال خرچ کرو اور کس کیلئے خرچ کرو اپنے نفسوں کیلئے۔ اپنے نفسوں پر مال خرچ کرو یہ بن جائے گا ترجمہ۔ میرے ذہن میں اس کے دو تین مختلف معانی تھے جو آج میں نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب سے کہا کہ جو اہل علم کی پرانی کتابیں ہیں ''سیبویہ'' وغیرہ ان کو نکالیں اور مجھے یقین ہے کہ بالکل درست ثابت ہوں گے اور وہی ہوا۔ ہر بات جو امکاناً سوچی تھی ان کے معنوں کی وہ تمام باتیں پرانے مفسرین اور اہل علم کی کتابوں سے نکل آئی ہیں اس کو مختلف معنی دے کر پہلوں کا بھی رجحان اسی طرف گیا تھا کہ اس کا یہ ترجمہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ ''مال خرچ کرو اپنے لئے''۔ اس کا یہ ترجمہ اچھا لگتا ہے کہ خرچ کرو خَیْرًا لِّاَنْفُسِکُمْ جس میں وہ ایک فعل محذوف مانتے ہیں کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اور کَانَ کی خبر منصوب آتی ہے۔ اس میں جو زَبر سی دکھائی دیتی ہے وہ نصب ہے اور یہ کَانَ کی خبر ہوتی ہے چنانچہ اس فعل کی مختلف شکلوں میں محذوف مانا گیا اور بعضوں نے یہ ترکیب کی کہ کوئی اور فعل ہے جیسے ''ضرور خرچ کرو'' اسی قسم کا معنی کوئی بیچ میں یا اَنْفِقُوْا اِنْفَاقًا یعنی خرچ کرنا جو ہے یہ مفعول بن جائے گا اور خَیْرًا لِّاَنْفُسِکُمْ یہ اس کا بدل ہو جائے گا۔ بدل کا بھی ترجمہ کیا گیا۔ مفعول لہٗ بھی ترجمہ کیا گیا۔ مفعول لِاَجلہٖ۔ تو یہ سارے ترجمے پرانے مختلف بزرگوں نے اسی غرض سے کئے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس آیت کا منطوق یہ ہے۔ آیت کا منطوق یعنی اسکا مقصد یہ ہے کہ اگر تم خرچ کرو گے تو یہ خرچ تمہارے اپنے نفسوں کیلئے بہتر ہوگا اس لئے یہ دور کا واہمہ بھی نہ آئے دماغ میں کہ خدا پر کوئی احسان کر رہے ہو۔ اس کا انجام تمہارے لئے بہتر ہے یہ تمام کا تمام فائدہ جو اس خرچ کے ساتھ وابستہ ہے خود تمہیں یعنی تمہاری سوسائٹی کو بھی پہنچے گا تمہارے اپنے نفسوں کو بھی تمہارے اپنے خاندانوں کو بھی پہنچے گا یہ مراد ہے۔

وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ جو شخص اپنے نفس کی بدبختی، کنجوسی سے بچایا جائے، جس کو اللہ تعالیٰ نفس کی خساست سے بچالے فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی لوگ ہوتے ہیں جو کامیاب ہوا کرتے ہیں۔ جن کے نفس خسیس ہوں ان کا علاج کوئی نہیں ہوتا اور انہوں نے کہاں نصیحت کے نتیجے میں خدا کی راہ میں خرچ کرنا ہے ان کے دل مٹھی ہو جاتے ہیں اور تکلیف پہنچتی ہے اور پھر وہی لوگ یہ آواز اٹھاتے ہیں کہ عجیب آپ کی دنیادار جماعت بن رہی ہے ہر وقت پیسوں کی باتیں ہو رہی ہیں کوئی کہتا ہے اتنی قسمیں ہوگئی ہیں چندوں کی، یہ چندہ، وہ چندہ مگر اعتراض کرنے والے الا ماشاء اللہ بعض ہیں جو اپنی ذہنی ساخت کے لحاظ سے یہ باتیں سوچتے ہیں لیکن قربانیوں میں آگے ہوتے ہیں۔ اکثر وہ ہیں جو قربانیوں

کی توفیق نہیں پاتے لیکن ہر دفعہ جب دروازہ کھٹکتا ہے تو ان کے دل کو تکلیف ہوتی ہے کہ ہم رہ گئے اور وہ اپنے نفس کیلئے بہانہ بناتے ہیں ۔ یہ تو غلط رستوں پہ چل پڑی ہے جماعت اسلئے ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے ہم اس راہ میں خرچ کریں ۔ مگر خدا تعالیٰ نے تو ہر بات کا جواب دے رکھا ہے ہر نفسیاتی پہلو کو چھیڑتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس کا تجزیہ فرماتا ہے کہ اس کے ہر پہلو سے اٹھنے والے سوالات کو اٹھائے بغیر بھی ان کے جواب دیتا چلا جاتا ہے وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ جو نفس کی خساست سے بچایا جائے یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہوا کرتے ہیں ۔

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ط اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرضۂ حسنہ دو يُضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُم وہ اسے تمہارے لئے بڑھائے گا اور تمہاری بخشش فرمائے گا ۔ یہاں قرضۂ حسنہ کی کیا بحث ہے؟ سوال یہ ہے کہ قرض خالی بھی تو کہا جا سکتا ہے لیکن قرضۂ حسنہ کی اصطلاح خدا کو قرض دینے کے سلسلے میں کیوں استعمال فرمائی گئی؟ اصل بات یہ ہے کہ اللہ جب بھی کوئی انسان اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو بسا اوقات دنیا میں اسکے مال بڑھا دیتا ہے اور بڑھاتا تو ہمیشہ ہے لیکن کبھی جلدی کبھی دیر کے بعد ۔ بعض لوگوں سے یہ سلوک ہوتا ہے کہ وہ ادھر دیا ادھر مال میں برکت پڑ گئی ادھر دیا ادھر ایک چٹھی آ گئی کہ تمہارا اتنا روپیہ پڑا ہوا تھا ۔ تو اس سے یہ حرص پیدا ہو سکتی ہے کہ چندہ دیتے وقت انسان بڑھانے کے خیال کو دل میں جما دے کہ اب مَیں نے چندہ دینا ہے ضرور بڑھے گا تو اللہ فرماتا ہے کہ دیتے وقت اپنی نیتوں کو صاف رکھا کرو ، اسمیں بڑھانے کا تصور نہ رکھا کرو ۔ خدا کی خاطر قربانی اسکی رضا کی خاطر خرچ کیا کرو ۔ یہ قرضہ حسنہ ہے اور جہاں تک اللہ کا تعلق ہے وہ تو بڑھاتا ہے ہی ۔ تم قرضہ حسنہ دو گے تو وہ کون سا اتنا ہی تمہیں واپس کرے گا ۔ خدا کی سنت یہ ہے ۔ يُضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ تم قرضۂ حسنہ دو گے تو بڑھائے گا اور تمہارے لئے بخشش کا سامان کرے گا ۔

اب اس میں ایک عجیب لطیف شرط داخل فرما دی یعنی بڑھانے کا وعدہ ان سے ہے جو قرضۂ حسنہ دیں گے ۔ جو حرص میں دیں گے انکے ساتھ وہ وعدہ نہیں ہے بڑھا دے تو اس کی مرضی ہے مالک ہے لیکن یاد رکھنا جو برکت والا وعدہ ہے کہ خدا تم پر فضل فرمائے گا اور بڑھائے گا وہ اسی صورت میں ہے کہ تمہارے دل میں حرص نہ ہو بلکہ اللہ کی محبت اور اسکی رضا کی خاطر قربانی ہو اور یہ قرضۂ حسنہ ہے ۔ قرضۂ حسنہ میں قرض کا مفہوم بھی داخل فرما دیا اور یہ عجیب بات ہے قرض کے دو ہی پہلو ہیں ایک وہ قرض ہے جس میں آپ ضرور کچھ نہ کچھ حرص رکھتے ہیں اور حرص کی وجہ سے بہت سے لوگ قرض دیتے اور بہت سے لوگوں کے قرض ضائع بھی چلے جاتے ہیں اور ایک وہ پہلو ہے کہ کوئی حرص نہیں بلکہ بعض دفعہ نقصان کا خطرہ ضرور پیش

نظر ہوتا بلکہ اکثر اوقات رہتا ہے اس کے باوجود دیتے ہیں۔ یہ جو دینا ہے یہ غیر معمولی اعلیٰ نیت کے سوا، پاک نیت کے سوا ممکن ہی نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا قرض تو دینا ہے تم نے، یہ تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ یہ ایسی چیز نہیں ہے جس کی خدا کو ضرورت ہے۔ ضرورت کا تصور مٹانے کیلئے لفظ قرض استعمال فرما دیا۔ کیونکہ قرض لینا کسی کی عظمت اور اسکی بڑائی کے خلاف نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے کبھی کسی سے مدد نہیں مانگی مگر قرضے لئے۔ وقتی طور پر ایک ضرورت پیش آسکتی ہے تو یہ تو نہیں کہ خدا کو ضرورت ہے مگر قرض کا مفہوم دے کر یہ بتایا کہ تم کوئی احسان نہیں کر رہے اپنی جماعت پر یا خدا کا تصور براہ راست اگر نہ داخل کریں تو یہ مضمون بنے گا کہ جماعت مسلمہ پر تم کوئی احسان نہیں کر رہے یہ تو ضرور واپس ہوگا جو اصل ہے اور جہاں تک خدا کے کاموں کا تعلق ہے وہ بڑھایا کرتا ہے مگر بڑھاتا ان کے ہے جن کی نیتیں پاک ہوں جو جذبۂ محبت سے خرچ کریں اور قربانی کی روح سے خرچ کریں۔ پس ایسے لوگ جو اپنے غریب بھائیوں کو قرضہ دیتے ہیں اور اس نیت سے دیتے ہیں کہ ان کی بھلائی ہو اگر ہمیں کچھ تنگی پڑتی بھی ہے تو کوئی حرج نہیں ان کا جو جذبہ ہے وہ بہت ہی قابل قدر بن جاتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں تو بہت ہی قدر دان ہوں اس جذبے سے اگر تم قرض دو گے لالچ کی وجہ سے نہیں کرو گے تو پھر میرا دستور یہ ہے۔ یہ نہیں فرمایا مَیں وعدہ کرتا ہوں، فرمایا اللہ ایسا کرتا ہے اور کرے گا اور اس شرط کے ساتھ کرے گا **یُضٰعِفۡهُ لَكُمۡ وَ یَغۡفِرۡ لَكُمۡ** تمہارے لئے بڑھائے گا بھی اور اس سے بڑی بات یہ ہے کہ تمہاری بخشش کے سامان کرے گا۔ اب اگر مالی قربانی ایسی ہو کہ اس سے برکت بھی پڑے اور یقین ہو کہ مغفرت ہوگی تو یہ ایک بہت ہی پاکیزہ اور ہر سودے سے اچھا سودا ہے جس خرچ کے نتیجے میں مغفرت ہو جائے وہ اس لئے ضروری ہے کہ اگلی دنیا کے متعلق اللہ فرماتا ہے کہ وہاں کوئی پیسہ کام نہیں آئے گا وہاں مغفرت کا خرچ سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ تو ہمارے دن کتنے ہیں جن میں خدا تعالیٰ سے مغفرت کے سودے کی خاطر اپنا مال خرچ کریں۔ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں اور ایک دفعہ مر گئے تو سارا مال یہیں دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے اور پھر اس دنیا میں کام ہی نہیں آسکتا۔ تو مغفرت کا تعلق تو ہر شخص کے ساتھ ہے اور مغفرت کی خاطر خرچ کرنا یہ لالچ، حرص نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی طبعی ضرورت ہے جو ہر انسان کو لاحق ہے ہر انسان سے وابستہ ہے۔ تو حرص کا جہاں تک تعلق ہے، کوئی غرض کا تعلق ہے اللہ نے فرما دیا کہ مغفرت کی حرص رکھا کرو، یہ سوچا کرو کہ مَیں اللہ کی خاطر خرچ کرتا ہوں بڑھے یا نہ بڑھے میری بخشش کا سامان ہو جائے اور خدا وعدہ فرماتا ہے کہ بخشش کا سامان تو ہوگا لیکن اس سے پہلے مَیں تمہارے مال بھی بڑھا چکا ہوں گا۔ کتنا عجیب سودا ہے، **یُضٰعِفۡهُ لَكُمۡ وَ یَغۡفِرۡ لَكُمۡ** تم مغفرت کی خاطر کرتے ہو خدا اتنا محسن ہے

تمہارا واپس کرے گا اس سے زیادہ دے گا اور پھر مغفرت کا قرضہ اس پر باقی رہے گا اور اس وقت وہ مغفرت کا قرضہ کام آئے گا جب کہ تمہارے مال دولت کی ویسے ہی کوئی اہمیت نہیں رہی وہاں محض فضل ہی فضل ہوگا۔

وَاللّٰہُ شَکُوۡرٌ حَلِیۡمٌ اللہ تعالیٰ بہت ہی شکر یہ ادا کرنے والا یعنی شکر گزاروں کی قدر کرنے والا ہے اور حلیم ہے بہت بردبار ہے اسے کوئی جلدی نہیں ہے باوقار ہستی ہے اور جب چاہے تو بڑے بڑے گناہوں کو بھی معاف فرما سکتا ہے ان سے صرفِ نظر فرما سکتا ہے۔

پس یہ وہ آیات ہیں جن کا نظام جماعت کے مالی حصے سے ایک اٹوٹ تعلق ہے جو کبھی توڑا جا ہی نہیں سکتا۔ وقف جدید کے معاملے میں بھی اللہ تعالیٰ نے برکتیں ڈالی ہیں وہ حیرت انگیز ہیں اور جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے یہ باوجود اس کے کہ ایک زائد تیسرے درجے کی تحریک تھی جس سے بہت بالا اور مضبوط مالی نظام انجمن کے باقاعدہ مستقل چندوں کی صورت میں قائم تھا، وصیت کا نظام تھا، چندہ عام کا نظام تھا اور پھر تحریک جدید کو غیر معمولی اہمیت تھی اور تحریک جدید کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں بہت خدمت اسلام ہوئی ہے۔ تو تیسرے درجے کی تحریک جس کا آغاز میں تعلق محض پاکستان اور بنگال کے دیہات سے تھا لیکن دیکھیں اللہ تعالیٰ برکتیں کتنی ڈالتا ہے۔ اس سے پہلے کہ مَیں یہ Figures آپ کے سامنے پیش کروں مَیں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ جماعت کے اندر جو مالی قربانی کا جذبہ ترقی کیا ہے وہ ایک دور ایسا تھا کہ تبلیغ کی رفتار سے بہت زیادہ تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا۔ اب وہ دور آ گیا ہے کہ تبلیغ کی رفتار اسکو چیلنج کر رہی ہے اور اس سے آگے بڑھ کر وہ بہت تیز قدموں کے ساتھ اسلام کا پیغام دنیا میں پھیلا رہی ہے اور پھر ان کے توازن کا دور آئے گا تو پھر آپ کے جو چندے ہیں ان میں عظیم انقلاب برپا ہو جائے گا۔ چوٹی سے اور چوٹیاں اٹھیں گی لیکن اس وقت ہم اس دَور میں داخل ہوئے ہیں کہ مالی قربانی کا نظام مستحکم ہو گیا وہ چل پڑا، اپنے پاؤں پہ کھڑا بھی ہوا اور پھر دوڑ پڑا اور اب تبلیغ کا دعوت الی اللہ کا نظام بیدار ہو کر جیسے دیر سے اس کو ہوش نہ ہو، ہوش میں آ رہا ہے کہ او ہو یہ تو بہت آگے نکل گئے ہیں۔ وہ دوڑ دوڑ کر پھر آگے نکلنے کی کوشش کر رہا ہے اور مجھے لگ رہا ہے کہ نکل چکا ہے لیکن کچھ عرصہ ہوگا کہ ان لوگوں میں سے پھر مالی قربانی کرنے والے لوگ پیدا ہونا شروع ہوں گے اور اچانک جماعت کے مالی نظام میں غیر معمولی برکتیں پڑیں گی۔

جو حوالہ مَیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا تھا موازنے سے پہلے وہ ایک دلچسپ حوالہ ہے۔ وہ ہے ایک اخبار احمدیت کی دشمنی میں وقف ایک رسالہ جس کا نام ''المنبر'' ہے وہ فیصل آباد سے جاری تھا۔ اس

پرانے زمانے میں 1953ء کی تحریک میں اس نے جماعت کے خلاف بڑا کردار ادا کیا۔ عبدالرحیم اشرف صاحب اس کے ایڈیٹر تھے اوران کا پاکستان کے دینی طبقوں پر بڑا اثر تھا۔ 1953ء کی تحریک کی ناکامی کے بعد انہوں نے تجزیہ کیا ہے کہ کیا ہوا اور بے اختیار دل سے یہ آواز نکلی کہ ہم نے سب کچھ کرلیا مگر جماعت کا کچھ نہیں بگاڑ سکے اور جو وہ چندوں کی مثال دیتے ہیں جس سے غیر معمولی متاثر ہیں وہ ذرا سن لیں آپ کو اندازہ ہو کہ 1953ء میں جماعت کا حال کیا تھا مالی قربانی کا۔ وہ کہتے ہیں کہ ’’53ء کے عظیم تر ہنگامے کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ 56۔57ء میں اس کا بجٹ پچیس لاکھ روپے تک پہنچ جائے۔‘‘ ساری دنیا کی جماعت کا بجٹ پچیس لاکھ روپے تک پہنچ جائے اس کوشش میں ہیں۔ کہاں وہ دن کہاں آج کا دن۔ آج خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس سال وقف جدید کا جو وعدہ تھا وہ دو کروڑ اکتالیس لاکھ کا تھا مگر وصولی دو کروڑ تریسٹھ لاکھ ہوئی ہے۔ تو کہاں وہ اس کے توہمات کہ یہ دیکھو کیسی باتیں کر رہے ہیں گویا ستاروں پہ کمنڈ ڈالنے لگ گئے ہیں۔ پچیس لاکھ کے بجٹ کی سوچ رہے ہیں اور اب وقف جدید ہی کا اکیلا دو کروڑ تریسٹھ لاکھ وصولی کا بجٹ ہے اور جہاں تک کل انجمن کے بجٹوں کا تعلق ہے اس کی برکت کا یہ حال دیکھ لیں۔ 57ء تک تو وہ کہہ رہا تھا کہ یہ پچیس لاکھ کی باتیں کر رہے ہیں۔ 82-81ء میں یہ ایک کروڑ ستائیس لاکھ سڑسٹھ ہزار چھ سو ستاسی ہو چکا تھا اور 83-82ء میں ایک کروڑ پچپن لاکھ چھیانوے یعنی جس سال خدا تعالیٰ نے مجھے اس خدمت پر مامور فرمایا اس سال ایک کروڑ پچیس لاکھ چھیانوے تھا اور 84-83ء میں میرے ہجرت کے سال سے ایک سال پہلے کُل انجمن کا بجٹ دو کروڑ چھ لاکھ چودہ ہزار تھا اور اب صرف وقف جدید کا بجٹ دو کروڑ تریسٹھ لاکھ ہو چکا ہے۔ تو یہ پیسے حریص جماعت کی طرف سے آ رہے ہیں جن کو مال کا فکر ہے اور مال کا حرص ہے؟ یہ تو اس جماعت کی طرف سے آ رہے ہیں جن کو مال کی کوڑی کی بھی پروا نہیں رہی۔ اپنے مال پیش کرتے ہیں اور قبول ہوں تو خوش ہو کے لوٹتے ہیں۔ نہ قبول ہوں تو روتے ہوئے واپس جاتے ہیں۔ پس وقف جدید کے سلسلہ میں بھی خدا تعالیٰ نے وہ عظیم احسانات فرمائے ہیں کہ روح خدا کے حضور ایسے سجدے کرتی ہے کہ سجدے سے سر اٹھانے کو جی نہ چاہے سوائے اس کے کہ مجبوریاں دوسرے کاموں میں لے جائیں مگر ایک ایک شکر اللہ کا ایسا ہے کہ اس میں ساری روح ہمیشہ سجدہ ریز رہے تو اس کے نشے سے باہر نہیں آسکتی۔

موازنے کے طور پر چند اور باتیں مَیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ گزشتہ سال یعنی جو اس سال سے پہلا سال تھا وعدہ جات 2 کروڑ 26 لاکھ تھے اور وصولی دو کروڑ اڑتالیس لاکھ تریسٹھ ہزار ہوئی امسال جو گزر گیا ہے یعنی امسال سے مراد وہ سال جو ابھی گزرا ہے دو کروڑ اکتالیس کے وعدے تھے دو کروڑ تریسٹھ

لاکھ کی وصولی ہوئی۔ اب یہ اللہ کی عجیب شان ہے کہ وقف جدید کی وصولیاں اسکے وعدوں سے بڑھ رہی ہیں۔

سینۂ شمشیر سے باہر ہے دَم شمشیر کا

قربانی کرنے والا دَم جو ہے وہ سینے سے باہر نکلتا ہے اُچھل اُچھل کے باہر آ رہا ہے اور تفصیلی جہاں تک تعلق ہے اسمیں خدا تعالیٰ کے فضل سے امسال بھی جماعت پاکستان کو یہ اعزاز نصیب ہوا ہے کہ سب دنیا کے وقف جدید کے قربانی کرنے والوں کے مقابل پر پاکستان نے سب سے زیادہ قربانی کی ہے۔ دوسرے نمبر پر امریکہ نے اپنے اس عہد کو پورا بھی کیا اور نبھایا ہوا ہے۔ امیر صاحب امریکہ نے مجھ سے ایک دفعہ ذکر فرمایا تھا کہ ہمارا بھی دل چاہتا ہے کسی چندے میں بہت آگے بڑھیں اور سب سے آگے نکل جائیں تو ہم نے غور کیا ہے تو یہی سوچا ہے کہ باقی جگہ تو بہت بہت فاصلے رہ گئے ہیں وقف جدید میں اگر ہم کوشش کریں تو ایسا ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ایک وقت تھا کہ وہ کسی شمار میں ہی نہیں تھے اب وہ دوسرے نمبر پر آ چکے ہیں اور گذشتہ سال بھی تھے اور پوزیشن کو Maintain کر رہے ہیں یہاں وہ قائم ہیں اور فاصلہ بھی کچھ کم کر رہے ہیں پاکستان سے۔ اسلئے بعد میں نہ پاکستان والے کہیں ہمیں بتایا نہیں تھا پہلے۔ جس طرح جرمنی کی دفعہ شکوے شروع ہوگئے تھے کہ آپ نے اچھا کیا چپ کر کے بتا دیا کہ جرمنی آگے بڑھ گیا ہے اور ہم نے نہیں بڑھنے دینا۔ تو مَیں امید رکھتا ہوں کہ انشاءاللہ پاکستان کا یہ اعزاز برقرار رہے گا مگر امریکہ نے کوشش ضرور کرنی ہے۔

جرمنی بہت سی قربانی کے میدانوں میں یا دوسری یا تیسری پوزیشن پہ رہتا ہے کبھی کبھی اول بھی آجاتا ہے اور یہاں بھی تیسری حیثیت ہے۔ اس کے بعد پھر کینیڈا ہے پھر برطانیہ کی باری آتی ہے پھر ہندوستان ہے۔ ہندوستان نے بھی اچھا معیاری کام دکھایا ہے اور گذشتہ سال کے مقابل پر بہت محنت کر کے کافی آگے بڑھا ہے۔ پھر سوئٹزرلینڈ کی چھوٹی جماعت ہونے کے باوجود اس کی باری ہے جو ساتویں نمبر پر ہے۔ انڈونیشیا نے وقف جدید میں بہت ترقی کی ہے آٹھویں نمبر پر آگیا ہے۔ ماریشس نویں نمبر پر ہے اور جاپان دسویں نمبر پر۔ جاپان کی اس پہ کوئی دل آزاری نہیں ہونی چاہیے۔ بہت چھوٹی سے جماعت ہے اور ان کے اقتصادی حالات کچھ اس لئے بھی خراب ہو رہے ہیں کہ بہت سے لوگ جو پاکستان سے وہاں آکے کام کر رہے تھے ان کے لئے مشکلات پیدا ہوگئی ہیں کچھ کو واپس بھجوا دیا گیا کچھ کو پولیس کی تحویل میں رکھا گیا۔ کچھ اقتصادی بحران کے نتیجے میں نقصان اُٹھا بیٹھے۔ تو ان کا چھوٹی سی جماعت کا دسویں نمبر پر رہنا بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک بڑا اعزاز ہے اللہ اس اعزاز کو قائم رکھے اور اس کی برکت سے ان کے اموال میں بھی ترقیات ہوں ان کی خوشیوں میں بھی ترقیات اور سب کیلئے میری یہی دعا ہے۔

جہاں تک دوسری جماعتوں کا تعلق ہے جو عموماً چھوٹی تھیں اور پیچھے رہ رہی تھیں ان میں اس طرح موازنہ مَیں نے کیا ہے کہ گذشتہ سال کے مقابل پر غیر معمولی اضافہ پیش کرنے کی کس کو توفیق ملی ہے کیونکہ عام دوڑ میں تو شامل نہیں ہو سکتی تھیں اس لحاظ سے گی آنا کی جماعت اول آئی ہے اور انہوں نے اس ایک سال میں چندہ دگنے سے بھی کچھ زیادہ کر دیا ہے۔ بنگلہ دیش نے بہت آگے قدم بڑھایا ہے انہوں نے بھی گیارہ سو کی بجائے دو ہزار تریسٹھ۔ معاف کرنا یہ چندے کی بات نہیں ہو رہی۔ چندہ دہندگان کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ۔ مَیں نے عنوان نہیں پڑھا تھا اسلئے جب مَیں نے یہ پڑھا تو مَیں نے کہا گیارہ سو کیسے ہو سکتا ہے بنگلہ دیش کا بہت زیادہ چندہ ہو گا اس سے۔ تو جب عنوان دیکھا ہے تو عنوان یہ ہے۔ ’’چندہ دہندگان کی تعداد میں اضافہ‘‘ اور اس پہلو سے گی آنا اضافے کی نسبت سے اول آ گیا ہے اور بنگلہ دیش کو دوئم قرار دیا ہے گیارہ سو کے بدلے میں دو ہزار تریسٹھ ہے، دگنے سے کم ہے اور گی آنا دُگنے سے ذرا زیادہ ہے۔ ہالینڈ تیسرے نمبر پر ہے۔ ایک سو ستر افراد سے بڑھ کر دو سو انچاس ہو گئے۔ کینیڈا چوتھے نمبر پر ہے۔ تین ہزار پینتالیس مجاہدین سے تعداد بڑھ کر چار ہزار چار سو اکتیس ہو گئی اور جرمنی پانچویں نمبر پر ہے۔ پانچ ہزار چھ سو تینتیس سے بڑھ کر آٹھ ہزار ایک سو چورانوے کی تعداد پہنچ گئی ہے۔

یہ جو تعداد کا مسئلہ ہے اس کا تعلق مال سے اتنا نہیں ہے جتنا قربانی کی روح کو فروغ دینے کے لئے ہم اس پر زور دیتے ہیں۔ مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ بعض دفعہ جب زیادہ تعداد بڑھائی جائے تو اس تعداد کے حساب میں بعض دفعہ خرچ زیادہ ہوتا ہے اور اس سے آمد کم ہوتی ہے۔ مثلاً ایک پورا انتظام کیا جائے انکا حساب رکھا جائے کلرک رکھے جائیں پھر ڈاک کے ذریعے ان کے حساب بھیجے جائیں اور چندے بعض دفعہ اتنے تھوڑے ہوتے ہیں بعض غریبوں کے کہ مالی حساب پر زیادہ خرچ ہو رہا ہوتا ہے ان کی آمد کے مقابل پر۔ لیکن ہمیں ضرورت ہے اخلاص کی اور مالی قربانی کے بغیر اخلاص بڑھتا نہیں ہے اور مالی قربانی کو اللہ نے تقویٰ کا ایک پیمانہ قرار دیا ہے اور پھر لمبا تجربہ بتاتا ہے کہ شروع میں جو ایک پیسہ بھی قربانی کرتا ہے خدا تعالیٰ اسکو دو طرح سے بڑھاتا ہے۔ یُضٰعِفۡهُ کا مطلب یہ صرف نہیں ہے کہ مال اس کا بڑھاتا ہے۔ اس کے دل کی وسعتیں بڑھا دیتا ہے قربانی کے جذبے بڑھا دیتا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے نظام جماعت میں ایک نئی ترقی کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ پس اس دفعہ بھی مَیں تمام دنیا کی جماعتوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ خواہ کتنا ہی معمولی چندہ کیوں نہ ہو مَیں پچھلے سال بھی اعلان کر چکا ہوں کہ یہ شرط چھوڑ دیں کہ چھ روپے کم سے کم یا بارہ روپے کم سے کم یا اس کے لگ بھگ دوسری کرنسیوں میں رقم ہو اگر کوئی ایک آنہ بھی دے سکتا ہو تو اسکو کہیں شامل ہو جائے۔ اس کا شامل ہونا اس کی مالی دقتوں کا حل ہے اور اس کو یہ نہیں

کہنا کہ تمہارا پیسہ بڑھے گا اسلئے شامل ہو جاؤ اس کو یہی کہنا ہے کہ تم آنہ بھی دو گے تو جو تمہیں لطف آئے گا اور اللہ کی رضا حاصل ہوگی وہ تو کروڑوں روپے بھی خرچ کر کے حاصل کی جائے تو کچھ بھی چیز نہیں اسلئے قربانی کے جذبے کی خاطر اس سے ایک آنہ بھی وصول کرنا ہو تو کریں اور نو مبائعین کو کثرت کے ساتھ اس میں شامل کریں۔

اب وقت ہے کہ نو مبائعین جس تعداد سے بڑھ رہے ہیں اسی تعداد سے چندہ دہندگان بھی بڑھیں۔ پس ان کو مستقل چندے میں بھی سولہویں حصے کی نسبت سے نہیں بلکہ حسب توفیق اور یہ مضمون بھی مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ سے مجھے ملا ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنی استطاعت ہے تو نئے آنے والوں کی استطاعت کچھ کم ہوتی ہے۔ بعض دفعہ بہت بڑھ جاتی ہے ایسے بھی آئے ہیں جنہوں نے آتے ہی فوراً قربانیوں میں حصہ لیا ہے اور انہوں نے کہا کہ ہم برابر کا حصہ لیں گے لیکن عموماً یہی دیکھا گیا ہے اگر یہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ کیوں کہتا کہ تالیف قلب کی خاطر ان پر خرچ بھی کرو یعنی آغاز میں یہ حال ہوتا ہے بعض دفعہ آنے والوں کا کہ ان کی دلداری کے لئے کچھ نہ کچھ ان کی ضرورتیں اقتصادی بدحالی کو دور کرنے کے لئے کئی وجوہات سے کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ جلسوں پر بلاتے ہیں تو کرایہ دے کر بلاتے ہیں پھر وہ وقت آتا ہے کہ وہ چندے لے کر اپنے خرچ پر چندے دینے کیلئے آتے ہیں مگر آغاز میں کچھ قربانی لازم ہے اگر بغیر قربانی کے اسی حال پہ وہ ٹھنڈے ہو گئے تو پھر آپ کیلئے ان کو قربانی کے مزے دینا مشکل ہو جائے گا ان کو پتہ ہی نہیں ہوگا کہ قربانی کا مزہ ہے کیا۔ پس ان کو بھی وقف جدید میں شامل کریں۔

اس ضمن میں مَیں یورپ کی جماعتوں اور مغرب کی جماعتوں سے خصوصاً یہ درخواست کرتا ہوں کہ ہر ماں باپ اپنی اولاد پر نظر رکھیں اور جہاں وہ کمانے والے بنیں ان کو یہ تحریک کریں کہ پہلے ہفتے کی آمد وہ مسجدوں میں دیں اور یہ نیک روایت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے قائم ہے اور جہاں تک میرے سے مشوروں کا تعلق ہے مَیں ہر ایک کو یہی بتاتا ہوں وہ کہتے ہیں ہمیں خدا نے برکت دی ہے کیا کریں۔ مَیں کہتا ہوں پہلے تو پہلے ہفتے کی آمد مسجد کیلئے دے دو۔ دوسرے فوری طور پر چندہ باقاعدہ دینا شروع کر دو۔ سولہویں حصے کا حساب کر کے اگر زیادہ کی توفیق نہیں تو یہ ضرور دو۔ تو اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے تمہاری اولاد بھی فتنہ ہے تو یہ بھی ایک فتنے کا موقع ہوتا ہے۔ اولاد خوشحال ہوگئی ہے ماں باپ سمجھتے ہیں ان کو کیوں چندوں میں ڈالیں خواہ مخواہ ہم جو دے رہے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بھی ہار گئے آپ کا دیا ہوا بھی گیا اگر چندے کا شوق ہی نہیں اور سمجھتے ہی نہیں کہ باعث سعادت ہے تو اولاد کو بھی آپ نہیں کریں گے اور آپ کے چندے کے اوپر بھی ایک اور روشنی پڑ جائے گی جو ایک غلط روشنی ہوگی یعنی آپ پہلے دیتے

تھے مصیبت سمجھ کر دیتے تھے چٹی سمجھ کے دیتے تھے جو اولاد کو چٹی سے بچا رہے ہیں۔ پس فتنوں کا مقابلہ کرنا ہے ہر فتنے کا موقع ایسا ہمارے سامنے آنا چاہیے کہ ہم اس کو شکست دے کر خدا کی رضا کم کرنے کی بجائے اس کو بڑھاتے ہوئے آگے بڑھیں۔

فی کس کے لحاظ سے بھی ہم نے موازنہ کیا ہے اور سوئٹزر لینڈ حسب سابق وقف جدید کے فی کس چندے میں اب بھی سب سے آگے ہے امریکہ نمبر دو ہے کوریا اور جاپان تیسرے نمبر پر ہیں اور بیلجیئم اللہ کے فضل کے ساتھ چھوٹی جماعت ہونے کے باوجود بھی چوتھے نمبر پر آ گئی ہے حالانکہ مالی لحاظ سے ایک کمزور جماعت ہے۔ یورپ کی جماعتوں میں بیلجیئم کی جماعت بہت کمزور ہے۔ اخلاص میں نہیں مالی لحاظ سے۔ لیکن اللہ نے توفیق دی ہے کہ چوتھے نمبر پر آ چکے ہیں اور بھی قربانیوں میں آگے بڑھ رہے ہیں۔

چندہ بالغان میں جو پاکستان کے اضلاع کا مقابلہ ہوا کرتا ہے ان میں کراچی اول، ربوہ دوم، لاہور سوم پھر فیصل آباد، سیالکوٹ، اسلام آباد، گوجرانوالہ شیخوپورہ، کوئٹہ اور سرگودہا آتے ہیں۔ مجموعی وصولی کے لحاظ سے چندہ اطفال میں کراچی پھر اول لیکن یہاں ربوہ کی بجائے لاہور دوم اور ربوہ سوم ہے پھر فیصل آباد، راولپنڈی، سیالکوٹ، شیخوپورہ، سرگودہا اور کوئٹہ اسی ترتیب سے آتے ہیں۔

وقف جدید کی جو تحریک ہے یہ وقف جدید بیرون جب سے شروع ہوئی ہے اگرچہ اس آمد میں سے بہت حد تک انہی علاقوں میں خرچ ہوا ہے جن علاقوں کی خاطر یہ تحریک قائم کی گئی تھی یعنی پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش لیکن حضرت مصلح موعودؓ کی ایک رؤیا نظر سے گزری ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ خدا کا منشاء یہ ہے کہ بالآخر اس تحریک کا فیض یعنی جن کاموں پر خرچ کرنا ہے اس اعتبار سے بیرونی دنیا پر بھی پھیلانا ہوگا اور باقی ملکوں میں صرف پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش پر ہی اس کا خرچ نہیں ہوگا بلکہ اور جگہ بھی اسی قسم کا نظام جاری ہو یعنی وقف جدید کے مقاصد کے حصول میں ان کو بھی شامل کرنا پڑے گا صرف چندے کی قربانی میں نہیں۔ پس اس لحاظ سے اس سال مَیں نے مال کو ہدایت کر دی ہے کہ آغاز ہم افریقہ سے کرتے ہیں افریقہ میں ضرورتیں بڑھ رہی ہیں اور بعض ملکوں میں اقتصادی بدحالی کی وجہ سے چندوں میں کمزوری آ رہی ہے تو وقف جدید کا ایک حصہ ہم انشاء اللہ اس سال افریقہ کی طرف منتقل کریں گے اور پھر ایسا وقت آئے گا کہ یورپ میں بھی وقف جدید کے نظام کے تحت ہمیں معلمین مقرر کرنے پڑیں گے اور اس قسم کے کام جاری کرنے ہوں گے جو اسلام کے آخری غلبے کے لئے ضروری ہیں۔

ایک آخری بات اس وقت، وقت چونکہ ختم ہو رہا ہے بلکہ ہو چکا ہے وہ حوالہ تو نہیں پڑھ سکتا مگر اس کا خلاصہ مَیں نے بیان کر دیا ہے پھر کسی وقت وہ حضرت مصلح موعودؓ کا حوالہ بھی پڑھ کے سنا دوں گا۔

پاکستان اور ہندوستان کے علاوہ دیگر جماعتوں کو بھی دفتر اطفال کا ریکارڈ رکھنا چاہیے۔ یہ اس سلسلے میں آخری نصیحت ہے آج کے خطبے میں۔ وقف جدید کا جو اطفال کا ریکارڈ ہے وہ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش میں رکھا جاتا ہے مگر دوسرے ملکوں میں نہیں رکھا جاتا اور ہم چاہتے ہیں کہ بچے بہت زیادہ اس میں حصہ لیں۔ جس طرح نومبائعین دین میں بچے ہی ہوتے ہیں خواہ عمریں کتنی ہی ہوں۔ اسی طرح بچوں کا حال ہے۔ ان کو شروع ہی میں وقف جدید میں شامل کیا جائے تو آئندہ ہر قسم کے دوسرے چندوں میں اللہ تعالیٰ ان کے حوصلے بڑھا دے گا، انکے دل کھول دے گا۔ تو ہمیں اب باہر کی جماعتوں سے معین طور پر یہ اطلاع ملنی چاہیے کہ اتنے زیادہ بچے ہم نے بڑھائے ہیں اور بچے کے سلسلے میں پہلے دن کا بچہ بھی نظام میں شامل ہو جاتا ہے۔ بعض مائیں تو پہلے زمانے جب مَیں وقف جدید میں کام کیا کرتا تھا تو لکھا کرتی تھیں کہ ہمارے ہونے والے بچے کا بھی چندہ لے لیں اور بعض یہ کہا کرتی تھیں ہم مومن جو ہیں نا یہ اللہ میاں سے کافی ترکیبیں کرتے رہتے ہیں کسی کا بچہ نہیں ہوتا تھا تو اس نے کہا کہ اس کا چندہ جو میرا بچہ نہیں ہو رہا نا مَیں نے وہ لکھوا دیا وقف جدید میں، اب اللہ آپ ہی سنبھالے معاملہ اور واقعۃً ایسے میرے سامنے معین واقعے آئے کہ ڈاکٹروں نے کہا تھا بچہ نہیں ہونا۔ کسی عورت نے یہ ترکیب چلی اور اللہ تعالیٰ نے بچہ عطا فرما دیا یعنی چندہ دینے والا بعد میں آیا ہے چندہ پہلے آ گیا ہے تو یہ دنیا کے نظام نہیں ہیں یہ اور قسم کے نظام ہیں جو چل رہے ہیں۔ تو اپنے بچوں کو شامل کریں اگر دل کا جوش اور ولولہ ہو تو بے شک ان کو بھی شامل کر لیں جو پیدا نہیں ہوئے مگر جو پیدا ہوئے ہیں ان کو تو ضرور شامل کریں۔ اللہ تعالیٰ اس نظام کو ہمیشہ برکت دیتا چلا جائے اور بڑھاتا چلا جائے۔ ہمارے اموال میں ہمارے اخلاص کے پیچھے پیچھے برکت دے، آگے نہیں۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ پہلے رکھا ہے انفاق کا مضمون بعد میں آتا ہے۔ پس پہلی دعا یہ ہے کہ ہماری تقویٰ کی استطاعت بڑھائے۔ اس بڑھتی ہوئی استطاعت کے وسیع تر دائرے میں ہمارے اموال میں بھی برکت ہوتی چلی جائے اور ہماری جانی قربانیوں میں بھی برکت ہوتی چلی جائے اور یہ ایسے سلسلے ہیں جو خود اپنی ذات میں ثواب ہیں، اپنی ذات میں جنتیں ہیں اللہ سب دنیا کو ان جنتوں سے آشنائی عطا فرمائے۔ السلام علیکم

(الفضل انٹرنیشنل لندن 17 فروری 1995ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 5/جنوری 1996ء بیت الفضل لندن

تشہد وتعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَ مِمَّآ اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ص وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْہُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْہِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْہِ ط وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ o اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ ج وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَ فَضْلًا ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ o لا یُّؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ ج وَ مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ط وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ o (البقرۃ:268 تا 270)

یہ آیات کریمہ جن کی مَیں نے تلاوت کی ہے یہ سورہ بقرہ کی 268 تا 270 ویں آیات ہیں ان آیات میں مالی قربانی کی طرف بہت ہی لطیف انداز میں اس طرح توجہ دلائی ہے کہ انسانی فطرت کی ایک کمزوری کو سامنے رکھ کر متنبہ فرمایا ہے کہ خدا کی راہ میں جب خرچ کرنے ہوں تو اپنی اس کمزوری کو پیش نظر رکھنا اور خرچ کرتے وقت ٹھوکر نہ کھا جانا تمہیں علم ہونا چاہیے کہ تم جو بھی خرچ کرتے ہو کس مقصد سے کر رہے ہو کس کے حضور پیش کر رہے ہو اور اس کے آداب کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا لازم ہے۔

یہ مضمون اس طرح بیان فرمایا کہ دیکھو جب تم خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہو تو اے ایمان والو طیبات میں سے خرچ کیا کرو "مَا کَسَبْتُمْ" جو کچھ بھی تم کماتے ہو ان میں سے بہترین چیز پیش کیا کرو۔ کیونکہ جب ایک دوسرے کو تم تحائف پیش کرتے ہو تو جتنا کسی سے زیادہ تعلق ہو، جتنا کسی کی عزت ہو، جتنا کسی کا احترام ہو اسی قدر تحفہ چنتے وقت انسان اپنی ملکیت میں سے بہترین چنتا ہے۔ اگر باغوں والا ہے تو پھل وہ چنے گا جو چوٹی کا پھل ہے اور تاجروں کی طرح نہیں کرتا کہ گندہ پھل شامل کر کے تو اوپر دو چار پھل رکھ دے تا کہ اچھی چیز قبول ہو جائے، قیمت مل جائے خواہ بعد میں پتہ چلے کہ یہ تو نہایت ہی گندی اور غلیظ چیز تھی جس کا سودا کیا گیا ہے تو اللہ سے تو دھوکہ ہو نہیں سکتا۔ لیکن دنیا میں بھی انسان اپنی محبتوں اور تعلقات کی قدر کرتا ہے اور اپنے پیاروں سے دھوکے نہیں کیا کرتا۔ تاجر دھوکے کرتا ہے، محبت کے ساتھ پیش کرنے والا دھوکہ نہیں کرتا تو فرمایا تمہارا تو میرے ساتھ ایک محبت کا سودا ہے۔

اور دوسرے یہ کہ ہم نے تمہیں دیا ہے۔ اسلئے جب ہم نے دیا ہے تو پھر اگر تم گندی چیز دو گے تو

تمہارا بہت گہرا نقصان ہوگا ایک تو یہ کہ تحفہ نامقبول دوسرے تم یہ ہمیں نمونہ دکھا رہے ہو گے کہ ہم تو گندی چیزیں دیا کرتے ہیں۔ ہمیں بھی پھر گندی ملنی چاہیے اور احسان فراموش کو تو حقیقت میں کچھ بھی نہیں ملا کرتا تو خدا نے اپنی ضرورت پوری کرنے کیلئے تو نہیں مانگا خدا نے تو ہماری ضرورتیں پوری کرنے کیلئے مانگا ہے اور یہ ضرورتیں دو طرح سے پوری ہوتی ہیں۔ اول تزکیہ نفس، دوسرے احسان کا بدلہ اتارنے کی جو تمنا ہے وہ کچھ نہ کچھ پوری ہو جاتی ہے۔ بسا اوقات عید پر بچے بھی ماں باپ کیلئے تحفے لے کر آتے ہیں حالانکہ سب کچھ وہی دیتے ہیں انہی سے وظیفے ملتے ہیں، انہی سے ماہانہ اخراجات عطا ہوتے ہیں انہی کا کھانا کھاتے ہیں انہی کے گھر میں رہتے ہیں مگر جب وہ عید یا کسی اور ایسے موقع پر تحفہ پیش کرتے ہیں تو ماں باپ کا دل خوشیوں سے اچھلنے لگتا ہے۔ اس تحفے کو جو پیار اور محبت سے سجا کر پیش کرتے ہیں وہ قبول کرتے ہیں جیسے ان کو ایک دنیا جہان کی نعمت مل گئی ہو تو یہ محبت کے سلسلے اور ہیں ان کا نظام اور ہے ان کے قوانین مختلف ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم نے تمہیں عطا کیا ہے جب ہم تجھ سے مانگتے ہیں تو ایک پیار کا اظہار ہے تا کہ تمہیں بھی محبت کے سلیقے آئیں تا کہ تمہاری بھی یہ خواہش پوری ہو کہ جس نے ہمیں سب کچھ دیا ہے کبھی ہم بھی تو اسے کچھ دیں۔ اگر خدا نے یہ نظام نہ قائم کیا ہوتا تو ناممکن تھا کہ انسان اس تمنا کو جو اس کی فطرت میں گھول دی گئی ہے کبھی کسی پہلو سے بھی پوری کر سکتا مگر ماں باپ کے تعلق میں جب انسان یہ کر دیتا ہے اور لذت و خوشی محسوس کرتا ہے تو خدا کے تعلق میں بھی اگر ایسا رشتہ نہ ہوا اور ایسی خوشی انفاق سبیل اللہ کے ساتھ وابستہ نہ ہو تو انفاق سبیل اللہ یعنی خدا کی راہ میں خرچ کرنا ضائع ہو جائے گا۔ خدا کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس مضمون کو یوں اس مثال کے ساتھ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو تم کماتے ہو اس میں سے بہترین چیز پیش کیا کرو وَ مِـمَّآ اَخۡرَجۡنَا لَکُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ اور اس میں سے جو زمین میں ہم نے تمہارے لئے اُگایا ہے۔

اب اسکے علاوہ دوسری آیات میں اور اس آیت کی طرز بیان میں ایک تھوڑا سا فرق رکھ دیا گیا ہے جو ابتدائی آیت ہے جس میں انفاق فی سبیل اللہ کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ مِمَّا رَزَقۡنٰھُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ جو کچھ ہم انہیں عطا کرتے ہیں اس میں سے وہ دیتے ہیں اور یہاں فرمایا ہے۔ مِنۡ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبۡتُمۡ جو تم کماتے ہو اس میں سے بہترین دو۔ یہ اسلئے کہ انسان کے ضمیر کی پیاس بجھے اس کو وقتی طور پر یہ خیال آئے کہ جو مَیں نے کمایا ہے اس میں سے دے رہا ہوں۔ مگر اس جاہلانہ خیال کی نفی کرنے کیلئے کہ جو تم نے کمایا ہے گویا تم ہی گھر سے لے کر آئے ہو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ زمین اُگاتی ہے وہ ہم ہی تو اُگاتے ہیں۔ عطا کا آغاز ہم سے ہے مگر پھر بھی تم نے محنت میں حصہ لیا ہے محنت کر کے اس میں حصہ ڈال لیا ہے تو ہم کہتے

ہیں تم اپنی محنت سمجھو اور اپنی محنت میں سے جو بہتر حصہ ہے وہ ہمارے حضور تحفے کے طور پر پیش کرو اور یہ نہ کرنا وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ جو پلید چیز ہے جو خبیث اور گندی چیز ہے وہ نہ نکالا کرنا ہمارے نام پر۔ کیونکہ وہ نکالو گے تو تمہارا خبیث باطن ہی نکلے گا اور کوئی خبیث اور پلید چیز خدا کو نہیں پہنچ سکتی۔ وہ چٹی بھی ہے تو ذلیل قسم کی چٹی پڑ گئی ہے تم پر۔ اور اللہ کو ایسی قربانیوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور پہچان یہ رکھ دی کہ وہ چیزیں خدا کو مقبول نہیں ہیں جو تم تُنفِقُونَ جب تم خرچ کرتے ہو تو اگر وہ چیزیں تمہیں عطا ہوں تو تمہاری آنکھیں شرم سے جھک جائیں۔ وَلَا تَيَمَّمُوا الخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وہ چیزیں پلید نہ پیش کرو جو تم دیتے ہو خرچ کے طور پر۔ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيهِ لیکن جب لینا پڑے تو ایسی پلید چیز قبول نہیں کرتے اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ سوائے اس کے کہ نظریں جھکا کر، شرم پیتے ہوئے، بے چینی کیساتھ ایک مجبوری کے طور پر قبول کر لو لیکن باوجود اسکے سخت خفت محسوس کر رہے ہوتے ہو۔ وَاعْلَمُوٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ اور جان لو کہ اللہ تو غنی ہے اور قابل تعریف ہے۔ غنی ہونے کے لحاظ سے اسکو تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حمید ہونے کے لحاظ سے اسکو خبیث چیز پہنچ ہی نہیں سکتی۔ جو گندی چیز کسی کو دے گا جو صاحب حمد ہے اس کو گند تو نہیں پہنچ سکتا۔ ناممکن ہے۔ اسکو وہی چیز ملے گی جو قابل حمد ہو، تعریف کے لائق ہو۔ تو تمہارا تعلق خدا سے کٹ جائے گا بجائے اسکے کہ خدا سے تمہارا تعلق قائم ہو۔

اس کے بعد ایک اور بڑا لطیف مضمون بیان فرمایا کہ تم جب ہاتھ روکتے ہو اچھی چیزیں پیش کرنے سے تو اسکے پیچھے کوئی بات ہے اور بات یہ ہے کہ شیطان تمہیں ایسے رستے پر ڈال رہا ہے جس رستے پر پڑ کے خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے تم محروم ہوتے چلے جاؤ گے اور پھر بھی تمہاری آرزوئیں پوری نہیں ہو سکیں گی۔ تمہارے نفس کی پیاس کبھی بجھ نہیں سکے گی اور تم بد سے بدتر حال میں مبتلا ہوتے چلے جاؤ گے۔ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ خدا کی راہ میں جو کنجوسی کرنے والے ہیں ان کا آغاز اس بات سے ہوتا ہے کہ شیطان انہیں فقر سے ڈراتا ہے کہ تم غریب ہو جاؤ گے فقیر بن جاؤ گے، جو کچھ آتا ہے تم دیتے چلے جاتے ہو، تمہارے پاس کیا رہے گا، تمہاری تجارتیں کیسے چلیں گی، بیوی بچوں کے حقوق کیسے پورے کرو گے، روزمرہ زندگی میں جو تم نے ایک عزت بنائی ہوئی ہے اسکے تقاضے کیسے پورے کرو گے۔ تو فقر سے ڈراتا ہے اور جو ڈرنے والا ہے وہ یہ بات بھول جاتا ہے کہ شیطان نے کب دیا تھا جو اسکے تصرفات کے متعلق ہمیں نصیحتیں کر رہا ہے۔ دیا تو خدا نے تھا اور جس کو ہم دے رہے ہیں وہی ہے جس نے ہمیں دیا تھا تو یہ فقر کا سودا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ناممکن ہے کہ عطا کرنے والا لے اور اس طرح لے کہ اسکو غریب اور فقیر اور منگتا بنا کے چھوڑ دے۔ اگر یہ تھا تو پھر دینے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ تو ایک ایسی ناممکن بات ہے جو کسی صورت میں بھی عقل میں

آ نہیں سکتی لیکن پھر بھی ڈر جاتے ہو تم بڑے بیوقوف ہو۔شیطان جس کا کوئی تعلق بھی نہیں تمہارے رزق سے، ہاں بعض صورتوں میں تعلق تم خود بنا لیتے ہو جب نا جائز رزق کماتے ہو تو پھر شیطان کا تم پر دخل ہوتا ہے مگر اللہ نے یہاں نا جائز رزق کی بات ہی نہیں شروع کی ۔فرمایا ہے ’جو تم کماتے ہو طیبات میں سے‘ تو یہاں اس گروہ کی بات ہو رہی ہے جو نا جائز نہیں کما رہے۔ جو نا جائز کمانے والے ہیں ان سے تو اللہ مانگتا ہی نہیں کبھی۔کب خدا نے کہا ہے کہ اپنی حرام کی کمائیوں میں سے مجھے پیش کرو۔وہ بحث میں شامل ہی نہیں مضمون۔پس جن کو خدا نے دیا ہے شیطان نے نہیں دیا وہ بڑے بے وقوف ہونگے اگر شیطان کے ڈرانے سے ڈر جائیں اور خدا کی راہ میں جس نے انکو عطا فرمایا ہے خرچ کرنے سے پیچھے ہٹ جائیں اور شیطان اسکے ساتھ کیا کہتا ہے۔ یہ بہت ہی گہرا نفسیاتی مضمون ہے کہ فقر سے ڈراتا ہے لیکن فحشا کا حکم دیتا ہے اور فحشا وہ زندگی ہے جس میں انسان کو بے حد خرچ کرنا پڑتا ہے اور شیطان کا جھوٹا ہونا اسی سے ثابت ہو جاتا ہے کہ تمہیں فقر سے ڈراتے ہوئے ایسی باتوں کے شوق لگا دیتا ہے ایسی تمناؤں کو بھڑکا دیتا ہے جو بہت مہنگی ہوتی ہیں اور تمہاری زندگی کی عام ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد جو کچھ بچتا ہے اس سے زیادہ خرچ کرو تب بھی تمہاری وہ خواہشیں جو فحشا سے تعلق رکھتی ہیں پوری نہیں ہو سکتیں۔تو شیطان کی دھوکہ بازی اور اس انسان کی جو اس دھوکے میں آئے ان کی عقل کا پورا پول کھل جاتا ہے اس سے۔اگر وہ تمہارا پیسہ بڑھانا چاہتا ہے تو فحشا کی طرف کیوں لگاتا ہے تمہیں۔ کیوں کہتا ہے کہ بہت مہنگی کاریں خریدو تو پھر تمہیں تسکین ملے گی کیوں کہتا ہے کہ اعلیٰ سے اعلیٰ عیاشی کے سامان مہیا کرو یا حاصل کرو تب تمہیں صحیح زندگی کا سکون ملے گا اور ایک دوسرے سے دکھاوے میں آگے بڑھو، ایسے اخراجات کرو جس سے تمہاری ظاہری طور پر قوم میں یا برادری میں ناک قائم رہ جائے اور اندر سے سب کچھ کٹ جائے اور سب کچھ ختم ہو جائے۔ یہ تعلیم جو فحشا کی تعلیم ہے یہ ثابت کر رہی ہے کہ شیطان کو تمہارے اموال میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، تمہارے حق میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، وہ تمہارا دشمن ہے اور دشمنوں والے وساوس میں تمہیں مبتلا کر دیتا ہے۔

اللہ اس کے مقابل پر کیا کہتا ہے شیطان تمہیں فقر کا اور فحشا کا حکم دیتا ہے اور اللہ فرماتا ہے۔ **يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا** اور اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مغفرت کے وعدے کرتا ہے۔پس انفاق فی سبیل اللہ کا تعلق ایک مغفرت سے بھی ہے اور یہ بہت ہی اہم تعلق ہے جس کو آخر پر بیان فرمایا ہے وہ پہلے تعلقات جو مَیں نے بیان کئے ہیں قرآن کریم کی اس آیت کی روشنی میں ان پر یہ مستزاد ہے کہ یاد رکھو وہ تمہیں چیزیں تو ملیں گی ہی مگر تم اتنے گنہگار ہو کہ اگر محض نیکیوں اور گناہوں کا آپس میں حساب تکڑی کے تول کیا جائے تو تمہاری بخشش کے سامان بہت مشکل ہیں۔اور یہ امر واقعہ ہے کہ اگر با قاعدہ ناپ تول کر

حساب ہو کہ نیکیاں کتنی ہوئیں اور بدیاں کتنی تو بھاری اکثریت انسان کی ایسی ہے جن کے بدیوں کے پلڑے بھاری ہونگے اور نیکیوں کے کم ہونگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا ان دونوں کا گہرا تعلق ہے فرمایا مغفرت کے ذریعے تو ہم تمہارے بوجھ کم کردیں گے جو بدیوں کے بوجھ ہیں وہ شمار میں نہیں لائیں گے اور فضل کے ذریعے نیکیوں کا پلڑا بھاری کردیں گے۔ پس دونوں طرف انفاق فی سبیل اللہ کا فائدہ عجیب طریقے سے پہنچے گا کہ گناہوں کا پلڑا تو ہلکا ہوتا چلا جارہا ہے اور نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوتا چلا جارہا ہے اور باقی سب چیزیں اس کے علاوہ ہیں جو پہلے نصیب ہوگئیں۔

اور فضل کا دوسرا معنی ہے کہ اموال میں بھی برکت دے گا کیونکہ لفظ فضل قرآن کریم میں اموال کی برکت سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ واضح طور پر جابجا اس کو دنیاوی نعمتوں کیلئے بھی استعمال فرمایا گیا ہے تو یہ دوہرا فائدہ بھی نکل آتا ہے کہ تمہارے اموال بڑھیں گے کم نہیں ہونگے۔ شیطان جھوٹ بول رہا ہے فقر نہیں ہوگا اور شیطان فحشا کی طرف بلاتا ہے جس سے گناہوں کے پلڑے بھاری ہوتے چلے جائیں گے۔ ہم مغفرت کی طرف بلا رہے ہیں جس سے تمہارے کئے ہوئے گناہ بھی کالعدم ہونے شروع ہوجائیں گے۔ وہ فقر سے ڈراتا ہے، ہم فضل کے وعدے کرتے ہیں اور ہم اپنے وعدوں میں سچے ہیں، شیطان اپنے وعدوں میں جھوٹا ہے۔ اس صفائی اس لطافت کیساتھ اس تفصیل سے دنیا کی کسی کتاب میں آپ کو انفاق کا مضمون دکھائی نہیں دے گا۔ انفاق فی سبیل اللہ کا مضمون قرآن کریم میں مختلف جگہ بیان ہوا ہے ہر جگہ ایک عجب انفرادی حسن کے ساتھ بیان ہوا ہے جو دوسری باتوں کے علاوہ کچھ مزید حکمت کی باتیں اپنے اندر رکھتا ہے اور یہ جو آیت مَیں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اسکو دیکھیں اس کو غور سے پڑھیں غور سے سنیں اور سمجھیں تو کتنا حسین نظارہ ہے اس تعلیم کا۔ دنیا کی کوئی تعلیم اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتی۔

پھر فرماتا ہے يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ دیکھو خدا کیسی کیسی حکمتیں عطا فرمارہا ہے جس کو چاہتا ہے وہ حکمت عطا کردیتا ہے۔ اور فرمایا حکمت تو اموال سے بہت بہتر ہے۔ اور حکمت ہی ہے جو دراصل اموال کے حصول کا موجب بن جایا کرتی ہے وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا اگر اموال کے بدلے صرف حکمت ہی کسی کو عطا کردی جائے اسے بہت بڑا مال عطا ہوگیا۔ اور اموال بھی بڑھائے جائیں اور پھر حکمت بھی بڑھا دی جائے تو بہت بڑی دولت ہے جو نصیب ہوگئی۔ اور حکمت کی باتیں ہیں ساری جو آپ نے سنی ہیں اور حکمت کے متعلق ایک واضح حقیقت ہے جو آج کے زمانے میں خوب کھل گئی کہ جن کے پاس حکمت ہے وہ امیر ہیں، جن کے پاس حکمت نہیں وہ غریب ہیں۔ ساری قومیں جو آج دنیا کے اموال پر قابض ہوئی ہیں اپنی حکمت کے ذریعے قابض ہوئی ہیں، انہوں نے اسرار علوم کو سیکھا ہے، وہ

علوم کے پردے میں جوراز تھے ان کو دریافت کرنے والے لوگ ہیں اور اسکے نتیجے میں تمام دولتوں نے اپنے خزانوں کے دروازے ان پر کھول دیئے ہیں اور جو بے چاری قومیں حکمت سے عاری ہیں جاہل قومیں ہیں ان کو اموال بھی نصیب نہیں ہوئے، جو تھا وہ بھی امیر قومیں لوٹ کر لے گئیں۔

تو قرآنی تعلیم حکمت کے خزانوں سے بھری پڑی ہے۔ فرمایا وَمَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا جو بھی تم میں سے حکمت عطا کیا جائے گا اسے گویا بہت مال دولت نصیب ہوا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ لیکن عقل والوں کے سوا سیکھتا کون ہے مصیبت تو یہ ہے۔ اتنی باتیں کھول کر بیان ہوئی ہیں پھر بھی جب خرچ کے وقت آئیں گے تمہاری مٹھیاں بند ہی ہو جاتی ہیں جن کو کنجوسی کی عادت ہے، پھر تمہیں حوصلہ نہیں پڑے گا۔ وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ اہل عقل کے سوا کون ہے جو نصیحت پکڑتا ہے جو ان نصیحت کی باتوں سے استفادہ کی طاقت رکھتا ہے۔ یہ جو مضمون ہے آگے آیتوں میں بھی یہ چل رہا ہے لیکن مَیں آج صرف ان دو آیتوں پر اکتفا کرتے ہوئے وقف جدید کے سال نو کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔

وقف جدید کا 1995ء میں اڑتیسواں سال غروب ہو رہا ہے اور 96ء میں انتالیسواں سال طلوع ہو رہا ہے۔ سال 94ء سینتیسواں سال تھا، سال 95ء اڑتیسواں اور اب جس سال میں ہم داخل ہو چکے ہیں یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید کا انتالیسواں سال ہے۔ اور جماعت احمدیہ بحیثیت مجموعی جو خدا کی راہ میں خرچ کر رہی ہے اور جس انداز سے خرچ کر رہی ہے اس پہلو سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی یہ ایک ایسی دلیل ہے جو سورج کی طرح روشن ہے۔ دن کو سورج بن کر چمکتی ہے تو رات کو چاند بن کے نور برساتی ہے۔ دن رات جماعت احمدیہ جو خدا کی راہ میں قربانیاں پیش کر رہی ہے ان کے اندر ایسا نور ہے کہ اس کی مثال دنیا میں کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ کوئی ہے تو جماعت لا کے دکھائے۔ ہم نے تو ایسے دیکھے ہیں جو دین کے نام پر جمعیتیں بھی بناتے ہیں، خدمتیں بھی کرتے ہیں مگر اس وقت تک جب کوئی پیسہ عطا کرنے والا ہاتھ ان کو عطا کرتا رہے۔ کسی حکومت نے امداد بند کر دی تو ان کی خدمتیں بھی وہیں ختم ہو جاتی ہیں مگر وہ جماعت جو خدا کے نام پر بنی نوع انسان کی خدمت بھی کر رہی ہو اور مذہب کی خدمت بھی کر رہی ہو یعنی دینی و روحانی اقدار کی بھی۔ ایک ہی ہے کل عالم میں جو جماعت احمدیہ ہے جو یہ سب کچھ کرتی ہے اور انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعے کرتی ہے۔ کوئی غیر ہاتھ اسکو عطا نہیں کر رہا، ہاں اللہ کا ہاتھ ہے جو عطا فرماتا ہے۔

اور یہ بات کہ خدا کی خاطر کرتے ہیں ''طیبات'' دیتے ہیں جو کمایا وہ خدا کی عطا سمجھتے ہوئے اسکے حضور عاجزانہ طور پر پیش کرتے ہیں اور اس میں لذت محسوس کرتے ہیں یہ اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ ہر

سال قربانی کرنے والا آگے بڑھتا جاتا ہے۔ وہ شخص جسکو قربانی کرتے ہوئے تکلیف محسوس ہو وہ دو چار سال چلے گا اسکے بعد تھک کے رہ جائے گا۔ کہے گا بس کافی ہوگئی جو دینا تھا دے دیا اب نہ ہمارے دروازے کھٹکھٹائے جائیں۔ اور جن کو یعنی جماعت احمدیہ کے جن مخلصین کو خدا کی راہ میں قربانی کی عادت ہے اگر سیکرٹری مال ان کے دروازے کھٹکھٹانا چھوڑ دے تو وہ جا جا کے دروازے کھٹکھٹاتے ہیں۔ کہتے ہیں کیا بات ہوگئی تم ہم سے چندہ لینے نہیں آئے اور دیکھو اگر اس طرح سستی کی تو پھر ہوسکتا ہے کہ ہم سے غفلت ہو جائے اور پھر یہ روپیہ کہیں اور خرچ ہو جائے۔ اور جو ان سے بھی آگے سبقت لے جانے والے ہیں وہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ یہ روپیہ جو خدا کے لئے وقف کیا ہے کسی اور جگہ خرچ ہو جائے گا۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ روپیہ جو ہم نے فلاں غرض کے لئے رکھا ہوا تھا کیوں نہ خدا کی راہ میں خرچ کر دیں کیونکہ پھر توفیق ملے نہ ملے۔ اور ایسے واقعات بڑی کثرت سے ہر سال ہوتے ہیں اور بڑی کثرت سے خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ جو فضل کی صورت میں ان معنوں میں ہے کہ 'ہم بڑھانے والے ہیں' یہ بھی پورا ہوتا چلا جاتا ہے۔

ایسے حیرت انگیز واقعات آئے دن میرے سامنے آتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایک آدمی نے وعدہ کیا ہے معین طور پر وہ وعدہ کرتے وقت پوری طرح دل کو اطمینان نہیں ہے کہ مَیں پورا بھی کرسکوں گا مگر اخلاص تھا ہمت تھی وہ وعدہ کر دیا اور پھر دعا کی کہ اللہ اسے پورا کرنے کے سامان فرمائے۔ پھر جس طرح غیب سے وہ سامان پیدا ہوتے ہیں اور بسا اوقات بعینہٖ اتنی رقم اچانک ملتی ہے جو وعدہ کی گئی تھی یعنی اگر کسی نے 7572 روپے کا وعدہ کیا تھا تو خدا تعالیٰ یقین دلانے کی خاطر کہ یہ مَیں نے خصوصیت سے تمہارے اخلاص کو قبول کرتے ہوئے اسلئے دی ہے کہ تم اپنا تحفہ مجھے پیش کرسکو اور جو رقم ملتی ہے 7572 روپے ہی ہوتی ہے۔ اب یہ جو واقعات ہیں یہ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک زندہ اور جاری اور ساری حقیقت بن چکے ہیں کوئی ماضی کے قصے نہیں ہیں۔ جیسے کل تھے ویسے آج بھی ہیں۔ جیسے آج ہیں ویسے کل بھی ہونگے اور یہ نشان صداقت اور عظمت کا نشان سوائے جماعت احمدیہ کے دنیا میں اور کسی جماعت کو عطا نہیں ہوا۔ پھر وہ لطف ایسا محسوس کرتے ہیں جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے کہ وہ ہر سال ہر آنے والے وقت میں قربانی میں پہلے سے بڑھ جاتے ہیں۔ صاف ثابت ہے کہ وہ محبت ہی کے نتیجے میں خرچ کر رہے ہیں چٹی والے تو ایسا نہیں کیا کرتے۔

کل جو لقاء مع العرب کا پروگرام تھا اس میں منیر ادلبی صاحب نے مجھ سے ایک سوال کیا کہ نئے سال کی باتیں ہو رہی ہیں پرانا سال جا رہا ہے لوگ خوشیاں منا رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ کا کیا مؤقف ہے۔ اس میں جو مَیں نے تفصیل سے ان کو مؤقف سمجھایا، کل ایک یہ بات بھی ان کو سمجھائی کہ جماعت

احمدیہ کا ہر آنے والا سال گزرے ہوئے سال سے لازماً بہتر ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ جماعت احمدیہ پر کوئی ایسا سال طلوع کرے جو پچھلے سالوں سے کسی طرح نیکیوں میں پیچھے رہ جائے، وہ ضرور آگے بڑھتا ہے اور اس کا تعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے براہ راست ہے کیونکہ آپ کے ساتھ خدا تعالیٰ نے ایک وعدہ فرمایا ہے اور وہ وعدہ ہر اس شخص کے حق میں اور ہر اس جماعت کے حق میں لازماً پورا ہوگا جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے اپنا ذاتی تعلق پختہ کر لیتا ہے یا کر لیتی ہے۔ وہ وعدہ ہے وَ لَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی تیرے لئے یہ قانون ہے جو اٹل ہے اسمیں کوئی تبدیلی نہیں، تیرا ہر آنے والا لمحہ ہر گزرے ہوئے لمحہ سے بہتر ہوگا۔ اس کے باوجود آپ کی زندگی میں ابتلا بھی آئے، کئی قسم کی آزمائشوں میں مبتلا ہوئے، جسمانی آزار بھی پہنچائے گئے مگر یہ وعدہ پھر بھی پورا ہوتا رہا۔ کوئی ایذا رسانی، کوئی رستے کی روک آپؐ کے اور آپؐ کی جماعت کے قدم آگے بڑھنے سے روک نہیں سکی۔ پس یہ مراد نہیں ہے کہ وقتی تکلیفیں نہیں آئیں گی مراد یہ ہے کہ دشمن جو چاہے کر لے ناممکن ہے کہ تیرے آنے والے لمحات کو گزرے ہوئے لمحات سے بدتر کر کے دکھا دے۔ وہ لازماً زیادہ شان سے چمکیں گے، لازماً ان کو زیادہ رفعتیں عطا ہونگی۔

پس جماعت احمدیہ (مَیں نے ان سے مختصراً یہ کہا ویسے تو تفصیل سے مضمون بیان کر رہا ہوں مگر اس وقت میں نے ان کو اس معاملے میں کہا کہ اس بات کی ایک زندہ مثال موجود ہے اور یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ ہمارا تعلق اس رسول سے ہے) جس کے حق میں یہ وعدہ فرمایا گیا تھا اور ہمارے حق میں وہ وعدہ پورا ہو رہا ہے اور دوسری جماعتوں کے حق میں نہیں ہو رہا۔ اسلئے اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس کا رسول سے تعلق ہے کس کا نہیں ہے۔ جب وہ وعدے پورے کرتا ہے تو کھول دیتا ہے اس بات کو کہ جن کا تعلق ہے وہ کوئی لُکی چھپی بات نہیں ہے۔ ان لوگوں میں وہ وعدے پورے ہوتے دیکھو گے جو مَیں نے اپنے پیارے رسول سے کئے تھے۔ پس جماعت احمدیہ کی مالی قربانیاں ایک حیرت انگیز صداقت کا نشان ہیں اور اخلاص کے بغیر اور محبت کے بغیر ممکن نہیں ہے اسلئے لوگ لاکھ طعنے دیں کہ جی یہ تو چندے کی باتیں کرتے ہیں لیکن آپ اس حقیقت پر پوری طرح قائم رہیں۔ آپ کی سچائی کا قدم ٹلنا نہیں چاہئے اس حقیقت سے کہ آپ جو خدا کی راہ میں پیش کرتے ہیں وہ چٹی نہیں ہے وہ محبت کے رشتے ہیں، محبت کے اطوار ہیں جو از خود آپ کو خدمت دین پر یعنی مالی خدمت پر مجبور کرتے چلے جاتے ہیں کوئی بیرونی دباؤ نہیں ہے۔ ہاں نفس کی اپنی ایک تمنا ہے کہ وہ جس نے سب کچھ دیا ہے، ہم بھی تو اسکی راہ میں کوئی تحفہ پیش کریں جسے وہ قبول کرے اور ہماری ادنیٰ پیش کش کے مقابلے پر محبت کا سودا ہو اس کے پیار کی نظریں ہم پر پڑنے لگیں۔

اس پہلو سے وقف جدید بھی کوئی مستثنیٰ نہیں۔ ساری دنیا میں جماعت احمدیہ جو ہر قسم کے چندے

پیش کر رہی ہے ان میں جب وقف جدید کا اضافہ کیا گیا تو دوسرے چندوں میں کمی نہیں آئی یہ چندہ بڑھنا شروع ہوگیا۔ یہ عجیب سی چیز ہے کہ جتنا مرضی بوجھ ڈال دو اور بوجھ ڈالو تو رفتار اور بھی تیز ہو جاتی ہے کم نہیں ہوتی کسی قیمت پر۔ اور اگر بوجھ والی سواریاں ہیں تو جتنی سواریاں بعد میں داخل ہوتی ہیں وہ بھی تیز رفتار اسی طرح اسی شان کیساتھ آگے بڑھنے والی ہیں۔ جس پہلو سے بھی دیکھو یہ جماعت احمدیہ کی زندگی کی علامتیں ہیں اور یہ اس وقت تک زندہ رہیں گی جب تک آپ کے اندر روحانیت زندہ رہے گی، جب تک آپ کے اندر خدا کا تعلق زندہ رہے گا جب تک آپ اپنے خرچ کو اس آیت کے اسلوب کے مطابق ڈھالیں گے جو ہمیں بتاتی ہے کہ تم نے پیار اور محبت کے نتیجے میں خدا کے حضور پیش کرنا ہے اور ڈرنا نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ تم پر ایسے فضل نازل فرمائے گا کہ تم خود اس کے نتیجے میں حیرت زدہ رہ جاؤ گے۔

ہر سال جماعت کی مالی قربانیوں میں اضافہ جہاں ایک طرف اس بات پر گواہ ہے کہ جماعت احمدیہ اخلاص میں آگے بڑھ رہی ہے وہاں اس بات پر بھی گواہ ہے کہ خدا اپنے وعدے پورے کرتا چلا آ رہا ہے اور اتنی قربانیوں کے باوجود جماعت غریب نہیں ہوئی بلکہ پہلے سے بڑھ کر امیر ہوگئی ہے۔

اب اس پس منظر میں مَیں آپ کو وقف جدید کے بعض کوائف پڑھ کے سناتا ہوں۔ وقف جدید کا آغاز تو 1957ء کے آخر میں ہوا غالباً دسمبر میں یا اس کے لگ بھگ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کی بنیاد ڈالی۔ جو ابتدائی ممبر مقرر فرمائے تھے ان میں اس عاجز کے نام کے علاوہ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کا نام بھی تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب کا نام بھی تھا جن کا ابھی چند دن ہوئے وصال ہوا ہے اور آج انشاء اللہ انکی نماز جنازہ غائب پڑھی جائے گی اور حضرت مولوی ابوالعطاء صاحب کا نام بھی تھا۔ حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب کا نام بھی تھا اور بھی ایک دو نام تھے تو کل سات ممبران تھے جن سے اس تحریک کا آغاز ہوا۔ اور ابتدائی وعدہ مجھے یاد ہے اس سال کا شاید ستر بہتر ہزار روپے تھا اور پھر جو خدا تعالیٰ کے فضل سے خدا تعالیٰ نے اسے ترقی عطا فرمانی شروع کی تو اب آج کے وقت تک پہنچتے پہنچتے بالکل کایا پلٹ چکی ہے۔ جو ابتدائی رقمیں تھیں وہ جو لاکھوں کی رقمیں تھیں کروڑوں میں بدل چکی ہیں جو ہزاروں کی تھیں لاکھوں میں اور لاکھوں کی کروڑوں میں بدل چکی ہیں اور دنیا کی وہ قومیں بھی اب اس قربانی میں شامل ہوگئی ہیں جن کو پہلے وقف جدید کی قربانی میں شامل نہیں کیا جاتا تھا یعنی یورپ اور دیگر مغربی اقوام یعنی یورپ کی اور امریکہ اور کینیڈا وغیرہ کی اقوام۔

تو اب مَیں مختصر آپ کے سامنے یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ کس طرح محبت اور پیار سے جماعت احمدیہ وقف جدید کے تقاضوں کو پورا کر رہی ہے اس کا اندازہ آپ اس سے کریں کہ 73 ممالک کی رپورٹس

کے مطابق 95ء کے سال میں جماعت احمدیہ کو تین کروڑ چار لاکھ پانچ ہزار کے وعدے پیش کرنے کی توفیق ملی تھی اور وصولی تین کروڑ اڑتالیس لاکھ چھیاسی ہزار ہوئی ہے۔یعنی وعدے کم اور وصولی بہت زیادہ اور اس میں سب سے آگے امریکہ نے قدم رکھا ہے ماشاء اللہ۔اسکی جب مَیں تفصیل بیان کروں گا تو انگلستان والوں کے لئے کافی سوچ بچار کے سامان ہیں اس میں۔ایک طرف آپ کا امریکہ سے مقابلہ ہے، دوسری طرف ہندوستان سے بھی ہے اور مَیں آپ کو بروقت متنبہ کر دینا چاہتا ہوں کہ ہندوستان دوڑ میں بہت پیچھے سے شروع ہوا اور آپ کے قریب قریب پہنچ چکا ہے۔انٹرنیشنل کرنسی میں اگر اس کو تبدیل کر کے پیش کروں تو پانچ لاکھ ستتر ہزار سات صد پاؤنڈ کے وعدے تھے یعنی آپ کی کرنسی میں انگلستان کی کرنسی میں اگر ڈھالوں اس کو اور اس کے مقابل پر وصولی خدا کے فضل سے چھ لاکھ ستر ہزار نو صد پاؤنڈ ہوئی۔یہ وصولی کی جو خبریں ہیں یہ دراصل ابھی تک مکمل نہیں ہوئیں کیونکہ وصولی بعد میں بھی ہوتی رہتی ہے۔جب رپورٹیں آتی ہیں تو اس وقت تک جو رقمیں آ چکی ہوتی ہیں سب رپورٹوں میں شامل نہیں ہوسکتیں کیونکہ حساب کتاب میں دفتری انتقالات میں وقت لگتے ہیں اور بعض لوگ اپنی وصولیاں سال ختم ہونے کے بعد بھی پچھلے سال کے حساب میں کرتے رہتے ہیں اور مرکز کو بھیجتے رہتے ہیں تو یہ جو خدا کے فضل سے حیرت انگیز وصولی کی رقمیں آپ نے سنی ہیں ان سے انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ ہوگی کم نہیں ہوگی۔

اب مَیں بعض سالوں کے مقابلے آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔یعنی پچھلے دو سالوں کے مقابلے سال سینتیس میں یعنی 1994ء میں چار لاکھ بیاسی ہزار پاؤنڈ کے وعدے تھے اور وصولی پانچ لاکھ چھبیس ہزار آٹھ سو چھیاسی کی تھی۔تو یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں ہے کہ وعدوں سے وصولی آگے بڑھ گئی ہے۔پچھلے دو سالوں کے موازنے میں بھی یہی ہوا تھا۔سال 94ء میں چار لاکھ بیاسی ہزار کے وعدے اور وصولی پانچ لاکھ چھبیس ہزار کی تھی۔سال اڑتیس میں پانچ لاکھ ستتر ہزار سات سو نوے پاؤنڈ کے وعدے اور چھ لاکھ ستر ہزار نو سو تیرہ پاؤنڈ کی وصولی۔اور جہاں تک فیصد اضافے کا تعلق ہے گزشتہ دو سالوں کے موازنے میں اضافہ وعدوں سے بڑھ کر وصولی کی نسبت یہ تھی 19.86۔اور یہ جو سال ابھی گزر رہا ہے اس کو پچھلے سال پر اپنے وعدوں اور انکی وصولی کی جو نسبت بنی ہے وہ ہے 95ء میں 27 فیصد وعدوں سے زیادہ وصولی ہوئی ہے جبکہ گزشتہ سال 19.86 فیصد تھی۔

جہاں تک مجاہدین کی تعداد کا تعلق ہے اس لحاظ سے بھی خدا کے فضل سے یہ سال بہت بہتر رہا ہے۔سال سینتیس میں ایک لاکھ اکانوے ہزار تین سو چوہتر چندہ دہندگان نے وقف جدید میں حصہ لیا تھا ایک لاکھ اکانوے ہزار تین سو چوہتر۔سال 1995ء میں دو لاکھ دس ہزار چھ سو بیالیس افراد نے مخلصین نے

وقف جدید کے چندے میں حصہ لیا۔

جہاں تک امریکہ کی غیر معمولی خدمات کا اور سبقت کے جوش کا تعلق ہے مَیں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ امریکہ نے ایک فیصلہ کیا۔ مَیں جب وہاں گیا تو ایم ایم احمد نے مجھ سے بات کی جو امیر ہیں امریکہ کے کہ ہم نے غور کیا آپس میں کہ جب بھی کسی ملک کے سبقت لے جانے کا ذکر ملتا ہے تو ہمارے دل میں بڑی ایک قسم کی بے چینی سی پیدا ہو جاتی ہے جہاں خوشی بھی ہوتی ہے وہاں بے چینی بھی کہ کاش کسی مد میں تو ہماری سبقت کا بھی ذکر آئے تو بہت غور کے بعد ہم نے سمجھا کہ دوسرے بڑے بڑے چندوں میں تو ہم اپنی تعداد اور حالات کے لحاظ سے دنیا کو پیچھے نہیں چھوڑ سکتے تو وقف جدید کے چندے کو اپنے لئے خاص مطمح نظر بنا لیں اور یہ فیصلہ کریں کہ سارے مل کر وقف جدید میں بہر حال سب دنیا کی جماعتوں سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔ اس وعدے کو وہ پھر سال بہ سال پورا کرتے رہے اور مسلسل ان کا قدم ترقی کی طرف بڑھا ہے۔ چنانچہ اس سے آپ دیکھ لیجئے کہ اس وقت دنیا بھر کی جماعتوں میں پاکستان کے سوا باقی سب جماعتوں سے امریکہ کی جماعت آگے بڑھ گئی ہے۔ جو چندوں کے لحاظ سے بھی آگے بڑھ گئی ہے۔ وعدوں کے مقابل پر وصولی حاصل کرنے کی رفتار میں بھی آگے بڑھ گئی ہے اور تعداد چندہ دہندگان بڑھانے میں بھی آگے بڑھ گئی ہے۔

امریکہ کا اس سال 95ء والے سال کا وعدہ ایک لاکھ ستر ہزار ڈالر تھا اور بڑی خوشی سے مجھے فون پر بتایا گیا ہے کہ ہم نے بڑی چھلانگ لگائی ہے اور اس دفعہ وعدہ ایک لاکھ ستر ہزار ڈالر کا ہے۔ وصولی پتہ ہے کتنی ہوئی ہے، دو لاکھ نوے ہزار ڈالر۔ مجھے انہوں نے بتایا خود انکو یقین نہیں آرہا تھا کہ عجیب بات ہے اللہ کی شان کہ ہم ایک لاکھ ستر کو زیادہ سمجھ رہے تھے اور خدا نے ایسا ولولہ پیدا کر دیا ہے دلوں میں کہ وصولی کی جو آخری خبر موصول ہوئی ہے وہ دو لاکھ نوے ہزار ڈالر کی ہے اور چندہ دہندگان کے اعتبار سے بھی ماشاءاللہ گزشتہ سال کے مقابل پر انچاس فی صد اضافہ ہوا ہے اور وہی اضافہ غالباً اس وصولی پر بھی اثر انداز ہوا ہے کیونکہ جن کو بعد میں انہوں نے چندہ دہندہ بنایا ہے ان کا پہلے وعدوں میں نام نہیں آیا ہوگا ظاہر بات ہے۔ تو اس وجہ سے ان کی پھر وصولی کی رفتار خدا کے فضل سے یا وصولی کی نسبت خدا کے فضل سے بڑھ گئی۔

ویسے الحمدللہ کہ آج تک پاکستان کو یہ جھنڈا سب جھنڈوں سے بلند رکھنے کی توفیق مل رہی ہے۔ تمام دنیا میں سب سے زیادہ وقف جدید کے میدان میں قربانی کرنے کی پاکستان کی جماعتوں کو توفیق ملی ہے۔ پیچھے سے بہت آگے بڑھنے والی جماعتوں میں سے امریکہ اب نمبر دو پر آ گیا ہے۔ پاکستان کے بعد ان کا نمبر دو ہے لیکن فرق اب تھوڑا رہ گیا ہے۔ اس لئے بعید نہیں کہ اگلے سال یہ اپنی خواہش کے مطابق دنیا

کی وقف جدید کی قربانی میں نمبر ایک جماعت بن جائے۔ جرمنی سب چندوں میں اللہ کے فضل سے اچھا اور مخلص اور متوازن قربانیاں کرنے والا ہے۔ وقف جدید میں جرمنی کی پوزیشن نمبر تین ہے اور اب آپ انتظار کر رہے ہونگے کہ برطانیہ کی باری آجائے گی۔ مَیں بھی یہاں رہتا ہوں آج کل لیکن افسوس کہ کینیڈا نے برطانیہ کو پیچھے چھوڑ دیا حالانکہ کینیڈا باقی چندوں کے لحاظ سے ان سے پیچھے ہے۔ اسکی مالی استطاعت جماعت برطانیہ کی مالی استطاعت سے کم ہے مگر اسکو خدا نے توفیق بخش دی کہ کینیڈا کے بتیس ہزار پاؤنڈ کے مقابل پر برطانیہ کی طرف سے چھبیس ہزار پاؤنڈ پیش ہوئے ہیں۔ اور خطرناک بات یہ ہے کہ انڈیا چھٹے نمبر پر آ کر اکیس ہزار نو سو تریسٹھ پاؤنڈ کی قربانی پیش کر رہا ہے جب کہ اس سے پہلے چند ہزار سے زیادہ نہیں ہوا کرتی تھی۔ اب ہندوستان اور برطانیہ کے اقتصادی حالات کا موازنہ بھی کریں اور احمدیوں کی تعداد کا موازنہ بھی کریں اور پھر ان کو ملا کر دیکھیں تو پھر صحیح تصویر سامنے آئیگی۔ تعداد کے لحاظ سے اس وقت ہندوستان کی تعداد جو مَیں نے اندازہ لگایا ہے وہ تقریباً سات گنا زیادہ ہے۔ یعنی اگر ایک احمدی ہے یہاں تو وہاں سات احمدی ہیں اور جو بہت سے نو مبایعین اب آرہے ہیں ان کو مَیں شمار نہیں کر رہا کیونکہ ابھی ہم نے اس کو سنبھالا نہیں ہے۔ پچاس ہزار جو گزشتہ سال آئے تھے ان کو تو فوراً اس میدان میں نہیں جھونک سکتے کیونکہ ان کی تربیت پہ ابھی کچھ وقت لگے گا۔ وہ احمدی جو مستحکم ہو چکے ہیں ان میں سے اکثر چندہ دہندگان نکلے ہیں جو پرانے احمدی تھے اور اس طرح نسبت ایک اور سات کی ہے یعنی ان کو عددی فوقیت آپ پر سات گنا کی ہے لیکن اقتصادی نقطہ نگاہ سے اگر دیکھیں تو آپ کو ان کے مقابل پر فی آدمی بارہ گنا زیادہ آمد ہوتی ہے اور یہ ایک محفوظ اندازہ لگایا گیا ہے جو یونائیٹڈ نیشنز کے چھپے ہوئے اعداد و شمار سے نکالا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے رفیق چانن صاحب نے جو اقتصادیات سے تعلق رکھتے ہیں مجھے یہ رسالہ بھیجا جو تازہ چھپ کے آیا تھا اور کہا کہ آپ نے چندوں کے موازنے کرنے ہوتے ہیں تو اس پہلو کو بھی مدنظر رکھ لیا کریں کہ کسی قوم میں مالی استطاعت کیا ہے اور اقتصادی حالت کیسی ہے۔ تو جواب تو مَیں نے انکو یہی دیا تھا یا ابھی لکھوانا ہے کہ واقعہ یہ ہے کہ یہ باتیں تو ہم اقتصادی جائزوں کے طور پر پیش کر ہی نہیں رہے یہ تو ذریعے ہیں ایک دوسرے سے مقابلہ پیدا کرنے کے فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ کے بہانے ملتے ہیں اور اللہ کے فضل سے یہ باتیں کام کر بھی رہی ہیں۔ اگر مَیں اقتصادی گہرائیوں میں اتر کر یہ موازنے شروع کر دوں کہ دراصل کیا بات ہے اصل میں کون آگے ہے تو یہ سارا لطف بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا اور ان باتوں کی اکثر سمجھ بھی نہیں کسی کو آنی تو اسلئے مجھے چلنے دیں اسی طریقے سے۔ جماعت کو ضرورت ہے اچھی باتوں کی تحریک کی اور تحریک اسی غرض سے کی جاتی ہے اسلئے آپ اپنے نقطہ نظر سے جو مرضی سمجھیں مگر جس انداز سے مجھے

خدا کے فضل سے جماعت کے دلوں میں ایک ہلچل پیدا کرنے کی توفیق مل جاتی ہے وہی میرا مقصد ہے اور وہ پورا ہو رہا ہے مگر بہر حال انہوں نے چونکہ بھیجا تھا اسلئے مَیں نے کہا استعمال ضرور کرنا ہے کیونکہ ان کا پہلا وار ہے وہ خالی نہیں جانا چاہیے۔ چنانچہ مَیں نے اسکو استعمال کیا۔ اب اسی کی رو سے میں آپ کو یہ موازنہ بتا رہا ہوں کہ ہندوستان کی مالی استطاعت، اگر دلّی کا لنڈن سے مقابلہ کیا جائے تو ایک اور بارہ کی نسبت ہے۔ ہندوستان اگر ایک روپیہ کماتا ہے تو انگلستان بارہ روپے کماتا ہے۔ تعداد دیکھی جائے تو آپ کے چندہ دہندگان کے مقابل پر ان کی سات گنا تعداد ہے۔ اور اس پہلو سے اس موازنے کے بعد آپکو ان سے بہت زیادہ آگے ہونا چاہیے لیکن وہ آپ کے قریب پہنچ گئے ہیں اور بعید نہیں کہ اگلے سال یا اس سے اگلے سال آپ کو پیچھے چھوڑ جائیں۔ اسلئے پتہ نہیں مَیں نے یہ کہہ کے آپ کے دلوں کو ہلایا ہے یا آپ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ کر کے بیٹھ گئے ہیں کہ چلو اچھا ہوا ہمارے بھائی کو فوقیت مل گئی۔ جہاں مقابلے ہوں وہاں بھائی نہیں دیکھے جاتے۔ قرآن کریم فرماتا ہے لِکُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ بھائی بھائی بنا دیا ہے تمہیں لیکن مقابلہ پھر بھی کروانا ہے اور وہ مقابلہ یہ ہے کہ تمہارے لئے ہم نے یہ مطمحِ نظر بنا دیا ہے کہ نیکیوں میں ضرور ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔ اسلئے جب نیکیوں میں مقابلہ ہو پھر بھائی بھائی نہیں دیکھنا پھر ضرور آگے بڑھنے کی کوشش کرنی ہے۔

سوئٹزرلینڈ کا نمبر سات ہے اور سوئٹزرلینڈ اس پہلو سے مالی اقتصادی حیثیت کے لحاظ سے دنیا کی سب سے اونچی قوموں میں سے ہے۔ جو یونائیٹڈ نیشنز کی طرف سے چارٹ چھپتے ہیں ان کا طریقہ یہ ہے وہ کہتے ہیں فرض کرو سوئٹزرلینڈ سو ہے تو امریکہ کتنا ہے انگلستان کتنا ہے یا وہ شہروں کے موازنے کر کے بتاتے ہیں کہ اگر زیورچ اتنا ہے تو لندن کتنا ہے اور کوپن ہیگن کتنا ہے وغیرہ وغیرہ تو اس پہلو سے جو مَیں موازنہ بتا رہا ہوں سوئٹزرلینڈ کو خدا کے فضل سے تمام دنیا میں اقتصادی برتری اگر سب ملکوں پر نہیں تو اکثر ممالک پر حاصل ہے اس پہلو سے ان کا آگے آنا خوشی کی بات تو ہے مگر اتنی تعجب کی بات نہیں۔

انڈونیشیا بھی مالی قربانیوں میں ترقی کر رہا ہے اسکا نمبر آٹھواں ہے۔ بلجیئم کا نواں نمبر ہے اور جاپان کا دسواں نمبر ہے۔ بعض دوسرے چندوں میں جاپان آگے نکل جاتا ہے۔ یہ ہوتا رہتا ہے کبھی اس دوڑ میں، کوئی کبھی دوسری دوڑ میں، کوئی اور تو اس پہ کچھ پژمردہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوشش کرتے رہیں خدا جب جس کو توفیق دے اسی کو کامیابی نصیب ہوگی۔ فی کس مالی قربانی کے لحاظ سے سوئٹزرلینڈ نمبر ایک ہے اگر سوئٹزرلینڈ کے یونائیٹڈ نیشنز کے چارٹ کی طرح سو نمبر مقرر کئے جائیں تو دوسرے نمبر پر امریکہ آتا ہے اس کے تہتر نمبر بنیں گے تیسرے نمبر پر بیلجیئم آتا ہے جس کے اکسٹھ نمبر بنیں گے چوتھے نمبر پر کوریا جس

کے انتیس نمبر اور جاپان کو پانچویں نمبر پر یہاں قربانی میں رکھا ہوا ہے لیکن دنیا میں وہ سوئٹزر لینڈ کے بعد نمبر دو ہے۔ Per Capita Income کے لحاظ سے سوئٹزر لینڈ کے اگر سو نمبر ہیں تو جاپان کے چھیاسی نمبر یونائیٹڈ نیشنز نے مقرر کئے ہیں یہاں Per Capita Income سے مراد تجارتی انکم مراد نہیں ہے بلکہ Wages یعنی ایک آدمی جب نوکری کرتا ہے تو اسکو جو تنخواہ ملتی ہے اس کے اعداد وشمار سے یونائیٹڈ نیشنز نے یہ موازنہ شائع کیا ہے۔ سوئٹزر لینڈ میں سب ملازموں کی اگر اوسط نکالی جائے تو ملازم پیشہ کو اگر سو پاؤنڈ ملتے ہوں تو جاپان کے ملازم پیشہ کو چھیاسی ملتے ہیں۔ پس اس پہلو سے سوئٹزر لینڈ کی جماعت کا نمبر ایک ہونا نسبت کے لحاظ سے یہ ایک بڑا مبارک قدم ہے اور انہوں نے دنیا کی اقتصادی توقعات کے مطابق جماعتی مالی قربانیوں میں بھی ویسا ہی نمونہ دکھایا ہے۔

اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ پاکستان کے موازنے میں صرف اتنا بتانا کافی ہے لمبی فہرستیں پڑھنے کا وقت تو نہیں ہے کہ الحمدللہ ربوہ کو گزشتہ سالوں میں ہمیشہ اول آنے کی توفیق ملتی رہی ہے اس دفعہ بھی اول آیا ہے اور نمبر دو جہاں تک بالغان کی قربانی کا تعلق ہے دفتر بالغان الگ ہے دفتر اطفال الگ ہے۔ ربوہ نمبر ایک ہے، کراچی نمبر دو ہے اور لاہور نمبر تین ہے۔ جہاں تک اضلاع کا تعلق ہے اسلام آباد پھر سیالکوٹ پھر راولپنڈی پھر فیصل آباد، گوجرانوالہ، گجرات، شیخوپورہ، سرگودہا، عمرکوٹ، کوئٹہ یہ دس اضلاع ہیں جن کو اسی ترتیب سے خدا تعالیٰ نے زیادہ خدمت کی توفیق بخشی ہے۔ جہاں تک اطفال کا تعلق ہے وہاں بھی ربوہ نمبر ایک ہے اور کراچی کی بجائے لاہور نے دوسری پوزیشن سنبھال لی ہے چنانچہ ربوہ اول، لاہور دوئم اور کراچی سوئم ہے۔ جہاں تک اضلاع کا تعلق ہے گوجرانوالہ بہت پیچھے رہ جانے والی جماعتوں میں سے تھا جو آگے بڑھ کر اس میدان میں اول آ گیا ہے۔ اور راولپنڈی اس کے بعد، پھر سیالکوٹ پھر شیخوپورہ پھر فیصل آباد، اسلام آباد، اوکاڑہ۔ سرگودہا، نارووال اور آخر پر میرپور خاص۔ یہ ہے خلاصہ اس سال کی مالی قربانیوں کا اور مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ آئندہ بھی اسی ذوق وشوق کیساتھ آپ وقف جدید کے میدان میں ہر پہلو سے پہلے سے بڑھ کر قربانیاں پیش کرتے رہیں گے۔

جماعتوں کو مَیں پھر دوبارہ یاددہانی کرواتا ہوں کہ نومبائعین کو ضرور شامل کریں خواہ معمولی رقم لے کر بھی ان کو شامل کریں۔ ایک دفعہ جس کو خدا کی راہ میں محبت سے کچھ پیش کرنے کی توفیق مل جائے پھر وہ چسکا پڑ جاتا ہے پھر وہ زندگی بھر اسکا چسکا اترتا نہیں ہے۔ اسلئے بڑے بڑے بھاری بھاری چندے وصول نہ کریں شروع میں جتنی توفیق ہے اتنا وصول کریں تاکہ وہ جو محبت کا مضمون ہے وہ قائم رہے چٹی کا مضمون نہ آجائے۔ ایک دفعہ آپ نے نئے آنے والوں پر توفیق سے بڑھ کر بوجھ ڈال دیا اور اصرار کیا کہ تم سولہواں

حصہ ضرور دو اور فلاں میں اتنا دو اور فلاں چندے میں اتنا دو تو بعید نہیں کہ وہ چونکہ کمزور ہیں ان کی کمریں ٹوٹ جائیں اور ایمان میں بڑھنے کی بجائے وہ پہلے مقام سے بھی نیچے گر جائیں اس لئے حکمت کے تقاضے پورے کریں۔ خدا نے جو انفاق فی سبیل اللہ کی روح بیان فرمائی ہے کہ وہ تعلق باللہ ہونی چاہیے اور انسان اپنے شوق سے محبت کے طور پر پیش کرے اس رو سے جتنا کوئی توفیق پاتا ہے اس توفیق کو مدنظر رکھ کر اس سے لیں۔ لیکن کچھ نہ کچھ کی توفیق تو ہر ایک رکھتا ہے۔ اگر ایک معمولی رقم بھی وہ دے دے خوشی سے دے دے تو وہ بھی قبول کر لیں اور تعداد بڑھانے کی کوشش کریں۔

تعداد تو جماعت میں مالوں کی بھی بڑھ رہی ہے اور اَنْفُسْ کی بھی بڑھ رہی ہے اس کے علاوہ ایک نظام ہے کہ جہاں تعداد کم بھی ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ موت کے ذریعے خدا کا قطعی اٹل نظام چلتا ہے کہ نیک ہوں یا بد ہوں سب نے بالآخر خدا کے حضور واپس جانا ہے۔ جو ترقی کرنے والی قومیں ہیں ان کے زندوں کی تعداد مرنے والوں کے مقابل پر بہت تیزی سے بڑھتی ہے۔ جو زندہ رہنے والی قومیں ہیں ان کے اندر صاحب ایمان اور پرخلوص اور تعلق باللہ رکھنے والوں کی تعداد ان کے مقابل پر بہت زیادہ بڑھتی ہے جو چھوڑ کر واپس خدا کے حضور حاضر ہو رہے ہوتے ہیں۔

حضرت مولوی ابوالمنیر صاحب کا مَیں نے ذکر کیا تھا ان کے علاوہ بھی کچھ جنازے ہیں۔ مولوی امیر احمد صاحب درویش قادیان، سلمیٰ صدیقہ صاحبہ امیر صاحب اسلام آباد علیم الدین صاحب کی بیگم، چوہدری فضل الٰہی صاحب ربوہ۔ منور احمد صاحب لون، مکرمہ سردار بیگم صاحبہ اہلیہ علی محمد صاحب۔ یہ ہمارے شیر محمد کی بھاوجہ تھیں، مکرم ناصر احمد صاحب ہم زلف ملک اشفاق احمد صاحب، افسر حفاظت یا نائب افسر حفاظت۔ ان سات کے جنازے بھی ابھی نماز جمعہ اور عصر کے بعد پڑھے جائیں گے۔

مولوی صاحب کے متعلق بالکل مختصر تعارف مَیں کروا دیتا ہوں کہ آپ کی پیدائش 17/دسمبر 1917ء کی ہے یعنی مجھ سے عمر میں گیارہ سال بڑے تھے۔ اور اللہ کے فضل کیساتھ بچپن ہی سے خدمت دین کے لئے وقف اور ہمہ تن خدمت دین خصوصاً علمی خدمت میں پیش پیش رہے۔ آپ کے دادا حضرت حکیم چراغ دین صاحبؓ اور والد حضرت منشی عبدالحق صاحبؓ دونوں صحابی تھے اور منشی صاحب کی اولاد ساری خدا کے فضل سے دیندار۔ بہت نیک، خدمت کرنے والی اور ان کی اگلی نسلیں بھی آگے پھر اسی رنگ میں رنگین ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کا دست شفقت خصوصیت سے حضرت مولوی صاحب پر ہوا کرتا تھا یہاں تک کہ بہت سے لوگ اس سے کچھ حسد نہیں تو رشک محسوس کرتے تھے مگر دیکھنے والوں کو حسد لگا کرتا تھا۔ اس حد تک مولوی صاحب سے حضرت مصلح موعودؓ شفقت فرمایا کرتے تھے کہ دوسرے علماء کو بھی تکلیف

ہوتی تھی کہ اس میں کون سی زیادہ باتیں آ گئی ہیں جو اتنا لاڈلا ہے اور بڑی بات یہ تھی کہ خدمت دین میں خصوصیت سے علمی خدمت میں مولوی صاحب کو ایک بڑے لمبے عرصے تک توفیق ملی ہے کہ مصلح موعودؓ کی مدد کریں اور اس کا اظہار مختلف رنگ میں حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرح بھی فرمایا کہ قادیان میں 1943ء ہی میں جو تعلیمی کمیٹی انجمن کی قائم فرمائی جس کے صدر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اس میں مولوی صاحب کو بھی اپنی کم عمری کے باوجود اس زمانے کے لحاظ سے اس کا ممبر بنایا اور باقی ممبر جو تھے ان کا اندازہ کریں کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے علاوہ ملک غلام فرید صاحب، مولانا شمس صاحب۔ ملک سیف الرحمان صاحب وغیرہ یہ اس کے ممبران تھے۔ پھر ایک موقع پر آپ کو ناظم انخلا آبادی مقرر فرمایا گیا۔ جامعۃ المبشرین میں 1949ء میں آپ بطور مدرس مقرر ہوئے اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ جماعت میں جو عہدے ہیں ان کی کوئی خاص قیمت نہیں ہے خدمت ہے بس۔ کسی وقت بھی کسی شخص کو کبھی ناظر بنا دیا جائے کبھی استاد بنا دیا جائے مجال ہے جو کبھی ماتھے پر بل پڑیں کہ مَیں ناظر تھا اب مَیں استاد بنا دیا گیا ہوں۔ اسی طرح شوق اور ولولے سے ہنستے کھیلتے، مسکراتے ہوئے خدمت سرانجام دینے کی روح ہے جو جماعت کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ تو وہاں میرے بھی استاد تھے۔ قرآن کریم کیلئے ہمارے مولوی نورالحق صاحب بھی استاد ہوا کرتے تھے اور بڑی شفقت کا تعلق تھا بے تکلفی بھی تھی بچے ان کو تعلیم میں چھیڑا بھی کرتے تھے اور یہ مسکرا کر کافی حوصلے کا ثبوت دیا کرتے تھے۔ یہ عجب قسم کے ہمارے تعلقات ہوتے تھے۔ ادب بھی ہوتا تھا بے تکلفیاں بھی تھیں۔

وقف جدید کا قیام ہوا ہے تو آغاز ہی سے جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے آپ بھی مجلس وقف جدید کے ممبر رہے اور ہم ہمیشہ مالی معاملات میں حضرت مولوی صاحب کو ضرور مقرر کیا کرتے تھے کیونکہ یہ یقین تھا کہ یہ مالی نگرانی میں بہت اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہیں اور یقین ہوتا تھا کہ کسی غلط خرچ کی اجازت ہی نہیں دیں گے۔ اسلئے امانتوں پر دستخط کیلئے مولوی صاحب کا نام ضروری تھا اور اکاؤنٹس کو دیکھنے کے بعد جب تسلی کر لیتے تھے کہ ہر چیز درست خرچ ہو رہی ہے تب دستخط کیا کرتے تھے۔ پھر اراکین افتاء میں بھی آپ رہے۔ دارالقضاء کے بورڈ میں بھی رہے اور قرآن پبلیکیشنز، ناظم بک ڈپو، سیکرٹری نصرت پرنٹرز رہ کر اہم خدمات سرانجام دیں۔ اب مَیں جو قرآن کریم کا اردو ترجمہ کر رہا ہوں اس میں بھی حسب سابق جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ بعض علماء سے خدمتیں لیا کرتے تھے۔ مَیں نے ایک ترجمۃ القرآن کمیٹی بنائی ہے ربوہ میں جو میرے ترجمے پر گہری نظر ڈالتے ہیں کہیں کوئی گرائمر کی غلطی میری لاعلمی کی وجہ سے رہ گئی ہو یا کوئی ایسا نکتہ جو میری توجہ میں لانا ضروری ہو وہ بڑی محنت سے اس پر غور کرتے ہیں تفصیل سے چھان بین کر کے اپنا

مافی الضمیر میرے سامنے رکھ دیتے ہیں پھر مَیں فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کی بات سے اتفاق کروں یا نہ کروں۔ بسا اوقات کرتا ہوں بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ اکثر تجویزیں رد کرنی پڑتی ہیں وہ سمجھتے ہیں تو بڑی خوشی سے پھر قبول کر لیتے ہیں کہ ہاں یہ بات درست ہے تو اس طرح ہم مل جل کر خدمت کر رہے ہیں۔ مولوی نورالحق صاحب کو بھی اسمیں مقرر کیا گیا تھا اور اسمیں انہوں نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہر میٹنگ میں شامل ہوتے تھے اور بڑی گہری نظر سے مشورہ بھیجا کرتے تھے جب مَیں مشورہ ردّ بھی کر دیتا تو خوش ہوتے تھے اور کہتے تھے ہاں مَیں سمجھ گیا ہوں آپ کی بات درست میری غلط اور جب قبول کرتا تھا تو شاید اور بھی زیادہ خوش ہوتے ہوں مگر اچھے تعلقات رہے ہمیشہ ان سے۔ اللہ ان کو غریق رحمت فرمائے۔

وہ پود جو واقفین کی اس زمانے میں قادیان کی پود ہے وہ عجیب بے نظیر پود تھی۔ کچھ رہ گئے ہیں بہت سے رخصت ہو گئے۔ جو رہ گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی اپنے پیار اور اپنی رضا کی چادر میں لپیٹ کر یہاں سے لے جائے اور جو چلے گئے ہیں ان پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ پس نماز جمعہ کے بعد نماز عصر ہوگی کیونکہ آج کل دن چھوٹے ہیں اور اسکے معاً بعد انشاء اللہ ان سب کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(الفضل انٹر نیشنل 23 رفروری 1996ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 27/دسمبر 1996ء بیت الفضل لندن

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے سورۃ الحدید کی درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ط وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○

(الحدید:19-20)

آج کا خطبہ جیسا کہ مَیں نے کل ہندوستان کے جلسے کے ابتدائی خطاب میں ذکر کیا تھا وقفِ جدید کے مضمون کے لئے وقف ہے۔ پرانا دستور یہی چلا آرہا ہے کہ یا تو سال کے آخری خطبے میں وقفِ جدید کے سالِ نو کا آغاز ہوتا ہے یا اس سے آئندہ سال کے آغاز میں پہلے خطبے میں۔ جب مَیں ہندوستان گیا تھا تو یہی تاریخ تھی یہی دن جب مَیں نے وہاں 1991ء میں وقفِ جدید کے نئے سال کے آغاز کا اعلان کیا تھا۔ اب یہ دونوں جلسے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عجیب تصرف ہے کہ وہی دن ہیں اور وہی تاریخیں ہیں اور جو بھی برکتیں ان میں مضمر ہونگی وہ ہماری وہمی نہیں بلکہ عملاً اللہ تعالیٰ ان برکتوں کو دکھائے گا تو ہمارا یقین اور ایمان خدا تعالیٰ پہ اور بھی زیادہ جلا پائے گا۔

وقفِ جدید کی تحریک کا آغاز تو 1958ء سے ہے یا 57ء کے آخر سے اور اس پہلو سے ایک لمبے زمانے سے یہ تحریک چلی آرہی ہے مگر بیرونِ پاکستان چندوں کے لحاظ سے اسے ممتد کرنے کا آغاز چند سال پہلے ہوا جب مَیں نے یہ تحریک کی تو اس وقت میرے ذہن میں یہ نہیں تھا کہ اتنی بڑی ضرورتیں پیدا ہونے والی ہیں کیونکہ تبلیغ جاری تو تھی مگر دھیمی دھیمی اور اس میں وہ نئی حرکت اور نئی سرعت پیدا نہیں ہوئی تھی جو اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے پیدا ہو چکی ہے اور تبلیغ ہی کے تقاضے ہیں جن کو پورا کرنے کے لئے نئے مالی تقاضے اُبھرے اور اس کی وجہ سے عام چندوں تک محدود رہتے ہوئے وہ ضرورتیں پوری نہیں ہو سکتی تھیں۔ مثلاً وقفِ جدید کے تعلق میں مَیں نے یہ اعلان کیا تھا کہ ہندوستان کی جماعتیں چونکہ ابھی غریب ہیں اور تقسیم کے بعد ان کو بہت بڑا دھکا لگا تھا جس سے ابھی تک وہ سنبھلی نہیں اس لئے وہاں کی وقفِ جدید کی

ضرورتیں ان کے چندے کی صلاحیت کے مقابل پر بہت زیادہ ہیں۔

اسی طرح افریقہ کی جماعتیں چونکہ بیشتر غریب ہیں نہ وہ پوری طرح اپنے چندوں میں خودکفیل ہیں نہ وقفِ جدید کی طرز کا نظام وہاں جاری کرنے سے یا وقفِ جدید کی نہج پر انکی تعلیم وتربیت کرنے کے لئے ہمارے پاس وہاں کوئی ایسے ذرائع مہیا ہیں کہ ہم ملکی طور پر ہی ان ضرورتوں کو پورا کرسکیں اس لئے مَیں نے یہ تحریک کی کہ مغربی ممالک بالخصوص اور بیرونی ممالک بالعموم اس تحریک میں شامل ہوجائیں اور محض پاکستان ہی کو یہ اعزاز نہ رہے کہ وہ اکیلا یا ہندوستان اور پاکستان دونوں یا بنگلہ دیش یہ تینوں دراصل کہنے چاہئیں تھے مجھے، کہ ان تینوں میں یہ اعزاز نہ رہے کہ یہ تو ایک ایسی تحریک میں حصہ لے رہے ہیں جو خالصۃً للہ ایک عظیم مقصد کے لئے قائم کی گئی اور باقی جماعتیں دنیا کی محروم رہ گئی ہیں۔

جیسا کہ مَیں نے عرض کیا ہے کہ مجھ پر یہ امر واضح نہیں تھا کہ کوئی حقیقی ضرورت ایسی اُبھری ہے جس کو پورا کرنے کے لئے یہ تحریک کی جائے اور اندازہ تھا کہ یہ ضرورتیں بڑھ رہی ہیں اس لئے آمد کے ذرائع بھی بڑھنے چاہئیں لیکن بعد کے حالات سے پتہ چلا کہ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہی سے تحریک دل میں ڈالی گئی تھی کیونکہ اچانک تبلیغ میں ایسی سرعت پیدا ہوگئی اور دنیا کا رجحان احمدیت کی طرف اس تیزی سے بڑھنے لگا کہ ان کو تبلیغ کرنے کا تو الگ مسئلہ، ان کی تربیتی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے لئے بہت بڑی مالی ضروریات درپیش تھیں۔ کیونکہ انہی میں سے مبلغ نکالنا، ان کی تربیت کے سامان کرنا، ان کو جگہ جگہ جلسوں کے ذریعہ اور تربیتی کلاسز کے ذریعہ اس دین کی تفصیل سمجھانا جس کو عموماً بغیر سمجھے عامۃ الناس قبول کرتے ہیں اور یہ معاملہ صرف احمدیت کے لئے خاص نہیں دنیا کے ہر مذہب کا یہی حال ہے۔ عامۃ الناس عموماً ایک عقیدے کو تسلیم کر لیتے ہیں بعض نشانات کو دیکھ کر، بعض رجحانات کو دیکھ کر اور بعض دفعہ آسمان سے ایسے تائیدی نشانات ظاہر ہو رہے ہوتے ہیں جن کو دیکھنے سے وہ یقین کر لیتے ہیں کہ یہ سچا سلسلہ ہے مگر اس کے عقائد کی تفصیل، اس پر عمل کرنے کے جو طریق ہیں ان سے بسا اوقات ناواقف رہتے ہیں۔ اسی لئے قرآنِ کریم نے وہ نظام جاری فرمایا کہ اپنے مرکز میں پہلے مختلف قوموں کے نمائندوں کو بلاؤ جو مسلمان ہو چکے ہیں، ان کو بلاؤ، ان کو وہاں ٹھہراؤ، انکی تعلیم وتربیت کرواور پھر واپس بھیجو تا کہ وہ اپنے اپنے مقامات پر جا کر خدمتِ دین کا کام بہتر طریق پر سرانجام دے سکیں۔ یہ ضروریات تھیں جن کے لئے خدا تعالیٰ نے مغربی جماعتوں کو یعنی آزاد ایسے ملکوں کو جو نسبتاً ترقی یافتہ ہیں ان کو بھی اس تحریک میں شمولیت کی توفیق بخشی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بہت ہی اعلیٰ پھل ہمیں دکھائے اور ایسے جن کا ہمارے ذہن میں کہیں دور کے گوشوں میں بھی کوئی تصور نہیں تھا۔ لیکن اس کی تفصیل میں جانے سے پہلے مَیں قرآنِ کریم کی ان آیات کا

ترجمہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں اور مختصراً ان مضامین کو آپ کے سامنے کھولنے کی کوشش کروں گا۔ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ یقیناً صدقہ دینے والے اور صدقہ دینے والیاں وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یعنی وہ لوگ جن کے صدقے سے مراد یہ ہے کہ انھوں نے اللہ کی خاطر اللہ کو قرضۂ حسنہ کے طور پر کچھ دیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق فرمایا يُضٰعَفُ لَهُمْ ان کے لئے بڑھایا جائے گا کیا بڑھایا جائے گا یہ بات مبہم چھوڑ دی گئی ہے۔ اور یہ مبہم چھوڑنا دو طریق پر ہوا کرتا ہے۔ بعض لوگ جن کی نیتیں خراب ہوں وہ مجمل وعدہ کر دیا کرتے ہیں مبہم سا وعدہ کر لیتے ہیں تا کہ ہم پھر پکڑے نہ جائیں۔ جب نہ پورا کرنے کو دل چاہے تو کہتے ہیں ہم نے یہی کہا تھا نہ کہ کچھ دیں گے تو کچھ دے دیں گے، یہ کب کہا تھا کہ کب دیں گے اس لئے کوئی مطالبہ نہ کرو ہم سے۔ مگر جو کریم ہو جو بے انتہا احسان کرنے والا ہو وہ جب مجمل وعدہ کرتا ہے تو مراد یہ ہے کہ اس سے بہت زیادہ دیں گے جو تم سمجھ رہے ہو اس لئے معین کر کے ہم اپنے ہاتھ نہیں باندھتے۔ حسبِ حالات تمہارے اخلاص کے تقاضوں کے مطابق جتنا چاہیں گے اتنا دیتے چلے جائیں گے مگر جو بھی دیں گے تمہاری توقعات سے بڑھ کر دیں گے۔ خدا تعالیٰ کے وعدوں میں یہ چیز شامل ہوتی ہے اس کے سوا ایک بھی خدا کا وعدہ نہیں ملتا جو محسنین سے یا اس کی راہ میں خدمت کرنے والوں سے کیا گیا ہو اور اس میں ان توقعات سے بڑھ کر دینے کا مضمون شامل نہ ہو۔ چنانچہ فرمایا يُضٰعَفُ لَهُمْ ان کے لئے بڑھادیا جائے گا وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ اور ان کے لئے معزز اجر بھی ہوگا یعنی اجر کریم سے مراد جیسا کہ ایک اور آیت کے حوالے سے مَیں نے بیان کیا تھا ان کو اموال ہی میں برکت نہیں دی جائے گی، ان کی عزتوں میں بھی برکت دی جائے گی، ان کو معزز بنایا جائے گا اور کریم سے مراد سخی بھی ہے وہ شخص جو اعلیٰ اقدار کی خاطر دل کھول کے خرچ کرتا ہے۔ تو اجر کریم خدا سے متوقع ہے اور وہ اجر کریم ان کو بھی کریم بنانے والا ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔

(الحدید:20)

اب یہاں لفظ صدیق کا استعمال اتفاقی نہیں ہے۔ دیکھیں نبوت کا یہاں ذکر نہیں ملتا۔ صدیق اور اس کے بعد شہداء کا ذکر فرمایا اور مصدقین اور مصدقات کا مادہ وہی ہے جو صدیق کا ہے اور مصدقات اور مصدقین میں جو باب استعمال فرمایا گیا ہے اس میں کچھ مبالغے کے معنے ضرور پائے جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو بکثرت صدقہ دینے والے ہیں، جو بکثرت صدقہ دینے والیاں ہیں وہ چونکہ اپنے نیک اعمال میں اور خدا کی خاطر دل کھولنے میں ایک نمایاں منصب پا گئے، نمایاں صورت اختیار کر گئے اس لئے اللہ کی طرف سے بھی ان سے نمایاں اجر کا وعدہ ہونا چاہئے تھا۔ پس جہاں اجرِ کریم فرمادیا اس سے اگلی آیت ہی میں ایک ایسا

مضمون بیان فرمایا ہے جو نبوت سے نیچے سب سے اعلیٰ منصب کا وعدہ کر رہا ہے۔ چنانچہ فرمایا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے رسولوں پر یعنی یہی لوگ ہیں جن کی ایک مزید تعریف یہ فرمادی گئی ہے کہ ان کا خرچ محض اپنی ذاتی کرامت سے نہیں ہے بلکہ اللہ اور رسول پر ایمان کے نتیجے میں یہ پیدا ہوا ہے۔ فرمایا هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَ الشُّهَدَآءُ اس معیار کے لوگ وہ ہیں جن کو ہم صدیق شمار فرمائیں گے۔ اور اس سے بڑا اجر کریم اور کیا ہو سکتا ہے پھر کہ صدیقیت کا مقام پا جائیں اور صدیقیت کا مقام خدا کی راہ میں خرچ بڑھانے کے نتیجے میں اور پھر لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ ۔ پیچھے جب تحریکِ جدید کے سال کا آغاز کرتے ہوئے مَیں نے قرآنِ کریم کی ایک آیت آپ کے سامنے رکھی تھی اس میں بھی نور کا وعدہ تھا اس آیت میں بھی نور کا وعدہ ہے کہ انھیں صدیقیت کا مقام بھی ملے گا، شہادت کا مقام بھی ملے گا عِنْدَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے حضور۔ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ ان کے لئے ان کا اجر بھی ہے اور ان کا نور بھی ہے۔ اب ان کا اجر اور ان کا نور سے کیا مراد ہے؟ یہ مختصر بیان کر کے مَیں وقفِ جدید کی طرف واپس لوٹوں گا۔ اجر جو ہے وہ تو قربانیوں سے تعلق رکھنے والی بات ہے۔ جس شخص میں جتنی توفیق تھی اس نے اس حد تک قربانی کی اور اللہ تعالیٰ نے اس شرط کے ساتھ کہ مَیں بڑھاؤں گا اور تمہاری توقعات سے بڑھ کر دوں گا اس کو پورا فرمادیا یہ تو اجر ہو گیا لیکن نُوْرُهُمْ ان کا نور کیا ہے؟ دراصل ان کا نور ہی ہے جو اجر کا فیصلہ کرتا ہے اور نور سے مراد وہ دل کی پاکیزگی اور صفائی ہے جس کے ساتھ انسان ایک قربانی خدا کے حضور پیش کرتا ہے اور اجرِ کریم کا اس سے گہرا تعلق ہے۔ جتنا وہ نور بلند ہوگا، روشن تر ہوگا، خدا کے حضور خالص ہو کر چمکے گا اسی حد تک اس کے اجر کو بڑھا دیا جائے گا اور اجر کو اعزاز بخشا جائے گا۔ پس صدیقیت کا تعلق نور سے ہے اور شہادت کا بھی تعلق نور سے ہے۔ صالحیت کا اس تفصیل سے تعلق نہیں ہے نور کے ساتھ جیسا ان دو مراتب کا ہے۔ اس لئے دیکھیں یہاں صرف دو ہی مراتب کا ذکر ہے۔ صدیقیت کا اور شہادت کا اور نہ نبوت کا ہے اور نہ صالحیت کا ہے۔ تو صالحیت جو عام روزمرہ کی نیکیاں ہیں انسان کو اس بلند مقام تک نہیں پہنچایا کرتیں۔ جس کی پہلی سیڑھی شہادت ہے اور دوسری سیڑھی صدیقیت ہے اور چونکہ نبوت بالعموم اس طرح عطا نہیں ہوا کرتی وہ منصب ہی بالکل الگ ہے اس لئے جہاں اللہ اور رسول کی اطاعت کی جزا کا تعلق ہے وہاں نبوت کا ذکر سرِ فہرست فرمادیا لیکن روزمرہ کی مومن کی قربانیوں کا ذکر ہے۔ اس میں جو اعلیٰ درجے کی قربانیاں کرنے والے ہیں ان کو دو انعامات کا وعدہ فرمایا کہ تم میں صدیق بھی پیدا ہونگے اور شہید بھی پیدا ہوں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بڑا احسان ہوگا وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ اور وہ لوگ جنھوں نے انکار کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا ان کے لئے تو جہنم کے عذاب کے سوا اور

کچھ نہیں ہے۔

پس مالی قربانی کے جو مرتبے ہیں ان کو سمجھے بغیر حقیقت میں مالی قربانی کا جذبہ صحیح طریق پر بیدار ہو ہی نہیں سکتا اوران مراتب کو سمجھنے کے نتیجے میں مالی قربانی میں جو احتیاطیں ضروری ہیں ان سے بھی انسان واقف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بسا اوقات مالی قربانی دیکھا دیکھی سے بھی ہو جاتی ہے۔ مالی قربانی میں مسابقت کا جائز شوق بھی شامل ہو جاتا ہے۔ وہ بھی اپنی جگہ ٹھیک ہے لیکن اگر نظر ان بلند مقامات کی طرف اور مراتب کی طرف ہو جن کا ذکر قرآنِ کریم نے فرمایا ہے تو مالی قربانی میں ایک نئی جِلا پیدا ہو جائے گی اور مالی قربانی ہمیشہ محفوظ رہے گی ۔ پس اس پہلو سے وقفِ جدید کے ذکر میں جب مَیں بعض مثالیں بھی دوں گا۔ بعض عظیم الشان قربانیوں کا ذکر بھی کروں گا تو ہر گز یہ مراد نہیں کہ اپنی قربانیوں کو محض اس غرض سے بڑھائیں کہ آپ کا ذکر چلے۔ اس غرض سے بڑھائیں کہ آپ میں مسابقت کی وہ روح پیدا ہو جو آپ کے لئے مطمح نظر بنا دی گئی ہے، جو آپ کا ماٹو قرار دے دیا گیا ہے جیسا کہ قرآنِ کریم فرماتا ہے **كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ** تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے بنائی گئی ہو اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ **فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ** یہ جو آیت تھی یہ میرے ذہن میں تھی، وہ دوسری آیت کا بھی اس مضمون سے تعلق ہے مگر میرے ذہن میں جو آیت تھی جو مَیں ڈھونڈ رہا تھا وہ یہ دوسری آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ** ہر ایک کے لئے ایک نصب العین ہے جس کی وہ پیروی کرتا ہے اس کے لئے وہ پابند ہو جاتا ہے اس کے لئے وہ اپنے آپ کو وقف کر دیتا ہے وہ قبلہ بن جاتا ہے جس کی طرف وہ منہ پھیر لیتا ہے ۔ **فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ** تمہارا نصب العین جس کی طرف تم نے اپنے چہرے پھیرنے ہیں اپنی توجہات کو مرکوز کرنا ہے وہ ہے ایک دوسرے سے نیکیوں میں آگے بڑھو۔ پس اس جذبے کے ساتھ قرآنِ کریم نے ہمارا مقصد، ہمارا نصب العین ہی نیکیوں میں آگے بڑھنا قرار دے دیا ہے۔ اگر ایک انسان اپنے بھائی سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے ہر گز ریا کاری نہیں کہا جا سکتا، اسے ہر گز معمولی بات سمجھ کر رد نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اس اعلیٰ نیت کے باوجود اس سے بھی بلند تر نیتیں ہیں اور ان میں سے اوّل یہ ہے کہ اللہ کا تصور ذہن پر حاوی ہو اور کوئی بھی چندہ ایسا ادا نہ کیا جائے جس میں خدا کی محبت کی آمیزش نہ شامل ہو۔ اگر خدا کی محبت کی آمیزش شامل ہو جائے تو سب کچھ مل گیا پھر آگے بڑھنے کی توفیق بھی ملتی ہے اور غیر معمولی طور پر ملتی ہے اور اس نصب العین سے اس کا کوئی مقابلہ نہیں ہے بلکہ اس کو بڑھانے والی چیز ہے اور نیکیوں کو نور بنا دینے والا نسخہ یہی ہے کہ ہر نیکی کی نیت میں اللہ تعالیٰ کی محبت اثر انداز ہو یعنی نیکیاں دراصل اللہ کی محبت سے پھوٹیں۔ وہ چیزیں جو نور سے پھوٹتی ہیں وہ نور ہی رہیں گی اور یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ کثیف ہو جائیں۔ پس اس

پہلو سے آپ کو مختصراً نصیحت یہی ہے کہ جب یہ آپ کوائف سنیں گے اور قربانیوں کی دوسری تحریکیں بھی آپ کے سامنے پیش کی جائیں گی تو ہمیشہ اللہ کی محبت کو اپنے دل میں پہلا مرتبہ دے کر اور اس کے حوالے سے قربانیوں کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں۔ پھر خدا کے فضل سے آپ کی قربانیوں میں کبھی رخنہ نہیں آئے گا اور بے حد ایسی برکتیں شامل ہو جائیں گی جن کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے یعنی اجرِ کریم آپ کو عطا کیا جائے گا۔ وقفِ جدید کا یہ انتالیسواں (39) سال ہے اور یکم جنوری 1997ء سے چالیسویں سال میں داخل ہونے والے ہیں۔ رپورٹوں کے معاملے میں گزشتہ سال بھی یہ شکایت تھی کہ بہت سے ممالک سست رفتاری سے رپورٹیں بھجواتے ہیں اور بسا اوقات ایسے ممالک بھی ہوتے ہیں جہاں جدید ترین طریقے رسل و رسائل کے مہیا نہیں ہیں اس لئے جو نسبتاً بعد میں شامل ہونے والے ممالک ہیں ان کی تربیت میں ابھی زیادہ وقت درکار ہے اور ان کے ہاں وقفِ جدید کا نظام بھی اس طرح جاری نہیں جس طرح پہلے سے شامل ہونے والے ترقی یافتہ، تربیت یافتہ ممالک میں ہے۔ تو اگرچہ اس وقت جماعتوں کی تعداد یعنی ممالک کی تعداد غالباً ایک سو باون یا اس سے اوپر ہو چکی ہے تو اتنی بڑی تعداد میں سے صرف چھپن کا رپورٹیں بھجوانا بتاتا ہے کہ کتنا بڑا کام ابھی ہم نے کرنا ہے ان کی تربیت کا اور وقفِ جدید ہی کا ایک یہ مقصد ہے کہ دیہاتی اور نئے غیر تربیت یافتہ ممالک کی تربیت کی جائے۔

پس اس پہلو سے یہ جو چالیسواں (40) سال ہے۔ اس میں ہم اپنے سامنے ایک کام کا پہاڑ کھڑا ہوا دیکھتے ہیں۔ چھپن ممالک نے رپورٹ بھیجی ہے اور اکثر جنھوں نے نہیں بھیجی یا تو کام بہت معمولی ہوا ہے یا ابھی وہ تربیت کے محتاج ہیں تو ان چھپن ممالک نے تقریباً ایک سو چھپن کی تربیت کرنی ہے اور یہ جو چندہ ملے گا یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہی مقاصد پر خرچ ہوگا۔ وقفِ جدید میں جو بیرون کا چندہ ہے جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے یہ زیادہ تر ہندوستان اور افریقہ پر خرچ ہوتا ہے، اور زیادہ تر کیا تمام تر کہنا چاہئے ہندوستان اور افریقہ پر خرچ ہوتا ہے یہاں تک کہ پاکستان سے بھی وقفِ جدید کے چندوں میں جو بچت ہوتی ہے وہ بیرونی ممالک میں خرچ کیلئے بھیجنے لگے ہیں تو یہ سعادت ان کی ابھی بھی قائم ہے کہ بیرونی دنیا پر خرچ کرنے میں کوئی بار محسوس نہیں کرتے۔ کوئی کمزوری نہیں پاتے اور بڑے حوصلے اور خوشی کے ساتھ پاکستان سے باہر کی ذمہ داریاں اٹھاتے ہیں۔

مغربی دنیا میں بھی اب بہت حد تک یہ صلاحیت پیدا ہو گئی ہے کہ اپنے غریب بھائیوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں بہت حوصلے اور وسعتِ قلب کے ساتھ حصہ لیتے ہیں اور کبھی یہ سوال نہیں اٹھایا جاتا کہ اتنا چندہ ہم نے دیا تھا ہم پر اتنا کیوں خرچ نہیں ہوا، اتنا بڑا حصہ دوسرے ممالک کو کیوں دیا گیا۔ یہ

سوچ ہی بیمار سوچ ہے جو احمدیت میں خدا کے فضل سے پنپنے کی گنجائش ہی نہیں رکھتی، توفیق ہی نہیں رکھتی۔ ایک آدھ ملک میں جب یہ بیماری پیدا ہوئی اور مَیں نے اسی وقت ان کو پکڑا تو اس کے بعد وہ بالکل اس طرح مٹ گئی جیسے ان کی جڑیں اکھیڑ دی گئی ہوں۔ پھر کبھی اس وہم نے ان کے خیالات میں پراگندگی پیدا نہیں کی۔ تو اس کو بھی آپ یاد رکھ لیں کہ ہمارے چندے خدا کی خاطر ہیں اور یہ ساری دنیا خدا نے پیدا کی ہے۔ اسلام عالمگیر مذہب ہے، اسلام کے تقاضے، ضرورت کے تقاضے دنیا میں کہیں بھی پیدا ہوں گے۔ پس یہ بحث نہیں ہے کہ چندہ کس نے دیا ہے اور کہاں خرچ ہونا چاہئے، یعنی کس نے دیا ہے کی بحث نہیں ہے اور یہ بحث نہیں ہے کہ جس نے دیا ہے اسی پر خرچ کیا جائے۔ یہ بحث ضرور رہے گی کہ اس وقت عالمی تقاضوں کے لحاظ سے کس ملک کو زیادہ ضرورت ہے اور کون سا ملک ہے جو تیز رفتاری کے ساتھ سچائی کی طرف متوجہ ہو رہا ہے اور اسی نسبت سے اس کی ضرورتیں بڑھ رہی ہیں۔ پس خرچ میں ہمیشہ جماعت احمدیہ نے اس بات کو راہنما رکھا ہے اور یہ بات بے تعلق سمجھی ہے اور ہمیشہ بے تعلق سمجھی جائے گی کہ کس نے زیادہ دیا تھا اور کس نے کم دیا تھا ضرورت جہاں زیادہ ہے وہاں زیادہ خرچ کیا جائے گا اور ہمیشہ یہی ہوتا رہا ہے۔ پس اب صورتِ حال یہ ہوگئی ہے کہ بیرونی دنیا کا چندہ پاکستان بنگلہ دیش اور ہندوستان کے چندوں سے اب خدا کے فضل سے بہت بڑھ چکا ہے اور عین اس وقت یہ برکت ملی ہے، جبکہ ضرورت بہت شدید ہوگئی تھی مثلاً ابھی مَیں نے افریقہ کے ممالک کا دورہ کروایا ہے تو پتہ چلا کہ بہت بڑی بڑی جماعتیں ہیں جن سے ابھی تک ہمارا ڈش انٹینے کے ذریعے بھی رابطہ نہیں ہو سکا اور جو نمائندے میرے گئے انھوں نے محنت کی بہت دور دراز کے گہرے علاقوں میں گئے اور بعض رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ دیکھ کر اس طرح ان کے چہرے چمک اٹھے کہ اچھا ہمارا بھی خیال ہے ان کو۔ لیکن ایک خوشکن بات جو سب جگہ دکھائی دی وہ یہ تھی کہ ایسے علاقے جن میں کثرت سے بیعتیں ہوئی تھیں اور دو تین سال پہلے ہوئی تھیں جب وہاں رابطہ کیا گیا تو تمام تر احمدیت پر قائم تھے اور بڑے خلوص سے قائم تھے اور انھوں نے کھلم کھلا یہ کہا کہ ہم نے تو سچ سمجھ کر قبول کیا ہے اگر آپ ہماری طرف توجہ نہ بھی کرتے تو احمدیت پر ہم نے قائم ہی رہنا تھا مگر ہمیں پورا پتہ ہی نہیں کہ احمدیت ہے کیا۔ تفاصیل کا علم نہیں ہے اس لئے آپ کا فرض تھا ہمیں پوچھتے اور ہماری ضروریات پوری کرتے چنانچہ ان سب جگہوں میں ایک تو مَیں نے یہ ہدایت کی کہ ڈش انٹیناز لگائے جائیں کثرت کے ساتھ اور مرکزی انتظام کے تابع روزانہ اس علاقے کے باشندے ایک جگہ اکٹھے ہو سکیں اور دوسرا یہ کہ وہاں ان کے لئے بڑی مساجد بنی چاہئیں۔ ایسے مراکز بننے چاہئیں جہاں ان کی تربیت کا انتظام ہو اور انہی میں سے مبلغین بنائے جائیں اور پھر ان کو انہی علاقوں میں مستقل جگہوں پر مقرر کر دیا جائے یہ ضرورتیں جو ہیں

یہ اتنی زیادہ ہیں کہ جس علاقے میں یعنی افریقہ میں جہاں دس لاکھ سے اوپر احمدی ہوئے ہوں ایک سال میں آپ وہاں اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان کی کم سے کم ضرورتیں پوری کرنے پر بھی کتنے خرچ کی ضرورت ہوگی اور چونکہ پچھلے سال یہ خرچ بہت بڑھے اس لئے میرے دل میں یہ فکر تھی مَیں بار بار ان سے پوچھتا تھا کہ وقفِ جدید کے چندے میں سے کتنا باقی رہ گیا ہے اور نئی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے ہم کہاں کہاں سے روپیہ سمیٹ سکتے ہیں۔

اب خدا تعالیٰ نے کس طرح مدد فرمائی ہے اور جس ملک کے ذریعے مدد فرمائی ہے اس ملک کی انتظامیہ کے بھی خواب وخیال میں نہیں تھا کہ یہ عظیم کارنامہ خدا ہمارے ہاتھوں سے سرانجام دلوائے گا۔ چنانچہ سرفہرست آج اس سال کی قربانی میں امریکہ ہے اور اتنی عظیم وقفِ جدید میں قربانی کی توفیق ملی ہے کہ امیر صاحب جب فون پہ مجھے بتارہے تھے تو کہتے تھے کہ مَیں تو حیران ہوں کہ کیا ہوا ہے، میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ خاموشی کے ساتھ اتنا روپیہ اکٹھا ہو چکا ہوگا کہ جب وہ رپورٹ پیش ہوئی تو میرے دل میں ایک ہیجان برپا ہو گیا کہ ہوا کیا ہے۔ اب آپ سوچیں پہلی بات تو یہ دیکھیں کہ خدا تعالیٰ نے ہر چندے میں ہر ملک میں برکت ڈالی ہے اور امسال گزشتہ سال کے مقابل پر بہت زیادہ عطا کیا ہے۔

وعدہ جات کے لحاظ سے جو 96ء کے وعدہ جات ہیں وہ چار کروڑ بتیس لاکھ اکتالیس ہزار تین سو باون روپے بنتے ہیں۔ 96ء کا یہ جو سال گزر رہا ہے ابھی وعدہ جات چار کروڑ اور بتیس لاکھ وصولی سات کروڑ بائیس لاکھ ستائیس ہزار آٹھ سو چھپن۔ اب یہ کیسے ہو گیا کچھ سمجھ نہیں آرہی کیونکہ وقفِ جدید کے وعدے آگے ہوتے تھے وصولی پیچھے پیچھے جایا کرتی تھی۔ اور سٹرلنگ میں یہ وعدے چھ لاکھ پچپن ہزار ایک سو بہتر پاؤنڈ تھے جب کہ کل وصولی دس لاکھ چورانوے ہزار تین سو اکسٹھ پاؤنڈ ہے اور ایک نیا سنگِ میل جو اس سال رکھا گیا ہے وہ امریکہ کی طرف سے ہے۔ تمام دنیا کی وصولی سارے یورپ کی وصولی ملا کر پاکستان ہندوستان، بنگلہ دیش کی وصولی ملا کر دس لاکھ چورانوے ہزار تین سو اکسٹھ پاؤنڈ ہے۔

اب یاد رکھ لینا اچھی طرح ساری دنیا کی وصولی دس لاکھ چورانوے ہزار تین سو اکسٹھ پاؤنڈ ہے اس میں سے امریکہ کی وصولی اس میں پانچ لاکھ چونسٹھ ہزار ایک سو اکسٹھ پاؤنڈ ہے یعنی تمام دنیا کے چندوں سے وہ اکیلا آگے بڑھ گیا ہے پچھلے سال مَیں ان کی تعریف کر رہا تھا کہ انھوں جرمنی کو بھی شکست دے دی پاکستان سے بھی کچھ قدم آگے نکل گئے لیکن قریب قریب کی دوڑ تھی۔ اب وہ اتنا پیچھے چھوڑ گئے ہیں کہ باقی لوگ اب بس ان کے لئے دعائیں ہی کریں گے۔ اور اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ اب اور امریکہ کی اپنی کیفیت یہ ہے کہ آج سے دس سال پہلے یعنی میری ہجرت کے آنے کے دو سال بعد تک بلکہ تقریباً تین

سال بعد تک ان کا کل چندہ سارے امریکہ کا اتنا ہی تھا جتنا آج وقفِ جدید کا ہے اور جب انھوں نے بتایا تو مَیں نے فوراً پوچھا مَیں نے کہا مجھے تو جہاں تک یاد پڑتا ہے نو لاکھ چھتیس ہزار ڈالر آپ کا کل چندہ بھی نہیں تھا تو پھر امیر صاحب نے اس کو باقاعدہ جائزہ لے کر اعداد و شمار کا اس بات کی تائید کی ہے، اس کی توثیق فرمائی ہے کہ ہمارا کل چندہ دس سال پہلے اتنا نہیں تھا۔

اور یہ توفیق کیسے بڑھی۔ سوال یہ ہے کہ یہی لوگ تھے، اسی قسم کے لوگ تھے جو پہلے بھی امریکہ میں رہا کرتے تھے مالی حالات بعض دفعہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ وقت کے ساتھ آگے بڑھیں بعض دفعہ پیچھے بھی چلے جاتے ہیں چنانچہ ڈاکٹر جو وہاں سب سے زیادہ امیر طبقہ ہے ان کے مالی حالات پہلے سے خراب ہوئے ہیں ایک زمانے میں تو امریکہ میں ڈاکٹر ہونا سونے کی کان کا مالک ہونا تھا لیکن اب بہت سی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں ڈاکٹروں کی آمد میں کمی آئی ہے لیکن ان کے چندوں میں اضافہ ہوا ہے تو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک عمومی سا وعدہ تھا کہ ہم بڑھائیں گے اب یہ نکتہ بھی سمجھ آیا کہ تمہاری توفیق مالی ہی نہیں بڑھائیں گے بلکہ تمہارے حوصلے بھی بڑھائیں گے اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق میں وسعت دیں گے اور کبھی بھی تمہیں پیچھے نہیں جانے دیں گے، جو تم آگے قدم اٹھا چکے ہو اس سے اور آگے بڑھو گے واپسی کی طرف نہیں دھکیلے جاؤ گے اور کوئی ایسے حالات پیدا نہیں ہوں گے جو تمہیں مجبور کر دیں کہ پہلے سے کم ہو جاؤ۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ جو خدا کا سلوک ہے دنیا کی ہر اس جماعت سے ہے جو مالی قربانی میں آگے بڑھتی ہے، حوصلہ کرتی ہے اور اچانک اسکی توفیق بڑھ جاتی ہے۔ اب جہاں تک تفصیلات کا تعلق ہے سب تفاصیل تو اس وقت پیش کرنا پیشِ نظر نہیں ہے مگر مختصر موازنہ مَیں عرض کرتا ہوں، گزشتہ سال 1995ء میں پانچ لاکھ ستتر ہزار سات سو نوے پاؤنڈ کا وعدہ تھا امسال 1996ء میں چھ لاکھ پچپن ہزار ایک سو بہتر پاؤنڈ کا وعدہ تھا۔ وعدہ کے لحاظ سے اضافہ ستتر ہزار تین سو بیاسی پاؤنڈ ہوا، وصولی کے لحاظ سے گزشتہ سال چھ لاکھ ستر ہزار نو سو تیرہ پاؤنڈ کی وصولی تھی۔ امسال خدا کے فضل سے دس لاکھ چورانوے ہزار تین سو اکسٹھ پاؤنڈ کی وصولی ہے۔ جس میں سب سے زیادہ حصہ امریکہ نے لیا۔ تعداد کے لحاظ سے بھی بہت برکت ملی ہے۔ مَیں پہلے بھی بارہا عرض کر چکا ہوں کہ وقفِ جدید کے تعلق میں تعداد بڑھانے کی طرف توجہ بہت زیادہ دیں۔

مالی ضرورتیں جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے ثابت بھی کر کے دکھایا ہے اللہ تعالیٰ آپ ہی کچھ کرتا رہتا ہے۔ ہمیں تو پتہ بھی نہیں لگتا یاد دہانی کراؤ نہ کراؤ اب تو یہ حال ہو گیا ہے از خود ہی دلوں میں ایسی تحریک اُٹھ جاتی ہے اور انتظامیہ کو خدا تعالیٰ ایسی ہمت عطا فرما دیتا ہے کہ چندے کی جتنی ضرورت ہے وہ مل ہی

جاتے ہیں اور اب تو بعض دفعہ لگتا ہے ضرورت سے آگے بڑھ رہے ہیں لیکن جب سال ختم ہوتا ہے تو ضرورت پھر چندوں سے جا ملتی ہے۔تو یہ بھی ایک مسابقت کی دوڑ ہو رہی ہے جماعت کے چندوں اور جماعت کی ضروریات میں۔تو گزشتہ سال وصولی کا جہاں تک تعلق ہے چھ لاکھ ستر ہزار تھی ، دس لاکھ چورانوے ہزار اس دفعہ ہوئی اور تعداد کے لحاظ سے گزشتہ سال ایک لاکھ چھیالیس ہزار چار سو باسٹھ افراد تھے اور امسال ایک لاکھ سڑسٹھ ہزار چار سو ترانوے افراد ہیں جو شامل ہوئے ہیں۔پس خدا تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ بہت بڑی تعداد، ہزار ہا کی تعداد میں ایسے دوست پیدا ہوئے ہیں جن کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا چسکا پڑ گیا ہے کیونکہ جو ایک دفعہ خرچ کرے وہ پھر پیچھے نہیں ہٹا کرتا،اس کو واقعۃً چسکا پڑ جاتا ہے۔دس سال پہلے مَیں نے جیسا کہ بیان کیا تھا،امریکہ کا کل بجٹ آٹھ لاکھ پینتیس ہزار تھا اور اب وقفِ جدید کا بجٹ نو لاکھ چھتیس ہزار آٹھ سو ڈالر ہو چکا ہے اور انھوں نے اتنی احتیاط سے اعداد و شمار اکٹھے کئے ہیں کہ ساتھ تیس سینٹ بھی لکھا ہوا ہے،نو لاکھ چھتیس ہزار پانچ سو آٹھ ڈالر تیس سینٹ۔تو خدا تعالیٰ نے بہت برکت دی ہے جماعت کے اخلاص میں اور کوششوں میں اور صرف ان باتوں ہی میں نہیں باقی بہت سی اور باتوں میں بھی خدا کے فضل سے امریکہ کا قدم ترقی کی طرف ہے اور ہونا بھی ایسا چاہئے تھا کیونکہ امریکہ دنیا کے امیر ترین ممالک میں سے ہے اور وہاں ابھی بھی ایسے احمدی موجود ہیں جن کو اگر آمادہ کیا جائے تو کچھ اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے پر تو اللہ تعالیٰ ان کے دل کی توفیق بھی بڑھائے گا اور ان کی مالی توفیق اس وقت بھی ان چندوں سے پیچھے ہے کیونکہ اسی قسم کے حالات کے لوگ بکثرت موجود ہیں اور جب ہم موازنہ کرتے ہیں تو انہی میں سے بعض ایسی حیرت انگیز قربانیاں کرنے والے ابھرے ہیں کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ توفیق ہو ہی نہ اور قربانیاں دے رہے ہوں اور جنھوں نے بھی دیں ان کے مالوں میں کمی کہیں نہیں آئی برکت ہی ہے جو بڑھتی چلی جارہی ہے تو آج امریکہ سب دنیا کی جماعتوں میں صفِ اوّل پر کھڑا ہے۔اگر پاؤنڈوں میں اس کا حساب کیا جائے تو پانچ لاکھ چونسٹھ ہزار ایک سو اکسٹھ پاؤنڈ ان کا چندہ وصولی ہے جبکہ باقی سب دنیا کی جماعتوں کی اتنی وصولی نہیں۔دوسرے قدم پر پاکستان ہے اور تیسرے پر جرمنی ہے۔برطانیہ کو چوتھی پوزیشن حاصل ہے جو غالباً ایک عرصے سے چلی آرہی ہے اور کینیڈا کو پانچویں پوزیشن حاصل ہے۔اب برطانیہ اور کینیڈا کا فرق تھوڑا رہ گیا ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ جس رفتار سے کینیڈا مسلسل برطانیہ کے قریب آرہا ہے بعید نہیں کہ اگلے سال آگے نکل جائے۔ہندوستان چوبیس ہزار پانچ سو ستائیس پاؤنڈ وصولی ہے جو ہندوستان کے لحاظ سے بہت تعجب انگیز ہے۔چودہ لاکھ چونسٹھ ہزار روپے انھوں نے دیئے جو ہندوستان کے پرانے زمانوں کے چندوں کے لحاظ سے جو دس سال پہلے کے جو چندے اس میں اتنے بنتے

نہیں تھے انکے، توامریکہ کی طرح ہندوستان کو بھی خدا تعالیٰ اپنی راہ میں خرچ کرنے کی بہت توفیق عطا فرما رہا ہے۔

انڈونیشیا میں سمجھتا ہوں ابھی اپنی توفیق سے پیچھے ہے کیونکہ ہندوستان کے مقابل پر انڈونیشیا کے احمدیوں کے مالی حالات بہت بہتر ہیں۔ تعداد کے لحاظ سے جوفرق پڑا ہے وہ ہندوستان کی تبلیغ کے نتیجے میں فرق پڑا ہے ورنہ پہلے تعداد کے لحاظ سے بہت زیادہ فرق نہیں تھا۔تقریباً انڈونیشیا کی جماعتیں ہندوستان کی تعداد کے مقابل پر نصف تھیں بلکہ نصف سے کچھ زیادہ اور چندوں میں اتنا فرق کہ وقفِ جدید میں ہندوستان نے ساڑھے چوبیس ہزار پاؤنڈ پیش کئے ،انڈونیشیا نے صرف آٹھ ہزار چھ سونوے۔ تو یہ صاف پتہ چل رہا ہے کہ وہاں ابھی تک ہمارے نظامِ جماعت میں پوری بیداری نہیں اور پورا انتظام نہیں ہے ورنہ امریکہ یا ہندوستان کے مقابل پر انڈونیشیا کی جماعت کے اخلاص کی حالت پیچھے نہیں ہے۔ بعض دفعہ تو لگتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ دنیا میں مخلص ہیں اس قدر مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جماعت اور اسلام سے محبت رکھنے والے لوگ ہیں کہ بہت سے ہیں ان میں جو ذکر کے ساتھ ہی رونے لگتے ہیں، ان کی آنکھوں سے بے اختیار محبت کے آنسو بہنے لگتے ہیں۔

تو جہاں اخلاص موجود ہو وہاں اگر قربانی میں لوگ پیچھے رہ رہے ہوں تو یقین جانیں کہ انتظامیہ کی خرابی ہوا کرتی ہے۔ایسے علاقوں میں جہاں بھی مَیں نے انتظامیہ بدلائی ہے اور ان کو توجہ دلائی ہے تو فوری طور پر جماعت نے اپنی قربانیوں کو بہت آگے بڑھا دیا۔ پس اس پہلو سے امریکہ کی انتظامیہ بھی دعا کی مستحق ہے، اس معنی میں جزا کی مستحق کہ ہم بھی ان کے لئے دعا کریں کہ انھوں نے اپنے انتظام کو بہت بہتر بنالیا اور جماعت کے اخلاص کو جو موجود تھا اس کو اب اس راہ میں گویا جیسے جوت دیا جائے اس طرح اخلاص کو پہلے سے بڑھ کر جوتا جا رہا ہے۔ ماریشس اپنی تعداد کے لحاظ سے قربانی میں ہمیشہ بہتر ہوتا ہے مگر امسال وقفِ جدید میں اتنی نمایاں بہتری نظر نہیں آئی کیونکہ بیلجیئم جو اس کے مقابل پر ایک چھوٹی سی جماعت ہے جو ابھی نئی نئی بن رہی ہے گویا کہ ماریشس اور بیلجیئم کا چندہ تقریباً برابر ہے۔ ماریشس کا چار ہزار نوسو سترہ اور بیلجیئم کا چار ہزار آٹھ سو سینتیس۔ ناروے جو چھوٹے ممالک میں سے آگے بڑھنے والا ایک ملک ہے۔ ناروے خدا کے فضل سے چار ہزار چھ سو بانوے پاؤنڈ چندہ وقفِ جدید میں دے کر دسویں نمبر پر رہا ہے۔

فی کس مالی قربانی کے لحاظ سے بھی باوجود اس کے کہ امریکہ میں چندہ دہندگان کی تعداد بہت بڑھائی گئی ہے، بہت بڑھائی گئی ہے اس دفعہ۔ پھر بھی مالی قربانی کو اگر تقسیم کیا جائے فی چندہ دہندہ تو امریکہ باقی سب ملکوں سے آگے نکل گیا ہے۔اس سے پہلے جاپان اور سوئٹزرلینڈ کے درمیان بات رہا کرتی تھی۔

شروع میں جاپان آگے تھا پھر سوئٹزرلینڈ نے وہ جگہ لے لی اور گزشتہ دو چار سال سے سوئٹزرلینڈ نے قبضہ کیا ہوا تھا کہ فی کس چندہ دہندہ قربانی میں ہم دنیا میں کسی کو آگے نکلنے نہیں دیں گے اور اب دیکھیں کتنا فرق پڑ گیا ہے۔ امریکہ میں فی کس قربانی کا معیار اب ایک سو چوبیس پاؤنڈ اور سات پینی بنتا ہے۔ اور سوئٹزرلینڈ میں ستر پاؤنڈ ستانوے پینی۔ تو اس پہلو سے بھی بہت آگے بڑھ گیا ہے خدا کے فضل سے امریکہ فی کس چندہ دہندہ کی مالی قربانی کے لحاظ سے۔ اور جاپان اکتیس پاؤنڈ تیس پینی کے چندے کے ذریعے نمبر تین پر آیا ہے اور بیلجیئم اللہ کے فضل کے ساتھ انیس پاؤنڈ تینتالیس پینی دے کر چوتھی پوزیشن حاصل کر گیا ہے اور جرمنی پانچویں پوزیشن پر گیارہ پاؤنڈ پچاس پینی فی کس کے لحاظ سے دیکر اللہ کے فضل سے اعزاز حاصل کر گیا۔ لیکن جرمنی کے متعلق مَیں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ خدا کے فضل سے انکے چندے اتنے متوازن ہیں اور بالعموم مالی قربانی میں ساری جماعت کثرت سے حصہ لے رہی ہے اس لئے وہاں یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک ہی تحریک میں غیر معمولی طور پر آگے نکل جائیں۔ جن ممالک نے مثلاً امریکہ نے اپنے لئے یہ ایک ٹارگٹ پہلے سے بنا رکھا تھا کہ دنیا میں ایک چندے میں تو ہم نے باقی سب کو لازماً پیچھے چھوڑنا ہے، اس اخلاص کی نیت کو خدا نے یہ پھل دیا ہے کہ وہ اتنا آگے نکل گئے کہ انکے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اتنا آگے جا سکتے ہیں۔ مگر جرمنی کو یہ کہنا کہ تم وقفِ جدید میں بھی ان سے مقابلہ کر کے آگے نکلنے کی کوشش کرو یہ میرے نزدیک مناسب مطالبہ نہیں ہے کیونکہ عموماً جرمنی کی جماعت اتنی بڑی قربانی دے رہی ہے کہ اس کی وجہ سے خدا کے فضل سے بہت سے دوسرے ممالک کی ضروریات پوری ہو رہی ہیں اور جرمنی میں بھی جو بڑھتی ہوئی ضروریات ہیں ان میں جرمنی خود کفیل ہے۔

بالغان کے چندے کی جو دوڑ ہوا کرتی ہے پاکستان کے اندران میں ربوہ خدا کے فضل سے اوّل رہا ہے۔ کراچی دوم اور لاہور سوم۔ جہاں تک اضلاع کے مقابلے کا تعلق ہے پاکستان کے اضلاع کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کی آپس کی دوڑ میں اب ان کی کیا پوزیشن ہے۔ راولپنڈی فرسٹ ہے جو میرے لئے بہت تعجب کی بات ہے کیونکہ مَیں سمجھا کرتا تھا کہ راولپنڈی ان باتوں میں کافی پیچھے ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نئی تحریک وہاں اٹھی ہے جس کی وجہ سے خدا کے فضل سے راولپنڈی کی جماعت کو یہ اعزاز مل گیا کہ وہ سارے پاکستان میں ضلعی لحاظ سے اوّل آئی ہے اور سیالکوٹ نمبر دو یہ بھی تعجب کی بات ہے کیونکہ سیالکوٹ تو کافی نکما ہو گیا تھا بے چارہ۔ اب معلوم ہوتا ہے اُٹھ رہے ہیں کچھ آگے بڑھ رہے ہیں۔ جو سیالکوٹی میرے سامنے بیٹھے ہیں مسکرا رہے ہیں کہ شکر ہے ہماری بات بھی آ گئی کہیں۔ فیصل آباد نمبر تین پر ہے اور اسلام آباد نمبر چار پہ۔ اسلام آباد کے لئے قابلِ شرم ہے کیونکہ بڑی منظّم جماعت اور مالی لحاظ سے بھی اچھی متوسط

جماعت ہے، فیصل آباد ان کو پیچھے چھوڑ جائے، سیالکوٹ پیچھے چھوڑ جائے یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ گوجرانوالہ ماشاءاللہ ہمت کر کے آگے آیا ہے پانچویں نمبر پر آ گیا ہے۔ گجرات چھٹے نمبر پر ہے اور سرگودھا ساتویں نمبر پر اور شیخوپورہ آٹھویں نمبر پر اور کوئٹہ نویں پر اور عمرکوٹ سندھ دسویں نمبر پر۔ یہ جو اضلاع ہیں نچلے مرتبے کے اضلاع ہیں۔ ان میں مَیں سمجھتا ہوں کہ ابھی بہت گنجائش موجود ہے۔ سیالکوٹ میں بھی ہے، فیصل آباد میں بھی ہے اسلام آباد میں تو ہے ہی، گوجرانوالہ، گجرات وغیرہ یہ سارے وہ اضلاع ہیں جو میں نظری طور پر جانتا ہوں کہ جتنی خدا نے ان کو تعداد عطا کی ہے احمدیوں کی اور جو مالی توفیق بخشی ہے عین اس کے مطابق چندے دکھائی نہیں دے رہے۔

دفتر اطفال میں لاہور خدا کے فضل سے اوّل آ گیا ہے ربوہ دوم ہے اور کراچی سوم۔ یہ تو ہے وقفِ جدید کی رپورٹ۔ مَیں اس وقت ہندوستان کی جماعتوں کو جو اس وقت جلسے میں بطورِ خاص اس جمعہ میں حاضر ہیں جو سمجھتے ہیں کہ یہ جمعہ تو بالخصوص ہمارے لئے وقف ہے ان کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ وقفِ جدید کے کام کو آپ وہاں بڑی تیزی سے بڑھائیں اور منظّم کریں کیونکہ آپ کی اکثر تبلیغ اس وقت وقفِ جدید کے ذریعے ہو رہی ہے اور بہت سی پھیلتی ہوئی نئی ضرورتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقفِ جدید نے سنبھال رکھا ہے تو اس کو اہمیت دیں اور جن اضلاع میں آپ کی تبلیغ کے لحاظ سے کمزوری ہے انکی فہرست مَیں پڑھنا نہیں چاہتا اس وقت ان کی طرف متوجہ ہوں اور وقفِ جدید کے نظام کو جو بیرونی طاقت مل رہی ہے باہر سے ٹیکہ مل رہا ہے یہ کوشش کریں کہ آپ اپنے پاؤں پہ کھڑے ہو کر اس مدد سے مبّرا ہو جائیں اس مدد کے محتاج نہ رہیں۔

یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ قادیان ہی نے تو سب دنیا کو دینی ضرورتوں کے لحاظ سے پالا ہے ہندوستان ہی کو لمبے عرصے تک یہ فخر حاصل رہا ہے کہ جب باہر کی دنیا چندوں سے تقریباً نا آشنا تھی تمام دنیا کی ضرورتیں ہندوستان پوری کرتا تھا۔ پھر پاکستان نے ہجرت کے بعد یہ عظیم خدمت اپنے ہاتھوں میں لی، خوب سنبھالا، خوب حق ادا کیا۔ تو ہندوستان کے تعلق میں چونکہ پرانی غیرتیں ہیں اور حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہندوستان میں پیدا ہونا ہے، اس محبت کے تقاضے کے طور پر میری دلی خواہش یہی رہتی ہے کہ ہندوستان کو پھر وہ پرانی عظمتیں نصیب ہو جائیں۔ تو اس پہلو سے وقفِ جدید بھی ایک ذریعہ بن گئی ہے ہندوستان کی پرانی کھوئی ہوئی عظمتوں کو واپس حاصل کرنے کا تو اس کی طرف آپ متوجہ ہوں اور اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ آپ کے اندر کثرت کے ساتھ وہ ولی پیدا ہو جائیں جن ولیوں کا حضرت مصلحِ موعودؓ نے وقفِ جدید کے تصور میں ذکر فرمایا ہے۔ وقفِ جدید کا تعلق ولایت سے حضرت مصلحِ موعودؓ نے

رکھا اور جو نقشہ کھینچا ہے اپنے اس روحانی خواب کا وہ یہ ہے کہ جگہ جگہ بڑے بڑے اولیاء اور قطب پیدا ہو رہے ہیں۔ دیہات میں اور گاؤں گاؤں میں رازی پیدا ہو رہے ہیں تو وقفِ جدید کی تحریک تو بالکل عمومی، عام سی ایک دنیا کی نہیں دین کے لحاظ سے پسماندہ دیہات کی تحریک تھی مگر جو مقاصد تھے وہ اتنے بلند تھے کہ گاؤں گاؤں میں رازی پیدا ہوں گاؤں گاؤں میں اولیاء اللہ اور قطب پیدا ہونے شروع ہو جائیں اور فرمایا آغاز ہی میں آپ نے جو نقشہ کھینچا اپنے دل کا، فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ وقفِ جدید کے ذریعے گاؤں گاؤں اولیاء اللہ پیدا ہوں اور اس وجہ سے مَیں چاہتا ہوں کہ مَیں خود نگرانی کروں اور باقی تنظیمیں ہیں انکی طرح نہیں بلکہ براہ راست معلمین پر نظر رکھوں، ان سے رابطہ رکھوں اور جب تک صحت نے توفیق دی آپ بہت حد تک یہ کام کرتے رہے۔ پھر وہ توفیق نہ رہی کیونکہ بہت بیمار ہو گئے تھے مگر یہ آپ کے ارادے اور خواہشات تھیں۔

پس اس پہلو سے مَیں سمجھتا ہوں کہ صدیقیت کا جو ذکر مَیں نے کیا ہے قرآنِ کریم کی آیت میں، یہ وہی صدیقیت والا نقشہ ہے جو حضرت مصلحِ موعودؓ کے ذہن میں پیدا ہوا، وہی خواب ہے جو آپ نے دیکھا تھا۔ وقفِ جدید کا ولایت سے تعلق قائم کرنا اور تعلق قائم رکھنا ضروری ہے۔ آج ہی سوال و جواب کی مجلس میں کسی نے یہ سوال چھیڑا تو مَیں نے کہا دیکھیں ہم ولی تو نہیں پیدا کر سکتے کیونکہ ولایت تو صرف اللہ عطا کرتا ہے صدیق بھی کوئی زورِ بازو سے نہیں ہو سکتا، اللہ ہی عطا کرتا ہے مگر لوگوں کو یاد دلاتے رہنا چاہئے یہ کام ہمارا فرض ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ وقفِ جدید کو پہلے سے بڑھ کر اس طرف متوجہ ہونا چاہئے کہ اپنے تمام کارکنوں پر نظر رکھیں اور یہ دیکھیں کہ جن جماعتوں میں وقفِ جدید کا کام ہو رہا ہے وہاں اولیاء اللہ پیدا ہو رہے ہیں کہ نہیں۔ پس اگر یہ مطمحِ نظر بنا رہے تو مَیں امید رکھتا ہوں کہ پھر زیادہ بیدار مغزی کے ساتھ اپنے ذہن میں اس مقصد کو حاضر رکھتے ہوئے زیادہ امکان پیدا ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ایسے بندے اس کی نگاہ میں آ جائیں اور اس کا وہ قرب حاصل کریں جسے ولایت کہا جاتا ہے۔ جہاں تک یورپ کی نئی ضرورتوں کا تعلق ہے اس میں وقفِ جدید کا کوئی خرچ نہیں ہو رہا اور نہ نئی تحریک میں مَیں نے یہ ذکر کیا تھا کہ یورپ میں بھی خرچ کیا جائے مگر وہ ضرورتیں بالعموم خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ چندوں سے پوری ہو رہی ہیں اور جماعت یورپ جو اپنے چندے بڑھا رہی ہے اس کے ساتھ اکثر ان کی بڑھتی ہوئی ضرورتیں پوری ہو رہی ہیں مگر مشرقی یورپ میں ابھی تک جو مشن ہاؤسز کا قیام یعنی جماعتی مراکز کا قیام نئی مسجدیں بنانا یہ ایسے کام ہیں جن کے لئے اب ہمیں نئی مالی ضرورت درپیش ہے اور یہ چونکہ ایسی ضرورت نہیں ہے جو مستقل چندے کی شکل میں جماعت سے طلب کی جائے اس لئے مَیں سمجھتا ہوں کہ کبھی کبھار اچانک پیدا ہونے

والی ضرورتوں کے لئے کوئی تحریک کی جاسکتی ہے اور وہی کافی ہوگی۔ اس وقت جو ہمیں زیادہ ضرورت ہے وہ البانیہ میں ہے جہاں بکثرت احمدیت پھیلی ہے۔ اسی طرح وہ دوسرے مشرقی ممالک جہاں خدا تعالیٰ کی طرف سے توجہ ہورہی ہے ان میں البانین سپیکنگ دوسری قومیں دوسرے ممالک میں بستی ہیں۔ پھر بوزنینز ہیں اِن کی طرف بھی بہت توجہ ہے۔ اُن کی بھی بہت توجہ ہے۔ ان سب کا بنیادی حق ہے کہ وہاں مساجد بنائی جائیں وہاں مراکز قائم کئے جائیں وہاں تربیتی اجتماعات کا مستقل انتظام ہو اور انھیں میں سے معلم تیار کئے جائیں۔

پس اس سال کے لئے مَیں جماعت کے سامنے پندرہ لاکھ ڈالر کی تحریک کرتا ہوں اور جیسا کہ مَیں نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ مَیں نے یہ نیت کی ہے۔ اللہ تو یہ توفیق عطا فرما دیتا ہے کہ جو بھی تحریک کروں اس کا سواں حصہ مَیں خود دوں۔ اور یہ بتانے کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ مَیں بتاؤں کہ مَیں یہ کر رہا ہوں یہ مقصد ہے کہ بعض لوگ بوجھ سمجھتے ہیں کہتے ہیں کہ نئی نئی تحریکیں پیش کی جارہی ہیں ان کے دل کی تسلی کے لئے ان کو بتا رہا ہوں کہ مَیں شامل ہوتا ہوں تو تحریک کرتا ہوں ورنہ مَیں یہ سمجھتا کہ مجھے حق نہیں تھا۔ تو اس پہلو سے میرا تجربہ ہے کہ جب بھی زیادہ تحریکیں کی ہیں خدا نے مالی وسعتیں خود بخود عطا کر دی ہیں تو اس لئے اس معاملے میں مجھے ذرہ بھی وہم نہیں کہ مَیں کوئی ایسا بوجھ ڈال رہا ہوں جس کو جماعت اٹھا نہیں سکتی۔ یہ جانتا ہوں کہ جب بھی کوئی مزید تحریک کی جاتی ہے اللہ میری وسعت کو بھی بڑھاتا ہے آپ کی وسعت کو بھی بڑھاتا ہے۔

تو پھر اگر ضرورتِ حقہ ہے اور جائز ہے تو تحریک میں کوئی تردّد نہیں ہونا چاہئے مگر چونکہ عام چندوں کی ذمہ داریاں بہت جماعت نے اٹھا رکھی ہے اس لئے مَیں اس تحریک کو بھی بعض دوسری تحریکات کی طرح اس طرح پیش کر رہا ہوں کہ وہ سب احمدی جو عام چندوں میں حسبِ توفیق حصہ لے رہے ہیں اور ان کے لئے زیادہ بوجھ اٹھانا ممکن نہیں ہے وہ محض تبرک کی خاطر کچھ نہ کچھ دے کر اس میں شامل ہو جائیں اور وہ صاحبِ حیثیت جن کو خدا تعالیٰ نے بڑی توفیق عطا فرمائی ہے وہ اپنی توفیق کے مطابق خود فیصلہ کریں اور وہ زیادہ تر اس کا عمومی بوجھ اٹھانے کے لئے آگے آئیں اور جیسا کہ میرا سابقہ تجربہ ہے یہ انشاء اللہ دیکھتے دیکھتے وعدے وصول ہو جائیں گے اور مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ پہلے سال دو تہائی اور دوسرے سال اس کا ایک تہائی وصولی کی صورت میں ہمیں مل جانا چاہئے کیونکہ فوری ضرورت جو اس سال کی ہے وہ ایک ملین کی تو لازماً ہے اور بعد کی اگلے سال کی ضرورت چندوں سے بچت کے علاوہ پانچ لاکھ کے قریب ہوگی اور جس رفتار سے چندے بڑھ رہے ہیں مَیں سمجھتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ آگے وہ ضرورتیں چندوں ہی سے

پوری ہوتی رہیں گی کسی نئی تحریک کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور خاص طور پر اس لئے بھی مجھے امید ہے کہ یورپ میں جو نئے احمدی ہونے والے ہیں ان میں خصوصاً البانین نسل کے لوگوں میں مالی قربانی کی روح پائی جاتی ہے اور بعض تو ایسے ہیں جو بڑے زور اور اصرار کے ساتھ پوچھ پوچھ کے کہ باقی کیا دیتے ہیں ہم سے وہ سب کچھ لو خود دینے کے لئے آگے آتے ہیں تو بہت ماشاء اللہ حیرت انگیز قربانی کا جذبہ ہے جو البانین نسل کے لوگوں میں پایا جاتا ہے پس جب یہ لوگ اٹھ کھڑے ہونگے جب ان کی توفیق بڑھے گی تو یہ بعید نہیں کہ آئندہ چند سالوں میں بجائے اس کے کہ باہر سے مدد لیں خود باہر کے دوسرے علاقوں کے لئے مددگار بن جائیں۔ تو ان امیدوں کے ساتھ ان دعاؤں کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے ان توقعات کے ساتھ جو ہمیشہ اپنے دائروں سے بڑھ کر پوری ہوتی ہیں، توقعات کے جو دائرے ہمارے ہوتے ہیں ان میں ہمیشہ ان سے بڑھ کر پوری ہوتی ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور احسانات پر پورا توکل کرتے ہوئے اس نئے سال میں داخل ہوتے ہیں جو وقفِ جدید کا چالیسواں سال ہے اور مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ جیسا کہ شکر کا حق ہے شکر کی طرف بھی توجہ آپ کریں گے کیونکہ جب فضل بڑھیں اور شکر پیچھے رہ جائے تو یہ ایک بہت ہی تکلیف دہ توازن کا بگڑنا ہے۔ شکر ساتھ ساتھ بڑھنا چاہئے اور یہ احساس دل پر قبضہ کر لینا چاہئے کہ ایک ایسے محسن سے واسطہ ہے جس کا جتنا بھی شکر کریں اتنا زیادہ احسان ہو جاتا ہے کہ سنبھالا نہیں جاتا اس لئے ہمیشہ ہم پیچھے رہتے ہیں، کبھی شکر میں آگے نہیں بڑھ سکتے اور یہ احساس ہی ہے جو شکر کی طاقت بڑھاتا ہے، ذکر کی طاقت بڑھاتا ہے، خدا کی یاد میں پیار پیدا کر دیتا ہے تو میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں کے ساتھ جماعت کو ہمیشہ یہی توفیق بخشے گا کہ وہ جیسا کہ شکر کا حق ہے شکر کا حق ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی یادوں سے دل کو نور عطا کرتے ہوئے اس میدان میں ہمیشہ آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔

(الفضل انٹرنیشنل لندن 14رفروری 1997ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 2 /جنوری 1998ء بیت الفضل لندن

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ O يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ؕ وَ هُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ O اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ O

(سورۃ الحدید:6 تا8)

پھر فرمایا:

آج خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وقفِ جدید کے سال نو کا آغاز ہوگا اور پرانی روایات کے مطابق جنوری کے پہلے جمعہ میں ہمیشہ تو نہیں مگر اکثر وقفِ جدید کا اعلان کیا جاتا ہے۔اس اعلان سے پہلے میں ایک دو امور ویسے ضمناً عرض کرر رہا ہوں کہ یہاں جمعہ پہ آتے ہوئے رستے میں صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کا ورد MTA پر ہو رہا تھا اور اس پر میرا دل حمد سے بھر گیا کہ ظالموں نے کوشش کی تھی کہ جماعت احمدیہ کو صَلِّ عَلٰی کے ورد سے ربوہ میں محروم کردیں چھوٹے چھوٹے بچوں کو قید کیا اور پکڑا گیا کہ تم صَلِّ علٰی کا ورد نہ کرو آج ساری دنیا صَلِّ عَلٰی کے ورد سے گونج رہی ہے اور کسی کی مجال نہیں کہ اس کے رستے میں حائل ہو سکے پس یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ جسے ہمیں خصوصیت سے یاد رکھنا چاہئے کہ ان کی سب روکیں خدا نے خاک کی طرح اڑا دی ہیں آسمان سے جو فضل نازل ہو رہے ہیں ان کی راہ میں ان کی طرف سے کوئی چھتریاں کوئی روکیں حائل نہیں ہو سکتیں۔وہ فضل نازل ہوتے چلے جائیں گے اور یہ حسرتوں سے دیکھتے چلے جائیں گے۔اگر یہ حقیقت بھی ان کو سمجھ نہیں آرہی تو پھر کیا حقیقت سمجھ آئے گی۔اپنی آنکھوں کے سامنے آسمان سے فضلوں کی بارش ہوتی دیکھ رہے ہیں اور شور مچا رہے ہیں کہ ہم مباہلہ جیت گئے۔خاک جیتے ہو تم۔وہ قصے مَیں بعد میں بتاؤں گا کہ کیا جیتے ہیں اور کیسے جیتے ہیں مگر یہاں ضمناً صرف آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ اس وعدے میں بھی خدا تعالیٰ کا بہت شکر ادا کریں اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔دوسری چیز جو ضمناً کہنی چاہتا ہوں وہ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی وفات سے متعلق ملنے والے تعزیت کے پیغام خطوط اور لوگوں کا یہاں تشریف لانا ہے۔امر واقعہ یہ ہے کہ جتنے بھی خطوط آتے ہیں

مجھے لازماً پڑھنے پڑتے ہیں اور روز ان کا اتنا بڑا پلندہ بن جاتا ہے کہ اب رمضان کی مصروفیت کی وجہ سے میرے لئے ممکن نہیں رہا کہ سرسری نظر سے بھی ان کو پڑھوں اور جانتا ہوں جنھوں نے اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے ان سب کے متعلق جانتا ہوں جو ان میں سے بہت آگے ہیں ان کو بھی اور جو ذرا پیچھے ہیں ان کو بھی۔ حقیقت یہ ہے اس خطبے کے بعد جو مَیں نے حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے روحانی مدارج کے متعلق دیا تھا اکثر یہی اظہار ہو رہا ہے کہ ہمیں پہلی دفعہ پتہ چلا ہے کہ آپ کیا چیز تھے۔ مگر پہلی دفعہ چلا یا بعد میں پتہ چلا یہ بحث الگ ہے ساری دنیا کی جماعت ان کے لئے دعا گو ہے اور ان کے اقربا کے لئے دعا گو ہے اور اس حقیقت سے مَیں باخبر ہوں پس جواب کا تو ویسے بھی سوال نہیں کہ مَیں سب کو جواب لکھ کے دوں ان سب کا مَیں شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے آج تک کثرت سے خطوط لکھے اور بعض یہاں بھی تشریف لائے مگر اب مَیں ان سے عاجزانہ درخواست کر رہا ہوں کہ یہ سمجھ لیں کہ مجھے علم ہے اور میری دعاؤں میں وہ سب بزرگ شامل ہیں بڑے ہوں یا چھوٹے، مرد ہوں یا عورتیں، چھوٹے چھوٹے بچوں نے بھی تعزیت کا اظہار کیا ہے اللہ تعالیٰ ساری جماعت کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ ہاں اگر کوئی خاص نقطہ کسی نے لکھنا ہو مثلاً بعض خطوں میں صاحبزادہ صاحب مرحوم کے متعلق بڑے اچھے نکات بیان کئے جاتے ہیں جن کی طرف پہلے میری توجہ یا نہیں گئی ہوتی یا ضرورت ہوتی ہے کہ اس توجہ کو بیدار کیا جائے تو ایسے نکات جو لکھنا چاہیں وہ بے شک لکھیں ان کو روک نہیں ہے اور سختی کے ساتھ مناہی بھی نہیں ہے مگر صورتِ حال مَیں نے آپ کے سامنے رکھ دی ہے اس کے بعد امید ہے کہ جہاں تک ممکن ہوگا آپ اپنے جذبات کو قابو میں لا کر اس موضوع پر میری دلداری نہیں کریں گے، کریں گے تو دعاؤں میں کریں گے اس سے زیادہ نہیں۔

رمضان اور سالِ نو کی مبارکبادوں کا بھی یہی حال ہے فیکسز اور پیغامات بھیجنے والوں کی تعداد اتنی بڑھ چکی ہے کہ ہر ایک کو جواب دینا ہرگز ممکن نہیں رہا۔ اس لئے یہ بھی آپ یقین کریں کہ ان سب کے لئے میرے دل میں جذباتِ امتنان ہیں ان کا مَیں شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن اب اس سلسلے کو بھی بند ہونا چاہئے کیونکہ یہ ایک رسم تو ہے اور رسم ہی تو ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ سالِ نو کی مبارکبادوں میں ہم جہاں تک ہوسکتا ہے تکلفات سے اجتناب کرتے ہیں لیکن مبارکباد کی بات تو منہ سے نکل ہی جاتی ہے۔ یہ گناہ نہیں لیکن ہے پھر بھی تکلف ہی۔ اس لئے سالِ نو کے آغاز پر میرے لئے بھی دعائیں کریں، اپنے لئے بھی دعائیں کریں، جماعت کے لئے بھی دعائیں کریں، یہ سالِ نو کا بہترین آغاز ہوگا۔

اب مَیں ان آیات سے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں جو وقفِ جدید کا خطبہ دینے سے پہلے مَیں نے تلاوت کی ہیں۔ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۔ یہ ایک اعلانِ عام

ہے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے کوئی اس بادشاہی میں اس کا شریک نہیں۔ اس حقیقت کا دل میں گڑ جانا یہی توحید ہے۔ وَ اِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ نہ صرف یہ کہ بادشاہی ہے بلکہ تمام امور، تمام اہم باتیں اسی کی طرف لوٹائی جائیں گی۔ پس اس سے مفر نہیں۔ خدا تعالیٰ کی بادشاہی کوئی دنیا کی بادشاہی نہیں جس سے آپ بھاگ کر کہیں منہ چھپا سکیں دنیا میں بھی کوئی مفر نہیں آسمانوں میں بھی کوئی مفر نہیں اور اگر ہوتا بھی تو آخر اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ پس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر ظاہر ہونے میں بعض دفعہ دیر بھی ہو جاتی ہے لیکن آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے یقین دلایا تھا کہ دیکھ تیرے مخالفین کی پکڑ اگر یہاں نہ بھی ہوگی تو تُو جانتا ہے کہ آخر ضرور ہوگی۔ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ فرمانا دراصل ایک گہری حکمت ہم سب کے لئے رکھتا ہے۔ آنحضور ﷺ کی اس پر پوری تسلی ہوگئی تھی۔ ایک ذرّہ بھی قلق باقی نہیں رہا کیونکہ آپ آخرت پر یقین رکھتے تھے۔ آپ کے لئے کوئی پکڑ یہاں ہو یا وہاں ہو محض ایک رسمی فاصلہ تھا ورنہ امرِ واقعہ یہی ہے کہ آپ کے نزدیک تو اِس دنیا اور اُس دنیا میں فرق ہی کوئی نہیں تھا اور جب یقین ہو تو پھر دشمنوں کی تعلّی، انکی ہنسیاں سب بیکار، سب بے معنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَ اِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ آخر سب باتوں نے اس کی طرف لوٹنا ہے اس میں گھبراہٹ کی کیا ضرورت ہے۔ یہ کامل توکل ہے جو میں جماعت سے چاہتا ہوں اور ہر ممکن کوشش کرتا ہوں کہ میری جان اسی توکل پہ جائے ایک ذرہ بھی خدا سے کسی قسم کا کوئی شکوہ دل میں نہیں پیدا ہونا چاہئے۔ بیماریاں ہوں، مصیبتیں ہوں، دشمن کی تعلّیاں ہوں یا دشمن سے قطع نظر زندگی کے مسائل ہوں اگر یہ دین آپ کا دین ہے جو اس آیت میں بیان ہوا ہے تو پھر آپ ہمیشہ تسکین کے سانس لیں گے اور مرتے وقت بھی آپ کو ایک ایسی قلبی تسکین حاصل ہوگی جو کسی اور کو نصیب نہیں ہو سکتی۔

اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَ یُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ تم دیکھتے نہیں کہ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اس میں دن کو رات میں داخل کرنا ایک خاص معنی رکھتا ہے وَ یُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ یہ ایک ایسے دن کی طرف اشارہ ہے جو مومنوں کا دن کبھی آ کے واپس نہیں جایا کرتا۔ عام طور پر اچھی بات قرآنِ کریم میں پہلے بیان کی جاتی ہے اور کچھ بُرائی کی خبر بعد میں بیان کی جاتی ہے لیکن جہاں اس ترتیب کو بدل دیا جائے وہاں لازماً گہری حکمت ہوا کرتی ہے اور یہاں یہ حکمت پیشِ نظر ہے کہ مومنوں کی رات میں مومنوں کا دن داخل ہو جائے گا اور جب ہو گا تو پھر دوبارہ وہ رات میں تبدیل نہیں کیا جائے گا وہ ہمیشگی کا دن ہے جو ان پر طلوع ہو گا۔ اور مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ اس مضمون کو بھی اچھی طرح سمجھ لیں گے اور اس کے بعد پھر ساری باتیں اللہ پر ہیں تمام تر توکّل اللہ پر ہے۔

کچھ بھی جھگڑا باقی نہیں رہتا، کوئی مخمصہ باقی نہیں رہتا۔ یہ ایک تقدیرِ الٰہی ہے جس میں کبھی کوئی تبدیلی آپ نہیں دیکھیں گے۔ تاخیر ہو جایا کرتی ہے، دیر تو ہوتی ہے مگر اندھیر نہیں۔ خدا کا دن لازماً بڑے مضبوط قدموں سے آگے بڑھا کرتا ہے اور جب ایک دفعہ دن پھیلنا شروع ہو جائے تو اس کی روشنی کی راہ میں کوئی دنیا کا اندھیرا حائل نہیں ہوا کرتا۔ وَ ھُوَ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ اور وہ دلوں کے حال کو جانتا ہے جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ پر اس قسم کا توکل نہ رکھیں جس کی تفصیل ان آیات نے بیان فرمائی ہے تو وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے حال کو جانتا ہے اور وہ لوگ جن کے دل میں یہی باتیں ہیں ان کو بھی اس کا ڈھنڈورا پیٹنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ دلوں کے حال کو جانتا ہے۔ وہ ہر توکل کرنے والے سے وہی سلوک فرمائے گا جو ہمیشہ فرمایا کرتا ہے۔ اٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ اَنۡفِقُوۡا مِمَّا جَعَلَکُمۡ مُّسۡتَخۡلَفِیۡنَ فِیۡہِ ؕ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور خرچ کرو مِمَّا جَعَلَکُمۡ جو اس نے تمہارے لئے بنایا۔ جن جائیدادوں کا یعنی جو بھی مال و متاع دنیا کے ہیں یا جو بھی طاقتیں عطا ہوئی ہیں ان کا تمہیں مالک بنا دیا ہے استخلاف کا مضمون پہلی قوموں کے ورثے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ وہ چیزیں جو پہلی قوموں کو عطا کی گئیں تھیں وہ اب لازماً تمہیں عطا کی جائیں گی۔ اور اس بات پر متنبہ ہو جاؤ کہ خدا تعالیٰ تم سے توقع نہیں رکھتا کہ ان طاقتوں کو، ان عظمتوں کو جو دنیا میں تمہیں عطا کی جائیں گی ان کو اپنے ہاتھ سے ضائع کر دو اور اس دن کو پھر اندھیروں میں تبدیل کر دو۔ اگر یہ ہوا تو تم ذمہ دار ہو فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ اَنۡفَقُوۡا لَہُمۡ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ ○

پس یاد رکھو کہ وہ لوگ تم میں سے جو ایمان لاتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں، یہاں خرچ سے مراد صرف دنیاوی خرچ نہیں بلکہ روحانی طور پر اپنی تمام طاقتیں، تمام دل و جان اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے لئے اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ بہت بڑا اجر مقدر ہے۔ (سورۃ الحدید: 6 تا 8)

اب رمضان کا مہینہ ہے اور یہ مضمون جو دراصل تو وقفِ جدید کے لئے شروع کیا گیا تھا میں اس کو رمضان کے ساتھ ملانا چاہتا ہوں تا کہ رمضان کی برکتوں میں وقفِ جدید اور وقفِ جدید کی برکتوں میں رمضان کی برکتیں شامل ہو جائیں۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق بخاری کتاب الزکوٰۃ یہ بیان کرتی ہے اور یہ قول حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہر صبح دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے سخی کو اور دے اور اس کے نقشِ قدم پر چلنے والے اور پیدا کر۔ دوسرا کہتا ہے اے اللہ روک رکھنے والے کنجوس کو ہلاکت دے اور اس کا مال و متاع برباد کر۔ اس میں سے جو پہلا حصہ ہے وہ تو ظاہر و باہر ہے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو خرچ کرنے والے ہیں خصوصیت سے رمضان مبارک میں، ان کے لئے فرشتے دعائیں کرتے ہیں اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کے

لئے بھی دعائیں کرتے ہیں پس آپ اپنی نیکیوں میں اپنے بچوں کو بھی شریک کریں اپنے گردوپیش، اپنے ماحول کو بھی شریک کریں تا کہ یہ نیکیوں کا مضمون پھولنے اور پھلنے لگے اور تمام دنیا پہ محیط ہو جائے یہ ایک ایسا فعل ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے چلائی جانے والی ہواؤں کے رخ پر ہوگا، فرشتے دعائیں کریں گے اور آپ آگے قدم بڑھائیں گے۔ تو بہت تیزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خدا کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے اموال میں برکت دے گا اور اس برکت کے نمونے ہم دیکھ رہے ہیں۔ تمام دنیا میں ایسے خرچ کرنے والوں کو خدا تعالیٰ مزید عطا فرما رہا ہے اور ان جیسے اور پیدا کر رہا ہے جن کے نتیجے میں احمدیت کے بڑھتے ہوئے بوجھ با آسانی اُٹھائے جا رہے ہیں۔

مَیں نے پہلے بھی بارہا ذکر کیا ہے کہ آج تک ایک بھی ضرورت ایسی میرے سامنے نہیں آئی جو ضرورتِ حقہ ہو، اچانک سامنے پیدا ہو جائے اور اس کی تائید میں الٰہی ہوا نہ چلی ہو۔ ہمیشہ بغیر تحریک کے کثرت کے ساتھ عین ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ ضرورت پوری کرنے کے سامان پیدا کر دیتا ہے اور مبارک ظفر صاحب جن کے سپرد شریف اشرف صاحب کے علاوہ آجکل مالیات کا نظام ہے وہ جب کسی خاص بڑھتی ہوئی ضرورت کے متعلق بات کرنے آتے ہیں تو انکی مسکراہٹ بتا رہی ہوتی ہے کہ پھر وہی واقعہ ہو گیا ہے ان سے برداشت نہیں ہوتی۔ بے اختیار ہنس پڑتے ہیں کہ وہی بات ہوئی مَیں ضرورت کا پوچھنے کے لئے آیا تھا اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ پورا ہونے کے سامان بھی ساتھ پہنچ گئے ہیں یہ ایسا مسلسل خدا تعالیٰ کا سلوک ہے کہ آج تک کبھی ذرہ بھی اس میں کوتاہی نہیں ہوئی۔

پس آپ محفوظ ہاتھوں میں ہیں نہ صرف یہ کہ آپ محفوظ ہاتھوں میں ہیں بلکہ آپ کے دل کی سچائی پر یہ باتیں گواہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ سچے لوگوں سے ہے جو خدا کی خاطر نہ کہ دنیا کو دکھانے کے لئے اس کی راہ میں اپنی طاقتیں اور اپنے اموال خرچ کرتے ہیں ان کے ساتھ یہ وعدہ ہے اور ہمارے ساتھ یہ وعدہ پورا ہو رہا ہے۔ تو سب سے خوشی کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان خرچ کرنے والوں کے دلوں پر نظر رکھی اور ان کی نیکیوں اور ان کے خلوص کو قبول فرما لیا ہے اور یہ قبولیت کے نشان ہیں جو ہم دیکھ رہے ہیں اللہ کرے کہ ہمیشہ اسی طرح یہ قبولیت کے نشان ہمارے حق میں ظاہر ہوتے رہیں۔

جہاں تک روک رکھنے والے کنجوس کی ہلاکت کی دعا ہے اس سلسلے میں میں بعض وضاحتیں پیش کرنا چاہتا ہوں کیونکہ دنیا میں لوگوں نے کئی دفعہ دیکھا ہے کہ روک رکھنے والے کنجوس کو ہلاک نہیں کیا جاتا۔ کیوں ہلاک نہیں کیا جاتا یہ مضمون مَیں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں یعنی ایمان لانے والوں کی کسی خوبی پر نظر رکھتے ہوئے یا اپنی عنایت کی وجہ سے ان کو بچانا چاہے اور وہ اموال کے

معاملے میں کنجوسی کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کے اموال برباد ہونے شروع ہو جاتے ہیں تا کہ ٹھوکر کھا کر ان کو نصیحت آئے اور بسا اوقات ایسے لوگوں نے بالآخر مجھے خط لکھا کہ ہم یہ کیا کرتے تھے لیکن اب ہمیں نصیحت آ گئی ہے اور جب سے ہم نے خدا کی راہ میں کنجوسی چھوڑی ہے ہمارے اموال میں دوبارہ برکت پڑنی شروع ہو گئی ہے۔ لیکن وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ ضائع سمجھتا ہے، بے کار خشک لکڑیاں جانتا ہے ان کو ضرور کاٹ کے الگ پھینک دیا کرتا ہے اور پھر ان کے اموال ترقی کرتے ہیں اور کرتے چلے جاتے ہیں لیکن جماعت کو ان کی کوڑی کی بھی پرواہ نہیں ہوتی وہ اپنے اموال سمیت جہاں چاہیں چلے جائیں جماعت کے خزانے میں ایک آنے کی بھی کمی نہیں کر سکتے اور ان کی جگہ اللہ اور بھیج دیتا ہے۔ پس یہ وہ سلوک ہے جو ہم سے جاری ہے اور یہ حدیث دراصل اسی مضمون کو بیان کر رہی ہے۔

حضرت ابنِ مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا دو شخصوں کے سوا کسی پر رشک نہیں کرنا چاہئے۔ وہ کون ہیں جن پر رشک کرنے کی اجازت ہے۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اسے راہِ حق میں خرچ کر دیا۔ ایسے شخص پر بیشک رشک کرو اگر چہ ایسے اشخاص اپنے اس خرچ کو چھپاتے ہیں، چھپانے کی کوشش کرتے ہیں مگر یہ ظاہر ہو بھی جاتا ہے اور اللہ کی تقدیر اسے ظاہر کر دیا کرتی ہے بعض دفعہ اس لئے تا کہ دوسروں کو نصیحت ہو۔ پس جب ان کو دیکھو تو ان پر رشک کرو۔ دوسرا ایسا شخص جسے اللہ تعالیٰ نے سمجھ، دانائی اور علم و حکمت دی ہو جس کی مدد سے وہ لوگوں کے فیصلے کرتا ہو اور لوگوں کو سکھاتا ہو۔ تو دانائی اور علم و حکمت کو بنی نوع انسان کے حق میں استعمال کرنا چاہئے اور یہ بھی ایک ایسا خرچ ہے جس کے نتیجہ میں دانائی اور علم و حکمت میں ترقی ہوتی ہے یہ خدا کے عطا کردہ مال کی طرح جو ہمیشہ بڑھتا ہے یہ بھی بڑھتی رہتی ہے اور جتنا بھی آپ بنی نوع انسان کی خاطر کچھ خرچ کریں یا جو کچھ آپ نے پایا ہے اس میں شریک کرنے کی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ اس میں کمی نہیں آنے دے گا۔ مَیں نے پہلے بھی ذکر کیا تھا بعض عطائی نسخے والے سینہ بسینہ لوگوں کی بھلائی کے راز لئے پھرتے ہیں اور چھپا کے رکھتے ہیں یہ صرف مشرق کا حصہ نہیں۔ مغرب میں بھی بہت بڑی بڑی کمپنیاں اسی جرم میں مبتلا ہوتی ہیں کہ وہ راز کی باتیں جس کے نتیجہ میں ان کا کوئی مال دنیا میں شہرت پالیتا ہے اسے اتنی مضبوطی سے قفل بند رکھتے ہیں کہ کسی اور میں طاقت ہی نہیں ہوتی کہ اس کو پیش کر سکے حالانکہ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اور بھی رزق عطا کر دینا تھا۔ لیکن اس طرف ان کی نظر نہیں جاتی۔

ہمارے ملک میں بھی ایسے لوگ ہیں کوئی نسخہ ہی ہاتھ آ گیا تو سنبھال سنبھال کے رکھتے ہیں۔ مجھے ملنے والے دلچسپ خطوں میں بعض ایسے خط بھی ہوتے ہیں کہ یہ نسخہ اب ہم آپ کو بتا رہے ہیں اسے احتیاط

سے استعمال کریں لیکن دنیا کو کان و کان خبر نہ ہو کہ اتنا عظیم الشان نسخہ میرے ہاتھ آ گیا ہے۔ مَیں ان کے نسخے رد کر دیا کرتا ہوں میں کہتا ہوں اللہ نے مجھے تم سے بہت بہتر نسخے عطا فرمائے ہیں جنھیں مَیں کھل کر دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہوں، ذرہ بھر بھی کنجوسی نہیں ہے اور اس کے نتیجہ میں میرا علم کم نہیں ہو رہا، بڑھ رہا ہے۔ اور ایسے خدا کے بندے جو اپنے علوم کے نتیجے میں بعض راز پا جاتے ہیں وہ مجھے کھل کے لکھتے ہیں اور کہتے ہیں بے شک اس کا اشتہارِ عام دیں۔ یہ بنی نوع انسان کی ملکیت ہے۔ مجھے ایسے احمدی چاہئیں اور انہی کا ذکر ملتا ہے اس حدیث نبوی میں کہ اپنی حکمت کو بے باک لوگوں کے لئے استعمال کرو، کبھی کم نہیں ہو گی۔ **مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَا فًا کَثِیْرًا ط وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ** ۔(البقرہ:246) یہ الحکم سے مَیں نے کچھ اقتباسات ایک دو لئے ہیں تا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے مضمون کو آپ حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں سن لیں (رمضان کے روزے کے باعث منہ خشک ہونے کی وجہ سے بعض الفاظ کی صحیح طور پر ادائیگی میں دقت پیش آ رہی تھی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور نے فرمایا) منہ خشک ہونے کی وجہ سے یہ بولنے میں جو بعض دفعہ دقت ہوتی ہے یہ تو پہلے ہی ہمیشہ مَیں نے بتایا ہے ہوا کرتی تھی اور اپنے باپ اور بڑے بھائی سے مَیں نے یہی ورثہ پایا ہے۔ لیکن اس کا نقصان کوئی نہیں ہے پہلے تو قہوے یا گرم پانی کے ذریعے ہونٹوں کو تر کر دیا جاتا تھا۔ اب روزے کی وجہ سے ممکن نہیں ہے اس لئے مَیں کوشش کر رہا ہوں آپ دعا کریں کہ کچھ ایسی دوائیں، جیسے حکمت کی باتیں مَیں کر رہا تھا خدا مجھے عطا فرما دے جن کے بعد آپ کو درس میں یا جمعہ پر خشک ہونٹوں کی تر باتیں سننے سے کوئی تکلیف نہ پہنچے ہونٹ خشک ہو جاتے ہیں مگر باتیں تر ہیں ان میں کہیں ذرہ بھی خشکی کے کوئی آثار آپ نہیں دیکھیں گے۔ پس دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جس طرح بھی ہوا پنے فضل اور رحم کے ساتھ اس رمضان کو بہتر سے بہتر حالت میں آگے بڑھاتا رہے اور مجھے اس کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق بخشے۔

حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ جو قرض مانگتا ہے تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کو حاجت ہے اور وہ محتاج ہے۔ ایسا وہم کرنا بھی کفر ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جزاء کے ساتھ واپس کروں گا۔ یہ ایک طریق ہے اللہ تعالیٰ جس پر فضل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ طریق اختیار فرمایا ہے۔ یعنی تمہیں آزماتا ہے ایسی آزمائش میں ڈالتا ہے جو تمہارے لئے بہت بابرکت ہے تم اپنے پیسوں کو جو دنیا میں پھینکتے پھرتے ہو کبھی وہ فائدے کے ساتھ واپس لوٹ آتے ہیں کبھی بلکہ اکثر جو سود خور ہیں ان کے تو ضرور نقصان میں جاتے ہیں۔ لیکن عام تاجروں کے روپے فائدے کے ساتھ واپس آتے اور بڑھتے ہیں۔ لیکن حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اللہ نے تمہیں

ایک ایسی تجارت عطا فرمادی ہے کہ تم اس کو قرضہ دو اور قرضہ حسنہ ہوا کرتا ہے کوئی سود کی شرط نہیں ہوا کرتی جب دو تو اس نیت سے دو کہ اللہ! ہماری خوشی ہے تُو پورا فرما۔ ہم چاہتے ہیں کہ جو رزق تُو نے عطا فرمایا ہے کچھ تیرے قدموں میں ڈال دیں اور اس سے ہمیں بے انتہا طمانیت نصیب ہو گی اگر تُو قبول فرما لے۔ یہ جذبہ ہے جس کے ساتھ قرضہ حسنہ دیا جاتا ہے لیکن جس کو آپ دیتے ہیں اس جذبے کے خلوص کے مطابق وہ جوابی کارروائی کرتا ہے۔ جتنا سچا یہ جذبہ ہو اس کی قبولیت اس مال کو بڑھا کر واپس کرنے کے نتیجے میں ظاہر ہوتی ہے پس جن لوگوں کا تھوڑا دیا بھی بہت برکتیں حاصل کر لیتا ہے۔ یہ ان کے خلوص کی طرف اشارہ ہے۔ جن لوگوں کا زیادہ دیا بھی اتنی برکتیں حاصل نہیں کرتا یہ ان کے خلوص کی کمی کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ بہر حال ان دونوں پر نظر رکھتا ہے اور جتنا چاہے بڑھا دیتا ہے۔ بڑھانے کی مثالیں موجود ہیں کہ اس طرح بڑھاتا ہے، اس طرح بڑھاتا ہے اس طرح بڑھاتا ہے لیکن آخر پر یہی فرماتا ہے کہ جس کے لئے چاہے اس سے بھی زیادہ، اور زیادہ کی تعیین نہیں، یعنی اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ آپ شمار نہیں کر سکتے لیکن جتنا زیادہ ہوتا ہے اللہ کی راہ میں پیش کرنے کی خواہش بھی اسی طرح بڑھتی چلی جاتی ہے وہ زیادہ جس کے بعد خدا کی خاطر خرچ کرنے کی خواہش مٹ جائے وہ زیادہ ایک بُری آزمائش ہے دعا کریں اللہ تعالیٰ کبھی آپ کو اور مجھے ایسی بُری آزمائش میں نہ ڈالے۔ الحکم جلد 6 نمبر 17 مورخہ ماہ مئی 1903 سے یہ حوالہ لیا گیا تھا۔

اب ایک اور حوالہ ہے الحکم جلد 5 صفحہ 21 مورخہ 10 جون 1901 سے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ایک نادان کہتا ہے مَنْ ذَاالَّذِی یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ عطا کرے، کون شخص ہے جو اللہ کو قرض دے اس کا مفہوم یہ ہے کہ گویا معاذ اللہ خدا بھوکا ہے۔ بعض لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں یعنی دشمنِ اسلام اکثر، اور بعض مسلمان نادان بھی یہ اعتراض اٹھاتے ہیں کہ دیکھو کیسا اعلان ہے مَنْ ذَاالَّذِی یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضاً حَسَناً اللہ کوئی بھوکا ہے جسے قرض کی ضرورت ہے۔ آپ فرماتے ہیں احمق نہیں سمجھتا کہ اس سے بھوکا ہونا کہاں سے نکلتا ہے۔ یہاں قرض کا مفہوم اصل تو یہ ہے کہ ایسی چیزیں جن کے واپس کرنے کا وعدہ ہوتا ہے اس کے ساتھ اخلاص اپنی طرف سے لگا لیتا ہے یہاں قرض سے مراد یہ ہے ”کون ہے جو خدا تعالیٰ کو اعمالِ صالحہ دے اللہ تعالیٰ ان کی جزا اس سے کئی گنا کر کے دیتا ہے“۔ اب اخلاص کا رد کرنے کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت نکتے کی بات فرمائی ہے۔ فرمایا قرضۂ حسنہ کو مال سے محدود کیوں کرتے ہو قرضِ حسنہ کا اکثر حصہ تو تمہارے اپنے اعمال سے تعلق رکھتا ہے۔ تم نیک اعمال اختیار کرو تو اللہ کا پیٹ بھر جائیگا کونسی بھوک مرے گی۔ اس کی لیکن وہ اس کی جزاء تمہیں ایسی دے گا کہ تمہاری بھوکیں مٹ جائیں گی۔ پس یہ نکتہ بہت ہی عمدہ اور بہت ہی عظیم

نکتہ ہے کہ قرضۂ حسنہ کو دنیاوی رزق تک محدود نہ کرو قرضِ حسنہ کا زیادہ تعلق تمہارے اعمال کی اصلاح سے ہے۔ اللہ کے حضور جب تم نمازیں اخلاص سے پڑھتے ہو اللہ کے حضور جب تم روزے اخلاص سے رکھتے ہو، اللہ کے حضور جب دوسری نیکیاں تم اخلاص سے بجالاتے ہو تو یہ قرضۂ حسنہ ہے۔ کیا اس سے خدا کا **نَعُوۡذُ بِاللّٰه مِنۡ ذَالِک** پیٹ بھرے گا۔ تمہارے اعمال کی وہ پھر جزا دے گا اور پیٹ بھرے گا تو تمہارا پیٹ بھرے گا۔

پس مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس نکتے کو جو بیان فرمایا ہے اس میں اعمالِ صالحہ کے ساتھ چندے بھی شامل ہیں وہ بھی تمہیں لوٹائے جائیں گے اور ان کی قبولیت کا فائدہ تمہیں من حیث الجماعت پہنچے گا اور ان چندوں سے جماعت کے نفوس اور اموال میں بہت برکت پڑے گی اور جو تمہاری تمنائیں ہیں کہ تم دنیا میں آخری فتح حاصل کرو یہ سارے نظام اس فتح کو قریب تر کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں پس قرضۂ حسنہ کا مضمون بہت وسیع ہو جاتا ہے اور اس پہلو سے جماعت احمدیہ کو اس پر غور کرنا چاہئے۔

آگے فرماتے ہیں کہ یہ خدا کی شان کے لائق ہے جو سلسلہ عبودیت کا ربوبیت کے ساتھ ہے اس پر غور کرنے سے اس کا مفہوم صاف سمجھ آتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ بدوں کسی نیکی، دعا اور التجا اور بدوں تفرقہ کافر و مومن کے ہر ایک کی پرورش فرمارہا ہے اور اپنی ربوبیت اور رحمانیت کے فیض سے سب کو فیض پہنچارہا ہے۔ پس خدا پر یہ الزام حد سے بڑھی ہوئی جہالت ہے۔ وہ رب جو بغیر دنیا کی التجاؤں کے، بغیر اس کے مانگنے کے، بغیر اس کی ذات پر یقین کے جو کچھ کھا رہی ہے وہ دنیا اس کے ہاتھوں سے کھا رہی ہے۔ تم اتنے بیوقوف لوگ ہو کہ چھوٹی سی ضرورت کے بعد سمجھتے ہو کہ تم نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے دیا ہے۔ اس خدا کو تمہاری حاجت کیا ہوسکتی ہے جو ساری کائنات کا رب ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ جانوروں کو رزق عطا فرمارہا ہے۔ ان انسانوں کو رزق عطا فرمارہا ہے جو اس کے دین کے مخالف ہیں، ان انسانوں کو رزق عطا فرمارہا ہے جنھوں نے خدا کے بیٹے بنا رکھے ہیں ان کو رزق عطا فرمارہا ہے جو اس کی ہستی کا انکار کر رہے ہیں۔ یہ عالمی رحمت اور ربوبیت کا نزول تمہیں اس آیت کے سمجھنے میں ممد ہونا چاہئے نہ کہ اس کے برعکس ترجمہ کرو۔ اس لئے قرضۂ حسنہ کا ہر وہ معنی جو خدا کی اس عالمی ربوبیت کے خلاف کیا جاتا ہے وہ مردود معنی ہے اس میں کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ مَنۡ ذَاالَّذِی یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا اس کی تفسیر اس آیت میں موجود ہے فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ۔ (الزلزال:8) یعنی ایک ذرّہ برابر بھی تم کوئی کام کرو جو اچھا ہو اللہ کی اس پر نظر ہوتی ہے اور وہ اسے ضرور بڑھاتا ہے پس ایسے خدا پر اس آیت کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں اعتراض جڑنا اپنی ہلاکت کے سوا اور کچھ نہیں۔

اب جو تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے اس میں مَیں وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان کرتا ہوں اور چند

کوائف آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔الحمدللہ وقفِ جدید کا چالیسواں سال خدا تعالیٰ کے بہت سے فضلوں کو سمیٹ کر 31 ردسمبر 1997ء کو اختتام پذیر ہوگیا ہے اور اب ہم وقفِ جدید کے اکتالیسویں سال میں داخل ہورہے ہیں۔ پہلے بہت سے کوائف بیان کئے جاتے تھے اعداد وشمار کی صورت میں جن کو اکثر لوگ سمجھتے نہیں تھے اور جو سامنے بیٹھے ہیں ان کی آنکھوں سے یہ مَیں سمجھ لیتا تھا کہ کچھ نیند کی طرف مائل ہورہے ہیں کیونکہ اعداد وشمار کو جذب کرنا اور سمجھنا یہ اچھے تعلیم یافتہ آدمیوں میں سے بھی سب کو نصیب نہیں ہوا کرتا یہ ایک خاص ملکہ ہے جس کے نتیجے میں آپ اعداد وشمار کو فوراً اخذ کر کے سمجھ لیتے ہیں اور اس لئے اب مَیں نے ایسے اعداد وشمار کا ذکر کرنا چھوڑ دیا ہے جن کو سمجھانے میں مجھے دقت ہو، جن کو سمجھنے میں آپ کو دقت ہو۔آخری فائدہ کچھ بھی نہیں ہوگا۔اب وہ باتیں مَیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں جن کا تعلق آخری فائدے سے ہے۔

سب سے پہلے تو نظام میں ایک تبدیلی کا مَیں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جماعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب کروڑ سے زیادہ احمدی نئے شامل ہو چکے ہیں اور ان کے متعلق ہماری طرف سے جو تربیت کے نظام جاری ہورہے ہیں ابھی تک پوری طرح ان کی کفالت نہیں کررہے۔اگر ہم نے وقفِ جدید میں بھی انکی طرف پوری توجہ کی ہوتی تو ان کے ایمان اور اخلاص کو بڑھانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ تھا اس لئے اب ہر جماعت میں نئے آنیوالوں کے لئے وقفِ جدید کا ایک الگ سیکرٹری مقرر ہو۔وہ خالصۃً ان پہ کام کرے خواہ ایک آنہ بھی ہو وہ بھی قبول کیا جائے۔لیکن کثرت کے ساتھ وقفِ جدید میں شامل ہونے والوں کی تعداد میں نئے آنیوالوں میں سے اضافہ ہو۔اس کے نتیجے میں ہماری یہ جو فہرست ہے لاکھوں کی بجائے اگلے چند سال میں کروڑ تک پہنچ جائے گی اور وقفِ جدید کا یہ فیض بہت بڑا فیض ہوگا جو فیضِ عام ہوگا اور آئندہ رہتے زمانوں تک کے لئے وقفِ جدید کا یہ احسان بنی نوع انسان کو پہنچتا رہے گا۔پس آج سے اپنی جماعت میں ایک پورے سیکریٹری وقفِ جدید برائے نومبائعین مقرر کریں اور دوسرے سیکریٹری وقفِ جدید جو ہیں ان کا تعلق پہلوں کی تعداد بڑھانا، ان کے بچوں کی فکر کرنا، بڑھتی ہوئی آمدنیوں کے مطابق وقفِ جدید کے چندے کو بڑھانا یہ کام ہوگا اور یہ کام الگ چلے تو امید ہے اگلے سال انشاءاللہ اس کے بڑے دلچسپ نتائج آپ کے سامنے آئیں گے۔

رپورٹوں کے مطابق جو اس وقت وقفِ جدید کی صورت ہے 1997ء کے اختتام تک خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے دس لاکھ بیاسی ہزار تین سو اٹھانوے پاؤنڈ وصولی ہوئی ہے 10,82,398 پاؤنڈ، روپوں میں میں نے اس لئے بات نہیں کی کہ روپوں میں یہ تعداد بہت بڑھ جائے گی لیکن یہ وہ کرنسی ہے جو سالہا سال سے مستحکم ہے اور کوئی یہ اعتراض نہیں کرسکتا کہ پاکستانی روپے کی قیمت گرگئی ہے آپ یونہی

اضافے کی باتیں کر رہے ہیں۔ کئی ایسے اعداد و شمار پر نظر رکھنے والے بھی ہیں جن کی نظر ہمیشہ اعتراض کی خاطر ہوتی ہے اور ہر خوشی کی بات سن کر اسے بدی کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے دس لاکھ بیاسی ہزار پاؤنڈ کی باتیں کر رہا ہوں اور اگرچہ دنیا کی سب کرنسیوں کے مطابق اس میں بھی کچھ کمی کے پہلو آئے ہیں لیکن نسبتاً بہت کم۔

اب مَیں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ 1982ء میں جب اللہ تعالیٰ نے مجھے منصب خلافت پر نافذ فرمایا اس وقت دنیا کے سارے چندوں کو ملا کر، پاکستان اور دنیا بھر کی جماعتوں کے پورے چندوں کو ملا کر (اگر یہ انہیں روپوں میں لکھا ہوا ہے تو وہ نہیں مجھے چاہیے۔ انہوں نے اس وقت کے چندے کا حساب رکھ کر اسے روپوں میں ہی بیان کیا ہے) یہ مجموعی قربانی کا کل پانچ کروڑ پینتالیس لاکھ بنتا تھا۔ جب وقف جدید بیرون کا اجرا ہوا اس وقت پہلے سال وقف جدید بیرون کی کل وصولی گیارہ لاکھ چھیالیس ہزار روپے تھی۔ اب باوجود میرے زور دینے کے کہ پاؤنڈوں میں ہونی چاہیے یہ مبارک ظفر صاحب کا شوق ہے زیادہ دکھانے کا اس لئے وہ ضرور روپوں میں باتیں کر دیتے ہیں۔ جب داؤ لگے روپے میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ بہرحال اب ہمیں یہی رپورٹ سننی ہوگی جو میرے سامنے ہے۔ وہ یہ موازنہ دکھانا چاہتے ہیں کہ 85ء میں وقف جدید بیرون کا جب اجرا ہوا تو اس وقت پہلے سال وقف جدید بیرون کی کل وصولی گیارہ لاکھ چھیالیس ہزار روپے تھی۔ آج خدا تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید بیرون کا چندہ پانچ کروڑ تراسی لاکھ روپے ہو چکا ہے۔ یعنی گیارہ لاکھ کو آپ جو بھی سمجھیں اور پانچ کروڑ میں سے جتنی چاہیں کم کر دیں۔ پھر بھی اتنا نمایاں اضافہ ہے کہ روپے کی گرتی ہوئی قیمت کو پیش نظر رکھ کے بھی اس کی کوئی توجیہ، دنیا میں کوئی مثال نہیں پیش کر سکتا کہ اضافہ نہیں ہوا کیونکہ روپے کی قیمت گر گئی۔ جتنی چاہو گرالو مگر گیارہ لاکھ کے مقابل پر پانچ کروڑ تراسی لاکھ کی تعداد کو تم کسی طرح نظر انداز نہیں کر سکتے۔

جو مجموعی وصولی کے لحاظ سے جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کی پہلی دس جماعتیں ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ امریکہ امسال بھی اول رہا اور امریکہ کے بعد پاکستان نمبر دو ہے اور یہ پاکستان کو بڑا اعزاز ہے۔ انتہائی مخالفانہ حالات کے باوجود اس چندے میں انہوں نے ایک ذرہ بھی کمی نہیں کی۔ جرمنی کی تیسری پوزیشن جو پہلے نمبر ایک اور پھر دو اور پھر اب تین ہوا ہے اسی طرح مستحکم ہے اور ان کی مجبوری ہے۔ اب آپ لوگ زبردستی وقف جدید کا چندہ بڑھانے کی خاطر اپنے باقی چندوں کو کم نہ کریں وہ نظام بگڑ جائے گا۔ اللہ نے آپ کو تیسری پوزیشن عطا فرمائی ہے بہت بڑی چیز ہے۔ اس دوڑ میں تیسرا گھوڑا ہونا بھی بڑی بات ہے کیونکہ عام طور پر اول، دوم، سوم کا اعلان کیا جاتا ہے۔ چوتھے نمبر پر

برطانیہ ہے پانچویں پر کینیڈا، چھٹے پر انڈیا۔ انڈیا کی یہ خاص خوبی ہے کہ وقف جدید کے چندے میں وہ پہلے سے بہت بڑھے ہیں اور اب بڑے بڑے ملکوں کا مقابلہ کرنے لگ گئے ہیں۔ سوئٹزرلینڈ ساتویں نمبر پر ہے۔ یہ اب ہندوستان کے بعد چلا گیا ہے۔ انڈونیشیا آٹھویں نمبر پر ہے۔ ناروے نویں نمبر پر اور ماریشس دسویں نمبر پر ہے۔

فی کس قربانی کی لحاظ سے جماعتہائے احمدیہ عالمگیر کی پہلی پانچ جماعتیں یعنی ہر چندہ دہند جس نے حصہ لیا ہے اس کی انفرادی قربانی کو اگر شامل کیا جائے تو دنیا میں کون سی جماعتیں ہیں جن میں ہر چندہ دہندہ اتنا چندہ ادا کر رہا ہے کہ باقی دنیا کی جماعتوں سے آگے بڑھ جائے۔ اس پہلو سے بھی اللہ کے فضل سے امریکہ سب سے اوپر ہے۔ فی چندہ دہندہ سب چھوٹے بڑوں کو ملانے کے باوجود، باوجود اس کے کہ انہوں نے چندہ دہندگان کی تعداد میں بہت اضافہ کیا ہے اور اس اضافے کے پیش نظر ان کو یہ خطرہ تھا کہ مجموعی تعداد گر نہ جائے مگر امریکہ کے ہر چندہ دہندہ کو ایک سو پانچ پاؤنڈ فی کس دینے کی توفیق ملی ہے، نمبر دو سوئٹزرلینڈ ہے ان کو تریسٹھ پاؤنڈ فی کس دینے کی توفیق ملی ہے گویا امریکہ اللہ کے فضل سے اب اتنا نمایاں آگے بڑھ گیا ہے کہ اب اس کے لئے دعائیں کریں لیکن آپ میں طاقت نہیں کہ اس کا مقابلہ کر سکیں کیونکہ امریکہ کا نظام ماشاءاللہ دن بدن مستحکم ہوتا چلا جا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک ایسا امیر عطا فرمایا ہے جو مالیات کا بہت بڑا ماہر ہے۔ لیکن مالیات سے بڑھ کر انہوں نے اپنی سوچیں اپنے بزرگ باپ سے ورثے میں پائی ہیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے بیٹے صاحبزادہ مظفر احمد صاحب۔ اور وہ ہر بات بڑے گہرے منصوبے سے کیا کرتے تھے کسی جگہ منصوبہ بندی کی تعلیم نہیں پائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سرشت میں منصوبہ بندی ڈالی ہوئی تھی۔ بہت گہری نظر تھی، بہت گہرے منصوبے سے کام کیا کرتے تھے۔ یہ خوبی امریکہ کے موجودہ امیر نے بھی اپنے بزرگ باپ سے ورثے میں پائی ہے اور اسے آگے بڑھایا ہے، پیچھے نہیں ہٹنے دیا۔ اور یہ آگے بڑھنا کوئی پرانے بزرگوں کی گستاخی نہیں۔ ان کی اپنی دعائیں یہی ہوتی تھیں کہ ہماری اولاد ہماری نیکیوں میں ہم سے آگے بڑھ جائے۔ تو ان کی تمنا پوری ہوئی اس پر کسی اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔

سوئٹزرلینڈ کے بعد جاپان تیس پاؤنڈ۔ جاپان پر جو مالی مشکلات کا دور آیا ہے اس کے پیش نظر ان کا تیس پاؤنڈ فی چندہ دہندہ ہی بہت بڑی بات ہے۔ کیونکہ بہت سے لوگ نکالے گئے ہیں، بہت سی تجارتوں کو نقصان پہنچا ہے۔ نمبر چار بیلجیئم ہے جس کو فی چندہ دہندہ گیارہ پاؤنڈ چونسٹھ پنس دینے کی توفیق ملی ہے۔ بیلجیئم کے لحاظ سے واقعی یہ بڑی بات ہے۔ بیلجیئم کے احمدی بہت سے بے روزگار ہیں اور وظیفوں پر

پل رہے ہیں ان کا اس قربانی میں اتنا نمایاں حصہ لینا اور ہمیشہ بڑے استقلال سے پانچ میں سے ایک پوزیشن حاصل کرنا بہت قابل تحسین ہے۔ اللہ ان کو بہترین جزا دے۔ جماعت جرمنی کو انہوں نے چند پینیز (Penies) کے لحاظ سے پیچھے چھوڑا ہے یعنی جماعت جرمنی فی چندہ دہندہ بھی ابھی پانچ میں شامل ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت جرمنی کا بڑا اعزاز ہے۔ جماعت جرمنی کے فی چندہ دہندہ کی قربانی گیارہ پاؤنڈ پچاس پنس ہے اور بیلجیئم کی فی چندہ دہندہ کی قربانی گیارہ پاؤنڈ چونسٹھ پنس ہے صرف چودہ پنس کا فرق ہے۔ اتنی میری طرف سے جرمنی کو اجازت ہے کہ چاہیں تو اس چودہ پنس کو مٹا کر آگے بڑھ جائیں اور بیلجیئم کو پیچھے چھوڑ جائیں۔

موازنہ چندہ دہندگان:۔ 1996ء میں چندہ دہندگان کی کل تعداد ایک لاکھ سڑسٹھ ہزار چار سو ترانوے تھی۔ (167493)۔ 1997ء میں یہ تعداد بڑھ کر دو لاکھ بائیس ہزار چھ سو اٹھائیس ہوگئی گویا اس تعداد میں بتیس فیصد اضافہ ہوا ہے۔ پس مَیں نے جیسا کہ پہلے زور دیا تھا ہمیں قربانی کرنے والوں کی تعداد بڑھانا ہے کیونکہ جو بھی ایک دفعہ قربانی کرنے والوں کی تعداد میں شامل ہو جائے اللہ تعالیٰ کا قانون قرضہ حسنہ کو بڑھانے والا اس پر لاگو ہو جاتا ہے۔ اس کی نیکیاں بڑھتی ہیں۔ اموال میں برکت پڑتی ہے۔ ایسا بچہ بڑا ہوتا ہے تو جو بھی کمائی کرتا ہے اس میں اللہ کا حصہ ڈالتا ہے۔ پس وقف جدید کو آئندہ نسلوں کو سنبھالنے کے لئے استعمال کریں اور کثرت سے وقف جدید میں شامل ہونے والوں کی تعداد بڑھائیں۔ خواہ تھوڑی قربانی کریں لیکن ان کو شامل ضرور کریں۔ الحمد للہ جماعت اس طرف توجہ کر رہی ہے اور اب دو لاکھ بائیس ہزار چھ سو اٹھائیس تک تعداد جا پہنچی ہے۔

اب مَیں آخر پر پاکستان میں نمایاں وصولی کرنے والی جماعتوں کا ذکر کرتا ہوں۔ پاکستان میں نمایاں وصولی کرنے والی جماعتوں میں پہلے نمبر پر کراچی ہے۔ کراچی کے ساتھ گزشتہ سال شاید کچھ زیادتی ہوئی تھی ان کے اعداد و شمار یا ٹھیک پڑھے نہیں گئے یا وہ وقت پر بھجوا نہیں سکے۔ ان کو پہلی حیثیت سے گرا کر غالباً دوسری میں کر دیا گیا لیکن بعد میں جو انہوں نے مجھے اعداد و شمار بھجوائے کراچی کا پہلا مرتبہ، پہلا مقام اسی طرح قائم تھا۔ پس اب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے کراچی جماعت سارے پاکستان کی جماعتوں سے آگے بڑھ گئی ہے۔ دوسرے نمبر پر ربوہ ہے اور ربوہ کی قربانیوں میں دراصل ساری دنیا کے احمدی مہاجرین کی قربانیاں شامل ہیں اور اکثر ان کا چندہ باہر سے آنے والے روپے کی وجہ سے ہے اس لئے اس میں ساری دنیا حصہ دار بن جاتی ہے مگر وہ ربوہ پہنچ کر پھر ادا ہوتا ہے اس لئے ربوہ کو بہرحال ایک مقام حاصل ہے۔ تیسرے نمبر پر لاہور ہے۔ یہ پہلی تین جماعتوں کا ذکر ہے۔

اب پہلے دس اضلاع کا نام بھی سن لیں تا کہ آپ کی دعاؤں میں وہ شامل رہیں پھر میں اس خطبے کو دعا کے ساتھ ختم کروں گا۔ اسلام آباد سارے اضلاع میں نمبر ایک پر ہے۔ راولپنڈی تمام پاکستان کے اضلاع میں نمبر دو ہے۔ یہ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ باقی جو بہت سے اہم تربیتی اور دوسرے کام ہیں ان میں ان دونوں ضلعوں کو اتنی توفیق نہیں ملی۔ وقف جدید میں کیوں، کیسے مل گئی۔ لیکن اللہ کا فضل ہے جس کو بھی نصیب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ یہ مبارک کرے اور اس کے نتیجے میں دوسرے ترقی کے میدانوں میں بھی ان کو آگے قدم بڑھانے کی توفیق عطا ہو۔

اب سیالکوٹ ضلع بھی عام طور پر پیچھے رہنے والے ضلعوں میں شمار ہوتا ہے کیونکہ وہ بڑے بڑے عظیم جھنڈے جو سیالکوٹ کی جماعت نے مسیح موعودؑ کے زمانے میں اٹھائے ہوئے تھے ایک ایک کر کے اپنے گھروں میں رکھ دئے گئے اور آخر یہ ضلع عملاً دشمنوں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ بڑی بڑی احمدیت کی مخالفت کی روئیں اس ضلع سے اٹھی ہیں جن کا پہلے زمانوں میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تو اب مَیں اس ضلع کے پیچھے تو پڑا ہوا ہوں دیکھیں کب یہ بیدار ہو کر ہر نیکی کے میدان میں آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے لیکن اتنا ضرور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وقف جدید میں اس ضلع کو تیسری پوزیشن حاصل ہوگئی ہے۔ فیصل آباد چوتھے نمبر پر ہے۔ پانچویں پر گوجرانوالہ ہے اور شیخوپورہ کی باری چھٹے نمبر پر آتی ہے۔ شیخوپورہ غالباً چوہدری انور حسین صاحب کو یاد کر رہا ہے۔ ان کے بیٹے سن رہے ہونگے تو یاد رکھیں کہ اپنے بزرگ باپ کے مقام کو یاد رکھیں اور جن جن نیکی کے میدانوں میں انہوں نے قدم آگے بڑھایا تھا آپ بھی آگے بڑھانے کی کوشش کریں۔ عمر کوٹ ساتویں نمبر پر ہے۔ یہ چھوٹا سا سندھ کا ضلع ہے لیکن حیرت ہے کہ کیسے ساتویں نمبر پر آ گیا مگر آ گیا ہے۔ گجرات آٹھویں نمبر پر ہے اور گجرات کا آٹھویں نمبر پر ہونا بھی غالباً اس وجہ سے ہے کہ وہ سب دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور وہ اپنے پیچھے رہنے والوں کا خیال رکھتے ہیں۔ سارے گجراتی دنیا بھر سے اپنے خاندانوں کی مالی مدد کرتے ہیں اور اللہ کے فضل سے ان کو پھر یہ خدمت دین کے سلسلے میں استعمال کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ کوئٹہ نویں نمبر پر ہے اور سرگودھا دسویں نمبر پر اور اس کے ساتھ ہی جمعہ کا وقت ختم ہوتا ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 20 رفروری 1998ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ یکم رجنوری 1999ء بیت الفضل لندن

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً یَّرۡجُوۡنَ تِجَارَۃً لَّنۡ تَبُوۡرَ ۙ۝ لِیُوَفِّیَہُمۡ اُجُوۡرَہُمۡ وَ یَزِیۡدَہُمۡ مِّنۡ فَضۡلِہٖ ؕ اِنَّہٗ غَفُوۡرٌ شَکُوۡرٌ ۝

(فاطر:30-31)

قرآنِ کریم کی جن آیات کی مَیں نے تلاوت کی ہے۔ان کو اس وجہ سے خاص طور پر آج کے جمعہ کا موضوع بنایا ہے کہ آج وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان ہونا ہے اور مالی قربانیوں کے تقاضے جو ہر لحاظ سے جماعت میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں وہ تقاضے کس طرح پورے ہو رہے ہیں اور کس طرح اللہ تعالیٰ جماعت کے اموال میں بھی غیر معمولی برکت عطا فرماتا چلا جا رہا ہے۔ یہ مضمون ہے جو کچھ مَیں اس آیت کے حوالے سے بیان کروں گا اور کچھ وقفِ جدید کے جو اعداد و شمار آپ کے سامنے رکھتا ہوں اس سے بھی مضمون از خود کھل جائے گا مَیں اس آیتِ کریمہ کے تعلق میں وقفِ جدید کے اعداد و شمار تو شروع میں پیش کروں گا لیکن اس آیتِ کریمہ میں اور اس کے علاوہ بہت سی خوشخبریاں جو اس نئے سال سے ہمارے لئے وابستہ ہو چکی ہیں ان کا ذکر میں بعد میں کروں گا ورنہ پھر عموماً وقفِ جدید یا تحریکِ جدید کے نئے سال کے اعلان کے وقت ان کے کوائف پیش کرنے کا وقت نہیں رہتا اور چونکہ یہ خاص ان کا دن ہے اس لئے ضروری ہے کہ تفصیل کے ساتھ ان کے کوائف کا ذکر کروں اور بعد میں انشاء اللہ یہ جو عمومی مضمون ہیں اور خوشخبریوں کے غیر معمولی مضامین ہیں ان پر مَیں روشنی ڈالوں گا۔

تو سب سے پہلے تو تمام دنیا کی جماعتوں کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اور نیا سال مبارک ہو اور جب مَیں نیا سال مبارک کہتا ہوں تو سب بنی نوع انسان کے لئے ہی مبارک ہو اگر چہ بظاہر اس کے مبارک ہونے کے آثار دکھائی نہیں دے رہے لیکن جماعت احمدیہ کے لئے تو بہر صورت مبارک ہے اور یہ برکتیں بڑھتی جا رہی ہیں اور بڑھتی چلی جائیں گی اور انشاء اللہ اگلی صدی تک پھیل جائیں گی یہ تفصیلی ذکر مَیں انشاء اللہ بعد میں کروں گا۔اب پہلے رپورٹ ہے۔

وقفِ جدید کی پچھتر ممالک کی رپورٹوں کے مطابق کل وصولی دس لاکھ 33 ہزار پاؤنڈ ہوئی ہے

اب یہ جو وصولی ہے اس میں گذشتہ سال سے یعنی سر دست جو اس وقت صورتِ حال ہے 49 ہزار پاؤنڈ کی کمی نظر آ رہی ہے حالانکہ آج تک کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی سال کو مالی آمد کے لحاظ سے پیچھے کر دیا ہو۔ تو یہ مَیں صرف آپ کو ذرا ڈرانے کے لئے بتا رہا ہوں کہ 49 ہزار پاؤنڈ کی کمی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے دوسرے رستوں سے مجھے اتنی رقوم مہیا کر دیں اور میرے تابع مرضی کر دیں کہ جن کے نتیجے میں وقفِ جدید میں جب مَیں نے ان کو ڈالا تو کمی کی بجائے ہزار ہا پاؤنڈ کا بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ اضافہ ہوا اور سال کے آخر پر اب ہم یقینی طور پر یہ کہہ سکتے ہیں اس سال اللہ تعالیٰ نے وقفِ جدید کو بھی پیچھے نہیں رہنے دیا بلکہ قدم بہت آگے بڑھا دیا ہے پیچھے رہنا جو بظاہر نظر آ رہا ہے اس کی اب وجہ بتاتا ہوں آپ کو۔ اس پیچھے رہنے کی وجہ میں بھی ایک بہت بڑی برکت ہے اور اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ جو ہم نیا مالی نظام جاری کر رہے ہیں وہ مالی نظام کتنا خوش آئند ہے اور انشاء اللہ اس کی برکتیں آگے کس طرح پھیلیں گی اور پھیلتی چلی جائیں گی۔

جو کمی نظر آئی ہے یہ اصل میں امریکہ کے وقفِ جدید کی آمد میں کمی آئی ہے اور وہ کمی میری ہدایات کی اطاعت کرنے کی وجہ سے واقع ہوئی ہے اور یہ بھی ایک بڑی شان ہے امریکہ کی جماعت کی کہ جو کہا جائے اسی طرح کرتے ہیں بظاہر دنیا کے لحاظ سے ان کو وقفِ جدید کی آمد کے اعتبار سے بہت پیچھے قدم اٹھانا پڑا ہے لیکن دو باتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ان کا قدم پیچھے نہیں ہٹنے دیا۔ ایک یہ کہ باوجود پچھلے سال سے بہت کم ہونے کے آج بھی ساری دنیا میں امریکہ کا وقفِ جدید کا چندہ سب سے زیادہ ہے۔ پاکستان نمبر دو پہ ہی تھا دو پہ ہی رہا۔ امریکہ اس پہلو سے پیچھے نہیں ہٹا اور اللہ نے اسکو پیچھے نہیں ہٹنے دیا۔ دوسرا اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو کمی ہوئی ہے اس کی مَیں اب کہانی آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ کیوں واقع ہوئی اور اس کے نتیجے میں ہمیں ضمنی فائدے کیا پہنچے ہیں۔ پہلے چند عمومی کوائف آپ کے سامنے رکھ دوں پھر یہ ساری باتیں مَیں تفصیل سے کھولوں گا اور جوں جوں کھولوں گا آپ کا دل خوشی سے بھرتا چلا جائے گا کہ بظاہر ایک چیز بُری دکھائی دے رہی تھی اس کے دامن میں اللہ تعالیٰ نے کتنے خیر کے سامان پیدا کر دیئے جہاں تک موازنے کا تعلق ہے پہلے مَیں یہ اعداد و شمار آپ کے سامنے رکھ دوں۔ رکھنے تو پڑتے ہیں بہرحال مگر بہت سے لوگ اعداد و شمار سے مناسبت نہیں رکھتے اس لئے کچھ ان میں اُکسانیت سی پیدا ہو جاتی ہے وہ بور ہونے لگتے ہیں اعداد و شمار سے۔ اس لئے مَیں نے اب رفتہ رفتہ اعداد و شمار کا حصہ کم کر دیا ہے صرف اسی پہلو سے بیان کر رہا ہوں جس سے عامۃ الناس کو بھی سمجھ آ جائے کہ یہ اعداد و شمار ہمارے لئے بہت خوش کن ہیں۔ وقفِ جدید کی آمد جیسے کہ مَیں نے بیان کیا ہے۔ دس لاکھ 33 ہزار پاؤنڈ ہوئی ہے اور یہ گذشتہ سال

سے کم دکھائی دینے کے باوجود عملاً زیادہ ہے جو نمایاں کمی نظر آرہی ہے وہ ایک لاکھ پندرہ ہزار پاؤنڈ کی وہ کمی ہے جو امریکہ کی آمد میں ہوئی ہے۔ایک لاکھ پندرہ ہزار پاؤنڈ کی کمی ہونی چاہئے مگر ہوئی صرف 49 ہزار ہے۔ یہ خوش کن پہلو ہے کہ کمی جو زیادہ ہونی چاہئے تھی اس کو خدا نے کم کر دیا اور پھر اس کو پورا کرنے کے لئے دوسرے سامان پیدا کر دیے۔ باقی سب جماعتوں کو اپنی گزشتہ آمد کے مقابل پر ہر پہلو سے اس سال زیادہ آمد پیش کرنے کی توفیق ملی ہے سب سے زیادہ تعجب انگیز حال پاکستان کا ہے وہاں آپ کو پتہ ہے کہ آج کل روپے سے کیا کھیل کھیلے جا رہے ہیں jugglery ہو رہی ہے ایک قسم کی جیسے ایک کرتب دکھانے والا کرتب دکھاتا ہے اس طرح یہ روپوں کے کارڈ جیب میں ڈالتے اور کچھ کا کچھ نکال کے دکھاتے جاتے ہیں اور نتیجۃً روپے کی قیمت دن بدن گرتی چلی جارہی ہے اس خیال سے مجھے خطرہ تھا کہ پاکستان کی مجموعی وقفِ جدید کی آمد میں کمی نہ واقع ہو جائے کیونکہ ہم نے اب روپوں میں حساب رکھنے کی بجائے پاؤنڈوں میں حساب رکھنا شروع کیا ہوا ہے۔ مگر خوشی کی خبر یہ ہے کہ جماعت پاکستان پچھلے سال کے مقابل پر کئی ہزار پاؤنڈ اس دفعہ زیادہ دینے کی توفیق پا چکی ہے اور خدا تعالیٰ نے اس لحاظ سے ان کو شرمندہ نہیں ہونے دیا۔

ایک اور پہلو جو اضافے کا ہے وہ بہت ہی خوش کن ہے اور اس کی طرف میں بارہا توجہ دلا چکا ہوں۔ چندے میں اضافہ اپنی ذات میں خوش کن ضرور ہے مگر چندہ دینے والوں میں جو اضافہ ہے وہ بہت زیادہ خوشکن ہے۔اس کا مطلب ہے زیادہ سے زیادہ اللہ کے بندے خدا کی راہ میں خرچ کرنے پر تیار ہوتے چلے جارہے ہیں۔ یہ اضافہ جو ہے اس سال بہت نمایاں ہے۔سال 1997ء میں وقفِ جدید کے چندہ دہندگان کی تعداد دو لاکھ 22 ہزار 6 سو تھی سال 98ء میں وقفِ جدید کے چندہ دہندگان کی تعداد دو لاکھ 73 ہزار 3 سو ہے اس طرح صرف چندہ دہندگان میں اضافہ پچاس ہزار سے زائد ہے۔اب اندازہ کریں کہ کس طرح خدا تعالیٰ جماعت کو ہر پہلو سے برکت پر برکت عطا فرماتا چلا جارہا ہے۔اور یہ چیز وہ ہے جو مَیں سمجھتا ہوں چندوں کے اعداد و شمار کے بڑھنے کے مقابل پر بہت زیادہ خوشکن ہے۔ پچاس ہزار ایسے احمدی جو پہلے خدا کی راہ میں مالی قربانی کا لطف نہیں اٹھایا کرتے تھے وہ اب وقفِ جدید میں شامل ہو کر لطف اٹھا رہے ہیں اور پھر آگے اپنے بچوں کو بھی اس کا عادی کر رہے ہیں۔ جو پاکستان کا اضافہ ہے وہ مَیں آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ امسال روپے کی قیمت گرنے کے باوجود پاکستان کی جماعتوں کو گزشتہ سال کے مقابل پر انیس ہزار پاؤنڈز سے زیادہ دینے کی توفیق ملی ہے۔

انگلستان کی جماعت نے تو اس دفعہ کمال کر دکھایا ہے پچاس ہزار پاؤنڈ گزشتہ سال انھوں نے پیش کئے تھے اس سال ایک لاکھ پاؤنڈ پیش کر رہے ہیں یعنی دگنا کر دیا ہے۔ اگرچہ ٹیبل Table میں جوان

کی پوزیشن ہے اس کو نہیں بدل سکے لیکن قربانی بڑھانے کے لحاظ سے بہت نمایاں کام کیا ہے۔اس کے علاوہ انگلستان کی جماعت نے ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا ہے جو آگے وقفِ جدید ہی کے کام آنے والا ہے۔ انھوں نے اس دفعہ جماعت کے لئے بہتر ہزار پاؤنڈ کی رقم پیش کی ہے کہ افریقہ کے ممالک میں وقفِ جدید سے جو ہم خرچ کیا کرتے تھے اس کا بوجھ اس طرح کا بہت کم ہو جائے گا اور غریب ممالک میں آئندہ بہت خرچ پڑنے والے ہیں۔عید آنے والی ہے اس کے پیشِ نظر ہمارا دستور ہے کہ بکثرت غریب ممالک میں خرچ کرتے ہیں تا کہ وہ عید کی اچھی تیاری کر سکیں تو اس میں بھی جماعت انگلستان کا بہتر ہزار پاؤنڈ داخل ہے اس کے علاوہ مجھے کل ہی امیر صاحب کی ایک چٹھی ملی ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ مَیں نے جو یہ ایک خطبے میں بتایا تھا کہ عیسائی ممالک کرسمس منانے کے تعلق میں غریب عیسائی بچوں کے لئے دنیا بھر میں کرسمس کے تحفے بناتے ہیں تو انھوں نے کہا ہے جماعت انگلستان نے بھی یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ اسی سال ابھی سے ہم اس تحریک میں بھی کسی دوسرے سے پیچھے نہیں رہیں گے چنانچہ انہوں نے پیکٹ بنانے شروع کر دیئے ہیں اور اس کے علاوہ کچھ نقد رقم بھی ساتھ رکھی جائے گی اس طریق پہ دنیا بھر کے غریب مسلمان ممالک میں جماعت انگلستان کی طرف سے یہ تحفہ پیکٹس کی صورت میں تقسیم ہو جائے گا انشاءاللہ تعالیٰ۔تو یہ بہت بڑی خوشخبریاں ہیں جو اس سال میں چھپی ہوئی تھیں ظاہر نہیں تھیں مَیں آپ کو سمجھا رہا ہوں کہ قدم کسی پہلو سے بھی پیچھے نہیں ہے ہر پہلو سے خدا کے فضل سے قدم آگے بڑھ رہا ہے۔

اب امریکہ کی کمی کی سرگذشت سناتا ہوں امریکہ میں وقفِ جدید کے چندے میں بہت پیش قدمی ہوتی رہی یہاں تک کہ نو لاکھ تک پہنچا دیا انھوں نے اور جب مَیں نے دیکھا تو مجھے ایک چیز یہ بھی محسوس ہوئی کہ اس میں سے چند بہت زیادہ امیر آدمیوں کا حصہ بہت زیادہ ہے اور امریکن عامۃ الناس یعنی عام احمدی جو ہے ان کا حصہ اس میں کم ہے اور بھی بعض وجوہات تھیں جس کی وجہ سے مَیں نے ان سے کہا اب بس ذرا ٹھہر کے چلیں، عام چندے بڑھانے کی کوشش کریں۔عمومی طور پر چندہ عام جب بڑھتا ہے تو اس کو ہم جس مد میں چاہیں ڈال دیں۔وقفِ جدید میں ضرورت ہو ادھر منتقل کر دیں کسی اور طرف ضرورت ہو تو ادھر منتقل کر دیں۔اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو بہت بڑی گنجائش ہے اپنی ضرورتیں پوری کرنے کی، اسی میں سے ہم MTA کے لئے بھی خرچ کر سکتے ہیں تو مَیں نے ان سے کہا کہ وہ چندہ لازمی چندہ جو ہے اس کو بڑھانے کی کوشش کریں اور اس کے مقابل پر اگر دوسرا وقفِ جدید یا تحریکِ جدید کا چندہ کچھ متاثر ہو کمی ہو تو بالکل پرواہ نہ کریں۔اللہ تعالیٰ اس کمی کو آئندہ پورا کر دے گا بلکہ اور بھی بڑھا دے گا ایک دفعہ قدم مضبوط بنیادوں پر رکھیں پھر آگے یہ سلسلے بڑھتے چلے جاتے ہیں چنانچہ انہوں نے اس ہدایت پر

پوری طرح عمل کیا اور جو سلیٹی رنگ کے بادل کی سلور لائننگ ہے(انگریزی میں محاورہ ہے gray cloud کی سلور لائننگ بھی ہوا کرتی ہے دیکھنے میں سلیٹی رنگ کا بادل ہے مگر کناروں پر سورج کی شعائیں چمک رہی ہوتی ہیں تو امریکہ کا بعینہٖ یہی حال ہے اس gray cloud کے کناروں پر بہت خوبصورت روشنی کی ایک جھالر بچھ گئی ہے) اور وہ کیا ہے؟ وہ مَیں آپ کے سامنے اب رکھنے لگا ہوں۔

نو لاکھ ڈالر کا جب مجموعی چندہ وقفِ جدید کا امریکہ کی طرف سے پیش کیا جار ہا تھا تو اس کا پچاسی فیصد صرف پندرہ آدمی دے رہے تھے اب اندازہ کریں نو لاکھ ڈالر کا پچاسی فیصد صرف پندرہ آدمی دے رہے تھے، یہ خوشخبری بھی سمجھیں مگر اصل میں خوشخبری نہیں ہے۔اس کا مطلب ہے کہ چند غیر معمولی طور پر مالدار آدمیوں نے بہت زیادہ قربانی کر دی اور جماعتیں تو عامۃ الناس کی قربانی سے آگے بڑھا کرتی ہیں۔ عامۃ الناس کی قربانی کے معیار کو بڑھانا لازم ہے۔ چنانچہ امیر صاحب امریکہ نے یہ دلچسپ خبر دی ہے۔ موجودہ آمد میں عامۃ الناس کا چندہ پہلے جو پندرہ فیصد تھا اب نوے فیصد ہو گیا ہے۔اب دیکھیں کتنی غیر معمولی برکت ہے کہاں وہ دن کہ صرف پندرہ فیصد ساری جماعت دے رہی تھی اور چند آدمی پچاسی فیصد دے رہے تھے اب چند آدمی دس فیصد دے رہے ہیں اور ساری جماعت اللہ کے فضل سے نوے فیصد دے رہی ہے۔ یہ بہت بڑی خوشخبری ہے۔الحمدللہ کہ اس سال ہمیں خدا نے یہ خوشخبری بھی دکھائی۔مجموعی وصولی کے لحاظ سے جو جماعتیں ہیں ان میں الحمدللہ کہ امریکہ نے میری ہدایت پر انھوں نے چندے میں کمی کی قربانی کی تھی اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میں امریکہ کی جماعت کو ابھی بھی اوّل رکھا ہے۔تین لاکھ دو ہزار پاؤنڈ انھوں نے چندہ وقفِ جدید میں ادا کیا ہے۔پاکستان اس کے مقابل پر بہت مخالف حالات کے باوجود آگے بڑھنے کے باوجود پھر بھی امریکہ سے آگے نہیں بڑھ سکا۔دو لاکھ چھیاسٹھ ہزار چھ سو پاؤنڈ پاکستان کا کل چندہ ہے۔جرمنی حسبِ سابق تیسری پوزیشن کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے ایک لاکھ اٹھتر ہزار پانچ سو پاؤنڈ جرمنی کی جماعتوں نے ادا کیا ہے۔ برطانیہ نے ایک لاکھ پاؤنڈ ادا کر کے اگر چہ پہلے سال سے دگنا کیا ہے مگر ابھی اپنی چوتھی پوزیشن سے آگے نہیں بڑھ سکے۔تو آگے دیکھیں کیا ہوتا ہے پھر۔ اور کینیڈا کو پانچویں پوزیشن بہت پسند ہے، وہ بیٹھا رہتا ہے اس کے اوپر اور اس دفعہ اڑتالیس ہزار چھ صد پاؤنڈ دے کر کینیڈا نے اپنی پانچویں پوزیشن کو برقرار رکھا ہے۔

علاوہ ازیں ہندوستان، سوئٹزرلینڈ، جاپان، ماریشس، ناروے، بنگلہ دیش اور برما کی جماعتیں بھی قابلِ ذکر ہیں۔خصوصاً برما نے بہت زیادہ پہلے سے قربانی کی ہے اور بہت نمایاں فرق ڈال دیا ہے اپنے چندوں میں۔مگر یہ ساری جماعتیں ہر لحاظ سے خوشخبری کی بھی مستحق ہیں اور مبارکباد کی مستحق ہیں۔خوشخبری تو

یہ دے رہی ہیں۔ہم ان کو مبارک باد دیتے ہیں اور ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔اللہ آئندہ بھی ان کو ہمیشہ نیکیوں میں آگے بڑھاتا چلا جائے۔

اب چندہ بالغان پاکستان۔اوّل کراچی ہے، دوم ربوہ اور سوم لاہور۔یعنی بڑی عمر کے احمدی جو چندہ دیا کرتے ہیں ان کو چندہ بالغان کہا جاتا ہے اور اطفال جو چندہ دیتے ہیں اسے چندہ اطفال کہتے ہیں۔اس کے مختلف دفاتر ہیں اس کی تفصیل میں مَیں آپ کا سر نہ کھپاؤں گا۔کیونکہ دفاتر کو سمجھنا ایک دو تین چار یہ عامۃ الناس کے لئے مشکل ہے۔سیدھی بات یہ ہے کہ چندہ بالغان، چندہ اطفال۔چندہ بالغان میں جو پاکستان کے اضلاع کی پوزیشن ہے۔شہروں میں کراچی تو اوّل ربوہ دوم، لاہور سوم۔اور اضلاع کے لحاظ سے راولپنڈی، اسلام آباد، سیالکوٹ، فیصل آباد، شیخوپورہ، بہاولنگر، گوجرانوالہ، عمرکوٹ، گجرات اور کوئٹہ یہ اسی ترتیب سے ہیں۔چندہ دفتر اطفال میں جماعتوں کی پوزیشن یہ ہے۔اوّل ربوہ۔اس میں جماعت ربوہ نے کراچی کو پیچھے کر دیا ہے۔دوم کراچی اور سوم لاہور۔

چندہ دفتر اطفال میں اضلاع کی پوزیشن یہ ہے اوّل گوجرانوالہ، پھر سیالکوٹ، پھر راولپنڈی، پھر شیخوپورہ، پھر فیصل آباد، پھر اسلام آباد، پھر بہاولنگر، پھر سرگودھا، پھر عمرکوٹ، پھر ملتان۔اس میں جو پوزیشنوں کا ذکر کیا جا رہا ہے اس میں ایک بات یاد رکھ لیں کہ یہ پوزیشنیں عملاً مالی قربانی کی تفصیل نہیں بیان کرتیں کیونکہ بعض ان میں سے ضلعے بہت چھوٹے ہیں اور چھوٹا ہونے کی وجہ سے انھیں دوسرے بڑے اضلاع پر یہ برتری کام کے لحاظ سے حاصل ہے کہ وہ بہت زیادہ محنت کریں تب جا کر معیار اونچا ہوتا ہے اور چند آدمیوں تک پہنچ کر معیار کو اونچا کرنا نسبتاً آسان ہے مگر بہر حال ایک پوزیشن انھوں نے حاصل کی تھی جس کا ذکر ضروری تھا۔

اب مَیں چند احادیث نبوی جو مالی قربانی سے تعلق رکھنے والی ہیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔بخاری کتاب الزکوٰۃ، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے پاک کمائی میں سے ایک کھجور بھی اللہ کی راہ میں دی اور اللہ پاک چیز ہی کو قبول فرمایا کرتا ہے یقیناً اللہ اس کھجور کو دائیں ہاتھ سے قبول فرمائے گا۔اب دائیں ہاتھ سے کسی چیز کو لینا یا دینا جس کا مطلب یہ ہے کہ بہت خوشی اور دلی طمانیت کے ساتھ ایک چیز کو آپ کریں تو دایاں ہاتھ بڑھا کر چیز کو وصول کرتے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ کے جب ہاتھ کی بات ہوتی ہے تو یہ ہرگز ہاتھ مراد نہیں۔اللہ تعالیٰ کا رجحان، اس کا جذبہ ہے اور جب جذبہ کہتے ہیں تو پھر بھی عام جذبۂ انسانی مراد نہیں تو یہ تمہیدیں مجبوراً کرنی پڑتی ہیں کہ اللہ اور انسانی صفات میں بہت فرق ہے لیکن باتیں ہم انسانی صفات کے حوالے سے ہی کرتے ہیں اور آنحضرت ﷺ

نے بھی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی پیاری پیاری باتیں انسانی صفات کے حوالے سے کہی ہیں تا کہ انسان ان کو سمجھ بھی توسکیں ورنہ اللہ کی صفات کی تفصیلات بیان کرتے تو کوئی بھی نہ سمجھ سکتا۔اس تمہید کے ساتھ اب پھر دوبارہ سن لیجئے۔آنحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جو ایک کھجور بھی اللہ کے حضور پیش کرے اللہ اسے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے پھر اسے اسکے دینے والے کے لئے بڑھا دیتا ہے جیسا کہ تم میں سے ایک اپنے چھوٹے سے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے، اسے بڑا کرتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ اس کھجور کو جو بالکل معمولی ہوتی ہے اس کو بڑھانا شروع کر دیتا ہے اور اس طرح بڑھاتا ہے جیسے چھوٹا سا بچھڑا تمہیں ملے اور تم اس کی پرورش کرو، اسے بڑھالو، مگر وہ تو ایک حد تک ہی بڑھ سکتا ہے۔ایک مضبوط توانا بیل بن جائے گا اس سے زیادہ تو نہیں ہوسکتا مگر جب اللہ پرورش پر آتا ہے تو فرمایا کہ یہاں تک کہ وہ کھجور پہاڑ جتنی ہو جائے گی۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ من کسبٍ طیبٍ)

یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا کی نسبت کے لئے کیسی پیاری حدیث ہے۔انسانی عطا کے مقابل پر اللہ کی عطا کو دیکھنا ہو تو یہ مضمون ہے۔جس کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے اور اس پہلو سے سب چندہ دہندگان کو جو بڑھے ہیں خواہ انھوں نے چند روپے ہی وقفِ جدید میں پیش کئے ہیں بہت بہت مبارک ہو۔اللہ تعالیٰ انشاء اللہ ان کے اموال میں بھی برکت ڈالے گا اور روحانی جزاء میں تو لامتناہی برکتیں ہیں۔

ایک حدیث قدسی ہے صحیح مسلم سے لی گئی ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابنِ آدم تو دل کھول کر خرچ کر۔حدیثِ قدسی سے مراد وہ کلام ہے جو رسول اللہ کو اللہ تعالیٰ نے براہِ راست سنایا اور قرآنِ کریم کے علاوہ بھی مسلسل آپ پر وحی ہوا کرتی تھی۔وحیٔ قرآن الگ چیز ہے اور وحی کا مسلسل جاری رہنا ایک الگ مضمون ہے۔تو ایسی وحی جس کا ذکر آنحضرت ﷺ اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں اس کو حدیثِ قدسی کہا جاتا ہے۔تو حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابنِ آدم تو دل کھول کر خرچ کر جس کے نتیجے میں اللہ بھی تجھ پر خرچ کرے گا۔

(صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی النفقۃ وتبشیر المنفق بالخلف)

اب وہ کتنا خرچ کرے گا۔نسبت کی بات ہے آدم جتنا بھی چاہے دل کھول کر خرچ کرے اللہ کو ہرا نہیں سکتا اس لئے جب وہ دل کھول کے خرچ کرے گا تو اسی محاورے کے لحاظ سے اللہ بھی پھر دل کھول کر خرچ کرے گا اور کھجور تو بہر حال بڑھے گی اگر دل کھول کر دیا ہے تو وہ اندازہ کریں کہ کیا کچھ بڑھ جائے گا اور ہمارا تجربہ ہے کہ یہ بڑھنا صرف آخرت سے مقدر نہیں ہے اس دنیا میں بھی بڑھتا ہے کیونکہ اس دنیا میں بڑھنے کے نتیجے میں مومنوں کا آخرت پر ایمان بڑھتا ہے۔ان کو کامل یقین ہوتا ہے کہ جس نے دنیا میں

وعدہ پورا کر دیا ہے وہ آخرت میں کیوں وعدہ پورا نہیں کرے گا۔

حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اقتباسات مَیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''جو شخص ایک پیسہ کی حیثیت رکھتا ہے وہ سلسلے کے مصارف کے لئے ماہ بماہ ایک پیسہ دیوے اور جو شخص ایک روپیہ ماہوار دے سکتا ہے وہ ایک روپیہ ماہوار ادا کرے''۔

یہ نصیحت کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں:

''عزیزو ! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے۔''

اور جیسا کہ یہ بات اس وقت جماعت احمدیہ پر سب سے زیادہ اطلاق پاتی تھی آج بھی اسی طرح یہ مضمون جماعت احمدیہ پر اطلاق پاتا ہے کہ محض اللہ کی خاطر خرچ کرنے والی اور جماعت ہے کونسی۔ پس حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا''۔ (کشتی نوح روحانی خزائن جلد نمبر 19 صفحہ 83)

اب بظاہر لگتا ہے کہ مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے ساتھ وقت اٹھ جائے گا، یہ مراد نہیں ہے یہ تسلسل جاری ہے اگر ایک دفعہ یہ اُٹھ گیا پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ اسکو اُٹھنے دینا ہی نہیں اپنی جانوں کے ساتھ، اپنی دلی تمناؤں کے ساتھ، اپنی دعاؤں کے ساتھ اس طرح لٹک جائیں اس کے ساتھ کہ یہ وقت آپ سے کبھی بھی نہ اٹھے اور جب آپ سے نہیں اٹھے گا تو دنیا سے اس وقت کی برکتیں بھی پھر کبھی نہیں اٹھیں گی۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

''چاہئے کہ زکوٰۃ دینے والا اسی جگہ اپنی زکوٰۃ بھیجے اور ہر ایک شخص فضولیوں سے اپنے تئیں بچاوے اور اس راہ میں وہ روپیہ لگاوے اور بہر حال صدق دکھاوے تا فضل اور روح القدس کا انعام پاوے کیونکہ یہ انعام ان لوگوں کے لئے تیار ہے جو اس سلسلے میں داخل ہوئے ہیں''۔ (کشتی نوح روحانی خزائن جلد نمبر 19 صفحہ 83)

یہ آغاز کی باتیں تھیں جب زکوٰۃ کے متعلق لوگوں کو پتہ نہیں تھا کہاں خرچ کریں۔ زکوٰۃ خرچ کرنا دراصل بیت المال ہی کا کام ہوتا ہے۔ تو حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لئے سب سے اوّل زکوٰۃ کا ذکر فرمایا ہے جو قرآنی حکم ہے اور یہ مضمون سمجھا رہے ہیں کہ زکوٰۃ کا خرچ کرنا مرکز کا کام ہوا کرتا

ہے۔اپنی جگہ زکوتیں ادا نہ کرتے پھرو بیت المال کو زکوۃ بھیجواوراس کے بعد دوسرے جتنے بھی چندے ہیں صدقہ ، خیرات ، چندہ عام ، چندہ خاص ، وقفِ جدید وغیرہ ان سب میں روپیہ بچانے کی کوشش کرو۔یعنی اپنے فضول خرچوں میں کمی کردو تا کہ جتنا بھی فضول خرچوں سے بچت ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ اس میں سے پوری کردے۔

یہ جوفضول خرچی ہے اس کے متعلق مَیں ضمناً یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں ۔رمضان کا مہینہ ہے، غریبوں کوکھانا کھلانے کے دن ہیں ۔کھانے میں بھی انسان بہت سی فضول خرچیاں کرتا ہےاورسب سے زیادہ فضول خرچی وہ نہیں کہ اچھا کھانا کھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اچھے کھانے اپنے بندوں ہی کی خاطر پیدا کئے ہیں ۔فضول خرچی مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ اچھا کھانا ہو یا برا کھانا۔ بچا ہوا چھوڑ دے اور وہ ڈسٹ بن (Dust Bin) میں چلا جائے۔خصوصاً امریکہ اورانگلستان اورمغربی ممالک میں جتنے بھی امیر ممالک ہیں ان میں یہ عادت ہے۔اوران کے بچوں میں بھی یہ عادت ہے۔میرا تو گھر میں ہر وقت یہ کام رہتا ہے کہ سمیٹتا رہتا ہوں اوران کی پلیٹیں اور بچا ہوا خود کھا جاؤں تا کہ ڈسٹ بن میں نہ پھینکنا پڑے،لیکن آجکل ڈائٹنگ پربھی ہوں آخر کہاں تک کھا سکتا ہوں ۔ پھرمَیں کچھ فریزر میں بچالیتا ہوں ۔سارا بچا ہوا سمیٹ کر جہاں تک میری نظر پڑتی ہے اس کوفریزر میں بچاتا رہتا ہوں تا کہ یہ کھالوں اوراس طرح فضول خرچی نہ ہو

حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فضول خرچی نہ کرنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ یہ بھی فضول خرچی ہے جو یادرکھیں انگلستان کے بچوں کو بہت بیہودہ عادت ہےاس فضول خرچی کی۔کھاتے ہیں جو پسند آیا باقی چھوڑ کے پھینک دیا۔ جہاں تک پلیٹ میں کھانا ڈالنے کا تعلق ہے بچوں کو یہ نصیحت کرنی چاہئے اتنا ہی ڈالیں جتنا وہ ختم کر سکتے ہوں اوراس سے زیادہ نہ ڈالیں اوراگرزیادہ ڈال لیں تو پھر کھانا ہی پڑے گاختم کرنا ہوگا اس کو۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی یہ سنت تھی جتنا پلیٹ میں ڈالتے تھےاس پلیٹ کوخالی کردیا کرتے تھےاوراسی کی نصیحت فرماتے تھے۔تو اپنے سامنے کھانے کے برتنوں میں،پلیٹوں میں،اتنا ہی ڈالیں جوضرورت ہےاور پھرضائع نہ کریں۔ضیاع کواگرآپ ختم کردیں اور یہ نیانظام انگلستان میں لوگوں کوسکھادیں توانگلستان میں جوفضول خرچی ہوتی ہے،وہ جوبچت ہوگی اس سے بہت سے غریب ممالک کے پیٹ بھر سکتے ہیں ۔ یہ نہیں آپ لوگ سوچ سکتے اورانگلستان میں جوگندے پانی کی مصیبت ہے یہ بھی اسی فضول خرچی کی عادت کی وجہ سے ہے۔اب مَیں اپنے گھر کی بات بتا رہا ہوں، غسل خانے کی بات مگر اتنی بتاؤں گا جوآپ کی بھلائی کے لئے بتانی ضروری ہے۔میں کبھی بھی شاور(Shower) کھول کر غافل نہیں ہوتا کہ چلتی رہے اب بیٹھک اور پھرنہاؤں اور جب تک میں فارغ نہ ہو جاؤں شاورکھلی رہے ہر دفعہ جب

شاور کو بدن پر استعمال کرتا ہوں ضرور بند کرتا ہوں پھر اور بند کرنے کے بعد بدن کو تیار کیا نہانے کے لئے جو بھی ضرورتیں ہیں وہ پوری کیں پھر شاور کے سامنے آ گئے اور اگر گرم پانی میں خرابی کے خطرے کے پیشِ نظر شاور کھلی رکھی جائے تو شاور سے پہلے پہلے مَیں ساری تیاری کر لیتا ہوں تا کہ جب شاور شروع ہو جائے تو پھر مسلسل اس کا جائز اور صحیح استعمال ہو۔ جتنا پانی مَیں بچا تا ہوں انگلستان کا اگر سارے انگلستان والے بچانا شروع کر دیں تو پانی کی مصیبت ہی حل ہو جائے۔

اب یہ جو گندہ پانی پلاتے ہیں آپ کو، وہ بدرووٴں سے نکال نکال کر صاف کرتے ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا اس میں دوائیاں ڈالتے ہیں اللہ ہی رحم کرے۔ مَیں نے تو جب سے اس نظام کے متعلق معلومات حاصل کی ہیں یہ پانی پینا ہی چھوڑ دیا ہے۔ وہ بوتلیں ہمارے گھر میں استعمال ہوتی ہیں خرچ تھوڑا سا زیادہ ہے مگر یہ تو پتہ ہے جو اللہ نے پاک رزق دیا تھا وہی ہے۔ یہ انسان کا گند ملا ہوا رزق نہیں ہے۔ تو آسان ترکیب ہے اس کو اپنے گردو پیش میں عام کریں یہ بھی تو صدقہ ہے رمضان کا۔ رمضان کے صدقے میں اسکو داخل کریں۔ سارے امیر ممالک میں احمدی یہ جھنڈا اٹھا لیں کہ ویسٹ (WASTE) نہ کرو ویسٹ (WASTE) نہ کرو اور یہ ویسٹ (WASTE) جو ہے ضیاع یہ امریکہ میں اتنا زیادہ ہے کہ تمام دنیا کے غریب ممالک امریکہ کا ضیاع بچانے کے نتیجے میں پل سکتے ہیں۔

خوراک کی کمی انسان کا بنایا ہوا مسئلہ ہے۔ اللہ کا بنایا ہوا نہیں ہے انسان کی خساستیں ایک طرف اور اس کی فضول خرچیاں دوسری طرف۔ ان دونوں کے درمیان یہ خوراک کے مسائل ہیں۔ جہاں دل کھول کر خوراک غریبوں کو دینی چاہئے وہاں ہاتھ روک لیتے ہیں۔ جہاں اپنے اوپر بچت سے خرچ کرنی چاہئے وہاں ہاتھ کھول دیتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان میں بنی نوع انسان مارے جا رہے ہیں۔ تمام بنی نوع انسان کے بھوکے ان مصیبتوں کا شکار ہیں۔ تو ہمیں ہر رمضان میں ایک مہم چلانی چاہئے جو نیکی اور خیرات کو عام کرنے کی مہم ہو۔ اس رمضانِ مبارک میں یہ مہم بھی چلائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا فیض پہنچائے۔

حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''یہی وقت خدمت گذاری کا ہے۔ پھر بعد اس کے وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں تو اس وقت کے پیسے کے برابر نہیں ہوگا...... خدا تعالیٰ نے متواتر ظاہر کر دیا ہے کہ واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا''۔

(مجموعہ اشتہارات جدید ایڈیشن جلد 2 صفحہ 613 اشتہار ستمبر 1903ء)

اب بخل کی جہاں تک بات ہے غریبوں پر یا دوسروں پر بخل کرنا خواہ نیک لفظوں کے ذریعے نصیحت کا بخل ہو یا خرچ کرنے کا بخل ہو، بخل کی بہت سی مختلف شکلیں ہیں ان کے متعلق حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان ایک ہی دل میں جمع نہیں ہو سکتے جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وہ اپنا مال صرف اس مال کو نہیں سمجھتا کہ اس کے صندوق میں بند ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام خزائن کو اپنے خزائن سمجھتا ہے''۔

اب دیکھیں یہ بات عجیب سی ہے بظاہر۔ فرمایا بخل اور ایمان اکٹھا نہیں ہوسکتا ایک دل میں اور ایک آدمی کے پاس تھوڑا سا مال ہے وہ بخل کرے گا نا اس کے نتیجے میں فرمایا جو صندوق میں بند ہے تمہارا مال، وہ مال، وہ تو بہت تھوڑا ہے مگر تم بخل کیوں کرتے ہو کہ اللہ کے خزائن تمہارے خزائن ہیں۔ اللہ کے خزائن ختم نہیں ہو سکتے اور جب تم یہ یقین رکھتے ہوئے خرچ کرو گے کہ اللہ کے خزائن ختم نہیں ہو سکتے تو اللہ تمہارے خزائن کو ختم نہیں ہونے دیگا۔ یہ بہت عارفانہ کلام ہے اس کو غور سے سمجھیں تو زندگیاں سنور سکتی ہیں۔

''اور امساک اس سے اس طرح دور ہو جاتا ہے جیسا کہ روشنی سے تاریکی دور ہو جاتی ہے اور یقین سمجھو کہ صرف یہی گناہ نہیں کہ مَیں ایک کام کے لئے کہوں اور کوئی شخص میری جماعت میں سے اس کی طرف کچھ التفات نہ کرے بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بھی گناہ ہے کہ کوئی کسی قسم کی خدمت کر کے یہ خیال کرے کہ مَیں نے کچھ کیا ہے''۔

(مجموعہ اشتہارات جدید ایڈیشن جلد 2 صفحہ 614 اشتہار ستمبر 1903ء)

تو ان امور کے تمام پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھیں۔

اب یہ حصہ مَیں چھوڑ رہا ہوں یہ پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ ضرورتیں کیوں پڑتی ہیں الٰہی جماعتوں کو، انبیاء کو جن کے سپرد سب سے زیادہ کام ہو۔ ان کو سب سے زیادہ ضرورتیں پیش آتی ہیں۔ یہ بہت گہرا اور لمبا تفصیلی مضمون ہے۔ ضرورتیں تو پیش آتی ہیں۔ غریب بھی ہوتے ہیں مگر ان کی ضرورتیں پوری کرنے والا ہر وقت ان کی ضرورتیں پوری کرتا چلا جاتا ہے۔ اور چندوں کے ذریعے جو بظاہر ابتلاء ہے غریبوں کے لئے بھی اور امیروں کے لئے بھی ان کے اموال میں بھی برکت ڈالتا ہے اور جماعت کے اموال میں بھی برکت ڈالتا ہے اور جب اللہ کی راہ میں وہ بظاہر اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو اس سے پھر جماعت کے اخراجات میں بھی بہت برکت پڑتی ہے یہ لمبا تفصیلی ایک دوسرے سے متعلق مضمون ہے جو کئی جگہ مَیں ظاہر کر چکا ہوں اس لئے میں اس کو اب یہاں نہیں کھولتا کیونکہ آگے ایک بہت ہی ضروری بات بھی

کر نیوالی ہے جواب اس سالِ نو کی ایک عظیم خوشخبری کے طور پر میں آپکے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

ایک بات یادرکھیں کہ حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام کہ

''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

کئی سال متواتر ہوتا رہا اور ہر سال ایک نئی شان سے پورا ہوا ہے اور آج کی جو صدی گزر گئی ہے اس کو ان سالوں کے ساتھ موازنہ کر کے دیکھیں تو آپ حیران رہ جائیں گے سو سال پہلے جو 1897ء میں الہام ہوا تھا 1997ء میں اس نے جماعت کی تبلیغ کو پھیلانے کے نئے انتظام کر دیئے۔ 1898ء میں جو الہام ہوا تھا اس نے بھی نئے سامان پیدا کئے ہیں اور انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے ان کو دیکھ کر کہ ہماری طاقت، ہمارے اختیار میں تھا ہی نہیں کہ وہ سامان پیدا کر سکتے الہام کی طرف ذہن کا منتقل ہونا لازم ہے۔ انسان کو سوچنا چاہئے کہ یہ حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو خدا نے وعدے کئے تھے ان کو پورا کرنے کے لئے جو سامان آج مہیا ہو رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہی وعدوں کے ایفاء کا ایک اظہار ہے جس کو پیش نظر رکھ کر ہمیں ممنون احسان ہونا چاہئے۔

اب دیکھیں جہاں تک سیٹلائٹس کے ذریعے دنیا کو تبلیغِ اسلام تبلیغ احمدیت پہنچانے کا تعلق ہے یہ سلسلہ پھیلتا جا رہا تھا۔ اس سال کیا واقعہ ہوا ہے۔ یہ مَیں آپ کو بتانا چاہتا ہوں اسی سال بڑی شدت سے یہ الہام ہوا تھا۔ لکھا ہے حضرت اقدس امام الزمان سلمہ الرحمٰن کو اللہ کریم نے وعدہ دیا ہے کہ

''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''۔ (تذکرہ۔ صفحہ 260 الہام 1898ء)

اب جلسہ سالانہ کے بعد جو ہمارے لئے سب سے بڑا مسئلہ سامنے آیا تھا یہ تھا کہ اگر چہ ہم مجبوراً انٹرنیٹ وغیرہ کو استعمال کر کے کسی حد تک دنیا بھر کی جماعتوں کی ضرورت پوری کرتے ہیں مگر عملاً جاپان، انڈونیشیا کے بہت سے حصے، ملائشیا اور فجی آئی لینڈ اور نیوزی لینڈ یہ سارے MTA کی نشریات سے براہ راست استفادہ نہیں کر سکتے۔ اب یہ پریشانی تھی جس کے متعلق مختلف جائزے لینے شروع کئے۔ تو عجیب بات ہے کہ اگست ہی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوتا ہے اور اگست ہی میں ہم نے یہ کام شروع کر دیا جو بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ اب جو صورت حال نئی ابھری ہے یہ سال ختم ہونے سے پہلے ایسی کمپنیوں سے قطعی معاہدہ ہو چکا ہے، دوطرفہ دستخط ہو گئے ہیں، جتنے روپے کی ضرورت تھی وہ اللہ نے ویسے ہی مہیا کر دیے اس میں کوئی کمی نہیں اور یہ معاہدہ ہوا ہے ایک کمپنی کے ساتھ کہ جو نیا سیٹلائیٹ وہ فروری میں شروع کریں گے، انھوں نے کہا تو نہیں مگر کہنے کی طرز یہ تھی کہ اس سیٹلائیٹ کی کامیابی کی دعا تم کرواور وعدہ ہم پورا کریں گے، اس میں انھوں نے ایک پوری چینل ہمارے لئے وقف کر رکھی ہے اور اس

چینل کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جاپان، انڈونیشیا، ملائیشیا اور جو South Pacific کے جزائر North Pacific کے جزائر اتنا بڑا دائرہ ہے اس کا، سارے استفادہ کر سکیں گے اور براہ راست MTA کے پروگرام ان کو میسر آ جائیں گے جس کے لئے وہ اب تک ترس رہے تھے تو نئے سال کی اس خوشخبری میں اس کو بھی بہت اہمیت ہے اللہ تعالیٰ آپ کو مبارک کرے کہ یہ خوشخبریاں اللہ نے پہلے سے ہمارے لئے مقدر کر رکھی تھیں جن کو اب ظاہر فرما رہا ہے۔

اب ایک اور خوشخبری یہ ہے کہ MTA کا آغاز جو باقاعدہ ٹیلی ویژن کے ذریعے آغاز ہوا ہے، یہ جاری ہوا ہے MTA کا نظام، یہ سات جنوری 1994ء کو ہوا تھا اس طرح MTA کے آغاز کو اس سال سات جنوری کو پانچ سال پورے ہو چکے ہونگے تو پانچ سال کا سنگِ میل بھی ایک اہمیت رکھتا ہے اس پہلو سے اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔

اب جہاں تک اگلے سال اور آئندہ صدیوں کی خوشخبریوں کا تعلق ہے اس کے متعلق اب مَیں 1899ء کا ایک الہام آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ 1999ء کا سال جو اب طلوع ہوا ہے یہ بہت زیادہ برکتوں کا سال ہے اس کی کچھ برکتیں وہ ہیں جو 98ء کے الہامات کے نتیجے میں اس سال کو حاصل ہوئی ہیں۔ اس سال نے 98ء کا ورثہ پایا اور اب 99ء میں یہ برکتیں پھیلیں گی اور 99ء میں جو خوشخبریاں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی گئی تھیں وہ اتنی عظیم الشان ہیں صرف یہ ذکر نہیں ہے کہ تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا وہ تو کایا ہی پلٹ گئی ہے وہ دیکھ کر تو دل بلّیوں اچھلتا ہے کہ سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ نے کس طرح نئی صدی میں داخل ہونے کے انتظام جماعت کے لئے کر رکھے ہیں اور پہلے ہی سے کیا فیصلے کئے ہوئے تھے۔

الہامات کی اب شوکت دیکھئے۔ الہام 1899ء ''مبشروں کا زوال نہیں ہوتا گورنر جنرل کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے''۔ مبشروں کا زوال نہیں ہوا کرتا باقی سارے زوال میں چلے جائیں۔ جماعت احمدیہ سے جو اس مبشر نے وعدے کئے تھے جس کو خدا نے وعدے دیے، مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، یہ وہ ذکر ہے۔ فرمایا مبشروں کا زوال نہیں ہوا کرتا یہ ناممکن ہے، اور اب کیا وقت ہے؟ گورنر جنرل کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ حاشیہ میں فرمایا:

''ہمارا نام حکمِ عام بھی ہے''۔ حَکَم عام یعنی عام حَکَم بنایا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے عام حَکَم بنا دیا ہے مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حَکَم عَدَل جو پیشگوئیوں میں نام آیا تھا تو فرمایا حَکَمِ عام ایک نام ہے ہمارا اور انگریزی ترجمہ کیا جائے تو گورنر جنرل ہی ہوتا ہے۔ تو اس لئے جو الہام کے لفظ ہیں گورنر جنرل کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے یہ اسی حَکَمِ عام کی طرف اشارہ ہے یعنی اسی وقت کی تعبیر میں

حضرت مسیحِ موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی سمجھا تھا کہ اب میری پیشگوئیاں جوجلال والی پیشگوئیاں ہیں جمال کی ایک نئی شان ابھرنے والی ہےان کا وقت آ گیا ہے یہ 1899ء کی پیشگوئی تھی۔اب 1999ء ہے اور وہ وقت آ گیا ہے۔

آپ حیران ہوں گے یہ موازنہ کر کے کہ سو سال پہلے جس سال حضرت مسیحِ موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کوکوئی الہام ہوابعینہٖ اسی سال خدا تعالیٰ نے اس صدی میں ہمارے سامنے اس کے پورا ہونے کے عظیم الشان ذرائع مہیا فرما دیئےاور عظیم الشان طریق پراسے پورا کر دیا۔اب یہ کیا ہونے والا ہےاس کے متعلق مَیں ابھی تفصیل سے آپ کونہیں بتا سکتا کیونکہ مَیں دیکھ رہا ہوں کہ کیا ہونے والا ہےلیکن اب وقت کھلے گا اور آپ کو بتا تا چلا جائے گا۔حضرت مسیحِ موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو 99ء کے الہامات ہیں وہ انشاءاللہ اس سال جلسہ سالانہ پرآپ کے سامنے پورے رکھوں گا۔کیا ہونے والا ہے کی بہت سی تفصیل ہے ان الہامات پرغور کرنے سے معلوم ہو جائے گی اور جس طرح پہلے الہام لفظاً لفظاً پورے ہوتے رہے ہیں انشاءاللہ 1899ء کے الہامات بھی لفظاً لفظاً پورے ہونگے۔

اب مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس الہام کی طرف توجہ اچانک کس طرح ہوئی حالانکہ یہ میرا طریق ہے کہ ہرسال کے الہامات اس سال کے آخر پر بیان کیا کرتا ہوں 98ء کے الہامات کی بات تھی 99ء کے کیسے ذکر شروع ہوگیا۔اس کی طرف بھی توجہ پھیرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اپنے بندے کوذریعہ بنادیا اور وہ مسعود احمد دہلوی صاحب ہیں۔مسعود دہلوی صاحب کو یہ سارا لکھنے کا موقع اس لئے پیش آیا کہ انھوں نے 1993ء میں ایک رؤیا دیکھی تھی جب MTA کا آغاز ہوا تھا اورنشریات پھیلنی شروع ہوئی تھیں، وہ کہتے ہیں اس وقت مَیں نے رؤیا دیکھی تھی اور مجھے وہم بھی نہیں تھا کہ اس تفصیل سے پوری ہوگی لیکن یہ الہام میری نظر سے گزرا حضرت مسیحِ موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا تو فوراً دل نے یہ تعلق جوڑ لیا اور اب میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ رؤیا کیا تھی۔وہ رؤیا بہت مبشر ہےلیکن اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ الہام یعنی رؤیا کے ذریعے احمدیوں کے دل پر بھی نازل ہو رہا ہےاوران کو تیار کیا جا رہا ہے کہ ان خوشخبریوں کے پورا ہونے کے دن آ گئے ہیں۔

مَیں اب ان کی تحریر آپ کے سامنے پڑھ کے سناتا ہوں۔

’’مئی 1993ء میں دیکھا کہ مجھے حضرت اقدس مسیحِ موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلب فرمایا ہے‘‘۔اب لفظ مسعود جو آپ کا نام ہے اس میں بھی مبارک خوشخبری ہےیعنی صرف مسعود دہلوی صاحب کو کیوں طلب کیا گیا اور بھی بڑے مخلص بندے موجود تھےلیکن یہ بھی بہت مخلص ہیں اس میں بھی سند ہوگئی

لیکن نام مسعود میں ایک حکمت ہے کہ دورِ سعید آنے والا ہے۔ایک ایسا دور آنے والا ہے جس کو خدا تعالیٰ نے مسعود دور قرار دیا ہے کہتے ہیں ''طلب فرمایا،مَیں خوشی خوشی ایک بہت کشادہ سڑک پر جا رہا ہوں۔'' اب کشادہ سڑک بھی نمایاں طور پر ذہن نشین ہوئی ہے صاف پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کی ترقی کے لئے سڑکیں کشادہ کر دی ہیں یہ ضمناً بات کرتے ہیں مگر خواب میں پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کی ترقی کے لئے سڑکیں کشادہ کر دی ہیں یہ ضمناً بات کرتے ہیں مگر خواب میں جو باتیں ذہن میں نقش ہو جائیں وہ اہمیت رکھتی ہیں۔1993ء کی خواب میں ایک سڑک کی کشادگی ان کے ذہن پر نقش رہی ہے۔

''پھر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت عظیم الشان عمارت کے وسیع کمرے میں داخل ہوتا ہوں یہ عمارت حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت ہے اور بہت عظیم الشان ہو چکی ہے اور ہوتی چلی جائے گی وہاں۔''

''اس میں ایک بہت بڑی اور نہایت شاندار میز کے ساتھ ایک بہت شاہانہ کرسی پر حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سربراہِ مملکت کی حیثیت سے رونق افروز ہیں''۔

اب وہ گورنر جنرل کی پیشگوئی کو یاد رکھیں۔یہ سربراہِ مملکت کی حیثیت سے ان دونوں باتوں کا آپس میں ایک تعلق واضح اور ٹھوس طور پر قائم ہو جاتا ہے ''میز پر حضور کے دائیں بائیں فائلیں اور کاغذات'' دستخط کر رہے ہیں یہاں فیصلہ ہو رہا ہے،اس پر فیصلہ ہو رہا ہے۔یہ حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رؤیا میں جو مسعود دہلوی صاحب نے دیکھا تھا آجکل حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں مَیں بالکل یہی کرتا ہوں۔میز میری فائلوں سے بھری ہوئی ہوتی ہے اور ملاقاتیوں کے آنے سے پہلے کافی سمیٹنی پڑتی ہیں اِدھر اُدھر۔اور جب کوئی نہ ہو تو انبار لگے ہوتے ہیں فائلوں کے۔کبھی دائیں طرف کے فیصلے ہو رہے ہیں کبھی بائیں طرف کے فیصلے ہو رہے ہیں۔کبھی شمال کے کبھی جنوب کے اور عموماً مَیں بعض فائلیں ایک طرف رکھتا جاتا ہوں بعض فائلیں دوسری طرف رکھتا جاتا ہوں جو نسبتاً عام ہیں وہ ایک طرف اور جن کو خصوصیت سے دوبارہ دیکھنا ہے وہ میں الگ رکھتا ہوں تو اسی طرح کا ایک نظارہ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کا مسعود دہلوی صاحب کو دکھایا گیا۔میں کمال درجہ ادب واحترام سے السلام علیکم عرض کرتا ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلیکم السلام فرمانے کے بعد اپنے بائیں ہاتھ رکھے ہوئے کاغذات میں سے ایک فل سکیپ کاغذ اٹھاتے ہیں''۔یہ لفظ فُل سکیپ اصل میں Fool's Cap ہے۔اس سے بنا ہوا ہے پرانے زمانے میں پاگلوں کی یہاں جو ہوتے ہیں مسخرے، بچے ان کے لئے ایک مسخری سی کیپ بنایا کرتے تھے کاغذ کی۔وہ جتنے کاغذ میں بنتی تھی انھوں نے اسی کو فل سکیپ کہہ دیا ہے اور اب وہ سائز رائج ہی ہو گیا۔دنیا میں تو وہ

کاغذ جو اس سائز کا ہو جس کی یہ ٹوپیاں بنایا کرتے تھے اس کو آجکل فولز کیپ نہیں کہتے بلکہ فل سکیپ کہہ دیتے ہیں تو یہ ایک فل سکیپ کاغذ ہے جس پر آپ لکھ رہے ہیں ایک ”کاغذ اٹھاتے ہیں اور اسے کسی قدر بلند آواز سے پڑھنا شروع کرتے ہیں جو تمام تر بشارتوں پر مشتمل ہے“۔

اب پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے یاد رکھیں اور مسعود دہلوی صاحب کو کیا دکھایا گیا تھا جو اتنے کاغذات ہیں ان کا ذکر تو چھوڑیں ایک کاغذ اٹھاتے ہیں جس پر بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو اب پوری ہونے والی ہیں۔

”حضور پھر مجھے واپس جانے کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں سلام عرض کرنے کے بعد الٹے قدموں دروازے تک واپس آتا ہوں اور اس بارے میں خاص احتیاط کرتا ہوں کہ میری پیٹھ حضور کی طرف نہ ہو“۔ (علیہ السلام) کمرہ سے باہر آ کر مَیں خوشی سے جھوم رہا ہوں کہ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت بھی نصیب ہوئی اور حضور کی زبان مبارک سے بشارتیں سننے کی بھی سعادت میرے حصے میں آئی ہے آنکھ کھلنے پر مجھے وہ بشارتیں یاد نہ رہیں“۔ وہ تو یاد رہ بھی نہیں سکتیں تھیں بے شمار بشارتیں ہیں جو پوری ہونے والی ہیں جب وقت آئے گا تو نظر آ جائے گا۔

یہ لکھتے ہیں ” آنکھ کھلنے پر وہ بشارتیں یاد نہ رہیں۔ خدا نے چاہا تو 1899ء کے عربی الہام لَنَنْسِفَنَّ نَسْفًا کو پورا ہوتا دیکھیں گے“۔ یہ انھوں نے اپنی طرف سے ایک توجیہ پیش کی ہے اس کا رؤیا کے ساتھ اس طرح تعلق نہیں۔ تو کہتے ہیں کس طرح اللہ دشمنوں کی خاک اڑا دے گا اور جماعت کو غیر معمولی ترقیات عطا فرمائے گا۔ اس مضمون کو ہم انشاء اللہ 1999ء میں دیکھیں گے اور مجھے کامل یقین ہے ایک ذرہ بھی اس بارے میں تردد نہیں کہ دیکھیں گے اور ضرور دیکھیں گے۔ اللہ جب فیصلہ کرے گا کہ جماعت کو خوشخبریاں ملیں تو کوئی دنیا کا ہاتھ نہیں جو ان خوشخبریوں کو روک سکے۔

اس کے بعد پھر ایک دفعہ مبارکباد آپ کی خدمت مَیں پیش کرتا ہوں اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ کو اب پوری طرح علم ہو گیا ہے کہ نیا سال بہت خوشخبریوں والا چڑھا ہے رمضان میں یکم جنوری کا آنا ویسے ہی مبارک ہے اور یہ بھی عجیب شان ہے اللہ کی کہ اس سال 99ء میں جو رمضان ہو گا آخر پہ وہ آخری رمضان ہے جس میں یکم جنوری ہو گی۔ اب یہ دیکھنے میں چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں مگر بہت گہری ہیں بہت گہرا تعلق رکھنے والی باتیں ہیں۔ تو یہ رمضان 99ء تک جب بھی آئے گا ہمارے لئے خوشخبریاں لے کے آئے گا۔ اللہ ایسا ہی کرے۔ (الفضل انٹرنیشنل لندن 19 رفروری 1999ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 7 رجنوری 2000ء بیت الفضل لندن

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد ان آیات کی تلاوت فرمائی۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ۔ (ابراھیم:32)

تُو میرے ان بندوں سے کہہ دے کہ جو ایمان لائے ہیں کہ وہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے انھیں عطا کیا ہے اس میں سے مخفی طور پر بھی اور علانیہ طور پر بھی خرچ کریں۔ پیشتر اس کے کہ وہ دن آ جائے جس میں کوئی خرید وفروخت نہیں ہوگی اور نہ کوئی دوستی (کام آئے گی)۔

اس آیت کا انتخاب مَیں نے اس غرض سے کیا ہے کہ آج کے خطبہ کے موضوع میں دو باتیں اکٹھی شامل ہیں۔ ایک وقفِ جدید کا اعلان ہوگا نئے سال کا، اس کی مالی تحریک ہے اور دوسرے نمازوں کے قیام کے متعلق مَیں خصوصیت سے تحریک کرنا چاہتا ہوں جو دراصل رمضان کا سبق ہے اور رمضان اپنے پیچھے چھوڑ کے جا رہا ہے۔ اس مختصر تعارف کے بعد آج سب سے پہلے تو مَیں جمعۃ الوداع کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں جو آج رمضان کا آخری دن ہے اور جمعۃ الوداع ہے۔ یہ سال بکثرت غیر معمولی برکات لے کر آیا ہے جس کا تفصیلی ذکر مَیں آگے چل کر کروں گا۔ سردست صرف جمعۃ الوداع کے متعلق کچھ گذارشات کرنا چاہتا ہوں۔

آج کا دن وہ دن ہے کہ تمام دنیا میں مساجد اتنی بھر گئی ہیں کہ کبھی سارا سال بلکہ رمضان مبارک کے دوران بھی مساجد اس طرح نہیں بھری تھیں اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر اور کوئی بھی نیکی نہ ہو تو صرف جمعۃ الوداع کو حاضر ہو جانا ہی انکی بخشش کا سامان مہیا کر دے گا۔ بخشش کے کام تو اللہ کے ہیں وہ جس کو چاہے بخشتا ہے جس کو چاہے نہ بخشے مگر یہ وہم ہے کہ جمعۃ الوداع کو ایک ایسی اہمیت حاصل ہے کہ اس میں شمولیت سے خواہ سارا سال بدیوں میں مبتلا رہے انسان کے سارے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اس پہلو سے جب مَیں نے حدیثوں کا مطالعہ کیا تو پتہ لگا کہ حدیث میں کہیں جمعۃ الوداع کا کوئی ذکر نہیں۔ لیلۃ القدر کی اہمیت کا ذکر ہے مگر جمعۃ الوداع کی اہمیت کا کوئی ذکر کسی حدیث میں نہیں آتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرضی قصے بعد میں گھڑے گئے ہیں اور جب تنزل ہوا ہے مسلمانوں میں تو اس میں کسی وقت جمعۃ الوداع کا خیال آہستہ آہستہ راہ پکڑ گیا اور اس کی وجہ سے بہت سی خرابیاں لاحق ہوئی ہیں۔

یہ جمعہ نیکیوں کو وداع کرنے کا جمعہ نہیں ہے۔ یہ سب سے پہلی اور اہم بات ہے جو میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں۔ ہر سال جمعۃ الوداع کے موقع پر مَیں یہی پیغام دیا کرتا ہوں کہ یہ وداع نیکیوں کا وداع نہیں ہے کہ جس طرح بچے ٹاٹا کر دیتے ہیں کہ اچھا نیکیو! چھٹی ہوئی تم سے رخصت ہوئے بلکہ اگر جمعۃ الوداع کی کوئی اہمیت ہے تو صرف یہ اہمیت ہونی چاہئے کہ جمعۃ الوداع کے موقع پر اپنے سارے وہ سبق انسان دہرائے جو رمضانِ مبارک میں سیکھے تھے اور ان اسباق کو اپنے نفس پر چسپاں کرے اور پھر اگلے سال کی تیاری کرے۔ تو یہ وداع کے ساتھ استقبال کا بھی جمعہ ہے جس کے ساتھ اگلے سال کے رمضان کے استقبال کی ذہنی تیاری ہوتی ہے۔ تو مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ جماعت خصوصیت سے اس اہم بات کو یاد رکھے گی کہ جمعۃ الوداع کو محض رخصت کا جمعہ نہیں بلکہ استقبال کا جمعہ بھی قرار دیں گے اور اس استقبال کے جمعہ سے سب سے زیادہ اہم سبق جو رمضانِ مبارک میں ہم نے سیکھا ہے وہ نمازوں کی پابندی ہے۔ پانچ وقتہ نمازوں کی پابندی تو لازم ہے اس کے بغیر تو روزہ ہو ہی نہیں سکتا اور اس کے علاوہ تراویح یا تہجد کی نماز یہ تقریباً فرض کی طرح ہی سمجھنی چاہئے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے تہجد کی نماز میں مداومت اختیار فرمائی۔ پس یہ سبق ہے جو جماعت کو آئندہ سال کے لئے ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ آئندہ سال کے رمضان تک ہماری نیکیوں کو بقا بخشے اور ایک تسلسل عطا فرمائے۔

اب مَیں امسال جو خصوصیت سے بعض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے امور رونما ہوئے ہیں جن کو اتفاقی نہیں کہا جا سکتا ان کے اندر ضرور کوئی گہری حکمت ہوگی اور جو حکمتیں بھی لوگوں کی سمجھ میں آئی ہیں ان سے ایک نتیجہ ضرور اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ سال جماعت کے لئے غیر معمولی برکتوں کا سال ہوگا۔ کن معنوں میں ہوگا اللہ بہتر جانتا ہے۔ اب مَیں اس جمعہ میں جو اس سال کی خصوصیات ہیں ان کا خاص طور پر ذکر کرتا ہوں ان خصوصیات کی طرف میری توجہ تو نہیں گئی تھی مگر امام صاحب نے خصوصیت سے لکھ کر یہ نکات بھیجے کہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ سال ایک خاص سال ہے، کوئی عام سال نہیں اور ان نکات میں صادق محمد صاحب طاہر نے بھی اپنی طرف سے کچھ چیزیں شامل کر لیں جو درست ہیں مگر اب مَیں سب اکٹھی آپ کے سامنے پڑھ کر سناتا ہوں۔ اس سال کا آغاز جمعہ کے دن سے ہوا اور اختتام بھی جمعہ کے مبارک دن سے ہو رہا ہے۔ اس سال کے عین وسط میں دو جولائی کو بھی جمعہ کا مبارک روز تھا۔ 182 روز اس سے پہلے گزر چکے تھے اور 182 روز اس کے بعد آئے۔ اس سال کے آغاز کے وقت رمضان کا مبارک مہینہ تھا اور سال کا اختتام بھی رمضان کے مبارک مہینہ میں ہو رہا ہے۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ ایک ہی سال میں دو رمضان آئے ہیں۔ اس سال میں آنے والے رمضان مبارک کا آغاز جمعہ کے دن سے ہوا اور رمضان المبارک کا آخری دن بھی جمعۃ المبارک ہے۔ اس رمضان المبارک کے عین وسط میں یعنی پندرہ رمضان کو بھی جمعہ تھا۔

اس سال میں آنے والے رمضان مبارک میں جمعۃ المبارک کا دن پانچ دفعہ آیا ہے جو بہت شاذ ہوتا ہے۔ باوجود اس کے کہ تیس کا مہینہ نہیں 29 کا ہے مگر اس 29 کے مہینے میں بھی پانچ دفعہ جمعہ آیا ہے اور آخری عشرہ میں جمعۃ المبارک دوبارآیا ہے۔

اس سال میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے Friday the 10th یعنی دس تاریخ کا مبارک جمعہ دو بار رونما ہوا ہے ۔ پہلا موقع دس ستمبر کو تھا اور دوسرا دس دسمبر کو تھا جس روز رمضان کے مہینہ کا آغاز ہوا۔ یہ Friday the 10th نے جو برکتیں ہمارے لئے چھوڑی ہیں اور خاص طور پر میری صحت پر اس کا جو غیر معمولی اثر رونما ہوا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہے۔ اس سال میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم اور احسان سے ایک کروڑ آٹھ لاکھ بیس ہزار دو سو چھبیس افراد کے حلقہ بگوش احمدیت ہونے کا عظیم الشان نشان دکھایا۔ تاریخِ ادیانِ عالم میں اس قسم کا واقعہ پہلے کبھی رونما نہیں ہوا۔

احمدیت کے دائمی مرکز قادیان میں اس سال منعقد ہونے والے جلسہ سالانہ میں کُل حاضری اکیس ہزار سے زائد تھی جن میں سولہ ہزار نو مبائعین تھے۔ پس یہ بھی ایک غیر معمولی واقعہ ہے کہ اکیس ہزار آدمی بھی بہت بڑی بات ہے قادیان کے لئے مگر اس میں سولہ ہزار نو مبائعین ہوں۔ اس تعداد میں نو مبائعین کی جلسہ سالانہ میں شمولیت فتح ونصرت کا ایک اور سنگِ میل ہے۔ جہاں تک مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کا تعلق ہے اس سال پہلی بار ڈیجیٹل ٹرانسمیشن کو اپنا کر ترقی کے ایک نئے دور میں MTA داخل ہوئی ہے۔ باقی دنیا میں جو بڑی بڑی ٹیلی وژن کمپنیاں ہیں وہ بھی ڈیجیٹل پر جارہی ہیں اور آئندہ ڈیجیٹل کا زمانہ آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس سال جماعت احمدیہ کو بھی یہ توفیق مل گئی۔ اور امسال 11 راگست کو مکمل سورج گرہن ہوا جو سائنسی اعتبار سے غیر معمولی اہمیت رکھتا تھا۔ اور اسی سورج گرہن کے موقع پر مجھے بھی پہلی بار نماز خسوف پڑھانے کی توفیق ملی۔ امسال 22 ردسمبر کو رمضانِ مبارک کی چودھویں رات کا چاند غیر معمولی طور پر بڑا اور معمول سے بہت زیادہ روشن ہو کر چمکا۔ اس کے متعلق سائنسدان کہتے ہیں یہ واقعہ ایک سو تینتیس سال کے بعد ہوا اور چاند اتنا روشن تھا کہ اس کا نور کناروں سے چھلک رہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق بخشی کہ باوجود اس کے کہ یہ بادلوں کا مہینہ ہے اس وقت بالکل کوئی بادل نہیں تھا اور بالکل صاف یہ چاند لوگوں کو دکھائی دے رہا تھا جو نمازِ تہجد کے لئے اٹھے ہوئے تھے۔ مطلب ہے کہ جو تہجد پڑھتا تھا اسکو بھی اور جو دوسرے تھے ان کو بھی یہ چاند صاف دکھائی دے رہا تھا۔ آئندہ ایک سو سال تک سائنسدانوں کا خیال ہے کہ دوبارہ ایسا بھرا ہوا چاند دکھائی نہیں دے گا۔

اب مَیں آنحضور ﷺ کی چند احادیث آپ کے سامنے رکھتا ہوں جن میں نمازوں پر بھی زور

ہے اور غیر معمولی زور ہے اور پھر مالی قربانی پر بھی زور ہے۔ جس کی ضرورت پیش آئے گی کیونکہ اب وقفِ جدید کے آئندہ سال کا اعلان بھی ہونے والا ہے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضور ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ حضور ﷺ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور پانچوں وقت کی نمازیں پڑھو۔ تو یہ پانچ وقت کی نماز کا جو سبق ہمیں رمضان نے دیا ہے یہ جمعۃ الوداع نہیں حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضور ﷺ کی آخری نصیحت تھی جو مسلمانوں نے سنی اور اسی نصیحت کے متعلق یہ بھی فرمایا جو حاضر ہے وہ غیر حاضر کو آگے پہنچا دے۔ (ترمذی کتاب الجمعة باب ما ذکر فی فضل الصلٰوة)

سو آنحضور ﷺ کے اس ارشاد کی تعمیل میں اس نصیحت کو آپ لوگوں تک اب پہنچا رہا ہوں اور بَری الذمہ ہو رہا ہوں کہ نمازوں کی حفاظت کریں۔ یہاں رسول اللہ ﷺ نے تہجد پر زور نہیں دیا کیونکہ اصل پانچ نمازیں ہیں جو فرض ہیں۔ فرائض کی بات ہو رہی تھی، تہجد اس کے علاوہ ہے اور حضور اکرم ﷺ کی سنت سے ثابت ہے کہ ہمیشہ بلا ناغہ آپؐ نے تہجد پڑھی ہے۔ پھر فرماتے ہیں ''ایک مہینے کے روزے رکھو'' اپنے اموال کی زکوٰۃ دو اور جب مَیں کوئی حکم دوں اس کی اطاعت کرو اگر تم ایسا کرو گے تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خدا کی رضا کی خاطر جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا اجر تمہیں ضرور ملے گا۔

(بخاری کتاب الایمان باب انما الا عمال بالنیات)

حضرت ابو کبشہ انماری سے مروی ہے کہ انھوں نے آنحضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تین چیزوں کے بارے میں مَیں قسم کھا کر تمہیں بتاتا ہوں انھیں اچھی طرح یاد رکھو صدقہ بندے کے مال میں سے کچھ بھی کمی نہیں کرتا۔ یہ وہم ہے کہ صدقہ سے مال میں کمی آتی ہے۔ اللہ ہزار طریقے سے صدقہ دینے والوں کیا موال میں برکت ڈال دیتا ہے اور کمی کی بجائے کئی طریقوں سے اس کو بڑھاتا ہے۔ وہ لوگ جن کو مالی قربانی کی عادت ہے وہ جانتے ہیں کہ کئی قسم کے اخراجات ہی ہیں جو ہونے والے ہوتے ہیں وہ ٹل جاتے ہیں اور مالی قربانی کی برکت سے انسان کے اموال ہمیشہ بڑھتے ہیں کبھی بھی کم نہیں ہوئے۔ پھر فرمایا جب بندے پر ظلم کیا جائے اور وہ صبر سے کام لے تو اللہ تعالیٰ اسے اور عزت بخشتا ہے پھر فرمایا جس نے سوال کرنے کا دروازہ کھولا اللہ تعالیٰ اس کے لئے فقر اور محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

(ترمذی کتاب الزهد باب ماجاء مثل الدنیا مثل اربعة نفر)

پس یہ جو عادت ہے لوگوں سے مانگنے کی خواہ زبانِ حال سے ایسی شکل بنا کے مانگا جائے کہ بظاہر نہ بھی مانگو تب بھی مانگنا ہی مراد ہو یہ ناپسندیدہ بات ہے اس سے مال میں برکت کبھی نہیں پڑتی۔ ہمیشہ اس سے اموال میں کمی آتی ہے چنانچہ آنحضور ﷺ نے مانگنے کی عادت کی بڑی وضاحت کے ساتھ نہی فرمائی ہے۔ ہرگز مانگنے کی عادت نہیں ڈالنی چاہئے۔ بعض صحابہ نے تو آنحضرت ﷺ کے اس طرح زور دے کر مانگنے کے بارہ میں اتنی احتیاط برتی ہے کہ ایک صحابی گھوڑے پر سوار جا رہے تھے ان کے ہاتھ سے سانٹا گر گیا اترے گھوڑے کو ایک جگہ باندھا اور آ کے سانٹا پھر اٹھا لیا۔ ایک مسافر راہ گیر اور بھی دیکھ رہا تھا اس نے کہا آپ نے یہ کیا کیا ہے مجھے کہتے آرام سے آپ کو گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے آپ کا سانٹا پکڑا دیتا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ نہیں مَیں نے آنحضرت ﷺ سے خود یہ سنا ہے کہ مانگا نہ کرو۔ پس مَیں اتنی سختی سے اس پر عمل کرتا ہوں کہ مَیں نے یہ بھی پسند نہیں کیا کہ اپنا گرا ہوا سانٹا کسی سے مانگ لوں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا صدقہ دے کر آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور خرچ کرنے کی استطاعت ہو۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اتقو النار لو بشقِ تمرۃ)

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ایک کھجور بھی پاک کمائی میں سے اللہ کی راہ میں دی اور اللہ تعالیٰ پاک چیز کو ہی قبول فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کھجور کو دائیں ہاتھ سے قبول فرمائے گا اور اسے بڑھاتا چلا جائے گا یہاں تک کہ وہ پہاڑ جتنی ہو جائے گی جس طرح تم میں سے کوئی اپنے چھوٹے سے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے اور اسے بڑا جانور بنا دیتا ہے۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ من کسبٍ طیبٍ)

اب اس میں پیشِ نظر رکھنا چاہئے کہ کوئی کھجور یہ تو نہیں کہ واقعۃً بڑھ رہی ہے پہاڑ کی طرح ہو رہی ہے اور جنت میں وہ کھجور کا پہاڑ کسی کو مل جائے گا یہ سارے آنحضرت ﷺ کے نصائح کے طریق ہیں اور مراد یہ ہے کہ ایک کھجور اگر پہاڑ جتنی ہو سکتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی خاطر خلوص کے ساتھ قربانی کرنے والے کو اتنی برکت دے گا جیسے کھجور اور پہاڑ کا فرق ہوتا ہے۔ اتنی زیادہ برکات اس کو عطا ہونگی۔

حضرت ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا دو شخصوں کے سوا کسی پر رشک نہیں کرنا چاہئے ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اسے راہِ حق میں خرچ کر دیا دوسرے وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے سمجھ دانائی اور علم و حکمت دی جس کی مدد سے وہ لوگوں کے فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا بھی ہے۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ باب انفاق المال فی حقہٖ)

پس مال کی عطا کے ساتھ علم کی عطا بھی ہے اور قرآنِ کریم سے پتہ چلتا ہے اور احادیثِ نبوی سے

جو تشریح ملتی ہے کہ خدا کی راہ میں نہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے نہ علم خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔علم میں جو کمی نہیں آتی اس کو دنیا والے بھی سمجھتے ہیں کہ علم کی تقسیم سے علم بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا مگر مال کے متعلق ان کو سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیسے بڑھتا ہے مگر آنحضور ﷺ نے جو کچھ بھی فرمایا ہے برحق ہے اور ہمیں اپنی جماعت کے تجربے سے پتہ ہے کہ خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے والوں کے مال کم نہیں ہوا کرتے بڑھا کرتے ہیں۔

حضرت ابوھریرہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا بندہ جتنا کسی کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ اسے عزت میں بڑھاتا ہے۔جتنی زیادہ کوئی تواضع اور خاکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اسے بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔''

(مسلم کتاب البر و صلة باب استجاب العفو و التواضع)

یہاں رفع کا ذکر بھی ہے رَفَعَهُ اللّٰه اور اس کو ہم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفع کے متعلق بھی ایک نظیر کے طور پر پیش کیا کرتے ہیں۔ایک حدیث میں آتا ہے کہ خدا ایک زنجیر کے ذریعے اپنے متواضع بندے کو اٹھاتا ہے اس کا رفع کرتا ہے اور ساتویں آسمان تک پہنچا دیتا ہے۔کبھی یہ تو نہیں دیکھا ہم نے کہ کوئی بندہ سجدے میں گیا ہو اور کوئی زنجیر اترے اور اس کو اٹھا کے لے جائے مراد یہ ہے کہ ساتویں آسمان تک اس کی نیکیوں کی بنائی ہوئی زنجیر، اس کے تقویٰ کی زنجیر، اس کی فنا فی اللہ کی زنجیر، جتنا بھی اس کا مرتبہ مقرر کرتی ہے اتنا ہی وہ اٹھ جاتا ہے یہاں تک کہ آخری حد ساتواں آسمان ہے اور اس سے اونچا رفع سوائے آنحضرت ﷺ کے اور کسی کا نہیں ہوا۔

حضرت خریم بن فاتکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے اسے اس کے بدلہ میں سات سو گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔

(ترمذی کتاب فضائل الجهاد باب ماجاء فی فضل النفقة فی سبیل اللّٰه)

تو یہاں سات سو گنا کے متعلق بھی جیسا کہ مَیں بیان کر چکا ہوں کئی دفعہ یہ بات آپ کو سمجھائی جا چکی ہے کہ سات کا لفظ مراد یہ نہیں کہ سات سو گنا واقعۃً ملتا ہے جہاں قرآن کریم نے سات بالیوں کی مثال دی ہے، ایک دانے سے سات بالیاں نکلیں ان میں سات سو دانے ہوں وہاں ساتھ یہ بھی اللہ نے فرمایا ہے کہ جس کے لئے چاہے اس کو بڑھا بھی دیتا ہے۔تو پہلی کھجور والی حدیث تھی وہ اور دوسری احادیث کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے صاف پتہ چلتا ہے کہ سات سو کا لفظ ایک محاورہ بھی ہے اور عرفِ عام میں زمینداروں کے تجربہ میں بھی یہ بات آجاتی ہے کہ ایک دانہ سات سو دانوں میں تبدیل ہو جائے لیکن اصل جو بنیادی بات ہے وہ یہی ہے کہ نیکیاں ہیں جو بڑھتی ہیں اور سات سو گنا نہیں بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کے

حضور نمو پاتی ہیں۔اب حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات مَیں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔فرمایا۔

''اور یقیناً سمجھو کہ صرف یہی گناہ نہیں کہ مَیں ایک کام کے لئے کہوں اور کوئی شخص میری جماعت میں سے اس کی طرف کچھ التفات نہ کرے بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بھی گناہ ہے کہ کوئی کسی قسم کی خدمت کر کے یہ خیال کرے کہ مَیں نے کچھ کیا ہے''۔

(مجموعہ اشتہارات جدید ایڈیشن جلد2 صفحہ 614 اشتہار ستمبر 1903ء)

اب یہ بھی معرفت کی بات ہے خدمت کی توفیق کسی کو مل جائے اور وہ اپنے زعم میں یہ سمجھے کہ مَیں نے کچھ کر دیا ہے یہ بدی بن جاتی ہے اور خدمت نہیں رہتی۔پس ہر انسان کو یہی سمجھنا چاہئے کہ جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کی عطا تھی۔اس میں سے کچھ مَیں نے خرچ کر دیا اور بہت سا اپنے لئے بھی رکھ لیا۔پس یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ مجھے کچھ اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔اور جو خرچ اس دنیا میں انسان خدا کی راہ میں کرتا ہے آنحضورﷺ کی ایک اور حدیث کے مطابق وہی ہے جو اس کا ہے۔جو اس نے بچوں کے لئے پیچھے چھوڑ دیا وہ اس کا نہ رہا۔جو اس نے خرچ کر دیا وہ تلف ہو گیا لیکن جو اس کا ہے وہ خدا کے حضور اس کو ملے گا اور بڑھ چڑھ کر ملے گا، بڑھا چڑھا کر دیا جائے گا وہ وہی مال ہے جو انسان خدا کی خاطر خرچ کرتا ہے۔پھر حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''صدقات ایسی چیزیں ہیں کہ ان سے دنیوی منازل طے ہو جاتی ہیں اخلاقِ فاضلہ پیدا ہو جاتے ہیں اور بڑی بڑی نیکیوں کی توفیق دی جاتی ہے''۔

(الحکم 24 رفروری 1901ء نمبر 7 جلد 5 صفحہ 2)

اب خرچ کرنے سے صرف یہ مقصد نہیں کہ مال میں برکت پڑتی ہے بلکہ اخلاقِ فاضلہ پیدا ہوتے ہیں اور یہ بہت گہری بات ہے کہ جب انسان خدا کی خاطر خرچ کرتا ہے اس کے اخلاق میں بھی ترقی ہوتی ہے اور پھر ایک نیکی اور بڑی بڑی نیکیوں کی توفیق عطا فرماتی چلی جاتی ہے۔چنانچہ بہت سے لوگ ہیں جنھوں نے تھوڑا سا دینا شروع کیا اور رفتہ رفتہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ان کو تھوڑے کا ایسا چسکا پڑا کہ اس کے بعد زیادہ پھر اور زیادہ پھر اور زیادہ دینا شروع کر دیا تو حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بات بہت ہی صحیح فرمائی ہے کہ نیکیاں مال خرچ کرنے کے نتیجے میں عطا ہوتی ہیں اور بڑھتی چلی جاتی ہیں۔

پھر حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

''چاہئے کہ ہماری جماعت کا ہر ایک متنفس عہد کرے کہ میں اتنا چندہ دیا کروں گا۔کیونکہ

جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے عہد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے زرق میں برکت دیتا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 360)

اب یہ کثرت کے ساتھ نو مبائعین کا دور ہے اور ہم پوری توجہ کر رہے ہیں کہ ہر نو مبائع بھی خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی عادت ڈالے اور امید رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ یہ تحریک کامیاب ہوگی۔ ابھی تک تو اس کے بہت اچھے نتائج نکل رہے ہیں اور کثرت سے نو مبائعین خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی عادت ڈال رہے ہیں اور وقفِ جدید کی راہ میں بھی ان نئے آنے والوں کو بکثرت شامل ہونے کی توفیق مل رہی ہے۔

حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ آخری اقتباس مَیں نے رکھا ہے۔

’’اے عقلمندو! خدا کے راضی کرنے کا یہ وقت ہے کہ پھر نہیں ملے گا.......خدا کی راہ میں صدقِ دل سے خدمت کے لئے حاضر ہو جانا ایک ایسا مبارک امر ہے جو درحقیقت اور تمام مشکلات اور آفات کا علاج ہے۔ پس جس کو یقین ہے کہ خدا برحق ہے اور دین و دنیا میں اس کی عنایات کی حاجت ہے اس کو چاہئے کہ اس مبارک موقع کو ہاتھ سے نہ دے اور بخل کے دق میں مبتلا ہو کر اس ثواب سے محروم نہ رہے۔ اس عالی سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے وہی لائق ہے جو ہمت بھی عالی رکھتا ہو اور نیز آئندہ کے لئے ایک تازہ اور سچا عہد خدا تعالیٰ سے کرلے کہ وہ حتی الوسع بلا ناغہ ہر ایک مہینہ میں اپنی مالی امداد سے ان دینی مشکلات کے رفع کرنے کے لئے سعی کرتا رہے گا‘‘۔

(مجموعہ اشتہارات جدید ایڈیشن جلد 2 صفحہ 314،315 اشتہار 4 ر اکتوبر 1899ء)

اب مَیں وقفِ جدید کے نئے سال کے آغاز کا اعلان کرتا ہوں۔ اس سلسلہ میں جو چند امور آپ کے سامنے رکھنے کے لئے چنے ہیں لمبی فہرست میں سے اس کو مختصر کر کے آپکے سامنے رکھا جا رہا ہے کیونکہ اعداد و شمار کی بحث میں عموماً لوگ زیادہ دلچسپی نہیں رکھتے کیونکہ وہ ان کو پوری طرح سمجھ نہیں آسکتے اس لئے کوشش کی جاتی ہے کہ ہر دفعہ کے اعداد و شمار ایسے آسان طریقے پر بیان ہوں کہ سب کو ان کی سمجھ آسکے۔

مختصر تعارف یہ ہے کہ وقفِ جدید کا آغاز 27 ر دسمبر 1957ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت مصلحِ موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا اور عجیب اتفاق ہے کہ حضرت مصلحِ موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود مجھے بلا کر یہ بات سمجھائی کہ مَیں نے پہلا نام تمہارا رکھا ہے۔ اس کی حکمت اس وقت تو مجھے سمجھ نہیں آسکی کیونکہ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر بھی ہمارے وقفِ جدید کے صدر رہے ہیں ان کا نام دو پہ رکھنے کی کیا حکمت تھی شاید یہ مراد ہو کہ میرا وقف جدید سے گہرا تعلق ہونا تھا اور وقفِ جدید کے سلسلے میں جتنے دورے

پاکستان بھر کی دیہاتی جماعتوں کے کرنے کی مجھے توفیق ملی ہے شاید کسی انسپکٹر کو بھی اس طرح دوروں کی توفیق نہ ملی ہو اور اندرونی طور پر سب لوگوں کی کمزوریاں اور برائیاں دیکھنے کا موقع مل گیا کلمہ تک درست کروانے کا موقع ملا۔ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہہ تو دیتے ہیں مگر بعض دفعہ اس کا تلفّظ بھی بگڑا ہوا ہوتا ہے اور پھر ان بنیادی چیزوں کے معانی سورۃ فاتحہ کے معنی یہ بیان کرنے کا بھی اس سفر میں مجھے موقع ملتا رہا تو اللہ تعالیٰ کا غیر معمولی احسان ہے کہ وقفِ جدید سے میری بچپن ہی سے ایک نسبت قائم ہوئی ہے جو اللہ کے فضل کے ساتھ اس تحریک کے لئے بھی برکت کا موجب بنی ہے۔

امسال اس لحاظ سے یکم جنوری 2000ء سے اس تحریک کا تینتالیسواں سال شروع ہو گیا ہے۔ 1966ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے وقفِ جدید کے دفتر اطفال کا اجراء فرمایا۔ تاکہ بچپن ہی سے دلوں میں اس تحریک میں شمولیت کا احساس پیدا ہو اور بڑھتا چلا جائے۔ 27/دسمبر 1985ء کو مَیں نے یہ تحریک پہلی بار پوری دنیا تک وسیع کرنے کا اعلان کیا اس سے پہلے یہ تحریک صرف پاکستان ہندوستان اور بنگلہ دیش تک ہی محدود سمجھی جاتی تھی یعنی وہاں کے (احمدی) اس کی مالی قربانی میں حصہ لیا کرتے تھے مجھے خیال آیا کہ ساری دنیا کا حق ہے کہ اس مالی قربانی سے ان کو کیوں محروم کیا جائے چنانچہ پہلی بار سب دنیا میں اس تحریک کو وسعت دینے کا اعلان کیا۔

اس پندرہ سال کے عرصہ میں اب تک یہ تحریک پورے 100 ممالک میں پھیل چکی ہے۔ اس پہلو سے یہ سال وقفِ جدید کے لئے بھی ایک نمایاں سنگِ میل بن کر ابھرا ہے اس نئے سال کی برکات میں سے یہ بھی ایک نمایاں برکت ہے الحمدللہ۔ اس وقت تک موصولہ رپورٹوں کے مطابق وقفِ جدید کی کل وصولی دس لاکھ چوہتر ہزار پانچ سو پاؤنڈ بنتی ہے 10,74500 پاؤنڈوں میں ہے یعنی روپوؤں کو بھی پاؤنڈوں میں تبدیل کیا ہے یہ وصولی گزشتہ سال کی وصولی سے اکیالیس ہزار پانچ سو پاؤنڈز زیادہ ہے اور اسی طرح وقفِ جدید کے مجاہدین کی تعداد میں بھی اس سال 24,538 (چوبیس ہزار پانچ صد اڑتیس) کا اضافہ ہوا ہے۔ جن میں سے ایک بڑی تعداد نومبایعین کی ہے۔

امریکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے امسال بھی وقفِ جدید کی مالی قربانی میں دنیا بھر میں اوّل رہا ہے۔ جہاں تک نئے مجاہدین کو شامل کرنے کا تعلق ہے اس میں بھی امریکہ کا کام نمایاں ہے انھوں نے امسال پانچ سو نواسی نئے مجاہدین بنائے ہیں جن میں سے انچاس نومبائعین ہیں یعنی امریکہ میں ہی امسال جنھوں نے احمدیت میں شمولیت اختیار کی انھوں نے وقفِ جدید میں بھی حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ پاکستان کو جو امریکہ کے بعد امسال بھی دوسرے نمبر پر ہے شدید اقتصادی مشکلات کے باوجود مقررہ

ٹارگٹ سے بڑھ کر ادائیگی کی توفیق ملی ہے۔ الحمدللہ جماعت جرمنی حسبِ سابق دنیا بھر میں تیسرے نمبر پر ہے۔ برطانیہ نے امسال جرمنی سے آگے بڑھنے کے لئے بہت زور مارا مگر کچھ پیش نہیں گئی۔ برطانیہ نے کچھ رونڈ بھی مارے اس میں۔ وہ اس طرح کہ دوسرے اموال میں سے جو جماعت کی عام کمائی میں سے بچے ہوئے تھے اس میں سے وقفِ جدید میں بھی ڈال دیئے اور کچھ نہیں تو اس طرح جرمنی کو پیچھے چھوڑ دیں گے۔ مگر زندہ باد جرمنی کہ انھوں نے آگے نہیں نکلنے دیا اور اپنی تیسری پوزیشن کو بحال رکھا اس پہلو سے مجموعی وصولی کے لحاظ سے بالترتیب پہلی دس جماعتوں کے نام یہ ہیں امریکہ نمبر 1، پاکستان نمبر 2، جرمنی نمبر 3، برطانیہ نمبر 4، کینیڈا نمبر 5، بھارت نمبر 6، سوئٹزرلینڈ نمبر 7، انڈونیشیا نمبر 8، جاپان نمبر 9، بیلجیم نمبر 10۔

امسال وقفِ جدید میں نمایاں کام کرنے والوں میں ناروے بھی ہے برما، ہالینڈ، فرانس، ماریشس اور بوسنیا بھی قابلِ ذکر ہیں۔ بوسنیا اس لحاظ سے قابلِ ذکر ہے کہ گزشتہ سال پہلی بار بوسنیا کو وقفِ جدید میں شمولیت کی توفیق ملی اور یہ آغاز صرف چھ مجاہدین وقفِ جدید کے ذریعہ ہوا جبکہ اس سال انتیس (29) مجاہدین نے وقفِ جدید میں شرکت کی۔ کئی نئی جماعتوں کو بھی پہلی بار وقفِ جدید میں شامل ہونے کی توفیق ملی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ سال ایک سو تک پہنچا ہے۔ نئی جماعتیں کل ملا کر ایک سو یہ جماعتیں بن جاتی ہیں مڈغاسکر، بلغاریہ، چیک ریپبلک، سلواک، گنی کناکری، مالی، ملاوی، برونڈی، مراکش، تیونس، آسٹریا، یونان، بھوٹان، نیپال، البانیہ، مقدونیہ اور ایتھوپیا۔ اس طرح الحمدللہ کہ امسال سترہ نئے ممالک وقفِ جدید میں شامل ہوئے جن میں آخری شامل ہونے والا ایتھوپیا ہے۔ حبشہ جسے کہتے ہیں اور یہ صرف دو چار دن پہلے ہی اطلاع ملی ہے کہ ایتھوپیا کو بھی وقفِ جدید میں شامل ہونے کی توفیق مل گئی ہے۔

پاکستان کی جماعتوں میں وقفِ جدید کی مجموعی وصولی کے لحاظ سے ربوہ کو حسبِ سابق اوّل مقام حاصل ہے اور ربوہ وقفِ جدید دفتر اطفال میں بھی اس سال اوّل رہا ہے دیگر نمایاں خدمت کرنے والے اضلاع میں یہ اسی ترتیب سے ہے۔ جس ترتیب سے انھوں نے خدمت میں حصہ لیا ہے اور آگے بڑھے ہیں۔ کراچی، لاہور، اسلام آباد، راولپنڈی، سیالکوٹ، فیصل آباد، شیخوپورہ، گوجرانوالہ، عمرکوٹ، بہاولنگر، گجرات، سرگودھا، نارووال یہ شامل ہیں۔ اب اس خطبے کا میں اختتام کرتا ہوں جتنی ساری باتیں متفرق سمیٹنے والی تھیں کوشش کی ہے ان سب کو میں نے سمیٹ لیا ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل لندن 18 فروری 2000ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 5 رجنوری 2001ء بیت الفضل لندن

تشہد وتعوذ اورسورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْہِ ط فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَاَنْفَقُوْا لَھُمْ اَجْرٌ کَبِیْرٌ ۔ (الحدید: 8)

اس کا سادہ ترجمہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور خرچ کرو اس میں سے جس میں اس نے تمہیں جانشین بنایا۔ پس تم میں سے وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کیا ان کیلئے بہت بڑا اجر ہے۔

اسی انفاق فی سبیل اللہ کے سلسلہ میں مَیں نے کچھ حدیثیں اور کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات جمع کئے ہیں یہ اس لئے کہ آج وقف جدید کے نئے سال کا اعلان ہونا ہے اس لئے آیات بھی وہی ہیں جن کا انفاق فی سبیل اللہ سے تعلق ہے، اقتباسات بھی وہی ہیں جن کا انفاق فی سبیل اللہ سے تعلق ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کوئی بھی دن لوگوں پر ایسا نہیں چڑھتا کہ جس میں دو فرشتے نہ اترتے ہوں ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے کو مزید دے جبکہ دوسرا کہتا ہے اے اللہ تو روک رکھنے والے کو بربادی دے کیونکہ جو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ،روک رکھتے ہیں، انکے مال برباد کر دے۔

ایک روایت بخاری کتاب الزکوٰۃ سے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہمیں صدقہ کا حکم دیتے تھے۔ ہم میں سے بعض بازار چلے جاتے اور بار برداری اور مُد (یعنی ماپنے کا پیمانہ) کے برابر کماتے اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے اور اس کے نتیجہ میں آج یہ حال ہے کہ ان لوگوں میں سے بعضوں کے پاس لاکھوں ہے ۔تو اللہ اپنی راہ میں خرچ کرنے والے کو صرف آخرت میں نہیں، اس دنیا میں بھی جزا عطا فرماتا ہے اور یہ تو ہم نے بارہا مشاہدہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنیوالوں کے اموال میں اس دنیا میں بہت برکت پڑتی ہے۔

اپنے فارسی منظوم کلام میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ۔اس کا

ترجمہ پیش ہے۔

''اگر اسلام کی تائید میں تم اپنی سخاوت کا ہاتھ کھول دو تو فوراً تمہارے اپنے لئے بھی قدرت کا ہاتھ نمودار ہو جاتا ہے۔ اس کی راہ میں خرچ کرنے سے کوئی مفلس نہیں ہو جایا کرتا۔ اگر ہمت پیدا ہو جائے تو خدا خود ہی مددگار بن جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے انصار کی طرف دیکھو کہ کس طرح انہوں نے کام کیا تا کہ تمہیں پتہ لگے کہ دین کی مدد کرنے سے دولت کا منبع پیدا ہو جاتا ہے۔''

پھر آپ فرماتے ہیں۔

''یہ ایک ایسا مبارک وقت ہے کہ تم میں وہ خدا کا فرستادہ موجود ہے جس کا صدہا سال سے اُمتیں انتظار کر رہی تھیں اور ہر روز خدا تعالیٰ کی تازہ وحی تازہ بشارتوں سے بھری ہوئی نازل ہو رہی ہے اور خدا تعالیٰ نے متواتر ظاہر کر دیا ہے کہ واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 613 اشتہار ستمبر 1903ء)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

''میں جو بار بار تاکید کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو یہ خدا تعالیٰ کے حکم سے ہے کیونکہ اسلام اس وقت تنزل کی حالت میں ہے۔...... پس اس کی ترقی کیلئے سعی کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور منشاء کی تعمیل ہے اسلئے اس راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ سمیع و بصیر ہے۔ یہ وعدے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے لئے دے گا میں اسکو چند گنا برکت دوں گا۔ دنیا ہی میں اسے بہت کچھ ملے گا اور مرنے کے بعد آخرت کی جزا بھی دیکھ لے گا کہ کس قدر آرام میسر آتا ہے۔ غرض اس وقت میں اس امر کی طرف تم سب کو توجہ دلاتا ہوں کہ اسلام کی ترقی کیلئے اپنے مالوں کو خرچ کرو۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 669)

اب ان اقتباسات کے بعد وقف جدید کے چند کوائف مختصر پیش کر کے تو پھر نئے سال کے آغاز کا اعلان کرتا ہوں۔

27ردسمبر 1957ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے وقف جدید کی تحریک جاری فرمائی احمدی بچوں کے دلوں میں اس تحریک کی محبت بچپن سے ہی پیدا کرنے کی خاطر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے

1966ء میں وقف جدید کے دفتر اطفال کا اجراء فرمایا پہلے یہ تحریک پاکستان اور ہندوستان تک ہی محدود تھی۔ مَیں ضمناً بتا دیتا ہوں کہ وقف جدید کا سب سے پہلا نام ممبر کے طور پر میرا تھا یعنی حضرت مصلح موعودؓ نے میرا نام نمبر ایک پر رکھا تھا۔ پھر شاید حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر دو نمبر پر لیکن جہاں تک وقف جدید کی مجلس کی صدارت کا تعلق ہے ہمیشہ تا حیات حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر ہی رہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1966ء میں وقف جدید کے دفتر اطفال کا اجرا فرمایا۔

پہلے یہ تحریک پاکستان اور ہندوستان تک ہی محدود تھی پھر مَیں نے یعنی اس خاکسار نے 27/دسمبر 1985ء کو یہ تحریک پوری دنیا تک وسیع کر دی اور اب دنیا کے ایک سو سات ممالک میں یہ تحریک جاری ہو چکی ہے۔ 31/دسمبر 2000ء کو وقف جدید کا تینتالیسواں (43واں) سال اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضلوں کو سمیٹتے ہوئے اختتام پذیر ہوا اور یکم جنوری 2001ء سے ہم وقف جدید کے چوالیسویں (44ویں) سال میں داخل ہو چکے ہیں۔ جو سال اختتام پذیر ہوا ہے یہ صدی کا آخری سال تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس سال جماعت احمدیہ کو وقف جدید کے میدان میں نمایاں قربانی پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ رپورٹوں کے مطابق کل وصولی بارہ لاکھ 51 ہزار 782 پاؤنڈ ہے یعنی روپوؤں کو جب پاؤنڈوں میں تبدیل کر لیا جائے مارکس وغیرہ کو بھی تو پھر یہ بنتی ہے۔ 12,51,782 پاؤنڈ ہے جو کہ گزشتہ سال کی وصولی کے مقابل پر ایک لاکھ ستتر ہزار (1,77,000) پاؤنڈ زیادہ ہے۔ الحمدللہ۔

امریکہ کی جماعت کو بھی حسب سابق وقف جدید میں دنیا بھر میں اول آنے کی توفیق عطا فرمائی گئی ہے۔ ساری دنیا کی جماعتوں میں امریکہ کی جماعت وقف جدید کے چندہ میں اول ہے۔ اس کے بعد نمبر دو پاکستان باوجود اس کے کہ آج کل بڑے سخت مالی حالات سے گزر رہا ہے پھر بھی اس سال ٹارگٹ سے بڑھ کر ادائیگی کی توفیق پائی اور اپنی دوسری پوزیشن کو قائم رکھا۔ جرمنی حسب سابق تیسرے نمبر پر ہے اور انگلستان حسب سابق چوتھے نمبر پر اور کینیڈا پانچویں نمبر پر۔

جہاں تک وقف جدید کے چندہ کا تعلق ہے اس سے بہت زیادہ اہم یہ امر ہے کہ مجاہدین کی تعداد زیادہ بڑھے کیونکہ جن لوگوں کو خصوصاً نومبائعین کو شروع سے ہی طوعی چندوں کی توفیق عطا ہوتی ہے وہ پھر آگے بہت بڑھ بڑھ کر، دل کھول کر چندہ دینے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ مجاہدین کی تعداد اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو لاکھ اٹھانوے ہزار سے تجاوز کر چکی ہے اور گزشتہ سال کے مقابل پر اس میں اکتیس ہزار افراد کا اضافہ ہوا ہے۔ تعداد میں اضافہ ہندوستان میں زیادہ ہوا ہے۔ امسال انہوں نے چودہ ہزار سات سو انتیس (14,729) نئے مجاہدین بنائے ہیں اور 14,729 میں سے اکثر جو نئے مجاہدین ہیں وہ نئے احمدی ہوئے

ہیں اللہ کے فضل کے ساتھ۔

چندہ بالغان میں پاکستان کی جماعتوں میں اول کراچی ،دوئم ربوہ ،اورسوئم لاہور ہیں اور چندہ دفتر اطفال میں یہ بالکل الٹ جاتا ہے معاملہ۔ بالغاں میں اول کراچی ،دوئم ربوہ اورسوم لاہور ہیں ۔دفتر اطفال میں اول ربوہ ،دوئم لاہوراورسوئم کراچی ہیں ۔اس کے ساتھ ہی ان مختصر کوائف کے بعد میں وقف جدید کے سال نو کے آغاز کا اعلان کرتا ہوں ۔

(خطبہ ثانیہ سے قبل حضورانور نے گرم پانی کا گھونٹ لیتے ہوئے فرمایا: مجھے جو دوائی علاج کیلئے مل رہی ہے،اس کے ساتھ منہ کی خشکی بھی شامل ہوتی ہے۔ یہ ویسے میرے منہ کی خشکی نہیں، یہ دوا کا اثر ہے)

(الفضل انٹرنیشنل لندن 9رفروری 2001ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 4 /جنوری 2002ء بیت الفضل لندن

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا۔

تحریک جدید کے سال نو کے اعلان کے وقت مَیں نے اللہ تعالیٰ کی صفت رازق اور رزّاق کے موضوع پر خطبہ بیان کیا تھا۔ آج انشاء اللہ تعالیٰ وقف جدید کے نئے سال کا اعلان ہونا ہے۔ اس موقع پر میں صفت رزّاقیت کے مضمون ہی کو آگے بڑھاؤں گا اور جو حصہ باقی بچے گا وہ انشاء اللہ آئندہ خطبہ میں بیان کیا جائے گا۔

پہلی آیت سورۃ الرعد کی 27 ویں آیت ہے اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ط وَ فَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ط وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ۔ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے اور تنگ بھی کرتا ہے اور وہ لوگ دنیا کی زندگی پر ہی خوش ہو گئے ہیں اور آخرت میں دنیا کی زندگی کی حقیت ایک معمولی سامانِ عیش کے سوا کچھ نہ ہوگی۔

دوسرا ہے اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کیلئے چاہے اس کے لئے رزق تنگ کر دیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

اب سورۃ الروم کی آیت 38 ویں ہے۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور تنگ بھی کرتا ہے۔ یقیناً اس میں ایمان لانے والی قوم کیلئے بہت سے نشانات ہیں۔

پھر سورۃ السبا کی چالیسویں آیت ہے۔ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ط وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ج وَ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ تو کہہ دے کہ یقیناً میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے اور کبھی اس کیلئے رزق تنگ بھی کر دیتا ہے اور جو چیز بھی تم خرچ کرتے ہو تو وہی ہے جو اس کا بدلہ دیتا ہے اور وہ رزق عطاء کرنے والوں میں سے سب سے بہتر ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں خوراک کی قیمتیں بڑھ گئیں تو لوگوں نے آپؐ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہمارے لئے قیمتیں مقرر فرمادیں۔ آپؐ

نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ ہی قیمتیں مقرر فرمانے والا ہے، تنگی پیدا کرنے والا ہے، فراخی عطا کرنے والا ہے اور رزق دینے والا ہے۔ اور مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ مَیں اپنے رب سے ایسے حال میں ملوں گا کہ تم میں سے کوئی ایک بھی نہیں ہوگا جو کسی خونی یا مالی جھگڑے کے بارہ میں ظلم کا الزام دے کر مجھ سے بدلہ کا مطالبہ کر سکے۔

(ترمذی کتاب البیوع باب ماجاء فی التسعیر)

اس حدیث میں خاص طور پر یہ بات قابل ذکر ہے اور آنحضرت ﷺ کا بیان فرمودہ بہت ہی عمدہ اقتصادی اصول ہے۔ اقتصادی اصولوں کو جبراً حکومت کی وجہ سے تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کوئی مہنگائی ہو رہی ہے تو زبردستی مہنگائی کم کریں گے تو وہ چیزیں ایک دم غائب ہو جائیں گی جو مارکیٹ سے کم سے کم کچھ مہنگی قیمت پہ مل تو جاتی تھیں۔ تو یہ ایسا بنیادی اصول آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے جس کے نتیجہ میں یہ سبق ہمیشہ کیلئے ہمیں ملتا ہے کہ اقتصادیات پر جبر کوئی نہیں ہوا کرتا۔ آنحضرت ﷺ نے انکار فرما دیا کہ مَیں ہرگز اقتصادی جبر نہیں کروں گا۔ جس قیمت پر جو ملتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قانون بنایا ہے اسکے مطابق عمل کرو۔

ابن ماجہ کتاب الادب میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو استغفار کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے ہر غم سے رہائی کی راہ نکال دیتا ہے اور ہر تنگی سے سہولت پیدا کر دیتا ہے اور اسے ان راہوں سے رزق عطا کرتا ہے جس کا وہ گمان نہیں کر سکتا۔

اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”قبض و بسط رزق کا سِرّ ایسا ہے کہ انسان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ (سمجھ میں نہیں آتا کیوں کسی کا رزق کم کیا گیا ہے، کیوں کسی کا رزق زیادہ کیا گیا ہے۔) ایک طرف مومنوں سے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں وعدے کئے ہیں مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (الطلاق:4)۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اسکے لئے اللہ کافی ہے۔ پھر ہے مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًاوَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق:3،4) جو اللہ تعالیٰ کیلئے تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ اس کو معلوم بھی نہیں ہوتا...... پھر باوجود ان وعدوں کے دیکھا جاتا ہے کہ کئی آدمی ایسے دیکھے جاتے ہیں جو صالح اور متقی اور نیک بخت ہوتے ہیں اور ان کا شعارِ اسلام صحیح ہوتا ہے مگر وہ رزق سے تنگ ہیں۔ رات کو ہے تو دن کو نہیں، دن کو ہے تو رات کو نہیں۔......

اس قسم کے واقعات ہوتے ہیں مگر تجربہ دلالت کرتا ہے کہ یہ امور خدا کی طرف منسوب

نہیں ہو سکتے۔ ہمارا یہ مذہب ہے کہ وہ وعدے جو خدا تعالیٰ نے کئے ہیں کہ متقیوں کو خود اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں بیان کیا ہے یہ سب سچے ہیں۔ اور سلسلہ اہل اللہ کی طرف دیکھا جاوے تو کوئی ابرار میں سے ایسا نہیں ہے کہ بھوکا مرا ہو۔ مومنوں نے جن پر شہادت دی اور جن کو اتقیاء مان لیا گیا ہے یہی نہیں کہ وہ فقر و فاقہ سے بچے ہوئے تھے گو اعلیٰ درجہ کی خوشحالیاں نہ ہوں مگر اس قسم کا اضطراری فقر و فاقہ بھی کبھی نہیں ہوا کہ عذاب محسوس کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فقر اختیار کیا ہوا تھا مگر آپ ﷺ کی سخاوت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود آپؐ نے اختیار کیا ہوا تھا نہ کہ بطور سزا تھا۔ غرض اس راہ میں بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ بعض ایسے لوگ دیکھے جاتے ہیں کہ بظاہر متقی اور صالح ہوتے ہیں مگر رزق سے تنگ ہوتے ہیں۔ ان سب حالات کو دیکھ کر آخر یہی کہنا پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے وعدے تو سب سچے ہیں لیکن انسانی کمزوری ہی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 252، 253)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:۔

''معاش کی تنگی اور دوسری تنگیوں سے راہِ نجات تقویٰ ہی ہے ......کوئی یہ نہ کہے کہ کفار کے پاس بھی مال و دولت اور املاک ہوتے ہیں اور وہ اپنی عیش و عشرت میں منہمک اور مست رہتے ہیں۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ دنیا کی آنکھ میں بلکہ ذلیل دنیاداروں اور ظاہر پرستوں کی آنکھ میں خوش معلوم دیتے ہیں مگر درحقیقت وہ ایک جلن اور دُکھ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تم نے ان کی صورت کو دیکھا ہے مگر مَیں ایسے لوگوں کے قلب پر نگاہ کرتا ہوں۔ وہ ایک سعیر اور سلاسل و اغلال میں جکڑے ہوئے ہیں۔''

(الحکم جلد 5 نمبر 11۔ 24/ مارچ 1901ء صفحہ 3)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا، اس کو اللہ تعالیٰ ایسے طور سے رزق پہنچائے گا کہ جس طور سے معلوم بھی نہ ہوگا۔ رزق کا خاص طور سے اس واسطے ذکر کیا کہ بہت سے لوگ حرام مال جمع کرتے ہیں اگر وہ خدا تعالیٰ کے حکموں پر عمل کریں اور تقویٰ سے کام لیویں تو خدا خود ان کو رزق پہنچاوے۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ 374)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

''اصل رازق خدا تعالیٰ ہے۔ وہ شخص جو اس پر بھروسہ کرتا ہے کبھی رزق سے محروم نہیں رہ سکتا۔ وہ ہر طرح سے اور ہر جگہ سے اپنے پر توکل کرنے والے شخص کے لئے رزق پہنچا تا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرے اور توکل کرے، مَیں اس کیلئے آسمان سے برساتا اور قدموں سے نکالتا ہوں۔ پس چاہیے کہ ہر ایک شخص خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔''

(بدر جلد 6 نمبر 38۔ 19 ستمبر 1907 صفحہ 7)

پھر یہ آیت قرآنی **قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خِلٰلٌ** (ابراہیم:32) تُو میرے ان بندوں سے کہہ دے جو ایمان لائے ہیں کہ وہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے مخفی طور پر بھی اور علانیہ طور پر بھی خرچ کریں پیشتر اس کے وہ دن آجائے جس میں کوئی خرید وفروخت نہیں ہوگی اور نہ کوئی دوستی (کام آئے گی)۔

جو علانیہ ہے یہ بھی دکھاوے کی خاطر نہیں ہے بلکہ اس غرض سے ہے تاکہ دوسروں کو بھی تحریک ہو تو ہر شخص کی نیتوں کا حال اللہ بہتر جانتا ہے۔ اگر اس نیت سے کوئی علانیہ بھی کرتا ہے کہ میرے علانیہ خرچ کرنے سے دوسروں کو تحریک ہوگی تو اس کی اجازت ہے۔ اگر کوئی مخفی اس لئے خرچ کرتا ہے کہ میرے نفس میں موٹائی نہ آجائے، مجھے اپنے نفس کی طرف سے دھوکہ نہ لگ جائے تو یہ اور بھی بہتر ہے۔ تو ہمارے چندوں کی تحریک میں بھی یہ دونوں طریق جائز ہیں۔ علانیہ بھی کئے جاتے ہیں۔ لیکن جو شخص دکھاوے کیلئے کرتے ہیں اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ پھر چندہ ادا نہیں کیا کرتے وہ صرف وعدے بڑے بڑے لکھا دیتے ہیں پھر ان کو کبھی بھی چندہ ادا کرنے کی توفیق نہیں ملتی۔

پھر سورۃ فاطر کی آیت 30 ہے: **اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً یَّرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ** (سورۃ فاطر:30) یقیناً وہ لوگ جو کتاب اللہ پڑھتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور اسمیں سے جو ہم نے ان کو عطا کیا ہے پوشیدہ بھی خرچ کرتے ہیں اور اعلانیہ بھی وہ ایسی تجارت کی امید لگائے ہوئے ہیں جو کبھی تباہ نہیں ہوگی۔

دیکھو دنیا کی تجارتیں تو تباہ ہوتی رہتی ہیں اور بڑی بڑی تجارتیں بھی، کتنی بڑی بھی ہوں، لاکھوں کروڑوں کی ہوں وہ بھی جب کام ٹوٹتا ہے تو پتہ بھی نہیں لگتا کہ پیسے گئے کہاں۔ بعض لوگ اپنی حماقت کی

وجہ سے ناجائز تعلقات پر خرچ کرتے ہیں۔ابھی تجارت شروع بھی نہیں ہوئی ہوتی،اس امید پر کہ تجارت کا مال بہت آئے گا وہ اپنے خرچ بڑھا دیتے ہیں۔ایسے لوگوں کو ہمیشہ بے برکتی ہوتی ہے۔تو رزق کا حال تو اللہ بہتر جانتا ہے وہ دلوں کو جانتا ہے اسلئے اس کے مطابق ان سے سلوک کرتا ہے۔اس لئے یہ خیال غلط ہے کہ کوئی کہہ دے کہ نیک اولاد تھی پھر کیوں اس کو ایسا ہوا۔اس کے دل کے اوپر اللہ تعالیٰ کی نظر ہے وہ اگر دکھاوے کے لیے بات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں کبھی برکت نہیں ڈالے گا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے ابن آدم! اگرتُو مال خرچ کرے گا تو یہ تیرے لئے بہتر ہوگا اور اگر تُو اسے روکے گا تو یہ تیرے لئے بہت بُرا ہوگا۔ ہاں ایسی حالت میں تجھ پر کوئی ملامت نہیں کہ جب تُو بمشکل گزارہ کر رہا ہو اور تُو اس سے شروع کر جس کا نان ونفقہ تیرے ذمہ ہے۔اور (یادرکھ) اوپر کا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(مسند احمد بن حنبل باقی مسند الانصار)

حضرت حارثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: صدقہ (یعنی اللہ کی راہ میں مال خرچ) کیا کرو کیونکہ تم پہ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ جب ایک شخص اپنا صدقہ (یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کیا جانے والا مال) لئے پھرے گا مگر جس کو وہ دیا جاتا ہے وہ کہے گا کہ اگر تو اسے کل لاتا تو مَیں قبول کر لیتا مگر میں آج نہیں کروں گا۔

(سنن نسائی ۔کتاب الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقۃ)

بخاری کتاب التمنّی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

صرف دو آدمی ایسے ہیں جن کے بارہ میں حسد (یعنی رشک) جائز ہے۔ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا کیا ہو اور وہ دن رات اس کی تلاوت کرتا ہو۔(اس پر رشک کرنے والا کہتا ہے) کاش مجھے بھی ویسی چیز دی جاتی جو اسے دی گئی ہے تو میں ویسے ہی کرتا جیسے یہ کرتا ہے۔اور دوسرا شخص وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو جس کو وہ وہاں خرچ کرتا ہے جہاں خرچ کرنے کا حق ہے (اس پر رشک کرنے والا کہتا ہے) کاش مجھے بھی ویسی چیز دی جاتی جو اسے دی گئی تو مَیں بھی ویسے ہی کرتا جیسے یہ کرتا ہے۔

(بخاری ۔کتا ب التمنّی باب تمنّی القرآن والعلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب عورت اپنے گھر کے خرچ میں سے کچھ خرچ کرتی ہے، بشرطیکہ اس سے فساد پیدا نہ ہو،تو اس کو اس کے خرچ کرنے

کی وجہ سے اجر ملے گا جبکہ اس کے خاوند کو بھی اسکا اجر ملے گا کیونکہ وہ مال وہی کما کر لایا ہے۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اجر المرأۃ اذا تصدقت او اطعمت من بیت زوجھا......)

اب شرط اسکی یہی ہے کہ مال خاوند نے کمایا ہو۔ بعض لوگ بیویوں کی کمائی پر بیٹھے رہتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں اور اس میں جو وہ خرچ کرتے ہیں اور ان کا کوئی خرچ نہیں ہے۔ اصل خرچ وہی ہے جو خاوند کما کر لائے اور اسمیں سے بیوی ہاتھ روک کر کچھ بچائے اور پھر صدقہ و خیرات کرے تو اس کی جزا دونوں کو ملتی ہے، خاوند کو بھی اور بیوی کو بھی۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

''اے ایمان والو! تم ان مالوں میں سے لوگوں کو بطریق سخاوت یا احسان یا صدقہ وغیرہ دو، جو تمہاری پاک کمائی ہے یعنی جس میں چوری یا رشوت یا خیانت یا غبن کا مال یا ظلم کے روپیہ کی آمیزش نہیں۔ اور یہ قصد تمہارے دل سے دور رہے کہ ناپاک مال لوگوں کو دو اور دوسری بات یہ ہے کہ اپنی خیرات اور مروّت کو احسان رکھنے اور دُکھ دینے کے ساتھ باطل مت کرو یعنی اپنے ممنون منت کو کبھی یہ نہ جتلاؤ کہ ہم نے تجھے یہ دیا تھا اور نہ اسکو دکھ دو کہ اس طرح تمہارا احسان باطل ہوگا۔ اور نہ ایسا طریق پکڑو کہ تم اپنے مالوں کو ریاکاری کے ساتھ خرچ کرو...... سچے نیکوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ...... وہ تکلیفوں اور کم آمدنی کی حالت میں اور قحط کے دنوں میں سخاوت سے تنگ دل نہیں ہو جاتے بلکہ تنگی کی حالت میں بھی اپنے مقدور کے موافق سخاوت کرتے رہتے ہیں۔ وہ کبھی پوشیدہ خیرات کرتے ہیں اور کبھی ظاہر۔ پوشیدہ اسلئے کہ تا ریاکاری سے بچیں اور ظاہر اس لئے کہ تا دوسروں کو ترغیب دیں۔ خیرات اور صدقات وغیرہ پر جو مال دیا جائے اس میں یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ پہلے جس قدر محتاج ہیں ان کو دیا جائے۔ ہاں جو خیرات کے مال کا تعہد کریں یا اس کے لئے انتظام و اہتمام کریں، ان کو خیرات کے مال سے کچھ مال مل سکتا ہے۔'' (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 356، 357)

مطلب ہے اب خیرات کے مال کا انتظام کرنے والے جو لوگ ہیں ان کیلئے، خواہ صدقہ اکٹھا کر رہے ہوں اس مال میں سے کچھ اپنی ذات پر خرچ کرنا اپنی ضرورت کے لئے یہ ان کیلئے صدقہ ہرگز نہیں ہے۔ یہ اپنے کام کی محنت کا اجر ہے۔

''اور نیز کسی کو بدی سے بچانے کیلئے بھی اس مال میں سے دے سکتے ہیں ایسا ہی وہ مال

غلاموں کے آزاد کرنے کیلئے اور محتاج اور قرضداروں اور آفت زدہ لوگوں کی مدد کیلئے بھی اور دوسری راہوں میں جو محض خدا کے لئے ہوں وہ مال خرچ ہوگا۔تم حقیقی نیکی کو ہرگز نہیں پاسکتے جب تک کہ بنی نوع کی ہمدردی میں وہ مال خرچ نہ کرو جو تمہارا پیارا مال ہے۔غریبوں کا حق ادا کرو۔مسکینوں کو دو۔مسافروں کی خدمت کرو۔اور فضولیوں سے اپنے تئیں بچاؤ یعنی بیاہوں شادیوں میں اور طرح طرح کی عیاشی کی جگہوں میں اور لڑکا پیدا ہونے کی رسوم میں جو اسراف سے مال خرچ کیا جاتا ہے اس سے اپنے تئیں بچاؤ۔'' (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 357، 358)

پھر سورۃ المنافقون کی آیت نمبر 11 میں ہے: وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ لا فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ اور خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے پیشتر اسکے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو وہ کہے اے میرے رب! کاش تُو نے مجھے تھوڑی سی مدّت تک مہلت دی ہوتی تو میں ضرور صدقات دیتا اور نیکوکاروں میں سے ہو جاتا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہُ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ مومن کو اس کی کسی نیکی کا اجر کم کر کے نہیں دیتا۔اسے اس نیکی کے بدلے میں دنیا میں بھی رزق ملتا ہے اور اس کے علاوہ آخرت میں بھی اس کی جزا اسے ملے گی لیکن کافر کو اس کے اچھے کاموں کے بدلہ میں بس اس دنیا میں ہی کچھ کھلا یا پلایا جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی جس کی اسے نیک جزا دی جائے۔ (مسند احمد بن حنبل مسند انس بن مالکؓ حدیث نمبر 11855)

بخاری کتاب الزکوٰۃ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ایسے دو اشخاص کی طرح ہے جنہوں نے لوہے کے ایسے زرہ نما جُبّے پہنے ہوں جو صرف چھاتی سے گلے تک ہوں۔خرچ کرنے والا جب بھی خرچ کرتا ہے تو اس کا جُبّہ کھلتا جاتا ہے یا یہ فرمایا کہ وہ جُبّہ اسکی جلد پر پھیلتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی انگلیوں کی پوروں کو بھی ڈھانپ لیتا ہے اور گویا اسکو اپنے اندر بالکل غائب کر لیتا ہے۔اور بخیل جب بھی ارادہ کرتا ہے کہ خرچ سے ہاتھ روکے تو اس جُبّے کا ہر حلقہ اپنی جگہ پر اس کے جسم کے ساتھ اور تنگ ہو جاتا ہے۔وہ چاہتا ہے کہ وہ جُبّہ کھلا ہو جائے مگر کھلا نہیں ہوتا۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ باب مثل البخیل والمتصدق)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

''رزق دو قسم کے ہوتے ہیں۔ایک ابتلا کے طور پر، دوسرے اصطفا کے طور پر۔رزق

ابتلا کے طور پر تو وہ رزق ہے جس کو اللہ تعالیٰ سے کوئی واسطہ نہیں رہتا بلکہ یہ رزق انسان کو خدا سے دُور ڈالتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔اسی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کر کے فرمایا ہے لَاتُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ تمہارے مال تم کو ہلاک نہ کر دیں۔اور رزق اصطفاء کے طور پر وہ ہوتا ہے جو خدا کے لئے ہو۔ایسے لوگوں کا متولی خدا ہو جاتا ہے اور جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے وہ اس کو خدا ہی کا سمجھتے ہیں اور اپنے عمل سے ثابت کر دکھاتے ہیں۔صحابہؓ کی حالت دیکھو! جب امتحان کا وقت آیا تو جو کچھ کسی کے پاس تھا اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ سب سے اول کمبل پہن کر آ گئے۔پھر اس کمبل کی جزا بھی اللہ تعالیٰ نے کیا دی کہ سب سے اوّل خلیفہ وہی ہوئے۔غرض یہ ہے کہ اصلی خوبی، خیر اور روحانی لذت سے بہرہ ور ہونے کے لئے وہی مال کام آ سکتا ہے جو خدا کی راہ میں خرچ کیا جاوے۔''

(الحکم جلد 3 نمبر 22 بتاریخ 23 رجون 1899ء صفحہ اول)

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک رؤیا بیان کرتا ہوں۔آپ فرماتے ہیں:

''مَیں نے خواب میں ایک فرشتہ ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا جو ایک اونچے چبوترہ پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک پاکیزہ نان تھا جو نہایت چمکیلا تھا۔وہ نان اس نے مجھے دیا اور کہا یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔یہ اس زمانہ کی خواب ہے جب کہ مَیں نہ کوئی شہرت اور نہ کوئی دعویٰ رکھتا تھا اور نہ میرے ساتھ درویشوں کی کوئی جماعت تھی مگر اب میرے ساتھ بہت سی وہ جماعت ہے جنہوں نے خود دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر اپنے تئیں درویش بنا دیا ہے۔اور اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے اور اپنے قدیم دوستوں اور اقارب سے علیحدہ ہو کر ہمیشہ کے لئے میری ہمسائیگی میں آ آباد ہوئے ہیں اور نان سے مَیں نے یہ تعبیر کی تھی کہ خدا ہمارا اور ہماری جماعت کا آپ متکفل ہوگا اور رزق کی پریشانگی ہم کو پراگندہ نہیں کرے گی۔چنانچہ سال ہائے دراز سے ایسا ہی ظہور میں آ رہا ہے۔'' (تذکرہ صفحہ 14)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حقیقۃ الوحی میں جو نشانات تحریر فرماتے ہیں ان میں سے 122 نمبر پر یہ نشان ہے۔

''عرصہ تیس برس کے قریب گزرا ہے کہ ایک مرتبہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ایک

بلند چبوترہ ہے جو دوکان کے مشابہ ہے اور شاید اس پر چھت بھی ہے۔ اس میں ایک نہایت خوبصورت لڑکا بیٹھا ہے جو قریباً سات برس کی عمر کا تھا۔ میرے دل میں گزرا کہ یہ فرشتہ ہے۔ اس نے مجھے بلایا یا میں خود گیا یہ یاد نہیں لیکن جب مَیں اس کے چبوترہ کے پاس جا کر کھڑا ہوا تو اس نے ایک نان جو نہایت لطیف تھا اور چمک رہا تھا اور بہت بڑا تھا گویا چار نان کی مقدار پر تھا اپنے ہاتھ میں پکڑ کر مجھے دیا اور کہا کہ یہ نان لو، یہ تمہارے لئے اور تمہارے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔ سو دس برس کے بعد اس خواب کا ظہور ہو گیا۔ اگر کوئی دل کی صفائی سے قادیان میں آ کر رہے تو اسے معلوم ہو گا کہ وہی روٹی جو فرشتہ نے دی تھی دو وقت ہمیں غیب سے ملتی ہے۔ کئی عیال دار دو وقت یہاں سے روٹی کھاتے ہیں، کئی نابینا اور اپاہج اور مسکین دو وقت اس لنگر خانہ سے روٹی لے جاتے ہیں اور ہر ایک طرف سے مہمان آتے ہیں اور اوسط تعداد روٹی کھانے والوں کی ہر روز دو سو اور کبھی تین سو اور کبھی زیادہ ہوتی ہے جو دو وقت اس لنگر سے روٹی کھاتے ہیں اور دوسرے مصارف مہمانداری کے الگ ہیں اور اوسط خرچ بہت کفایت شعاری سے پندرہ سو روپیہ ماہواری ہوتا ہے مگر اور کئی متفرق خرچ ہیں جو اس کے علاوہ ہیں یہ خدا کا معجزہ بیس برس سے مَیں دیکھ رہا ہوں کہ غیب سے ہمیں وہ روٹی ملتی ہے اور نہیں معلوم ہوتا کہ کل کہاں سے آئے گی لیکن آ جاتی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کی تو یہ دعا تھی کہ اے خدا ہمیں روز کی روٹی دے لیکن خدائے کریم ہمیں بغیر دعا کے ہر روز کی روٹی دے رہا ہے اور جیسا کہ فرشتہ نے کہا تھا کہ یہ روٹی تمہارے لئے اور تمہارے ساتھ کے درویشوں کیلئے ہے اسی طرح خدائے کریم مجھے اور میرے ساتھ کے درویشوں کو ہر روز اپنی طرف سے یہ دعوت بھیجتا ہے۔ پس ہر روز نئی دعوت اس کی ہمارے لئے ایک نیا نشان ہے۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد نمبر 22 صفحہ 290)

اُس زمانہ میں تین سو مہمان روزانہ لنگر خانہ میں آنا ایک بہت بڑی چیز تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک شعر ہے۔

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ کَانَ اُکُلِی
وَصِرْتُ الْیَومَ مِطْعَامَ الاَ ھَالِیْ

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 596)

یعنی دستر خوانوں کا پس خوردہ میری خوراک ہوا کرتا تھا یعنی آپ کی کوئی دلچسپی نہیں تھی گھر کی چیزوں میں اور کھانے میں۔ دستر خوان سے ان کے جو بچتا تھا وہ ان کی والدہ یا والد آپ کے لئے بھجوا دیا کرتے تھے اور اس میں سے بھی آپ غرباء میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ جیب میں چنے ڈالے ہوئے ہیں روٹی اپنی غریبوں کو دے دی اور وہی چنے کھا کے گذارہ کیا۔ آج کہتے ہیں دیکھو کتنے گھروں کو مَیں کھلانے والا بن گیا ہوں۔ اب سب دنیا میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لنگر جاری ہیں ان کا حساب کریں تو بلاشبہ لاکھوں بلکہ اب کروڑوں ایسے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس لنگر سے لقمے کھا رہے ہیں جو خدمت خلق کی وجہ سے آپ نے خدا کی خاطر جاری کیا۔

الہام نومبر 1881ء۔

''محرم 1299 ہجری کی پہلی یا دوسری تاریخ میں ہم کو خواب میں یہ دکھائی دیا کہ کسی صاحب نے مدد کتاب کیلئے پچاس روپیہ روانہ کئے ہیں۔''

اب یہ دلچسپ بات ہے کہ

''اسی رات ایک آریہ (لالہ شرمپت) صاحب نے بھی ہمارے لئے خواب دیکھی کہ کسی نے مدد کتاب کیلئے ہزار روپیہ روانہ کیا ہے۔ اور جب انہوں نے خواب بیان کی تو ہم نے اسی وقت ان کو اپنی خواب بھی سنا دی اور یہ بھی کہہ دیا کہ تمہاری خواب میں انیس حصے جھوٹ مل گیا ہے اور یہ اسی کی سزا ہے کہ تم ہندو اور دین اسلام سے خارج ہو۔ شاید ان کو گراں ہی گزرا ہو گا مگر بات سچی تھی جس کی سچائی پانچویں یا چھٹی محرم میں ظہور میں آ گئی یعنی پنجم یا ششم محرم الحرام میں مبلغ پچاس روپیہ، جن کو جونا گڑھ سے شیخ محمد بہاؤالدین صاحب مدارالمہام ریاست نے کتاب کیلئے بھیجا تھا، کئی لوگوں اور ایک آریہ کے رُوبرو پہنچ گئے۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔''

(براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 283، 284، حاشیہ در حاشیہ نمبر 1)

3/جون 1903ء کا الہام ہے: ''اِنِّیْ مَعَکَ وَ مَعَ اَھْلِکَ۔ اِنِّیْ مَعَ کَثْرَۃِ رِزْقِکَ۔ یقیناً مَیں تیرے ساتھ اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں۔ میں تیرے کثرت رزق کے ساتھ ہوں۔

(تذکرہ صفحہ 393)

پھر 3/مارچ 1905ء۔

''وہ رات جس کے بعد جمعہ 3/مارچ 1905ء ہے ایک بجنے کے بعد 35 منٹ اس

رات مَیں نے خواب دیکھا کہ کچھ روپیہ کی کمی اور سخت مشکلات پیش ہیں اور بہت فکر دامنگیر ہے۔ مَیں کسی کو کہتا ہوں کہ ایک کاغذ بناؤ جس میں لکھا ہو کہ جمع یہ تھا اور خرچ یہ ہوا۔ کوئی میری بات کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اور سامنے ایک شخص کچھ حساب کے کاغذات لکھ رہا ہے۔ مَیں نے شناخت کیا کہ یہ تو پچھمی داس جمع خرچ نویس ہے جو کسی زمانہ میں خزانہ سیالکوٹ میں اسی عہدہ پر نوکر تھا۔ مَیں نے اس کو بلانا چاہا۔ وہ بھی نہ آیا، لاپرواہ رہا۔ اور مَیں نے دیکھا کہ روپیہ کی بہت کمی ہے۔ کسی طرح بات نہیں بنتی اسی اثنا میں ایک صالح مرد سادہ طبع سادہ پوش آیا۔ اس نے اپنی بھری ہوئی مٹھی روپیہ کی میری جھولی میں ڈال دی اور ایسے جلدی چلا گیا کہ میں اس کا نام بھی نہیں پوچھ سکا۔ مگر پھر بھی روپیہ کی کمی رہی پھر ایک اور صالح مرد آیا جو محض نورانی شکل سادہ طبع کوٹلہ کے ایک صوفی کی شکل کے مشابہ تھا جس کا نام غالباً کرم الٰہی یا فضل الٰہی ہے۔ جس نے کرتہ بیچ کر ہمیں روپیہ دیا تھا۔ صورت انسان کی ہے مگر علیحدہ خلقت کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اس نے دونوں ہاتھ روپیہ سے بھر کر میری جھولی میں وہ روپیہ ڈال دیا۔ اور وہ بہت سا روپیہ ہو گیا مَیں نے پوچھا: آپ کا نام کیا؟ اس نے کہا: نام کیا ہوتا ہے، نام کچھ نہیں۔ مَیں نے کہا: کچھ بتلاؤ نام کیا ہے؟ اس نے کہا: ٹیچی۔''

(تذکرہ صفحہ 444-445)

یہ وہ لفظ ہے الہام کا جس پہ غیر احمدی علماء بہت مذاق اڑاتے ہیں حالانکہ اس کا ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بیان فرمایا ہے:

''ٹیچی پنجابی زبان میں وقت مقررہ کو کہتے ہیں۔ یعنی عین ضرورت کے وقت پر آنے والا۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 346)

''اور مَیں اس وقت چشم پُر آب ہو گیا کہ ہماری جماعت میں ایسے بھی ہیں جو اس قدر روپیہ دیتے اور نام نہیں بتلاتے اور ساتھ ہی کہتا ہوں کہ یہ تو آدمی نہیں ہے، یہ تو فرشتہ ہے۔ اور جب بہت سے مال کا نظارہ میرے سامنے آیا۔ مَیں نے کہا: میں اس میں سے منظور محمد کی بیوی کو دوں گا کہ وہ حاجتمند ہے اور جب مَیں نے یہ خواب دیکھا، اس وقت رات کا ایک بج کر اس پر 35 منٹ زیادہ گزر چکے تھے۔''

(تذکرہ صفحہ 445)

اب یہ بات یادرکھنے کے لائق ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہامات کے ذریعہ جو روپیہ ملا ہے یہ اب تو بہت زیادہ ہو گیا ہے۔اس وقت تو چند روپے بھیجنے والے کہا کرتے تھے ہمارا نام نہ لینا لیکن اب لکھوکھہا روپیہ مجھے بھجوایا جاتا ہے اور اس شرط کے ساتھ کہ ہمارا نام نہ لینا۔ ایک موقع پر ایک دوست نے پچاس لاکھ روپیہ مجھے بھجوایا اور یہ کہا کہ یہ آپ خرچ کریں خدا کی راہ میں اور میرا نام نہ لیں۔تو اب دیکھیں کہیں پانچ پانچ روپے یا دس دس روپے پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتنی قدر فرمائی تھی اور اب پچاس پچاس لاکھ بھیجنے والے بھی اپنا نام بتانے کی اجازت نہیں دیتے۔تو یہ سب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انہی تھوڑے سے روپوؤں کی برکت ہے۔اس سے نفس کے دھوکہ میں مبتلا نہ ہوں یہ روپے وہی روپے آرہے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ کیا گیا تھا۔اب اس کے بعد مَیں وقف جدید کے سال نو کا اعلان کرتا ہوں۔

وقف جدید کا چوالیسواں سال 31 ؍دسمبر 2001ء کو خدا تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹتے ہوئے اپنے اختتام کو پہنچا ہے اور ہم یکم جنوری 2002ء سے وقف جدید کے پینتالیسویں سال میں داخل ہو گئے ہیں۔

وقف جدید کی تحریک 27 ؍دسمبر 1957ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے جاری فرمائی تھی۔ پھر 1966ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے وقف جدید میں دفتر اطفال جاری فرمایا۔آغاز میں تو یہ تحریک صرف پاکستان اور ہندوستان کیلئے ہی تھی پھر مَیں نے 27 ؍دسمبر 1985ء کو اس تحریک کو پوری دنیا کیلئے وسیع کر دیا اور اب خدا تعالیٰ کے فضل سے 110 ممالک اس تحریک میں شامل ہو چکے ہیں۔

رپورٹوں کے مطابق 31 ؍دسمبر 2001ء تک وقف جدید کی کل وصولی 13 لاکھ 82 ہزار پاؤنڈ ہے۔ یہ وصولی گزشتہ سال کی وصولی سے ایک لاکھ 30 ہزار پاؤنڈ زیادہ ہے۔الحمد للہ۔ وقف جدید میں شامل ہونے والے مخلصین کی تعداد 3 لاکھ 55 ہزار سے تجاوز کر چکی ہے۔اور صرف گزشتہ ایک سال کے دوران وقف جدید میں 57 ہزار کا اضافہ ہوا ہے۔اس اضافہ میں ایک بڑی تعداد ہندوستان سے تعلق رکھتی ہے۔اور ہندوستان کے نو مبائعین سے تعلق رکھتی ہے۔

امریکہ کی جماعت نے امسال بھی ہمیشہ کی طرح وقف جدید میں دنیا بھر کی جماعتوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے اور اپنا اولیت کا اعزاز برقرار رکھا ہے۔ پاکستان نے حسب سابق اپنی دوسری پوزیشن کو قائم رکھا ہے تاہم اپنے ٹارگٹ سے بڑھ کر نمایاں قربانی کی توفیق پائی ہے۔ جرمنی کی جماعت گزشتہ کئی سالوں سے تیسرے نمبر پر آتی رہی ہے لیکن اس سال ماشاء اللہ انگلستان کی جماعت نے جرمنی کو 54 ہزار 200 پاؤنڈ سے پیچھے چھوڑ دیا ہے اور بالآخر دنیا بھر کی جماعتوں میں تیسری پوزیشن حاصل کر لی ہے۔

یہ اس سال کا بہت بڑا Upset ہے۔اب امید ہے کہ ہمارا یہ جو انگلستان کا آگے قدم ہے اس کو وہ آگے ہی رکھیں گے اور جرمنی کو ملنے نہیں دیں گے۔ دونوں گھوڑے ہماری جماعت ہی کے ہیں مگر خدا نے جس گھوڑے کو نکلنے کی توفیق دی اس کا احسان ہے مجموعی وصولی کے لحاظ سے بالترتیب پہلی دس جماعتیں امریکہ، پاکستان، برطانیہ، جرمنی، کینیڈا، بھارت، سوئٹزرلینڈ ،انڈونیشیا، بلجیئم اور ماریشس۔

پاکستان کی جماعتوں میں وقف جدید کی مجموعی وصولی کے لحاظ سے کراچی چندہ بالغان اور دفتر اطفال دونوں پہلوؤں سے اول رہا ہے۔جبکہ چندہ بالغاں میں دوسرے نمبر پر لاہور اور تیسرے نمبر پر ربوہ کی جماعتیں آئی ہیں اور دفتر اطفال میں دوسرے نمبر پر ربوہ اور تیسرے نمبر پر لاہور کی جماعتیں آئی ہیں۔ کراچی دونوں صورتوں میں اول ہے۔ پاکستان میں چندہ بالغاں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے بالترتیب پہلے دس اضلاع یہ ہیں: اسلام آباد، فیصل آباد، شیخوپورہ، گجرات، راولپنڈی، گوجرانوالہ، سرگودہا، سیالکوٹ، میرپورخاص اور بہاولنگر۔

پاکستان میں دفتر اطفال میں مجموعی لحاظ سے بالترتیب پہلے دس اضلاع سیالکوٹ، گوجرانوالہ، اسلام آباد، راولپنڈی، شیخوپورہ، فیصل آباد، میرپورخاص، سرگودہا، نارووال اور پھر حیدرآباد۔اب حیرت انگیز ہے، سیالکوٹ کے متعلق توقع نہیں تھی کہ ماشاءاللہ وہ اس میدان میں بہت آگے نکل جائے گا نمبر ایک پر آ گیا ہے۔

یہ خطبہ اس سال کا پہلا خطبہ تھا اس کے ذریعہ مَیں تمام عالمگیر جماعت احمدیہ کو نئے سال کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس سال کو عالم اسلام اور بالخصوص جماعت احمدیہ کے لئے غیر معمولی ترقیات اور فتوحات کا سال بنادے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو وعدے کئے تھے ان کا فیض ہر احمدی کو پہنچتا رہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 8؍فروری 2002ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 3 / جنوری 2003ء بیت الفضل لندن

تشہد وتعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۔ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ۔

(التغابن:18)

جو سلسلہ مضمون کا جاری ہے صفات باری تعالیٰ کا اس میں انشاء اللہ اس دفعہ کچھ کمی کی جائے گی کیونکہ تحریک جدید اور وقف جدید کا اعلان بھی کرنا ہے تو اس میں بھی کافی وقت لگ جائے گا۔ اس وقت جو مَیں نے پہلی آیت آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۔ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ۔

(سورۃ التغابن:18)

”اگر تم اللہ کو قرضۂ حسنہ دو گے (تو) وہ اسے تمہارے لئے بڑھا دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بہت قدر شناس (اور) بردبار ہے۔“

سب سے پہلے تو مَیں قرضۂ حسنہ سے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ کا طریق یہ تھا جب کسی سے قرضۂ حسنہ لیتے تو اس کو ہمیشہ بڑھا کر دیا کرتے تھے۔ بعض جنگوں میں آنحضورﷺ نے مثلاً گھوڑا مانگا کسی سے اور واپس آ کے پھر دو گھوڑے اس کو دیئے۔ پس آنحضرت ﷺ کی سنت کے مطابق قرضۂ حسنہ میں بڑھا چڑھا کر دینا بہت ضروری ہے۔ اس میں شرط تو کوئی نہیں ہوتی مگر انسان بڑھا کر دے اب اگر بندے بڑھا کر دیتے ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑھا کر نہ دے۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑھا کر دیتا ہے۔ کہتے ہیں دہ دنیا ستر آخرت، لیکن آخرت میں يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ بغیر حساب بھی ہے۔ آخرت کے دن تو بغیر حساب کے بھی خدا بہت بڑھا دیتا ہے اعلان سے پہلے اب میں کچھ احادیث آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے ابن آدم تُو خدا کی راہ میں خرچ کر جس کے نتیجے میں مَیں تجھ پر خرچ کروں گا۔

(بخاری کتاب النفقات باب فضل النفقة علی الاهل)

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: خدا کی خاطر جو کچھ تم

خرچ کروگے اس کا اجر تمہیں ملے گا۔ (بخاری کتاب الایمان باب ما جاء عن الاعمال بالنیّۃ و الحسبۃ......)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدحداح رضی اللہ تعالیٰ عنہُ آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے پاس دو باغ ہیں اگر مَیں ان میں سے ایک باغ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دوں تو کیا مجھے جنت میں ویسا ہی باغ ملے گا۔ فرمایا: ہاں۔ چنانچہ انہوں نے ایک باغ اسی وقت اللہ کی راہ میں دے دیا۔ اور جب گھر جا کر اپنی بیوی کو بتایا تو اس نیک بخت نے بھی اس پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابوالدحداح کے لئے جنت میں کتنے ہی لہلہاتے باغ ہیں۔ (تفسیر کبیر رازی جلد 6 صفحہ 180 زیر آیت من ذاالذی یقرض اللّٰہ قرضًا (البقرۃ 246))

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ ہمیں انفاق فی سبیل اللہ کا ارشاد فرماتے تو ہم میں سے بعض بازار جاتے اور محنت مزدوری کر کے تھوڑا سا اناج یا مال حاصل کرتے اور اسے لاکر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ اس وقت غربت کا یہ عالم تھا مگر آج وہ لوگ لاکھوں درہم کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اتقوا النار ولو بشق التمرۃ)

امر واقعہ یہ ہے کہ فی سبیل اللہ انفاق کے نتیجے میں بہت لوگ بہت کثرت سے امیر ہو جاتے ہیں مَیں نے بھی یہ اپنے ذاتی تجربہ میں دیکھا ہے کہ جن لوگوں کو خدمت کی توفیق ملی ہے، خدا کی راہ میں کچھ دینے کی، ان کا مال بہت بڑھ گیا ہے۔ اتنا کہ مجھے ایک نوجوان نے ایک کروڑ روپیہ بھجوایا کہ اپنی مرضی سے جس مد میں چاہوں مَیں دے دوں۔ یہ اعتماد کا بھی معاملہ ہے۔ اگر اعتماد ہو کہ کوئی شخص بد دیانتی نہیں کرے گا تو روپیہ زیادہ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ مَیں نے مسجد فنڈ میں ڈال دیا۔ پس مَیں آپ کو بتا رہا ہوں کہ انفاق فی سبیل اللہ بہت بڑی چیز ہے۔ اسکے نتیجے میں خدا تعالیٰ بے حساب عطا کرتا ہے۔

اب دیکھئے بازار جا کر محنت مزدوری کر کے غریب آدمیوں نے جو کچھ کمایا اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ مِمَّا رَزَقْنٰـھُمْ یُنْفِقُوْنَ کی ایک یہ بھی تفسیر ہے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے انہیں دیا ہے یعنی جسمانی طاقت، مزدوری کی طاقت اسکو بھی خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں، اب وہ کہتے ہیں کہ اب یہ عالم ہے کہ یہ لوگ لاکھوں درہم کے مالک بن گئے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”پس خوب یاد رکھو کہ انبیاء جو چندے مانگتے ہیں تو اپنے لئے نہیں بلکہ انہی چندہ دینے والوں کو کچھ دلانے کیلئے۔ اللہ کے حضور دلانے کی بہت سی راہیں ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ایک راہ ہے جس کا ذکر پہلے شروع سورۃ میں مِـمَّا رَزَقْنٰـھُمْ یُنْفِقُوْنَ (البقرہ:4)

سے کیا۔ پھر اٰ تی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ (البقرہ:178) میں۔"

یہ جو آیت ہے۔اٰ تَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ اس میں دو مضمون ہیں اٰ تَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مال خرچ کیا اور اٰ تَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ کا مطلب ہے کہ غربت کی وجہ سے مال بہت عزیز تھا اس کے باوجود وہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔

"پھر اسی پارہ میں اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ (البقرہ:255) سے" فرمایا ہے۔ جو کچھ ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔ اب عطا بھی تو اللہ ہی کی ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے حقیقت یہی ہے کہ جو کچھ عطا ہے اللہ کی ہے ۔اللہ سے کیسے چھپا سکتے ہیں کہ اس نے ہمیں کیا دیا ہوا ہے۔ جو کچھ بھی دیا ہے اس کو دل کھول کر خدا کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے۔"انجیل میں ایک فقرہ ہے" حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرمارہے ہیں۔

"......انجیل میں ایک فقرہ ہے کہ جو کوئی مانگے تو اسے دے۔ مگر دیکھو قرآن مجید نے اس مضمون کو پانچ رکوع میں ختم کیا ہے۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ کسی کو کیوں دے؟ سو اس کا بیان فرماتا ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے۔ خرچ کرنے والے کی ایک مثال تو یہ ہے کہ جیسے کوئی بیج زمین میں ڈالتا ہے مثل باجرے کے پھر اس میں کئی بالیاں لگتی ہیں۔ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ بعض مقام پر ایک کے بدلہ دس اور بعض میں ایک کے بدلہ سات سو کا مذکور ہے۔ یہ ضرورت، اندازہ، وقت وموقع کے لحاظ سے فرق ہے"۔

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ:420)

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"صدقات ایسی چیزیں ہیں کہ ان سے دنیاوی منازل طے ہوجاتی ہیں۔ اخلاق فاضلہ پیدا ہوجاتے ہیں اور پھر بڑی بڑی نیکیوں کی توفیق دی جاتی ہے۔"

(الحکم 24رفروری1901ء نمبر7 جلد5 صفحہ2)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں۔

"چندہ دینے سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے اور یہ محبت اور اخلاص کا کام ہے"۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 361)

اس چندہ کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایمان پہلے سے ترقی کر جاتا ہے۔ جتنا چندہ دوگے اتنا ہی خدا تعالیٰ کے فضل سے ایمان بڑھتا جائے گا۔ حضورؑ نے ایک دفعہ نماز عشاء سے قبل اپنی مجلس میں فرمایا۔

''اور قوم کو چاہیے کہ ہر طرح سے اس سلسلہ کی خدمت بجا لاوے۔ مالی طرح پر بھی خدمت کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں چاہیے۔ دیکھو دنیا میں کوئی سلسلہ بغیر چندہ کے نہیں چلتا۔ رسول کریم ﷺ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سب رسولوں کے وقت چندے جمع کئے گئے پس ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی اس امر کا خیال ضروری ہے۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 358)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 5/ جولائی 1903ء کو اپنی مجلس میں مزید فرمایا۔

''بہت لوگ ایسے ہیں کہ جن کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ چندہ بھی جمع ہوتا ہے ایسے لوگوں کو سمجھانا چاہیے کہ اگر تم سچا تعلق رکھتے ہو تو خدا تعالیٰ سے پکا عہد کر لو کہ اس قدر چندہ ضرور دیا کروں گا۔ اور ناواقف لوگوں کو یہ بھی سمجھایا جاوے کہ وہ پوری تابعداری کریں۔ اگر وہ اتنا عہد بھی نہیں کر سکتے تو پھر جماعت میں شامل ہونے کا کیا فائدہ؟ نہایت درجہ کا بخیل اگر ایک کوڑی بھی روزانہ اپنے مال میں سے چندے کیلئے الگ کرے تو وہ بھی بہت کچھ دے سکتا ہے۔ ایک ایک قطرے سے دریا بن جاتا ہے۔ اگر کوئی چار روٹی کھاتا ہے تو اسے چاہیے کہ ایک روٹی کی مقدار اس میں سے اس سلسلہ کے لئے بھی الگ کر رکھے اور نفس کو عادت ڈالے کہ ایسے کاموں کیلئے اسی طرح سے نکالا کرے۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 360،361)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں۔

''مالی ضرورتوں کے وقت نبیوں کے زمانے میں بھی چندے جمع کئے گئے تھے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ ذرا چندے کا اشارہ ہوا تو تمام گھر کا مال لا کر سامنے رکھ دیا۔ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ حسب مقدور کچھ دینا چاہیے اور آپ ؐ کی منشا تھی کہ دیکھا جاوے کہ کون کس قدر لاتا ہے''۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 361)

حضرت ابوبکرؓ نے گھر کا سارا مال آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جا کر پیش کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے آدھا مال آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہی فرق ان دونوں کے مراتب میں ہے ابوبکرؓ کا مرتبہ عمرؓ کے مقابل پہ اتنا زیادہ ہے جس طرح مال کی قربانی کا مرتبہ ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

''ایک آج کا زمانہ ہے کہ کوئی جانتا ہی نہیں کہ مدد دینی بھی ضروری ہے۔ حالانکہ اپنی گزران عمدہ رکھتے ہیں۔ ان کے برخلاف ہندوؤں وغیرہ کو دیکھو کہ کئی کئی لاکھ چندہ جمع کر کے کارخانہ چلاتے ہیں اور بڑی بڑی مذہبی عمارات بناتے اور دیگر موقعوں پر صرف کرتے ہیں حالانکہ یہاں تو بہت ہلکے چندے ہیں۔...... صحابہ کرامؓ کو پہلے ہی سکھایا گیا تھا لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (ال عمران: 93) اس میں چندہ دینے اور مال صرف کرنے کی تاکید اور اشارہ ہے۔ یہ معاہدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاہدہ ہوتا ہے اسکو نباہنا چاہیے اس کے برخلاف کرنے میں خیانت ہوا کرتی ہے۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 358، 361)

تو گویا مِمَّا تُحِبُّوْن میں یہ بات بھی داخل ہے کہ غریب آدمی ہے۔ غریب آدمی کو مجبوراً مال سے محبت ہو جاتی ہے تو وہ خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ مَیں نے، ایک دفعہ مجھے تجربہ ہے ایک جگہ میں گیا ایک قصبے میں تو وہاں پتہ چلا کہ ایک بہت امیر آدمی نے میری دعوت کی ہوئی ہے اور اس کے مقابل پر ایک غریب آدمی تھا۔ معلوم کرنے پر پتہ لگا کہ جو امیر آدمی ہے وہ چندہ نہیں دیتا چندہ کے معاملے میں بہت کنجوس ہے اور جو غریب آدمی ہے وہ اپنی محنت سے کما کر اس میں سے چندہ دیتا تھا۔ تو مَیں نے اسے عرض کیا کہ مَیں اس غریب کا کھانا کھاؤں گا۔ امیر کی روٹی نہیں کھاؤں گا، چنانچہ ایسا ہی کیا پس اللہ نے اپنے فضل سے مجھے بہت تجربہ اس کا بخشا ہے۔ جو غریب ہوں محنت سے کمانے والے ہوں ان کی کمائی میں بہت برکت ہوتی ہے۔ پس اب اس سلسلہ میں یاد رکھنا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ صدقہ اور چندہ وغیرہ پاک کمائی میں سے دیا جاتا ہے۔ اگر کمائی گندی ہو جائے تو وہ خدا تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتا۔ اس لئے جماعت کو چاہیے کہ اپنے اموال جو کمانے کے ہیں ان کو پاک اور صاف رکھیں۔ کوئی آلائش نہ ہو گندے زمانے کی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری قربانیاں مقبول ہوں گی۔ اگر یہ نہیں ہوگا تو جتنا چاہیں مال خرچ کریں وہ قبول نہیں ہوسکتا۔

اب مَیں وقف جدید کے نئے سال کا اعلان کرتا ہوں۔ وقف جدید کی تحریک آج سے 45 سال قبل حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 27؍دسمبر 1957ء کو جاری فرمائی۔ احمدی بچوں کے دلوں میں اس تحریک کی محبت بچپن سے ہی پیدا کرنے کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے 1966ء میں وقف جدید کے دفتر اطفال کا اجرا فرمایا۔ شروع میں یہ تحریک صرف پاکستان اور ہندوستان کیلئے محدود تھی۔ پھر

جماعت میں پیدا ہونے والی غیر معمولی وسعت کے پیش نظر 27 ردسمبر 1985ء کو میں نے اس تحریک کو پوری دنیا کیلئے وسیع کر دیا اور آج خدا تعالیٰ کے فضل سے 111 ممالک اس تحریک میں شامل ہو چکے ہیں۔

وقف جدید کا 45 واں سال 31 ردسمبر 2002ء کو اختتام پذیر ہوا اور ہم یکم جنوری 2003ء سے وقف جدید کے 46 ویں سال میں داخل ہو رہے ہیں۔ رپورٹوں کے مطابق 31 ردسمبر 2002ء تک خدا تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید کی کل وصولی 15 لاکھ 2 ہزار پاؤنڈ ہے۔ یہ وصولی گزشتہ سال کی وصولی سے ایک لاکھ 24 ہزار پاؤنڈز زیادہ ہے۔

وقف جدید میں شامل ہونے والے مخلصین کی تعداد 3 لاکھ 80 ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ اب تعداد میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت نمایاں اضافہ ہے اور اس تعداد کے نتیجے میں بہت برکت ملے گی ان لوگوں کو۔ گزشتہ سال کی نسبت ان مخلصین کی تعداد میں 45 ہزار افراد کا اضافہ ہوا ہے۔ اختتام پذیر ہونے والے سال میں وقف جدید کے میدان میں دنیا بھر کی جماعتوں میں پاکستان سبقت لے گیا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اور اس طرح پاکستان اول امریکہ دوسرے نمبر پر آ گیا ہے۔ جبکہ گزشتہ سالوں سے امریکہ پہلے اور پاکستان دوسرے نمبر پر آیا کرتا تھا۔ گزشتہ سال انگلستان کی جماعت نے تیسرے نمبر پر آنے کا اعزاز حاصل کیا تھا اور اب بھی انگلستان ہی نے یہ اعزاز برقرار رکھا ہے اور جرمنی چوتھے نمبر پر ہے۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے بالترتیب پہلی دس جماعتیں: پاکستان نمبر ایک ہے، امریکہ نمبر دو، برطانیہ نمبر تین۔ جرمنی چار، کینیڈا پانچویں نمبر پر، بھارت چھٹے نمبر پر انڈونیشیا ساتویں نمبر پر، سوئٹزرلینڈ آٹھویں نمبر پر، بیلجیم نویں نمبر پر اور ماریشس دسویں نمبر پر۔ اسی طرح ہالینڈ، ناروے، فرانس اور سعودی عرب کو بھی پہلے سے بڑھ کر قربانی کی توفیق مل رہی ہے۔

پاکستان کی جماعتوں میں وقف جدید کی مجموعی وصولی کے لحاظ سے پہلی تین جماعتیں یہ ہیں: لاہور اول، یہ بھی بڑی بات ہے کہ لاہور اول آیا ہے کراچی اور ربوہ دونوں کو پیچھے چھوڑ گیا ہے، اللہ تعالیٰ یہ اعزاز مبارک کرے۔ کراچی دوم ہے اور ربوہ سوم۔

پاکستان میں چندہ بالغان میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے بالترتیب پہلے دس اضلاع: اسلام آباد، راولپنڈی، سیالکوٹ، فیصل آباد، گوجرانوالہ، شیخوپورہ، میرپورخاص، سرگودہا، گجرات اور بہاولنگر۔

پاکستان میں دفتر اطفال میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے بالترتیب پہلے دس اضلاع یہ ہیں: سیالکوٹ، حیرت ہوئی ہے یہ بھی۔ سیالکوٹ دفتر اطفال میں نمبر ایک آ گیا ہے۔ اسلام آباد، سانگھڑ، راولپنڈی، گوجرانوالہ، میرپورخاص، شیخوپورہ، فیصل آباد، سرگودہا اور حیدرآباد۔

اب مَیں تحریک جدید کے نئے سال کا بھی مختصر ذکر کرتا ہوں ۔تحریک جدید کے نئے سال کا آغاز یکم نومبر سے ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری ہدایت پر جماعتوں نے نئے سال کے وعدہ جات بھی لینے شروع کر دیئے ہیں ۔تاہم یہ روایت چونکہ چلی آرہی ہے کہ نیا سال شروع ہونے پر پچھلے سال کا جائزہ بھی پیش کیا جاتا ہے اس لئے وقف جدید کے نئے سال کا اعلان کرتے ہوئے آج تحریک جدید کے گزشتہ سال کے اعداد و شمار کا بھی مختصر ذکر کرتا ہوں ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے 126 ممالک نے اس میں شمولیت کی توفیق پائی ہے ۔موصولہ رپورٹوں کے مطابق 31/ اکتوبر 2002ء تک جماعتہائے احمدیہ عالمگیر کی کل وصولی 24 لاکھ 52 ہزار 3 سو پاؤنڈ ہے ۔ یہ وصولی گزشتہ سال کی وصولی سے 3 لاکھ پاؤنڈ زیادہ ہے ۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے تحریک جدید کے مالی نظام میں شامل ہونے والوں کی تعداد 3 لاکھ 54 ہزار سے تجاوز کر چکی ہے ۔

اللہ کے فضل سے پاکستان امسال بھی نمایاں قربانی پیش کرتے ہوئے پوری دنیا کی جماعتوں میں اول آنے کا اعزاز برقرار رکھے ہوئے ہے اور وہاں کی مقامی جماعتوں کے لحاظ سے لاہور اول ، ربوہ دو اور کراچی نمبر تین ہے ۔ پھر بالترتیب راولپنڈی ،اسلام آباد ،حیدرآباد ، میرپور خاص ،اوکاڑہ ،سرگودھا اور جہلم کی جماعتیں ہیں ۔

جماعت امریکہ نے بھی امسال اللہ کے فضل سے نمایاں قربانی کی توفیق پائی ہے اور پاکستان کے باہر کے ممالک میں دنیا بھر کی جماعتوں میں اول آنے کا اعزاز برقرار رکھا ہے ۔مجموعی لحاظ سے بالترتیب پہلی دس جماعتیں یہ ہیں :۔ پاکستان ، امریکہ ،جرمنی ، برطانیہ ،کینیڈا ،انڈونیشیا ،ہندوستان ، ماریشس ، سوئٹزرلینڈ ،آسٹریلیا اور سعودی عرب ۔

اب مَیں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ امیر صاحب جرمنی نے ملاقات کے دوران اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ مَیں جرمنی کے چندوں کے متعلق بھی وہ بات کروں ۔خاص طور پر ایک شخص کے متعلق انہوں نے بتایا کہ وہ چندوں میں بہت ہی وسعت سے خرچ کرنے والا ہے لیکن ایک کمزوری ہے کہ وہ اپنے بیوی بچوں کی طرف سے بھی خود ہی چندہ ادا کرتا ہے ۔اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بیوی بچوں کو خود قربانی کی عادت نہیں پڑتی ۔سارا چندہ وہ باپ دے دیتا ہے تو بچوں کا بھی وہی اور خاوند دیتا ہے تو بیوی کیلئے بھی وہی چندہ ہے ۔تو وہ یہ بات کہہ رہے تھے اور یہ ٹھیک ہے کہ چندہ کے وقت بیوی اور بچوں سے چندہ لینا چاہیے ۔ جو خرچ ان کو دیا جاتا ہے اس میں سے چندہ وصول کرنا چاہیے ۔تب بچپن سے ہی ان کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی عادت پڑ جائے گی ۔ مجھے یاد ہے کہ بچپن میں ہماری والدہ یہی کیا کرتی تھیں ۔اس زمانے کے

لحاظ سے ایک ہفتے کا ایک آنہ ملا کرتا تھا تو مہینے میں چار آنے ملتے تھے تو ہم سے وہ ایک آنہ ایک ہفتے کا لے لیا کرتی تھیں کہ یہ فلاں چندہ میں ڈالا جائے گا۔ اللہ ان کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔ اس وجہ سے مجھے بھی بچپن سے ہی چندہ دینے کی عادت پڑ گئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے آپ بھی اپنے بچوں کو چندہ دینے کی عادت ڈالیں۔ ان کو کچھ دیں اور ان سے پھر واپس لیں اور بتائیں کہ یہ اس مد میں ہم تمہاری طرف سے خرچ کریں گے۔

ہجرت کے نتیجے میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے احمدی خاندانوں کے اموال میں بھی بہت برکت رکھی ہے۔ پہلے کے حالات اور آج کے حالات میں کوئی نسبت ہی نہیں رہی۔ وہ کیا سے کیا بن گئے ہیں۔ اللہ کے بیشمار فضل ہوئے ہیں ہر احمدی خاندان پر اب یہ یاد رکھنے کی بات ہے اپنا ماضی دیکھیں اور اب دیکھیں کہ کہاں سے کہاں پہنچے ہوئے ہیں ماشاء اللہ۔ امریکہ اور جرمنی اور انگلستان۔ یہ سب لوگ اپنا ماضی دیکھیں تو اکثر کو غربت کا ماضی نظر آئے گا۔ پس ہجرت میں بھی اللہ تعالیٰ نے بہت برکت رکھی ہے اور اس کے نتیجے کو ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے کسی صورت میں بھی غافل نہیں رہنا اس کے نتیجے میں ایمان بھی بڑھے گا اور اموال میں بھی ترقی ہوگی۔ اسلئے مَیں ایسے خاندانوں کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ خود اپنا جائزہ لیں، اگر کہیں بھی کمی یا کوئی غفلت واقع ہو رہی ہے تو وہ خود اس کو دور کرنیکی کوشش کریں۔ ایسے لوگوں کے حسب حالات بھی بعض احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات ملتے ہیں۔ ان میں سے بعض مَیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہر صبح دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے (سخی) کو اور دے۔ اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! روک رکھنے والے کنجوس کا مال ومتاع برباد کر دے۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ فامّا من اعطٰی و اتقٰی)

حضرت مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مَیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ فرما رہے تھے: اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ۔ ابن آدم کہتا ہے یہ میرا مال ہے، یہ میرا مال ہے۔ اے آدم کے بیٹے! تیرا مال تو صرف وہ ہے جو تو نے راہ مولیٰ میں صدقہ کر دیا، وہ اگلے جہان میں تیرے کام آئے گا یا وہ جو تو نے کھایا اور ختم کر دیا اور جو پہن لیا وہ تو اسی دنیا میں ہی ضائع ہو جائے گا۔ اس کا اگلے جہان سے کوئی تعلق نہیں اور جو مال آگے بھیجنا چاہتے ہو وہ وہی ہے جو خدا کی راہ میں خرچ کیا جائے۔

(جامع ترمذی کتاب تفسیر القرآن باب ومن سورۃ الھٰکم)

زکوٰۃ اور چندہ جات کے معاملے میں بجٹ بناتے ہوئے انتہائی احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

پوری شرح کے ساتھ آمدنی کے مطابق ادائیگی ضروری ہے ورنہ دھوکہ دے کر کم آمدنی ظاہر کر کے اس پر چندہ ادا کرنے کا کچھ بھی فائدہ نہیں۔ اس کا تو سراسر نقصان ہی نقصان ہے۔

آنحضور ﷺ فرماتے ہیں: طہارت اور وضو کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی اور نہ ہی دھوکے والا مال صدقہ میں قبول ہوتا ہے۔ (ترمذی ابواب الطھارۃ باب لاتقبل صلٰوۃ بغیر طھورٍ)

مال کو جمع کر لینا اور خدا کی راہ میں خرچ نہ کرنا اور زکوٰۃ اور لازمی چندہ جات سے جان بوجھ کر پہلو تہی اختیار کرنے سے دوسری عبادات بھی کھوکھلی اور سطحی ہو جاتی ہیں چنانچہ آنحضور ﷺ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس بندہ کی نماز قبول نہیں کرتا جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ ان دونوں حکموں پر عمل کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی دونوں کو جمع کیا ہے۔ پس تم ان کو الگ مت کرو۔

(کنز العمال کتاب الزکوٰۃ من قسم الاقوال باب الاول فی الوجوب و الترغیب فیھا حدیث نمبر 15784)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

’’یہ فریضہ تمام قوم میں مشترک ہے اور سب پر لازم ہے کہ اس پُر خطر اور پُر فتنہ زمانہ میں کہ جو ایمان کے ایک نازک رشتہ کو جو خدا اور اس کے بندے میں ہونا چاہیے بڑے زور وشور کے ساتھ جھٹکے دے کر ہلا رہا ہے۔ اپنے اپنے حسن خاتمہ کی فکر کریں اور وہ اعمال صالحہ جن پر نجات کا انحصار ہے اپنے پیارے مالوں کو فدا کرنے اور پیارے وقتوں کو خدمت میں لگانے سے حاصل کریں۔‘‘

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد نمبر 3 صفحہ 37)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں۔

’’اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اسکی راہ میں مال خرچ کرے گا تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کیلئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا۔ لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہیے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔ یہ مت خیال کرو کہ مال تمہاری کوشش سے آتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دیکر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجا لا کر خدا تعالیٰ اور اسکے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو، بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس

خدمت کیلئے بلاتا ہے اور مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی کرو تو وہ ایک قوم پیدا کر دے گا کہ اس کی خدمت بجالائیگی۔ تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کیلئے ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو اور یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔ مَیں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرہ محتاج نہیں۔ ہاں تم پر یہ اس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقع دیتا ہے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 613 اشتہار ستمبر 1903ء)

اب مَیں آخر پر نئے سال کی مبارکباد دیتا ہوں ساری جماعت کو۔ میرا دفتر نئے سال کی مبارکباد کی ڈاک سے بھر گیا ہے اور سب کو خیر مبارک لکھنا میرے لئے ممکن نہیں۔ اسلئے مَیں اسی خطبہ کے آخر پر یہ اعلان کر دیتا ہوں کہ جن لوگوں نے نئے سال کی مبارک دی ہے آپ سب کو خیر مبارک ہو اور نیا سال پہلے سال سے ہر پہلو سے بہتر نکلے۔ ہر پُرانے دُکھ جو اس سال میں ہمیں پہنچے ہیں اگلے سال وہ خوشیوں میں تبدیل ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ نیکیوں میں بھی پچھلے سال کی نسبت بڑھ جائیں۔ جماعت کو بھی خدا تعالیٰ نے اس بار بہت برکت دی ہے اور امید ہے کہ انشاءاللہ یہ جماعت بڑھتی چلی جائے گی۔

(الفضل انٹرنیشنل 7 رفروری 2003ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 9/ جنوری 2004ء بیت الفتوح لندن

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ط وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۔

(آل عمران:93)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو دو بڑی تحریکات جاری فرمائی تھیں ان میں سے ایک وقف جدید کی تحریک ہے۔ وقف جدید کا سال یکم جنوری سے شروع ہوتا ہے اور 31/دسمبر کو ختم ہوتا ہے اور 31/دسمبر کے بعد کے خطبے میں عموماً وقف جدید کے نئے سال کا اعلان کیا جاتا ہے اور خطبہ جمعہ میں عموماً جماعت نے جو سال کے دوران مالی قربانی کی ہوتی ہے اس کا ذکر ہوتا ہے۔

1957ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھوں جاری کردہ یہ تحریک زیادہ تر پاکستان کی جماعتوں سے تعلق رکھتی تھی یا کچھ حد تک ہندوستان میں۔ 1985ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تمام دنیا میں جاری فرما دیا اور بیرونی جماعتوں نے بھی اس کے بعد بڑھ چڑھ کر اس تحریک میں حصہ لینا شروع کیا اور قربانیاں دیں۔ آج کے جمعہ سے پہلے بھی ایک جمعہ گزر چکا ہے اس مہینہ میں لیکن چونکہ مختلف ممالک سے رپورٹس آنی ہوتی ہیں تا کہ جائزہ پیش کیا جاسکے اس لئے گزشتہ جمعہ میں اس کا اعلان نہیں ہوا آج اس کا اعلان کیا جائے گا انشاء اللہ۔ لیکن اس جائزے اور اعلان کرنے سے پہلے مَیں مالی قربانیوں کے ضمن میں کچھ عرض کروں گا۔

یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو۔ اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو تو یقیناً اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر بیان کی ہے۔ فرمایا:

''لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ قرآن کریم میں سورۃ بقرہ میں جہاں پہلا رکوع شروع ہوتا ہے وہاں متقی کی نسبت فرمایا ہے وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ یعنی جو کچھ اللہ نے دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں۔ یہ تو پہلے رکوع کا ذکر ہے۔ پھر اسی سورۃ میں کئی جگہ انفاق فی سبیل اللہ کی بڑی بڑی تاکیدیں آئی ہیں۔...... پس تم حقیقی

نیکی کو نہیں پاسکو گے جب تک کہ تم مال سے خرچ نہ کرو۔ مِمَّا تُحِبُّوْنَ کے معنے میرے نزدیک مال ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (العادیات:9) انسان کو مال بہت پیارا ہے۔ پس حقیقی نیکی پانے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی پسندیدہ چیز مال میں سے خرچ کرتے رہو۔''

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 500)

ایک روایت ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کے حوالے سے یہ حدیث بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ''اے آدم کے بیٹے تُو اپنا خزانہ میرے پاس جمع کر کے مطمئن ہو جا، نہ آگ لگنے کا خطرہ، نہ پانی میں ڈوبنے کا اندیشہ اور نہ کسی چور کی چوری کا ڈر۔ میرے پاس رکھا گیا خزانہ مَیں پورا تجھے دوں گا اس دن جبکہ تُو اس کا سب سے زیادہ محتاج ہوگا۔ (طبرانی)

دیکھیں کتنا سستا سودا ہے۔ آج اس طرح خزانے جمع کروانے کا کسی کو ادراک ہے شعور ہے تو صرف احمدی کو ہے۔ وہ جو اللہ تعالیٰ کی اس تعلیم کو سمجھتا ہے کہ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ: 272) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اللہ میاں کے دینے کے بھی کیا طریقے ہیں کہ جو اچھا مال بھی تم اس کی راہ میں خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا لوٹائے گا۔ بلکہ دوسری جگہ فرمایا کہ کئی گنا بڑھا کر لوٹایا جائے گا۔ تم سمجھتے ہو کہ پتہ نہیں اس کا بدلہ ملے بھی کہ نہ ملے۔ فرمایا اس کا بدلہ تمہیں ضرور ملے گا بلکہ اس وقت ملے گا جب تمہیں اس کی ضرورت سب سے زیادہ ہوگی، تم اس کے سب سے زیادہ محتاج ہو گے۔ اس لئے یہ وہم دل سے نکال دو کہ تم پر کوئی ظلم ہوگا۔ ہرگز ہرگز تم پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ لوگ دنیا میں رقم رکھنے سے ڈرتے ہیں۔ بینک میں بھی رکھتے ہیں تو اس سوچ میں پڑے رہتے ہیں کہ بینکوں کی پالیسی بدل نہ جائے۔ منافع بھی میرا کم نہ ہو جائے۔ اور بڑی بڑی رقوم ہیں۔ کہیں یہ تحقیق شروع نہ ہو جائے کہ رقم آئی کہاں سے۔ اور فکر اور خوف اس لئے دامن گیر رہتا ہے، اس لئے ہر وقت فکر رہتی ہے کہ یہ جو رقم ہوتی ہے دنیاداروں کی صاف ستھری رقم نہیں ہوتی، پاک رقم نہیں ہوتی بلکہ اکثر اس میں یہی ہوتا ہے کہ غلط طریقے سے کمایا ہوا مال ہے۔ گھروں میں رکھتے ہیں تو فکر کہ کوئی چور چوری نہ کر لے، ڈاکہ نہ پڑ جائے۔ پھر بعض لوگ سود پر قرض دینے والے ہیں۔ کئی سو روپے سود پر قرض دے رہے ہوتے ہیں۔ لیکن چین پھر بھی نہیں ہوتا۔ سندھ میں ایک ایسے ہی شخص کے بارہ میں مجھے کسی نے بتایا کہ غریب اور بھوکے لوگوں کو جو قحط سالی ہوتی ہے لوگ بیچارے آتے ہیں اپنے ساتھ زیور وغیرہ، سونا وغیرہ لاتے ہیں، ایسے سودخوروں سے رقم لے لیتے ہیں، اپنے کھانے پینے کا انتظام کرنے کے لئے اور اس پہ سود پھر اس حد تک زیادہ ہوتا ہے کہ وہ قرض

واپس ہی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ سود اتارنا ہی مشکل ہوتا ہے، سود درسود چڑھ رہا ہوتا ہے تو اس طرح وہ سونا جو ہے یا زیور جو ہے وہ اس قرض دینے والے کی ملکیت بنتا چلا جاتا ہے۔ تو ایک ایسا ہی سود خور تھا اور فکر یہ تھی کہ مَیں نے بینک میں بھی نہیں رکھنا۔ تو اپنے گھر میں ہی، اپنے کمرے میں ایک گڑھا کھود کے وہیں اپنا سیف رکھ کے، تجوری میں سارا کچھ رکھا کرتا تھا اور چالیس پچاس کلو تک اس کے پاس سونا اکٹھا ہو گیا تھا۔ اور اس کے اوپر اپنا پلنگ بچھا کر سویا کرتا تھا، خطرے کے پیش نظر کہ کوئی لے ہی نہ جائے۔ اور سونا کیا تھا کیونکہ سونے کے اوپر تو چارپائی ہوتی تھی۔ ساری رات جاگتا ہی رہتا تھا۔ اسی فکر میں ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ فوت ہو گیا۔ تو وہ مال تو اس کے کسی کام نہ آیا۔ اب اگلے جہان میں اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ کیا کرنا ہے وہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے لیکن ایسے لوگوں کی ضمانت خدا تعالیٰ بہر حال نہیں دے رہا جب کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کی ضمانت ہے کہ تمہیں کیا پتہ تم سے کیا کیا اعمال سرزد ہوتے ہیں، کیا کیا غلطیاں اور کوتاہیاں ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر تم نیک نیتی سے اس کی راہ میں خرچ کرو گے تو یہ ضمانت ہے کہ اعمال کے پلڑے میں جو بھی کمی رہ جائے گی تو چونکہ تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہو گا تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ تم پر ظلم ہو، اس وقت کمیوں کو اسی طرح پورا کیا جائے گا اور کبھی ظلم نہیں ہو گا۔

اس بارہ میں ایک اور روایت ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن حساب کتاب ختم ہونے تک انفاق فی سبیل اللہ کرنے والا اللہ کی راہ میں خرچ کئے ہوئے اپنے مال کے سایہ میں رہے گا۔''

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 148 حدیث نمبر 16882)

لیکن شرط یہ ہے کہ یہ خرچ کیا ہوا مال پاک مال ہو، پاک کمائی میں سے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے اتنے اجر اگر لینے ہیں اور اپنے مال کے سائے میں رہنا ہے تو گندے سے تو اللہ تعالیٰ ایسے اعلیٰ اجر نہیں دیا کرتا اور جن کا مال گندہ ہو ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے نہیں ہوتے اور اگر کہیں خرچ کر بھی دیں اگر لاکھ روپیہ جیب میں ہے اور ایک روپیہ نکال کر دے بھی دیں گے تو پھر سو آدمیوں کو بتائیں گے کہ مَیں نے یہ نیکی کی ہے۔ لیکن نیک لوگ، دین کا درد رکھنے والے لوگ، جن کی کمائی پاک ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور پھر کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ بھی ان کی بڑی قدر کرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایک کھجور بھی پاک کمائی سے اللہ کی راہ میں دی اور اللہ تعالیٰ پاک چیز کو ہی قبول فرماتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کھجور کو دائیں ہاتھ سے قبول

فرمائے گا اور اسے بڑھاتا چلا جائے گا یہاں تک کہ وہ پہاڑ جتنی ہو جائے گی۔ جس طرح تم میں سے کوئی اپنے چھوٹے سے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ ایک بڑا جانور بن جاتا ہے۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ بَابُ الصَّدَقَةِ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ)

آج جماعت میں ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ان کے بزرگوں نے تکلیفیں اٹھا کر اپنی پاک کمائی میں سے جو قربانیاں کیں اللہ تعالیٰ نے ان کی نسلوں کے اموال و نفوس میں بے انتہا برکت ڈالی۔

پھر روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ''مَیں نے مسجد نبوی کے منبر پر رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

''اے لوگو! جہنم کی آگ سے بچو اگر چہ تمہارے پاس کھجور کا آدھا ہی ٹکڑا ہو، وہی دے کر آگ سے بچو۔ اس لئے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا انسان کی کجی کو درست کرتا ہے۔ بُری موت مرنے سے بچاتا ہے اور بھوکے کا پیٹ بھرتا ہے۔''

(بخاری کتاب الزکوۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ)

تو اللہ تعالیٰ کی خاطر کی ہوئی قربانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس دنیا میں بھی راستے سے بھٹکنے سے بچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے شخص سے ایسے اعمال سرزد ہوتے ہیں جن سے اس کا انجام بھی بخیر ہو۔

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: دو شخصوں کے سوا کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیے۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اسے راہ حق میں خرچ کر دیا۔ دوسرے وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے سمجھ، دانائی اور علم و حکمت دی جس کی مدد سے وہ لوگوں کے فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا بھی ہے۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ باب انفاق المال فی حقه)

ایک اور روایت میں آتا ہے، عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اَلشُّحّ یعنی بخل سے بچو! یہ بخل ہی ہے جس نے پہلی (قوموں) کو ہلاک کیا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 159 مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص حدیث نمبر 6451)

الحمد للہ! کہ آج جماعت میں ایسے لاکھوں افراد مل جاتے ہیں جو بخل تو علیحدہ بات ہے اپنے اوپر تنگی وارد کرتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہیں۔ اور بخل کو کبھی بھی اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دیتے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''مَیں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بُخل اور ایمان ایک ہی دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وہ اپنا مال صرف اس مال کو نہیں سمجھتا کہ اس کے صندوق میں بند ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام خزائن کو اپنے خزائن سمجھتا ہے اور امساک اس سے اس طرح دُور ہو جاتا ہے (یعنی کنجوسی اس سے دور ہو جاتی ہے) جیسا کہ روشنی سے تاریکی دُور ہو جاتی ہے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 614 اشتہار ستمبر 1903ء)

پھر فرمایا۔

''قوم کو چاہیے کہ ہر طرح سے اس سلسلہ کی خدمت بجالاوے۔ مالی طرح پر بھی خدمت کی بجاآوری میں کوتاہی نہیں چاہیے۔ دیکھو دنیا میں کوئی سلسلہ بغیر چندہ کے نہیں چلتا۔ رسول کریم ﷺ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سب رسولوں کے وقت چندے جمع کئے گئے۔ پس ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی اس امر کا خیال ضروری ہے اگر یہ لوگ التزام سے ایک ایک پیسہ بھی سال بھر میں دیویں تو بھی بہت کچھ ہوسکتا ہے ہاں اگر کوئی ایک پیسہ بھی نہیں دیتا تو اُسے جماعت میں رہنے کی کیا ضرورت ہے''۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 358)

ایک حدیث میں آتا ہے۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب صدقہ کرنے کا ارشاد فرماتے تو ہم میں سے کوئی بازار کو جاتا اور وہاں محنت مزدوری کرتا اور اسے اجرت کے طور پر ایک مُد (اناج وغیرہ) ملتا (تو وہ اس میں سے صدقہ کرتا) اور اب ان کا یہ حال ہے کہ ان میں سے بعض کے پاس ایک ایک لاکھ درہم یا دینار ہے۔

(بخاری کتاب الاجارہ، باب من آجر نفسہ لیحمل علی ظھرہ ثم تصدق بہ ......)

اسی سنت کی پیروی کرتے ہوئے آج بھی جماعت میں ایسی مثالیں ملتی ہیں جہاں عورتوں نے بھی سلائی کڑھائی کر کے یا مرغی کے انڈے بیچ کر اپنے استعمال میں لائے بغیر خلیفۂ وقت کی طرف سے کی گئی تحریکات میں حصہ لیا اور اس طرح سے پہلوں سے ملنے کی پیشگوئی کو بھی پورا کیا۔

حضرت خلیفہ اولؓ کا واقعہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے بارہ میں لکھا ہے لیکن ہر دفعہ پڑھنے سے ایمان میں ایک تازگی پیدا ہوتی ہے اور قربانی کی ایک نئی روح پیدا ہوتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ۔

''اگر مَیں اجازت دیتا تو وہ سب کچھ اس راہ میں فدا کر کے اپنی روحانی رفاقت کی طرح جسمانی رفاقت اور ہر دم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے۔

ان کے بعض خطوط کی چند سطریں بطور نمونہ ناظرین کو دکھلاتا ہوں:............

'' مَیں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیرومرشد مَیں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال ودولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو مَیں مراد کو پہنچ گیا۔ اگر خریدار براہین کے توقف طبع کتاب سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمایئے کہ یہ ادنیٰ خدمت بجالاؤں کہ ان کی تمام قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے واپس کر دوں۔ حضرت پیرومرشد نابکار شرمسار عرض کرتا ہے اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے۔ میرا منشاء ہے کہ براہین کے طبع کا تمام خرچ میرے پر ڈال دیا جائے۔ پھر جو کچھ قیمت میں وصول ہو وہ روپیہ آپ کی ضروریات میں خرچ ہو۔ مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو۔''

(فتح اسلام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 35،36)

(یعنی پیسے بھی دے رہے ہیں اور فرمایا کہ اس کے بعد جو آمد ہو وہ بھی اسی کام کو جاری رکھنے کیلئے خرچ ہو)۔

پھر حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی قربانی کا بھی ایک واقعہ ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ:

''ایک دفعہ اوائل زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لدھیانہ میں کسی ضروری تبلیغی اشتہار کے چھپوانے کیلئے ساٹھ روپے کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت حضرت صاحب کے پاس اس رقم کا انتظام نہیں تھا اور ضرورت فوری اور سخت تھی۔ منشی صاحب کہتے تھے کہ مَیں اس وقت حضرت صاحب کے پاس لدھیانہ میں اکیلا آیا ہوا تھا۔ حضرت صاحب نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اس وقت یہ اہم ضرورت درپیش ہے۔ کیا آپ کی جماعت اس رقم کا انتظام کر سکے گی۔ مَیں نے عرض کیا حضرت انشاء اللہ کر سکے گی اور مَیں جا کر روپے لاتا ہوں۔ چنانچہ مَیں فوراً کپورتھلہ گیا اور جماعت کے کسی فرد سے ذکر کرنے کے بغیر اپنی بیوی کا ایک زیور فروخت کر کے ساٹھ روپے

حاصل کئے اور حضرت صاحب کی خدمت میں لا کر پیش کر دیئے حضرت صاحب بہت خوش ہوئے اور جماعت کپورتھلہ کو (کیونکہ حضرت صاحب یہی سمجھتے تھے کہ اس رقم کا جماعت نے انتظام کیا ہے) دعا دی۔ چند دن کے بعد منشی اروڑا صاحب بھی لدھیانہ گئے تو حضرت صاحب نے ان سے خوشی کے لہجہ میں ذکر فرمایا کہ ''منشی صاحب اس وقت آپ کی جماعت نے بڑی ضرورت کے وقت امداد کی''۔ منشی صاحب نے حیران ہو کر پوچھا ''حضرت کون سی امداد؟ مجھے تو کچھ پتہ نہیں'' حضرت صاحب نے فرمایا۔ ''یہی جو منشی ظفر احمد صاحب جماعت کپورتھلہ کی طرف سے ساٹھ روپے لائے تھے۔'' منشی صاحب نے کہا ''حضرت! منشی ظفر احمد نے مجھ سے تو اس کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ ہی جماعت سے ذکر کیا اور مَیں ان سے پوچھوں گا کہ ہمیں کیوں نہیں بتایا۔'' اس کے بعد منشی اروڑا صاحب میرے پاس آئے اور سخت ناراضگی میں کہا کہ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی اور تم نے مجھ سے ذکر نہیں کیا۔ مَیں نے کہا منشی صاحب تھوڑی سی رقم تھی اور مَیں نے اپنی بیوی کے زیور سے پوری کر دی اس میں آپ کی ناراضگی کی کیا بات ہے۔ مگر منشی صاحب کا غصہ کم نہ ہوا اور وہ برابر یہی کہتے رہے کہ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی تھی اور تم نے یہ ظلم کیا کہ مجھے نہیں بتایا اور پھر منشی اروڑا صاحب چھ ماہ تک مجھ سے ناراض رہے۔ اللہ! اللہ! یہ وہ فدائی لوگ تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا ہوئے۔ ذرا غور فرمائیں کہ حضرت صاحب جماعت سے امداد طلب فرماتے ہیں مگر ایک اکیلا شخص اور غریب شخص اٹھتا ہے اور جماعت سے ذکر کرنے کے بغیر اپنی بیوی کا زیور فروخت کر کے اس رقم کو پورا کر دیتا ہے اور پھر حضرت صاحب کے سامنے رقم پیش کرتے ہوئے یہ ذکر تک نہیں کرتا کہ یہ رقم مَیں دے رہا ہوں یا کہ جماعت۔ تا کہ حضرت صاحب کی دعا ساری جماعت کو پہنچے اور اس کے مقابل پر دوسرا فدائی یہ معلوم کر کے کہ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی اور مَیں اس خدمت سے محروم رہا ایسا پیچ و تاب کھاتا ہے کہ اپنے دوست سے چھ ماہ تک ناراض رہتا ہے کہ تم نے حضرت صاحب کی اس ضرورت کا مجھ سے ذکر کیوں نہیں کیا۔''

(الفضل 4 ستمبر 1941ء بحوالہ اصحاب احمد جلد 4 جدید ایڈیشن صفحہ 97، 98)

اب کوئی دنیا دار ہو تو اس بات پر ناراض ہو جائے کہ تم روز روز مجھ سے پیسے مانگنے آجاتے ہو۔ لیکن یہاں جنھوں نے اگلے جہان کے لئے اور اپنی نسلوں کی بہتری کے سودے کرنے ہیں ان کی سوچ ہی کچھ اور ہے۔ اس بات پر نہیں ناراض ہو رہے کہ کیوں پیسے مانگ رہے ہو بلکہ اس بات پر ناراض ہو رہے ہیں کہ مجھے قربانی کا موقع کیوں نہیں دیا۔

پھر ایک واقعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ چوہدری رستم علی صاحب آف مدار ضلع جالندھر کے بارہ میں کہ ''وہ کورٹ انسپکٹر تھے ان کی 80 روپے تنخواہ تھی۔ حضرت صاحب کو خاص ضرورت دینی تھی۔ آپ نے ان کو خط لکھا کہ یہ خاص وقت ہے اور چندے کی ضرورت ہے۔ انہی دنوں گورنمنٹ نے حکم جاری کیا کہ جو کورٹ انسپکٹر ہیں وہ انسپکٹر کر دیئے جائیں۔ جس پر ان کو نیا گریڈ مل گیا اور جھٹ ان کے 80 روپے سے 180 روپے ہو گئے۔ اس پر انہوں نے حضرت صاحب کو لکھا کہ ادھر آپ کا خط آیا اور اُدھر 180 روپے ہو گئے۔ اس لئے یہ اوپر کے سو روپے میرے نہیں ہیں، یہ حضرت صاحب کے طفیل ملے ہیں اس واسطے وہ ہمیشہ سو روپیہ علیحدہ بھیجا کرتے تھے۔''

(الفضل 15 مئی 1922ء صفحہ 2)

پھر ایک واقعہ ہے حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدینؓ صاحب کا۔ ان کا تھوڑا سا تعارف بھی کرا دوں یہ حضرت ام ناصرؓ جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پہلی بیگم تھیں، ان کے والد تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے نانا ہوئے۔ تو ان کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے کہ:

''جب انہوں نے ایک دوست سے حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ سنا تو آپ نے سنتے ہی فرمایا کہ اتنے بڑے دعویٰ کا شخص جھوٹا نہیں ہو سکتا اور آپ نے بہت جلد حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کر لی۔ حضرت صاحبؑ نے ان کا نام اپنے بارہ حواریوں میں لکھا ہے اور ان کی مالی قربانیاں اس حد تک بڑھی ہوئی تھیں کہ حضرت صاحبؑ نے ان کو تحریری سند دی کہ آپ نے سلسلہ کیلئے اس قدر مالی قربانی کی ہے کہ آئندہ آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کا وہ زمانہ مجھے یاد ہے جب کہ آپ پر مقدمہ گورداسپور میں ہو رہا تھا اور اس میں روپیہ کی ضرورت تھی۔ حضرت صاحبؑ نے دوستوں میں تحریک بھیجی کہ چونکہ اخراجات بڑھ رہے ہیں لنگر خانہ دو جگہ پر ہو گیا ہے۔ ایک قادیان میں اور ایک یہاں گورداسپور میں اس کے علاوہ اور مقدمہ پر خرچ ہو رہا ہے لہٰذا دوست امداد کی طرف توجہ کریں۔ جب حضرت صاحبؑ کی تحریک ڈاکٹر صاحب کو پہنچی تو اتفاق ایسا ہوا کہ اسی دن ان کو تنخواہ قریباً چار سو پچاس روپے ملی تھی۔ وہ ساری کی ساری تنخواہ اسی وقت حضرت صاحبؑ کی خدمت میں بھیج دی۔ ایک دوست نے سوال کیا کہ آپ کچھ گھر کی ضروریات کیلئے

رکھ لیتے تو انہوں نے کہا کہ خدا کا مسیحؑ لکھتا ہے کہ دین کیلئے ضرورت ہے تو پھر اور کس کیلئے رکھ سکتا ہوں۔ غرض ڈاکٹر صاحب تو دین کیلئے قربانیوں میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ حضرت صاحبؑ کو انہیں روکنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور انہیں کہنا پڑا کہ اب آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔‘‘

(تقاریر جلسہ سالانہ 1926ء۔ انوار العلوم جلد 9 صفحہ 403)

اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں کو بھی اسی اخلاص اور وفا کے ساتھ قربانیوں کی توفیق دے۔ ان کی نسلیں اب دنیا کے بہت سے ممالک میں پھیلی ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اخلاص اور وفا میں بہت بڑھے ہوئے بھی ہیں، اللہ تعالیٰ مزید بڑھائے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ خسارہ کی حالت میں وہ لوگ ہیں جو ریاکاری کے موقعوں میں تو صد ہا روپیہ خرچ کریں۔ اور خدا کی راہ میں پیش و پس سوچیں۔ شرم کی بات ہے کہ کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہو کر پھر اپنی خست اور بخل کو نہ چھوڑے۔ یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ ہر ایک اہل اللہ کے گروہ کو اپنی ابتدائی حالت میں چندوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے بھی کئی مرتبہ صحابہؓ پر چندے لگائے۔ جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے بڑھ کر رہے...... جو ہمیں مدد دیتے ہیں۔ آخر وہ خدا کی مدد دیکھیں گے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 308 اشتہار 4راکتوبر 1899ء)

جماعت میں بہت سے خاندان اس بات کے گواہ ہیں کہ ان کے بزرگوں کی ایسی قربانیوں اور مدد کی وجہ سے وہ آج مالی لحاظ سے کہیں کے کہیں پہنچے ہوئے ہیں۔ اگر ہم اپنی نسلوں کو بھی دینی اور دنیاوی لحاظ سے خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی چاہیے کہ قربانیوں کے یہ معیار قائم رکھیں اور قائم رکھتے چلے جائیں اور اپنی نسلوں میں بھی اس کی عادت ڈالیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’پانچواں وسیلہ اصل مقصود کے پانے کے لئے خدا تعالیٰ نے مجاہدہ ٹھیرایا ہے یعنی اپنا مال خدائے تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اور اپنی طاقتوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اور اپنی جانوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اور اپنی عقل کو خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اس کو ڈھونڈا جائے

جیسا کہ وہ فرماتا ہے......اپنے مالوں اور اپنی جانوں اور اپنے نفسوں کو مع ان کی تمام طاقتوں کے خدا کی راہ میں خرچ کرو اور جو کچھ ہم نے عقل اور علم و فہم اور ہنر وغیرہ تم کو دیا ہے وہ سب کچھ خدا کی راہ میں لگاؤ۔ جو لوگ ہماری راہ میں ہر ایک طور سے کوشش بجالاتے ہیں ہم ان کو اپنی راہیں دکھا دیا کرتے ہیں۔''

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 418-419)

پھر فرمایا۔

''میرے پیارے دوستو! مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے خدائے تعالیٰ نے سچا جوش آپ لوگوں کی ہمدردی کیلئے بخشا ہے اور ایک سچی معرفت آپ صاحبوں کی زیادت ایمان و عرفان کیلئے مجھے عطا کی گئی ہے اس معرفت کی آپ کو اور آپ کی ذرّیت کو نہایت ضرورت ہے۔ سو مَیں اس لئے مستعد کھڑا ہوں کہ آپ لوگ اپنے اموال طیبہ سے اپنے دینی مہمات کیلئے مدد دیں اور ہر یک شخص جہاں تک خدائے تعالیٰ نے اس کو وسعت و طاقت و مقدرت دی ہے اس راہ میں دریغ نہ کرے اور اللہ اور رسول سے اپنے اموال کو مقدم نہ سمجھے اور پھر مَیں جہاں تک میرے امکان میں ہے تالیفات کے ذریعہ سے ان علوم اور برکات کو ایشیا اور یورپ کے ملکوں میں پھیلاؤں جو خدا تعالیٰ کی پاک روح نے مجھے دی ہیں۔''

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 516)

فرماتے ہیں:۔

''چاہیے کہ ہماری جماعت کا ہر ایک متنفس (یعنی ہر شخص) یہ عہد کرے کہ مَیں اتنا چندہ دیا کروں گا۔ کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے عہد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں برکت دیتا ہے۔ اس دفعہ تبلیغ کے لئے جو بڑا بھاری سفر کیا جاوے تو اس میں ایک رجسٹر بھی ہمراہ رکھا جاوے۔ جہاں کوئی بیعت کرنا چاہے اس کا نام اور چندے کا عہد درج رجسٹر کیا جاوے۔'' (ملفوظات جلد سوم 360)

اب یہ بات پہلے دن سے ہی نو مبائعین کو سمجھا دینی چاہیے۔ شروع میں اگر وہ با شرح چندہ عام وغیرہ نہیں دیتے یا نہیں دے سکتے تو کسی تحریک میں مثلاً وقف جدید میں یا تحریک جدید میں چندہ لیں، پھر آہستہ آہستہ ان کو عادت پڑ جائے گی اور پھر ان کو بھی چندوں کی ادائیگی میں مزا آنے لگے گا اور ایک فکر پیدا

ہوگی۔ جیسا کہ ہم میں سے بہت سے ہیں جن کو فکر ہوتی ہے، بہت سارے لوگ خطوں میں لکھتے ہیں کہ بڑی فکر ہے ہم نے اتنا وعدہ کیا ہوا ہے وقف جدید کے چندے کا یا تحریک جدید کے چندے کا اور پورا کرنا ہے، وقت گزر رہا ہے، دعا کریں پورا ہو جائے۔ تو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہ ہمدردی ہمیں نومبائعین سے بھی ہونی چاہیے اور ان کو بھی چندوں کی عادت ڈالنی چاہیے۔

پھر فرمایا کہ

''بہت لوگ ایسے ہیں کہ جن کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ چندہ بھی جمع ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو سمجھانا چاہیے کہ اگر تم سچا تعلق رکھتے ہو تو خدا تعالیٰ سے پکا عہد کر لو کہ اس قدر چندہ ضرور دیا کروں گا اور ناواقف لوگوں کو یہ بھی سمجھایا جاوے کہ وہ پوری تابعداری کریں۔ اگر وہ اتنا عہد بھی نہیں کر سکتے تو پھر جماعت میں شامل ہونے کا کیا فائدہ؟ نہایت درجہ کا بخیل اگر ایک کوڑی بھی روزانہ اپنے مال میں سے چندے کیلئے الگ کرے تو وہ بھی بہت کچھ دے سکتا ہے۔ ایک ایک قطرہ سے دریا بن جاتا ہے۔ اگر کوئی چار روٹی کھاتا ہے تو اسے چاہیے کہ ایک روٹی کی مقدار اس میں سے اس سلسلہ کے لئے بھی الگ کر رکھے اور نفس کو عادت ڈالے کہ ایسے کاموں کے لئے اسی طرح سے نکالا کرے۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 361-360)

پھر آپ اپنی ایک رؤیا اور ایک الہام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''رؤیا دیکھا کہ ایک دیوار پر ایک مرغی ہے۔ وہ کچھ بولتی ہے۔ سب فقرات یاد نہیں رہے مگر آخری فقرہ جو یاد رہا یہ تھا اِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِيْنَ (اگر تم مسلمان ہو) اس کے بعد بیداری ہوئی۔ یہ خیال تھا کہ مرغی نے یہ کیا الفاظ بولے ہیں۔ پھر الہام ہوا: اَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِيْنَ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اگر تم مسلمان ہو) فرمایا کہ مرغی کا خطاب اور الہام کا خطاب ہر دو جماعت کی طرف تھے۔ دونوں فقروں میں ہماری جماعت مخاطب ہے۔''

(تذکرہ صفحہ 492، 493 الہام 2 دسمبر 1905ء)

''چونکہ آج کل روپیہ کی ضرورت ہے۔ لنگر میں بھی خرچ بہت ہے اور عمارت پر بھی بہت خرچ ہو رہا ہے اس واسطے جماعت کو چاہیے کہ اس حکم پر توجہ کریں۔''

پھر فرمایا کہ

''مرغی اپنے عمل سے دکھاتی ہے کہ کس طرح انفاق فی سبیل اللہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ انسان کی خاطر اپنی ساری جان قربان کرتی ہے اور انسان کے کھانے کے واسطے ذبح کی جاتی ہے۔ اسی طرح مرغی نہایت محنت اور مشقت کے ساتھ ہر روز انسان کے واسطے انڈا دیتی ہے۔

ایسا ہی ایک پرند کی مہمان نوازی پر ایک حکایت ہے کہ (دو پرندے تھے درخت پر ان کا گھونسلہ تھا) ایک درخت کے نیچے ایک مسافر کو رات آ گئی۔ جنگل کا ویرانہ اور سردی کا موسم۔ درخت کے اوپر ایک پرند کا آشیانہ تھا۔ نر اور مادہ آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ یہ غریب الوطن آج ہمارا مہمان ہے اور سردی زدہ ہے۔ اس کے واسطے ہم کیا کریں؟ سوچ کر ان میں یہ صلاح قرار پائی کہ ہم اپنا آشیانہ توڑ کر نیچے پھینک دیں اور وہ اس کو جلا کر آگ تاپے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ یہ بھوکا ہے۔ اس کے واسطے کیا دعوت تیار کی جائے۔ اور تو کوئی چیز موجود نہ تھی۔ ان دونوں نے اپنے آپ کو نیچے اس آگ میں گرا دیا تا کہ ان کے گوشت کا کباب ان کے مہمان کے واسطے رات کا کھانا ہو جائے۔ اس طرح انہوں نے مہمان نوازی کی ایک نظیر قائم کی۔''

اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''سو ہماری جماعت کے مومنین اگر ہماری آواز کو نہیں سنتے تو اس مرغی کی آواز کو سنیں۔ مگر سب برابر نہیں۔ کتنے مخلص ایسے ہیں کہ اپنی طاقت سے زیادہ خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔''

(الحکم 10 ردسمبر 1905ء صفحہ 1)

اب بھی جن لوگوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر مالی قربانیوں میں حصہ لیا ہے اور لے رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کا وارث بنائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر کوئی تم میں

سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا۔ لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہیے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔ یہ مت خیال کرو کہ مال تمہاری کوشش سے آتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجا لا کر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کیلئے بلاتا ہے اور مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی کرو تو وہ ایک قوم پیدا کر دے گا کہ اس کی خدمت بجا لائے گی۔ تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کیلئے ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو اور یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔ مَیں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرہ محتاج نہیں۔ ہاں تم پر یہ اس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقعہ دیتا ہے''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 613 اشتہار ستمبر 1903ء)

اللہ نہ کرے کہ ہم میں سے ایک بھی ایسی سوچ والا ہو جو سچائی کی روشنی پا کر پھر اندھیروں میں بھٹکنے والا ہو اور گمراہی کی موت مرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔

اب گزشتہ سال کے دوران وقف جدید کی مالی قربانیوں کا جائزہ پیش کرتا ہوں۔ مختصر تعارف تو شروع میں وقف جدید کا کروا دیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے 1985ء میں اس کو تمام ممالک کیلئے جاری فرمایا اس وقت سے ملکوں کا بھی مقابلہ شروع ہوا ہوا ہے۔ اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے 124 ممالک اس تحریک میں شامل ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔ اور جیسا کہ مَیں نے پہلے بتایا کہ 31 دسمبر 2003ء کو وقف جدید کا چھیالیسواں سال ختم ہوا تھا اور یکم جنوری سے سینتالیسواں سال شروع ہو چکا ہے۔ تو گزشتہ سال کے جو اعدادوشمار ہیں ان کے مطابق وقف جدید کی مد میں کل وصولی 18 لاکھ 80 ہزار پاؤنڈ ہے اور یہ وصولی اللہ تعالیٰ کے فضل سے 3 لاکھ 70 ہزار پاؤنڈ زیادہ ہے گزشتہ سال کی نسبت۔ الحمدللہ۔ اور وقف جدید میں شامل ہونے والے مخلصین کی تعداد بھی 4 لاکھ 8 ہزار تک پہنچ چکی ہے اور گزشتہ

سال کی نسبت 28 ہزار افراد زیادہ شامل ہوئے ہیں۔ الحمدللہ۔

گزشتہ سال میں یعنی 46 ویں سال میں وقف جدید میں دنیا بھر کی جماعتوں میں جماعت امریکہ سب سے آگے رہی ہے۔ اس طرح امریکہ اول ہے، پاکستان دوسرے نمبر پہ۔ لیکن گزشتہ سال پاکستان اول تھا اور امریکہ دوسرے نمبر پر تھا اور اس سے ایک سال پہلے بھی امریکہ نمبر ایک تھا اور پاکستان نمبر دو تھا۔ یہ مقابلہ بڑا آپس میں چل رہا ہے دونوں کا۔ لیکن امسال امریکہ نے بہت بڑی Lead دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قائم رکھے۔ امسال انہوں نے قریباً گزشتہ سال کی نسبت 70 فیصد زائد وصولی کی ہے۔ لیکن بہر حال پاکستان ایک غریب ملک ہے اس کے مقابلہ میں اور اس لحاظ سے انہوں نے بھی ترقی کی ہے 12 فیصد وصولی زائد ہوئی ہے۔ جبکہ دو سالوں سے یعنی پچھلے سال بھی انگلستان کی جماعت تیسرے نمبر پر تھی اور امسال بھی تیسرے نمبر پر ہی آئی ہے۔ انہوں نے اسے Maintain رکھا ہوا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اور قدم بڑھانے کی توفیق دے۔

تو اب مجموعی طور پر پہلی دس جماعتیں جو ہیں دنیا کی ان میں (۱) امریکہ (۲) پاکستان (۳) برطانیہ (۴) جرمنی (۵) کینیڈا (حالانکہ کینیڈا کی جماعتیں کوشش کریں تو یہ اپنی پوزیشن بہت بہتر کر سکتی ہیں)۔ (۶) بھارت (۷) انڈونیشیا (۸) بیلجیئم (۹) سوئٹزر لینڈ اور (۱۰) آسٹریلیا۔

اب چندہ دینے کے لحاظ سے بھی امریکہ کی پہلی پوزیشن ہی ہے اور جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے کہ باقی جماعتوں کو کافی پیچھے چھوڑ دیا ہے ان کی توجہ اب مساجد کی تعمیر کی طرف بھی ہوئی ہے۔ اور امریکہ کے ماحول میں مخلصین جماعت میں جو نیکیوں اور قربانیوں میں سبقت لے جانے کی روح پیدا ہوئی ہے خدا کرے کہ یہ قائم رہے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے ان کے سر اللہ تعالیٰ کے حضور اور اس کے آستانے پر جھکے رہیں اور یہ قدم جو آگے بڑھا ہے پیچھے نہ ہٹے۔

امریکہ کی جماعتوں میں بھی، بتا دیتا ہوں بعض دفعہ جماعتوں کو بھی شوق ہوتا کہ ہمارا بھی ذکر ہو جائے۔ تو امریکہ کی جماعتوں میں Silicon Valley اول ہے، لاس اینجلیس دوم اور میری لینڈ نے تیسری پوزیشن حاصل کی ہے۔

پھر پاکستان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے 1966ء میں اطفال کے سپرد بھی وقف جدید کا کام کیا تھا کہ وہ بھی چندہ دیا کریں۔ اور اس وقت سے وقف جدید میں دفتر اطفال علیحدہ چل رہا ہے۔ تو ان کا علیحدہ علیحدہ موازنہ بھی پیش کر دیتا ہوں۔ بالغان یعنی بڑوں میں پہلی پوزیشن لاہور کی ہے اور دوسری کراچی اور تیسری ربوہ کی۔ اور اطفال میں اول کراچی، دوم لاہور اور سوئم ربوہ۔

اسی طرح اضلاع کی جو قربانیاں ہیں ان میں پاکستان کے اضلاع میں پہلا نمبر ہے اسلام آباد کا، دوسرا راولپنڈی کا، راولپنڈی کا مجموعی قربانیوں کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت تیزی سے قدم آگے بڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ برکت ڈالے اور یہ قدم بڑھتا چلا جائے۔ پھر تیسرے نمبر پر سیالکوٹ ہے چوتھے پر فیصل آباد، پانچویں پر گوجرانوالہ، چھٹے پر میرپور خاص، ساتویں پر شیخوپورہ، آٹھویں پر سرگودہا، نویں پر گجرات اور دسویں پر بہاولنگر۔

اسی طرح دفتر اطفال میں اضلاع میں اسلام آباد نمبر ایک پر، سیالکوٹ نمبر دو پر، گوجرانوالہ نمبر تین پر، فیصل آباد نمبر چار پر، راولپنڈی نمبر پانچ پر، شیخوپورہ نمبر چھ پر، میرپور خاص نمبر سات پر، سرگودہا نمبر آٹھ پر، نارووال نمبر نو اور بہاولنگر نمبر دس۔

اللہ تعالیٰ ان سب قربانی کرنے والوں کے اموال ونفوس میں بے انتہا برکتیں نازل فرمائے اور مالی قربانیوں کے میدان میں آگے سے آگے بڑھتے چلے جائیں۔ اس کے ساتھ ہی مَیں وقف جدید کے سینتالیسویں سال کا اعلان کرتا ہوں۔

اس کے علاوہ آج ایم ٹی اے کے بارہ میں بھی کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ پروگراموں سے سب کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ 7رجنوری کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کی باقاعدہ نشریات کو شروع ہوئے دس سال پورے ہو گئے ہیں۔ تو اس عرصہ میں والنٹیئرز نے اس کام کو خوب چلایا ہے اور دنیا حیران ہوتی ہے کہ یہ سب کام رضاکارانہ طور پر بغیر کسی باقاعدہ ٹریننگ کے کس طرح ہوتا ہے لیکن جو خلوص اور جذبہ اور وفا اور لگن ان ناتجربہ کار لوگوں میں ہے ان دنیاداروں کو کیا پتہ کہ ہزاروں پاؤنڈ خرچ کرکے بھی تم نہیں خرید سکتے۔ اس کے لئے تو یہ عہد چاہیے کہ مَیں جان، مال، عزت اور وقت کو قربان کرنے کیلئے ہر دم تیار رہوں گا۔ تو یہ وہ پیارے لوگ ہیں، وفاؤں کے پتلے ہیں جو نہ دن دیکھتے ہیں نہ رات۔ ان میں لڑکے بھی ہیں، خواتین بھی ہیں، لڑکیاں بھی ہیں، مرد بھی ہیں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلباء بھی ہیں اور اپنی ذاتی ملازمتوں اور کام کرنے والے لوگ بھی ہیں جو اپنی رخصتیں بھی ایم ٹی اے کیلئے قربان کرتے ہیں اور اس بات سے خوش ہیں کہ ان کو اپنے وفا کے عہد کو نبھانے کی توفیق مل رہی ہے۔ ان میں سے بہت سوں میں وہ روح بھی ہے جس کی مثال مَیں نے پہلے دی تھی کہ کیوں ساٹھ روپے اپنی جیب سے خرچ کئے اور ہمیں قربانی کا موقع کیوں نہ دیا۔ ان میں سے کچھ تو ہمیں سامنے نظر آ جاتے ہیں جیسے کیمرہ مین ہیں جو اس وقت بھی آپ کو نظر آ رہے ہیں اور خطبے کو آپ تک پہنچا رہے ہیں۔ بہت سے ایسے بھی ہیں جو پیچھے رہ کر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اور پروگرام بنا رہے ہیں کچھ ان میں سے ایڈیٹنگ وغیرہ کر رہے ہیں، کچھ

ریکارڈنگ کر رہے ہیں۔ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھے ہوئے ان نشریات کو پوری دنیا تک پہنچا رہے ہیں۔تو یہ یہاں کی مرکزی ٹیم کے لوگ ہیں۔

پھر مختلف ممالک میں پروگرام بنانے والے ہیں۔مختلف ممالک کو اس موقع پر فائدہ اٹھاتے ہوئے ، جماعتوں کو یہ بھی کہہ دوں کہ جس طرح جماعتوں کی طرف سے پروگرام بن کے آنے چاہیے تھے اس طرح نہیں آرہے۔افریقن ممالک سے بہت کم ہیں پروگرام۔ یورپ سے اس طرح نہیں جس طرح آنے چاہئیں۔ایشیا کے بہت سے ممالک ہیں جہاں مختلف پروگرام بن سکتے ہیں، ڈاکومینٹریز بن سکتی ہیں وہاں کے اور بہت سارے پروگرام ہیں اور ان ملکوں میں جو اس چیز کے ماہرین ہیں بہت سی جگہوں پر ایسے لوگ ہیں جو احمدیوں کے واقف ہیں یا بعض جگہوں پر احمدی خود ہیں، ان سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، ان سے مشورہ کیا جاسکتا ہے، پروگراموں میں جدت پیدا کی جاسکتی ہے، نئے نئے پروگرام بنائے جاسکتے ہیں۔ مختلف نوع کے پروگرام بنانے چاہئیں۔تو یہاں لندن کی ٹیم جس طرح کام کرتی ہے، اگر دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی اسی طرح، اس کے علاوہ امریکہ میں بھی ٹیم ہے جو کام کر رہی ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے، آگے پہنچانے کی حد تک، پروگرام بنانے کی حد تک نہیں۔تو اگر دنیا کے دوسرے ممالک بھی باقاعدہ کام شروع کر دیں تو عین ممکن ہے کہ ہمارے پاس وقت کم ہو اور کام زیادہ ہوں۔

بہر حال یہ کام تو انشاء اللہ تعالیٰ بڑھے گا اور بڑھنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی منشاء اور مرضی اسی میں ہے اور یہ کام اللہ تعالیٰ نے اُس خلیفۃ المسیح رحمہ اللہ تعالیٰ کے دَور میں شروع کروایا جس کے منہ سے یہ الفاظ بھی نکلوائے کہ

ساتھ میرے ہے تائید رب الوریٰ

اور انشاء اللہ یہ تائید رب الوریٰ ہمیشہ کی طرح جماعت کے ساتھ رہے گی اور یہ خدا کا وعدہ ہے جو ہمیشہ پورا ہونا ہے۔ یہ خدا کا وعدہ اپنے پیارے مسیح الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے کہ 'مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'۔تو اب اللہ تعالیٰ نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔فرمایا کہ مَیں نے یہ کام کرنا ہے تم لوگوں نے تو صرف ہاتھ لگا کر ثواب کمانا ہے۔ وہی لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونے والی بات ہی ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی تائید کے یہ نظارے ہم ہر وقت دیکھ رہے ہیں اور ایم ٹی اے کے ذریعہ سے دنیا کے کناروں تک اب یہ پیغام پہنچ رہا ہے۔اور جو کمی رہ گئی تھی وہ Asia Sat 3 کے ذریعہ سے پوری ہو رہی ہے۔ پہلے ایشیا میں کم تھا پہلے امریکہ میں بھی اسی طرح۔ پروگرام جن جگہوں پر نہیں پہنچ رہے تھے یا اتنے اچھے سگنل نہیں تھے۔گزشتہ دنوں امریکہ میں جو طوفان آیا ہے اس سے وہاں کا سیٹلائٹ

جس کے ساتھ ہمارا تعلق تھا اس کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ اور چند دن پروگرام نہیں آتے رہے۔ اس کے بعد اس کمپنی نے تو کہہ دیا کہ ہم اس کام کو نہیں چلا سکتے آپ کہیں اور بات کر دیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارا نیا معاہدہ ایسی کمپنی کے ساتھ ہوا جن کا پھیلاؤ اس سے زیادہ تھا جو پہلے سیٹلائٹ کا تھا اور ان کے سگنل بھی زیادہ مضبوط تھے اور پھر یہ کہ جو خرچ پہلے ہو رہا تھا اس سے کم خرچ پر معاہدہ ہوا۔ تو یہاں تو وہی مثال صادق آتی ہے 'عُبّے کو لات راس آ گئی' کہ ٹھیک ہے چار دن کی تکلیف تو برداشت کرنی پڑی ہے لیکن اس سے ہمارے خرچ میں بھی کمی آئی اور پھیلاؤ میں بھی زیادتی ہوئی۔ تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہماری پردہ پوشی فرماتا رہے اور تائید و نصرت فرماتا چلا جائے۔ ایم ٹی اے کے کارکنان جو ہیں یہ اپنے لئے بھی دعا کریں اور جماعت بھی ان کیلئے دعا کرے کہ خدا تعالیٰ ان کو خدمت کا موقع دیتا رہے اور ان کے کام کو مزید جلا بخشے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت محنت اور لگن سے کام کر رہے ہیں۔ اور مرکزی ٹیم میں مختلف قوموں کے لوگ ہیں۔ عرب بھی ہیں بوزنین بھی ہیں، دوسرے یورپ کے لوگ بھی ہیں پاکستانی قومیت کے لوگ جو یہاں آباد ہوئے ہوئے ہیں وہ بھی ہیں، افریقن بھی ہیں۔ تو اس طرح ہر قوم کے لوگ اسی خدمت کے جذبے سے کام کر رہے ہیں۔

ایک فکر مندی والی خبر بھی ہے۔ بنگلہ دیش میں گزشتہ کچھ عرصہ سے مولویوں نے جماعت کے خلاف فتنہ برپا کیا ہوا تھا اور مساجد پر حملہ وغیرہ بھی ہو رہے تھے۔ اسی طرح رمضان میں ایک احمدی کو شہید بھی کر دیا۔ اب لگتا کہ حکومت بھی ان مولویوں کا ساتھ دینے پر تلی ہوئی ہے اور احمدیوں کے خلاف کچھ قانون پاس کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام احمدیوں کو اپنی حفاظت میں رکھے اور ثبات قدم عطا فرمائے اور دشمنوں کی تدبیر انہی پر لوٹا دے۔ اے اللہ! تُو نے کبھی ہمارا ساتھ نہیں چھوڑا۔ آج بھی ہمیں اپنی تائید و نصرت کے نظارے دکھا۔ بنگلہ دیش کے احمدیوں کے لئے یہ پیغام ہے کہ صبر، حوصلہ اور دعا سے کام لیں۔ ہمارا سہارا صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس کے حضور جھک جائیں اور جھکے رہیں۔ یہاں تک کہ اس کی تائید و نصرت کے نظارے نظر آنے شروع ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ابتلا کا یہ دور لمبا نہ کرے اور دشمنوں کی جلد از جلد پکڑ کرے۔ وہاں کی حکومت کو بھی چاہیے کہ ہمسایوں سے سبق لیں اور جو ان کے کام ہیں حکومت چلانے کے وہ چلائیں۔ کسی کے مذہب میں دخل اندازی نہ کریں۔ ان کو بھی اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈرنا چاہیے۔

(الفضل انٹرنیشنل 5 / مارچ 2004ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 7رجنوری 2005ء بیت بشارت سپین

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی بعد فرمایا:۔

وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَیْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ یُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۔

(البقرہ:266)

یکم جنوری سے وقفِ جدید کا نیا سال شروع ہوتا ہے اس لئے عموماً جنوری کا پہلا جمعہ اس اعلان کے لئے رکھا جاتا ہے۔اس لئے اس طریق پرعمل کرتے ہوئے آج مَیں وقفِ جدید کی گزشتہ سال کی مالی قربانی کا جائزہ اور نئے سال کا اعلان کروں گا۔اوراس کے ساتھ مالی قربانی کا مضمون بیان کروں گا۔

مالی قربانی کا مضمون بھی ایک ایسا مضمون ہے جس کے بارے میں ہمیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد بار حکم فرمایا ہے، نصیحت فرمائی ہے۔اوراس اہمیت کے پیش نظر تحریک جدید اور وقف جدید کے اعلان کے علاوہ بھی جماعت کو سال میں ایک دو مرتبہ اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔اس مضمون کو اگر کوئی سمجھ لے اور اس پر عمل کرنا شروع کر دے تو ایک عجیب روحانی تبدیلی بھی انسان کے اندر پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔آج سپین کی جماعت کا جلسہ سالانہ بھی اس خطبے سے شروع ہو رہا ہے اور جلسوں کا مقصد بھی افراد جماعت کے اندر روحانی تبدیلی کے معیار اونچے کرنا ہے۔اسلئے کوئی یہاں بیٹھا ہوا یہ نہ سمجھے کہ وقف جدید کے اعلان کی وجہ سے ہمارا جلسے کا مضمون متاثر ہو گیا۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے مضمون کو اللہ تعالیٰ نے عبادت کے ساتھ، نمازوں کے ساتھ رکھا ہے۔اور یہ جو آیت مَیں نے تلاوت کی ہے، اس کے علاوہ بھی متعدد جگہ اللہ کی راہ میں مال اور نعمتوں کو خرچ کرنے کا ذکر سورۃ بقرہ میں ملتا ہے۔تو یقیناً یہ ایک اہم عنصر ہے دین کا، جو تقویٰ و روحانیت میں ترقی کا باعث بنتا ہے۔

اس آیت میں جس کی مَیں نے تلاوت کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے اموال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے نفوس میں سے بعض کو ثبات دینے کے لئے خرچ کرتے ہیں ایسے باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو اور اسے تیز بارش پہنچے تو وہ بڑھ چڑھ کر اپنا پھل لائے اور اگر اسے تیز بارش نہ پہنچے تو شبنم ہی بہت ہو اور اللہ اس پر جو تم کرتے ہو گہری نظر رکھنے والا ہے۔

یعنی جولوگ چندہ دینے والے ہیں، صدقہ دینے والے ہیں ان کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے اور اسکی مخلوق کی خاطر جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا باعث بنے گا۔ اس سے دین کو بھی مضبوطی حاصل ہوگی اور تمہارے دینی بھائیوں کو بھی مضبوطی حاصل ہوگی۔ پھر ایسے لوگوں کی مثال بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جولوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس سرسبز باغ کی طرح ہیں جو اونچی جگہ پر واقع ہو جہاں انہیں تیز بارش یا پانی کی زیادتی بھی فائدہ دیتی ہے۔ نچلی زمینوں کی طرح اس طرح نہیں ہوتا کہ بارشوں میں فصلیں ڈوب جائیں یا باغ ڈوب جائیں۔ یہ خراب نہیں ہو جاتے بلکہ وہ ایسے سیلابوں سے محفوظ رہتے ہیں اور زائد پانی نیچے بہہ جاتا ہے اور باغ پھلوں سے لدا رہتا ہے، اس کو نقصان نہیں پہنچتا۔ جولوگ زمیندار ہیں زمیندارہ جانتے ہیں ان کو پتہ ہے کہ اگر پانی میں درخت زیادہ دیر کھڑا رہے تو جڑیں گلنی شروع ہو جاتی ہیں، تنے گل جاتے ہیں اور پودے مر جاتے ہیں اور اسی طرح جو زمینیں پانی روکنے والی ہیں ان میں بھی یہی حال ہوتا ہے۔ تو بہرحال اس جذبہ قربانی کی وجہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ٹھہرو گے۔ یہ بڑھ چڑھ کر قربانی کرنے کا جذبہ پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وجہ سے اور زیادہ پھل لانے کا، تمہارے اموال ونفوس میں برکت کا باعث بنتا ہے۔ اگر کبھی حالات موافق نہ بھی ہوں، بارشیں نہ بھی ہوں، تو بھی۔ اگر زیادہ بارشیں ہوں تو بھی نقصان دہ ہوتی ہیں اور کم بارشیں ہوں تو بھی نقصان دہ ہوتی ہیں۔ لیکن ایک اچھی زرخیز زمین پر جو محفوظ زمین ہو، زیادہ بارشیں نہ بھی ہوں تو تب بھی ان کو ہلکی نمی جورات کے وقت پہنچتی رہتی ہے یہ بھی فائدہ دیتی ہے۔ تو فرمایا کہ اگر ایسے حالات بہتر نہیں بھی تو تب بھی اللہ تعالیٰ تمہاری اس قربانی کی وجہ سے جو تم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے کر رہے ہو تمہاری تھوڑی کوششوں میں بھی اتنی برکت ڈال دیتا ہے کہ پھلوں کی کوئی کمی نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور برکتوں کی کوئی کمی نہیں رہتی۔ تمہارا کسی کام کو تھوڑا سا بھی ہاتھ لگانا اس میں برکت ڈال دیتا ہے کیونکہ تمہاری نیت یہ ہوتی ہے کہ مَیں نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے اس کی خاطر خرچ کرنا ہے۔

جماعتی طور پر بھی اگر دیکھیں تو بڑی بڑی رقمیں چندوں میں دینے والے تو چند ایک ہی ہوتے ہیں۔ اول تو اگر دنیا کی امارت کا آج کا معیار لیا جائے تو جماعت میں اتنے امیر ہیں ہی نہیں۔ لیکن پھر بھی جو زیادہ بہتر حالت میں ہیں وہ چند ایک ہی ہوتے ہیں۔ اور اکثر جماعت کے افراد کی تعداد درمیانے یا اوسط درجے بلکہ اس سے بھی کم سے تعلق رکھتی ہے۔ تو ایسے لوگوں کی جو معمولی سی قربانی کی کوشش ہوتی ہے وہ جماعتی اموال کو اتنا پانی لگا دیتی ہے کہ اس سے نمی پہنچ جائے جتنا شبنم کے قطرے سے پودے کو پانی ملتا ہے۔

لیکن کیونکہ یہ رقم نیک نیتی سے دی گئی ہوتی ہے اس لئے اس میں اتنی برکت پڑتی ہے جو دنیادار تصور بھی نہیں کر سکتا۔ جماعت کی معمولی سی کوشش و کاوش ایسے حیرت انگیز نتیجے ظاہر کرتی ہے جو ایک بے دین اور دنیادار کی سینکڑوں سے زیادہ کوشش سے بھی ظاہر نہیں ہوتی۔ صرف اس لئے کہ غیر مومنوں کے اعمال کی زمین پتھریلی ہے۔ اور ایک مومن کے دل کی زمین زرخیز اور تقویٰ کے اونچے معیاروں پر قائم ہے۔ اور اس تقویٰ کی قدر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ان قربانی کرنے والوں کو انفرادی طور پر بھی نوازتا ہے اور جماعتی طور پر بھی ان کی جیب سے نکلے ہوئے تھوڑی سی رقم کے چندے میں بھی بے انتہا برکت پڑتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تو تمہارے دل پر بھی نظر ہے اور تمہاری گنجائش پر بھی نظر ہے۔ وہ جب تمہاری قربانی کے معیار دیکھتا ہے تو اپنے وعدوں کے مطابق اس سے حاصل ہونے والے فوائد اور ان کے پھل کئی گنا بڑھا دیتا ہے اور یہی جماعت کے پیسے میں برکت کا راز ہے جس کی مخالفین کو کبھی سمجھ نہیں آسکتی۔ کیونکہ ان کے دل چٹیل چٹانوں کی طرح ہیں، پتھروں کی طرح ہیں جن میں نہ زیادہ بارش نہ کم بارش برکت ڈالتی ہے۔ برکت ان میں پڑ ہی نہیں سکتی۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والوں کا ہی خاصہ ہے اور آج دنیا میں اس سوچ کے ساتھ قربانی کرنے والی سوائے جماعت احمدیہ کے اور کوئی نہیں اور یقیناً یہی لوگ قابل رشک ہیں اور اللہ کے رسولؐ نے ایسے ہی لوگوں پر رشک کیا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا دو شخصوں کے سوا کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیے۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اسے راہ حق میں خرچ کر دیا، دوسرے وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے سمجھ، دانائی اور علم و حکمت دی جس کی مدد سے وہ لوگوں کے فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا ہے۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ باب انفاق المال فی حقہ)

تو یہ علم و حکمت بھی ایک نعمت ہے۔ ہمارے مخالفین جو ہر وقت اس بات پر پیچ و تاب کھاتے رہتے ہیں کہ جماعت کے افراد چندہ کیوں دیتے ہیں۔ چندہ ہم اپنی جماعت کو دیتے ہیں، تمہیں اس سے کیا؟ کبھی یہ شور ہوتا ہے کہ فلاں دکانداروں کا بائیکاٹ ہو جاتا ہے کہ ان سے چیز نہیں خریدنی کہ وہ جو منافع ہے اس پہ چندہ دے دیں گے۔ تمہارے پیسے سے چندہ جائے گا!؟۔ ہمارے شیزان جوس کے خلاف اکثر بڑا محاذ اٹھتا رہتا ہے کہ یہ چندہ دیتے ہیں اور حکومت کو بھی یہ مشورہ ہوتا ہے اور مخالفین کا یہ مطالبہ ہے کہ جماعت کے تمام فنڈ حکومت اپنے قبضے لے لے۔ تو یہ بیچارے حسد کی آگ میں جلتے رہتے ہیں کیونکہ ان کی چٹیل زمین میں یہ برکت پڑ ہی نہیں سکتی۔ اور پھر سوائے حسد کے ان کے پاس اور کچھ رہ نہیں جاتا۔

ہم تو اس بات پر خوش ہیں کہ اللہ کے حکموں پر عمل کر رہے ہیں اور اس بات سے اللہ کے رسولؐ

نے ہم پر رشک کیا ہے۔ صحابہؓ تو ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے کوئی تحریک ہو اور ہم عمل کریں۔ امراء تو اپنی کشائش کی وجہ سے خرچ کر دیتے تھے لیکن غرباء بھی پیچھے نہیں رہتے تھے۔ وہ بھی اپنا حصہ ڈالتے رہتے تھے چاہے وہ شبنم کے قطرے کے برابر ہی ہو۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب صدقہ کرنے کا ارشاد فرماتے تو ہم میں سے کوئی بازار کو جاتا اور وہاں محنت مزدوری کرتا اور اسے اجرت کے طور پر ایک مُد اناج وغیرہ یا جو بھی چیز ملتی وہ اسے صدقہ کرتا یہ کوشش ہوتی کہ ہم نے اس میں حصہ لینا ہے اور کما کے حصہ لینا ہے۔ اور راوی بیان کرتے ہیں کہ ان میں سے بعضوں کا یہ حال ہے کہ ایک ایک لاکھ درہم ان کے پاس موجود ہیں۔ جو مزدوری کر کے چندے دیا کرتے تھے۔

(بخاری کتاب الاجارہ باب من آجر نفسه ليحمل على ظهره ثم تصدق به ......)

تو یہ ہے برکت قربانی کی۔ اس لئے جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بہت غریب ہیں۔ بعض کہہ دیتے ہیں حالات اجازت نہیں دیتے کہ چندہ دے سکیں اسلئے معذرت۔ ایسے لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ چندہ نہ دے کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور وعدوں سے محروم ہو رہے ہیں۔ پاکستان میں بھی غربت بہت زیادہ ہے لیکن وہاں اللہ کے فضل سے بڑھ چڑھ کر ہر تحریک میں حصہ لیتے ہیں چندہ دیتے ہیں۔ اور عموماً جو انہوں نے مختلف تحریکات اور چندوں میں پہلی دوسری پوزیشن لینے کا اپنا ایک معیار قائم کیا ہوا ہے اس کو قائم رکھتے ہیں اس کی تفصیل تو آگے آخر میں بتاؤں گا۔ تو مغربی ممالک میں رہنے والے سوائے ان کے جن کو صرف کھانے کے لئے ملتا ہے کئی ایسے ہیں۔ جو اچھی قربانی کر سکتے ہیں۔ صرف دل میں حوصلہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر علم ہو جائے کہ کتنا ثواب ہے، کتنی برکات ہیں، کتنے فضل ہیں تو حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ہر صبح دو فرشتے اترتے ہیں ان میں ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے سخی کو اور دے اور اس کے نقش قدم پر چلنے والے اور پیدا کر۔ دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! روک رکھنے والے کنجوس کو ہلاکت دے اور اس کا مال و متاع برباد کر دے۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول الله فاما من اعطى و اتقى ......)

پس فرشتوں کی دعائیں لینے کیلئے، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بننے کیلئے، ہمیشہ کوشش کرتے رہنا چاہیے کہ اللہ کی راہ میں جس قدر بھی خرچ کر سکیں کیا جائے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت نبی اکرم ﷺ نے ایک دفعہ اپنی نسبتی ہمشیرہ حضرت اسماء بنت

ابو بکرؓ کو نصیحت فرمائی کہ اللہ کی راہ میں گن گن کر خرچ نہ کیا کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر ہی دیا کرے گا۔ اپنی روپوں کی تھیلی کا منہ بند کر کے کنجوسی سے نہ بیٹھ جاؤ ورنہ پھر اس کا منہ بند ہی رکھا جائے گا فرمایا کہ جتنی طاقت ہے کھول کر خرچ کرو، اللہ پہ توکل کرو، اللہ دیتا چلا جائے گا۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ فی مااستطاعۃ)

تو جن احمدیوں کو اس راز کا علم ہے۔ وہ اتنا بڑھ چڑھکر چندہ دے رہے ہوتے ہیں کہ بعض دفعہ انہیں روکنا پڑتا ہے لیکن ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ آپ لوگ ہماری تھیلیوں کا منہ بند کرنا چاہتے ہیں؟ ہم نے اپنے خدا سے ایک سودا کیا ہوا ہے آپ اس کے بیچ میں حائل نہ ہوں۔ یہ اظہار دنیا میں ہر جگہ ہر قوم میں نظر آتا ہے۔ اور احمدی معاشرے میں ہر قوم میں نظر آنا چاہیے۔ جن میں کمی ہے ان کو بھی اس کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ اور اللہ کے فضل سے بڑی تعداد ایسی ہے جو اس روّیے کا اظہار کرتی ہے چاہے وہ افریقہ کے غریب ممالک ہوں یا امیر ممالک۔ یہ نہ کوئی سمجھے کہ افریقہ کے غریب لوگ صرف اپنے پر خرچ ہی کرواتے ہیں ان میں بھی بڑے بڑے اعلیٰ قربانی کرنے کے معیار قائم کرنے والے ہیں اور حسب توفیق دوسرا چندہ دینے والے بھی ہیں۔

اب گھانا کی مثال مَیں دیتا ہوں۔ ہمارے بڑے اعلیٰ قربانی کرنے والے بھی ہیں، ایک ہمارے یوسف آڈوسئی صاحب ہیں وہ لوکل مشنری بھی تھے، بلکہ اب بھی ہیں لیکن آنریری۔ وہ کچھ دوائیاں وغیرہ بھی بنایا کرتے تھے۔ چھوٹا سا شاید کاروبار تھا۔ اور وہ بیمار بھی تھے ان کی ٹانگ میں ایک گہرا زخم تھا جو ہڈی تک چلا گیا تھا۔ بڑی تکلیف میں رہتے تھے۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاج اور دعا سے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا، زخم ٹھیک ہو گیا۔ اور اس کے بعد انہوں نے پہلے سے بڑھ کر جماعت کی خدمت کرنا شروع کر دی۔ اور کاروبار میں بھی کیونکہ ان کو کچھ جڑی بوٹیاں بنانے کا شوق تھا تو ایسی دوائیاں بنیں جن سے کاروبار خوب چمکا اور پیسے کی ایسی فراوانی ہوئی کہ جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے لیکن یہ اس پیسے پر بیٹھ نہیں گئے، بلکہ اپنے وعدے کے مطابق جماعت کے لئے بے انتہا خرچ کیا اور کر رہے ہیں۔ مختلف عمارات اور مساجد بنوائیں۔ اور بڑی بڑی شاندار مسجدیں بنوائیں، چھوٹی چھوٹی مسجدیں نہیں اور اب بھی ہمہ وقت قربانی کے لئے تیار ہیں۔ گزشتہ سال جب مَیں دَورے پر گیا تھا تو کسی خرچ کا ذکر ہوا تو انہوں نے کہا یہ مَیں نے کرنا ہے کیونکہ آج کل دنیا میں کاروباری حالات کچھ خراب ہیں مجھے اپنے طور پر پتہ لگا تھا کہ ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے، کاروبار اب اتنا زیادہ نہیں ہے۔ ان پر بھی حالات کا اثر ہے۔ تو مَیں نے ان کو کہا کہ کسی اور کو بھی ثواب لینے کا موقع دیں۔ سارے کام خود ہی کرواتے جا رہے ہیں۔ لیکن دینی علم تھا۔

قرآن حدیث کا علم بھی ہے۔ تو پتہ ہے کہ مَیں نے تھیلی کا منہ بند کیا تو کہیں مستقل بند ہی نہ ہو جائے اس لئے فوراً کہا کہ یہ تو مَیں نے کرنا ہے۔ اور بہت سے دوسرے اخراجات بھی ہیں کسی کو مَیں نے روکا نہیں ہے۔ آگے آئیں اور کریں۔

پھر ایک ابراہیم بونسو صاحب ہیں۔ یہ بھی بڑی قربانی کرنے والے ہیں۔ اکرا کے قریب انہوں نے ایک بہت مہنگی جگہ پر جماعت کے لئے قبرستان اور بہشتی مقبرے کے لئے جگہ لے کر دی ہے اور بھی بہت سارے ہیں جو اپنی اپنی طاقت کے مطابق قربانی کرنے والے ہیں۔ پھر دوسرے ملکوں میں بھی ہیں انڈونیشیا میں بھی ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں بھی ہیں۔ اب زلزلہ زدگان کے لئے جب مَیں نے جماعت کو کہا تھا کہ مدد کریں جو آج کل انڈونیشیا سری لنکا میں زلزلہ کے اثرات ہیں بڑا جانی نقصان ہوا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت نے ہر جگہ بڑے پُرزور طریقے سے اس میں حصہ لیا ہے۔ لبیک کہا اور آگے آئے۔

امریکہ میں ایک جماعت نے 35-36 ہزار ڈالرز اکٹھے کئے تھے تا کہ وہاں بھجوائے جا سکیں۔ تو وہیں کے ایک صاحب حیثیت شخص نے کہا کہ اتنی ہی رقم مَیں دیتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے اتنی ہی رقم ڈال کر اس کو دوگنا کر دیا۔ 35-36 ہزار ڈالرز فوراً ادا کر دیئے۔ تو یہ صرف اس لئے کہ جماعت کو قربانی کی عادت ہے اور پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قربانیوں کے پھل دیتا ہے اور اس نے اپنے وعدوں کے مطابق یقیناً پھل دینے ہیں۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے ایک بار نماز عید پڑھائی آپؐ کھڑے ہوئے نماز سے آغاز کیا اور پھر لوگوں سے خطاب کیا، جب آپؐ فارغ ہو گئے تو آپؐ منبر سے اترے اور عورتوں میں تشریف لے گئے اور انہیں نصیحت فرمائی۔ آپ اس وقت حضرت بلالؓ کے ہاتھ کا سہارا لئے ہوئے تھے۔ اور حضرت بلالؓ نے کپڑا پھیلایا ہوا تھا جس میں عورتیں صدقات ڈالتی جا رہی تھیں۔ (بخاری کتاب العیدین باب موعظۃ الامام النساء یوم العید)

تو اسلام میں مالی قربانی کی مثالیں صرف مَردوں تک ہی محدود نہیں ہیں۔ بلکہ اس پیاری تعلیم اور جذبہ ایمان کی وجہ سے عورتیں بھی مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی رہی ہیں اور لیتی ہیں اور اپنا زیور اتار اتار کر پھینکتی رہی ہیں اور آج پہلوں سے ملنی والی جماعت میں یہی نمونے ہمیں نظر آتے ہیں۔ اور عورتیں اپنے زیور آ آ کر پیش کرتی ہیں۔ عموماً عورت جو شوق سے زیور بنواتی ہے اس کو چھوڑنا مشکل ہوتا ہے لیکن احمدی عورت کا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ اپنی پسندیدہ چیز پیش کی جائے۔

گزشتہ دنوں میں جب انگلستان کی مساجد اور پھر تحریک جدید کے بزرگوں کے پرانے کھاتے کھولنے کی مَیں نے تحریک کی تھی تو احمدی خواتین نے بھی اپنے زیور پیش کیے۔ اور بعض بڑے بڑے قیمتی سیٹ پیش کئے کہ یہ ہمارے زیوروں میں سے بہترین ہیں۔ تو یہ ہے احمدی کا اخلاص۔ اس حکم پر عمل کر رہے ہیں کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ (آل عمران:93) جو سب سے پسندیدہ چیزیں ہیں وہ ہی پیش کی جارہی ہیں۔ تو مَردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کا بھی یہی ایمان ہے۔ ان باتوں کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ جماعت میں اخلاص کی کمی ہے۔ ہاں یاددہانی کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ کرواتے رہنا چاہیے۔ اس کا حکم بھی ہے۔

تو وقف جدید کے ضمن میں احمدی ماؤں سے مَیں یہ کہتا ہوں کہ آپ لوگوں میں یہ قربانی کی عادت اس طرح بڑھ بڑھ کر اپنے زیور پیش کرنا آپ کے بڑوں کی نیک تربیت کی وجہ سے ہے۔ اور سوائے استثناء کے الا ماشاء اللہ، جن گھروں میں مالی قربانی کا ذکر اور عادت ہو ان کے بچے بھی عموماً قربانیوں میں آگے بڑھنے والے ہوتے ہیں اس لئے احمدی مائیں اپنے بچوں کو چندے کی عادت ڈالنے کے لئے وقف جدید میں شامل کریں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان میں بچوں کے ذمہ وقف جدید کیا تھا اور اس وقت سے وہاں بچے خاص شوق کے ساتھ یہ چندہ دیتے ہیں۔ اگر باقی دنیا کے ممالک بھی اطفال الاحمدیہ اور ناصرات الاحمدیہ کو خاص طور پر اسطرف متوجہ کریں تو شامل ہونے والوں کی تعداد کے ساتھ ساتھ چندے میں بھی اضافہ ہوگا۔ اور سب سے بڑا مقصد جو قربانی کا جذبہ دل میں پیدا کرنا ہے وہ حاصل ہوگا۔ انشاء اللہ۔ اگر مائیں اور ذیلی تنظیمیں مل کر کوشش کریں اور صحیح طریق پر کوشش ہو تو اس تعداد میں (جو موجودہ تعداد ہے) آسانی سے دنیا میں 6 لاکھ کا اضافہ ہوسکتا ہے بغیر کسی دقت کے۔ اور یہ تعداد آسانی سے 10 لاکھ تک پہنچائی جاسکتی ہے۔ کیونکہ موجودہ تعداد 4 لاکھ کے قریب ہے جیسا کہ مَیں آگے بیان کروں گا۔

عورتیں یاد رکھیں کہ جس طرح مرد کی کمائی سے عورت جو صدقہ دیتی ہے اس میں مرد کو بھی ثواب میں حصہ مل جاتا ہے تو آپ کے بچوں کی اس قربانی میں شمولیت کا آپ کو بھی ثواب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نیتوں کو جانتا ہے اور ان کا اجر دیتا ہے۔ اور جب بچوں کو عادت پڑ جائے گی تو پھر یہ مستقل چندہ دینے والے بچے ہوں گے۔ اور زندگی کے بعد بھی یہ چندہ دینے کی عادت قائم رہے گی تو یہ ماں باپ کے لئے ایک صدقہ جاریہ ہوگا۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی نصائح پر عمل کرنے کے نمونے، قربانیوں میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے نمونے، ہمیں آخرین کی اس جماعت میں بھی ملتے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم کئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ نے جو قربانیوں کے نمونے قائم کئے ہیں ان کے نظارے بھی عجیب ہیں۔ آج بھی ہمیں جو قربانیوں کے نظارے نظر آتے ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا کہ بڑوں کی تربیت کا اثر ہوتا ہے، یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کی اپنی اولاد کی تربیت اور ان کے لئے دعاؤں کا نتیجہ ہے اور سب سے بڑھ کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی جماعت کے لئے دعاؤں کی وجہ سے ہے۔ جس درد سے آپؑ نے اپنی جماعت کی تربیت کرنے کی کوشش کی ہے جن کا ذکر حضور علیہ السلام کی تحریرات میں مختلف جگہ پر ملتا ہے اور جس تڑپ کے ساتھ آپؑ نے اپنی جماعت کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کے لئے دعائیں کی ہیں، تقویٰ کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کے لئے دعائیں کی ہیں۔ یہ وہی پھل ہیں جو ہم کھا رہے ہیں۔ مردہ درخت انہیں دعاؤں کے طفیل ہرے ہو رہے ہیں جن میں بزرگوں کی اولادیں بھی شامل ہیں اور نئے آنے والے بھی شامل ہیں۔

ایک دور دراز علاقے کا آدمی جو عیسائیت سے اسلام قبول کرتا ہے اور پھر قربانیوں میں اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ مَیں ہر وقت قربانی کرتا رہوں اور اگر بس چلے تو کسی کو آگے آنے ہی نہ دوں۔ تو یہ سب کچھ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوت قدسی اور دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے۔ آپؑ کے زمانے میں یہ قربانیوں کے معیار قائم ہوئے جن کی آگے جاگ لگتی چلی جارہی ہے۔ اسلئے اگر یہ معیار قائم کرنے ہیں تو اس زمانے کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والوں، اپنے اندر اس قوت قدسی سے پاک تبدیلی پیدا کرنے والوں کے بھی جو ذکر ہیں ان کا ذکر چلتا رہنا چاہیے تا کہ ان بزرگوں کے لئے بھی دعا کی تحریک ہو اور ہمیں بھی یہ احساس رہے کہ یہ پاک نمونے نہ صرف اپنے اندر قائم رکھنے ہیں، بلکہ اپنی نسلوں کے اندر بھی پیدا کرنے ہیں۔

اب ان پاک نمونوں میں سے چند ایک کا مَیں ذکر کروں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ۔

> ''ایسا ہی مباہلہ کے بعد حِبی فی اللہ شیخ رحمت اللہ صاحب نے مالی اعانت سے بہت سا بوجھ ہمارے درویش خانہ کا اٹھایا ہے۔ مَیں خیال کرتا ہوں کہ سیٹھ صاحب (حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن اللہ رکھا صاحب مدراس کے تاجر تھے) موصوف سے بعد نمبر دوم پر شیخ صاحب ہیں جو محبت اور اخلاص سے بھرے ہوئے ہیں۔ شیخ صاحب موصوف اس راہ میں دو ہزار سے زیادہ روپیہ دے چکے ہوں گے اور ہر ایک طور سے وہ خدمت میں حاضر ہیں (اس زمانے میں دو ہزار کی بڑی ویلیو Value تھی) اور اپنی طاقت اور وسعت سے زیادہ خدمت میں سرگرم ہیں۔ ایسا ہی بعض میرے مخلص دوستوں نے

مباہلہ کے بعد اس درویش خانہ کے کثرت مصارف کو دیکھ کر اپنی تھوڑی تھوڑی تنخواہوں میں سے اس کے لئے حصہ مقرر کر دیا ہے۔ چنانچہ میرے مخلص دوست منشی رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر گورداسپور تنخواہ میں سے تیسرا حصہ یعنی 20 روپے ماہوار دیتے ہیں۔''

(ضمیمہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 312-313 بقیہ حاشیہ)

اس زمانے میں وہ بڑی چیز تھی۔ تو دیکھیں اپنے پر تنگی کر کے قربانیاں کرنے کا جو طریق ہے وہ جاری کیا۔ وہ نمونے قائم کئے جو آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ میں تھے۔

پھر ایک اور ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

'' مَیں اپنی جماعت کے محبت اور اخلاص پر تعجب کرتا ہوں کہ ان میں سے نہایت ہی کم معاش والے جیسے میاں جمال الدین اور خیر الدین اور امام الدین کشمیری میرے گاؤں سے قریب رہنے والے ہیں وہ تینوں غریب بھائی بھی جو شاید تین آنہ یا چار آنہ روزانہ مزدوری کرتے ہیں۔ (آج انکی اولادیں لاکھوں میں کھیل رہی ہیں) سرگرمی میں ماہواری چندہ میں شریک ہیں ان کے دوست میاں عبدالعزیز پٹواری کے اخلاص سے بھی مجھے تعجب ہے کہ باوجود قلت معاش کے ایک دن سو روپیہ دے گیا۔ (یعنی اتنی طاقت نہیں تھی اب کاروبار نہیں تھا۔ اس کے باوجود کہتے ہیں ایک دن میں مجھے ایک سو روپیہ دے گیا) کہ مَیں چاہتا ہوں کہ خدا کی راہ میں خرچ ہو جائے (یہ کہنے لگا)۔''

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

''وہ سو روپیہ شاید اس غریب نے کئی برسوں میں جمع کیا ہوگا۔ مگر للّٰہی جوش نے خدا کی رضا کا جوش دلایا۔''

(ضمیمہ انجام آتھم روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 313-314 بقیہ حاشیہ)

جب منارۃ المسیح کی تعمیر ہونے لگی تھی اسوقت کا ذکر ہے۔ فرمایا:۔

''ان دنوں میں میری جماعت میں سے دو ایسے مخلص آدمیوں نے اس کام کے لئے چندہ دیا ہے۔ جو باقی دوستوں کے لئے درحقیقت جائے رشک ہیں۔ ایک ان میں سے منشی عبدالعزیز نام، ضلع گورداسپور میں پٹواری ہیں، جنہوں نے باوجود اپنی کم سرمائیگی کے ایک سو روپیہ اس کام کیلئے چندہ دیا ہے۔ (جن کا پہلے ذکر آیا ہے)

اور مَیں خیال کرتا ہوں کہ یہ سو روپیہ کئی سال کا ان کا اندوختہ ہوگا۔(اور فرمایا کہ یہ اس لئے)اور زیادہ وہ قابل تعریف اس سے بھی ہیں کہ ابھی وہ ایک کام میں سو روپیہ چندہ دے چکے ہیں اور اب اپنے عیال کی بھی چنداں پرواہ نہ رکھ کر (بالکل پرواہ نہیں رکھی) یہ چندہ پیش کر دیا۔(فرمایا) دوسرے مخلص جنہوں نے اس وقت بڑی مردانگی دکھلائی ہے، میاں شادی خان لکڑی فروش ساکن سیالکوٹ ہیں۔ابھی وہ ایک کام میں ڈیڑھ سو روپیہ چندہ دے چکے ہیں اور اب اس کام کیلئے دوسو روپیہ چندہ بھیج دیا ہے۔اور یہ وہ متوکل شخص ہے کہ اگر اس کے گھر کا تمام اسباب دیکھا جائے تو شاید تمام جائیداد 50 روپے سے زیادہ نہ ہو(لیکن 2 سو روپے چندہ دے دیا)انہوں نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ چونکہ ایام قحط ہیں اور دنیاوی تجارت میں صاف تباہی نظر آتی ہے تو بہتر ہے کہ ہم دینی تجارت کر لیں۔اس لئے جو کچھ اپنے پاس تھا سب بھیج دیا۔(حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں)اور درحقیقت وہ کام کیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تھا۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 422، 423 اشتہار یکم رجولائی 1900ء)

پھر فرمایا۔

’’حبی فی اللہ میاں عبدالحق خلف عبدالسمیع (صاحب) یہ ایک اول درجہ کا مخلص اور سچا ہمدرد اور محض للہ محبت رکھنے والا دوست اور غریب مزاج ہے۔دین کو ابتدا سے غریبوں سے مناسبت ہے کیونکہ غریب لوگ تکبر نہیں کرتے اور پوری تواضع کے ساتھ حق کو قبول کرتے ہیں۔مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ دولت مندوں میں ایسے لوگ بہت کم ہیں کہ اس سعادت کا عشر بھی حاصل کر سکیں جس کو غریب لوگ کامل طور پر حاصل کر لیتے ہیں۔(دسواں حصہ بھی ان کے پاس نہیں ہوتا)فطوبیٰ للغرباء۔میاں عبدالحق باوجود اپنے افلاس اور کمی مقدرت کے ایک عاشق صادق کی طرح محض للہ خدمت کرتا رہتا ہے اور اس کی یہ خدمات اس آیت کا مصداق اس کو ٹھہرا رہی ہیں یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر:10)۔‘‘

(ازالہ اوہام۔روحانی خزائن جلد سوم صفحہ 537)

(یعنی باوجود تنگی درپیش ہونے کے بھی اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔)

تو یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے ہیں جن کی ان چھوٹی چھوٹی قربانیوں سے، ان شبنم کے قطروں سے، درخت پھلوں سے لدے رہتے تھے۔ ان کے اعمال کے درخت بھی پھلدار رہتے تھے۔ اور جماعت بھی ان قربانیوں کی وجہ سے پھلوں سے لدی رہتی تھی۔

حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ پشاوری لکھتے ہیں کہ: جن مخلص احباب نے لنگر خانے کے واسطے فوراً امداد بھیجی ان میں ایک شخص چوہدری عبدالعزیز صاحب احمدی پٹواری بھی تھے۔ (ان کا پہلے بھی ذکر آ چکا ہے) جو خود آپ گورداسپور آئے اور آریہ کے مکان میں جبکہ حضرت احمدؑ اوپر سے نیچے اتر رہے تھے۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر ہے) زینے میں نصف راہ میں ملے اور ہاتھ سے اپنی کمر سے ایک سو روپیہ چاندی کے کھول کر پیش کئے۔ (یہ وہی واقعہ ہے، اس کی ذرا تفصیل ہے یا پہلے واقعہ کا جہاں حضرت مسیح موعودؑ نے ذکر فرمایا ہے وہ ہوگا۔) کہ حضور کا خط آیا اور خاکسار کے پاس یہی رقم موجود تھی جو بطور امداد لنگر پیش کر رہا ہوں۔

قاضی محمد یوسف صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے ایک پٹواری کے جوان دنوں صرف چھ روپے ماہوار تنخواہ لیتا تھا۔ ان کی صرف چھ روپے ماہوار تنخواہ تھی۔ اور سو روپیہ چندہ دے رہے ہیں۔ اس ایثار پر رشک آیا۔ خدا تعالیٰ نے اس کے اخلاص کے عوض اس پر بڑے فضل کئے۔

(رسالہ ظہور احمد موعودؑ صفحہ 72 مطبوعہ 30/جنوری 1955ء)

تو یہ تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے نمونے جو پہلوں سے ملنے کے لئے اپنے پر تنگی وارد کیا کرتے تھے اور تنگی وارد کر کے قربانیاں دیا کرتے تھے۔

پھر حضرت قاضی یوسف صاحبؓ ایک اور ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: میرے پہلے قیام گورداسپور میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک دفعہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت احمد سے (حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے) عرض کی حضور لنگری کہتا ہے کہ لنگر کا خرچ ختم ہو گیا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ بعض مخلص احباب کو متوجہ کیا جاوے چند مخلص افراد کو امداد لنگر کے واسطے خطوط لکھے گئے اور کئی مخلصوں کے جواب اور رقوم آئیں۔ کہتے کہ ان میں سے ایک واقعہ خاکسار کو یاد ہے کہ وزیر آباد کے شیخ خاندان نے جو مخلص احمدی تھے ان کا ایک پسر نوجوان خط ملتے وقت طاعون سے فوت ہوا تھا۔ اس خاندان کا نوجوان لڑکا اس طاعون سے فوت ہوا تھا اور اس کے کفن دفن کے واسطے مبلغ دو سو روپے بغرض اخراجات اس کے پاس موجود تھے۔ اس نے اسی وقت (اس لڑکے کے باپ نے) ایک خط حضرت مسیح موعودؑ کو لکھا اور یہ خط ایک سبز کاغذ پر تحریر تھا اور اس کے عنوان میں یہ لکھا کہ 'اے خوشا مال کہ قربانِ مسیحا

گردد' کہ مبارک ہے وہ مال جو خدا کے مسیح کے لئے قربان کر دیا جائے۔ نیچے خط میں لکھا میرا نوجوان لڑکا طاعون سے فوت ہوا ہے۔ مَیں نے اس کی تجہیز و تکفین کے واسطے مبلغ دوسو روپے تجویز کئے تھے۔ جو ارسال خدمت کرتا ہوں وہ دوسو روپے تھے جو اس کے لئے رکھے ہوئے تھے اور لڑکے کو اس کے لباس میں دفن کر دیتا ہوں۔ یہ ہے وہ اخلاص جو حضرت مسیح موعودؑ نے مریدوں کے دلوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے تھا جماعت کے لئے تھا، اللہ تعالیٰ کی مرضی چاہنے کے لئے تھا۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ یہی لوگ تھے جن کو آیت وَ آخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ۔ (الجمعہ:4) کے ماتحت صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا کا مصداق قرار دیا گیا ہے۔

(قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی۔ قاضی خیل رسالہ ظہور احمد موعود صفحہ 70-71 مطبوعہ 30 جنوری 1955ء)

اتنی زیادہ قربانی کی کہیں اور مثال آپ کو نظر نہیں آئے گی۔ اگر آئے گی تو یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں ہی نظر آئے گی۔ اسی کا یہ خاصّہ ہے۔

حافظ معین الدین صاحبؓ کی قربانی کا ذکر آتا ہے کہ ان کی طبیعت میں اس امر کا بڑا جوش تھا کہ وہ سلسلے کی خدمت کیلئے قربانی کریں۔ خود اپنی حالت ان کی یہ تھی کہ نہایت عُسر کے ساتھ گزارا کرتے تھے، نہایت تنگی کے ساتھ گزارا کرتے تھے۔ اور معذور بھی تھے، کام نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت اقدسؑ کا ایک خادم قدیم سمجھ کر بعض لوگ محبت اور اخلاص کے ساتھ کچھ سلوک ان سے کرتے تھے ان کو کچھ رقم پیش کر دیا کرتے تھے لیکن حافظ صاحب کا ہمیشہ یہ اصول تھا کہ وہ اس روپے کو جو اس طرح ملتا تھا کبھی اپنی ذاتی ضرورت پر خرچ نہیں کرتے بلکہ اس کو سلسلے کی خدمت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور پیش کر دیتے۔ اور کبھی کوئی تحریک سلسلے کی ایسی نہ ہوتی جن میں وہ شریک نہ ہوتے، خواہ ایک پیسہ ہی دیں۔ حافظ صاحب کی ذاتی ضروریات کو دیکھتے ہوئے ان کی یہ قربانی معمولی نہ ہوتی تھی۔

(اصحاب احمدؑ جلد 13 صفحہ 293)

تو یہ ان لوگوں کے چند نمونے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کو سنا، سمجھا اور عمل کیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا مالی قربانی کے سلسلہ میں ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''میرے پیارے دوستو! مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے خدائے تعالیٰ نے سچا جوش آپ لوگوں کی ہمدردی کے لئے بخشا ہے اور ایک سچی معرفت آپ صاحبوں کی

زیادت ایمان و عرفان کے لئے مجھے عطا کی گئی ہے اس معرفت کی آپ کو اور آپ کی ذریت کو نہایت ضرورت ہے۔ سومَیں اس لئے مستعد کھڑا ہوں کہ آپ لوگ اپنے اموال طیبہ سے اپنے دینی مہمات کے لئے مدد دیں اور ہر یک شخص جہاں تک خدائے تعالیٰ نے اس کو وسعت و طاقت و مقدرت دی ہے اس راہ میں دریغ نہ کرے۔ اور اللہ اور رسول سے اپنے اموال کو مقدم نہ سمجھے اور پھر مَیں جہاں تک میرے امکان میں ہے تالیفات کے ذریعے سے ان علوم اور برکات کو ایشیا اور یورپ کے ملکوں میں پھیلاؤں جو خدا تعالیٰ کی پاک روح نے مجھے دی ہیں"۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 516)

پس آپ کا یہ سچا جوش اور سچی تڑپ ہے اور اس کے لئے آپ کی دعائیں ہیں جو آج سو سال گزرنے کے بعد بھی اخلاص و وفا کے نمونے دکھا رہی ہیں۔ کیونکہ اس کے بغیر تزکیہ نفس نہیں ہو سکتا اور دلوں کی پاکیزگی قربانیوں سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ ورنہ اخراجات کی تو آپؑ کو فکر نہ تھی آپ فرماتے ہیں کہ آخر خدا تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے اس نے اس سلسلے کو قائم کیا ہے وہ خود ہی اس کا حامی و ناصر ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ اپنے بندوں کو ثواب کا مستحق بنا دے۔

پس اس ثواب کو حاصل کرنے کیلئے یاد دہانی کروائی جاتی ہے۔ قربانیوں کے یہ معیار قائم کریں۔ مختلف تحریکات ہیں جماعت میں۔ اللہ تعالیٰ سب کو معیار بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اب مَیں وقف جدید کا 47 واں سال 31 دسمبر کو جو ختم ہوا ہے اور 48 واں سال شروع ہوا ہے کے کچھ کوائف پیش کروں گا اور یہ جیسا کہ مَیں نے کہا 48 واں سال شروع ہوا ہے اس سال کا اعلان کروں گا۔ رپورٹس کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید کی کل وصولی 19 لاکھ 76 ہزار پونڈ ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اگر ملکوں کا حساب کریں تو ان میں زیادہ قربانیاں ہوئی ہیں۔ کیونکہ امریکہ میں بھی اور پاکستان میں بھی اور ملکوں میں بھی پاؤنڈ کے مقابلہ میں شرح میں غیر معمولی کمی ہوئی ہے اور اس کے باوجود خدا کے فضل سے گزشتہ سال سے وصولی ایک لاکھ پونڈ زیادہ رہی ہے۔ اور مخلصین کی تعداد چار لاکھ پندرہ ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا ہے کہ اس میں اگر کوشش کی جائے تو بچوں کے ذریعے سے ہی میرے خیال میں معمولی کوشش سے پوری دنیا میں چھ لاکھ کی تعداد کا اضافہ کیا جا سکتا ہے تا کہ کم از کم وقف جدید میں دس لاکھ افراد تو شامل ہوں۔ تحریک جدید کی طرح نئے آنے والوں کو بھی اس میں شامل کریں بچوں کو شامل کریں۔ خاص طور پر بھارت اور افریقہ کے ممالک میں کافی گنجائش ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

ویسے تو مَیں سمجھتا ہوں اگر کوشش کی جائے تو ایک کروڑ کی تعداد ہو سکتی ہے لیکن بہر حال پہلے قدم پر آپ اتنی کوشش بھی کر لیں تو بہت ہے۔ کیونکہ 1957ء میں جب حضرت مصلح موعودؓ نے یہ تحریک شروع کی تھی تو جماعت کی اس تعداد کو دیکھتے ہوئے یہ خواہش فرمائی تھی کہ ایک لاکھ چندہ دہندہوں تو اس وقت کوائف تو میرے پاس نہیں ہیں کہ پاکستان میں کتنے شامل ہوئے لیکن یہ صرف تحریک پاکستان کے لئے تھی اور وہاں سے آپ ایک لاکھ مانگ رہے تھے تو اب تو پوری دنیا میں حاوی ہے دنیا بھر میں جو مجموعی وصولی کے لحاظ سے بالترتیب پہلی دس جماعتوں کا بھی ذکر کیا جاتا ہے وہ مَیں بتا دیتا ہوں پہلے نمبر پہ امریکہ ہے دوسرے پہ پاکستان، تیسرے پہ، برطانیہ چوتھے پہ، جرمنی پانچویں پہ، کینیڈا (میرا خیال ہے جرمنی نیچے جا رہا ہے) چھٹے نمبر پہ ہندوستان، ساتویں نمبر پہ انڈونیشا، آٹھویں پہ بیلجیئم، نویں پہ سوئٹزرلینڈ اور دسویں پہ آسٹریلیا۔

اس کے علاوہ فرانس، ناورے، ہالینڈ، سویڈن، جاپان، سعودی عرب اور ابوظہبی وغیرہ کی جماعتیں جو ہیں انہوں نے بھی کافی کوشش کی ہے۔

اور پاکستان کی جماعتوں کا علیحدہ ذکر ہوتا ہے اس میں اول کراچی ہے، دوئم لاہور ہے سوئم ربوہ ہے، کراچی اور لاہور کا تو مقابلہ رہتا ہے۔ کاروباری لوگ بھی ہیں اور ملازم پیشہ بھی ہیں ہو سکتا ہے ان کے کاروباروں میں فرق پڑا ہو لیکن پھر بھی کافی اضافہ ہے لیکن ربوہ میں اکثریت انتہائی کم آمدنی والوں کی ہے لیکن انہوں نے اپنی پوزیشن جو اول دوئم لیتے ہیں وہ برقرار رکھی ہوئی ہے۔ پھر پاکستان میں بڑوں اور چھوٹوں کا، بچوں کا علیحدہ حساب رکھا جاتا ہے جیسا کہ مَیں نے ذکر کیا تھا۔ خلافت ثالثہ میں بچوں کے لئے علیحدہ نظام شروع کیا گیا تھا۔ اس لحاظ سے جو بڑوں کا چندہ وقف جدید ہے، بالغان کا اس میں راولپنڈی کا ضلع اول ہے۔ سیالکوٹ ہے، پھر اسلام آباد ہے پھر فیصل آباد ہے، پھر گوجرانوالہ ہے، پھر میرپور خاص ہے، شیخوپورہ ہے، سرگودھا ہے، گجرات ہے، کوئٹہ ہے۔ اور بچوں یعنی دفتر اطفال کا ہے۔ اس میں جو ضلعے ہیں اسلام آباد، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، راولپنڈی، شیخوپورہ، میرپور خاص، گجرات، فیصل آباد، نارووال اور بہاولنگر۔

اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کو جنہوں نے بڑھ چڑھ کر مالی قربانیوں میں حصہ لیا انہیں اپنی جناب سے بے انتہا اجر عطا فرمائے۔ ان کے اموال ونفوس میں برکت عطا فرمائے۔ ان کے اعمال کے باغ اور ان کی بیوی بچوں کے اعمال کے باغ ہرے بھرے اور پھولوں سے لدے رہیں اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کے وارث بنے رہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ

”اور جو شخص ایسی ضروری مہمات میں مال خرچ کرے گا مَیں اُمید نہیں رکھتا کہ اس کے مال کے خرچ سے اس کے مال میں کچھ کمی آجائے گی۔ بلکہ اس کے مال میں

برکت ہوگی پس چاہیئے کہ خدا تعالیٰ پر توکل کر کے پورے اخلاص اور جوش اور ہمت سے کام لیں۔ کہ یہی وقت خدمت گزاری کا ہے پھر بعد اس کے وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں تو اس وقت کے پیسہ کے برابر نہیں ہوگا (یہ آپ نے اپنے وقت کی بات کی ہے۔ فرمایا)......خدا تعالیٰ نے متواتر ظاہر کر دیا ہے کہ واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 613 اشتہار ستمبر 1903ء)

تو بڑی قربانیاں کرنے والے جو ہیں ان کو بھی یہی سمجھنا چاہیے کہ یہ ایک فضل الٰہی ہے جوان پر ہوا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں جو صحابہ کی بظاہر معمولی قربانیاں تھیں وہ جیسا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ معمولی قربانیاں بھی بہت بڑا درجہ رکھتی ہیں لیکن اس زمانے میں بھی اپنی قربانیاں کرنے کے بعد جیسا کہ ہم اب بھی نمونے دیکھتے ہیں اگر عاجزی سے قربانیاں پیش کرتے چلے جائیں گے تو ان دعاؤں کے حصہ دار بنیں گے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کیلئے کی ہیں۔

آخر پر مَیں آپ لوگوں سے جو یہاں پر جلسہ سننے کے لئے آئے ہیں: آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس جلسے میں شمولیت آپ لوگوں کیلئے پاک تبدیلی کا باعث ہونی چاہیے۔ ایک دوسرے کو سلام کرنا کا رواج دیں اس ماحول میں پیار و محبت سے ملیں یہاں جماعت اتنی چھوٹی ہے کہ ذرا سی بھی کمزوری یا اچھائی فوراً پورے ماحول میں پھیل جاتی ہے اس لئے کوشش کریں کہ اگر کسی چیز کو پھیلانا ہے تو نیکیوں کی، خیر کی، اچھی بات کی، پیار کی، محبت کی خوشبو پھیلانی ہے ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنا ہے، دعاؤں پر زور دینا ہے یہ دو دن آپ کا جلسہ ہے اس میں دنیاداری کی بجائے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اپنے ماحول کو معطر رکھنا ہے اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطاء فرمائے۔

آج جنوری کی 7ر تاریخ ہے سالِ نو کے حوالے سے بے انتہا خطوط اور فیکسز مبارکباد کی مجھے مل رہی ہیں گزشتہ جمعہ 31ر دسمبر کا ہی تھا۔ اس میں بھی مبارک باد کہی جا سکتی تھی لیکن مجھے یاد نہیں رہی اللہ تعالیٰ تمام جماعت کو یہ سال ہر لحاظ سے مبارک کرے اور اس ملک کے لئے بھی اور دنیا کے ہر ملک کے لئے یہ سال ہر لحاظ سے مبارک ہو اللہ تعالیٰ تمام دنیا کے ممالک اور لوگوں کو پیار و محبت سے رہنا سکھائے دل کی نفرتیں اور کدورتیں دور ہوں اللہ تعالیٰ ملکوں کے خلاف جنگوں اور ظلموں کو روکنے کے لئے سامان پیدا

فرمائے لوگوں کو لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اللہ تعالیٰ ہر آفت سے تمام انسانیت کو بچائے کیونکہ جس طرح آج کل کے حالات ہیں بڑی تیزی سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو آواز دے رہے ہیں اللہ رحم کرے اور سال برکتوں کا سال ہو نہ کہ عذاب کا سال۔ ہر احمدی کو پہلے سے بڑھ کر اخلاص و وفا اور قربانی کے نمونے قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے عبادتوں کے معیار قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آنحضرت ﷺ کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ خاص طور پر جب آپ اس ملک میں رہ رہے ہیں سپین میں اپنی تعداد بڑھانے کی خاص کوشش کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل 21 رجنوری 2005ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 6 رجنوری 2006ء قادیان دارالامان

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ کے آغاز میں سورۃ الصّف کی مندرجہ ذیل آیات 11 تا 13 تلاوت کیں۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنْجِیْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍo تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ۔ذٰلِکُمْ خَیْرٌلَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o یَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَیُدْخِلْکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ وَمَسٰکِنَ طَیِّبَۃً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ۔ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُo

اور فرمایا ان آیات کا ترجمہ ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا مَیں تمہیں ایک ایسی تجارت پر مطلع کروں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے نجات دے گی۔ تم جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو اور اللہ کے رستے میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں اور ایسے پاکیزہ گھروں میں بھی جو ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں ہیں۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

آج کے خطبے میں سب سے پہلے تو مَیں عالمگیر جماعت احمدیہ کو، جماعت احمدیہ کے ہر فرد کو نئے سال کی مبارکباد دیتا ہوں۔ گزشتہ خطبے میں مَیں نے توجہ دلائی تھی کہ ہر احمدی شکر کے مضمون کو دل میں رکھتے ہوئے آئندہ سال میں داخل ہوتا کہ گزشتہ سال اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے جو بے شمار نظارے ہم نے دیکھے ان میں اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق اضافہ فرماتا رہے۔ اللہ تعالیٰ یہ نیا سال ہمارے لئے ہر لحاظ سے بابرکت اور مبارک فرمائے۔ انسان کی تو سوچ بھی اُن انعاموں اور فضلوں اور احسانوں تک نہیں پہنچ سکتی جو اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی جماعت پر فرما رہا ہے۔ لیکن ہر احمدی کا یہ فرض بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو یاد رکھتے ہوئے اس کے آگے جھکے، اس کے حکموں پر عمل کرے اور ان حکموں پر عمل کرنے کی انتہائی کوشش کرے، حتی الوسع جس حد تک جس جس کی استعدادیں ہیں اس کو عمل کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرے تا کہ یہ برکتیں اور انعامات ہمیشہ جاری رہیں۔ اگر ہم خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے بنے رہے، اس کے حکموں پر عمل کرتے ہوئے نیکیاں بجا لاتے

رہے، اپنے مال میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے رہے تو پھر یہ وعدہ بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک سال یا دو سال یا تین سال کی بات نہیں ہے بلکہ ان باتوں کی طرف توجہ اور ان امور کی انجام دہی کے بعد پھر تم ہمیشہ کے لئے خدا تعالیٰ کے مقرب بن جاؤ گے۔ ہر سال تمہارے لئے برکتیں لے کر آئے گا اور ہر گزشتہ سال تمہارے لئے برکتوں سے بھری جھولیاں چھوڑ کر جائے گا۔ اور پھر یہ اعمال جو ہیں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ان نعمتوں کا وارث بنائیں گے۔

ہر سال جنوری کے پہلے جمعہ میں وقف جدید کے نئے سال کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے مالی قربانی کے بارے مَیں مختصراً کچھ بتاؤں گا اور پھر گزشتہ سال تحریک وقف جدید کے ذریعے ہونے والی مالی قربانیوں کا ذکر ہوگا اور نئے مالی سال کا اعلان بھی۔

مالی قربانی اصلاح نفس اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے بہت ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا کئی جگہ ذکر فرمایا ہے، مختلف پیرایوں میں اس کی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ پس جماعت احمدیہ میں جو مختلف مالی قربانی کی تحریکات ہوتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے اور دلوں کو پاک کرنے کی کڑیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں خرچ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ ......

وَمَالَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (الحدید:11) اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ پس اپنی زندگیوں کو سنوارنے کے لئے مالی قربانیوں میں حصہ لینا انتہائی ضروری ہے بلکہ یہ بھی تنبیہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ جیسے کہ فرماتا ہے۔ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَاتُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرۃ:196)۔ اور اللہ کے راستے میں مال خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ پس جیسا کہ مَیں نے کہا یہ مالی تحریکات جو جماعت میں ہوتی ہیں، یا لازمی چندوں کی طرف جو توجہ دلائی جاتی ہے یہ سب خدا تعالیٰ کے حکموں کے مطابق ہیں۔ پس ہر احمدی کو اگر وہ اپنے آپ کو حقیقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی جماعت کی طرف منسوب کرتا ہے اور کرنا چاہتا ہے، اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے مالی قربانیوں کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مخلصین کی ایک بہت بڑی جماعت اس قربانی میں حصہ لیتی ہے لیکن ابھی بھی ہر جگہ بہت زیادہ گنجائش موجود ہے۔ یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی حکم فرمایا ہے کہ اگر آخرت کے عذاب سے بچنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جنتوں کے وارث بننا ہے تو مال و جان کی قربانی کرو۔ اس زمانے میں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر تلوار کا جہاد ختم کر دیا تو یہ مالی قربانیوں کا جہاد ہی ہے جس کو کرنے سے تم اپنے نفس کا بھی اور اپنی جانوں کا بھی جہاد کر رہے ہوتے ہو۔ یہ

زمانہ جو مادیت سے پُر زمانہ ہے ہر قدم پر روپے پیسے کا لالچ کھڑا ہے۔ ہر کوئی اس فکر میں ہے کس طرح روپیہ پیسہ کمائے چاہے غلط طریقے بھی استعمال کرنے پڑیں کئے جائیں۔

پھر کمپنیاں ہیں اور مختلف قسم کے تجارتی ادارے ہیں۔ باتوں سے اشتہاروں سے ایسی دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح مال بکے اور زیادہ سے زیادہ منافع کما لیا جائے۔ ان اشتہاروں وغیرہ پر بھی لاکھوں خرچ ہوتے ہیں۔ بچوں تک کو مختلف چیزوں کی طرف راغب کرنے کے لئے، توجہ پیدا کرنے کے لئے ایسے اشتہار دیئے جاتے ہیں۔ ٹی وی وغیرہ پر ایسے اشتہار آتے ہیں، کوشش کی جاتی ہے کہ ماں باپ کو جن کو توفیق ہو بچے مجبور کریں کہ ان کو وہ چیز لے کر دی جائیں۔ اور جن میں توفیق نہیں ان میں پھر بے چینی پیدا ہوتی ہے۔ اس بے چینی کی وجہ یہی ہے کہ ہر ایک مادیت کی طرف جھک رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے کی طرف توجہ کم ہے اور امیر ملکوں میں، مغربی ممالک میں یہ بہت زیادہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تجارتیں، یہ خرید و فروخت تمہیں کوئی فائدہ نہیں دیں گے۔ دنیا و آخرت سنوارنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے بہترین تجارت یہ ہے کہ اس کی راہ میں مالی قربانی کرو۔ اور اس زمانے میں کیونکہ نئی نئی ایجادیں بھی ہوگئی ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا ہے اور دنیا ایک ہو جانے کی وجہ سے ترجیحات بھی بدل گئی ہیں تو جہاں جہاں بھی یہ مالی قربانی ہو رہی ہے یہ ایک جہاد ہے۔ اسی طرح ہمارے ملکوں میں ایک کثیر تعداد ہے جو مالی لحاظ سے کمزور ہیں۔ افراد جماعت عموماً یا تو مالی لحاظ سے کمزور ہیں یا اوسط درجہ کے ہیں۔ تو جب بھی ہم میں سے، جماعت کا کوئی فرد مالی قربانی کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کا اپنی جان کا بھی جہاد کر رہا ہوتا ہے۔ بعض اوقات اپنے بچوں کی ضروریات کو بھی پس پشت ڈال کر قربانی کر رہا ہوتا ہے۔ اس کی کئی مثالیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی روایات میں آتی ہیں اور آج کل بھی موجود ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے مالی قربانی کرنے کی یہ مثالیں سوائے جماعت احمدیہ کے اور کہیں نہیں ملیں گی۔

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے کی بات ہے قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے ایک روایت کی ہے کہ وزیر آباد کے شیخ خاندان کا ایک نوجوان فوت ہوگیا۔ اس کے والد نے اس کے کفن دفن کے لئے 200 روپے رکھے ہوئے تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لنگر خانے کے اخراجات کے لئے تحریک فرمائی۔ ان کو بھی خط گیا تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو رقم بھجوانے کے بعد لکھا کہ میرا نوجوان لڑکا طاعون سے فوت ہوا ہے مَیں نے اس کی تجہیز و تدفین کے واسطے مبلغ دو سو روپے تجویز کئے تھے جو ارسال خدمت کرتا ہوں اور لڑکے کو اس کے لباس میں دفن کرتا ہوں۔

(رسالہ ظہور احمد موعود۔ قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی قاضی خیل۔ صفحہ 70-71 مطبوعہ 30 رجنوری 1955ء)

یہ ہے وہ اخلاص جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مریدوں نے دکھایا۔ وہ ہر وقت اس سوچ میں رہتے تھے، اس انتظار میں رہتے تھے کہ کب کوئی مالی تحریک ہو اور ہم قربانیاں دیں۔ آج بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں یہ نظارے نظر آتے ہیں۔ اس زمانے میں مادیت پہلے سے بھی بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوت قدسی کا تو براہ راست اثر آپ کے صحابہ پر پڑتا تھا۔ آج زمانہ اتنا دُور ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدے کئے ہیں اس کے نظارے ہمیں دکھارہا ہے۔ کئی احمدی نوجوان ایسے ہیں جو اپنی خواہشات کو مارتے ہوئے اپنی جمع پونجی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں۔

گزشتہ سال کی بات ہے پاکستان کی جماعتوں کے لئے جو ٹارگٹ مقرر کیا گیا تھا سال کے آخر میں اس کا پورا ہونے کا وقت آیا تو اس بارے میں مجھے صدر لجنہ لاہور نے ایک رپورٹ دی۔ انہوں نے بھی اپنی لجنہ کو تحریک کی تو اس وقت ایک بچی نے اپنی جہیز کی رقم میں سے بہت بڑی رقم ادا کر دی اور پرواہ نہیں کی کہ جہیز اچھا بنتا ہے کہ نہیں بنتا یا بنتا بھی ہے کہ نہیں۔ اور وہ بچی اس جلسے پہ قادیان بھی آئی تھی اور مجھے ملی۔ تو ایسے لوگ اس زمانے میں بھی ہیں جو اپنے مال اور نفس کا جہاد خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بچی کی بھی شادی ہر لحاظ سے کامیاب فرمائے، بابرکت فرمائے اور اس قربانی کے بدلے میں اسے اتنا دے کہ اس سے سنبھالا نہ جائے اور پھر اس میں برکت کے لئے پہلے سے بڑھ کر قربانیوں کی طرف راغب ہو اور اللہ تعالیٰ ایسے بے شمار قربانیاں کرنے والے جماعت کو دیتا چلا جائے۔ اور وہ فرشتوں کی دعاؤں کے بھی وارث ہوں کہ اللہ تعالیٰ خرچ کرنے والے سخی کو اور دے اور اس جیسے اور پیدا کرتا چلا جائے۔

پس مالی قربانی کرنے والے ہر جگہ سے دعائیں لے رہے ہوتے ہیں۔ اور یوں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے اور جنت کے وارث بن رہے ہوتے ہیں۔ اللہ کرے کہ جماعت میں ایسے لوگوں کی تعداد بڑھتی چلی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بے شمار جگہ مالی قربانیوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس کے چند نمونے میں پیش کرتا ہوں۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور خرچ کرنے کی استطاعت ہو“۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ۔ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ)۔

یعنی اللہ کی راہ میں قربانی کرو چاہے آدھی کھجور کے برابر ہی کرو۔

پس یہ جو وقف جدید کا چندہ ہے اس میں تو ایسی کوئی شرط نہیں ہے کہ ضرور اتنی رقم ہونی چاہئے۔ غریب سے غریب بھی اپنی استطاعت کے مطابق حصہ لے سکتا ہے۔ جب مالی قربانی کریں گے تو پھر دعائیں بھی لے رہے ہوں گے۔ فرشتوں کی دعائیں بھی لے رہے ہوں گے اور خدا تعالیٰ کی رضا بھی حاصل کر رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق اس قربانی کی وجہ سے حالات بہتر فرمائے گا۔ پس ہر احمدی کو مالی قربانی کی اہمیت کو سمجھنا چاہئے۔ نومبائعین کو بھی اس میں شامل ہونا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اصلاح کے لئے بھیجا ہے تو اپنے نفس کی اصلاح کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ مالی قربانی کی جائے، اس میں ضرور شامل ہوا جائے۔

پھر اس پیغام کو پہنچانے کے لئے مالی اخراجات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے نومبائعین کو بھی شروع میں ہی عادت ڈالنی چاہئے۔ اپنے آپ کو اس طرح اگر عادت ڈال دی جائے تھوڑی قربانی دے کر وقف جدید میں شامل ہوں پھر عادت یہ بڑھتی چلی جائے گی اور مالی قربانیوں کی توفیق بھی بڑھتی چلی جائے گی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے وقف جدید کی تحریک شروع فرمائی تھی ایک موقع پر فرمایا تھا کہ

"مجھے امید ہے کہ یہ تحریک جس قدر مضبوط ہوگی اسی قدر خدا تعالیٰ کے فضل سے صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے چندوں میں بھی اضافہ ہوگا"۔ (الفضل 5رجنوری 1962ء)

پس جماعت کی انتظامیہ کو بھی کوشش کرنی چاہئے کہ تمام کمزوروں اور نئے آنے والوں کو بھی مالی قربانی کی اہمیت سے آگاہ کرے، ان پہ واضح کرے کہ کیا اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکموں سے ان کو آگاہی کرائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بارے میں جو ارشادات ہیں ان سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ اگر نہیں کرتے تو پھر میرے نزدیک انتظامیہ بھی ذمہ دار ہے کہ وہ ان لوگوں کو نیکیوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول سے محروم کر رہے ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا اس جہاد سے پھر نفس کے جہاد کی بھی عادت پڑے گی، اپنی تربیت کی طرف بھی توجہ پیدا ہوگی، عبادتوں کی بھی عادت پڑے گی۔

ایک روایت میں آتا ہے حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار نماز عید پڑھائی آپ کھڑے ہوئے اور نماز کا آغاز کیا اور پھر لوگوں سے خطاب کیا۔ جب فارغ ہو گئے تو آپ منبر سے اترے اور عورتوں میں تشریف لے گئے اور انہیں نصیحت فرمائی۔ آپ اس وقت حضرت بلالؓ کے ہاتھ کا سہارا لئے ہوئے تھے اور حضرت بلالؓ نے کپڑا پھیلایا ہوا تھا جس میں عورتیں صدقات ڈالتی جا رہی تھیں۔ (بخاری کتاب العیدین باب موعظۃ الامام النساء یوم العید)

تو یہ تھیں اس زمانے کی عورتوں کی مثالیں۔ اس زمانے میں بھی، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی ایسی عورتیں ہیں جو بے دریغ خرچ کرتی ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بھی کئی مثالیں دی ہیں۔ خلافت ثالثہ میں بھی کئی مثالیں ہیں۔ خلافت رابعہ میں بھی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ اب بھی کئی عورتیں ہیں جو قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں، اپنے زیور اتار کر دے دیتی ہیں۔ تو جب تک عورتوں میں مالی قربانی کا احساس برقرار رہے گا اس وقت تک انشاء اللہ تعالیٰ قربانی کرنے والی نسلیں بھی جماعت احمدیہ میں پیدا ہوتی رہیں گی۔

یہ جو مَیں بار بار زور دیتا ہوں کہ نومبائعین کو بھی مالی نظام کا حصہ بنائیں یہ اگلی نسلوں کو سنبھالنے کے لئے بڑا ضروری ہے کہ جب اس طرح بڑی تعداد میں نومبائعین آئیں گے تو موجودہ قربانیاں کرنے والے کہیں اس تعداد میں گم ہی نہ ہو جائیں اور بجائے ان کی تربیت کرنے کے ان کے زیر اثر نہ آ جائیں۔ اس لئے نومبائعین کو بہر حال قربانیوں کی عادت ڈالنی پڑے گی اور نومبائع صرف تین سال کے لئے ہے۔ تین سال کے بعد بہر حال اسے جماعت کا ایک حصہ بننا چاہئے۔ خاص طور پر نئی آنے والی عورتوں کی تربیت کی طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔

پھر ایک روایت میں ہے عبداللہؓ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا الشُّح یعنی بخل سے بچو۔ یہ بخل ہی ہے جس نے پہلی قوموں کو ہلاک کیا تھا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 159 مطبوعہ بیروت مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص حدیث نمبر 6451)

پس اللہ تعالیٰ کی راہ میں بخل کا بالکل سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بڑا ہی انذار ہے اس میں۔ پہلی قوموں کی ہلاکت اس لئے ہوئی تھی کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پرانے احمدیوں کی بہت بڑی تعداد اللہ تعالیٰ کی راہ میں مالی قربانیوں کی اہمیت کو سمجھتی ہے لیکن اگر نئے آنے والوں کو اس کی عادت نہ ڈالی اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے لیت ولعل سے کام لیتے رہے تو پھر جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت خوفناک انذار فرمایا ہے۔ پس اس انعام کی قدر کریں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی جو توفیق دی ہے اس کا شکر بجا لائیں اور آپ کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کے لئے کسی بھی قسم کی قربانی کرنے سے کبھی دریغ نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُس کا پیغام تو پھیلنا ہی ہے یہ تقدیر الٰہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں لیکن اگر تم نے کنجوسی کی تو اپنی کنجوسی کی وجہ سے تم لوگ ختم ہو جاؤ گے جس طرح کہ حدیث میں ذکر بھی ہے اور لوگ آ جائیں گے۔ جیسا کہ فرمایا ہے وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ (محمد:39) اور جو کوئی بخل

سے کام لے وہ اپنی جان کے متعلق بخل سے کام لیتا ہے۔ پھر فرمایا وَاِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ (محمد:39) کہ اگر تم پھر جاؤ تو وہ تمہاری جگہ ایک اور قوم کو بدل کر لے کر آئے گا پھر وہ تمہاری طرح سستی کرنے والی نہیں ہوگی۔

پس یہ مالی قربانیاں کوئی معمولی چیز نہیں ہیں ان کی بڑی اہمیت ہے۔ ایمان مضبوط کرنے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث ہونے کے لئے انتہائی ضروری چیز ہے۔ صحابہ کی قربانیوں کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح پھل لگائے جس کا روایات میں کثرت سے ذکر آتا ہے۔ شروع میں یہی صحابہ جو تھے بڑے غریب اور کمزور لوگ تھے، مزدوریاں کیا کرتے تھے۔ لیکن جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی بھی قسم کی کوئی مالی تحریک ہوتی تھی تو مزدوریاں کر کے اس میں چندہ ادا کیا کرتے تھے۔ حسب توفیق بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی کوشش کیا کرتے تھے تا کہ اللہ اور اس کے رسول کا قرب پانے والے بنیں، ان برکات سے فیضیاب ہونے والے ہوں جو مالی قربانیاں کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقدر کی ہیں، جن کے وعدے کئے ہیں۔

ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صدقہ کرنے کا ارشاد فرماتے تو ہم میں سے کوئی بازار کو جاتا وہاں مزدوری کرتا اور اسے اجرت کے طور پر ایک مُد اناج وغیرہ ملتا تو اس میں سے صدقہ کرتا۔ تھوڑی سی بھی کوئی چیز ملتی تو صدقہ کرتا۔ اور اب ان کا یہ حال ہے انہی لوگوں کا جو سب مزدوری کرتے تھے۔ کہ ان میں سے بعض کے پاس ایک ایک لاکھ درہم یا دینار ہے۔

(بخاری کتاب الاجارۃ ۔باب من آجر نفسه ليحمل على ظهره ثم تصدق به......)

پس دیکھیں کہ ابتدائی حالت کیا تھی اور آخری حالت کیا ہے اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان پر فضل فرمائے۔ ان کی قربانیوں کو کس طرح نوازا۔

چندوں کی اہمیت اور ضرورت کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ خسارہ کی حالت میں وہ لوگ ہیں جو ریا کاری کے موقعوں میں تو صدہا روپیہ خرچ کریں اور خدا کی راہ میں پیش و پس سوچیں۔ شرم کی بات ہے کہ کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہو کر پھر اپنی خست اور بخل کو نہ چھوڑے۔ یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ ہر ایک اہل اللہ کے گروہ کو اپنی ابتدائی حالت میں چندوں کی ضرورت پڑتی ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی مرتبہ صحابہؓ پر چندے لگائے

جن میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے بڑھ کر رہے۔ سو مردانہ ہمت سے امداد کے لئے بلا توقف قدم اٹھانا چاہئے۔ ..... جو ہمیں مدد دیتے ہیں آخر وہ خدا کی مدد دیکھیں گے''۔ (مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 308 اشتہار 4 را کتوبر 1899ء)

پس خدا کی مدد دیکھنے کے لئے ہر ایک کو اپنی قربانیوں کے معیار بلند کرنے چاہئیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

''تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اُسے پائے گا۔ لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجالانی چاہئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔ یہ مت خیال کرو کہ مال تمہاری کوشش سے آتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجالا کر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بلاتا ہے۔ اور مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی کرو تو وہ ایک قوم پیدا کر دے گا کہ اس کی خدمت بجا لائے گی۔ تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو اور یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔ مَیں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرہ محتاج نہیں ہاں تم پر یہ اُس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقع دیتا ہے''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 613 اشتہار ستمبر 1903ء)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام فرماتے ہیں کہ:

''میرے پیارے دوستو! مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے خدائے تعالیٰ نے سچا جوش آپ لوگوں کی ہمدردی کے لئے بخشا ہے اور ایک سچی معرفت آپ صاحبوں کی

زیادت ایمان وعرفان کے لئے مجھے عطا کی گئی ہے۔ اس معرفت کی آپ کو اور آپ کی ذریت کو نہایت ضرورت ہے۔ سو مَیں اس لئے مستعد کھڑا ہوں کہ آپ لوگ اپنے اموالِ طیبہ سے اپنے دینی مہمات کے لئے مدد دیں اور ہر یک شخص جہاں تک خدائے تعالیٰ نے اس کو وسعت و طاقت و مقدرت دی ہے اس راہ میں دریغ نہ کرے اور اللہ اور رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اپنے اموال کو مقدم نہ سمجھے۔ اور پھر مَیں جہاں تک میرے امکان میں ہے تالیفات کے ذریعہ سے ان علوم اور برکات کو ایشیا اور یورپ کے ملکوں میں پھیلاؤں جو خدا تعالیٰ کی پاک روح نے مجھے دی ہیں''۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 516)

آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ پیغام گاؤں گاؤں، قریہ قریہ، اس ملک میں بھی اور پاکستان میں بھی اس کے پھیلانے کا کام وقفِ جدید کے سپرد ہے۔ پس ہر احمدی کو اپنے نفس کو پاک کرنے کے لئے مالی قربانی کا فعّال حصہ بننا چاہئے۔ چاہے نئے آنے والے ہیں یا پرانے احمدی ہیں۔ اگر مالی قربانیوں کی روح پیدا نہیں ہوتی تو ایمان کی جو مضبوطی ہے وہ پیدا نہیں ہوتی۔ کوئی یہ نہ دیکھے کہ معمولی توفیق ہے، غریب آدمی ہوں اس رقم سے کیا فائدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کے جذبے اور خلوص سے دیئے ہوئے ایک پیسے کی بھی بڑی قدر ہوتی ہے۔ ایسے ہی یہ قربانی کا ذکر جماعت احمدیہ کی تاریخ میں اس طرح بھی محفوظ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں ایک معذور اور غریب آدمی تھے حضرت حافظ معین الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ روایت میں آتا ہے ان کی طبیعت میں بڑا جوش تھا کہ وہ سلسلے کی خدمت کے لئے قربانی کریں حالانکہ ان کی اپنی حالت یہ تھی کہ نہایت تنگی کے ساتھ گزارا کرتے تھے اور بوجہ معذور ہونے کے کوئی کام بھی نہیں کر سکتے تھے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک پرانا خادم سمجھ کر لوگ محبت و اخلاص کے ساتھ کچھ نہ کچھ تحفہ وغیرہ ان کو دے دیا کرتے تھے۔ لیکن حافظ صاحب کا ہمیشہ یہ اصول تھا کہ وہ اس روپیہ کو جو ان کو اس طرح لوگوں کی طرف سے تحفہ کے طور پر ملتا تھا، کبھی اپنی ذاتی ضرورت پر خرچ نہیں کرتے تھے، بلکہ اس کو سلسلے کی خدمت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور پیش کر دیا کرتے تھے۔ اور کبھی کوئی ایسی تحریک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے نہیں ہوئی جس میں انہوں نے حصہ نہ لیا ہو چاہے وہ ایک پیسہ ڈال کر حصہ لیتے۔ کیونکہ جو ذاتی حیثیت تھی اس حیثیت سے جو بھی وہ قربانی کرتے تھے یہ کوئی معمولی قربانی نہیں تھی چاہے وہ پیسے کی قربانی تھی۔ اس وقت حضرت مسیح

موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی کئی دفعہ حافظ صاحب کی خدمتوں کا ذکر فرمایا ہے اور بعض دفعہ یہ بھی ہوتا تھا کہ حافظ صاحب بھوکے رہ کر بھی یہ خدمت کیا کرتے تھے۔

(اصحاب احمد۔ جلد 13 صفحہ 293)

پھر ایک اور دو بزرگوں کا نقشہ ہے جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں:

''مَیں اپنی جماعت کے محبت اور اخلاص پر تعجب کرتا ہوں کہ ان میں سے نہایت ہی کم معاش والے جیسے میاں جمال الدین اور خیرالدین اور امام الدین کشمیری میرے گاؤں سے قریب رہنے والے ہیں۔ وہ تینوں غریب بھائی بھی جو شاید تین آنے یا چار آنے روزانہ مزدوری کرتے ہیں سرگرمی سے ماہواری چندے میں شریک ہیں۔ ان کے دوست میاں عبدالعزیز پٹواری کے اخلاص سے بھی مجھے تعجب ہے کہ باوجود قلت معاش کے ایک دن سو روپیہ دے گیا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ خدا کی راہ میں خرچ ہو جائے۔ وہ سو روپیہ شاید اس غریب نے کئی برسوں میں جمع کیا ہو گا مگر للّٰہی جوش نے خدا کی رضا کا جوش دلایا''۔

(ضمیمہ انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 313-314)

جہاں یہ مثالیں غریب اور نئے آنے والے احمدیوں کو توجہ دلانے کے لئے ہیں وہاں جو اچھے کھاتے پیتے احمدی ہیں ان کے لئے بھی سوچ کا مقام ہے، ان کو بھی سوچنا چاہئے کہ وہ دیکھیں کہ کیا وہ جو مالی قربانی کر رہے ہیں کبھی انہیں یہ احساس ہوا کہ واقعی یہ قربانی ہے۔ غریب آدمی تو بیچارہ اپنا پیٹ کاٹ کر چندہ دیتا ہے لیکن امراء اس نسبت سے دیتے ہیں کہ نہیں۔ اور اگر چندہ دینے کے بعد بھی کبھی احساس نہیں پیدا ہوا کہ کسی قسم کی قربانی کی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ان میں بہت گنجائش موجود ہے۔

جیسے مَیں نے بتایا کہ وقف جدید کی تحریک حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع فرمائی تھی اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

''مَیں احباب جماعت کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ اس تحریک کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کی طرف پوری توجہ کریں اور اس کو کامیاب بنانے میں پورا زور لگائیں اور کوشش کریں کہ کوئی فرد جماعت ایسا نہ رہے جو صاحب استطاعت ہوتے ہوئے اس چندے میں حصہ نہ لے''۔ (الفضل ربوہ 17 ؍فروری 1960ء)

پس گزشتہ چند سالوں میں بھارت اور پاکستان میں، گو تھوڑی تعداد میں نئے آئے ہیں مگر افریقہ

میں بڑی بھاری تعداد جماعت میں شامل ہوئی ہے۔ اگر آپ ان لوگوں کو جماعت کا فعال حصہ بنانا چاہتے ہیں اور وہ لوگ خود اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہیں اور جماعت کا فعال حصہ بننا چاہتے ہیں تو پھر کوشش کر کے مالی قربانیوں میں حصہ ڈالیں اور اس کے لئے ابتداء میں وقفِ جدید میں ہی چاہے حصہ لیں۔ پھر آہستہ آہستہ دو تین سال میں جب عادت پڑ جائے گی تو باقی مالی نظام میں بھی شامل ہو جائیں گے اور یہ اس لئے ضروری ہے تا کہ ایمان میں بھی مضبوطی پیدا ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی حاصل ہو۔

پھر حضرت مصلح موعودؓ کے ذہن میں جو منصوبہ تھا کہ اس تحریک سے کیا کیا کام لینے ہیں، کس طرح پھیلانا ہے، ایک موقع پر آپؓ نے اس کا ذکر فرمایا اور وہی پروگرام اب بھارت کو دیا گیا ہے۔ وقفِ جدید کے تحت اس وقت تقریباً پونے بارہ سو معلمین اور مبلغین کام کر رہے ہیں۔ لیکن ابھی بھی میرے نزدیک کافی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ:

''پس مَیں جماعت کے دوستوں کو ایک بار پھر اس وقف کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہئے کہ اگر وہ ترقی کرنا چاہتی ہے تو اس کو اس قسم کے وقف جاری کرنے پڑیں گے اور چاروں طرف رشد و اصلاح کا جال پھیلانا پڑے گا...... اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ ایک مربی ایک ضلع میں مقرر ہو گیا اور وہ دورہ کرتا ہوا ہر جگہ گھنٹہ گھنٹہ دو دو گھنٹے ٹھہرتا ہوا سارے ضلع میں پھر گیا۔ اب ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ ہمارے مربی کو ہر گھر اور ہر جھونپڑی تک پہنچنا پڑے گا اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب میری اس نئی سکیم پر عمل کیا جائے''۔ (الفضل 11 جنوری 1958ء)

پھر آپ نے فرمایا کہ:

''ہر جگہ ایسے آدمی مقرر کر دیئے جائیں جو اس علاقہ کے لوگوں کے اندر رہیں اور ایسے مفید کام کریں کہ لوگ ان سے متاثر ہوں (اور وقف کے کام کرنے والے جو ہیں ان کی بھی ذمہ داریاں ہیں کہ ایسے مفید کام کریں کہ لوگ متاثر ہوں) وہ انہیں پڑھائیں بھی اور رشد و اصلاح کا کام بھی کریں۔ اور یہ جال اتنا وسیع طور پر پھیلایا جائے کہ کوئی مچھلی باہر نہ رہے...... پس جب تک ہم اس مہا جال کو نہ پھیلائیں گے اس وقت تک ہم کامیاب نہیں ہو سکتے''۔ (الفضل 11 جنوری 1958ء)

اگر یہ جال صحیح طرح پھیلا ہوا ہو تو ہم نومبائعین کو بڑی اچھی طرح سنبھال سکتے ہیں۔ ان کو قربانیوں کا احساس بھی دلا سکتے ہیں اور توجہ بھی دلا سکتے ہیں اور ان کو بڑی آسانی سے نظام کا حصہ بھی بنا سکتے

ہیں۔پس اس طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔

پھر جہاں لوگ مالی قربانیاں دیں وہاں جو معلمین اور مبلغین ہیں وہ اپنی پوری پوری استعدادوں کو استعمال کریں۔ یہاں ہندوستان میں بھی اور پاکستان میں بھی اور دوسری جگہوں پر بھی۔جیسا کہ مَیں نے کہا یہ تصور ہماری انتظامیہ کے ذہن میں بھی کئی جگہ پر آ گیا ہے۔جماعتی عہدیداران کے اندر بھی موجود ہے کہ ہمارے مربیان کی، معلمین کی جو تعداد ہے وہ کافی ہے۔یہ صحیح نہیں ہے۔اب زمانہ ہے کہ ہر گاؤں میں، ہر قصبہ میں اور ہر شہر میں اور وہاں کی ہر مسجد میں ہمارا مربی اور معلم ہونا چاہئے۔اب اس کے لئے بہر حال جماعت کو مالی قربانیاں کرنی پڑیں گی۔تبھی ہم مہیا کر سکتے ہیں۔

پھر جماعت کے افراد کو اپنی قربانیاں کرنی پڑیں گی۔اپنے بچوں کی قربانیاں کرنی پڑیں گی کہ ان کو اس کام کے لئے پیش کریں، وقف کریں۔اور یہ سب ایسے ہونے چاہئیں کہ وہ تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر بھی قائم ہوں۔ہم نے صرف آدمی نہیں بٹھانے بلکہ تقویٰ پر قائم آدمیوں کی ضرورت ہے۔آئندہ سالوں میں انشاءاللہ واقفین نو بھی میدان عمل میں آ جائیں گے لیکن جوان کی تعداد ہے وہ بھی یہ ضرورت پوری نہیں کر سکتے۔یہ کام وسیع طور پر ہمیں کرنا چاہئے۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے آدمیوں کی ضرورت بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔اللہ تعالیٰ تقویٰ پر چلنے والے مربیان اور معلمین ہمیں مہیا فرماتا رہے۔

اب مَیں کچھ مالی جائزے پیش کرتا ہوں جو گزشتہ سال وقف جدید کی مالی قربانیوں کے تھے۔ کیونکہ ہم پاؤنڈوں میں Convert کرتے ہیں اور ساری دنیا کے چندے مختلف کرنسیوں میں ہوتے ہیں اس لئے ایک کرنسی بنانے کے لئے کرنسی سٹرلنگ پاؤنڈ میں رکھی جاتی ہے۔جو رپورٹیں موصول ہوئی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید کی کل وصولی 21 لاکھ 42 ہزار پاؤنڈ ہوئی جو اللہ کے فضل سے گزشتہ سال کی نسبت دو لاکھ پاؤنڈ زائد ہے۔الحمدللہ۔اور شامل ہونے والوں کی تعداد 4 لاکھ 66 ہزار ہے۔ مَیں نے بھارت کو ٹارگٹ دیا تھا کہ اگر وہ کوشش کریں تو پانچ لاکھ شامل کر سکتے ہیں ابھی ان کی یہ کوشش جاری ہے لیکن ابھی تک اسے پورا نہیں کیا۔بہر حال اکیاون ہزار نئے مخلصین اس وقف جدید کی تحریک میں شامل ہوئے ہیں۔ پاکستان ، ہندوستان، کی تعداد زیادہ قابل ذکر ہے ۔ پھر جرمنی، کینیڈا، نائیجیریا وغیرہ ہیں۔نائیجیریا میں تحریک جدید میں بھی، وقف جدید میں بھی ، مالی قربانیوں کی طرف کافی توجہ پیدا ہو رہی ہے اور ماشاءاللہ کافی آگے بڑھ رہے ہیں۔باقی افریقی ممالک کو بھی نیکیوں میں سبقت لے جانے کی روح کے تحت آگے بڑھنا چاہئے خاص طور پر غانا والے بھی اس طرف توجہ کریں۔اور اسی طرح جیسا کہ مَیں نے پہلے کہا ہے کہ ہندوستان میں بھی گو کہ تعداد میں اضافہ ہوا ہے لیکن کافی گنجائش موجود ہے کیونکہ ان کی

رپورٹ کے مطابق گو اس وقت جو وقف جدید کی تحریک میں جو شامل ہیں ان کی کُل تعداد ایک لاکھ پچیس ہزار ہے۔ اور گو اس سال 28 ہزار کا اضافہ ہوا ہے لیکن مَیں سمجھتا ہوں اگر ٹھوس اقدامات کئے جائیں اور پوری طرح کوشش کی جائے تو یہ لاکھوں میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ بہرحال پوری دنیا اس کا بھی انتظار کر رہی ہوتی ہے اب دنیا بھر میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے بالترتیب پہلی دس جماعتوں کی رپورٹ یہ ہے۔ اس میں امریکہ اول ہے پاکستان دوم اور برطانیہ تیسری پوزیشن پہ، جرمنی چوتھی پوزیشن پہ، کینیڈا پانچویں پہ۔ ہندوستان چھٹی پہ، انڈونیشیا ساتویں پوزیشن پہ بلجیئم آٹھویں، آسٹریلیا نویں اور دسویں پہ سوئٹزرلینڈ۔ آسٹریلیا نے بھی اس دفعہ کوشش کی ہے اپنی دسویں پوزیشن سے نویں پر آئے ہیں۔

پاکستان میں چندہ بالغان اور اطفال کا علیحدہ علیحدہ بھی موازنہ کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے بالغان میں اول لاہور، دوم کراچی اور سوئم ربوہ۔ اور اس میں مجموعی ترتیب کے لحاظ سے جو پہلی دس پوزیشنیں ہیں سیالکوٹ، راولپنڈی، اسلام آباد، گوجرانوالہ، میرپور خاص، شیخوپورہ، فیصل آباد، سرگودھا، کوئٹہ اور نارووال اضلاع ہیں۔

پھر اسی طرح دفتر اطفال میں جو پہلی تین پوزیشنیں ہیں۔ اول کراچی، دوئم لاہور، سوئم ربوہ۔ اور اس میں بھی جو اضلاع کی پوزیشن یہ ہے اسلام آباد اول، پھر سیالکوٹ، گوجرانوالہ، شیخوپورہ، راولپنڈی، میرپور خاص، فیصل آباد، سرگودھا، نارووال، کوئٹہ۔ تو یہ ہے ان کی وصولیوں کی کل پوزیشن۔

یکم جنوری 2006ء سے وقف جدید کا نیا سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے شروع ہو چکا ہے۔ آج اس کا اعلان بھی میں کر رہا ہوں۔ یہ وقف جدید کا اُنچاسواں سال ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سال میں پہلے سے بڑھ کر ثمرات عطا فرمائے۔ جماعت کے مالی قربانیوں کے معیار بھی بلند ہوں اور واقفین زندگی، مربیان، معلمین کے تقویٰ اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کے معیار بھی بلند ہوں اور جماعت کے ہر فرد کو اپنی اہمیت اور ذمہ داری کا احساس بھی ہو اور ہم میں سے ہر ایک، ایک تڑپ کے ساتھ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا پیار سمیٹنے والا ہو اور اس کوشش میں رہے اللہ سب کو اس کی توفیق دے۔

آج خطبہ لیٹ شروع ہوا تھا۔ باہر والے لوگ ایم ٹی اے کے انتظار میں بہت جلدی پریشان ہو جاتے ہیں یہاں کیونکہ بجلی کا مسئلہ رہتا ہے۔ ایک جنریٹر انہوں نے لگایا تھا وہ خراب ہو گیا تو دوسرا لگایا گیا اس کی صحیح طاقت نہیں تھی۔ اس وجہ سے ان کے سگنل صحیح نہیں جا رہے تھے اس لئے لیٹ ہوا۔ کیونکہ لوگ مجھے لکھنا شروع کر دیتے ہیں شاید مجھے کچھ ہو گیا ہے۔ تو یہ میری وجہ نہیں بلکہ بجلی کی خرابی کی وجہ ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل لنڈن 27 رجنوری 2006ء)





خطبہ جمعہ فرمودہ 12 رجنوری 2007ء بیت الفتوح لندن

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ- (البقرہ:275)

آج مَیں وقف جدید کے نئے سال کے آغاز کا اعلان کروں گا۔ عموماً جنوری کے پہلے ہفتہ میں، پہلے جمعہ میں اس کا اعلان ہوتا ہے، یا بعض دفعہ دسمبر کے آخر میں بھی ہوتا رہا۔ سفر پر ہونے کی وجہ سے مَیں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ واپس جا کر انشاء اللہ اعلان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آج توفیق دے رہا ہے۔

وقف جدید کی تحریک بھی جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں، حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاری کردہ تحریک ہے جس کو 1957ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے جاری فرمایا تھا اور صرف پاکستان کے احمدیوں کے لئے یہ تحریک تھی۔ پاکستان سے باہر کے احمدیوں میں سے اگر کوئی اپنی مرضی سے اس میں حصہ لینا چاہتا تھا تو لے لیتا تھا۔ خاص طور پر اس بارے میں تحریک نہیں کی جاتی تھی کہ وقف جدید کا چندہ دیا جائے۔ اُس وقت جب یہ جاری کی گئی تو حضرت مصلح موعودؓ کی نظر میں پاکستان کی جماعتوں کے لئے دو خاص مقاصد تھے۔ آپؓ نے جب یہ وقف جدید کی انجمن بنائی تو اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کو ممبر مقرر فرمایا اور آپ کو جو ہدایات دیں وہ خاص طور دو باتوں پر زور دینے کے لئے تھیں۔ ایک تو یہ کہ پاکستان کی دیہاتی جماعتوں کی تربیت کی طرف توجہ دی جائے جس میں کافی کمزوری ہے اور دوسرے ہندوؤں میں تبلیغ اسلام کا کام۔ خاص طور پر سندھ کے علاقہ میں بہت بڑی تعداد ہندوؤں کی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کو بڑی فکر تھی کہ دیہاتی جماعتوں میں تربیت کی بہت کمی ہے۔ خاص طور پر بچوں میں اور اکثریت جماعت کے افراد کی دیہاتوں میں رہنے والی ہے اور اگر ان کی تربیت میں کمی ہوگی تو پھر آئندہ بہت ساری خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مجھے وقف جدید کا ممبر مقرر فرمایا اور فرمایا کہ سارا جائزہ لو کہ تربیت کی کیا کیا صورتحال ہے۔ تو کہتے ہیں کہ جب مَیں نے جائزہ لیا تو تربیت اور دینی معلومات کے بارے میں انتہائی بھیانک صورت حال سامنے آئی کہ بچوں کو سادہ نماز بھی نہیں آتی تھی اور تلفّظ کی غلطیاں اتنی تھیں کہ کلمہ بھی صحیح طرح نہیں پڑھ

سکتے تھے، حالانکہ کلمہ بنیادی چیز ہے جس کے بغیر مسلمان مسلمان ہی نہیں کہلا سکتا۔ بہر حال اُس وقت پاکستان میں ان معلمین کے ذریعہ جن کو معمولی ابتدائی ٹریننگ دے کر میدانِ عمل میں بھیج دیا جاتا تھا وقفِ جدید نے ان دو اہم کاموں کو سرانجام دینے کا بیڑا اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی محنت اور قربانی کے جذبے سے اس کام کو سرانجام دیا۔

سندھ میں ہندوؤں کے علاقے میں تبلیغ کا کام ہوا۔ یہ بھی بہت مشکل کام تھا۔ یہ ہندو جو تھروں میں وہاں کے رہنے والے تھے۔ وہاں بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے مزدوری کے لئے سندھ کے آباد علاقہ میں آیا کرتے تھے تو یہاں آ کر مسلمان زمینداروں کی بدسلوکی کی وجہ سے وہ اسلام کے نام سے بھی گھبراتے تھے۔ غربت بھی ان کی عروج پر تھی۔ بڑی بڑی زمینیں تھیں، پانی نہیں تھا اس لئے کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ آمد نہیں تھی اور اسی غربت کی وجہ سے مسلمان زمیندار جن کے پاس یہ کام کرتے تھے انہیں تنگ کیا کرتے تھے اور ان سے بیگار بھی لیتے تھے۔ یا اتنی معمولی رقم دیتے تھے کہ وہ بیگار کے برابر ہی تھی۔ اسی طرح عیسائی مشنوں نے جب یہ دیکھا کہ ان کے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے تو ان کی غربت کا فائدہ اٹھا کر عیسائیوں نے بھی اِن کو امداد دینی شروع کی اور اس کے ساتھ تبلیغ کر کے، لالچ دے کر عیسائیت کی طرف ان ہندوؤں کو مائل کرنا شروع کیا تو یہ ایک بہت بڑا کام تھا جو اس زمانے میں وقفِ جدید نے کیا اور اب تک کر رہی ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور بڑے سالوں کی کوششوں کے بعد اس علاقے میں احمدیت کا نفوذ ہونا شروع ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ جو اُس وقت وقفِ جدید کے ناظم ارشاد تھے بیان کرتے ہیں کہ جب ہمیں کامیابیاں ہونی شروع ہوئیں تو مولویوں نے ہندوؤں کے پاس جا کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ تم یہ کیا غضب کر رہے ہو، احمدی ہونے سے تو بہتر ہے ہندو ہی رہو۔ ایک خدا کا نام پکارنے سے تو بہتر ہے کہ مشرک ہی رہو۔ یہ مسلمانوں کا حال ہے۔ تو بہر حال ان سب مشکلات کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور بڑا فضل فرمایا، تھر کے علاقے مِٹھّی اور نگر پارکر وغیرہ میں، آگے بھی جماعتیں قائم ہونا شروع ہوئیں، ماشاء اللہ اخلاص میں بھی بڑھیں، ان میں سے واقفِ زندگی بھی بنے اور اپنے لوگوں میں تبلیغ کر کے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو متعارف کروایا، اس کا پیغام پہنچاتے رہے۔ جب ربوہ میں جلسے ہوتے تھے تو جلسے پر یہ لوگ ربوہ آیا کرتے تھے۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ انتہائی مخلص اور بڑے اخلاص و وفا میں ڈوبے ہوئے لوگ تھے۔ اب تو ماشاء اللہ ان لوگوں کی اگلی نسلیں بھی احمدیت کی گود میں پلی بڑھی ہیں اور اخلاص میں بڑھی ہوئی ہیں، بڑی مخلص ہیں۔ شروع زمانے میں وسائل کی کمی کی وجہ سے وقفِ جدید کے

معلمین جنہوں نے میدانِ عمل میں کام کیا وہ بڑی تکلیف میں وقت گزارا کرتے تھے۔ ان علاقوں میں طبی امداد کی، میڈیکل ایڈ (Medical Aid) کی سہولتیں بھی نہیں تھیں۔ اس لئے اپنے لئے بھی اور وہاں کے رہنے والے لوگوں کے لئے بھی کچھ دوائیاں، ایلوپیتھی اور ہومیوپیتھی وغیرہ ساتھ رکھا کرتے تھے۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں موبائل ڈسپنسری ہے، دیہاتوں میں جاتی ہے، میڈیکل کیمپ بھی لگتے ہیں۔ با قاعدہ کوالیفائڈ (Qualified) ڈاکٹر وہاں جاتے ہیں۔ اسی طرح جماعت نے مِٹھّی میں ایک بہت بڑا ہسپتال بنایا ہے۔ اس میں آنکھوں کا ایک وِنگ (Wing) بھی ہے۔ تو وقفِ جدید کی تحریک میں پاکستان کے احمدیوں نے اپنی تربیت اور تبلیغ کے لئے اُس زمانے میں بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کیں اور اللہ کے فضل سے اب تک کر رہے ہیں اور کام میں بھی اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت وسعت پیدا ہو چکی ہے اور کام بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح جماعت پر فضل فرما رہا ہے یہ تو بڑھتا ہی رہنا ہے۔

یہاں ایک بات جو مَیں اس خطبہ کے ذریعہ سے سندھ کے علاقے کے احمدی زمینداروں کو کہنا چاہتا ہوں اور اسی بات پہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی توجہ دلائی تھی کہ یہ جو ہندو اس علاقے میں رہنے والے ہیں یا ان میں سے جو مسلمان ہو چکے ہیں، بڑے غریب لوگ ہیں۔ وہ اس غربت کی وجہ سے سندھ کے آباد علاقے میں جہاں پانی کی سہولت ہے مزدوری کی غرض سے آتے ہیں اور بڑی محنت سے مزدوری کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ یہ جو احمدی زمیندار ہیں یہ حسن سلوک کیا کریں۔ یہ پیار ہی ہے جو ان لوگوں کو مزید قریب لائے گا اور اللہ تعالیٰ وہاں کے احمدیوں کی قربانیوں کو انشاء اللہ، پھل عطا فرمائے گا۔ اس لئے اس طرف خاص توجہ دینی چاہئے۔ بہرحال یہ مختصر پس منظر، یہ حالات مَیں نے اس لئے بتائے ہیں تا کہ نئی نسل کے لوگوں کو اور نئے آنے والوں کو بھی اس تحریک کا مختصر تعارف ہو جائے کیونکہ اب تو وقفِ جدید کی یہ تحریک تمام دنیا میں جاری ہے، لوگ اس کے چندے کی ادائیگی کرتے ہیں۔

جہاں تک پاکستان کا سوال ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکستانی احمدیوں نے اپنے اخراجات تو آپ سنبھالے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو کسی بیرونی امداد کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن 1985ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے وقفِ جدید کی تحریک کو، یعنی مالی قربانی کی تحریک کو ساری دنیا پہ پھیلا دیا، تا کہ دنیا میں جو احمدی آباد ہیں، خاص طور پر یورپ اور امریکہ وغیرہ میں، ان کے چندوں سے ہندوستان میں بھی وقفِ جدید کے نظام کو فعال کیا جائے اور وہاں زیادہ سے زیادہ تربیت و تبلیغ کا کام کیا جائے۔ اور جس علاقے میں خلافتِ ثانیہ کے دور میں کسی زمانے میں شُدھی کی تحریک چلی تھی اور جس کے توڑ کے لئے جماعت نے اس وقت بڑے عظیم کام کئے تھے، بڑی قربانیاں دی تھیں، اس علاقے میں رہ کر

تبلیغ کی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ نے 1985ء میں فرمایا تھا کہ اس علاقے میں دوبارہ تشویشناک صورتحال ہے اس لئے ہندوستان کی جماعتوں کو اس طرف توجہ دینی چاہئے اور وسیع منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔ اور اخراجات کے لئے آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ باہر سے رقم آ جائے گی۔ اس لئے پھر جیسا کہ مَیں نے کہا باہر کی جماعتوں میں بھی وقف جدید کی یہ تحریک جاری کی گئی تا کہ باہر کی جماعتیں بھی اس نیک کام میں ہندوستان کی جماعتوں کی مدد کریں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے باہر کی جماعتیں اس تحریک میں بھی مالی قربانی کے لئے لبیک کہنے والی بنیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر سال وقف جدید میں بھی باقی چندوں کی طرح اضافہ ہو رہا ہے۔ جوں جوں اللہ تعالیٰ کام میں وسعت دے رہا ہے، جتنا جتنا کام پھیل رہا ہے، اخراجات بڑھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ وسائل بھی مہیا فرما رہا ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ جماعت کے بڑی تیزی سے ترقی کی طرف قدم بڑھ رہے ہیں اور اس لحاظ سے ضروریات بھی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فضل فرما رہا ہے۔ ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ لیکن ہمیں اس طرف توجہ دینے کی بھی ضرورت ہے تا کہ ہم بھی ان مالی قربانیوں میں حصہ لے کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن سکیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے افراد جماعت پر بھی انفرادی طور پر بہت فضل ہو رہے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ کی طرح اپنی قربانیوں کی طرف بھی خاص توجہ رکھیں تا کہ جو کمزور جماعتیں ہیں ہم ان کی مدد کر سکیں۔ ہندوستان کی نئی جماعتیں بھی ہیں اور افریقہ کی جماعتیں بھی ہیں جو بہت معمولی مالی وسعت رکھتی ہیں۔ گو کہ قربانی کی کوشش کرتی ہیں لیکن جتنی بھی ان کی وسعت ہے اس کے لحاظ سے، اپنے حالات کے لحاظ سے۔ تو ان کی مدد کرنے کے لئے، تربیت و تبلیغ کے لئے، ان کی قربانیوں میں جو کمی رہ گئی ہے، اس کو پورا کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ اس لئے بیرونی جماعتیں یا ان مغربی ملکوں کی جماعتیں جن کی کرنسی مضبوط ہے، انہیں خدمت دین اور دین کی مدد کے جذبے کے تحت ہمیشہ قدم آگے بڑھاتے چلے جانا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے مالی قربانی کرنے والوں کو اپنے فضلوں کو حاصل کرنے والا بتایا ہے۔ جو آیت مَیں نے تلاوت کی اس میں بھی یہی فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رات اور دن اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کا جو اجر ہے وہ میرے پاس ہے اور جس کو مَیں نے اجر دینا ہے اس کو اس بات کا خوف بھی نہیں ہونا چاہئے کہ چندے دے کر ہمارا کیا بنے گا، ہماری اَور مالی ضروریات ہیں۔ یہ خیال بھی تمہیں کبھی نہیں آنا چاہئے کہ مالی قربانیوں سے تمہارے مالوں میں کچھ کمی ہوگی۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں ان لوگوں کو جو میری خاطر قربانیاں دیتے ہیں، سات

سو گنا تک بڑھا کر بلکہ اس سے بھی زیادہ اجر دیتا ہوں۔ پس کسی غم اور کسی خوف کا تو سوال ہی نہیں ہے، ہمیشہ ہر احمدی کو مالی قربانیوں میں آگے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ چندہ دینے سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے اور یہ محبت اور اخلاص کا کام ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے محبت اور رسول سے محبت کا تقاضا ہے کہ قربانی میں ہمارے قدم ہمیشہ آگے بڑھتے رہیں۔ اپنے ایمان کو مضبوط کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں ہم شامل ہوئے ہیں تو اس محبت اور اخلاص کا تقاضا ہے کہ اصلاح اور تربیت کے لئے جب مالی قربانی کی ضرورت پڑے تو ہر احمدی ہمیشہ اپنی روایات کو قائم رکھتے ہوئے قربانی میں آگے سے آگے بڑھتا رہے۔

اسی طرح جو مختلف ملکوں کے نومبائعین ہیں انہیں بھی یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہماری ضرورتیں باہر کی جماعتیں پوری کریں گی۔ ہر جماعت نے اپنے پاؤں پر خود کھڑا ہونا ہے تاکہ تربیت و تبلیغ کے دوسرے منصوبوں پہ توجہ دی جائے۔ جماعت کی ترقی کے دوسرے منصوبوں پر توجہ دی جائے جن کے لئے بہت سے اخراجات کی ضرورت ہوتی ہے۔

آج کل کے اس ترقی یافتہ دور میں جب ایک طرف ایجادات کی ترقی ہے تو ساتھ ہی اخلاقی گراوٹ کی بھی انتہا ہو چکی ہے۔ اپنی نسلوں کو اس سے بچانے اور دنیا کو صحیح راستہ دکھانے کے لئے بہت زیادہ کوشش کی ضرورت ہے اور ظاہر ہے اس کام کو سرانجام دینے کے لئے فنڈز کی ضرورت ہوتی ہے، رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔

جس طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس وقت محسوس کیا تھا کہ تربیت کی بہت ضرورت ہے، آج کل بھی کافی تعداد کے لئے اور جو نومبائعین آ رہے ہیں ان کے لئے جس وسیع پیمانے پر ہمیں منصوبہ بندی کرنی چاہئے وہ ہم نہیں کر سکتے۔ اس میں بہت سی وجوہات ہیں اور ایک بڑی وجہ مالی وسائل کی کمی بھی ہے۔ گو کہ ہم جتنا کام پھیلاتے ہیں اللہ تعالیٰ کام پورا کرتا ہے۔ لیکن جب وہاں تک پہنچتے ہیں تو پتہ لگتا ہے کہ اس سے زیادہ بھی کر سکتے تھے۔ اگر ہر جگہ معلم بٹھائیں اور بہت سارے افریقین ممالک ہیں، ہندوستان کی بعض جماعتیں ہیں، جہاں بجلی کا انتظام نہیں ہے وہاں بجلی کا انتظام کر کے ایم ٹی اے مہیا کریں جو ایک تربیت کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور اسی طرح کی اور منصوبہ بندی کریں تو اس کے لئے بہت بڑی رقم کی ضرورت ہے۔

جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوشش کرتی ہے کہ کم از کم وسائل کو زیر استعمال لا کر زیادہ سے

زیادہ استفادہ کیا جائے۔ یہ معاشیات کا سادہ اصول ہے۔ اور دوسری دنیا میں تو پتہ نہیں اس پر عمل ہو رہا ہے کہ نہیں لیکن جماعت اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتی ہے اور کرنی چاہئے۔ جو بھی جماعتی عہدیدار منصوبہ بندی کرنے والے یا کام کرنے والے یا رقم خرچ کرنے والے مقرر کئے گئے ہوں ان کو ہمیشہ اس کے مطابق سوچنا چاہئے اور منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔ بعض دفعہ بے احتیاطیاں بھی ہو جاتی ہیں اس لئے جیسا کہ مَیں نے کہا کہ جو ذمہ دار افراد ہیں وہ اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا کریں کہ جماعت کا ایک ایک پیسہ با مقصد خرچ ہونا چاہئے۔ جماعت میں اکثریت ان غریب لوگوں کی ہے جو بڑی قربانی کرتے ہوئے چندے دیتے ہیں اس لئے ہر سطح پر نظام جماعت کو اخراجات کے بارے میں احتیاط کرنی چاہئے کہ ہر پیسہ جو خرچ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے خرچ ہو اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ہمدردی پر خرچ ہو۔ جب تک ہم اس روح کے ساتھ اپنے اخراجات کرتے رہیں گے، ہمارے کاموں میں اللہ تعالیٰ بے انتہا برکت ڈالتا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ ابھی تک جماعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ سلوک ہے کہ جہاں کسی کام پر دوسروں کا ایک ہزار خرچ ہو رہا ہو وہاں جماعت کو ایک سو خرچ کر کے وہ مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں۔ تو جب تک اس طرح جماعت احتیاط کے ساتھ خرچ کرتی رہے گی، برکت بھی پڑتی رہے گی۔ جہاں قربانیاں کرنے والے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنی قربانیاں تمام قسم کی بدظنیوں سے بالا ہو کر پیش کریں گے اور جماعت کے افراد اسی سوچ کے ساتھ کرتے ہیں ان کو پتہ ہے کہ خرچ کرنے والے احتیاط سے خرچ کرنے والے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ برکت ڈالتا ہے۔

بعض لوگ ایسے بھی ہیں، چند ایک ہی ہیں، جو مالی لحاظ سے بہت وسعت رکھتے ہیں لیکن چندے اس معیار کے نہیں دیتے اور یہ باتیں کرتے ہوئے سنے گئے ہیں کہ جماعت کے پاس تو بہت پیسہ ہے اس لئے جماعت کو چندوں کی ضرورت نہیں ہے، جو ہم دے رہے ہیں ٹھیک ہے۔ جماعت کے پاس بہت پیسہ ہے یا نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے پیسے میں جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے کہ برکت بہت زیادہ ہے۔ اس لئے معترضین اور مخالفین کو بھی یہ بہت نظر آتا ہے۔ معترضین تو شاید اپنی بچت کے لئے کرتے ہیں اور مخالفین کو اللہ تعالیٰ ویسے ہی کئی گنا کر کے دکھا رہا ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ برکت ڈالتا ہے اور بے انتہا برکت ڈالتا ہے۔ مَیں نے یہاں بعض اپنوں کا ذکر کیا تھا جو کہتے ہیں کہ پیسہ بہت ہے اس لئے یہ بھی ہونا چاہئے اور یہ بھی ہونا چاہئے اور خود ان کے چندوں کے معیار اتنے نہیں ہوتے۔ عموماً جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی منصوبہ بندی سے خرچ کرتی ہے۔ اس لئے ایسی باتیں کرنے والے بے فکر رہیں اور چندہ نہ دینے کے بہانے تلاش کرنے کی بجائے اپنے فرائض پورے

کریں۔ چندوں کی تحریک تو ہمیشہ جماعت میں ہوگی، ہوئی اور ہوتی رہے گی کہ ایمان میں مضبوطی کے لئے یہ ضروری ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق ہمیں بتایا ہے۔ دنیا کی تمام منصوبہ بندیوں میں مال کی ضرورت پڑتی ہے، اس کا بہت زیادہ دخل ہے اور یہ منصوبہ بندی جس میں مال دین کی مضبوطی کے لئے خرچ ہو رہا ہو اور جس کے خرچ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ یہ ضمانت دے رہا ہو کہ تمہارے خوف بھی دور ہوں گے اور تمہارے غم بھی دور ہوں گے اور اجر بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اتنا اجر ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں تو اس سے زیادہ مال کا اور کیا بہتر استعمال ہوسکتا ہے۔ ہر دینے والا جب اس نیت سے دیتا ہے کہ مَیں دین کی خاطر دے رہا ہوں تو اس نے اپنا ثواب لے لیا۔ کس طرح خرچ کیا جا رہا ہے، اول تو صحیح طریقے سے خرچ ہوتا ہے۔ اور اگر کہیں تھوڑی بہت کمزوری ہے بھی تو چندہ دینے والے کو بہرحال ثواب مل گیا۔ اس لئے ہمیشہ ہر وہ احمدی جس کے دل میں کبھی انقباض پیدا ہو وہ اپنے اس انقباض کو دور کرے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ بڑی بڑی سلطنتیں بھی آخر چندوں پر ہی چلتی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ دنیاوی سلطنتیں زور سے ٹیکس لگا کر وصول کرتی ہیں اور یہاں ہم رضا اور ارادے پر چھوڑتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ بندے کی مرضی پر چھوڑ کر پھر اس کا اجر بھی بے حساب دیتا ہے۔ پابند نہیں کر رہا کہ اتنا ضرور دینا ہے۔ چھوڑ بھی بندے کی مرضی پر رہا ہے، ساتھ فرما رہا ہے جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا اجر بھی دوں گا۔ صرف یہ ہے کہ خرچ کرنے والے کی نیت نیک ہونی چاہئے۔ اس سے زیادہ سستا اور عمدہ سودا اور کیا ہوسکتا ہے۔

ہندوستان کی جماعتوں کو بھی مَیں کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کو رقمیں تو مہیا ہو جاتی ہیں جیسا کہ پہلے بھی مَیں نے کہا تربیتی اور تبلیغی پروگراموں میں گنجائش موجود ہے اس لئے جتنا وہاں کام ہونا چاہئے تھا اتنا نہیں ہو رہا۔ اس لئے اس طرف پھر ایک نئے ولولے اور جوش کے ساتھ توجہ دیں۔ گزشتہ سال جب قادیان گئے تو توجہ دلانے پر بہتری کی طرف ہل جل تو پیدا ہوئی ہے۔ مالی قربانی کے جو انہوں نے اعداد و شمار بھجوائے ہیں ان سے بھی پتہ چلتا ہے کہ تربیت کی طرف توجہ ہے اور اسی وجہ سے پھر مالی قربانی کی طرف بھی لوگوں کی توجہ ہوئی ہے۔ وقف جدید میں مالی قربانی کرنے والوں کی تعداد میں اس سال انہوں نے 4 ہزار کا اضافہ کیا ہے۔ لیکن یہ بات شاید پہلی دفعہ ہے کہ جو بجٹ انہوں نے بنایا تھا اور پچھلے سال سے بڑھ کر بنایا تھا اس بجٹ سے انہوں نے نومبائعین کے علاقے میں دو لاکھ 30 ہزار زائد وصولی بھی کر لی ہے اور فی کس ادائیگی میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ چاہے معمولی اضافہ ہے لیکن ان کے لحاظ سے یہ معمولی اضافہ بھی بہت

ہے۔ گو پانچ ساڑھے پانچ روپے کے قریب اضافہ ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا کہ چندہ دینے والوں کی اکثریت نومبائعین یا چند سال پہلے کے بیعت کنندگان کی ہے۔ پس اس طرف مزید توجہ کریں۔

ہندوستان کی جماعتیں ابھی تک اپنے اخراجات کا یعنی وقف جدید پر ہونے والے اخراجات کا تقریباً تین فیصد اپنے وسائل سے پورا کر رہی ہیں۔ یہ مختصر کوائف جو مَیں نے دیئے ہیں یہ ہندوستان کی جماعتوں کو توجہ دلانے والے ہونے چاہئیں۔ اس طرح جو بیعتوں کی تعداد ہے اس حساب سے بھی شمولیت میں بہت گنجائش ہے۔ اگلے سال ہندوستان کو بھی اپنے لئے کم از کم شامل ہونے والوں کا 5 لاکھ کا ٹارگٹ رکھنا چاہئے۔ مجھے امید ہے انشاء اللہ دعاؤں اور توجہ سے اس کام میں پڑیں گے تو کوئی مشکل نظر نہیں آئے گی۔

جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے 1985ء میں یہ تحریک تمام دنیا کے لئے کر دی تھی اور مقصد ہندوستان کی جماعتوں کی مدد کرنا تھا۔ اعداد و شمار سے آپ دیکھ چکے ہیں کہ ہندوستان اپنے وسائل سے فی الحال تین فیصد اخراجات پورے کر رہا ہے اور 97 فیصد اخراجات باہر کی دنیا پورے کرتی ہے اور اس میں یورپ اور امریکہ کے بڑے ممالک ہیں۔ اس سال یورپ اور امریکہ کے ممالک کی وقف جدید میں کل وصولی بمشکل ہندوستان کے خرچ پورے کر رہی ہے۔ اور افریقہ کی جماعتوں کے بہت سارے اخراجات دوسری مدات سے پورے کئے جاتے ہیں۔ تو ان ممالک کو جو مغرب کے ممالک ہیں بھارت اور افریقہ کے وقف جدید کے اخراجات پورے کرنے کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے۔ اس سوچ کے ساتھ قربانی ہونی چاہئے۔ یہاں گنجائش موجود ہے یہ مَیں نے جائزہ لیا ہے۔ مَیں ایک دفعہ پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ عموماً یہاں دوسرے اخراجات اور منصوبوں کا عذر کیا جاتا ہے کہ وہاں زیادہ خرچ ہو گیا ، اَور منصوبے شروع ہو گئے اس لئے اس میں اتنی کمی رہ گئی۔

تو یہ جو منصوبے ہیں یا دوسرے اخراجات ہیں، یہ پاکستان میں بھی ہیں لیکن وہاں قربانی کے معیار بڑھ رہے ہیں۔ جیسے سپرنگ کو جتنا زیادہ دباؤ اتنا زیادہ وہ اچھل کر باہر آتا ہے اور جو چیز اس پر پڑے اس کو اچھال کر پھینکتا ہے۔ تو احمدیوں کے حالات جتنے بھی وہاں خراب ہوتے ہیں اتنا زیادہ اچھل کر ان کی قربانیوں کے معیار بڑھ رہے ہیں اور باہر آ رہے ہیں۔ اور دوسری دنیا میں بھی جہاں جہاں بھی کوئی سختی جماعت پہ آئی وہاں قربانیوں کے معیار بڑھے ہیں۔ تو مغربی دنیا اس انتظار میں نہ رہیں کہ ضرور حالات خراب ہوں تو ہم نے قربانیاں بڑھانی ہیں بلکہ اپنے ان بھائیوں کے لئے قربانیوں کی طرف مزید توجہ دیں۔

ہاں تو مَیں مغربی ممالک کی گنجائش کی بات کر رہا تھا۔ تو سب سے پہلے مَیں کینیڈا کو لیتا ہوں۔ یہاں بھی اکثریت پاکستانی احمدیوں کی ہے اور شاید 20-25 ہزار سے زیادہ تعداد ہے۔ ان پاکستانی احمدیوں کو جو وہاں رہتے ہیں میں کہتا ہوں کہ آپ پر ہندوستان کا بہت حق ہے۔ اکثر کی جڑیں وہیں سے شروع ہوتی ہیں۔ کینیڈا میں وقف جدید میں شامل افراد کی تعداد صرف 12,862 ہے اور فی کس 40 کینیڈین ڈالرز ہے جبکہ تعداد اور قربانی کی استعداد دونوں میں یہاں پہ گنجائش موجود ہے تو اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔

پھر جرمنی ہے، جس کی فی کس قربانی 15 یورو ہے۔ شاملین ماشاء اللہ اچھی تعداد میں ہیں، 22 ہزار 500 کچھ۔ بہرحال جرمنی میں بھی اکثریت پاکستانی ہے۔ 15 یورو میرے لحاظ سے کم ہے۔ اس طرف ان کو توجہ کرنی چاہئے۔

امریکہ ہے، ان کی ادائیگی ماشاء اللہ اچھی ہے 137 ڈالرز فی کس۔ لیکن وقف جدید میں چندہ دینے کی تعداد میں جو لوگ شامل ہیں ان میں اضافہ کی گنجائش موجود ہے۔

اور اب UK والے نہ سمجھیں کہ ان کو بھول گیا ہوں، پیش کر دیتا ہوں۔ تحریک جدید کے جو بعض اعداد و شمار مَیں نے پیش کئے تھے اس کے بعد کچھ ہل جل ہوئی تھی بعض جماعتوں میں بھی اور مرکزی طور پر بھی۔ تو یہاں بھی وقف جدید کا چندہ فی کس 34 پاؤنڈ ہے۔ اگر اس طرح لیں تو مہینے کا تقریباً پونے تین پاؤنڈز۔ اور میرا خیال ہے کہ آپ جو باہر جاتے ہیں تو ایک وقت میں اس سے زیادہ کے چپس وغیرہ اور دوسری چیزیں اپنے بچوں کو کھلا دیتے ہیں۔ اس میں شمولیت کی بھی کافی گنجائش ہے۔ 12024 کی تعداد میں شمولیت۔ اس سے اَور زیادہ تعداد بڑھ سکتی ہے۔ مَیں نے جو ریجنز کا جائزہ لیا ہے اس میں سکاٹ لینڈ ریجن کی شمولیت ماشاء اللہ سب سے اچھی ہے تقریباً 81 فیصد۔ اور اس کے بعد ساؤتھ ویسٹ ریجن ہے جس میں کارنوال وغیرہ شامل ہیں اس کی 80 فیصد شمولیت ہے۔ نارتھ ایسٹ ریجن کی 78 سے اوپر ہے۔ لیکن یہاں نارتھ ایسٹ میں باقی تو ٹھیک ہے سکنتھروپ والے اکثر ڈاکٹر ہیں ان کی شمولیت بہت کم ہے۔ اور سب سے کم ساؤتھ ریجن میں 54 فیصد شمولیت ہے۔ تو شمولیت کے لحاظ سے کوشش کرنی چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد وقف جدید میں شامل ہو اور اس میں بچوں کو شامل کریں۔ آگے کوائف مَیں دوبارہ بتاؤں گا بلکہ یہاں مَیں بتا ہی دیتا ہوں اس سے متعلقہ ہی ہیں۔

تحریک جدید میں مَیں نے بریڈفورڈ کو توجہ دلائی ان کے بڑے خط آئے تھے کہ ہم وقف جدید میں اس دفعہ یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے۔ تو ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید کی شمولیت

میں بھی لندن مسجد کا جو علاقہ ہے وہ فی کس ادائیگی کے لحاظ سے نمبر ایک پر ہی ہے۔ 62 پاؤنڈز سے اوپر تقریباً 63 پاؤنڈز فی کس ہے۔ اور بریڈفورڈ جنہوں نے بہت دعوے کئے تھے وہ 38 پاؤنڈز پر ہیں۔ اسی طرح برمنگھم بہت ہی نیچے ہے وہاں اچھے بھلے کھاتے پیتے لوگ ہیں، بہت بڑھ سکتے ہیں، مانچسٹر میں بڑھ سکتے ہیں۔ دوسری جماعت جو اپنے لحاظ سے اچھی قربانی کرنے والی ہے وہ ووسٹر پارک ہے۔

تو یہ اور ہندوستان کے کوائف مَیں نے اس لئے بتائے ہیں کہ آپ لوگوں کو ضرورت کا بھی اندازہ ہو جائے اور اپنی قربانی کا بھی۔ ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اتنا بوجھ نہ ڈالو جو برداشت نہ ہو سکے اور عفو پر عمل کرو یعنی اپنے بیوی بچوں کی ضروریات کا بھی خیال رکھو۔ ان کو پورا کرو۔ لیکن ضروریات کی بھی کوئی حد مقرر ہونی چاہئے اس کے بھی معیار ہونے چاہئیں۔ ورنہ اس زمانے میں جتنا دنیاوی چیزوں کی خواہش کرتے جائیں گے، خواہشیں بڑھتی جائیں گی اور قسم قسم کی جو چیزیں بازار میں دیکھتے ہیں وہ آپ کی خواہشات کو مزید بھڑکاتی ہیں تو اس لحاظ سے بھی دیکھنا چاہئے کہ عفو کی تعریف کیا ہے۔

جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ایمانی حالت کی بہتری کے لئے بھی قربانی کی ضرورت ہے۔ تو اپنے بچوں میں بھی اس قربانی کی عادت ڈالیں تا کہ جب وہ بڑے ہوں تو ان کی خواہشات کی جو ترجیحات ہیں ان میں اللہ کی خاطر مالی قربانی سب سے اوّل نمبر پر ہو۔ اس سے ایک تو شاملین کی تعداد میں بھی اضافہ ہوگا اور جو عفو کے معیار ہیں وہ ترجیحات بدل جانے سے بدل جائیں گے۔ جو لوگ بچوں کو بھی جب جیب خرچ دیتے ہیں تو ان کو اس میں سے چندہ دینے کی عادت ڈالیں۔ عیدی وغیرہ میں سے چندہ دینے کی عادت ڈالیں، ان مغربی ممالک میں مَیں نے اندازہ لگایا ہے جیسا کہ پہلے بھی مَیں کہہ چکا ہوں کہ بازار سے کھانا برگر وغیرہ جو ہیں اور بڑے شوق سے کھائے جاتے ہیں اور جو مزے کے لئے کھائے جاتے ہیں، ضرورت نہیں ہے۔ اگر مہینے میں صرف دو دفعہ یہ بچا کر وقف جدید کے بچوں کے چندے میں دیں تو اسی سے وصولی میں 25 سے 30 فیصد تک اضافہ ہو سکتا ہے۔

تو وقف جدید کو جس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پاکستان میں بچوں کے سپرد کیا تھا۔ مَیں بھی شاید پہلے کہہ چکا ہوں، نہیں تو اب یہ اعلان کرتا ہوں کہ باہر کی دنیا بھی اپنے بچوں کے سپرد وقف جدید کی تحریک کرے اور اس کی ان کو عادت ڈالے تو بچوں کی بہت بڑی تعداد ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ بہت بڑے خرچ پورے کر لے گی اور یہ کوئی بوجھ نہیں ہوگا۔ جب آپ چھوٹی چھوٹی چیزوں میں سے بچت کرنے کی ان کو عادت ڈالیں گے اسی طرح بڑے بھی کریں اور اگر یہ ہو جائے تو ہندوستان کے اخراجات اور کچھ حد تک افریقہ کے اخراجات بھی پورے کئے جا سکتے ہیں۔

بہر حال اس مختصر تاریخ وقف جدید اور کوائف کے بعد مَیں مجموعی کوائف بھی بتا دیتا ہوں جس میں ملکوں کی پوزیشن ہوگی اور پاکستان کے شہروں کی پوزیشن بھی۔

مجموعی طور پر اللہ کے فضل سے جماعت نے 22 لاکھ 25 ہزار پونڈز کی قربانی پیش کی ہے جو گزشتہ سال کی نسبت 83 ہزار پاؤنڈز زیادہ رہی ہے۔ اور اس میں گو کہ مقامی ملکوں کے مطابق قربانیوں کے معیار بڑھے ہیں لیکن پاؤنڈز کے مقابلے میں امریکہ اور پاکستان میں بھی کرنسی کا ریٹ بہت کم ہو گیا ہے۔ یعنی ان کی کرنسیوں کے معیار کم ہو گئے ہیں۔

دنیا بھر کی جماعتوں میں ریٹ (Rate) گرنے کے باوجود پاکستان نمبر ایک پہ ہے۔ امریکہ پہلے نمبر ایک پہ ہوتا تھا۔ ان کو شاید یہ احساس ہو کہ ہماری کرنسی شاید گری ہے اس لئے ہم دوسرے نمبر پر چلے گئے لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا پاکستان میں قربانیوں کے معیار بہت بڑھ گئے ہیں۔ غریبوں کا جذبہ قربانی جیت گیا ہے۔ پس پاکستان کے احمدیوں سے مَیں یہ کہتا ہوں کہ اس جذبے کو جو آپ میں پیدا ہو گیا ہے کبھی مرنے نہ دیں اور ہر مخالفت کی آندھی اس جذبے کو مزید ابھارنے والی ہوتا کہ آپ کی قربانیوں کے معیار بڑھتے چلے جائیں۔

تو مجموعی پوزیشن کے لحاظ سے پاکستان نمبر ایک پہ، امریکہ نمبر دو پہ، برطانیہ نمبر تین پہ، یہ انہوں نے Maintain رکھا ہوا ہے۔ جرمنی نمبر چار پہ، کینیڈا پانچ، ہندوستان چھ، انڈونیشیا سات، بیلجیئم آٹھ، آسٹریلیا نو اور دسویں نمبر پر سوئٹزر لینڈ ہے۔ لیکن فرانس بھی تقریباً ان کے قریب ہی ہے، معمولی فرق ہے۔ یورپین ممالک میں فرانس میں دعوت الی اللہ کا کام بہت اچھا ہو رہا ہے اور انہوں نے دُور کے فرنچ جزائر میں جا کر وہاں بھی تبلیغ کی ہے اور اچھے نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ فرانس کو چاہئے کہ تبلیغ کے ساتھ ساتھ اپنے نومبائعین کو چندوں میں بھی شامل کریں اور ان کو مالی قربانی کی بھی عادت ڈالیں۔ بلجیم کی بھی چندوں کی طرف توجہ ہو رہی ہے۔

وقف جدید میں شامل ہونے والے افراد چار لاکھ 92 ہزار سے اوپر ہیں۔ اور اس سال 26 ہزار 700 کا اضافہ ہوا ہے۔ اس میں بہت گنجائش ہے۔ اگر جماعتیں کوشش کریں تو بہت اضافہ ہو سکتا ہے۔

پاکستان میں کیونکہ اطفال اور بالغان کے دو مقابلے ہوتے ہیں پہلے بڑوں کا ہے۔ لاہور کی جماعت اوّل ہے، کراچی دوم ہے اور ربوہ سوئم ہے۔ اس کے بعد اضلاع میں راولپنڈی اوّل ہے۔ پھر سیالکوٹ، اسلام آباد، فیصل آباد، گوجرانوالہ، شیخوپورہ، میرپور خاص، سرگودھا، گجرات اور بہاولنگر۔ اور دفتر اطفال میں اوّل لاہور ہے دوم کراچی، سوئم ربوہ کی پوزیشن ہے۔ اور اضلاع میں اسلام آباد، سیالکوٹ،

گوجرانوالہ، راولپنڈی، شیخوپورہ، فیصل آباد، میرپور خاص، سرگودھا، گجرات اور بہاولنگر۔ تقریباً وہی پوزیشن ہے۔

اللہ تعالیٰ سب احمدیوں کو جنہوں نے اللہ کے دین کی خاطر اپنی ضرورتوں کو قربان کیا اور مالی قربانی کی بہترین جزا دے اور ان کے اموال ونفوس میں برکت دے۔

دینی ضرورتوں میں تو وسعت پیدا ہوتی رہے گی اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انشاء اللہ تعالیٰ یہ ضرورتیں پوری کرتا رہے گا لیکن ہر احمدی ہمیشہ یاد رکھے کہ وہ اللہ کے فضل کو جذب کرنے کے لئے اس کی خاطر مالی قربانیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتا رہے۔ جماعت میں مختلف منصوبے ہمیشہ جاری رہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ایک طرف قربانی دی تو دوسری طرف قربانی کے لئے تھک کر بیٹھ گئے۔ ہمیشہ یاد رکھیں جہاں بیٹھے وہاں پھر کمزوریوں پہ کمزوریاں آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے کبھی اس سوچ کو ذہن میں نہ آنے دیں کہ فلاں جگہ قربانی کر دی تو کافی ہے۔ اگلے جہان میں کام آنے والا بہترین مال وہ ہے جو اللہ کی راہ میں قربان کیا گیا ہو۔ آج کل جماعتوں میں، دنیا میں ہر جگہ مسجدوں کی تعمیر کی طرف بہت توجہ ہو رہی ہے۔ کسی چندے یا کسی تحریک میں ایک طرف توجہ ہو جائے تو اس توجہ کو مساجد کی تعمیر میں روک نہیں بننا چاہئے بلکہ اس طرف توجہ قائم رہنی چاہئے۔ برطانیہ میں بھی اس طرف توجہ پیدا ہوئی ہے۔ ہر سال پانچ مساجد بنانے کا انگلستان کی جماعتوں نے وعدہ کیا ہے۔ بریڈفورڈ میں تعمیر ہو رہی ہے۔ دو اور جگہ بھی کارروائی ہو رہی ہے انشاء اللہ شروع ہو جائے گی۔ تو یہ کام ساتھ ساتھ جاری رہنے چاہئیں۔ کیونکہ مسجد ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اپنی اور اپنے بچوں کی تربیت کا بھی اور تبلیغ کا بھی۔

لجنہ کی ایک میٹنگ میں بڑے زوردار طریقے سے عورتوں نے درخواست کی کہ ہمیں فلاں فلاں جگہ بچوں کی تربیت میں دقّت پیدا ہو رہی ہے (یہیں UK کی شوریٰ تھی یا کوئی اور میٹنگ تھی) تو ہمیں مساجد بنا کے دی جائیں، بہت ضروری ہیں۔ تو ان کو مَیں نے یہی جواب دیا تھا کہ مساجد ضروری ہیں اس سے کسی کو انکار نہیں۔ لیکن یہ بنانی آپ نے خود ہیں، کسی نے باہر سے آ کے بنا کے نہیں دینی۔

پھر جب نیشنل شوریٰ ہوئی ہے تو اس وقت جب مَیں نے توجہ دلائی تو جماعت نے اللہ کے فضل سے جیسا کہ مَیں نے بتایا ہر سال پانچ مساجد بنانے کا وعدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق بھی عطا فرمائے کہ مکمل کر سکیں۔

گزشتہ دنوں میں جب مَیں جرمنی گیا تھا، وہاں بھی زیادہ مقصد اللہ تعالیٰ کے فضل سے مساجد کی تعمیر کے لئے، سنگ بنیاد یا افتتاح کے لئے جانا تھا۔ تین کا افتتاح بھی ہوا، سنگ بنیاد بھی رکھا گیا۔ ایک مسجد

جرمنی ہالینڈ کے بارڈر پر ہے واپس آتے ہوئے اس کا افتتاح ہوا۔ وہ ابھی مکمل نہیں ہوئی لیکن ان کی خواہش تھی کہ اس میں نماز پڑھ لی جائے اسی کو ہم افتتاح سمجھیں گے، اس کی تھوڑی سی (Finishing) فنیشنگ رہتی ہے تو وہ انشاء اللہ تعالیٰ جلدی کر لیں گے۔

وہاں ایک بہت بڑی مسجد مجلس انصاراللہ جرمنی نے بنائی ہے۔ اس میں تقریباً سات آٹھ سو نمازی نماز پڑھ سکتے ہیں اور مسجد کے طور پر جرمنی میں یہ سب سے بڑی مسجد ہے جو خاص اس مقصد کے لئے بنائی گئی ہے۔ ہال وغیرہ نہیں بلکہ زمین پہ خاص طور پر مسجد کے مقصد کے لئے جو مسجد کھڑی کی گئی ہے، وہ ابھی تک جرمنی میں یہی بڑی مسجد ہے۔ اس کے ساتھ گیسٹ ہاؤس بھی ہے، مشنری ہاؤس بھی ہے، دفتر وغیرہ بھی ہیں۔

پھر جیسا کہ آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ سب سے بڑا بریک تھرو (Break Through) یا بڑی کامیابی جو ہے وہ مسجد برلن کا سنگ بنیاد تھا۔ وہاں مخالفت زوروں پر ہے۔ ابھی بھی مخالفین یہی کہتے ہیں کہ ہم اس مسجد کو بننے نہیں دیں گے اور اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کریں گے۔ گو کہ انتظامیہ کا خیال ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسی کوئی بات نہیں ہوگی کیونکہ قانونی تقاضے پورے ہو رہے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ہر طرح سے مدد فرماتا ہے اور یہ نظارے ہم دیکھتے رہے۔ پہلے امیر صاحب کا خیال تھا کہ ایک مہینہ پہلے جلدی آ جاؤں تا کہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھا جائے۔ لیکن جب دسمبر میں مَیں نے جانے کا فیصلہ کیا تو اس وقت تک ان کو مسجد کی تحریری اجازت نہیں ملی تھی۔ تحریری اجازت بھی میرے جانے کے بعد انہیں ملی ہے تو اس کے بعد کوئی قانونی روک نہیں تھی۔ اس کے بغیر اگر ہم جاتے تو کئی قباحتیں پیدا ہو سکتی تھیں اور بنیاد رکھنا بھی ممکن نہیں تھا۔

پھر وہاں کے میئر اور MP آئے اور انہوں نے بھی جماعت کی تعلیم کو سراہتے ہوئے امید ظاہر کی کہ ہمارے لوگوں کی ساری فکریں دور ہو جائیں گی۔ جس دن افتتاح تھا جب ہم وہاں گئے ہیں تو چالیس پچاس کے قریب مخالفین تھے جو نعرے لگا رہے تھے۔ لیکن جرمنی میں ایک دوسرا گروپ بھی ہمیں نظر آیا۔ جب ہم گئے ہیں انہوں نے بھی بینر اٹھایا ہوا تھا اور وہ جماعت احمدیہ کے حق میں تھا کہ یہاں جماعت ضرور مسجد بنائے اور اس میں کوئی روک نہ ڈالی جائے۔ جماعت نے ان کو نہیں کہا تھا اور نہ وہ جانتے تھے۔ خود ہی کھڑے ہو گئے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے توڑ کے لئے خود ہی وہاں انتظام فرما دیا۔ پھر یہ جوان کا چھوٹا سا جلوس تھا اس پر بھی تین چار شہریوں نے ان کے بینر چھیننے کی کوشش کی کہ یہ کیوں کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی ایسا سامان پیدا کر دیا کہ مخالفین کو ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ ان کے اپنے لوگ ہی ان کو روکنے والے تھے۔

جو مخالفین تھے (لوگ اتنے زیادہ تو تھے نہیں) انہوں نے ایک ٹیپ ریکارڈر میں ایک آواز ریکارڈ

کی ہوئی تھی۔ کسی ٹنل میں سے کوئی جلوس گزرا اس کی بڑی گونج تھی لگتا یہ تھا کہ بہت بڑا جلوس ہے اور آوازیں نکال رہا ہے۔ لیکن لگتا ہے ان کو بھی مُلّاؤں کی ٹریننگ تھی کہ ٹیپ ریکارڈر استعمال کرو۔ جو وہاں MP آئے ہوئے تھے انہوں نے بڑی حیرت سے اس بات کا اظہار کیا کہ مَیں تو ایک عرصے سے جماعت کو جانتا ہوں میرے خیال میں بھی نہیں تھا کہ جماعت احمدیہ کی مسجد کی مخالفت ہو رہی ہوگی۔ یہ تو بڑی امن پسند اور پیار کرنے والی جماعت اور پیار پھیلانے والی جماعت ہے۔ اخباروں اور ٹی وی نے بھی بڑی اچھی کوریج دی۔

جیسا کہ مَیں پہلے بھی جرمنی کے خطبہ میں بتا چکا ہوں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برلن میں مسجد کی تعمیر کی خواہش کا اظہار فرمایا تھا اور آپؓ کی بڑی شدید خواہش تھی۔ اور اس وقت ایک ایکڑ رقبہ کا قریباً سودا بھی ہو گیا تھا بلکہ میرا خیال ہے لیا بھی گیا تھا اور آج کل کے حالات میں اتنا بڑا رقبہ ملنا ممکن نہیں، کافی مشکل ہے کیونکہ زمینیں کافی مہنگی ہیں۔ جرمنی میں عموماً جو پلاٹ مساجد کے لئے خریدے جا رہے ہیں وہ بڑے چھوٹے ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ فضل فرمایا کہ یہاں تقریباً ایک ایکڑ سے زائد کا رقبہ برلن کی مسجد کے لئے مل گیا ہے اور اللہ میاں نے بڑی سستی قیمت پر دلا دیا۔ جبکہ باقی مساجد جو وہاں بن رہی ہیں اس سے چوتھے پانچویں حصے میں بن رہی ہیں۔

پہلے مَیں یہ بتا دوں کہ حضرت مصلح موعودؓ کا جو اس وقت کا منصوبہ تھا وہ نقشہ دیکھ کے آدمی حیران ہوتا تھا۔ 600 نمازیوں کے لئے ہال کی گنجائش تھی، مشن ہاؤس، گیسٹ ہاؤس، پھر اس میں 13 کمرے تھے جو سٹوڈنٹس کے لئے، طلباء کے لئے رکھے گئے تھے، اب جو مسجد بن رہی ہے اس کے نقشے میں بھی تقریباً 500 نمازیوں کے لئے گنجائش ہوگی اسی طرح باقی چیزیں ہیں۔ اور اگر فوری نہیں تو بعد میں کبھی جب بھی سہولت ہو، انشاء اللہ تعالیٰ اس کو وسعت دی جا سکتی ہے۔ 1923ء میں جب تحریک ہوئی تھی تو لجنہ اماء اللہ نے تعمیر کے لئے رقم جمع کی تھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا تھا کہ کیونکہ یورپ میں عورتوں کے بارے میں یہ خیال ہے کہ ہم میں عورت جانور کی طرح سمجھی جاتی ہے۔ جب یورپ کو یہ معلوم ہوگا کہ اس وقت اس شہر میں جو دین کا مرکز بن رہا ہے اس میں مسلمان عورتوں نے جرمنی کے نومسلم بھائیوں کے لئے مسجد تیار کروائی ہے تو کس قدر شرمندہ اور حیران ہوں گے۔ تو جرمنی کی لجنہ کو جب یہ علم ہوا کہ پہلی کوشش مسجد کی تعمیر کی تھی اور عورتوں کی قربانیوں سے بننی تھی تو لجنہ جرمنی نے کہا کہ ہم اس مسجد کا خرچ برداشت کریں گی جو تقریباً ڈیڑھ ملین سے 2 ملین یورو کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزاء دے اور ان کے مال ونفوس میں برکت ڈالے اور جلد سے جلد اپنا یہ وعدہ پورا کر سکیں تا کہ اپنا وعدہ پورا کر کے دوسرے

منصوبوں اور قربانی کے لئے تیار ہو جائیں۔

اس مسجد کا نام خدیجہ مسجد رکھا گیا ہے۔ پس لجنہ ہمیشہ یادر کھے کہ یہ مبارک نام اس پاک خاتون کا ہے جو سب سے پہلے آنحضرت ﷺ پر ایمان لائیں اور آپؐ پر اپنا سارا مال قربان کر دیا۔ پس جہاں یہ مسجد احمدی عورت کو قربانی کے اعلیٰ معیار کی طرف توجہ دلانے والی بنی رہے وہاں دنیا سے بے رغبتی اور تقویٰ کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی طرف بھی ہر احمدی کو توجہ دلانے والی بنی رہے تا کہ ہماری آئندہ نسلیں بھی تقویٰ پر چلتے ہوئے ہر قسم کی قربانی کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والی بنی رہیں، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو ہمیشہ آگے سے آگے بڑھانے والی ہوں۔ مشرقی جرمنی میں یہ جو برلن میں مسجد بن رہی ہے، یہ ایک مسجد ہی نہیں بلکہ آئندہ نسلیں اور مساجد تعمیر کرنے والی بھی ہوں اور کرتی چلی جائیں اور ان کو آباد کرنے والی بھی ہوں اور خدائے واحد کے نام کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانے والی ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقصد کو پورا کرنے والی ہوں اور اس میں مددگار بنیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں وہ دن جلد دکھلائے جب ہم دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کر کے خدائے واحد کے حضور جھکتا ہوا دیکھیں۔ آمین

(الفضل انٹرنیشنل 2رفروری 2007ء)



اشاریہ

خطبات وقف جدید

مرتبہ: محمد محمود طاہر

آیات قرآنیہ

احادیث مبارکہ

(بلحاظ ترتیب صفحات)

حدیث بالمعنی

کلید مضامین

مالی قربانیاں

متفرق

د۔ذ۔ر۔ز

احمد یوں کی رہائی کیلئے غیر احمدی قیدی کی دعا کی

دعوت الی اللہ دیکھئے تبلیغ

دیوبند (ادارہ)

دیہات/دیہاتی جماعتیں

ذیلی تنظیمیں

رسومات

رشین زبان

رضاکار معلمین

روزہ/رمضان

رومی حکومت

رؤیا/خواب/کشف

زبان/زبانیں

زراعت

زکوٰۃ

زمیندار

زمینوں کا وقف

س۔ش۔ص

سال نو

سانپ

وقف جدید کے نیک ثمرات

انتظامی ڈھانچہ اور ہدایات

معلمین اور واقفین زندگی کی تحریک

مالی قربانی کی تحریک اور چندہ کا معیار

وقف جدید اور حضرت مصلح موعود

وقف جدید اور دفتر اطفال

وقف جدید اور ہندوستان

ہندو علاقے میں تبلیغ

چندہ کے سال بہ سال اعداد و شمار

متفرق

وقف زمین

وقف عارضی کی تحریک

اسماء

مقامات

س۔ش

کتابیات

نام کتاب: خطبات وقف جدید
ایڈیشن: اوّل
سن اشاعت: جون/2008ء
تعداد: 2000
مطبع: ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ)

Important

Please click on the **+** sign to the left of this topic to see the list of available references.

Then click or double-click on a reference to display the relevant page.

This is a quirk of the Acrobat reader and could not be avoided.